

دیوان غالب

مرتبہ

انتیاز علی خاں عرقی

دیوان غالب ارم

نسخہ عرشی

نقش ثانی

نجم الدولہ دیر الملک میرزا اسد اللہ خان بہادر نظام جنگ دہلوی
متخلص بہ اسد و غالب (متوفی ۱۲۸۵ھ = ۱۸۶۹ع) کے
تمام اردو کلام کا مجموعہ جسے تاریخی ترتیب کے ساتھ
پیش کیا گیا ہے

ترتیب و تصحیح

امتیاز علی خاں عرشی

الابن الفاضل

نسخة من

الاشقة
غ 341 >

CASHMIR UNIVERSITY

Iqbal Library

Acc. No ... 225258
Date ... 26-11-82

ST 01
/M



ALLAMA IQBAL LIBRARY



225258

المجلد (1) من 1

جناب اصغر علی آصف فیضی کے نام
جن کی پر خلوص فرمائش
اور پیہم اصرار نے مجھے
اس کام پر آمادہ کیا

ترتیب مندرجات

تقریب

مقدمہ

ح-ز

۱۶۰-۱

سرگزشت ۲، تعلیم و تربیت ۴، عربی ۵، فارسی ۵، استاد ۵، مطالعہ ۷، تتبع اساتذہ ۸،
 رام سخن کے غول ۱۰، اصل الاصول ۱۱، بیدلانہ فارسی ۱۱، تتبع لہجہ ۱۲، تصوف
 و نجوم ۱۲، شعر گوئی ۱۲، تخلص ۱۳، استاد شعر ۱۴، ریختہ گوئی: پہلا دور ۱۴، دوسرا
 دور ۱۵، فارسی نگاری ۱۷، تدوین اشعار ۱۸، دیوان اردو: نسخہ عرشی زادہ ۱۹،
 نسخہ کلکتہ ۲۰، نسخہ بھوپال ۲۰، نسخہ شیرانی ۲۰، پہلا انتخاب: گل رعنا ۲۱،
 دوسرا انتخاب: متداول دیوان ۲۲، کس نے انتخاب کیا ۲۲، معیار انتخاب ۲۴،
 مقدار انتخاب ۲۴، تاریخ و مقام انتخاب ۲۵، آخری انتخاب ۲۹، طرز سخن ۳۰،
 تعریف سخن ۳۲، تعریف شعر ۳۳، اوصاف شعر ۳۴، عیوب شعر ۳۷، صنائع لفظی
 ۴۰، میزان شعر ۴۴، سہل ممتنع ۴۶، شرکت مشاعرہ: کلکتہ کے مشاعرے ۴۷، دہلی
 کے مشاعرے ۴۸، اخبار میں اشاعت اشعار ۵۳، بھٹی یا مدح ۵۵، ہزل و ہجو ۵۷،
 معاصرین کا اعتراف ۵۸، ناقدردانی عصر ۶۰، ہنگامہ کلکتہ ۶۰، قید دہلی ۶۱، شعر
 گوئی متروک ۶۵، جدید ترتیب دیوان ۷۲، مشتملات ۷۴، ترتیب ۷۶، اختلاف نسخ
 ۷۷، زیر مطالعہ نسخے ۷۹، قلمی نسخے: نسخہ عرشی زادہ ۷۹، نسخہ بھوپال ۸۶،
 نسخہ شیرانی ۹۲، گل رعنا ۹۹، نسخہ رام پور قدیم ۱۰۱، انتخاب غالب ۱۰۳،
 نسخہ بدایوں ۱۰۶، نسخہ دیسنہ ۱۱۱، نسخہ کریم الدین ۱۱۳، نسخہ لاہور ۱۱۵،
 نسخہ رام پور جدید ۱۱۷، انتخاب غالب ۱۲۵، مطبوعہ نسخے: پہلا ایڈیشن ۱۲۷،
 دوسرا ایڈیشن ۱۳۱، تیسرا ایڈیشن ۱۳۳، چوتھا ایڈیشن ۱۴۰، پانچواں ایڈیشن ۱۴۳،
 نسخہ حمیدیہ (اول) ۱۴۵، لطیف ایڈیشن ۱۵۰، نسخہ حمیدیہ (دوم) ۱۵۱، ماخذوں کی
 تاریخی ترتیب ۱۵۴، علامات ۱۵۵، دیگر علامات ۱۵۶، حواشی ۱۵۶، فہرست اشعار ۱۵۷،
 اشارے ۱۵۷، اہلا اور رسم الخط ۱۵۸، علامات وقف ۱۵۹، تصاویر ۱۵۹، شکریہ ۱۶۰

گنجینہ معنی

۱۲۶-۱

الف ۱۱، ب ۲۳، ت ۳۴، ث ۳۶، ج ۳۷، چ ۳۸، ح ۳۹، د ۳۹، ر ۴۲، ز ۴۴، س ۴۸، ش ۴۹، ع ۵۰، غ ۵۱، ف ۵۲، ک ۵۳، گ ۵۴، ل ۵۴، م ۵۷، ن ۵۹، و ۷۲، ۷۵ ی ۷۹

رباعیات ۱۲۵

نوائے سروش ۱۲۷—۲۴۷

| | | | |
|--|--------|-----|---------|
| ۱۴۸ | قصائد | ۱۲۸ | دیباچہ |
| ۳۳۸—۱۵۹ | غزلیات | ۱۳۱ | قطعات |
| الف ۱۵۹، ب ۱۹۴، ت ۱۹۵، | | ۱۴۶ | مثنوی |
| ج ۱۹۷، چ ۱۹۸، د ۱۹۹، ر ۲۰۰، ز ۲۰۷، س ۲۰۹، ش ۲۱۰، ع ۲۱۱، ف ۲۱۱، | | | |
| ک ۲۱۲، گ ۲۱۴، ل ۲۱۴، م ۲۱۵، ن ۲۱۶، و ۲۴۲، ۲۵۴، ی ۲۵۴ | | | |
| ۳۴۴ | خاتمہ | ۳۳۹ | رباعیات |

یادگار نالہ ۳۴۹—۴۴۲

| | | | |
|------------------------|--------|-----|---------|
| ۳۹۰ | سلام | ۳۵۰ | قطعات |
| ۳۹۲ | سہرے | ۳۶۱ | مثنویات |
| ۳۹۵ | نخمس | ۳۷۶ | قصائد |
| ۴۳۸—۴۰۰ | غزلیات | ۳۸۷ | مرثیہ |
| الف ۴۰۰، ب ۴۰۴، ر ۴۰۵، | | | |

س ۴۰۶، ط ۴۰۶، ک ۴۰۷، ل ۴۰۹، ن ۴۱۰، و ۴۲۳، ۴۲۴، ی ۴۲۶

رباعیات ۴۳۹

باد آورد ۴۴۳—۴۵۷

غزلیات

الف ۴۴۴، ج ۴۴۷، ر ۴۴۷، م ۴۴۸، ن ۴۴۸، و ۴۵۰، ۴۵۰، ی ۴۵۱

رباعیات ۴۵۷

استدراک ۴۵۹—۵۲۴

گنجینہ معنی ۴۶۸

گزارش ۴۶۱

باد آورد

۵۲۴

۵۰۱

نوائے سروش

۵۲۰

یادگار ناله

فہرست اشعار

۵۳۶-۵۲۵

اشاریہ

۵۷۱-۵۳۷

کتب و علوم وغیرہ ۵۶۲

اشخاص و السنہ وغیرہ ۵۳۷

مقامات وغیرہ ۵۵۶

معذرت

۵۷۲

صحت نامہ

۵۷۳

تقریب

جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے، غالب کے کلام کی مقبولیت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ غالب کی زندگی، اُن کی شخصیت اور شاعری، اُن کے خطوط اور دیگر تحریروں کے متعلق تلاش و تحقیق اور تحسین و تنقید کا سلسلہ برابر جاری ہے، اور شخصیت کی رنگینی اور تصانیف کی جامعیت کے پیش نظر، یقین ہے کہ، یہ جاری ہی رہے گا۔ اردو کے کسی شاعر کے متعلق اتنا نہیں لکھا گیا جتنا غالب کے متعلق۔ مگر خود اُنہیں کے الفاظ میں: حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔

غالب کے کلام کے جتنے ایڈیشن شائع ہوئے ہیں، اُن میں نسخہ حمیدہ (انوارالحق)، ارمغانِ غالب (اکرام)، انتخابِ غالب (عرشی) اور دیوانِ غالب (مالک رام) کی خاص اہمیت ہے۔ غالب کے تنقیدی شعور کے مطالعے کے لیے ان نسخوں کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ ڈاکٹر عبداللطیف کو سب سے پہلے غالب کے سارے اردو کلام کو تاریخی ترتیب کے ساتھ جمع کرنے کا خیال آیا تھا، مگر اُن کے تیار کیے ہوئے مواد کا صرف نصف حصہ چھپ سکا۔ اکرام نے پہلے غالب نامہ اور بعد میں ارمغانِ غالب میں یہ کوشش کی، مگر ادھوری۔ مالک رام نے نسخہ حمیدہ کے منتخب اشعار اور کچھ متفرق شعر مروجہ دیوان میں شامل کر کے عام پڑھنے والوں کے لیے ایک اچھا ایڈیشن تیار کر دیا۔ مگر زیرِ نظر ایڈیشن، جو اردو کے مشہور محقق اور غالبیات کے ماہر جناب امتیاز علی عرشی کی برسوں کی محنت کا نتیجہ ہے، نہ صرف ایک بڑی ضرورت کو پورا کرتا ہے، بلکہ کلام کی تاریخی ترتیب اور صحت، نسخوں کے اختلاف کی نشاندہی، شرح اور ضروری حواشی کے لحاظ سے، اب تک کی ساری کاوشوں پر بھاری، اور اردو میں ادبی تحقیق اور عالمانہ نظر کا ایک قابلِ فخر اور ناقابلِ فراموش کارنامہ ہے۔

انجمن ترقیِ اردو (ہند) ابتدا سے اساتذہ کے دواوین، نادر تذکروں اور ادبِ عالیہ کی اشاعت میں کوشاں رہی ہے۔ دورِ جدید میں اُس نے غالب کے متعلق "احوالِ غالب" اور "تقدیرِ غالب" کے نام سے دو کتابیں شائع کی ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ جناب امتیاز علی عرشی کی عرق ریزی کا یہ شاہ کار بھی انجمن ترقیِ اردو (ہند) کی طرف سے شائع ہو رہا ہے۔

یہ تو صحیح ہے کہ غالب کی عظمت کا قصرِ فلک بوس متداول دیوان پر قائم ہے، لیکن نسخۂ حمیدہ کے اشعار کو بھی کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اول تو اُن ابتدائی نقوش میں بھی جابجا ایسے شوخ رنگ مل جاتے ہیں جن سے غالب کی تخلیقی صلاحیت، اُن کی نقش گری، اُن کی تخیل کی بلندی اور اُن کے ذہن کی پرواز کا علم ہوتا ہے۔ دوسرے ادبیات کے ہر سنجیدہ طالبِ علم کے لیے ان اشعار کا مطالعہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ انہیں میڑھیوں سے گزر کر غالب فکر و فن کی اُس بلندی تک پہنچے جو اُن کا خاصہ ہے۔ غالب بڑے باشعور شاعر ہیں، مگر وہ بھی اپنے بہ ترین اشعار کا انتخاب نہیں کر سکے ہیں۔ جس طرح نسخۂ حمیدہ کے سو ڈیڑھ سو اشعار شامل ہونے سے رہ گئے، اسی طرح انتخابِ غالب (رام پور) میں بھی متعدد ایسے اشعار درج نہیں ہو سکے جنہوں نے غالب کو غالب بنایا۔ اسی وجہ سے غالب کا صحیح مطالعہ اُن کے سارے کلام کے پیشِ نظر ہی ہو سکتا ہے۔ عرشی صاحب اس لحاظ سے بھی اداے خاص سے نکتہ سرا ہوئے ہیں اور اُنہوں نے بارانِ نکتہ داں کو صلاے عام دی ہے۔

بڑا شاعر وہ ہے جو زندگی کے متعلق بھرپور اور گہری بصیرت عطا کرے۔ غالب کا کلام واقعی ایک جامِ جہاں نما ہے۔ اُن کی تخیل میں بلندی ہے، اُن کے احساس میں تندی و تیزی ہے۔ وہ صورتگری کے بادشاہ ہیں۔ وہ افکار و اقدار کے شاعر ہیں۔ وہ انسانیت کے ہر رنگ میں پرستار ہیں۔ اُنہوں نے ہت شکنی بھی کی ہے، اور تے افکار کے صنم خانے بھی بنائے ہیں۔ وہ دلوں کی گہرائیوں میں بھی جھانک سکتے ہیں، اور ذہن کے ہر پیچ و خم سے بھی واقف ہیں۔ وہ اپنے دور کے نمائندے بھی ہیں اور اُس سے بلند بھی۔ اُن کی غزل حدیثِ دل ہی نہیں، صحیفۂ زندگی بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غالب کے کلام میں ایک ایسا آئینہ خانہ ملتا ہے، جس کے جلووں سے ذہنوں میں فکر و نظر کے چراغ جل اُٹھتے ہیں، اور دلوں میں انسانیت کی عظمت کا نقش اور گہرا ہو جاتا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ خاص و عام اس شاندار کارِ نامے کا مناسب اور موزوں خیر مقدم کریں گے، اور اس سے غالب کی زبان کی محبت اور اُس کی خدمت کا نیا ولولہ حاصل کریں گے۔

آلِ احمد سرور

علی گڑھ

مقدمه

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قاضی محمد صادق خاں اختر نے تذکرہ «آفتابِ عالیشان» کی ترتیب کے دوران میں، مولوی سراج الدین احمد کی وساطت سے، میرزا صاحب سے حالاتِ زندگی اور منتخب اشعار طلب کیے تھے۔ اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

«از ناکسانِ روزگار، و بیکسانِ دہلی دیار، مسلمانانِ زادہ ایست کافر ماجرا، و گہریست مسلمان نما، کہ از غلط نمائی «غالب» نخلص می کند و بدین رنگ ژاڑ می خاید۔ فرد:

خرسندی غالب نبود زین همه گفتن

يك بار بفرمای كه «ای هیچ كسِ ماء»

پنهان نماد که در اصل آفرینش از دودۀ روز فروزندگان و حلقۀ بخت برگشتگانِ ستمریده و روی بھی نادیده کسم۔ آرایشِ سخن پیش کش، تركِ زادم و نسبِ من به افراسیاب و پشک می پیوندد۔ بزرگانِ من، از آنجا که با سلجوقیان پیوندِ هم گوهری داشتند۔ بعدِ دولتِ ایشان رایتِ سروری و سپیدی افراشتند۔ بعدِ سپری شدنِ روزگارِ جاہندیِ آن گروه، چون ناروائی و بینوائی روی آورد، جمعی را ذوقِ رمزی و غارتگری از جای برد، و طایفۀ را کشاورزی پیشه گشت۔

نیاگانِ مرا به توران زمین شهرِ سمرقند آرامشگاه شد۔ ازان میانه نیای من از پدرِ خود رنجیده، آمکِ هند کرد و به لاهور ہمرہی معین الملک گزید۔ چون بساطِ دولتِ معین الملک در نوشتند، بدہلی آمد و با ذوالفقار الدولہ میرزا نجف خان بہادر پیوست۔

زان پس، پدرم، عبد اللہ بیگ خان، بہ شاہجہان آباد بوجود آمد، و من با کبر آباد - چون پنج سال از عمر من گزشت، پدر از سرم سایہ برگرفت - عثم من، نصر اللہ بیگ خان، چون خواست کہ مرا بنام پرورد، ناگاہ مرگش فراز آمد - کایش پنج سال پس از گزشتن برادر، پی مہین برادر برداشت، و مرا درین خرابہ جا تنہا گذاشت - و این حادثہ کہ مرا نشانہ جان گدازی و گردون را کینہ بازی بود، در سال ہزار و ہشت صد و شش عیسوی بہنگام ہنگامہ لشکر آرائی و کشور کشائی صمصام الدولہ جرنیل لاژد لیک صاحب بہادر بروی کار آمد -

چون عثم مرحوم از دولتیان دولت اہل فرنگ، وبا انبوی چار صد سوار برکاب صمصام الدولہ با سرکشان سرگرم جنگ بود، و ہم از بخششہای سرکار انگریزی دو برگنہ سیر حاصل از مضافات اکبر آباد بجاگیر داشت، سپہ سالار انگلیسہ، بخون بہای آفتاب، کلبہ تار گدایان را چراغ، و ما بینوایان را بعوض جاگیر ہشاہرہ، از خار خار جستجوی وجہ معاش فراغ بخشید - تا امروز کہ شمارہ نقس شماری زندگانی پچل و چار میرسد، بدان راتبہ خرمندم و بدان مایہ قانع -

در سخن از پرورش یافتگان مبدأ فیاضم، و سواد معنی را بفروغ گوہر خویش روشن کردہ ام - از ہیچ آفریدہ حق آموزگاریم بگردن، و بار منت رہنائیم بر دوش نیست - رباعی:

غالب، بگم ز دودہ زادشم زان رو، بصفای دم تیضت دم
چون رفت سہیدی، زدم چنگ بشعر شد، تیر شکستہ نیاگان، قلم

نامہ پایان رسید، و شرم پراکنده گونی و دراز نقی بر من اشتم کرد - دیدہ و ران داند کہ گفتنی فراوان بود و افسانہ پریشان - تا کجا اندک گفتی و گفتار را از درازی نگاہ داشتی - مرا در آنچه رفت، گناہی نیست؛ و اگر خود گناہست، دوست کریم است و کرم عذرخواہ،

یہ سرگزشت سنہ ۱۸۴۱ع تک کے اہم سوانح زندگی کا خلاصہ تھی - اس کے ۲۰ سال بعد، سنہ ۱۸۶۱ع میں نواب علاؤ الدین احمد خان بہادر علاقہ کو ایک اردو خط میں، جو حسن بیان کا بہترین نمونہ ہے، تحریر فرماتے ہیں:

”سنو عالم دو ہیں: ایک عالم ارواح اور ایک عالم آب و گل - حاکم ان دونوں عالموں کا

وہ ایک ہے جو خود فرماتا ہے: «لَيْسَ الْمَلِكُ الْيَوْمَ»؟ اور پھر آپ جواب دیتا ہے: «لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ»۔

ہر چند قاعدہ عام یہ ہے کہ عالمِ آب و گِل کے مجرم، عالمِ ارواح میں سزا پاتے ہیں، لیکن یوں بھی ہوا ہے کہ عالمِ ارواح کے گنہگار کو دنیا میں بھیج کر سزا دیتے ہیں۔ چنانچہ میں آٹھویں رجب سنہ ۱۲۱۲ھ (۲۷ دسمبر ۱۷۹۷ع) میں روپکاری کے واسطے یہاں بھیجا گیا۔ ۱۳ برس حوالات میں رہا۔ ۷ رجب سنہ ۱۲۲۵ھ (۹ اگست ۱۸۱۰ع) کو میرے واسطے حکمِ دوامِ حبس صادر ہوا۔ ایک بیڑی میرے پانو میں ڈال دی، اور دلی شہر کو زنداں مقرر کیا، اور مجھے اُس زنداں میں ڈال دیا۔ فکرِ نظم و نثر کو مشقت ٹھہرایا۔ برسوں کے بعد، میں جیل خانے سے بھاگا۔ تین برس بلادِ شرقیہ میں پھرتا رہا۔ پایاں کار مجھے کلکتے سے پکڑ لائے اور پھر اُسی محبس میں بٹھا دیا۔ جب دیکھا کہ یہ قیدی گریزا ہے، دو ہتکڑیاں اور بڑھادیں۔ پانو بیڑی سے فکار، مات ہتکڑیوں سے زخمِ دار۔ مشقتِ مقررہ اور مشکل ہو گئی۔ طاقت یک قلم زایل ہو گئی۔

بے حیا ہوں۔ سالِ گزشتہ بیڑی کو زاویۂ زندان میں چھوڑ، مع دونوں ہتکڑیوں کے بھاگا۔ میرٹھ، مراد آباد ہوتا ہوا رامپور پہنچا۔ کچھ دن کم دو مہینے وہاں رہا تھا کہ پھر پکڑا آیا۔ اب عہد کیا کہ پھر نہ بھاگوں گا۔ بھاگوں کیا؟ بھاگنے کی طاقت بھی تو نہ رہی۔ اس کے بعد سرگزشتِ غالب پر «دراز نفسی» بیکار ہے۔ صرف اتنا عرض کردوں کہ لالہ زارِ شاعری کا یہ بلبلِ خوشنوا دوشنبہ ۲ ذیقعدہ ۱۲۸۵ھ (۱۵ فروری ۱۸۶۹ع) کو ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔ حقِ منفرت کرے، عجب آزاد مرد تھا!

تعلیم و تربیت

میرزا صاحب کی تعلیم زیادہ اونچی نہ تھی۔ وہ خود اس سلسلے میں اپنے کلیاتِ فارسی کے دیباچے میں تحریر فرماتے ہیں:

«شخصِ استعدادِ مرا پیرایۂ نازشِ فضلی و تشریفِ وجودِ مرا سرمایۂ برازشِ کالی نیست۔»

نہ ترانہ صرف و اشتقاق بر لب است، ونہ زمزمہ سلب و ایجاب زبان۔ نہ خونِ صراح بگردنست، و نہ نقشِ قاموس بردوش۔

عربی

عربی کے متعلق ۱۸۶۲ع میں تفتہ کو لکھتے ہیں:^۱
 ”میں عربی کا عالم نہیں، مگر نرا جاہل بھی نہیں۔ بس اتنی بات ہے کہ اس زبان کے لغات کا محقق نہیں ہوں۔ علما سے پوچھنے کا محتاج اور سند کا طلبگار رہتا ہوں۔“
 تقریباً اسی زمانے میں عربی تعلیم کی تحدید بھی کر دی ہے۔ فرماتے ہیں:^۲
 ”میر نے ایسا دبستان نشینی میں، شرحِ ماءِ عامل تک پڑھا۔ بعد اس کے لہو و لعب اور آگے بڑھ کر فسق و فجور و عیش و عشرت میں منہمک ہو گیا۔“

فارسی

فارسی کے بارے میں لکھتے ہیں:^۳
 ”فارسی میں مبدأ فیاض سے بچھے وہ دستگاہ ملی ہے کہ اس زبان کے قواعد و ضوابط میرے ضمیر میں اس طرح جاگزیں ہیں جیسے فولاد میں جوہر۔“

استاد

اس میں شک نہیں کہ میرزا صاحب کو یہ دستگاہ خلیفہ محمد معظم کی تعلیم اور ذاتی مطالعہ سے ملی تھی۔ مگر اُن کے یہاں ایک ایرانی استاد کا بھی ذکر آیا ہے۔ فرماتے ہیں:^۴
 ”شت ہرمزد نام پارسی نژاد فرزانه بود از نخمہ ساسانیان۔ پس از گرد آوردن فراوان دانش، کیشِ اسلام گزیدہ و خود را عبد الصمد نامیدہ۔ در سالِ یکہزار و دوست و است و شش ہجری بطریقِ سیاحت بہند آمدہ و بہ اکبر آباد، کہ پیکرِ پزیرفتن و خرد آموختن من ہمدران شہرِ نجستہ بہر بودہ است، دو سال بکلبۂ احزان من آمودہ است، و من آیینِ معنی آفرینی و کیشِ یگانہ بینی از وی فراگرفتہ ام۔ برنہادِ وی آفرین باد، و برروانِ وی آباد،“

۱ - خطوط : ۱، ۸۳ - ۲ - غالب (مر) : ۲۸، بحوالہ رسالۂ هندوستانی جنوری ۱۹۳۵ء - ۳ - خطوط : ۸۲۵۱ - ۴ - قاطع برہان : ۷ -

اس گرامی استاد کی تعلیم سے استفادے کے متعلق فرماتے ہیں^۱:

»اگر فرزانه فرزند آیین عبدالصمد راہ نمودی، نامہ نگار نیز یکی از نگرندگان بودی۔ نہ خود راہِ راست پیمودی، و نہ دیگران را آگہی افزودی۔
اُس کی استعدادِ علی کے بارے میں لکھتے ہیں^۲:

»فارسی زبان سے لگاؤ اور شعر و سخن کا ذوق فطری و طبعی تھا۔ ناگاہ ایک شخص کہ
ماسان پنجم کی نسل میں سے، معہذا منطق و فلسفہ میں مولوی فضل حق مرحوم کا نظیر اور
مومنِ موحد و صوفی صافی تھا، میرے شہر میں وارد ہوا، اور لطایفِ فارسی بکثرت اور غوامضِ
فارسی آمیختہ بعربی اُس سے میرے حالی ہوئے۔ سونا کسوٹی پر چڑھ گیا۔ ذہن معوج نہ
تھا۔ زبانِ دری سے پیوندِ ازلی اور اُستادِ بے مبالغہ جاماسپِ عہد و بزرگِ عصر تھا۔ حقیقت
اس زبان کی دلنشین و خاطر نشان ہوگئی۔

مفتی محمد عباس لکھنوی کو »قاطعِ برہان« کا ایک نسخہ تحفے میں بھیجنے کے بعد تحریر
کیا ہے^۳:

»علم و ہنر سے عاری ہوں، لیکن بچپن برس سے محوِ سخن گواری ہوں۔ مبدأ فضاں کا
مجھ پر احسانِ عظیم ہے۔ ماخذِ میرا صحیح اور طبعِ میری سلیم ہے۔ فارسی کے ساتھ ایک
مناسبتِ ازلی و سرمدی لایا ہوں۔ مطابقِ اہلِ پارس کے منطق کا بھی مزہ ابدی لایا ہوں۔
مناسبتِ خدا داد، تربیتِ اُستادِ حسن و قبحِ ترکیب پہچانتے، فارسی کے غوامض جانتے لگاؤ۔
نامہ غالب میں ارشاد فرماتے ہیں^۴:

»زبانِ دانیِ فارسی میری ازلی دستگاہ اور یہ عطیہ خاص منِ جانبِ اللہ ہے۔ فارسی زبان
کا ملکہ مجھ کو خدا نے دیا ہے۔ مشق کا کمال میں نے اُستاد سے حاصل کیا ہے۔
نواب کلبِ علی خاں والیِ رام پور کی خدمت میں عرض کیا ہے^۵:

»بدوِ فطرت سے میری طبیعت کو زبانِ فارسی سے ایک لگاؤ تھا۔ چاہتا تھا کہ
فرہنگوں سے بڑھ کر کوئی ماخذِ مجھ کو ملے۔ بارے مراد بر آئی، اور اکابرِ پارس میں سے
ایک بزرگ یہاں وارد ہوا، اور اکبر آباد میں فقیر کے مکان پر دو برس رہا، اور میں نے اُس

۱۔ قاطعِ برہان: ۸۸۔ ۲۔ غالب (مہر): ۲۸۔ ۳۔ اردو سے معنی: ۲۱۷۔ ۴۔ نامہ غالب: ۴۔ ۵۔ مکاتیب غالب: ۶۰۔

سے حقایق و دقائق زبانِ پارسی کے معلوم کیے۔ اب مجھے اس امرِ خاص میں نفسِ مطمئنہ حاصل ہے۔

»تینگز تیز« میں بھی عبدالصمد کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

»بعد ایک مدت کے جب میں دلی آ رہا اور مولوی فضلِ حق مغفور سے بعد ملاقات ربط بڑھا، ایک روز بحسبِ اتفاق »ہرمزد« کا ذکر درمیان آ گیا، اور اُس کے ذکر کے آنے کی تقریب معنیِ صمد اور اروند کے اتحاد کی شرح۔

ان بیانوں سے بظاہر یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ میرزا صاحب کو زبانِ فارسی سے طبعی مناسبت اور فطری لگاؤ تھا۔ حسنِ اتفاق سے ۱۲۲۶ھ (۱۸۱۱ع) میں جب کہ میرزا صاحب کی عمر چودہ سال کی تھی، ایک ایرانی نو مسلم آگرے میں وارد ہوا اور دو برس تک میرزا صاحب کے مکان پر ٹھہرا۔ اس مدت میں میرزا صاحب نے خالص اور آمیختہ بعربی فارسی کے حقایق و دقائق کی اُس سے تحصیل کی، کمالِ مشق سے اس امرِ خاص میں نفسِ مطمئنہ حاصل کیا اور طبعی ذوق کے سونے کو اُستاد کی تعلیم کی کسوٹی پر چڑھا کر کندن بنا لیا۔

لیکن فی الحقیقت یہ شخصیت افسانہ تھی، جسے از راہِ مصلحت میرزا صاحب نے پیش کر دیا تھا۔ چنانچہ اس راز کی خود ہی طلسم کشائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

»مجھ کو مبدأ فیاض کے سوا کسی سے تلمذ نہیں ہے۔ عبدالصمد محض ایک فرضی نام ہے۔ چونکہ مجھ کو لوگ »بے اُستاد« کہتے تھے، اُن کا منہ بند کرنے کو میں نے ایک فرضی اُستاد گھڑ لیا ہے۔



بہر حال میرزا صاحب فارسی کے بہت بڑے عالم تھے۔ خود اُنہوں نے تو یہاں تک کہا ہے کہ »میں فارسی کا محقق ہوں«، اور تفتہ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ »مرتا ہوں، مجھے سمجھاتے ہو کہ »صد جا در کلامِ اہلِ زبانِ خواہند یافت، مگر میں بانیِ کلامِ اہلِ زبان نہیں«، نیز اُنہیں کو لکھا ہے کہ »فارسی کی میزان، یعنی ترازو، میرے ہات میں ہے«۔ تاہم

اس ادعا میں حقیقت کی بھی جلوہ گری ہے اور اس کا باعث اُن کا اساتذہ پارس کے کلام کا وسیع اور گہرا مطالعہ ہے، جو فارسی سے انتہائی دلچسپی کا نتیجہ تھا۔ چنانچہ خود لکھتے ہیں کہ نظم و نثر فارسی کا عاشق و مایل ہوں۔ ہندوستان میں رہتا ہوں، مگر تیغِ اصفہانی کا گہايل ہوں^۱۔

نیز کلیاتِ فارسی کے خاتمے میں فرماتے ہیں^۲:

«شیخ علی حنین، بخندہ زیر لبی، بے راہہ رویہای مرا در نظرم جلوہ گر ساخت، و زہر نگاہ طالبِ آملی، و برقِ چشمِ عرفی شیرازی، مادّہ آن ہرزہ جذباتی ناروا در پای رم پیمای من سوخت۔ ظہوری، بسرگرمی گیرانی نفس، حرزی یازوی و توشہ برکرم بست، و نظیری لأبالی خرام بہنجارِ خاصۃ خودم بچالش آورد۔ اکنون بینمِ فرّہ پرورش آموختگی این گروہ فرشتہ شکوہ، کلکِ رقاص من بخرامش تدرو است و برامش موسیقار، بجلوہ طاؤس است و پرواز عنقاء۔»

تبع اساتذہ

لیکن اس دعوے کے باوجود میرزا صاحب اساتذہ زبان کے پیرو تھے۔ گو اُردو کے بارے میں اُنہوں نے اپنے متعلق کہا ہے کہ «اس امر کے مالک اور اہل زبان ہم ہیں^۳»، لیکن نواب علی بہادر، والی باندہ، کو یہی مشورہ دیا ہے کہ «از ریختہ گویان گفتارِ میر و میرزا۔ در نظر داشته باشند^۴»۔

فارسی میں خود بھی اہل زبان سے استناد کرتے ہیں اور شاگردوں کو بھی اس کی ہدایت فرماتے ہیں کہ «لغتِ فارسی اور روز مرہ فارسی ہو، تو اہل زبان کے کلام سے مستفاد کریں^۵»۔ اور اس امر میں اپنے معاصرین سے استفادے کو بھی موجبِ عار نہیں جانتے۔ چنانچہ میرزا علی اکبر شیرازی کے متعلق نور الحسن خان کو لکھتے ہیں^۶:

«غزلی از فکرهای تازه ہم درین ورق مینگارم، و از شما بدین تفقد امیدوارم کہ وژہ از بہر این کار بدان والا گہر پیوندید، و غزل را پیشِ باریافتگانِ بزمِ والایش برخوانید، و عرضہ دارید کہ ہندوستانیے بدین ہنجار در پارسی زبان سخن میسراید۔ اگر آنچه میگوید در خورِ آفرین

است دستور ہے، تا دیگر از کلک و ورق کام ستان و بخیالِ نغز گفتاری شادمان باشد۔ ورنہ دور باشد۔ نا بعد ازین گردِ این آرزو نگردد و ہرزہ خونِ جگر نخورد۔
ہاں امیر خسرو کے سوا اور کسی ہندوستانی کو استاد کے قابل نہیں جانتے۔ سرور کو لکھا ہے:

”حضرت کو یہ معلوم رہے کہ میں اہلِ زبان کا پیرو، اور ہندیوں میں سوائے امیرِ خسرو دہلوی کے سب کا منکر ہوں۔ جب تک قدما یا متاخرین میں مثل صائب و کلیم و اسیر و حزیں کے کلام میں کوئی لفظ یا ترکیب نہیں دیکھ لیتا، اُس کو نظم اور نثر میں نہیں لکھتا۔
جن لوگوں کے محقق ہونے پر اتفاق ہے جمہور کو، اُن کا حال کیا گزارش کروں؟ ایک اس میں صاحبِ ”برہانِ قاطع“ ہے۔ اب ان دنوں میں ”برہانِ قاطع“ کو دیکھ رہا ہوں، اور اُس کے فہم کی غلطیاں نکال رہا ہوں۔ اگر زیست باقی ہے، تو ان نکات کو جمع کر کے اس نسخے کا نام ”قاطعِ برہان“ رکھوں گا۔
میرزا تقی کو تحریر کرتے ہیں:

”اہلِ ہند میں سوائے خسرو دہلوی کے کوئی مسلم الثبوت نہیں۔ میاں فیضی کی بھی کہیں کہیں ٹھیک نکل جاتی ہے۔ فرهنگ لکھنے والوں کا مدار قیاس پر ہے۔ جو اپنے نزدیک صحیح سمجھا، وہ لکھ دیا۔ نظامی و سعدی وغیرہ کی لکھی ہوئی فرهنگ ہو، تو ہم اُس کو مانیں۔ ہندیوں کو کیوں کر مسلم الثبوت جانیں؟
بیخبر کو لکھا ہے:

”فقیر نے اساتذہ کے کلام میں کہیں یہ ترکیب نہیں دیکھی۔ پس میں اس کی صحت اور غلطی میں کلام نہیں کر سکتا۔ جانبِ غلطی میرے نزدیک راجح ہے۔ آپ جب تک کلامِ اہلِ زبان میں نہ دیکھ لیں، اس کو جائز نہ جانیں گے۔ مگر کلامِ سعدی و نظامی و حزیں اور اُن کے امثال و نظائر کا معتمد علیہ ہے، نہ آرزو اور واقف اور قلیل و غیرہم کا۔
ایک اور خط میں پھر سرور کو لکھا ہے:

”ہندوستان کے سخنوروں میں حضرت امیرِ خسرو دہلوی، علیہ الرحمہ، کے سوا کوئی استاد

مسلم الثبوت نہیں ہوا۔ خسرو کی خسروِ قلمرو سخن طرازی ہے، یا ہوشمِ نظامی گنجوی و ہطرحِ سعدی شیرازی ہے۔

خیر، فیضی بھی نغز گوئی میں مشہور ہے۔ کلام اُس کا پسندیدہ جمہور ہے۔ دیکھو، عبدالقادر بدایونی کیا لکھتا ہے: 'زہی سپاہی فالیزا' آرزو، فقیر اور شیدا اور بہار و غیرہ، انہیں میں ناصر علی اور بیدل اور غنیمت، ان کی فارسی کیا ہر ایک کا کلام بنظر انصاف دیکھئے۔ ہات کنگن کو آرسی کیا!

منت، اور مکین، اور واقف اور قتیل، یہ تو اس قابل بھی نہیں کہ ان کا نام لیجئے۔ ان حضرات میں عالمِ علومِ عربیہ کے شخص ہیں؟ خیر، ہوں، فاضل کہلائیں۔ کلام میں ان کے مزاج کہاں؟ ایرانیوں کی سی ادا کہاں؟

فارسی کی قاعدہ دانی میں اگر کلام ہے، اس میں بیرونی قیاس ایک بلا ہے عام ہے۔ وارستہ سیالکوٹی نے خانِ آرزو کی تحقیق پر سو جگہ اعتراض کیا ہے، اور ہر اعتراض بجا ہے۔ با این ہمہ، وہ بھی جہاں اپنے قیاس پر جاتا ہے، منہ کی کھاتا ہے۔ مولوی احسان اللہ ممتاز کو صنایعِ لفظی میں دستگاہ اچھی تھی۔ اس شیوہ و روش کو خوب برت گئے۔ فارسی وہ کیا جانیں۔ قاضی محمد صادق اختر عالم ہوں گے۔ شاعری سے اُن کو کیا تعلق ہے!

❦ راہ سخن کے غول ❦

ہندی شاعروں اور ادیبوں کا نام میرزا صاحب نے رامِ سخن کے غول رکھا تھا۔ خلیفہ شاہ محمد، مادھو رام، غنیمت اور قتیل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نواب انورالدواہ بہادر شفق کو لکھا ہے۔

یہ لوگ رامِ سخن کے غول ہیں، آدمی کو گمراہ کرنے والے۔ یہ فارسی کیا جانیں! ہاں، طبعِ موزوں رکھتے تھے، شعر کہتے تھے:

ہرزہ مشتاب و پی جادہ شناسان بردار
ای کہ در رامِ سخن چون تو ہزار آمد و رفت

اصل الاصول

اُن کی رائے میں فارسی کی تکمیل کے واسطے اصل الاصول، مناسبتِ طبیعت اور تتبعِ کلامِ اہلِ زبان ہے۔^۱ اساتذہ کے کلام کے مشاہدے میں اگر توغل رہے، تو ہزارہا بات نئی معلوم ہوتی ہے، اور انسان کی نظر میں واقعی ادبی وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔
سرور کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

فارسی کی تکمیل کے واسطے اصل الاصول مناسبتِ طبیعت کی ہے، پھر تتبعِ کلامِ اہلِ زبان۔ لیکن نہ اشعارِ قبیل و واقف و شعراے ہندوستان، کہ یہ اشعار سوائے اس کے کہ ان کو موزونی طبع کا نتیجہ کہے، اور کسی تعریف کے شاہاں نہیں ہیں۔ نہ ترکیبِ فارسی، نہ معنی نازک۔ ہاں، الفاظِ فرسودہ عامیانہ، جو اطفالِ دبستان جانتے ہیں، اور جو متصدی نثر میں درج کرتے ہیں، وہ الفاظِ فارسی یہ لوگ نظم میں خرچ کرتے ہیں۔

جب رودکی و عنصری و خاقانی و رشید و طواط اور ان کے امثال و نظائر کا کلام باستیفا دیکھا جائے، اور ان کی ترکیبوں سے آشنائی ہم پہنچے، اور ذہن اعوجاج کی طرف نہ لے جائے، تب آدمی جانتا ہے کہ ہاں فارسی یہ ہے۔

نواب علی بہادر کو اصلاحِ اشعار کے سلسلے میں از راہِ نصیحت لکھا ہے:

اگر پژوهشِ این راز، و محرمیِ پردہٗ این ساز آرزو دارند، از ریختہ گویان گفتارِ میر و میرزا، و از زمزمہٗ پارسی گویان، کلامِ صائب و عرفی و نظیری و حزین در نظر داشته باشند۔ نہ در نظر داشتی کہ سوادِ ورق از دیدہ بدل فرود نیاید، بلکہ ہمہ کوشش دران رود کہ جوہرِ لفظ را بشناسند، و فروغِ معنی را بنگرند، و سرہ را از ناسرہ جدا کنند۔

یدلانہ فارسی

چونکہ میرزا صاحب اساتذہ کی پیروی پر زور دیتے تھے، اس لیے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ اس اتباع میں تقلیدِ محض کا رنگ جھلکتا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہ غلطی میں کسی کی پیروی کے قائل نہ تھے، چنانچہ ایک خط میں لکھتے ہیں:

»غلطی میں جہور کی پیروی کیا فرض ہے؟«

دوسرے خط میں فرماتے ہیں:

»حزب تو آدمی تھا۔ یہ مصرع اگر جبریل کا ہوتا، تو اُس کو سند نہ جانو۔ اور اس کی پیروی نہ کرو۔«

اب آپ غور کیجئے کہ جو شخص جہور اور مستند اساتذہ ایران کی تقلید بھی عامیانہ اور کورانہ طریق پر نہ کرنا ہو۔ وہ »یدلانہ فارسی« کو کس طرح قبول کر سکتا تھا۔ اور کوئی تعجب کا مقام نہیں، اگر اُس نے کہا ہے:

»کیستم من کہ تا ابد بزیم، لاحول ولا قوۃ۔ یہ مصرع میرا نہیں۔ تا ابد بزیم، یہ فارسی لالہ قیل کی ہے۔«

تبع لہجہ

اسی طرح وہ اس کو بھی نا پسند کرتے تھے کہ اہل ایران کے لہجے کا اتباع کیا جانے کہ یہ ایک خلق وصف، اور اس لیے نا قابلِ تتبع ہے۔ چنانچہ قدر بلغرامی کو لکھا ہے:

»تحریر میں اساتذہ کا تتبع کرو، نہ مغل کے لہجے کا۔ لہجے کا تتبع بھانڈوں کا کام ہے، نہ دیروں اور شاعروں کا۔ ایسی تقلید کو میرا سلام۔«

تصوف و نجوم

شعر و سخن کے متعلقات کے ساتھ میرزا صاحب نے علم نجوم اور تصوف کا بھی مطالعہ کیا تھا، جو دراصل اُس عہد کے شاعر کے لیے بہت ضروری تھا۔ چنانچہ خود بھی لکھتے ہیں کہ:

»آرایش مضامین شعر کے واسطے کچھ تصوف، کچھ نجوم لگا رکھا ہے۔ ورنہ سوائے موزونی طبع کے یہاں کیا رکھا ہے۔«

شعر گوئی

میرزا صاحب نے ابتداء سے ہی شعر گوئی شروع کردی تھی۔ مگر اس وقت

کیا عمر تھی اس بارے میں خود اُن کے بیان میں اختلاف ہے۔ کلیاتِ فارسی کے خاتمے میں فرماتے ہیں :

«از روزی کہ شمارهٔ سنینِ عمر از آحادِ فراترِ رفت، و رشتۂ حسابِ زحمتِ یازدہمین
گرہ بخود برگرفت، اندیشہ در روارو گامِ فراخ برداشت، و کریوہ و مفاکِ بادیۂ سخن پیمودن
آغاز نہاد»۔

سلطان محمد بہادر کو لکھتے ہیں^۱ :
«در ده سالگی آثارِ موزونی طبع پیدائی گرفت»۔
قدر بلگرامی کو سنہ ۵۷ ع میں تحریر کیا ہے^۲ :
«بارہ برس کی عمر سے کاغذ، نظم و نثر میں، مانند اپنے نامۂ اعمال کے سیاہ کر رہا ہوں۔
باسٹھ برس کی عمر ہوئی۔ پچاس برس اس شیوے کی ورزش میں گورے»۔
انہیں کو پھر سنہ ۶۸ ع میں لکھتے ہیں^۳ :
«پندرہ برس کی عمر سے شعر کہتا ہوں، ساٹھ برس بکا۔ نہ مدح کا صلہ ملا، نہ غزل کی
داد»۔

شا کر کو بھی یہی تخمینہ تحریر فرماتے ہیں^۴ :
«۱۵ برس کی عمر سے ۲۵ برس کی عمر تک مضامینِ خیالی لکھا کیا»۔
ان بیانوں کے پیشِ نظر، میرزا صاحب کی سخن سرائی کا آغاز ۱۲۲۲ھ (۱۸۰۷ ع) ۱۲۲۴ھ
(۱۸۰۹ ع) اور ۱۲۲۷ھ (۱۸۱۲ ع) میں سے کسی ایک سال ہوا تھا۔ ان میں سے راجح قول
یہی ہے کہ وہ تقریباً دس برس کی عمر سے شعر کہنے لگے تھے، کیونکہ کلیاتِ فارسی کا
اظہار، جو سب سے قدیم ہے، یہی ثابت کرتا ہے، اور اس کی تائید اُن کے ہمجولی لالہ کنہیا
لال کے بیان سے بھی ہوتی ہے، جسے خواجہ حالی نے نقل کیا ہے^۵۔

✽ نخلص : اسد و غالب ✽

ابتداءً میرزا صاحب «اسد» نخلص کرتے تھے۔ بعد ازاں اپنے نام «اسد اللہ» کی مناسبت

۱۔ کلیات: ۵۵۳ - ۲۔ کلیات نثر، پنج آئینک: ۱۱۹ - ۳۔ خطوط: ۱/۱۷۷ - ۴۔ ایضاً: ۱۹۸ - ۵۔ عود: ۱۵۹ - ۶۔ یادگار غالب: ۱۰۷۔

سے 'غالب' تخلص اختیار کیا۔ منشی شیو نراین کو اپریل سنہ ۱۸۵۹ع میں تحریر کیا ہے: 'میں نے تو کوئی دو چار برس ابتدا میں 'اسد' تخلص رکھا ہے۔ ورنہ 'غالب' ہی لکھتا رہا ہوں۔'

لیکن یہ 'دو چار برس' صحیح تخمینہ نہیں۔ کیونکہ وہ ۱۲۳۱ھ (۱۸۱۶ع) تک 'اسد' لکھتے رہے تھے۔ جب اس سنہ میں 'غالب' تخلص رکھا، تو چند مثالوں کو چھوڑ کر ریختہ میں بیشتر اور فارسی میں تمام تر 'غالب' تخلص استعمال کیا ہے^۱۔

استاد شعر

جہاں تک شعر و شاعری کا تعلق ہے، میرزا صاحب نے کسی شخص کے سامنے زانوئے تلمذ نہ نہیں کیا۔ چنانچہ کلیات فارسی کے دیباچے میں لکھتے ہیں: 'مخرد آشوب زمزمہ کہ بذوق بخشی نشاط ساعش زہرہ از آسمان فرود آید، بزبانم ودیعت نہادہ اوست، و ہوشربا جنبشی کہ بکرشمہ ریزی انگیز ادایش از حوران طوبی نشین درود آید، بہ فی کلم باز دادہ او:

شرح کفِ جم می چکد از مغزِ سفالم

سیرانی نطق اثر فیض حکیم است،

سراج الدین احمد کے خط میں بھی صراحت کی ہے کہ 'در سخن از پرورش یافتگانِ مبداء فیاض، و موادِ معنی را بفروغِ گوهرِ خویش روشن کردہ ام۔ از هیچ آفریدہ حقِ آموزگاریم بگردن و بارِ منتِ رہنائیم بر دوش نیست'۔

ریختہ گوئی: پہلا دور

میرزا صاحب کی شاعری کا آغاز ریختہ سے ہوا تھا۔ گلِ رعنا کے دیباچے میں فرماتے ہیں:

'در آغاز خار خارِ جگر کاویِ شوقم ہمہ صرفِ نگارشِ اشعارِ اردو زبان بود۔' نساخ کو لکھتے ہیں:

۱ - اردو سے معنی: ۲۷۱ - ۲ - نیز ملاحظہ ہوں مباحث نسخۂ عرشی زادہ - ۳ - کلیات فارسی: ۴ - کلیات نثر، پنج آہنگ: ۷۲ - ۵ - ایضاً: ۲۹ - ۶ - عود: ۱۲۶، اردو سے معنی: ۲۰۵

»خاکسار نے ابتدائے سنِ تمیز میں اردو زبان میں سخن سرائی کی ہے۔
شاکر کو تحریر فرماتے ہیں:

»ابتدائے فکر سخن میں..... ریختہ لکھتا تھا۔

نواب شمس الامراء وزیر اعظم حیدر آباد، کو ایک فارسی خط میں لکھا ہے:

»در آغاز ریختہ گفتی، وبہ اردو زبان غزل سرائی بودی۔

۲۵ سال کی عمر تک، زیادہ تر اردو ہی میں کہتے رہے۔ بعد ازاں فارسی زبان سے فطری لگاؤ کی بنا پر، فارسی میں کہنے لگے۔ شاکر کو تحریر کیا ہے:

»۱۵ برس کی عمر سے ۲۵ برس کی عمر تک مضامین خیالی لکھا کیا۔ دس برس میں بڑا دیوان جمع ہو گیا۔

نواب شمس الامراء کو رقطراز ہیں:

»تا پارسی زبان ذوقِ سخن یافت، ازان وادی عنانِ اندیشہ بر تافت..... کا پیش سی سال ست، کہ اندیشہ پارسی سگال ست۔

یہ خط اپریل سنہ ۱۸۵۳ع سے پہلے لکھا گیا تھا، اس لیے کہ یہ »پنج آہنگ« کے اُس ایڈیشن میں جو مذکورہ بالا تاریخ کو دہلی کے مطبع دار السلام سے چھپ کر شایع ہوا تھا، شامل ہے، اور اس میں غالب نے دعوا کیا ہے کہ وہ گزشتہ ۳۰ سال سے فارسی میں فکرِ سخن کرتے ہیں۔ اگر ہم اسے ۱۸۵۲ع کا تسلیم کر کے مجموعے میں سے ۳۰ سال وضع کر دیں، تو ریختہ گوئی کے خاتمے اور پارسی سگالی کے آغاز کا سال ۱۸۲۲ع قرار پائے گا۔ اور چونکہ وہ ۱۷۹۷ع میں پیدا ہوئے تھے، اس لیے اس وقت اُن کی عمر ۲۵ سال کی ہوگی، جو شاکر کے نام کے خط میں ذکر کی جا چکی ہے۔

❦ ریختہ گوئی : دوسرا دور ❦

۲۵ سال کی عمر کے بعد میرزا صاحب فارسی زبان کی نظم و نثر کی طرف زیادہ متوجہ ہو گئے اور تقریباً ۲۵، ۳۰ سال تک آتشِ پارسی ہی سے اپنے دل و دماغ کو گرم و آسودہ رکھتے رہے۔ اس زمانے میں ریختہ کہنے کا بھی اتفاق ہوا، لیکن فارسی کے مقابلے میں

اُس کی مقدار نہ ہونے کے برابر ہے۔ اسی لیے اُنہوں نے اس پوری مدت میں اپنے آپ کو «فارسی نگار» کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔

سنہ ۱۸۵۰ع میں قلعے سے تعلق پیدا ہوا، تو شاہ ظفر کی بدولت اُن کی ریختہ گوئی نے دوبارہ جنم لیا، اور شاہی مشاعروں کے لیے مختلف طرحوں میں طبع آزمائی کرنے لگے۔ چنانچہ نواب علی بہادر، کو لکھتے ہیں:

«هر چند از دیر باز به گفتنِ ریختہ نمی گرایم، و به پارسی زبان سخن می سرایم، لیکن چون رضای خاطر حضرت ظل اللہی در آن است کہ این گونه گفتار بدان حضرتِ فلکِ رفعت ارمغان می برده باشم، ناچار گاہ گاہ ریختہ می گویم»۔
نساخ کو تحریر فرماتے ہیں:

«پھر اوسطِ عمر میں بادشاہِ دہلی کا نوکر ہو کر، چند روز اسی روش پر خامہ فرسائی کی ہے»۔
سید بدر الدین کو اپنے مکتوب مورخہ ۳ جنوری سنہ ۱۸۵۵ع (۱۴ ربیع الثانی سنہ ۱۲۷۱ھ) میں لکھا ہے:

«آپ ہندی اور فارسی غزلیں مانگتے ہیں۔ فارسی غزل تو شاید ایک بھی نہیں کہی۔ ہاں ہندی غزلیں قلعے کے مشاعرے میں دو چار لکھی تھیں»۔

غدر کے بعد دلی پر آلام و مصائب کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ بادشاہ جلا وطن کیے گئے اور ان کے ہوا خواہ یا شہر بھر مارے مارے بھرنے لگے، اور یا پھانسی پر لٹکا دیے گئے۔ ان ستم رسیدہ دلی والوں میں میرزا صاحب کے سرپرست بھی تھے، احباب اور شاگرد بھی۔ اُن کی جدائی نے میرزا صاحب کا دل توڑ دیا، اور وہ شعر و شاعری کو خیر باد کہہ کر، زندگی کے دن پورے کرنے لگے۔ شاہ زادہ بشیر الدین میسوری کو لکھتے ہیں:

«نامہ نگار خود از دیر باز سر سخن منجی ندارد۔ نہ گھر در ترازوست و نہ زور در بازو۔ شست و شش مرحلہ از مسیر عمر سبک سیر پیمودہ آمد۔ پنجاہ سال ہنگامہ مہرورزی و عشق بازی با نکو محضرانِ دہلی گرم داشتہ ام۔ تا درین مدت چہ مایہ دوستانِ یکدل فراہم آمدہ باشند۔ ناگاہ چرخِ تیز گرد آن پیوندہای روحانی را بدانسان برید کہ خون از رگِ جان فروچکید۔ از ان

۱۔ کلیات نثر، پنج آئینہ: ۱۱۱۔ ۲۔ اردو سے معنی: ۲۰۵، عود: ۱۲۶۔ ۳۔ اردو سے معنی: ۱۲۷، خطوط: ۱۰۹/۱۔

۴۔ کلیات نثر، پنج آئینہ: ۱۱۶۔

بے مر عزیزان کہ ہمہ را نیارم شمرد۔ درین تیر بارانِ حوادث و تاسرا کارزار نمادند مگر خستہ چند۔ ایک من و بداغ کشتگان ژند زینن، و بر حالِ خستگانِ خون گریستن۔ خستہ دھرہ دھرم، و ماتمدارِ شہر و اہلِ شہر۔

تاہم اس زمانے میں بھی صاحبانِ کرم کے خیال سے کچھ کہنا پڑتا تھا، لیکن ایسے اشعار کی تعداد بہت تھوڑی ہے، اس لیے انہیں پچھلے دور کا تلمہ خیال کرنا چاہیے۔

فارسی نگاری

اگرچہ میرزا صاحب نے ابتداء سے سنِ تہذیب میں اردو زبان میں سخن سرائی کی، لیکن وہ آغاز ہی سے نظم و نثر فارسی کے عاشق و مایل اور تیغِ اصفہانی کے گھائل تھے، اس لیے اُن کا ابتدائی اردو کلام، تخیل اور الفاظ دونوں میں فارسی کہلانے کا زیادہ مستحق ہے۔

بقولِ خود وہ پچیس سال کی عمر تک، بیدل، شوکت اور اسیر کی طرز پر ریختہ لکھتے رہے۔ تہذیب آنے پر طبیعت نے اس خار زار سے باہر نکلنے کی تدبیر سمجھائی، اور اُنہوں نے نظیری، عرفی وغیرہ خداوندانِ سخن کے کلام کا مطالعہ کر کے، اُن کی راہ پر گامزن شروع کی۔ چنانچہ کلیاتِ فارسی کے خاتمے میں ان اساتذہ سے اثر پزیر ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے:

”تا ہمدردانِ تگاپو، پیش خرامان را بہ خجستگیِ ارزشِ ہمقدمی کہ در من یافتند، مہرِ بجنید، و دل از آرمِ بدرد آمد۔ اندوہِ آوارگیہای من خوردند، و آموزگارِ تہذیب در من نگرستند۔“

لیکن واقعہ یہ ہے کہ میرزا صاحب اس عمر سے پہلے ہی فارسی میں کہنے لگے تھے۔ چنانچہ خواجہ حالی نے اُن کی طالبِ علی کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ ”اُنہوں نے فارسی میں کچھ اشعار بطور غزل کے موزوں کیے تھے، جن کی ردیف میں ”کہ چہ، بجا ہے“ یعنی ”چہ“ کے استعمال کیا تھا۔ جب اُنہوں نے وہ اشعار اپنے اُستاد شیخ معظم کو سنائے، تو اُنہوں نے کہا کہ یہ کیا مہمل ردیف اختیار کی ہے۔ ایسے بے معنی شعر کہنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ مرزا یہ سن کر خاموش ہو رہے۔ ایک روز ملا ظہوری کے کلام میں ایک شعر اُن کی نظر پڑ گیا،

جس کے آخر میں لفظ "کہ چہ، یعنی چہ" کے معنی میں آیا تھا۔ وہ کتاب لے کر دوڑے ہوئے استاد کے پاس گئے اور وہ شعر دکھایا۔ شیخ معظم اُس کو دیکھ کر حیران ہو گئے اور مرزا سے کہا کہ تم کو فارسی زبان سے خدا داد مناسبت ہے، تم ضرور فکر شعر کیا کرو اور کسی کے اعتراض کی کچھ پروا نہ کرو۔

مزید برآں نسخہ عرشی زادہ میں فارسی کی ۱۳ رباعیاں موجود ہیں، اور بھوپال کے قلی دیوانِ اردو کا آغاز ایک فارسی قصیدے سے ہوا ہے۔ چونکہ اردو کہنے کے وقت بھی گویا وہ فارسی ہی میں سوچتے اور لکھتے تھے، اس لیے انہوں نے مذکورہ عمر کو پہنچ کر، اس اختلافِ ذوق کی رہنمائی میں، شاہدِ سخن کے چہرے سے اردو زبان کا رسمی پردہ بھی اُٹھا دیا، اور یکسر فارسی میں کہنے لگے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کے فارسی کلام میں بیدل وغیرہ کے اثرات کم نظر آتے ہیں۔

نواب شمس الامرا کے شوالہ بالا خط میں جو تقریباً سنہ ۱۸۵۲ع میں لکھا گیا تھا، میرزا صاحب نے دعوا کیا ہے کہ "کا پیش سی سال ست کہ اندیشہ پارسی سگال ست"۔ اس بنا پر اُن کی باقاعدہ فارسی گوئی کا آغاز ۱۸۲۲ع (۱۲۳۸ھ) میں تسلیم کرنا پڑے گا، جسے پچھلی بحث میں ریختہ گوئی کے دور کا خاتمہ ثابت کیا جا چکا ہے۔

تدوین اشعار

میرزا صاحب نے ایک خط میں لکھا ہے کہ "میرا کلام، کیا نظم، کیا نثر، کیا اردو، کیا فارسی، کبھی کسی عہد میں میرے پاس فراہم نہیں ہوا"۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ابتدا میں خود انہیں نے اپنا کلام جمع کیا تھا، اور انہیں کے مسودات سے "دیوانِ ریختہ" مرتب ہوا، اور انہیں سے "گلِ رعنا" کی ترتیب عمل میں آئی۔

اردو کلام کو ردیف وار مرتب اور نقل کرنے کا کام خود میرزا صاحب کے ہاتھوں ۱۴ رجب سنہ ۱۲۳۱ھ (۱۱ جون ۱۸۱۶ع) کو تمام ہو چکا تھا، جو نسخہ عرشی زادہ کی تاریخِ کتابت ہے۔ آئندہ انہوں نے اپنے کلام میں کمی بیشی کا سلسلہ جاری رکھا تا آن کہ متداول دیوان وجود میں آیا۔ فارسی نظم کا کچھ حصہ "گلِ رعنا" کی شکل میں کلکتے کے سفر میں مرتب ہو چکا تھا۔

مگر مکمل دیوانِ فارسی، دیباچہ دیوانِ اردو کے بیان کے مطابق۔ اس سفر تک غیر مرتب مسودے کی شکل میں تھا۔

پنج آئنگ کے دیباچے میں علی بخش خاں لکھتے ہیں^۱ :

در آغاز سالِ یکمزار و دو صد و پنجاه و یک هجری شمس الدین خان را بقضای آسمانی آن پیش آمد کہ هیچ آفریدہ مینادا و آن خود از غایتِ شہرت بشرح احتیاج ندارد۔ و بعد آن ہنگامہ ہمدردان ہنگام از جے پور بدھلی رسیدم، و بکاشانہ برادر والا شان و آموزگارِ مہربان، مولانا غالب، زاد افضالہ، فرود آمد۔ چون دران ایام دیوانِ فیض عنوان کہ مسمی بہ «میںخانہ آرزو سر انجام» است، تازہ فراہم آمدہ و پیرایہ اتمام پوشیدہ بود۔۔۔۔۔

اس عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۲۵۱ھ (۱۸۳۵ع) کے قریب دیوانِ فارسی مرتب ہوا تھا۔ لیکن بانکی پور کے قلمی نسخے میں، جس کی تاریخِ کتابت ربیع الآخر ۱۲۵۴ھ ہے، خود میرزا صاحب نے ۱۲۵۳ھ (۱۸۳۷ع) کو سالِ اختتام بتایا ہے، نیز ایک اطلاع کے مطابق کتابخانہ انجمن ترقی اردو پاکستان میں ۱۲۵۳ھ کا مکتوبہ نسخہ موجود ہے، اس لیے اتمامِ کلیات کا سال بھی قرار پائے گا۔

بہر حال اردو اور فارسی کلام کی جمع و ترتیب کا ابتدائی کام خود میرزا صاحب کے ہاتھوں انجام کو پہنچا، اور انہیں اپنے کلام کی اشاعت کے لیے دوسروں سے مسودے یا مبیضے مانگنا نہیں پڑے۔ لیکن جب افکار و آلام کی کشمکش اور ناقدردانی اپنے زمانے کی گیرودار نے انہیں پیہم شکستہ خاطر کیا، تو یہ کام نواب ضیاء الدین احمد خاں بہادر اور حسین مرزا وغیرہ نے اپنے ذمے لے لیا تھا۔

❦ دیوانِ اردو : نسخہٴ عرشی زادہ ❦

جیسا کہ ابھی مذکور ہوا، میرزا صاحب نے اپنا ردیف وار اردو دیوان ۱۲۳۱ھ (۱۸۱۶ع) میں صاف کیا تھا۔ نظر بظاہر اس کی اصل وہ بیاض تھی جس میں بترتیب نظم اشعار لکھے گئے تھے۔ یہ بات ثبوت کی محتاج نہیں ہے کہ میرزا صاحب نے ۱۲۳۱ھ سے قبل کے کچے ہوئے متعدد شعر اس میں شامل نہیں کیے تھے۔ چنانچہ «یادگارِ نالہ» کے وہ قدیم

شعر جو عمدہ منتخبہ وغیرہ قدیم ماخذوں سے نقل کیے گئے ہیں، اسی ذیل میں آتے ہیں۔

❦ دیوان اردو : نسخہ کلکتہ ❦

نسخہ عرشی زادہ کے بعد میرزا صاحب نے دیوان اردو کا ایک اور نسخہ بحذف و اضافہ تیار کیا تھا، جسے انہوں نے اپنے ایک فارسی مکتوب میں »دیوانِ دومی« کہا ہے۔ یہ نسخہ انہوں نے اپنے نام سے متعلق ایک اعتراض کے جواب میں عدالتِ کلکتہ کے سامنے بطور شہادت پیش کیا تھا لیکن یہ ہنوز پردہِ خفا میں مستور اور دریافت طلب ہے^۱۔

❦ دیوان اردو : نسخہ بھوپال ❦

بعد ازاں بگمانِ غالب نسخہ کلکتہ کی بنیاد پر انہوں نے ایک اور نسخہ تیار کیا جو صفر ۱۲۳۷ھ (۱۸۲۱ع) میں حافظ حسین الدین کے قلم سے نقل ہو کر تمام ہوا اور آج نسخہ بھوپال کے نام سے معروف ہے۔ قرآن یہ ہیں کہ اس کی تیاری کے وقت بھی انہوں نے کچھ کلام کو نظری قرار دے کر لائقِ شمولیت نہیں جانا تھا۔

❦ دیوان اردو : نسخہ شیرانی ❦

پچھلے نسخوں کی طرح نسخہ بھوپال کے اشعار کا بھی بڑا حصہ پیچیدہ خیالی مضامین اور مغلق تشبیہ و استعارہ پر مشتمل تھا »جاہل اسے سن کر ملول ہوتے« اور اکثر اشعار کو مہمل اور بے معنی کہہ دیا کرتے تھے۔ »سخنورانِ کامل کی طرف سے بھی آسان کہنے کی فرمائش ہوتی تھی«۔ میرزا صاحب کو ستائش کی تمنا اور صلے کی پروا نہ تھی، اس لیے وہ عرصے تک ان اعتراضوں سے بے پروا رہے۔ لیکن جوں جوں فارسی کے اعلیٰ شاعروں کا کلام نظر سے گزرتا گیا اور اُن کی ادبی استعداد میں جلا ہوتی گئی، انہیں بھی اپنے کلام کے لفظی و معنوی عیوب نظر آنے لگے، اور وہ کلامِ ریختہ کی تہذیب و تنقیح کی طرف متوجہ ہو گئے۔ چنانچہ بہت سی غزلیں »غلط« قرار دیں، مصرعے، مصرعے اور شعر بھی بدلے اور آسان و دل نشین انداز کی

۱۔ ملاحظہ ہوں : مباحث نسخہ عرشی زادہ و غالب کا دریافت طلب مخطوطہ دیوان اردو۔ نسخہ کلکتہ از عرشی زادہ، ماہنامہ تحریک دہلی بابت ستمبر ۱۹۶۹ع۔

غزلیں بھی کہیں۔

تہذیب و تنقیح کا یہ کام صفر ۱۲۳۷ھ (اکتوبر ۱۸۲۱ع) کے بعد شروع ہوا اور سفرِ کلکتہ سے پہلے شوال ۱۲۴۲ھ (اپریل ۱۸۲۶ع) میں ختم ہو گیا۔

اس قیاس کی وجہ یہ ہے کہ نسخہ بھوپال کے حاشیوں اور بین السطور میں ترمیمیں اور اصلاحیں بھی ہیں اور نئے شعر اور غزلیں بھی۔ نیز ردیف الیاء کی متعدد غزلیں آخر میں بھی تحریر کردی گئی ہیں۔ ظاہر ہے اصلاح و اضافے کا کام اس تاریخِ کتابت کے بعد ہی شروع کیا جاسکتا تھا، ورنہ وہ سب کچھ بجائے حاشیوں کے متن میں مندرج ہوتا۔

نیز پروفیسر محمود خاں شیرانی مرحوم کے پاس دیوان کا وہ مخطوطہ مدت ہوئی دستیاب ہو چکا ہے، جو بھوپال کے نسخے کا میضہ تھا، اس کے متن کے مندرجات بالکل بھوپالی نسخے کی ترمیموں کے مطابق ہیں، لیکن حاشیوں پر بعد کی کئی ہوئی غزلیں بھی درج ہیں۔ ان میں سے دو میرزا صاحب نے دیانندہ (بندیل کھنڈ) سے بھیجی تھیں، جو سفرِ کلکتہ کی ایک منزل تھی۔ ظاہر ہے کہ نسخہ شیرانی سفرِ کلکتہ سے پہلے ہی مرتب نہ ہو گیا ہوتا، تو اُس کے حاشیوں پر سفر کے دوران کئی گئی غزلیں کس طرح مندرج ہوسکتی تھیں۔

پہلا انتخاب : گلِ رعنا

قیامِ کلکتہ میں مولوی سراج الدین احمد سے میرزا کی دوستی ہو گئی اور انہوں نے فرمایش کر کے اردو اور فارسی غزلوں کا ایک اور انتخاب مرتب کرایا، جو "گلِ رعنا" کے نام سے موسوم ہوا۔ اس کے حصہ فارسی میں ایک قصیدہ، دو قطعے، ایک مثنوی اور ستائیس منتخب غزلیں درج کی ہیں، لیکن ریختہ میں صرف غزلوں کا انتخاب ہے، جن میں سے دو چار مکمل غزلیں اور باقی کے اچھے شعر چنے گئے ہیں۔ اس کا ایک ناقص نسخہ مولانا حسرت موہانی مرحوم کو ملا تھا، جس میں سے کچھ غیر مشہور شعر انہوں نے اپنی شرح کے آخر میں چھاپ بھی دیے تھے۔ سوئے اتفاق سے وہ بھی اہلِ ذوق کی دسترس سے باہر ہو گیا تھا۔ لیکن خوش قسمتی کہ دس بارہ سال قبل مالک رام صاحب کو جناب سید تقی بلگرامی (دہلی) نے اُس کا مکمل نسخہ تحفے میں دیا، جس سے معلوم ہوا کہ اردو منتخب اشعار کی تعداد ۴۵۵ ہے،

اور ان میں نسخہ شیرانی کی اکثر بے مزہ غزلوں کا کوئی ایک شعر بھی موجود نہیں۔ اس سے بھی زیادہ مسرت کی بات یہ ہے کہ ۱۹۶۹ء میں گلِ رعنا کا وہ مخطوطہ ہی دریافت ہو گیا جو مرزا صاحب نے اپنے قلم سے تمام و کمال نقل کر کے تیار کیا تھا۔ اس نسخے سے جو جناب خواجہ محمد حسن (لاہور) کی ملکیت ہے پہلی بار تاریخِ انتخابِ غرہ ربیع الاول ۱۲۴۴ھ (۱۲ دسمبر ۱۸۲۸ء) معلوم ہوئی ہے۔

دوسرا انتخاب: متداول دیوان

کلکتے سے واپس آنے کے بعد میرزا صاحب نے اپنے اُس نسخہ دیوان پر نظر ثانی کی جو نسخہ شیرانی کا ہمزاد تھا اور ابھی تک دریافت طلب ہے اور مختصر سا دیوان مرتب کر لیا۔ اس سلسلے میں نواب شمس الامرا کو لکھتے ہیں:

”تا بیارسی زبان ذوقِ سخن یافت، ازان وادیِ عنانِ اندیشہ برناقت۔ دیوانِ مختصری از ریختہ فراہم آورد و آن را گلدستہ طاقِ نسیان کرد۔“

مولوی عبدالرزاق شا کر کو ایک اردو خط میں تحریر کیا ہے:

”آخر جب تمیز آئی، تو اُس دیوان کو دور کیا، اوراقِ یک قلم چاک کیے۔ دس پندرہ شعر واسطے نمونے کے دیوانِ حال میں رہنے دیے۔“

اس دیوانِ حال کے قدیم ترین مخطوطہ رامپور کے اشعار کا مقابلہ ”گلِ رعنا“ کے حصہ اردو سے کیا جائے، تو معلوم ہوتا ہے کہ گلِ رعنا کے ۴۵۵ اشعار میں سے تقریباً ۴۰ شعر گرائے گئے، اور سابق غزلوں کے مزید شعر چن کر نیز تئی غزلوں کے کل شعر ایڑاد کر کے غزلوں کے اشعار کو ۹۷۸ کر دیا گیا تھا۔

کس نے انتخاب کیا؟

مولانا آزاد دہلوی کا بیان ہے کہ مولوی فضل حق خیرآبادی اور میرزا خانی، کوتوالِ دہلی،

۱۔ مکتوب جناب سید معین الرحمن (لاہور) بنام عرشی زادہ۔ نیز ملاحظہ ہو ”گلِ رعنا“ بخط غالب از عرشی زادہ، ہماری زبان، علی گڑھ، بابت یکم ستمبر و ۲۲ ستمبر ۱۹۷۰ء۔ ۲۔ کلیاتِ نثر، پنج آہنگ: ۹۱۔ ۳۔ عود ہندی: ۱۵۹۔ ۴۔ نسخہ رام پور قدیم اور نسخہ بدایوں میں دیکھئے ہو نہ دیں گے ہم دل اگر پڑا پایا، غزل سے چار شعر متن میں نہیں ہیں، نیز نسخہ رام پور قدیم سے کچھ اور شعر بھی ندارد ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میرزا صاحب دیوانِ متداول میں منسوخ شعر بھی شامل کرتے رہے ہیں۔

نے میرزا غالب کے دیوانِ ریختہ کا انتخاب کیا ہے^۱۔ لیکن اولاً تو نسخۂ عرشی زادہ، نسخۂ بھوپال، نسخۂ شیرانی، گلِ رعنا اور نسخۂ رام پور قدیم کا مطالعہ اس کی توثیق نہیں کرتا۔ دوسرے خود میرزا صاحب نے اس انتخاب کی ذمہ داری اپنے سر لی ہے۔ دیوانِ ریختہ کے دیباچے میں فرماتے ہیں: «همانا، نگارنده این نامه را آن در سر است که پس از انتخاب دیوانِ ریختہ بگرد آوردن سرمایہ دیوانِ فارسی برخیزد»۔

نواب شمس الامرا اور شا کر کے محولۂ بالا خطوط میں بھی لکھا ہے۔ میرزا صاحب، علامۂ خیرآبادی کے علم و فضل اور بلند پایہ ذوقِ سخن سنجی کے بے حد معترف تھے۔ چنانچہ جب انہوں نے عرفی شیرازی کے قصیدے: «ای متاعِ درد در بازارِ جان انداختہ» کا جواب لکھا، تو اُس کی ایک نقل مولانا کے ملاحظے کے لیے بھی بھیجی اور لکھا^۲:

«درین روز ہا، ہوا ی آن در سر افاد کہ یتیمی چند در توحید، بجایا لُعرفی، گفتہ آید۔ چون کوششِ اندیشہ بجائی رسید کہ نہ عرفی را محل ماند، و نہ مرا جای، ناگزیر آن ایات را بر کسی عرضه میدارم کہ چون منی صد، و چون عرفی صد ہزار را بسخن پرورش تواند کرد، و پایہ ہریک بہریک تواند نمود»۔

منتخب دیوانِ ریختہ کا محولہ دیباچہ، علامۂ خیرآبادی کی زندگی میں لکھا گیا ہے۔ اگر وہ اس مجموعے کے منتخب ہونے، تو ناممکن تھا کہ میرزا غالب اپنے علامۂ دھر و فریدِ عصر مخلص دوست کے نام کو چھپا جائے، بلکہ اس کے برخلاف، علامہ جیسی شخصیت کا نام تحریر کر کے انتخاب کی برتری و پاکیزگی پر مہرِ توثیق ثبت کرتے۔

مزید برآں شیفتہ نے گلشنِ بیخار میں لکھا ہے^۳:

«دیوانش را، بعدِ تکمیل و ترتیب دگر نگریست۔ فراوان ایات از آن حذف و ساقط کردہ، قدرِ قلیلی انتخاب زدہ»۔

یہ تذکرہ میرزا صاحب کی نظر سے گزر چکا تھا، اور انہوں نے نہ صرف اُس کی تقریظ لکھی تھی، بلکہ اُس کی بعض کوتاہیوں کی طرف مرتب کی توجہ بھی منعطف کی تھی^۴۔ اگر

۱۔ آبِ حیات: ۴۸۴۔ ۲۔ کلیاتِ شر، پنج آمک: ۹۲۔ ۳۔ گلشنِ بیخار: ۱۸۶، طبع دہلی سنہ ۱۸۳۷ع۔ ۴۔ کلیاتِ شر، پنج آمک: ۵۰ و ۵۲۔

میرزا صاحب اپنے کلام کے خود منتخب نہوتے، تو شیفتہ کیوں لکھتے، اور بفرض محال وہ سنی سنائی لکھ بھی دیتے، تو میرزا صاحب اُس پر نکتہ چینی کیوں نہ کرتے۔

معیار انتخاب

یہ حقیقت پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ میرزا صاحب ابتداء میں فکر سخن میں اسیر (۱۰۴) شوکت بخاری (۱۱۰۷) اور میرزا بیدل (۱۱۳۲) کی طرز پر ریختہ لکھنے لگے۔ ایک غزل کا مقطع ہے:

طرزِ بیدل میں ریختہ کنہا اسد اللہ خاں قیامت ہے

ان بزرگوں نے تخیل در تخیل کے باغ لگائے ہیں، اور خیالی دنیا میں فلک بوس ہوائی محل تعمیر کیے ہیں۔ میرزا صاحب نے بھی عرصے تک ان کے اتباع میں مضامین خیالی لکھے، اور نزاکتِ تخیل کو ناقابلِ قبول حد تک پہنچا دیا۔ مگر رفتہ رفتہ ظہوری، عرفی، نظیری وغیرہ کا رنگ دماغ پر چڑھا، اور وہ اپنے فارسی کلام میں بیراہروی سے پرہیز کرنے لگے۔ اس اصلاحی تغیر ذوق کا اثر ریختہ پر بھی پڑا۔ پہلے اُنھوں نے مصرعوں میں تغیر و تبدل اور ترمیم و اصلاح شروع کی اور آخر میں مجبور ہوئے کہ اپنے سارے کلامِ اردو کا مکمل جائزہ لیں۔ موجودہ دیوانِ اردو اسی جائزہ ادبی کا نتیجہ ہے۔

شمس الامرا اور شاکر کے نام میرزا صاحب کے خطوں سے یہ قیاس کرنا بجا ہے کہ دیوانِ ریختہ کے متداول انتخاب کے وقت میرزا صاحب نے سادگی کو معیار قرار دیا تھا، اور اس کے جو شعر لفظی و معنوی گنجشک یا اغلاق رکھتے ہیں، وہ گویا بطورِ نمونہ شامل کر لیے گئے۔

مقدار انتخاب

نواب شمس الامرا کے نام کے خط میں میرزا صاحب نے ظاہر کیا ہے کہ پہلا دیوان «طاقِ نسیاں» پر رکھ دیا گیا، اور شاکر کو لکھا ہے کہ اُس کے اوراق یک قلم چاک کر کے صرف دس، پندرہ شعر نمونے کے لیے دیوانِ حال میں رہنے دیے۔ لیکن فی الحقیقت یہ مبالغہ

ہے۔ اس لیے کہ نسخہ شیرانی کے متن کی غزلوں میں سے بڑی تعداد موجودہ دیوان میں پائی جاتی ہے۔ اس سے قطع نظر، میرزا صاحب نے قدیم دیوان کے تین قصیدوں میں سے دو انتخاب میں شامل کر لیے ہیں۔ اُن کے اشعار کی تعداد ۱۷۷ تھی۔ اس میں سے ۵۱ شعر آج بھی منتخب دیوان کے اندر موجود ہیں۔

یہ کھلا ثبوت ہے اس امر کا کہ منتخب اشعار کی واقعی تعداد دس پندرہ سے کہیں زیادہ تھی، اور دیوان کا طاقِ نسیاں پر رکھ دینا، یا اُس کے اوراق کا یک قلم چاک کر دینا صرف مبالغہ ہے۔

اس انتخاب کے اشعار کی واقعی تعداد کا تعین دشوار ہے، کیونکہ میرزا صاحب کا اپنا مخطوطہ پیش نظر نہیں۔ لیکن رام پور کے قدیم ترین مخطوطے کے اشعار کی تعداد ۱۰۶۷ ہے، اور نواب ضیاء الدین احمد خاں بہادر نے سنہ ۱۲۵۴ھ میں جو تقریظ لکھی تھی، اُس میں ۱۰۷۰ سے کچھ اوپر تعداد بتائی تھی۔ لہذا متداول انتخاب کے اشعار کی ابتدائی تعداد ۱۰۶۷ کے لگ بھگ ہونا چاہیے۔

تاریخ و مقام انتخاب

خواجہ حالی کے ارشاد کے مطابق، میرزا صاحب نے حکیم احسن اللہ خاں بہادر کو کلکتے سے لکھ کر بھیجا تھا:

”من و ایمان من۔ کہ بگرد آوردنِ ثمرِ پراگندہ نہ پرداخته، و خود را درین کشاکش نینداخته ام۔۔۔۔۔ مٹری چند کہ بدیاچگی دیوانِ ریختہ کسوتِ حرف و رقم پوشیدہ، و دودِ سوداے کہ بآرایشِ سفینہٗ موسوم بہ ”گلِ رعنا“ از سویدا جوشیدہ است، ارمغان می فرستم و از شرمِ تنک مایگی آب می گردم۔“

اس کا مطلب یہ ہوا کہ دیوانِ متداول کے ساتھ جو دیاچہ ہے، وہ کلکتے میں لکھا گیا تھا۔ میرزا صاحب ۴ شعبان ۱۲۴۳ھ (۱۹ فروری ۱۸۲۸ع) کو کلکتے پہنچے اور ۶ جمادی الثانیہ ۱۲۴۵ھ (۲۸ نومبر ۱۸۲۹ع) کو دہلی واپس آئے تھے۔ اس حساب سے دیاچہ کو مذکورہ بالا

تاریخوں سے پہلے اور کار انتخاب کو اس سے بھی قبل انجام کو پہنچ جانا چاہیے۔ لیکن مولانا نظامی بدایونی کو منشی احمد علی شوق قدوائی سے دیوان غالب کا ایک ایسا مخطوطہ ملا تھا، جس میں دیباچے کی تاریخ ۲۴ ذیقعدہ سنہ ۱۲۴۸ھ درج تھی^۱۔

ابھی تحریر ہو چکا ہے کہ میرزا صاحب نے سفرِ کلکتہ سے پہلے نسخہ بھوپال میں ترمیم و تنسیخ اور حذف و اضافہ کیا تھا، اور اُس کے بہت سے اشعار ہی نہیں بلکہ پوری پوری غزلیں غلط اور خارج قرار دے کر ایک نیا نسخہ تیار کرایا تھا۔ یہ وہی مریمہ نسخہ ہے جس کی ایک نقل "نسخہ شیرانی" کے نام سے موسوم ہے۔ دیباچے کے مندرجات میں ایسی کوئی بات نظر نہیں آتی جو "متداول انتخاب" کے ساتھ مخصوص ہو اور "نسخہ شیرانی" میں نہ پائی جاتی ہو۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ یہ دیباچہ اولاً نسخہ شیرانی یا اُس کے ہمزاد نسخے کے لیے جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے، لکھا گیا تھا اور کلکتے ہی میں لکھا گیا تھا۔ جب دہلی میں متداول انتخاب عمل میں آیا، تو اُس پر بھی اس دیباچے کے مندرجات صادق آتے تھے، اس لیے میرزا صاحب نے اس میں کوئی تبدل و تغیر نہ کیا، صرف تاریخ بدل دی، یا اُس میں تاریخ نہ تھی تو اُس کا اضافہ کر دیا۔

اس حقیقت کے سمجھنے میں کہ دیوان متداول کی ترتیب زمانہ قیامِ کلکتہ سے تعلق نہیں رکھتی، گلِ رعنا کے مطالعے سے بھی مدد ملتی ہے۔ مثلاً گلِ رعنا میں ایسے متعدد پُرانے شعر پائے جاتے ہیں جو متداول دیوان میں نہیں۔ اگر گلِ رعنا کی بنیاد یہ دیوان ہوتا، تو چاہیے تھا کہ معاملہ برعکس ہوتا، یعنی دیوان متداول میں ایسے شعر پائے جاتے جو گلِ رعنا میں نہ ہوتے۔ مثلاً چند شعر پیش کرتا ہوں:

| | |
|--|---------------------------------------|
| کس قدر خاکِ ہوا ہے دلِ بختوں، یارب | نقشِ ہر ذرہ سویدائے ییاباب نکلا |
| شب کہ ذوقِ گفتگو سے تیری دل بیتاب تھا | شوخیِ وحشت سے افسانہ فسوںِ خواب تھا |
| واں ہجومِ نغمہ ہائے سازِ عشرت تھا، اسد | ناخنِ غمِ یاب سرِ تارِ نفسِ مضراب تھا |
| ہم نے وحشتِ کدۂ بزمِ جہاں میں جوں شمع | شعلۂ عشق کو اپنا سروسامان سمجھا |
| اے واے غفلتِ نگہِ شوق، ورنہ یارب | ہر پسارہ سنگ، لختِ دلِ کوہِ طور تھا |

رابطہ يك شیرازہ وحشت ہیں اجڑاے بہار (سبزہ بیگانہ، صبا آوارہ، گل نا آشنا
مندرجہ بالا شعر گلِ رعنا میں ہیں اور متداول دیوان میں نہیں۔
دیوانِ قدیم کی کچھ غزلیں ایسی ہیں جن کا کوئی ایک شعر بھی متداول میں نہیں لیا گیا،
مگر گلِ رعنا میں اُن کے اشعار موجود ہیں۔ اگر متداول دیوان مقدم اور گلِ رعنا موخر
ہوتا، تو معاملہ برعکس ہونا چاہیے تھا۔ مثال کے طور پر یہ اشعار پیش ہیں:

برہنِ شرم ہے با وصفِ شوخی اہتمام اُس کا
نگین میں جوں شرارِ سنگ ناپیدا ہے نام اُس کا
مسی آلودہ ہے مہرِ نوازشنامہ، ظاہر ہے
کہ داغِ آرزو سے بوسہ دیتا ہے پیام اُس کا
بامیدِ نگاہِ خاص ہوں، محلِ کشرِ حسرت
مبادا ہو عتابِ گیرِ تغافلِ لطفِ عام اُس کا

وحشتِ نالہ ہوا ماندگیِ وحشت ہے جرسِ قافلہ یانِ دل ہے گرانباروں کا
پھر وہ سوئے چمن آتا ہے، خدا خیر کرے رنگ اڑتا ہے گلستان کے ہواداروں کا
جلوہ مایوس نہیں دل نگرانی، غافل چشمِ اُمید ہے روزنِ تری دیواروں کا

قیس بھاگا شہر سے شرمندہ ہو کر سوئے دشت
بن گیا تقلید سے میری یہ سودائی عبث

کون آیا جو چمن بیتابِ استقبال ہے جنبشِ موجِ صبا ہے شوخیِ رفتارِ باغ
آتشِ رنگِ رخِ ہر گل کو بجھے ہے فروغ ہے دمِ مردِ صبا سے گرمیِ بازارِ باغ

یہ سب شعر ایسی غزلوں کے ہیں جن کا کوئی ایک شعر بھی دیوانِ متداول میں نہیں۔ اگر
گلِ رعنا کو دیوانِ متداول سے انتخاب کیا گیا ہوتا، تو کیا گلِ رعنا میں وہ شعر آسکتے تھے
جو اُس کی اصل میں نہ ہوتے؟

بہت سے اشعار ایسے ہیں جن کا متن گلِ رعنا میں دیوانِ متداول سے مختلف ہے۔ مثلاً:
(۱) نہی نو آموزِ فنا ہمتِ دشوار پسند سخت مشکل ہے کہ یہ کام بھی آساں نکلا

اس کا مصرعِ اولِ گلِ رعنا میں یوں ہے:

ہے نو آموزِ فنا ہمتِ دُشواریِ شوق
(۲) شب کہ برقِ سوزِ دل سے زہرہ ابر آب تھا
شعلہ جوالہ ہر یک حلقہ گرداب تھا
گلِ رعنا میں پہلا مصرع یوں تھا:

شب کہ برقِ سوزِ دل سے زہرہ از بس آب تھا
(۳) جانا ہوں داغِ حسرتِ ہستی لیے ہوئے
ہوں شمعِ کشتہ در خورِ غفل نہیں رہا
گلِ رعنا میں دوسرے مصرع کا پہلا لفظ ہے "جوں"۔

(۴) بیدارِ عشق سے نہیں ڈرتا، مگر اَسَد
جس دل پہ ناز تھا مجھے، وہ دل نہیں رہا
گلِ رعنا میں پہلا مصرع یوں ہے:

بیدارِ عشق سے نہیں ڈرتا ہوں، پر اَسَد
(۵) کیا کہو بیماریِ غم کی فراغت کا پیار
جو کہ کھایا خونِ دل، بے مہمتِ کیموس تھا
گلِ رعنا میں ہے:

پوچھ مت بیماریِ غم کی فراغت کا پیار

«اختلافِ نسخ» کے تحت اور بہت سی مثالیں موجود ہیں جنہیں دیکھا جا سکتا ہے۔ ان مواقع پر گلِ رعنا اور دیوانِ متداول کا اختلاف کیوں ہے؟ اس کا ایک جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ دیوانِ متداول میں سے گلِ رعنا کا حصّہ اردو انتخاب کرتے وقت میرزا صاحب نے اپنے اشعار میں اصلاح کر دی تھی۔ بالفاظِ دیگر گلِ رعنا کا متن متاخر اور اصلاحی ہے اور دیوانِ متداول کا متقدم اور متروک۔ لیکن ایسا کہنا درست نہ ہوگا، اس لیے کہ ان

جگہوں پر گلِ رعنا کا متن نسخہ شیرانی کے مطابق ہے۔ لہذا نسخہ شیرانی ہی پر گلِ رعنا کی بنا ہونا چاہیے، دیوانِ متداول پر نہیں۔ اور اس صورت میں دیوانِ متداول کی ترتیب گلِ رعنا کے بعد عمل میں آنا چاہیے نہ کہ اُس سے پہلے۔

اس بات کے ثابت ہو جانے کے بعد کہ دیوانِ متداول کی ترتیب گلِ رعنا کے بعد عمل میں آئی اور زمانہ قیامِ کلکتہ سے اس کا علاقہ نہیں، یہ مسئلہ حل طلب رہ جاتا ہے کہ یہ کام کب اور کہاں کیا گیا۔ چونکہ دیوان کے ایک نسخے میں ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۴۸ھ موجود ہے، اور کوفی اور تاریخ دیوان یا کسی اور کتاب میں مذکور نہیں، اس لیے اس فصِ جلی کو قیاس کے زور پر رد نہیں کیا جا سکتا۔ اور چونکہ اُس زمانے میں میرزا صاحب کا قیام دہلی میں تھا، اس لیے یہ انتخاب بھی دہلی ہی میں ہونا چاہیے۔

❦ آخری انتخاب ❦

جیسا کہ آئندہ بتفصیل معلوم ہوگا، میرزا صاحب آخرِ عمر میں شعر و سخن سے بیزار ہو گئے تھے، اور انہیں ہر وقت کافور و کفن کی پڑی رہتی تھی۔ ایسی حالت میں کون اُمید کر سکتا تھا کہ وہ اپنے کلام پر نظر ڈال کر آنے والی نسلوں کے لیے ایک آخری انتخاب چھوڑ جائیں گے۔ سنہ ۱۸۶۵ع کے وسط میں نواب کلب علی خاں والی رام پور نے فارسی و اردو کے اساتذہ کے منتخب اشعار کی ایک بیاض ترتیب دینے کا ارادہ فرمایا۔ میرزا صاحب کو اس سلسلے میں ۲۵ اگست سنہ ۱۸۶۶ع کو سرکار کی طرف سے لکھا گیا:

”مطلبِ دگر، جو کہ راقم کو ترتیب بیاضِ اشعارِ منتخبہ اساتذہ پارسی و اردو کی منظور ہے، اس لیے حوالہ خامہ محبت نگار کے ہوتا ہے کہ آپ انتخابِ دیوانِ فارسی اور اردو اپنے کا فرما کر مع انتخابِ کلامِ ضیاء الدین خاں صاحب لطف کریں، تا شامل انتخاب کے جو اس سرکار میں عمل میں آیا ہے، ہو جائے۔“

اس کے جواب میں ۱۰ ستمبر کو میرزا صاحب نے لکھا:

”اردو کا دیوان ایک شخص کو دیا ہے۔ فارسی دیوان کا شیرازہ کھول کر چند شخصوں

کے حوالے کیا ہے۔ بعد اتمامِ تحریر نذر کیا جائے گا۔
۱۷ ستمبر کو اردو دیوان نقل ہو کر آگیا، تو ۱۸ ستمبر کو اُس کے ساتھ میرزا صاحب نے لکھا:

»خاطرِ اقدس میں نہ گزرے کہ غالب تعمیلِ احکام میں کاہل ہے۔ بصارت میں فتور، ہاتھ میں رعشہ، حواسِ مغل۔ ناچار کاتب کی تلاش کی۔ شہرِ سراسر ویران ہے، کاتب کہاں؟ بارے ایک دوست نے کاتب نشان دیا۔ اردو دیوان، اشعار پر صاد کر کے، اُس کو حوالے کیا۔ کل وہ اجزائے منقولہ آئے۔ آج بطریقِ پارسل مع اس عرضی کے ارسال کیے۔ خط کاتب کا مجھ کو پسند نہیں آیا۔ حضرت کو کیوں کر پسند آئے گا؟ اغلاط اتنے تھے کہ مجھ کو تحریر کے برابر محنت کرنا پڑی۔

فارسی کی بیاض کا شیرازہ کھول کر اجزا اُس کے احباب پر تقسیم کر دیے ہیں۔ جا بجا اشعار پر صاد کر دیے ہیں۔ وہ بھی میرے انتخاب کے مطابق نقل ہو رہے ہیں۔ بعد اتمام وہ بھی پیش کروں گا۔

اسی ماہ میں فارسی دیوان کا انتخاب بھی مرتب ہو گیا۔ ۲۴ ستمبر کو میرزا صاحب نے اُس کا پارسل رام پور روانہ کیا، تو اُس کے ساتھ لکھا:

»اردو دیوان کا انتخاب بھیج چکا ہوں۔ یقین ہے کہ حضرت کی نظر سے گزر گیا ہو۔ آج فارسی دیوان کا انتخاب بطریقِ پارسل اس عرضی کے ساتھ بھیجتا ہوں.... اس درویش نے صرف غزلوں اور رباعیوں کا انتخاب بھیجا ہے۔ قصائد و قطعات و مثنویات کا انتخاب ابھی نہیں بھیجا۔ اگر حکم ہو، تو وہ بھی بھیجوں۔

نواب کلب علی خاں بہادر نے ان دونوں کے وصول کی یکجہا اطلاع ۳۰ ستمبر کو میرزا صاحب کو دی، اور فارسی قصائد و قطعات و مثنویات کا انتخاب طلب نہیں فرمایا۔ یہ انتخاب میرزا صاحب کے ذوقِ شعری کا آخری نمونہ ہے اور ۱۹۴۲ میں شایع ہو چکا ہے۔



میرزا صاحب کا اندازِ سخن اتنا صاف اور ممتاز ہے کہ جو شخص اُن کے کلام سے تھوڑا

میں بھی رکھتا ہو، وہ اُسے پہچان سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی شاگرد یا دوست نے کسی اور کا شعر اُن کی طرف منسوب کیا ہے، تو میرزا صاحب کو یہ امر بہت ناگوارِ خاطر ہوا ہے۔ منشی شیو نراین نے ایک بار اس قسم کی غلطی کی تھی۔ اُنہیں ۲۷ اپریل ۱۸۵۹ء کو لکھتے ہیں:

’بھائی، حاشا ثم حاشا! اگر یہ غزل میری ہو: اسد، اور ایسے کے دینے پڑے۔ اُس غریب کو میں کچھ کیوں کہوں؟ لیکن اگر یہ غزل میری ہو، تو مجھ پر ہزار لعنت! اس سے آگے ایک شخص نے یہ مقطع میرے سامنے پڑھا اور کہا کہ قبلہ، آپ نے کیا خوب مطلع کہا ہے۔‘

اسد، اس جفا پر بتوں سے وفا کی

مرے شیر، شاباش، رحمتِ خدا کی!

میں نے یہی اُن سے کہا کہ اگر یہ مطلع میرا ہو، تو مجھ پر ہزار لعنت!.... تم طرزِ تحریر اور روشِ فکر پر بھی نظر نہیں کرتے۔ میرا کلام اور ایسا مزخرف! اسی مہینے میں جنون بریلوی نے کسی غزل کے متعلق دریافت کیا تھا۔ اُنہیں ۲۹ اپریل کو لکھا ہے:

’اس زمین میں کہ جس کا آپ نے قافیہ و ردیف لکھا ہے، میں نے کبھی غزل نہیں لکھی۔ خدا جانے مولوی درویش حسن صاحب نے کس سے اس زمین کا شعر سن کر میرا کلام گمان کیا ہے۔ (اس کے بعد شیو نراین کے خط کا مضمون باختلافِ الفاظ دہرایا ہے۔ بعد ازاں لکھتے ہیں) ’اسد اور شیر‘ اور ’بت اور خدائے اور جفا اور وفاء‘ میری طرزِ گفتار نہیں ہے۔‘

میرزا صاحب کی زندگی میں اس قسم کے واقعات اور بھی پیش آئے ہیں۔ چنانچہ علاقے کے خط میں اس انتساب کو ’مسخرِ کلام‘ سے تعبیر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

’پچاس برس کی بات ہے کہ الہی بخش خان مرحوم نے ایک زمین نئی نکالی۔ میں نے حسبِ الحکم غزل لکھی۔ بیت الغزل یہ:

۱۔ اردو سے معنی: ۲۷۰، خطوط: ۱/۳۹۵ - ۲۔ عود: ۱۶۶، اردو سے معنی: ۲۱۲، خطوط: ۱/۱۱۵ - ۳۔ اردو سے معنی: ۴۴۲، خطوط: ۱/۳۴۲۔

پلا دے اوک سے، ساقی جو ہم سے نفرت ہے
پسالہ گر نہیں دیتا، نہ دے، شراب تو دے

مقطع یہ :

اسد، خوشی سے مرے ہاتھ پانو پھول گئے
کہا جو اُس نے، زرا میرے پانو داب تو دے

اب میں دیکھتا ہوں کہ مطلع اور چار شعر کسی نے لکھ کر اُس مقطع اور اُس بیت الغزل کو شامل اُن اشعار کے کر کے غزل بنالی ہے، اور اُس کو لوگ گاتے پھرتے ہیں۔ مقطع اور ایک شعر میرا، اور پانچ شعر کسی اُلو کے۔ جب شاعر کی زندگی میں گاتے والے شاعر کے کلام کو مسخ کر دیں۔ تو کیا بعید ہے کہ دو شاعر متوفی کے کلام میں مطربوں نے خلط کیا ہو۔

چونکہ میرزا صاحب نے منشی شیو نراین کو اپنی طرز گفتار اور روش فکر کے سمجھنے کی دعوت دی ہے، اس لیے مناسب ہوگا کہ ہم بھی میرزا صاحب کے بیانات کی روشنی میں اُس کے حدود متعین کریں۔

تعاریف سخن

میرزا صاحب سخن کی تعریف میں فرماتے ہیں:

»سخن گران ارز متاعِ عالمِ قدس است۔«

اس متاعِ عالمِ قدس کو قدرت نے کیا کچھ اوصاف عطا کیے ہیں، اُس کے متعلق دیباچہ دیوانِ فارسی میں لکھتے ہیں:

»سخن را دوشیزگی نہاد، و پاکیزگی گوهر، و برشتگی مضمون، و گداختگی نفس، و چاشنی سپاس، و تملکِ شکوہ، و نشاطِ نغمہ، و اندوہِ شیون، و روانیِ کار، و رسائیِ بار، و پردہ کشائیِ راز، و جلوہ فروشیِ نوید، و سازگاریِ آفرین، و دلخراشیِ نکوہش، و همواریِ صلا، و درشتیِ دور باش، و گزارشِ وعدہ، و سپارشِ پیام، و بار نامہِ بزم، و ہنگامہِ رزم حاصل۔«

سخن کی تعریف و توصیف اور مدح و ثنا کے ساتھ اُس کے احسانات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

»ہر آئینہ مرا آن خوشتر کہ زبان بستایش فروغِ گوهرِ سخن کشایم، تا درین پردہ آہنگِ سپاسگزاریِ سخن آفرین نمایم۔«

سخنست است کہ تا روی بہن در آورد، دیرین شیوہ های گفتار را بہن تازگی داد۔ سخنست کہ تا سروش نام بہ اسد اللہی بر آورد، نخلصم را در غزل بہ غالب بلند آوازی داد۔

ہر چند روشنی من بدین نام بر دانش پرستان بدان تہیدستان ماند کہ بدریوزہ نان جویند و خود را میر بادشاہ و خواجہ خسرو گویند.... لیکن چون این ہمہ نام آوری بفرتابِ سخن گسٹریست، این فیضِ ازلی را اگر ہنیرم، چہ کنم؟ وسگی را بہ شیری، و بدریوزی را بہ پیروزی اگر نگیرم، چہ کنم؟

»سخنست کہ ہر گونہ کالا را روائی بدوست، و ہر گونہ کار را شناسائی بدو۔ آنان کہ از ایزد نشان آرند، ہم بگفتار دل از مردم برند؛ و آنان کہ ایزد را پرستند، ہم بر فرستادگانش بسخن درود فرستند.... ہیچ اندیشہ جز بکالبدِ سخن در نمود تواند آمد، و ہیچ خواہش جز بہ پیکرِ گفتار در دل فرود تواند آمد۔«

تعریف شعر

لیکن محفلِ ادب میں جس »سخن« کو بارِ حاصل ہے، وہ »ایک معشوقہٴ پری پیکر ہے، تقطیعِ شعر اُس کا لباس اور مضامین اُس کا زیور ہے۔ دیدہ و روئے نے شاہدِ سخن کو اس لباس اور اس زیور میں روکشِ ماہِ تمام پایا ہے۔«

اس شاہد کی تعریف، اُس کے مدارجِ حسن اور اختلافِ روش اور اُس کے داخلی و خارجی اوصاف کی تاثیر کے متعلق فرماتے ہیں:

»گفتارِ موزون کہ آن را شعر نامند، در ہر دل جانی دیگر، و در ہر دیدہ رنگی دیگر، و سخن سراپان را ہر زخمہ جنبشی دیگر، و ہر ساز آہنگی دیگر دارد۔«

لیکن »گفتارِ موزون« کے الفاظ میں قدرے ابہام تھا، جس سے سیکڑوں دماغ گمراہ ہو گئے

تھے، اس لیے مزید صراحت کرتے ہیں کہ 'شاعری معنی آفرینی ہے، قافیہ پہنائی نہیں ہے۔'۔
ظہوری کے متعلق حسبِ ذیل اشارے سے بھی یہی مترشح ہے کہ میرزا صاحب کے نزدیک شعر میں معنوی پہلو کو ترجیح حاصل ہے۔ فرماتے ہیں:

”یہ لطایفِ معنوی خاص اس بزرگ کے حصے میں آئے ہیں۔ میں جانتا ہوں۔ مشتری اور عطارد نے مل کر ایک صورت پکڑی تھی۔ اُس کا اسم نورالدین اور تخاص ظہوری تھا.... قالبِ معنی کی جان ہے ظہوری، ناطقہ کی سرافرازی کا نشان ہے ظہوری۔“

اور صاف شعر

میرزا صاحب کے حسبِ ذیل بیانات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اُن کے نزدیک شعر کے لیے کیا اوصاف درکار ہیں -

ایک قصیدے کی تعریف میں لکھتے ہیں :
 "ہزار آفریں ! کیا اچھا قصیدہ لکھا ہے، واہ! واہ! چشمِ بد دورا تسلسلِ معنی۔ سلاستِ الفاظ۔"

مہر کے قصیدے کے متعلق فرماتے ہیں:

«انشاء اللہ خاں کا بھی قصیدہ میں نے دیکھا ہے۔ تم نے بہت بڑھ کر لکھا ہے، اور اچھا سہاں باندھا ہے۔ زبان پاکیزہ، مضامین اچھوتے، معافی نازک، مطالب کا بیان دلنشین»۔

شفق کی ایک فارسی غزل کے متعلق تحریر کیا ہے :

”کیا پاکیزہ زبان ہے، اور کیا طرز بیان!“

بیخبر کی غزل کی داد دینیے ہو مے ارشاد ہوتا ہے:

»رام پور ہی میں تھا کہ اودھ اخبار میں حضرت کی غزل نظر فروز ہوئی۔ کیا کہنا ہے! «ابداع» اس کو کہتے ہیں۔ «جدتِ طرز» اس کا نام ہے۔ جو ڈھنگ تازہ نوایانِ ایران کے خیال میں نہ گورا تھا، وہ تم بروئے کار لائے ہو۔

۱۔ خطوط: ۸۴/۱ - ۲۔ عود: ۳۹ - ۳۔ خطوط: ۷۹/۱ - ۴۔ اردو سے معنی: ۲۶۵۔ خطوط: ۲۹۸/۱ -

۵۔ عرد: ۵۴، اردو سے معنی: ۳۱۲، خطوط: ۱/۱۳۲۔ ۶۔ اردو سے معنی: ۲۷۹۔

مہر کی غزل کے ایک شعر کی داد دیتے ہوئے لکھتے ہیں^۱ :
”سحر ہوگی، خبر ہوگی، اس زمین میں وہ شعر، یعنی:

تمہارے واسطے دل سے مکالم کوئی نہیں بہتر
جو آنکھوں میں تمہیں رکھوں، تو ڈرتا ہوں، نظر ہوگی

کتنا خوب ہے، اور اردو کا کیا اچھا اسلوب ہے!“

مہر کی مثنوی کے بارے میں فرمانے ہیں^۲ :

”مثنوی پہنچی۔ جھوٹ بولنا میرا شعار نہیں۔ کیا خوب بول چال ہے! انداز اچھا، بیان اچھا، روزمرہ صاف، حبشوں کا استغاثہ، کیا کہوں، کیا مزہ دے رہا ہے!“
تفتہ کو ایک خط میں لکھتے ہیں^۳ :

”یہ جو تم نے التزام کیا ہے ترصیع کی صنعت کا اور دولت شعر کہنے کا، اس میں ضرور نشستِ معنی بھی ملحوظ رکھا کرو۔“

اپنی ایک غزل کے متعلق ناسخ لکھنوی کو تحریر کیا ہے^۴ :

”غزلی کہ اندرین روزہا بتازگی در روشِ تازہ گفتہ ام، بعدِ عذرخواہیِ تقصیرِ کوتاہِ قلبی بر حاشیہ مکتوب می نگارم۔“

امیرِ اللہ سرور کو حیدر علی افصح کی غزل کے متعلق لکھتے ہیں^۵ :

”روشی پسندیدہ و طرزی گزیدہ دارد، و ہمین است شیوۂ مکرری شیخ امام بخش ناسخ و خواجہ حیدر علی آتش و دیگر تازہ خیالانِ لکھنؤ۔“

سرور کے ایک شعر کی ان الفاظ میں داد دیتے ہیں^۶ :

”رجب علی بیگ سرور نے جو ”افسانۂ عجائب“ لکھا ہے، آغازِ داستان کا شعر اب بھی مجھ کو بہت مزہ دیتا ہے:

یادگارِ زمانہ ہیں ہم لوگ یاد رکھنا، فسانہ ہیں ہم لوگ

مصرعِ ثانی کتنا گرم ہے، اور، یاد رکھنا، فسانے کے واسطے کتنا مناسب۔“

۱۔ عود : ۱۱۱، اردو سے معنی : ۳۶۸، خطوط : ۳۰۹/۱ - ۲۔ عود : ۱۱۷، اردو سے معنی : ۲۵۰، خطوط : ۲۹۷/۱ - ۳۔ خطوط : ۱۸/۱ - ۴۔ کلیاتِ نثر، پنج آہنگ : ۵۴ - ۵۔ ایضاً : ۵۹ - ۶۔ اردو سے معنی : ۱۰۰، خطوط : ۳۷/۱ -

نواب باندہ کے اشعار پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں^۱:

”زہے لطفِ طبع، و حدتِ ذہن، و سلامتِ فکر و حسنِ بیان۔ ہر گاہ در آغاز چنین بودہ اند، بشرطِ دوامِ ورزش و التزامِ مشق، حقا کہ در اندک مایہ مدتِ تعلّم۔ یکتائی خواهند افراشت۔“
جنون بریلوی کو تحریر کیا ہے^۲:

”عربی میں تعقیدِ لفظی و معنوی دونوں معیوب ہیں۔ فارسی میں تعقیدِ معنوی عیب اور تعقیدِ لفظی جائز ہے، بلکہ فصیح اور ملیح۔ ریختہ تقلید ہے فارسی کی۔“
ناسخ مرحوم کے متعلق فرماتے ہیں^۳:

”مولانا ناسخ کہ در سخن طرحِ نوی ریختہ اوست، و در ریختہ نقشِ بدیع انگینتہ او۔“
انہیں کے بارے میں یہ کہا ہے^۴:

”سبحان اللہ، سخن بروزگارِ مخدوم بیابہ بلند رسید، و اردو را رونقِ دیگر پدید آمد۔“
نساخ کو لکھا ہے^۵:

”شیخ امام بخش طرزِ جدید کے موجد اور پرانی ناہموار روشوں کے ناسخ تھے۔“
خود اپنے کلام کے متعلق ارشاد ہوتا ہے^۶:

”میرا فارسی کا دیوان جو دیکھے گا، وہ جانے گا کہ جملے کے جملے مقدر چھوڑ جاتا ہوں۔“
لیکن میرزا صاحب کے نزدیک جملوں کو مقدر چھوڑنے کے لیے ضروری ہے کہ سینے والے کا ذہن حذف شدہ الفاظ کی طرف بسہولت منتقل ہو سکے، ورنہ وہ اس کو عیب شمار کرتے تھے۔ میر مہدی مجروح کو لکھا ہے^۷:

”می خواہم از خدا و نمی خواہم از خدا

دیدن حیب را و ندیدن رقیب را

لف و نشر مرتب ہے۔ می خواہم از خدا دیدن حیب را۔ نمی خواہم از خدا ندیدن رقیب را
خوار و زار و خستہ و سوگوار۔“

معنی تو اس میں موجود ہیں، مگر بول چال ٹکسال باہر ہے۔ ایک جملے کا جملہ مقدر چھوڑ

۱۔ کلیات نثر، پنج آہنگ: ۱۱۱۔ ۲۔ خطوط: ۱/۱۲۶۔ ۳۔ کلیات نثر، پنج آہنگ: ۲۵۔ ۴۔ ایضاً: ۵۳۔

۵۔ عرد: ۱۲۵، اردوئے معلیٰ: ۲۰۴۔ ۶۔ خطوط: ۱/۲۵۔ ۷۔ ایضاً: ۱/۲۸۶۔

دیا ہے، اور پھر اس بھونڈی طرح سے کہ جس کو 'المعنی فی بطن الشاعر، کہتے ہیں'۔
 نسخ کے دیوان پر رائے زنی کرتے ہوئے لکھا ہے:

میں دروغ گو نہیں۔ خوشامد میری خو نہیں۔ دیوان فیض عنوان اسمِ باسمی ہے۔
 دفتر بمثال اس کا نام بجا ہے۔

الفاظ متین، معانی بلند، مضمون عمدہ، بندش دل پسند۔

❦ عیوب شعر ❦

محاسن شعر کے ساتھ عیوب شعر پر میرزا صاحب کا نقطۂ نگاہ دریافت کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہوگا۔ جیسا کہ کئی جگہ ذکر کیا گیا ہے، وہ ابتدا میں، بیدل کی پیروی میں، کوشش کر کے ایسا خیال نظم کرنے تھے، جو عام دماغوں کی دسترس سے باہر ہو۔ لیکن آخر میں اس سے خود بھی احتراز کرنے لگے تھے اور شاگردوں کو بھی اس سعیِ نامشکور سے باز رکھتے تھے۔ جنوں بریلوی کو لکھتے ہیں:

قطرۂ مے بس کہ حیرت سے نفس پرور ہوا

خطِ جامِ مے سراسر رشتہ گوہر ہوا

اس مطلع میں خیال ہے دقیق، مگر کوہ کندن و کاہ بر آوردن، یعنی، لطف زیادہ نہیں۔
 اسی طرح میرزا صاحب کو یہ بھی ناپسند تھا کہ مطلع میں تخلص باندھا جائے۔ قدر کو لکھتے ہیں:

'مطلع میں نام اپنا لکھنا رسم نہیں ہے۔ میر کا تخلص اور صورت رکھتا ہے۔ 'میر جی، اور 'میر صاحب، کر کے وہ اپنے کو لکھ جاتا ہے۔ اور کو اس بدعت کا تتبع نہ چاہیے۔'
 دیوان کی پہلی غزل کے مطلع میں حروف و الفاظ کی قید کے بھی قائل نہ تھے۔ قدر ہی کو لکھا ہے:

آغازِ دیوان کے شعر، یعنی مطلع، میں ہرگز حروف و الفاظ کی قید نہیں ہے۔ ہاں، ردیف الف کی۔ یہ امر قابلِ پرسش کے نہیں، بدیہی ہے۔ دیکھ لو اور سمجھ لو۔ یہ جو دیوان مشہور ہیں، حافظ و صائب و سلیم و کلیم، ان کے آغاز کی غزل کے مطلع دیکھو اور حروف و

الفاظ کا مقابلہ کرو۔ کبھی ایک صورت، ایک ترکیب، ایک زمین، ایک بحر نہ پاؤ گے، چہ جائے اتحادِ حروف و الفاظ؟ لا حول و لا قوة الا باللہ۔

توارد کے متعلق میرزا صاحب کی رائے یہ تھی کہ اگر پس رو شاعر اپنے پیش رو سے مضمون آفرینی یا طرزِ ادا میں زیادہ لطیف و خوبی پیدا کر دے، تو یہ اُس کے لیے قابلِ فخر بات ہے۔ میرزا تفتہ کو لکھتے ہیں:

«ایک مصرع میں تم کو محمد اسحق شوکت بخاری سے توارد ہوا۔ یہ بھی محفلِ فخر و شرف ہے کہ جہاں شوکت پہنچا، وہاں تم پہنچے۔ وہ مصرع یہ ہے:

چاک گردیدم و از جیب بدامان رفتم

پہلا مصرع تمہارا، اگر اُس کے پہلے مصرع سے اچھا ہوتا، تو میرا دل اور زیادہ خوش ہوتا۔

خود میرزا صاحب پر کسی نے یہ اعتراض کیا تھا کہ آپ کو فلاں شاعر سے توارد ہوا ہے۔ اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

ہزار معنی، سرجوشِ خاصِ نطقِ منست
کز اہلِ ذوقِ دل، و گوی از علِ بردست

ز رفتگان بیکے، گر تواردم رو داد

مدان کہ خوبی آرایشِ غزل بردست

مرامت ننگ، ولی فخرِ اوست، کانِ بسخن

بسی فکرِ رسا، جا بدانت محلِ بردست

میر گمانِ توارد، یقین شناس کہ دزد

متاعِ من ز نہانِ خائے ازل بردست

اس قطعے کی تہ میں بھی وہی خیال پنہاں ہے، جس کا اوپر کے خط میں ذکر کیا ہے، گو معترض کو جلانے کے لیے بات اُلٹ دی ہے۔

میرزا صاحب کو خواہ مخواہ کی قیود کا التزام بھی ناپسند تھا۔ تفتہ نے شاید اپنے قصائد

کو حروفِ تہجی پر مرتب کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ انہیں لکھتے ہیں:

»خبردار، قصائد بقیدِ حروفِ تہجی نہ جمع کرنا«۔

غالباً کچھ محقق انگریزی الفاظ نیز اُن مصطلحات کو جو سرکاری دفاتر کی پیداوار تھے یا انگریزی تہذیب و تمدن کی بدولت مروج ہوئے تھے، نکسال باہر جاتے تھے، اور اپنے روز مرہ میں اُن کے استعمال سے پرہیز کرتے تھے۔ میرزا صاحب نے اس کے متعلق سنہ ۱۸۵۸ع میں قدر بلغرامی کو لکھا ہے:

»چاہی، لغتِ انگریزی ہے۔ اس زمانے میں اس اسم کا شعر میں لانا جائز ہے، بلکہ مزہ دیتا ہے۔ نار بجلی، اور دخانی جہاز کے مضامین میں نے اپنے یاروں کو دیے ہیں۔ اوروں نے بھی باندھے ہیں۔ روبکاری اور طلبی اور فوجداری اور سررشتہ داری، خود یہ الفاظ میں نے باندھے ہیں«۔

لیکن عام طور سے میرزا صاحب انتخابِ الفاظ میں بہت محتاط تھے۔ قاضی عبدالجلیل بریلوی کو سنہ ۱۸۶۴ع میں ہدایت کی ہے کہ کایتھوں کی اردو سے بچیں۔ فرماتے ہیں:

گہات میں مدعا برآری کی ہم نے غیروں کی غمگساری کی

تقدیم و تاخیر مصرعین کر کے رہنے دو۔ اس میں کوئی سقم نہیں۔ مدعا برآری، کایتھوں کا لفظ ہے۔ میں اس طرح کے الفاظ سے احتراز کرتا ہوں، مگر چونکہ من حیث المعنی یہ لفظ صحیح ہے، مضائقہ نہیں«۔

قصیدے کے اخیر میں ایسے الفاظ جو خاتمے پر دلالت کرتے ہوں، نہ لانے کو بھی میرزا صاحب عیب جانتے تھے۔ چنانچہ میرزا تفتہ کو لکھا ہے:

»ایک خیال رکھا کرو کہ شعرِ اخیر میں کوئی بات ایسی آجائے کہ جس سے اختتام کے معنی پیدا ہوا کریں،«۔

ایٹا بھی اُن کے نزدیک عیب تھا۔ چنانچہ ایک مکتوب میں تفتہ کو بگڑ کر لکھا ہے:

حضرت، اس غزل میں »پروانہ، و »بیانہ، و »بتخانہ، تین قافیے اصلی ہیں۔ »دیوانہ، چونکہ علم قرار پا کر ایک لغتِ جداگانہ مشخص ہو گیا ہے، اس کو بھی قافیۂ اصلی سمجھ لیجیے۔

باقی 'غلامانہ، و 'مستانہ، و 'مردانہ، و 'ترکانہ، و 'دایرانہ، و 'شکرانہ، سب ناجائز و نا مستحسن؛ ایٹا اور ایٹا بھی قبیح یاد رہے، ساری غزل میں 'مردانہ، یا 'مستانہ، یا ان کے نظائر میں سے ایک جگہ آوے، دوسری بیت میں زہار نہ آوے۔ یہ غزل نظری ہوگئی۔

غزل کے اشعار کی زائد تعداد بھی پسند نہ تھی۔ فرماتے ہیں:

دایک بات اور تمہارے خیال میں رہے کہ میری غزل پندرہ سولہ بیت کی بہت شاذ و نادر ہے۔ بارہ بیت سے زیادہ اور نو شعر سے کم نہیں ہوتی۔

❦ صنائع لفظی ❦

میرزا صاحب بے مزہ لفظی صنعتوں سے بہت کم کہلتے تھے، اس لیے اُن کے اشعار میں تناسبِ الفاظ یا کوئی اور صنعت نظر آتی ہے، تو میں اُسے ان کے قصد و ارادے پر محمول نہیں کرتا۔ نیز میرزا خیال یہ ہے، کہ اُنہوں نے اپنے اشعار نیز دوسروں کے کلام میں صرف اُس لفظی صنعت کو پسند کیا ہے، جو معنی پر اثر انداز ہو کر پڑھنے والے کو داخلی حسن سے لطف اندوزی کا موقع دے۔ شیو تراین کے ایک خط کے جواب میں فرماتے ہیں:

»بھائی، حاشا، ثم حاشا! اگر یہ غزل میری ہو:

اسد اور لینے کے دینے پڑے

اُس غریب کو میں کچھ کیوں کہوں؟ لیکن اگر یہ غزل میری ہو، تو مجھ پر ہزار لعنت! اس سے آگے، ایک شخص نے یہ مطلع میرے سامنے پڑھا اور کہا کہ قبلہ، آپ نے کیا خوب مطلع کہا ہے!

اسد، اس جفا پر بتوں سے وفا کی مرے شیر، شاباش، رحمت خدا کی!

میں نے بھی اُن سے کہا کہ اگر یہ مطلع میرا ہو، تو مجھ پر لعنت! تم طرزِ تحریر اور روشِ فکر پر بھی نظر نہیں کرتے؟ میرا کلام اور ایسا مزخرف!

اتفاقاً اُسی زمانے میں قاضی عبدالجلیل صاحب نے کسی غزل کے ردیف و قافیے کا حوالہ دے کر پوری غزل مانگی۔ میرزا صاحب نے شیو تراین کے نام کے ایک خط میں تین دن بعد ۲۹ اپریل سنہ ۱۸۵۹ع کو مذکورہ بالا باتیں لکھیں، اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ:

»اسد اور شیر، اور بت اور خدا، اور جفا اور وفا، یہ میری طرزِ گفتار نہیں ہے۔
کلیاتِ فارسی کے دیباچے میں فرماتے ہیں^۱ :

»نہ ترانہ صرف و اشتقاق بر لب است، و نہ زمزمہ سلب و ایجابم بزبان۔ نہ خونِ صراحم
بگردن ست و نہ نعرِ قاموسم بر دوش۔ نہ آبلہ پای جادۂ صنایع، و نہ گوہر آمایِ رشتہ مدایح۔
کبابِ گرمیِ آتشِ بیدودِ پارسیم، و خرابِ تلخیِ بادۂ پر زورِ معنی۔

لفظی صنعتوں سے پرہیز کا یہ نتیجہ نکلا کہ میرزا صاحب معاً اور تاریخ گوئی میں اچھی
دستگاہ پیدا نہ کر سکے۔ معاً تو شاید انہوں نے ایک بھی نہیں لکھا۔ البتہ تاریخیں ضرور لکھی ہیں۔
مگر وہ بھی زیادہ تر اُس زمانے کی کہی ہوئی ہیں، جب قوائے فکری میں اضطحلال پیدا نہیں ہوا
تھا، اور پھر بھی تعمیہ و تخرجہ سے بہت کم خالی ہیں۔

میجر جان جا کو ب کو اس کی وجہ بھی لکھی ہے۔ فرماتے ہیں^۲ :

»سوگند کہ ہیچگاہ دل بفنِ تاریخ و معاً نہ نہادہ ام، و صنعتِ الفاظ را بر معنی نگزیدہ۔
سبّاح کو دوسری وجہ لکھی ہے^۳ :

»میں فنِ تاریخ گوئی و معاً سے بیگانہ محض ہوں۔ اردو زبان میں کوئی تاریخ میری نہ
سنی ہوگی۔ فارسی دیوان میں دو چار تاریخیں ہیں۔ اُن کا حال یہ ہے کہ مادّہ اوروں کا ہے،
اور اشعار میرے ہیں۔ تم سمجھے کہ میں کیا کہتا ہوں؟ حساب سے میرا جی گھبراتا ہے، اور
مجھ کو جوڑ لگانا نہیں آتا۔ جب کوئی مادّہ بناؤں گا، حساب درست نہ پاؤں گا۔ دو ایک
دوست ایسے تھے کہ اگر حاجت ہوتی، تو مادّہ تاریخ وہ مجھے ڈھونڈ لادیتے، موزوں میں
کرتا۔

اپنے دیوانے بھائی کی تاریخ کا ایک مادّہ خود نکالا تھا۔ اُس کے متعلق علانی کو لکھتے ہیں^۴ :

»میاں، اس کو سب جانتے ہیں کہ میں مادّہ تاریخ نکالنے میں عاجز ہوں۔ لوگوں کے
مادّے دیے ہوئے نظم کردیتا ہوں۔ اور جو مادّہ اپنی طبیعت سے پیدا کرتا ہوں، وہ بیشتر
لچر ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ اپنے بھائی کی رحلت کا مادّہ »دریغ دیوانہ« نکالا، پھر اُس میں سے

۱۔ کلیاتِ فارسی : ۱۱۔ ۲۔ کلیاتِ نثر، بیچ آٹک : ۸۱۔ ۳۔ اردو سے معنی : ۳۸۶ لامور ایڈیشن۔

۴۔ اردو سے معنی : ۴۴، خطوط : ۳۱۹۔

آہے۔ کے عدد گھٹائے۔

تمام دوپہر اسی فکر میں رہا۔ یہ نہ سمجھنا کہ مادہ ڈھونڈھا۔ تمہارے نکالے ہوئے دو لفظوں کو ناکا کیا کہ کسی طرح سات اس پر بڑھاؤں۔ بارے، ایک قطعہ درست ہوا؛ مگر تمہاری زبان سے، یعنی گویا تم نے کہا ہے۔ بانچ شعر میں تین شعر زاید، دو موضح مدعا۔ لیکن میں نہیں جانتا کہ تمہارے اچھا ہے یا برا ہے۔ ہاں، اغلاق تو البتہ ہے۔ تامل سے سمجھ میں آتا ہے اور شاید لوحِ مزار پر کھدوانے کے قابل نہ ہو۔

منشی شیونرائے نے ایک تاریخ کی فرمائش کی، تو اُس کے جواب میں فرمایا: 'رات بھر میں نے فکرِ شعر میں خونِ جگر کھایا۔ اکیس شعر کا قصیدہ کہہ کر تمہارا حکم بجا لایا۔'

میرے دوست، خصوصاً میرزا تقہ جاتے ہیں کہ میں فنِ تاریخ کو نہیں جانتا۔ اس قصیدے میں ایک روشِ خاص سے اظہارِ سنہ ۱۸۵۸ع کا کر دیا ہے۔ خدا کرے تمہاری پسند آوے۔ تم خود قدردانِ سخن ہو۔ اور تین اُستاد اس فن کے تمہارے یار ہیں۔ میری محنت کی داد مل جائے گی۔

ان شاعرانہ داؤ پیچوں کو میرزا صاحب مرتبہ شاعری سے فروتر سمجھتے تھے۔ چنانچہ اُن کے ایک مخلص دوست منشی نبی بخش نے سنہ ۱۸۶۰ع میں انتقال کیا، تو تقہ نے قطعہ تاریخ کی فرمائش کی، اور ظاہر کیا کہ یہ مرحوم کا ہم پر حق ہے۔ اُس کے جواب میں لکھتے ہیں: 'فنِ تاریخ کو دون مرتبہ شاعری جانتا ہوں۔ اور تمہاری طرح سے یہ بھی میرا عقیدہ نہیں ہے کہ تاریخ وفات لکھنے سے ادائے حقِ محبت ہوتا ہے۔'

نواب علاؤ الدین احمد خان بہادر علائی کے یہاں لڑکا پیدا ہوا، تو اُنہوں نے قطعہ تاریخِ ولادت اور تاریخی نام کی فرمائش کی۔ میرزا صاحب نے اُس کے جواب میں جو عذر تراشے ہیں، اُن سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ اس گورکھ دھندے سے اُنہیں کس درجہ طبعی بُعد تھا۔ فرماتے ہیں: 'مولا نا نسیمی! کیوں خفا ہوتے ہو؟ ہمیشہ سے اسلاف و اخلاف ہوتے چلے آئے'

ہیں۔ اگر نیر خلیفہ اول ہے، تم خلیفہ ثانی ہو۔ اُس کو عمر میں تم پر تقدّم زمانی ہے۔ جانشین دونوں، مگر ایک اول ہے اور ایک ثانی ہے۔

شیر اپنے بچوں کو شکار کا گوشت کھلانا ہے۔ طریقِ صیدافگنی سکھانا ہے۔ جب وہ جوان ہو جاتے ہیں، آپ شکار کر کھاتے ہیں۔ تم سختور ہو گئے۔ حسنِ طبعِ خدا داد رکھتے ہو۔ ولادتِ فرزند کی تاریخ کیوں نہ کہو؟ اسمِ تاریخی کیوں نہ نکال لو کہ مجھ پر غمزدہ دل مردہ کو تکلیف دو؟

علاؤالدین خاں، میری جان کی قسم! میں نے پہلے لڑکے کا اسمِ تاریخی نظم کر دیا تھا، اور وہ لڑکا نہ جیا۔ مجھ کو اس وغم نے گھیرا ہے کہ میری غوستِ طالع کی تاثیر تھی۔ میرا مدوح جیتا نہیں۔ نصیر الدین حیدر اور امجد علی شاہ ایک ایک قصیدے میں چل دے۔ واجد علی شاہ تین قصیدوں کے متحمل ہوئے، پھر نہ سنبھل سکے۔ جس کی مدح میں دس بیس قصیدے کہے گئے، وہ عدم سے بھی پرے پہنچا۔

نا صاحب، دھاتی خدا کی! میں نہ تاریخِ ولادت کہوں گا، نہ نامِ تاریخی ڈھونڈوں گا۔ میرزا صاحب کا یہ خیال اس درجہ راسخ تھا کہ وہ قافیے سامنے رکھ کر شعر کہنا بھی پسند نہیں کرتے تھے، کہ اس طرح قافیے کی پابندی کے باعث سے خواہ مخواہ الفاظ کے پھندے میں پھنسا پڑتا ہے۔ میرزا تفتہ کو لکھتے ہیں:

دیکھا ہنسی آتی ہے کہ تم، مانند اور شاعروں کے، مجھ کو بھی یہ سمجھے ہو کہ استاد کی غزل یا قصیدہ سامنے رکھ لیا، یا اُس کے قوافی لکھ لیے اور ان قافیوں پر لفظ جوڑنے لگے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

بچپن میں جب میں ریختہ لکھنے لگا ہوں، لعنت ہے مجھ پر! اگر میں نے کوئی ریختہ یا اُس کے قوافی پیشِ نظر رکھ لیے ہوں۔ صرف بحر اور ردیف قافیہ دیکھ لیا، اور اُس زمین میں غزل، قصیدہ لکھنے لگا۔

تم کہتے ہو نظیری کا دیوان وقتِ تحریرِ قصیدہ پیشِ نظر ہوگا، اور جو اُس کے قافیے کا شعر دیکھا ہوگا، اُس پر لکھا ہوگا۔ واللہ! اگر تمہارے اس خط کے دیکھنے سے پہلے میں

یہ بھی جانتا ہوں کہ اس زمین میں نظیری کا قصیدہ بھی ہے۔ چہ جائے آن کہ وہ شعر۔۔۔
اسی طرح آخر عمر میں میرزا صاحب اسانڈہ کی اُن زمیوں میں بھی شعر کہنے سے
بچنے لگے تھے، جو اپنی عمدگی و برتری میں لا جواب ہیں، اس لیے کہ اس صورت میں
جواب لکھنے والے کو خواہ مخواہ کہنا پڑتا ہے اور میدانِ معنی کی راہ مسدود ہو جانے
کے باعث صرف الفاظ کے اُلٹ پھیر پر مدار باقی رہ جاتا ہے۔ علائی نے ایک غزل پر شعر
کہنے کی فرمائش کی، تو فرماتے ہیں:

در بزمِ وصالِ تو بہنگامِ تماشا نظارہ زِ جنیدنِ مژگان گلہ دارد
یہ زمینِ قدسی،^۱ علیہ الرحمہ، کے حصّے میں آگئی ہے۔ میں اس میں کیوں کر نغمِ ریزی
کروں؟ اور اگر بے حیائی سے کچھ ہاتھ پاؤں ہلاؤں، تو اس شعر کا جواب کہاں سے لاؤں؟
ہرگز تو ان گفت درین قافیہ اشعار بیجا است، برادر اگر از من گلہ دارد^۲

میزانِ شعر

خلاصہ بحث یہ ہے کہ میرزا صاحب کے نزدیک اچھا شعر مذکورہ بالا اوصاف کا جامع
اور عیوبِ مقررہ سے خالی ہوگا۔ لیکن ہر شخص کے لیے دشوار ہے کہ مختلف شعرا کے کلام
کو اس نقطہ نگاہ سے جانچ سکے، اس لیے میرزا صاحب نے ایک میزانِ شعر مقرر کر دی۔
تاکہ اُس پر فارسی و اردو کے تمام شاعروں کا کلام پرکھا جاسکے۔ فرماتے ہیں:

میرا قیاس اس کا مقتضی ہے کہ پیر و مرشد، حضرت صاحبِ عالم، مجھ سے آزرده ہیں،
اور وجہ اُس کی یہ ہے کہ میں نے نماز و اختر کی شاعری کو ناقص کہا تھا۔ اس رقعے میں
ایک میزانِ عرض کرتا ہوں۔ حضرت صاحب ان صاحبوں کے کلام کو، یعنی ہندیوں کے اشعار
کو، قلیل اور واقف سے لے کر بیدل اور ناصر علی تک، اس میزان میں تولیں۔ میزان یہ ہے:
(۱) رودکی و فردوسی سے لے کر خاقانی و سنائی و انوری و غیرہم تک ایک گروہ۔ ان
حضرات کا کلام تھوڑے تھوڑے تفاوت سے ایک وضع پر ہے۔

۱۔ اردو سے معنی: ۴۲۰۔ خطوط: ۱/۳۴۲۔ ۲۔ قاضی عبدالودود صاحب کی تحقیق کے مطابق یہ شعر نصرت اللہ نصرانی

عظیم آبادی کا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ مجلہ معاصر، پٹنہ، حصہ اول، ۱۰۰۔ ۳۔ قافیہ دمنہ کی جگہ دمانہ ہونا چاہیے۔

۴۔ عربی: ۱۰۵، اردو سے معنی: ۱۲۹۔

(۲) پھر حضرت سعدی طرزِ خاص کے موجد ہوئے۔ سعدی و جامی و ہلالی، یہ اشخاص متعدد نہیں۔
 (۳) فغانی اور ایک شیوہ خاص کا مبدع ہوا۔ خیالِ ہائے نازک و معانی بلند لایا۔ اس شیوے کی تکمیل کی ظہوری و نظیری و عرفی و نوعی نے۔ سبحان اللہ! قالبِ سخن میں جان پڑ گئی۔
 (۴) اس روش کو بعد اس کے صاحبانِ طبع نے سلاست کا چربا دیا۔ صائب و کلیم و سلیم و قدسی و حکیم۔ شغانی اس زمرے میں ہیں۔

رودکی و اسدی و فردوسی، یہ شیوہ سعدی کے وقت میں ترک ہوا۔ اور سعدی کی طرز نے، بسبب سہلِ ممتنع ہونے کے، رواج نہ پایا۔ فغانی کا انداز پھیلا۔ اور اُس میں تے تے رنگ پیدا ہوتے گئے۔ تو اب طرزِ تین ٹھہریں ہیں:

(۱) خاقانی، اُس کے اقران۔ (۲) ظہوری، اُس کے امثال۔ (۳) صائب، اُس کے نظائر۔
 خالصاً اللہ! ممتاز و اختر و غیرہم کا کلام، ان تین طرزوں میں سے کس طرز پر ہے؟
 بے شبہہ فرماؤ گے کہ یہ طرز اور ہی ہے۔ پس تو ہم نے جانا کہ یہ طرز چوتھی ہے۔ کیا کہنا ہے! خوب طرز ہے! اچھی طرز ہے! مگر فارسی نہیں ہے۔ ہندی ہے۔ دارالضربِ شاہی کا سکھ نہیں ہے، نکسال باہر ہے۔ داد، دادا انصاف، انصاف!

اگرچہ شاعرانہ نغز گفتار
 زیک جام اند در بزمِ سخن مست
 ولِ بیا بادۂ بعضی حریفان
 خمارِ چشمِ ساقی نازِ پیوست
 مشو منکر کہ در اشعارِ این قوم
 وراي شاعری، چیزِی دگر، هست

وہ "چیزِ دگر" پارسیوں کے حصے میں آتی ہے۔ ہاں، اردو زبان میں اہلِ ہند نے وہ چیز بانی ہے۔ میر تقی، علیہ الرحۃ:

بدنام ہو کے، جانے بھی دو امتحان کو

دکھے گا کون تم سے عزیز اپنی جان کو

سودا:

دکھلائیے، لے جا کے تجھے، مصر کا بازار

خواہاں نہیں، لیکن، کوئی وارِ جنسِ گراں کا

قائم:

قائم اور نجمہ سے طلب ہو سے کی، کیوں کر مانوں؟
ہے تو ناداب، مگر اتنا بھی بد آموز نہیں

مومن خان:

تم مرے پاس ہونے ہو گویا جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا
ناسخ کے ہاں کم تر اور آتش کے ہاں بیش تر، یہ تیر و نشتر ہیں۔ مگر مجھے ن کا
کوئی شعر اس وقت یاد نہیں آتا۔
اس طرزِ گفتار کا نام میرزا صاحب نے 'شیوا بیانی' رکھا تھا، اور شیوا بیان شاعر کے
لیے ان چار اوصاف کو لازم قرار دیا تھا:
'سخنِ عشق و عشقِ سخن، کلامِ حُسن و حُسنِ کلام۔'

سہل ممتنع

اگر مذکورہ بالا اوصاف کو ایک جامع و مانع لفظ سے ادا کرنا چاہیں، تو کہہ سکتے
ہیں کہ شعر کی خوبی اور اُس کا حسن یہ ہے کہ 'سہل ممتنع' ہو۔ میرزا صاحب نے بھی اس
صفت کو حسنِ بیان کی معراج قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں:
'سہل ممتنع اُس نظم و نثر کو کہے ہیں کہ دیکھنے میں آسان نظر آئے اور اُس کا
جواب نہ ہو سکے۔ بالجلہ سہل ممتنع، کمالِ حسنِ کلام ہے اور بلاغت کی نہایت ہے۔ ممتنع، در حقیقت
ممتنع الظہیر ہے۔'

شیخ سعدی کے بیشتر فقرے اس صفت پر مشتمل ہیں۔ اور رشیدِ وطواط وغیرہ شعرا نے سلف
نظم میں اس شیوے کی رعایت منظور رکھے ہیں۔
خود ستائی ہوتی ہے۔ سخن فہم اگر غور کرے گا، تو فقیر کی نظم و نثر میں سہل ممتنع
اکثر پائے گا۔

اپنے اشعار کے متعلق میرزا صاحب کا یہ خیال اتنا پختہ ہو گیا تھا کہ وہ اُسے عام ریختہ
اشعار سے الگ قسم کا کلام مانتے تھے، اور میر و میرزا کے کلام سے بھی بالاتر سمجھتے

تھے۔ چنانچہ منشی نبی بخش حقیر کو یہ غزل
 سب کہاں، کچھ، لالہ و گمل میں نمایاں ہو گئیں
 خاک میں، کیا صورتیں ہوں گی کہ، پنہاں ہو گئیں!
 بھجی، تو اُس کے ساتھ یہ بھی لکھا:
 ”بھائی، خدا کے واسطے، غزل کی داد دینا! اگر ریختہ یہ ہے، تو میر و میرزا کیا کہتے
 تھے؟ اگر وہ ریختہ تھا، تو پھر یہ کیا ہے؟“
 اور اتنا ہی نہیں، بلکہ ایسے اشعارِ ریختہ کو سحر یا اعجاز بھی قرار دیتے تھے۔ چنانچہ
 انہیں حقیر کو یہ غزل:

کہتے تو ہو تم سب کہ بتِ غالبہ مو آئے بک مرتبہ گھبرا کے کہو کوئی کہ وو آئے
 بھجے ہوئے، مستقرانہ لکھا ہے:
 ”داد دینا کہ اگر ریختہ پایۂ سحر یا اعجاز کو پہنچے، تو اُس کی یہی صورت ہوگی یا
 کچھ اور شکل؟“

اُن کے اس استفسار کا حقیر نے کیا جواب دیا، اس کا واقعی علم نہوسکا۔ لیکن اُنہیں
 لکھنا بھی چاہیے تھا کہ اگر ریختہ پایۂ سحر یا اعجاز کو پہنچے گا، تو اُس کی صرف یہی ایک
 صورت ہوگی، دوسری ہرگز نہیں ہوسکتی۔

شرکتِ شاعرہ

میرزا صاحبِ مشاعروں میں بھی شریک ہوتے اور طرح میں دادِ سخن سرائی دیا کرتے
 تھے۔ ان میں سے کلکتے اور دہلی کے چند مشاعروں کا تذکرہ اُن کے خطوں میں ملتا ہے۔

کلکتے کے شاعرے

شعبان ۱۲۴۳ھ (فروری ۱۸۲۸ع) سے ربیع الاول ۱۲۴۵ھ (ستمبر ۱۸۲۹ع) تک میرزا صاحب
 کلکتے میں مقیم رہے۔ اُن کا یہ سفر اپنی پنشن کے سلسلے میں تھا۔ لیکن اُن کے ادبی ذوق سے
 لطف اُٹھانے کے لیے

یاران انجمن ہا ساختہ و بتکلیف شعر خوانی شمع ابرام افروختہ۔ من از حیرت آنفس باخته۔
و از خجالت چشم بر پشت پا دوختہ^۱۔

نام مولوی سراج الدین احمد نے جو کلکتے کے ان مخلص قدردانوں کے سرگروہ تھے،
میرزا صاحب کو بھی شرکتِ بزمِ سخن کے لیے راضی کر لیا۔ مدرسۂ سرکارِ کینی میں ہر انگریزی
مہینے میں ایک بار، اتوار کے دن، مجلسِ مشاعرہ کا انعقاد طے ہوا، اور شعراءِ کلکتہ اردو،
فارسی کی غزلیں پڑھنے کے لیے جمع ہونے لگے۔ میرزا صاحب اس مجلس کے کتنے مشاعروں
میں شریک ہوئے، اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ البتہ اتنا معلوم ہوسکا ہے کہ اس محفل
نے میرزا صاحب کے چاروں طرف ایک حلقۂ حسّاد پیدا کر دیا تھا، جس نے اُن کے کلام پر
قتیل و واقف کے مسلہ قواعد و اصول کے ماتحت اعتراض کیے۔ میرزا صاحب نے مجبوراً ان
بزرگوں کی ادبی کم مائیگی کا اظہار کیا، اور اہلِ ایران کے کلام سے شواہد پیش کیے۔ اس
سے آگ اور بھڑکی۔ میرزا صاحب نے از راہِ معذرت مثنوی "باد مخالف، لکھ کر اُسے فرو
کیا۔ مگر اس ہنگامے کا اثر اُن کی زندگی بھر دماغ سے دور نہوا، اور وہ مرتے دم تک ہندیوں
کی فارسی دانی کے قابل نہوسکے۔ اس ادبی ہنگامے کا تذکرہ میرزا صاحب کے الفاظ میں یہ ہے:
"از نوادرِ حالات این کہ سخوران و نکتہ رسانِ این بقعہ، پس از ورودِ خاکسار، بزمِ سخن
آراستہ بودند۔ در ہر ماہِ شمسِ انگریزی روزِ یکشنبہ نخستین، سخن گویان در مدرسۂ سرکارِ کینی
فراہم شدندی، و غزلیہای ہندی و فارسی خواندندی۔ ناگہ گرانمایہ مردی، کہ از ہرات بسفارت
رسیدہ است، دران انجمن می رسد، و اشعارِ مرا شنودہ یانگِ بلند می ستاید، و بر کلامِ نادرہ گویانِ
این قلمرو تبسمهای زیر لبی می فرماید۔ چون طبایع بالذات مفتونِ خودنمائیت، ہمگان حسد می
برند، و کلانانِ انجمن و فرزاتگانِ فن بر دو بیتِ من اعتراضِ نادرست برآوردہ، آنرا شہرت می
دہند۔ وہی آنکہ زبانِ پاسخ آشنا شود، از دانشوران، کہ مخدومی و کملاذی نواب علی اکبر خان، و
مکرمی و مطاعی مولوی محمد محسن از آناند، جوابها می یابند، و پس زانوئے خاموشی می نشینند۔"

دہلی کے مشاعرے

دہلی کے جن مشاعروں میں میرزا صاحب نے شرکت کی ہے، اُن میں شہر اور قلعہ معلی

دونوں کے مشاعرے نظر آتے ہیں۔ اُن کی تفصیل یہ ہے:

(۱) ایک مشاعرہ جمعے کے دن ۱۷ مارچ ۱۸۴۳ع کو منعقد ہوا تھا۔ میرزا صاحب نے اُس کی روداد پنجشنبہ ۲۳ مارچ کو شیفہ کے خط میں اس طرح لکھی ہے:

روزِ آدینہ چون شب شد، بزمِ سخن آراستند۔ ازان رو کہ غزل نگفتہ بودم، از شرم تہدستی سر در پیش داشتم و رفتن بانجمن مضمونی بود کہ ہرگز بخاطر نمی گزشت۔ والا جہاں نواب ضیاء الدین خان، سلمہ اللہ تعالیٰ، دو فرشتہ بر من گماشت: زین العابدین خان عارف و غلام حسن خان محو۔ یعنی، این ہر دو ابرام پیشہ شامگاہ بخلونکدہ تنہائی من آمدند و فیل آوردند، و بدانسان کہ شیر را چون شکار کنند، بر فیل بار کنند، مرا بانجمن بردند۔ دیدارِ مخدومِ معظم و صدرِ اعظم مولوی محمد صدر الدین خان بہادر تلافیِ رنجِ راہ کرد۔ باری، صرفۃً رہروانِ دران بود کہ مولانا سخابی قدم رنجہ نقرمودہ بودند۔ غزلِ مولانا صہبائی در زمینِ طرحی دوسہ بیتِ دلنشین داشت۔

بالجملہ چون غزلخوانی سر آمد، گریانم نمی آید، و دامانم نمی آید، در بحرِ ہزجِ مثنویِ سالم، طرح کردند۔

از یارانِ بندہ میرزا زین العابدین خان عارف و جواہر سنگھ جوہر در زمینِ طرح دو غزل خواندہ، نقشِ نگرگونی بکرسی نشاندند۔ من بغزلی کہ ہمداران روزِ گفتہ بودم، زمزمہ سرای آمدم۔ غزل:

صبح شد، خیز، کہ رودادِ اثر بنایم۔

اس مشاعرے کے مصرعِ طرح کا ذکر میرزا صاحب نے نہیں کیا ہے۔

(۲) دوسرا مشاعرہ جمعے کے دن (غالباً ۲۸ اپریل ۱۸۴۳ع کو) منعقد ہوا تھا۔ طرح سابقِ مکتوب میں بیان کی جاچکی ہے۔ اس زمین میں میرزا صاحب نے بھی غزل لکھی تھی۔ شیفہ کو اس کی کیفیت اس طرح لکھی ہے:

ہدی کہ ناہید روز (یومِ جمعہ) بود، شامگاہِ بزمِ حضرتِ آزرده بار یاقم۔ پیش ازان کہ از مدعا سخن رانم، اثرِ رنجوری از ناصیۃِ مخدوم آشکار یاقم۔ نزلہ و زکامی داشتند۔ همانا زندہ داشتن

شبا بدین روز نشانده بود۔

بالجمله بمشاعره نخرامیدند، و رهی را دستوری دادند۔ در انجمن، ریخته گویان بسیار گرد آمده بودند۔ غزلهای دراز خواندند۔ تا بکاشانه آیم و چلو به بستر بزم، نیمه از شب گزشته بود۔
بالجمله در نورد غزلخوانی چون نوبت بن رسید، نخست: ملک نخواست و فلک نخواست، سرودم۔
آنگاه غزل طرحی خواندم۔ غزل:

چه عیش از وعده، چون باور ز عنوانم نمی آید؟
بنوعی گفت می آیم، که میدانم نمی آید
نهان میاد که اقبال نشان، محمد ضیاء الدین خان بهادر مصرع عرفی، ع:
صد سال می توان به تمنا گریستن

طرح فرموده اند۔ درین زمین طالب آملی قصیده دارد و عرفی شیرازی دو غزل۔ تا غالب بینوا را بکدام زمزمه در خروش آرند؟

(۲) تیسرا مشاعره بھی جمعے کے دن (۲۶ مئی سنہ ۱۸۴۳ع) کو منعقد ہوا تھا۔ مصرع طرح پر میرزا صاحب نے پورا قصیدہ لکھا تھا۔ جو اُن کے کلیات میں چھپ چکا ہے۔ شیفہ کو اس کی روداد بھی لکھی ہے۔ فرماتے ہیں:

امید گاہا،

دی آدینہ روز بود، و نوید بزم سخن سامعه افروز۔ شامگاہ همان دو فرخ سروش از در آمدند، و مرا بانجمن بردند۔ و میر نظام الدین بمن و مولوی امام بخش صہبائی چون رنجور بودند، نیامدند۔ کس بخدمت حضرت آزرده فرستاده شد۔ اگرچہ دیر آمدند، اما آمدند، و دلم را صفا و زبانم را نوا بخشیدند۔ بندہ را در زمین گریستن نگارش قصیدہ اتفاق افتاده بود۔ آن می سنجیدم کہ این ورق را چون برات نامقبول باز برم، و ریخته گویان را دردِ سر مدهم۔ از آمدن حضرت آزرده دل بخود بالید، و زبان بزمزمہ دستوری یافت۔ سخائی نیز ناخوانده حاضر بود، و در زمین گریستن غزلی انشا کرده۔ چون قصیدہ مرا شنود، خجل شد، و از گفته خود لختی خوانده در گزشت۔

(۴) چونکہ مشاعرہ غالباً جمعے کے دن ۲۳ جون سنہ ۱۸۴۳ع کو منعقد ہوا تھا۔ اس کے لیے میرزا صاحب نے غزل لکھ لی تھی، مگر شریک نہ ہو سکے۔ شیفہ کو تحریر کرتے ہیں: ”درین مشاعرہ کہ گزشت، خاک زمین گیر من غبار چشم ریختہ گویان نگشت۔ غزل خود یک ہفتہ پیش از روز غزلخوانی گفتہ بخدمت حضرت آزرده۔ دام بقاؤہ، فرستادہ ام، و سر آن داشتم کہ چون بنامہ کامیاب کردم، و آن را پاسخ نگار شوم، در نگارش همان غزل سرمایۂ من باشد۔“

اس ماہانہ مشاعرے کی جگہ وقوع اور منتظمین کا صراحتاً تذکرہ مذکورہ خطوں میں نہیں پایا جاتا۔ لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب ضیاء الدین احمد خاں بہادر نیر کے زیر اہتمام منعقد ہوتا تھا۔ عارف و محو وغیرہ اس کے انتظام کے ذمہ دار تھے۔ ہر مہینے کا آخری جمعہ اس کے لیے مقرر تھا، اور اس میں اردو اور فارسی دونوں طرحیں دی جاتی تھیں۔ لال قلمے میں جو مشاعرے کیے گئے تھے، اُن میں سے حسبِ ذیل کا تذکرہ میرزا صاحب کے خطوں میں ملتا ہے:

(۱) پہلا مشاعرہ کسی شہزادے کے زیر اہتمام منعقد ہوا تھا۔ اس میں میرزا صاحب نے اردو غزل پڑھی تھی۔ ۱۶ ربیع الاول (۱۲۶۴ھ) مطابق ۲۲ فروری (۱۸۴۸ع) کو منگل کے دن منشی نبی بخش حقیر کو اس کی روداد لکھی ہے۔ فرماتے ہیں:

”دوش یکی از شاہزادگانِ ترخانہ بزمِ سخن آراستہ بود، و سخن سنجان را بغزل خوانی خواندہ۔ مرا بگفتن ریختہ سری نمائندہ، اگرچہ دل بسگالش نہ بستہ بودم، اما روزی کہ شب بدان انجمن ہایست رفت، خاصہ ہنگامی کہ سوارہ رہ می بریدم، بیتی چند، بیخواست، از دل غمزہ سر برد۔“

(۲) دوسرا مشاعرہ شوال ۱۲۶۵ھ (اگست ۱۸۶۲ع) میں مرزا نور الدین بہادر متخلص بہ شاہی نے منعقد کیا تھا۔ اس میں میرزا صاحب نے ردیفِ نون کی بے نظیر طرحی غزل: ”سب کہان، کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں۔ پڑھی تھی، اور منشی نبی بخش حقیر کو اس کی نقل روانہ کرتے ہوئے لکھا تھا: ”خدا کے واسطے! غزل کی داد دینا۔ اگر ریختہ یہ ہے، تو میر و

مرزا کیا کہنے تھے؟ اگر وہ ریختہ تھا، تو پھر یہ کیا ہے؟

(۳) تیسرا مشاعرہ آخری تاجدارِ دہلی کے حکم سے جمعے کے دن ۲۵ فروری سنہ ۱۸۵۳ع کو منعقد ہوا تھا۔ میرزا صاحب اُس زمانے میں زمرة خدام میں منسلک تھے، اس لیے اردو میں زمزمہ سرائی کی تھی۔ مجروح کو اس کی پوری تفصیل لکھی ہے۔ فرماتے ہیں:

» نزدیکان را نشاط، و دوران را بشارت کہ شاه فرمان داد و حاجب بارگاہ سخن گستران را
ایوانِ نظارت نشان داد کہ روزِ آدینہ، بست و پنجمِ فروری، بدان خجسته نشین پیائید و جامِ سخن
بر یکدیگر پیائید۔ گروهی از شہزادگانِ بابرہہ وقتی چند از آزادگانِ شہر فراہم آمدند۔ جا بر مردم
تنگی کرد۔ کوئی پیکر اندر پیکر ہی خرید۔

نخست سلطان الشعرا شیخ محمد ابراہیم ذوق زخمہ بر تار زد، و غزلِ سلطان را بدان نوا برخواند
کہ زہرہ از سپہر فرود آمد۔ سپس شاہزادۂ یوسف دیدارِ ہمایون آثارِ میرزا خضر سلطان بہادر،
غزلِ طرحِ بدان لحسنِ سرود کہ پنداری پروین بر بساطِ بزم افشاند۔ میرزا حیدر شکوہ و میرزا
نورالدین و میرزا عالی بخت عالی را سازِ سخن بلند آہنگ شد۔ غالبِ آشفته نوا کہ بر پہلوی عالی
جا داشت، دہ بیت از خویشتن خواند۔

بحوی نام امردی از می آشامانِ خمکدۂ صہبائی نشیدِ مستانہ زد۔ حاجی میرزا شہرت کائیش
ہفتاد بیت در زمینِ طرحِ برسامۂ انجمنِ نشینانِ عرضہ داد۔ من بہ بہانۂ آبِ ناختن از بزمِ بیرون
آمدم و راہِ غمکدہ گرفتم۔ درِ دکانہا کشودہ بود و چراغہا روشن۔ همان نیمۂ از شب نگزشتہ
بود کہ بر بوریای بینوائی دورِ جامِ بادہ روائی داد، بادہ آشامیدم و خفتم۔ بامداد بہ ارکِ ہمایون
روی آوردم۔ ہر چہار سلطان زادہ کہ نام نامیِ آنان بر زبانِ قلم رفت، زمزمۂ شبانہ نازہ کردند۔
من نیز غزل را دوبارہ خواندم۔ از ہمدمانِ شنیدہ شد کہ شب در ہنگامہ سر آمد، و نزدیک
بدمیدنِ سپیدۂ سحر بزمِ بر شکست۔ گویند، سلطان الشعرا پایانِ انجمنِ دو غزل از خویشتن سرود،
اما نہ در طرح۔

(۴) چوتھا مشاعرہ جمادی الثانی ۱۲۶۹ھ (اپریل ۱۸۵۳ع) میں منعقد ہوا تھا۔ میرزا صاحب
نے رجب ۱۲۶۹ھ میں منشی نبی بخش حقیر کو لکھا ہے:

یہاں بادشاہ نے قلعے میں مشاعرہ مقرر کیا ہے۔ ہر مہینے میں دو بار مشاعرہ ہوتا ہے، پندرہویں کو اور اتیسویں کو۔ حضور فارسی کا ایک مصرع اور ریختے کا ایک مصرع طرح کرتے ہیں۔

اب کے جمادی الثانی کی تیسویں کو جو مشاعرہ ہوا اُس میں مصرع فارسی یہ تھا: زین تماشا گاہ گریان میرود۔ ریختے کا مصرع یہ تھا: خمار عشق ہمیں کس قدر ہے، کیا کہیے۔ نظر ہے، کیا کہیے۔ خبر ہے، کیا کہیے۔

اس خط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ شاہی مشاعرہ ہر مہینے کی ۱۵ اور ۲۹ (یا ۳۰) کو قلعہ معلیٰ میں منعقد ہوا کرتا تھا۔

(۵) پانچواں مشاعرہ منگل کی صبح کو شعبان ۱۲۶۹ھ (مئی ۱۸۵۳ع) میں دیوانِ خاص میں کیا گیا تھا۔ اس میں میرزا صاحب نے اپنی یہ طرحی غزل پڑھی تھی: بازیمچہ اطفال ہے دنیا مرے آگے۔ قاضی عبدالجلیل بریلوی کو سنہ ۱۸۵۴ع میں لکھتے ہیں:

”مشاعرہ یہاں شہر میں کہیں نہیں ہوتا۔ قلعے میں شہزادگانِ تیدوریہ جمع ہو کر کچھ غزل خوانی کر لیتے ہیں۔ وہاں کے مصرعہ طرحی کو کیا کیجیے گا، اور اُس پر غزل لکھ کر کہاں پڑھیے گا؟ میں کبھی اُس محفل میں جاتا ہوں، اور کبھی نہیں جاتا۔ اور یہ صحبت خود چند روزہ ہے۔ اس کو دوام کہاں؟ کیا معلوم ہے، اب ہی نہ ہو، اب کے ہو، تو آئندہ نہ ہو۔“

اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ شہر کے مشاعرے سنہ ۱۸۵۴ع میں بند ہو چکے تھے۔ صرف قلعے کے اندر تھوڑا بہت چرچا باقی تھا، جس میں کبھی کبھی میرزا صاحب بھی شریک ہوتے، اور اردو غزلیں پڑھتے تھے۔ سید بدرالدین صاحب کے خط مورخہ ۳ جنوری سنہ ۱۸۵۵ع میں فرماتے ہیں:

”آپ ہندی اور فارسی غزلیں مانگتے ہیں۔ فارسی غزل تو شاید ایک بھی نہیں کہی۔ ہاں ہندی غزلیں قلعے کے مشاعرے میں دو چار لکھی تھیں۔“

اخبارات میں اشعار

ہندوستان میں اخبارات کی اشاعت کے بعد، مضامینِ اثر کے ساتھ نظم شایع کرنے کا رواج

ابتدا سے نظر آتا ہے۔ سنہ ۱۸۵۷ع سے پہلے دہلی اردو اخبار وغیرہ میں میرزا صاحب کی بھی غزلیں اور قصیدے شائع ہوتے رہے ہیں۔ منشی شبونرائی ایک پندرہ روزہ اخبار موسوم بہ معیار الشعرا آگرے سے نکالتے تھے۔ سنہ ۵۷ع کے بعد میرزا صاحب نے اُن کے اخبار میں بھی اپنا کلام چھپوایا ہے۔ یکم نومبر سنہ ۱۸۵۸ع سے چند روز قبل منشی صاحب کو لکھتے ہیں:

”سنیے، حکم ہوا ہے کہ دو شے کے دن، پہلی تاریخ نومبر کو رات کے وقت سب خیرخواہانِ انگریز اپنے اپنے گھروں میں روشنی کریں، اور بازاروں میں اور صاحبِ کشتربہادر کی کوٹھی پر بھی روشنی ہوگی۔ فقیر بھی اس تہی دستی میں کہ اٹھارہ مہینے سے پنسنِ مقررہ نہیں پایا، اپنے مکان پر روشنی کرے گا۔ اور ایک قطعہ پندرہ بیت کا لکھ کر صاحبِ کشتربہ شہر کو بھیجا ہے۔ آپ کے پاس اُس کی نقل بھیجتا ہوں۔ اگر تمہارا جی چاہے، تو اُس کو جہاپ دو، اور جس لمبر میں یہ چھاپا جائے، وہ لمبر میرے دیکھنے کو بھیج دینا۔

اس کے چند ماہ بعد، منشی صاحب کے تقاضے پر، ۱۹ اپریل سنہ ۱۸۵۹ع کو فرماتے ہیں:

”میاں! میں تم کو اپنا فرزند جانتا ہوں۔ خط لکھنے نہ لکھنے پر موقوف نہیں ہے۔ تمہاری جگہ میرے دل میں ہے۔ اب میں طبع آزمائی کرتا ہوں، اور جو غزل تم نے بھیجی ہے، اُس کو لکھتا ہوں۔ خدا کرے تو کے نو شعر یاد آجائیں۔ یہ تمہارا اقبال ہے کہ نو شعر یاد آگئے۔ ایک غزل یہ اور دو غزلیں وہ جو آیا چاہتی ہیں، تین ہفتے کا گودام تمہارے پاس فراہم ہو گیا۔ اگر منگواؤ گے، تو قصیدے بھی دونوں بھیج دوں گا۔

بعد میں میرزا صاحب کی رائے ان قصیدوں کی اشاعت کے بارے میں بدل گئی۔ تو اُنہوں نے ۲۷ اپریل کو منشی صاحب کو لکھا:

”قصیدے میں نے دو لکھے ہیں ایک پچپن شعر کا، ایک چالیس بیت کا، اور پھر فارسی۔ اُن کو ریختہ کی غزلوں میں کیا چھاپو گے۔ جانے بھی دو۔ رہیں غزلیں سابق کی، وہ جو میرے ہاتھ آتی جائیں گی، بھجوانا جاؤں گا۔

سنہ ۱۲۸۵ھ (۱۸۶۸ع) میں اکمل الاخبار میں ایک رباعی اور قطعہ چھپوایا تھا۔ میر ابراہم

دلی خاں کو اس کی اطلاع دیتے ہیں:

حضرت سید احمد حسن خاں صاحب، مدظلہ العالی، کی تحریر سے معلوم ہوا کہ آپ کے گھر مولود مسعود پیدا ہوا۔ ایک عبارت رنگین مرتب کر کے اکمل الاخبار میں میں نے چھپوا دی ہے۔ اور ایک رباعی اور ایک قطعہ اپنا اور ایک قطعہ سید صاحب مدوح کا، جو انہوں نے یہاں بھیجا تھا، وہ بھی چھپوا دیا۔

نواب کلب علی خاں بہادر والی رام پور کی شرکت کونسل کا ایک قطعہ تاریخ لکھ کر بھیجا تھا، تو اُس کے ساتھ یہ بھی لکھ دیا تھا کہ »اگر پسند آئے، تو اجازت مل جائے کہ اس کو کسی اخبار میں چھپوا دوں۔ نواب صاحب کی سرپرستی میں رام پور سے »دبدبہ سکندری« جاری ہوا، تو میرا صاحب نے ایک مدحیہ رباعی نواب صاحب کو لکھ کر بھیجی اور خواہش کی کہ اسے اخبار کے سرنامے پر شایع کیا جائے۔ بعد ازاں اور اشعار بھیجے، تو اُن کے ساتھ دبدبہ سکندری میں اُن کی اشاعت کی بھی درخواست کی^۱۔

مفتی امیر احمد امین مینانی نے اپنا کلام منشی شیوزائین کے اخبار میں اشاعت کے لیے بھیجا۔ اُس وقت تک مفتی صاحب کی شہرت رامپور سے باہر نہ نکلی تھی۔ شیوزائین نے اُن کے کلام کی رسید اور عدم اشاعت کا عذر اخبار میں شایع کیا، تو میرزا صاحب نے انہیں لکھا:

»اب کے تمہارے معیار الشعراء میں میں نے یہ عبارت دیکھی تھی کہ »امیر، شاعر اپنی غزلیں بھیجتے ہیں۔ ہم کو جب تک اُن کا نام و نشان معلوم نہ ہوگا، ہم اُن کے اشعار نہ چھاپیں گے۔ سو میں تم کو لکھتا ہوں کہ یہ میرے دوست ہیں، اور امیر احمد ان کا نام ہے اور »امیر، نخلص کرتے ہیں۔ لکھنؤ کے ذی عزت باشندوں میں میں اور وہاں کے بادشاہوں کے روشناس اور مصاحب رہے ہیں، اور اب وہ رامپور میں نواب صاحب کے پاس ہیں۔ میں اُن کی غزلیں تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ میرا نام لکھ کر ان غزلوں کو چھاپ دو۔«

بھٹی یا مدح

جو نقاد مشرقی دربار کے سماجی اثرات سے واقف ہیں، وہ جانتے ہیں کہ شعراء مشرق

کے لیے سلاطین کی مدح سے راہِ گریز نہ تھی اور شاہی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہر شاعر کو الفاظ و معانی کے باغ لگانا پڑتے تھے۔

میرزا صاحب نے بھی ہندوستان کے چھوٹے بڑے درباروں اور انگریزی سرکار کی اتنی مدح و ستائش کی ہے کہ آخر انہیں یہ لکھنا پڑا کہ میرا دستخوری شیوہ اور ستائش گری آپن ہے۔ لیکن شروع میں انہیں اس پر فخر نہ تھا۔ چنانچہ ۱۲۵۳ھ (۱۸۳۷ع) کے مرتبہ دیباچہ کلیات میں فرماتے ہیں: "شادم از آزادی کہ باسخ بہنچار عشقبازان گزار دستم۔ و داغم از آزمندی کہ ورق چند بکردار دنیا طلبان در مدح اہل جہاں سبہ کردستم۔" یہی جذبہ افسوس ہے جس کے ماتحت وہ مدح کے اشعار نسبتاً کم لکھتے اور تشبیب و عرضِ حال وغیرہ پر زیادہ زور دیتے ہیں، تاکہ مدح اپنے حدود سے گزر کر بھٹی نہ بن جائے۔ سنہ ۱۸۴۹ع میں میرزا تقی کو لکھتے ہیں: "کیا کروں! اپنا شیوہ ترک نہیں کیا جاتا۔ وہ روش ہندوستانی فارسی لکھنے والوں کی بجھو نہیں آتی، کہ بالکل بھٹانوں کی طرح بکنا شروع کریں۔ میرے قصیدے دیکھو۔ تشبیب کے شعر بہت پاؤں کے اور مدح کے شعر کمتر۔ نثر میں بھی یہی حال ہے۔ مصطفیٰ خاں کے تذکرے کی تقریظ کو ملاحظہ کرو کہ اُن کی مدح کتنی ہے۔ میرزا رحیم الدین بہادر حیا تخلص کے دیوان کے دیباچے کو دیکھو۔ وہ جو تقریظ دیوانِ حافظ کی بموجب فرمائش جان جا کو بہادر کے لکھی ہے، اُس کو دیکھو کہ فقط ایک بیت میر اُن کا نام اور اُن کی مدح آئی ہے، اور باقی ساری نثر میں کچھ اور ہی اور مطالب ہیں۔

واللہ، باللہ! اگر کسی شاہزادے کے دیوان کا دیباچہ لکھتا، تو اُس کی اتنی مدح نہ کرنا کہ جتنی تمہاری مدح کی ہے۔ ہم کو اور ہماری روش کو پہچانتے، تو اتنی مدح کو بہت جانتے۔ قصہ مختصر، تمہاری خاطر کی، اور ایک فقرہ تمہارے نام کا بدل کر اُس کے عوض ایک فقرہ اور لکھ دیا ہے۔ اس سے زیادہ بھٹی میری روش نہیں۔

ظاہراً تم خود فکر نہیں کرتے، اور حضرات کے بہکانے میں آجائے ہو۔ وہ صاحبِ نو بیشتر اس نظم کو مہمل کہیں گے۔ کس واسطے کہ اُن کے کان اس آواز سے آشنا نہیں۔ جو لوگ کہ قیل کو اچھے لکھنے والوں میں جانیں گے، وہ نظم و نثر کی خوبی کو کیا پہچانیں گے؟

لیکن یہ سب کچھ میرزا صاحب نے انہیں دواعی و اسباب کے ماتحت کیا جو اُن کے پیشرووں کو لاحق ہوئے تھے۔ یعنی جس نے کچھ دیا، یا جس سے کچھ ملنے کی امید بندھی، اُس کی شان میں قصیدہ لکھا، اور جب یہ امید ٹوٹ گئی، اس رسم کو بند کر دیا۔ ظاہر ہے کہ یہ بھٹی ہی تھی۔ اسی لیے سنہ ۱۸۶۰ع میں علائی کے نام کے خط میں اس کا خود بھی اعتراف کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

”اشعار تازہ مانگتے ہو۔ کہاں سے لاؤں؟ عاشقانہ اشعار سے جھکو وہ بُعد ہے، جو ایمان سے کفر کو۔“

گورنمنٹ کا بھاٹ تھا۔ بھٹی کرتا تھا، خلعت پاتا تھا۔ خلعت موقوف، بھٹی متروک۔ نہ غزل، نہ مدح۔“

ہزل و ہجو

میرزا صاحب کی سنجیدگی و خود داری نے اُن کے رواں دواں دماغ کو شاعری کی بلند سطح سے اُترنے کی اجازت نہیں دی۔ اسی لیے وہ بڑی حد تک ہزل و ہجو سے اپنا دامن بچا لے گئے۔ خود بھی فرماتے ہیں: ”ہزل و ہجو میرا آئین نہیں۔“

ماہم اُن کے کلام فارسی میں ہجویہ قطعات موجود ہیں۔ اُن میں سے صرف ایک کا مطالعہ اُن کا اندازِ ہجو معلوم کرنے کے لیے کافی ہوگا۔ فرماتے ہیں:

کردہ جمدی کہ در ویرانی کاشانہ ام
چرخ در آرایشِ هنگامہ عالم نکرد
گر بہ ہیبتِ رائدہ باشم نکتہ ہا، بر خود مینج
زانکہ حرفی زانچہ گفتم، خاطر م خرم نکرد
بیتی از استاد دیدم، ذوق کی بخشید، لیک
هیچ در تسکین نیفزود و ز وحشت کم نکرد
”ہمچو تو ناقابلی در صلبِ آدم دیدہ بود
زان سبب ابلیس ملعون سجدہ بر آدم نکرد،
حاشا للہ۔ بودنت در صلبِ آدم تہمت است“

پیشِ ہر کس گفتم این اندیشہ، باور ہم نکرد

اس سے بجا طور پر قیاس کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے انتہائی غم و غصے کے تحت چند اشخاص کی مذمت کردی تھی۔ اس روش کو دوسرے شعرا کی طرح اپنا آئین نہیں بنایا۔

علاوہ ازیں ان میں کسی شخص کا نام بھی نہیں لیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا ہے کہ میرزا صاحب کا مقصود صرف دل کی بھڑاس نکالنا تھا، کسی کو بدنام کرنے اور بدنام رکھنے کے لیے ہجویہ شعر نہیں کہتے تھے۔

معاصرین کا اعتراف

میرزا صاحب، صاحبانِ کمال کے قدردان بھی تھے۔ چنانچہ اپنے معاصروں میں سے شیخ امام بخش ناسخ، حکیم مومن خاں مومن، شیخ محمد ابراہیم ذوق، مولانا فضل حق خیرآبادی، مفتی صدرالدین خاں آزرده، نواب ضیاء الدین احمد خاں نیر و رخشاں وغیرہ کی اچھی خاصی تعریف اُن کے کلامِ نظم و نثر میں موجود ہے۔

مومن خاں کے انتقال پر اُن کا یوں ماتم کیا ہے:

شرطست کہ روی دل خراشم ہمہ عمر خونا بہ برخ زر دیدہ باشم ہمہ عمر
کافر باشم، اگر بـمـرگِ مومن چون کعبہ، سیہ پوش باشم ہمہ عمر
نیز حقیر کو جمعہ ۲۱ مئی ۱۸۵۲ع کو لکھا:

»مومن خاں میرا ہم عصر اور یار تھا..... یہ شخص بھی اپنی وضع کا اچھا کہنے والا تھا۔ طبیعت اس کی معنی آفریں تھی۔«

ذوق سے چمشک رہتی تھی۔ مگر اُن کا انتقال ہوا تو یہ تعزیتی قطعہ لکھا:

تاریخِ وفاتِ ذوق، غالب با خاطرِ درد مند و مایوس
خون شد دلِ زار، تا نوشتم خاقانیِ ہند مُرد، افسوس

اور حقیر کو ۲۳ نومبر ۱۸۵۴ع کو حسبِ ذیل الفاظ تحریر کیے:

»میاں ذوق مر گئے..... سچ تو یہ ہے کہ یہ شخص اپنی وضع کا ایک اور اس عصر میں غنیمت تھا۔«

مفتی صدرالدین خاں آزرده کی تعریف میں ایک طویل فارسی قصیدہ میرزا صاحب کے کلیات میں موجود ہے۔ اُس میں فرماتے ہیں:

آن کہ تگِ اوست بودن در سخن ہنای من

نیز نواب مصطفیٰ خاں شیفہ نے گشنِ بیخار میں مفتی صاحب کا ذکر نہیں کیا تھا۔
میرزا صاحب نے اُس کا مسودہ دیکھ کر اُنہیں لکھا:

مگر نصفِ خامہ و گوهرین نگشتنِ نامہ در ردیفِ الف بہ نگارشِ اشعارِ پروین شار
حضرتِ آزرده از چہ روست؟ ہرچند ذکرِ خدامِ برجیس مقام در جریدہٴ این فن نہ سراوار
شانِ فضیلت باشد، لیکن اگر بمقتضای فرطِ محبتِ جراتی بکار می رفت، گناہی نبود، و در تلافی
آن بہ یوزش نیاز نمی افتاد۔

نواب مصطفیٰ خاں شیفہ کی مدح میں بھی ایک فارسی قصیدہ لکھا ہے^۱، جس میں عرفی و
خاقانی کو اُن کا فرمانِ پریر بتایا ہے۔ لیکن اس سے بھی بڑھ کر 'حبیبہ' میں فرماتے ہیں:
خواجہٴ هست درین شہر کہ از پرشِ وی پایہٴ خویشتم در نظر آمد، گوئی
اُن کے ذوقِ سخنِ سنجی کی اس درجہ تعریف کی ہے:

غالب بقتِ گفتگو نازد بدین ارزش کہ او

توشت در دیوانِ غزل، تا مصطفیٰ خاں خوش نکرد

اُنہوں نے 'گریستن' زمین میں ایک غزل لکھ کر میرزا صاحب کو بھیجی تھی۔ اس کی
داد ان افظوں میں دی ہے:

'قصیدہٴ گریستن' با آنکہ از دلم بزبانِ رسیدہ و از زبانم بدرِ تراویدہ و همچنان در دل جا
دارد، بمشاهدہٴ غزلی کہ امروز بن رسید، ہم از دل رفت و ہم از نظر افتاد۔ زہی غزل! و خوشا
غزل! اگرچہ نارسا بیان و کجِ معِ زبانم، اما اگر ہر بیت را جداگانہ یک قصیدہ ستایم، میتوانم
آہ ازین مقطع! و داد ازین مقطع! زبانِ ستایشِ این مقطع کراست؟ با آنکہ در سخن ہوا خواہ و
آفرین گوی شمامستم، مرا بر شما بر شک آورد۔ جاودان مانید، کہ پیکرِ سخن را جانید۔

نواب ضیاء الدین احمد خاں بہادر کے مدحیہ قصیدے میں یہ لکھ دیا کہ:

بہ نکتہ شیوہٴ شاگردِ من بن ماناست صنم بصورتِ خود می تراشد آذرِ من

۱ - سید چمن: ۱۷۔

۲ - کلیات فارسی: ۲۴۵۔

۳ - کلیات فارسی: ۲۳۹۔

۴ - کلیات ثر، پنج آہنگ: ۹۵۔

۵ - ثر، پنج آہنگ: ۵۰۔

۶ - ارس: ۴۴۹۔

ایک فارسی غزل میں اپنے متعدد معاصروں کی تعریف میں لکھتے ہیں:

ای کہ راندی سخن از نکتہ سرایانِ عجم
چہ ہما مستِ بسیار نہی از کمرِ شان؟
ہند را خوش نفساند سخور کہ بود
باد، در خلوتِ شان مشکِ فشان از دمِ شان
مومن و نیر و صہائی و علوی و انگاہ
حسرتی، اشرف و آزرده بود اعظمِ شان
غالبِ سوختہ جان گرچہ نیرزد بشار
ہست در بزمِ سخن ہمفلس و ہمدمِ شان

❦ ناقد زمانِ عصر ❦

لیکن خود میرزا صاحب کو زمانے کی قدر ناشناسی کی شکایت رہی ہے اور دوسرے اہل کمال کی طرح وہ بھی اس کے گلہ مند ہیں کہ زمانے نے اُن کے مرتبے کو بقدرِ باہست نہ پہچانا۔ میری دانست میں اُن کے بلند آہنگ شکوے کی وجہ یہ تھی کہ اپنے ہنر کے بارے میں مکمل خود شعوری اور فن کے متعلق صحیح احساس اُن کے اندر پیدا ہو گیا تھا، اور اُن کی سی دیدہ وری بہت کم حضرات میں موجود تھی، اس لیے وہ اپنے آپ کو 'کنجِ تہِ خاک' یا 'صداءِ بصرہ' شمار کرنے لگے تھے۔

❦ مگامہ کاکہ ❦

ہر شخص جانتا ہے کہ ادھیر عمر تک میرزا صاحب کو اپنی اردو شاعری پر ناز نہ تھا۔ اسی لیے جب نکتہ چینوں نے کہا کہ آپ آسان زبان میں سخن سرائی فرمایا کیجئے، یہ کلام تو آپ اور آپ کا خدا ہی سمجھتا ہے، تو اُنہوں نے ایک رباعی میں از رامِ معذرت اتنا فرمایا تھا کہ: 'گویم مشکل، و گر نہ گویم مشکل۔ لیکن کلکتے میں 'جزوی از عالم و از ہمہ عالم بیستم' کی ترکیب 'ہمہ عالم' پر اہلِ علم نے مگامہ پیا کیا، تو میرزا صاحب کے دل میں قدر ناشناسی کے شکوے کی نغم ریزی ہو گئی، جو رفتہ رفتہ ایک مستقل موضوع بن کر رہ گیا۔ اس کی تھا وجہ یہ تھی کہ اپنے فارسی کلام کے متعلق اُن کی رائے بہت بلند تھی اور وہ یہ یقین رکھتے تھے کہ:

غالب، بشعر کم زِ ظہوری نیم، ولی
در لثیمی شہرۂ دہر از تہدستی است چرخ
پایۂ من، جز بچشم من نیاید در نظر
ایسے پہ کر رہا ہوں قیاس اہل دہر کا
عسادل شہ سخن رس دریا نوال کو؟
رفقہ مسکین را ز یاد و گنج پنهانش منم
از باندی، اخترم روشن نیاید در نظر
سمجھا ہوں دلیرِ متاعِ ہنر کو میں
میرزا صاحب نے سنتِ شعرا سے آگے بڑھ کر نثر میں بھی ناقدِ دانی عصر کا بہت کچھ
گلا کیا ہے۔ تاریخی نقطۂ نگاہ سے یہ مضمون سب سے پہلے اُس خط میں ملتا ہے جو
کلکتہ سے حکیم احسن اللہ خاں بہادر کو لکھا ہے۔ اُس میں فرماتے ہیں:
”بدعوی گاہی کہ توانافر قلیل را بفروہیدگی فرہگ مسلم داشتہ، و لوای نورالعین واقف
بشیوائی شیوہ برافراشتہ باشند، باکہر باید گفت کہ تسایح طبع ما کجائست، و ما را چہ مایہ لذت
درین جگر خائست؟“
سفر کلکتہ کے کچھ بعد نواب مصطفیٰ خاں شیفہ کے نام کے خط میں شکوہ کرتے
ہوئے فرماتے ہیں:

درد خود ازین جانگداز تر چہ خواہد بود کہ تا دکانم را در کشادہ بود، و رنگ رنگ
متاع سخن بروی ہم نہادہ، کس از مشتریان حلقہ بر در نود، و سودای خریداری از ہیچ دل سر
بر نود۔ چون دکان را کالا و زبان را حرفای جگر آلا نماند، روزگار گرانمایہ خریداری پدید آورد
کہ تقدیر راجح سخن۔ خود را بیہای گفتار ناسرۂ من میدہد و گوہر را بہ پلۂ بیجانگی خرف می
نہد۔

قیدِ دہلی

دہلی واپس آکر میرزا صاحب کلکتہ کی تلخیاں بھول جاتے، اگر انگریزی وظیفے کا مقدمہ
اُن کے موافق فیصل ہوتا، یا پھر قلعہ معلیٰ اور شہرِ دہلی میں اُن کی پریش بقدرِ حوصلہ ہوتی۔
مگر ہوا یہ کہ اُنہیں ۱۲۶۴ھ (۱۸۴۷ع) میں قار بازی کے الزام میں چھ مہینے کی قید ہوگئی۔
وہ بہر حال دہلی کے پسر برآوردہ لوگوں میں شمار کیے جاتے تھے۔ وہاں کے بڑے بڑے

۳۔ ایضاً: ۵۷۔

۶۔ ایضاً: ۴۸۔

۲۔ ایضاً: ۵۶۔

۵۔ کلیات نثر، بیچ آٹک: ۵۲۔

۱۔ کلیات فارسی: ۵۰۸۔

۴۔ دیوان غالب، نوائے سرور: ۲۳۶۔

امرا سے برابر کے تعلقات رکھتے تھے، خاندانِ لوہارو کے داماد تھے، خود قلعے سے مداحی کا رشتہ پیدا کر چکے تھے۔ ان رشتوں میں سے کوئی بھی کام نہ آیا اور سوائے ایک نواب مصطفیٰ خان شیفتہ کے کسی نے غمخواری و بیکس نوازی نہ برتی۔ احباب و اعزا کی اس روش اور اہلِ شہر کی اس کم التفاتی نے انہیں سخت سخت و زار کر دیا، اور وہ ترکِ وطن پر آمادہ ہو گئے۔

تفضل حسین خان کو لکھتے ہیں^۱:

«شعنه عدو بود و مجسٹریٹ بامن نا آشنا۔ فتنه در کین بود و بخت نارسا۔ مجسٹریٹ با آنکه شخه را فرمانروا هستی، در خستن من شخه را فرمان برد، و توقع گرفتاری من نوشت۔ و شن جج با آنکه بامن دوستی داشت و پیوسته با من مهرورز و مهربان بوده و بارها در بزم می بهم پیموده، چشم پوشید و به من تغافل زد۔ داوری بصدر بردند۔ هیچ کس نشدید و همان فرمان بیداد بجا ماند۔»

ندانم چه رُو داد که چون نیمه ميعاد سپری شد، مجسٹریٹ را دل بهم برآمد، و خود از صدر نسخ حکم خویش و رستگاری من خواست۔ خواهش وی بزرگفتند، بلکه او را بدین خواہش ثنا گفتند۔

گویند، بس که نکویان قوم آن خیره سر، یعنی مجسٹریٹ بیداد گر را ملامت کردند، و پایہ آزادی و خاککاری مرا در نظرش جلوه دادند، بدین رنگ کہ رہائی من از بند خویش خواست، عذر خواست و دگر ہم پوزشها و دلجوئیا کرد۔

من خود ازان رو کہ هر صفت و هر فعل و هر امر را از کردگار می نگرم، و متبزه بنا کردگار روا نبود، از آنچه رفت آزادم، و بدانچه هست شادم۔ اما چون آرزو منافی آئین بندگی نیست:

عشق است و صد هزار تمنا، مرا چه جرم؟

گر خواهی کُند دلِ شیدا، مرا چه جرم؟

خواهم سپس در جهان نباشم۔ و اگر باشم، در هندوستان نباشم۔ روم است و مصر است

و ایران است و بغداد است۔ و گرنہ خود کعبہ پناہِ آزادگان و سنگِ آستانہٴ رحمۃ للعالمین تکبہ گاہِ دلدادگان بس است۔

کی بود آیا کہ از بندِ فروماندگی کہ خود ازان بند کہ رفت روان فرساتر است، برون جہم، و منزل در نظر نیاوردہ سرِ بصحرا نہم۔ آنست آنچه برما رفت، و این است آنچه میخوام۔

اس خط کے ایک ایک لفظ سے ان کے دل کا درد اور جگر کی سوزش ہویدا ہے، اور اُن کا یہ سوچنا کہ اس بے عزتی کے بعد مرجاؤں، یا ملک بدر ہو جاؤں، کچھ بے جا نہیں۔

اس سلسلے میں میرزا صاحب نے ایک فارسی ترکیب بند بھی لکھا تھا۔ اُس میں فرماتے ہیں:

ہلہ! دزدانِ گرفتار، وفا نیست بشہر
خوشتن را بشا ہمدم و ہمراز کنم
بس کہ خویشان شدہ بیگانہ ز بدنامی من
غیر، نشگفت، خورد گر غمِ ناکامی من
جورِ اعدا رود از دل برہائی، لیکن
طعنِ احباب کم از زخمِ خدنگم نبود
شیفتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

خود چرا خون خورم از غم کہ بغمخواری من

رحمتِ حق بہ لباسِ بشر آمد گوئی

خواجہ ہست درہنِ شہر کہ از پریشِ وی

پابہٴ خوشتنم در نظر آمد گوئی

آخر میں احبابِ دہلی سے خطاب کیا ہے:

درمیان ضابطہٴ مہر و وفائی بودست
من برینم کہ ہر آئینہ بر آئید ہمہ

روزی از مہر نگفتید: "فلائی چونست"
باری، از لطف بگوئید: "چسانید ہمہ؟"

غرض اس کاتلے کے چہنئے سے بھی اُن کا بہت سا خونِ دل کاغذ کے صفحوں پر بہا، اور ہمارے لیے متعدد شاہِ کار نقشِ باقی رہ گئے۔

دربار اور شہر دونوں میں میرزا صاحب کے متعدد حریف بھی موجود تھے۔ ان میں سے ذوق زیادہ چھائے ہوئے تھے۔ وہ بڑے پُرگو شاعر تھے، اس لیے ان کے چھوٹے سے اردو دیوان کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ غالباً انہیں نے ایک بار حضورِ شاہ میں اپنی پرکوفی

اور میرزا صاحب کی کم گوئی کا ذکر چھیڑا تھا، جس پر جل کر انہوں نے ایک فارسی قطعہ لکھا اور اُس میں فرمایا:

ای کہ در بزم شہنشاہ سخن رس گفتم: ہکی بہ پُرگوئی فلان در شعر ہمسنگ من است؟
راست گفتم، لیک میدانی کہ نبود جای طعن کمتر از بانگِ دہل گر نغمہ چنگ من است
فارسی بین، تا بہ بینی نقشہای رنگ رنگ بگزر از مجموعہ اردو کہ ہے رنگ من است
در سخن چون ہمزبان و ہمنوای من نہ چون دلت را پیچ و تاب از رشکِ آہنگ من است؟
راست میگویم من و از راست سر توان کشید ہرچہ در گفتار غرِ تست، آن نگ من است

اس پر مستزاد یہ ہوا کہ تاجدارِ دہلی کے صاحبزادے کی شادی قرار پائی۔ بادشاہ بیگم کی فرمائش پر میرزا صاحب نے اپنا شہرۂ آفاق سہرا لکھا۔ اُس کے مقطع میں انہوں نے شاعرانہ تسلی سے کام لیا تھا۔ بادشاہ کو شبہ ہوا کہ اس میں اُستاد ذوق کی طرف روئے سخن ہے۔ چنانچہ جواب میں ذوق سے بھی سہرا لکھوایا گیا، جس کے مقطع میں کہا گیا تھا کہ دیکھو، اس طرح سے کہتے ہیں سخنور سہرا۔ میرزا صاحب کا دل ٹوٹ گیا، اور انہوں نے جو معذرتی قطعہ لکھ کر پیش کیا، اُس میں یہ بھی ظاہر کر دیا کہ:

سو پشت سے ہے پیشہ آبا سپہ گری کچھ شاعری ذریعہ عزت نہیں مجھے

نواب انور الدولہ بہادر شفق کو یہ سارا ماجرا اس طرح سنایا ہے:

ہاز دیر باز سرِ دستان سرائیِ اردو ندارم۔ ہمانا از رضا جوئی شہرِ بارِ سلیمان پیشکار
است گاہ گاہ ناگاہ رنگِ ریختہ رہن، و بڑہ بفرمانِ بانوی بلیقیں پرستار است در ریختہ بدین ردیف
ناروا دل آویختن۔ مگر در مقطعِ غزل سرمستانہ ہوئی زدہ باشم۔ آن یکی کہ گمانِ کالی کہ نداشت
داشت، پنداشت روی سخن سوی اوست۔ در مقطعِ غزلی کہ سرود، ہنجارِ ستیزہ گام زد و دانست
کہ گفتارِ مرا پاسخ ساز داد۔ من بسیہ مستیِ اپن تہ جرعه کہ فرو ریختہ خامہ من است ع ہرچہ در
گفتار غرِ تست آن نگ من است، سر بسخنِ فرود نیساوردم و قطعِ نظر را دلیلِ قطعی امتیاز
شردم۔

اس کے بعد ناقدِ ردائی دھر پر آنسو بہاتے ہوئے لکھتے ہیں:

”با خود بروزگار دیدہ وری نبود، یا بود و بن برداخت۔ همانا در تیرگیِ روزگارِ من اندازه شگرفی کارِ من کسی نہ شناخت۔“

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ عام طور پر اُن کی شگرف کاری کا کسی نے صحیح اندازہ نہ لگایا، اور جو اندازہ دیا تھا، اُنہوں نے اپنے ہاتھ کو کوتاہ پایا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ میرزا صاحب کا کلام گلہ و شکایت سے بھر گیا، اور اُنہوں نے اس رنگ میں ایسے ایسے نادر مضامین پیدا کیے کہ باید و شاید۔ میری دانست میں یہ اچھا ہی ہوا، ورنہ اس نادرۂ روزگار شاعر کے بہت سے جوہر اتنے نہ ابھر پاتے، اور ہم اُن کے خیال کی اس بلندی سے کسی طرح آگاہ نہ ہو سکتے۔

شعر گوئی متروک

میرزا صاحب نے تقریباً ۱۸۶۱ء میں سرور کو لکھا ہے:

”میں اموات میں ہوں۔ مردہ شعر کیا کہے گا۔ غزل کا ڈمگ بھول گیا۔ معشوق کس کو قرار دوں، جو غزل کی روش ضمیر میں آئے؟ رہا قصیدہ، مدوح کون ہے؟ ہاں! انوری گویا میری زبان سے کہتا ہے:

ای دریغ! نیست مدوحی سزاوار مدیح
ای دریغ! نیست معشوقی سزاوار غزل

.... صناعۂ شعر اعضا و جوارح کا کام نہیں، دل چاہیے، دماغ چاہیے، ذوق چاہیے، اُمک چاہیے۔ یہ سامان کہاں سے لاؤں، جو شعر کہوں؟۔

چونشہ برس کی عمر، ولولۂ شباب کہاں؟ رعایتِ فن اُس کے اسباب کہاں؟
۴ مارچ ۱۸۶۳ء کو تفتہ کے خط میں لکھا ہے:

”شعر کام دل و دماغ کا ہے، وہ روپے کی فکر میں پریشان۔“

واقعہ یہ ہے کہ جب تک میرزا صاحب مالی پریشانیوں میں مبتلا نہ ہوئے تھے، انہیں آزاد دل و دماغ، سرمستانہ ذوقِ شعر اور طبیعت کی جدت پسند اُمک حاصل تھی۔ اُس زمانے میں انہوں نے صاف طور پر لکھا ہے:

”مرا رسد می کشیدن، و غزل سرودن، و آزاد زیستن، و حلقہ بر در زدن۔ نہ خون خوردن،

و دبستان کشودن، و دلنگ بودن، و بہ بندِ زبان اُفتادن۔

میرزا صاحب کی اس پر کیف زندگی کا خاتمہ پنشن کے مقدمے کے آغاز پر ہو گیا۔ تاہم ابھی اُن کی شاعری کا شباب ولولہ و مستی سے بیگانہ نہیں ہوا تھا۔ اور وہ چکنی ڈلی کی تعریف میں نو دس شعر فی البدیہہ کہہ کر اہلِ مجلس سے خراج تحسین و آفرین حاصل کر سکتے تھے۔^۱ ہاں، جب کلکتے سے ناکام واپس ہوئے، اور پھر جنوری ۱۸۳۱ع میں مقدمہ اُن کے خلاف فیصلہ ہو گیا، تو مستقبل کے خوفناک تصور نے اُن کے دل و دماغ کو سخت اذیت پہنچائی، اور پہلی بار اُن کی طبیعت نے فکرِ شعر و سخن سے تفر کا اظہار کیا۔ اب وہ غزل کہتے تھے، مگر دوستوں کے اصرار پر، اور قصائد بھی لکھتے تھے، مگر مالی پریشانیوں کا بھوت دفع کرنے کے لیے۔ کلیاتِ فارسی کی ترتیب کے وقت اُنہوں نے لکھا تھا:

شادم از آزادی کہ بسا سخن بہنچارِ عشق بازان گزار دستم، و داغم از آزادی کہ ورفی چند
بکردارِ دنیا طلبان در مدحِ اہل جاہ سیہ کردستم۔

اس وقت تک اُن کا یہ خیال درست تھا۔ کیونکہ ۱۲۵۳ھ (۱۸۳۷ع) میں حمد و نعت و منقبت کے قصیدوں کے علاوہ، جہاں مندوں کی مدح میں اُن کے صرف ۷ قصیدے تھے، اور دیوان کا بڑا حصہ غزل پر مشتمل تھا۔ مگر آئندہ، غزلیں برائے نام اور قصائد ضرورت سے زیادہ لکھنے پڑے، جو صرف اقتصادی مصائب کا نتیجہ تھا۔

بہر حال کلکتے سے واپسی کے بعد سنہ ۱۸۳۵ھ یا سنہ ۱۸۳۶ع میں میرزا صاحب نے قافیۂ سخن منجی تنگ ہونے کا اقرار کرنا شروع کر دیا تھا۔ مولوی سراج الدین احمد کو ایک خط میں لکھا ہے:

«اکنون کہ با خودم آویزشای رنگ رنگست، قافیۂ سخن منجی تنگ است۔ منم کہ اگر از روزگار، نہ بسیار بلکه اندک آسایش یافتمی، بہ نیروی فکر پنچۂ اربابِ فن برتافتی۔ سخن کوتاہ، با این ہمہ دل افسردگی، ہرچہ از قسمِ شعر بزبان خواہد گزشت، بیانیگیریِ خامہ روشناسِ نگاہِ التفات خواہد گشت۔»

سنہ ۱۸۴۰ع میں نواب محمد سعید خاں بہادر (جنت آرامگاہ) نے تختِ رامپور کو مفتخر

کیا، تو اُن کے بھائی، نواب عبداللہ خاں بہادر، صدر الصدور، میرٹھ، نے میرزا صاحب سے قصیدہ مبارک باد لکھنے کی خواہش کی۔ اس کے جواب میں میرزا صاحب نے لکھا:

اقدام بلند مقام کہ سر انجام قصیدہ بقصد نام آوری از غالب بینوا چشم داشته اند، مگر آن فرسودہ روان افسردہ دل را کہ هنوز نمرده است، زندہ پنداشته اند؟..... کاش! کشایش این کار، چون صنعت نقاشی و گلدستہ بندی، تنہا بکوشش دست و بازو صورت بستی، تا چشم از خنکی دل پوشیدی، و فرمان پزیرانہ در پردازش کار کوشیدی! چکنم؟ چون سر این رشتہ در دست دلمست۔ تا دل برجای نباشد، زبان سخن سرای نباشد۔ دیدہ و ران صاحب دل داند کہ چہ قدرها دیدہ و دل آمیختہ شود، تا نقشی بدان شگرفی کہ بالغ نظران پسندند، انگیزتہ شود۔

این دل شکستہ بہم نہ پیوستہ، کہ درسینہ من و همانا دشمن دیرینہ منست، زنہار بکار سخن گستری نیاید، و معنی آفرینی را نشاید.... امید کہ درباره گرایش بدین ستایش، نظماً او شرأ، نامہ نگار را از اموات شمارند۔

غالباً سنہ ۱۸۴۳ع میں میرزا صاحب نے جیمس ٹامسن صاحب کی مدح میں ایک غزل لکھ کر بھیجی تھی، اور اُس کے ساتھ تحریر کیا تھا:

جگر بالائی غم، و جانگدازی یاس، و ناسازگاری منش، و آشفگی رای، و تنگی دل، و پراگندگی اندیشہ، و تیرگی ہوش اگر یکی ازین ہمہ، سخنوری را بسختی فراگیرد، نفس ناطقہ کہ زندہ جاودانی و شمع آسمانیست، در پیکر آن ستمزدہ فرومیرد۔ من کہ این ہمہ را ہمہ، و جز این فیکر غمہای ہردمہ دارم، چگونه داد گفتار توانم داد، و چسان مدعی بسرا توانم گفت۔

تقریباً ۱۸۴۴ع میں شیفتہ کو لکھتے ہیں:

»درین روزگار کہ سخن را بر من و مرا بر سخن بزننجیر تواف بست، بدلی کہ دانی نداشتم و یوہانی کہ گوئی گفتار نداشت، دو رباعی گفتہ ام۔«

سنہ ۱۸۵۰ع میں قلعہ معلی سے تعلق قائم ہوا، تو میرزا صاحب کی شاعری میں پھر حرکت محسوس ہوئی۔ لیکن کچھ تو پڑمردگی طبع کی وجہ سے اور زیادہ تر شاہ ظفر کے مذاق سخن کے اتباع میں انہوں نے اُردو زبان میں زندہ کہا۔ تاہم جو طبیعت افسردہ ہو کر مردہ ہو چلی تھی،

اور جو دماغ جوانی سے گزر کر پیری کے حدود میں داخل ہو گیا تھا، وہ دوسروں کے سہارے کہاں تک ہمت اور جوش کا مظاہرہ کر سکتا تھا۔ میرزا صاحب نے اس زمانے میں بہت کچھ کہا، اور خوب خوب کہا، مگر یہ سب کچھ مجبوری سے کہا۔ اگر وہ اپنے آپ کو مالی مشکلات میں گرفتار نہ پاتے، تو کبھی اس مشقت کو برداشت نہ کرتے۔ ۲۴ ستمبر ۱۸۵۵ع کو حقیر کو لکھتے ہیں:

”میں نے قصیدہ لکھنا موقوف کیا۔ موقوف کیا کیا، مجھ سے لکھا ہی نہیں جاتا.... افسوس ہے کہ تم کو میرے حال کی خبر نہیں۔ اگر دیکھو تو جانو۔ ع: جس دل پہ ناز تھا مجھے، وہ دل نہیں رہا۔ کوئی دم ایسا نہیں ہے کہ مجھ کو دم واپس کا خیال نہ ہو۔“
۲۹ جون ۱۸۵۶ع سے کچھ قبل انور الدولہ بہادر کو لکھتے ہیں:

”افسوس کہ میرا حال اور یہ لیل و نہار آپ کی نظر میں نہیں۔ ورنہ آپ جانتیں کہ اس مجھے ہوئے دل اور اس ٹوٹے ہوئے دل اور اس مرے ہوئے دل پر کیا کر رہا ہوں۔ نواب صاحب، اب نہ دل میں وہ طاقت، نہ قلم میں وہ زور۔ سخن گستری کا ایک ملکہ باقی ہے۔ بے نامل اور بے فکر جو خیال میں آجائے، وہ لکھ لوں۔ ورنہ فکر کی صعوبت کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ بقول میرزا عبدالقادر ایدل:

جہدہا، در خور توانائست ضعف، یکر فراغ می خواہد

قدر بلغرامی کو ۲۳ فروری ۱۸۵۷ع کو تحریر فرماتے ہیں:

”اسٹھ برس کی عمر ہوئی۔ پچاس برس اس شیوے کی ورزش میں گزرے۔ اب جسم و جان میں تاب و توان نہیں۔“

۱۸۵۷ع کے مصائب جھیلنے کے بعد میرزا صاحب کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ ۱۱ اپریل ۱۸۵۸ع کو لکھا ہے:

”بناوٹ نہ سمجھنا۔ شعر کہنا مجھ سے بالکل چھوٹ گیا۔ اپنا اگلا کلام دیکھ کر حیران رہ جاتا ہوں کہ میں نے کیونکر کہا تھا۔“
”انہیں کو پھر لکھتے ہیں“

میرا حال اس فن میں اب یہ ہے کہ شعر کہنے کی روش اور اگلے کہے ہوئے اشعار سب بھول گیا۔ مگر ہاں۔ اپنے ہندی کلام میں سے ڈیڑھ شعر، یعنی ایک مقطع اور ایک مصرع یاد رہ گیا ہے۔ سو گاہ گاہ جب دل الفتنے لگتا ہے، تب دس پانچ بار یہ مقطع زبان پر آجاتا ہے:

زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری، غالب
ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

پھر جب سخت گہبراتا ہوں، اور تنگ آتا ہوں، تو یہ مصرع پڑھ کر چپ ہو جاتا ہوں:
اے مرگِ ناگہاں! بچھے کیا انتظار ہے؟

۲۷ اپریل ۱۸۵۹ء کو شیونرائن کو تحریر کیا ہے:

میاں، تمہاری جان کی قسم! نہ میرا اب ریتختہ لکھنے کو جی چاہتا ہے، نہ مجھ سے کہا جائے۔ اس دو برس میں صرف وہ پچیس پچیس شعر بطریق قصیدہ تمہاری خاطر سے لکھ کر بھیجے تھے۔ سوائے اُس کے اگر میں نے ریتختہ کہا ہوگا، تو گنہ گار۔ بلکہ فارسی غزل بھی واللہ! نہیں لکھی۔ صرف یہ دو قصیدے لکھے ہیں۔ کیا کہوں کہ دل و دماغ کا کیا حال ہے؟ جنون بریلوی نے فارسی اشعار کی فرمائش کی تھی۔ اس کے جواب میں ۸ ستمبر ۱۸۵۹ء کو لکھا ہے:

فارسی کیا لکھوں، یہاں ترکی تمام ہے۔ اخوان و احباب یا مقتول یا مفقود الخبر۔ ہزار آدمی کا ماتم دار ہوں۔ آپ غمزدہ اور آپ غمگسار ہوں۔ اس سے قطع نظر کہ تباہ اور خراب ہوں، مرنا سر پر کھڑا ہے، پابرکاب ہوں۔

اسی سال تفتہ کو ذرا صفائی کے ساتھ لکھا ہے:

بات یہ ہے کہ تم مشقِ سخن کر رہے ہو، اور میں مشقِ فنا میں مستغرق ہوں۔ بو علی سینا کے علم کو اور نظیری کے شعر کو ضایع اور بے فائدہ اور موہوم جاتا ہوں۔ زیست بسر کرنے کو کچھ تھوڑی سی راحت درکار ہے، اور باقی حکمت اور سلطنت اور شاعری اور ساحری سب خرافات ہے.... ہم تم دونوں اچھے خاصے شاعر ہیں۔ مانا کہ سعدی و حافظ کے برابر

مشہور رہیں گے۔ اُن کو شہرت سے کیا حاصل ہوا، کہ ہم کو تم کو ہوگا۔
سرور کے خط میں صاحبِ عالم مارہروی سے خطاب کر کے لکھا ہے کہ شعر کو مجھ
سے اور مجھ کو شعر سے ہرگز نسبت باقی نہیں رہی۔ ۲۱ ستمبر ۱۸۶۰ع کو احمد حسن قنوجی کو
لکھنے میں:

۶۵ برس کی عمر ہوئی۔ اضطلالِ قوا، ضعفِ دماغ، فکرِ مرگ، غمِ عقبی۔ جو آپ مجھے
دیکھ گئے ہیں، میں اب وہ نہیں ہوں۔ نظم و نثر کا کام صرف ۵۰ برس کی مشق کے زور سے
چلتا ہے۔ ورنہ جوہرِ فکر کی رخشندگی کہاں! بوڑھا پہلوان بیچ بتاتا ہے، زور نہیں دلوا سکتا۔
۱۹ نومبر سنہ مذکور میں سرور کو تحریر کیا ہے:

»سوائے ایک ملکہ کے کہ وہ پچاس پچپن برس کی مشق کا نتیجہ ہے، کوئی قوت باقی نہیں
رہی۔ کبھی جو سابق کی اپنی نظم و نثر دیکھتا ہوں، تو یہ جانتا ہوں کہ یہ تحریر میری ہے۔ مگر
حیران رہتا ہوں کہ میں نے یہ نثر کیونکر لکھی تھی، اور کیوں کر یہ شعر کہے تھے۔ عبدالقادر
میدل کا یہ مصرع گویا میری زبان سے ہے:

عالم ہمہ افسانہ ما دارد و ما هیچ

پایانِ عمر ہے۔ دل و دماغ جواب دے چکے ہیں۔»

اس سال میرزا صاحب کی مایوسی حدِ صبر و ضبط سے اتنی آگے بڑھ چکی تھی کہ وہ
دنیا کی ہر چیز سے بے تعلق کا اظہار کرنے لگے تھے۔ چنانچہ ۲۰ جنوری ۱۸۶۱ع کو فقہ کو
لکھا ہے:

»میں تو یہ کہتا ہوں کہ عرفی کے قصاید کی شہرت سے عرفی کے کیا ہاتھ آیا، جو میرے
قصاید کے اشتہار سے مجھ کو قلع ہوگا۔ سعدی نے بوستان سے کیا پھل پایا، جو تم سنبلستان سے
پاؤ گے۔

اللہ کے سوا جو کچھ ہے، موهوم و معدوم ہے۔ نہ سخن ہے، نہ سخنور ہے، نہ قصیدہ
ہے، نہ قصد ہے۔ لاوجود الا اللہ»

۱۴ اپریل ۱۸۶۱ع کو مولانا رفعت بھوپالی کو لکھا ہے:

ہاز دیر باز بنظم و نثر نئی گرایم۔ نظم، خواہی پارسی و خواہی اردو، خواہیست فراموش۔
دلی کی بربادی کی یاد ابھی تک دل سے فراموش نہوتی تھی۔ ۲۳ مئی ۱۸۶۱ء کو مجروح
کے خط میں انتہائی دردناک الفاظ میں فرماتے ہیں:

نظام الدین ممنون کہاں؟ ذوق کہاں؟ مومن خاں کہاں؟ ایک آزرده، سوخاموش، دوسرا غالب،
وہ بے خود و مدہوش۔ نہ سختوری رہی، نہ سختدانی۔ کس برتے پر بتا پانی۔ ہاے دلی! وائے
دلی! بھاز میں جانے دلی!

۲۷ جولائی ۱۸۶۲ء کے بعد کسی تاریخ کو علانی کو لکھتے ہیں:
”بھائی، تمہارا باپ بد گمان ہے۔ یعنی، مجھ کو زندہ سمجھتا ہے۔ میرا سلام کہو اور یہ شعر
میرا پڑھا سناؤ:

گمان زیست بود بر منت ز بیدردی بد است مرگ، ولی بدتر از گمان تو نیست
مجھے کافور و کفن کی فکر پڑ رہی ہے، وہ ستمگر شعر و سخن کا طالب ہے۔ زندہ ہوتا
تو وہیں کیوں نہ چلا آتا۔ مجھ پر سے یہ تکلیف اٹھالو، اور تم اس زمین میں چند شعر کہہ
کر بھیج دو۔ میں اصلاح دے کر بھیج دوں گا۔ عصائے پر بجائے پر۔
اگلے سال تک ترکِ شعر گوئی نے تنفر کی شکل اختیار کر لی، اور ۱۹ جون ۱۸۶۳ء کو
میرزا صاحب نے جنون بریلوی کو صاف لکھ دیا کہ:

”کتاب سے نفرت، شعر سے نفرت، جسم سے نفرت، روح سے نفرت۔
اور جب تفتہ نے کسی غزل کی اصلاح کے سلسلے میں لکھا کہ آپ مجھے ایک مطلع لکھ
دیجئے، تو انہیں طنز یہ لکھا:
”سبحان اللہ! تم جانتے ہو کہ میں اب دو مصرعے موزوں کرنے پر قادر ہوں، جو مجھ
سے مطلع مانگتے ہو؟“

۱ جنوری ۱۸۶۴ء کو جنون بریلوی کے خط میں افسوس کرتے ہوئے تحریر کیا:
”اگر مجھے قوتِ ناطقہ پر تصرف باقی رہا ہوتا، تو قصیدے کی تعریف میں ایک قطعہ اور
حضرت کی مدح میں ایک قصیدہ لکھتا۔“

۱۸۶۴ع میں میرزا صاحب کی یہ حالت ہو گئی کہ انہوں نے تفتہ کو لکھا کہ شعر کے فن سے گویا کبھی مناسبت نہ تھی۔^۱ اور پھر ایک موقع پر برہم ہو کر ارشاد فرمایا:
 وکس ملعون نے بسببِ ذوقِ شعر اشعار کی اصلاح منظور رکھی؟ اگر میں شعر سے ہزار
 نہوں، تو میرا خدا مجھ سے ہزارا۔

دسمبر ۱۸۶۵ع میں علائی کی فرمائش پر ۶ شعر لکھ کر بھیجے اور خط میں لکھا:
 دہائی کیا کہوں کہ کس مصیبت سے یہ چہ بیتیں ہاتھ آئی ہیں، اور وہ بھی بلند رتبہ
 نہیں۔۔

مگر یہ واقعہ ہے کہ میرزا صاحب نے ابتلا کے زمانے میں، جو اُن کی ادبی عمر کا تقریباً
 آدھا حصہ ہے، جو کچھ بھی کہا ہے اُس میں پختگی، سنجیدہ ظرافت، اُچھتی ہوئی اُفتادگی اور
 موہ لینے والی سادگی و پرکاری پوری طرح نمایاں ہے، اور یہی ہے کلام کا وہ درجہ جسے
 اصطلاحاً 'سہلِ منتع' کہا جاتا ہے۔ چنانچہ آخرِ عمر میں انہیں اس کا احساس ہو گیا تھا اور اس
 لیے اپنے کلام کے رتبے اور اُس کی آئندہ مقبولیت کے پیش نظر انہوں نے شاکر کو لکھ
 دیا تھا:

نظم و نثر کی قلمرو کا انتظام ایزدِ دانا و توانا کی اعانت سے خوب ہو چکا۔ اگر اُس
 نے چاہا، تو قیامت تک میرا نام و نشان باقی و قائم رہے گا۔

جدید ترتیب دیوان

اپنی قلمرو سخن کے آئین، یعنی دواونِ فارسی و اردو کو میرزا صاحب زندگی بھر دستی اور
 مشینی دونوں ذرائع سے شائع کرتے رہے۔ اسی لیے اُن کے فارسی و اردو کلام کے 'خود
 اشاعت' نسخے خاصی تعداد میں ملتے ہیں۔ بظاہر یہ خیال ہوتا ہے کہ وہ جس دیوان کو اپنے
 نخلستانِ فرہنگ کا 'برگِ دژم' قرار دیتے تھے، اُس کی اشاعت میں بمقابلہ دیوانِ فارسی کم سرگرم
 کار رہے ہوں گے، لیکن واقعہ اس کے بالکل برخلاف ہے۔ اطرافِ ملک سے اسی برگِ دژم
 کی مانگ زیادہ آتی تھی، اور اسی لیے اس کی ترمیم، تصحیح، نقل اور تزئین میں انہیں مشغولیت
 بھی زیادہ رہتی تھی۔

میرزا صاحب کے بعد اُن کے ہوا خواہوں نے بھی اسی آئین کی اشاعت اور تشریح و توضیح کی طرف زیادہ توجہ کی۔ منشی نوالکشور کے تین آنے چھ پائی کے سستے نسخے سے ایک سو بارہ روپے کے چغتائی ایڈیشن تک اسی کی ہزاروں کاپیاں دنیا بھر میں پھیلیں، اور خواجہ حالی مرحوم کی توضیح اشعار سے شروع کر کے مولانا غلام رسول مہر کی نازہ شرح اشعار غالب تک متعدد شرحیں اسی کی شائع ہوئیں۔

میرزا صاحب کی زندگی میں جو نسخے چھپے، وہ اُنہیں پسند نہ آئے، اور اُنہوں نے دہلی کے چھاپے خانوں کے متعلق یہاں تک لکھ دیا کہ »دلی پر اور اُس کے پائی پر اور اُس کے چھاپے پر لعنت!« لیکن پہلے چالیس پینتالیس برس کے اندر ایسے متعدد ایڈیشن نکل چکے ہیں، جو حسن و جمال میں لالہ زار اور کشت زعفران نظر آتے ہیں اور اس لیے اُن کی یہ حسرت کہ »ہاں! لکھنؤ کے چھاپے خانے نے جس کا دیوان چھاپا اُس کو آسمان پر چڑھا دیا۔ حسن خط سے الفاظ کو چمکا دیا، اُن کی خواہش سے زیادہ پوری ہو گئی۔

ان سب اشاعتوں کے مشتملات اور اُن کی ترتیب میرزا صاحب کی زندگی کے مطبوعہ نسخہ نظامی کانپور کے مطابق تھی۔ سب سے پہلے مولانا نظامی بدایونی نے ۱۳۴۱ھ (۱۹۲۲ع) کے ایڈیشن میں رام پور کے قلمی نسخہ دیوان غالب سے جو منشی احمد علی شوق قدوائی کے پاس تھا اور اب خدا جانے کہاں ہے، مقابلہ کر کے زیادہ صحیح اور معتبر متن پیش کیا۔ اس سے کچھ ہی قبل مفتی انوار الحق نے نئی ترتیب کی طرف اُنہایا، اور غالب کا کُل اُردو کلام ایک خاص ترتیب سے »نسخہ حمیدہ« کے نام سے ۱۹۲۱ع میں شائع کیا۔ بعد ازاں ۱۹۲۸ع میں ڈاکٹر عبداللطیف صاحب حیدرآبادی نے کلام غالب کو تاریخی ترتیب سے مطالعہ کرنے کی ضرورت کا احساس کر کے بڑے دیوان کو تاریخ وار مرتب کیا۔ مگر اُن کے مرتبہ نسخے کی طباعت مکمل نہ ہو سکی اور جتنا طبع ہوا وہ بھی ایک حادثے کی نذر ہو گیا۔ البتہ درمیانی اوراق کے چند اجزا کے پروف کسی طرح محفوظ رہ گئے تھے جو مجھے سید تمکین کاظمی مرحوم سے حاصل ہوئے۔

۱۹۳۶ع میں شیخ محمد اکرام صاحب نے بھی کلام غالب کو تاریخ وار مرتب کرنے کا کام انجام دیا، اور اُردو کلام کے ساتھ فارسی اشعار کو بھی مختلف ادوار پر مرتب کر کے اپنی کتاب »غالب نامہ«

کے جزو کی حیثیت سے پیش کیا۔ مگر اس میں ایک تو تصحیح اشعار کا کام نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ دوسرے متداول حصے کو ایک جگہ نہیں رکھا گیا تھا، جس سے اصل دیوان میں انتشار پیدا ہو گیا تھا۔

۱۹۳۸ع میں پرزادہ محمد حنیف صاحب نے ایک نسخہ شائع کیا، جو ۱۸۴۷ع کے مطبوعہ ایڈیشن پر مبنی تھا۔ اس میں تمام اصنافِ سخن کو ردیف وار اس طرح مرتب کیا گیا تھا کہ ردیفِ الف کے سب اشعار، خواہ غزل کے ہوں یا کسی دوسری صنف کے، ایک جگہ جمع ہو گئے تھے۔ اس صورتِ حال نے اُن کے نسخے کو شترگرہ کر دیا تھا، اور وہ انڈکس ہو کر رہ گیا تھا۔

کتاب خانہ رام پور کی طرف سے ۱۹۴۲ع میں "انتخابِ غالب" شائع ہوا، تو ملک کے اہلِ نظر طبقے نے اس کام کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا، اور ایک دیدہ ور عالم نے مرتب سے فرمایش کی کہ انتخاب کے انداز پر غالب کے مکمل دیوان کا بھی ایک نسخہ تیار کیا جائے۔ مرتب اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ کام "جوئے شیر" لانے سے کم ثابت نہ ہوگا۔ مگر اس بزرگانہ خواہش کی پشت پر وہ دلچسپی بھی کام کر رہی تھی، جو اُسے پہن سے کلامِ غالب سے ہے۔ اس لیے اس کا وعدہ کر لیا اور کئی برس کی دیدہ ریزی کے بعد یہ نسخہ مرتب کیا، جو پہلی بار ۱۹۵۸ع میں ملک کے اربابِ فضل و کمال کے سامنے آیا اور پسند کیا گیا۔ اب مزید معلومات کے اضافے کے ساتھ دوسری بار پیش ہو رہا ہے۔

❦ مشتملاتِ نسخۂ عرشہ ❦

اس نسخے میں میرزا صاحب کا وہ سب اردو کلام شامل ہے، جو اب تک اُن کے نام سے شائع ہوا تھا، یا مجھے اپنے مطالعے اور دوستوں کے لطف و کرم سے حاصل ہوا ہے۔ میں نے اسے حسبِ ذیل چار حصوں میں تقسیم کیا ہے:

(۱) گنجینہ معنی: اس حصے میں وہ تمام اشعار مندرج ہیں، جو نسخۂ بھوپال اور نسخۂ شیرانی میں تو موجود تھے، مگر ۱۲۴۸ھ (۱۸۳۳ع) کے مرتب کیے ہوئے دیوان سے میرزا صاحب نے خارج کر کے یہ لکھ دیا تھا کہ:

”امید کہ سخن سرایانِ سخنورستای پراگندہ ایاتی را کہ خارج ازین اوراق یابند، از آثار تراوشِ رگِ کلکِ این نامہ بہاہ نشناسند، و جامہ گردآور را در ستایش و نکوہش آن اشعارِ ممنون و ماخوذ نسکالند۔“

چونکہ اس حصے کے تقریباً سب شعر خیال آرائی اور معنی آفرینی کے طلسمی نمونے ہیں، اس لیے میرزا صاحب کے شعر:

گنجینہ معنی کا طلسم اُس کو سمجھیے جو لفظ کا، غالب، مرے اشعار میں آوے
کے پیش نظر اس حصے کو ”گنجینہ معنی“ قرار دیا گیا ہے۔

(۲) نوائے سروش: یہ حصہ اُس کلام پر مشتمل ہے جو میرزا صاحب نے اپنی زندگی میں لکھوا اور چھپوا کر تقسیم کیا تھا اور جو عام طور پر ”دیوانِ غالب“ کے نام سے متداول اور مشہور ہے۔ یہی وہ کلام ہے جس کے بارے میں میرزا صاحب نے یہ دعوا کیا تھا کہ:

آنے میں غیب سے یہ مضامین خیال میں غالب، صریرِ خامہ نوائے سروش ہے
اس لیے اسے ”نوائے سروش“ سے موسوم کیا گیا ہے۔

(۳) یادگارِ نالہ: اس جزو میں وہ کلام رکھا گیا ہے، جو دیوانِ غالب کے کسی نسخے کے متن میں تو نہ تھا، لیکن بعض نسخوں کے حاشیوں یا خانے میں، یا میرزا صاحب کے خطوط کے اندر، یا اُن کے نام سے دوسروں کی بیاضوں میں پایا گیا تھا، اور وقتاً فوقتاً اخبارات و رسائل میں چھپ کر اہلِ ذوق تک پہنچ چکا تھا۔ میرزا صاحب کا ایک شعر ہے:

نالہ دل نے دیے اوراقِ لختِ دل یاد یادگارِ نالہ، یک دیوانِ بے شیرازہ تھا

چونکہ حصہ زیر بحث میں اُن کے اوراقِ لختِ دل کی شیرازہ بندی ہے، اس لیے اس حصے کو ”یادگارِ نالہ“ کہنے میں گویا میرزا صاحب کی تائید حاصل ہو جاتی ہے۔ اس حصے میں وہ اشعار بھی ہیں جو میری دانست میں معتبر ہیں اور وہ بھی جنہیں میں کلامِ غالب مانتے کو اُس وقت تک آمادہ نہیں جب تک کوئی مستند شہادت نہ مل جائے، چاہے اپنے انداز کے اعتبار سے وہ مستند اشعار سے کتنے ہی ملتے جلتے کیوں نہ ہوں۔ مثلاً اس حصے کے نمبر

۷، ۸، ۱۰، ۲۴، ۳۲، ۳۳، ۳۸، ۵۳، ۵۵-۵۷ اور ۶۹ کے کلامِ غالب ہونے میں مجھے شک ہے۔ ہمیں آسی مرحوم کی غالب کے نام سے شائع کردہ غزلیں، تو انہیں قطعی طور پر کلامِ غالب نہیں کہا جاسکتا، اس لیے انہیں خارج کر دیا گیا ہے۔

(۴) باد آورد: اس حصے میں نسخۂ عرشی زادہ کے ذریعے سے دریافت شدہ کلام شامل کیا گیا ہے۔ اس نسخے کا پتا ایسے وقت چلا کہ نسخۂ عرشی کا متن طبع ہو چکا تھا۔ صرف ایک آدھ جزو چھپنے سے باقی رہ گیا تھا۔ اس لیے اسے آخر میں شامل کرنا ممکن ہو سکا۔ اگر اس کا بروقت علم ہو گیا ہوتا، تو یہ کلام گنجینۂ معنی کا حصہ ہوتا۔ اب اگلے ایڈیشن ہی میں اس کا اندراج صحیح مقام پر ہو سکے گا۔ چونکہ یہ دریافت غیر متوقع طور پر ہوئی تھی، اس لیے اس حصے کا نام »باد آورد« رکھا گیا ہے۔

نسخۂ عرشی کی ترتیب

دیوانِ غالب کے تمام نسخوں میں مختلف اصنافِ شعر کی ترتیب یہ ہے:
دیباچہ، غزلیات، قصائد، مثنوی، قطعات، رباعیات، تقریظ۔

یہ ترتیب، سنتِ شعرا ہی کے خلاف نہیں، نسخۂ رام پور سے بھی مطابقت نہیں رکھتی، جو دیوان کا آخری مستند ایڈیشن ہے۔ اس لیے میں نے اپنے نسخے کی ترتیب نسخۂ رام پور کے انداز پر یہ رکھی ہے:

دیباچہ، قطعات، مثنوی، قصائد، غزلیات، رباعیات، تقریظ۔

بعد ازاں ہر حصے کے اصناف کو جداگانہ تاریخ وار مرتب کیا ہے۔ اور جہاں تک غزلوں کا تعلق ہے، ہر ردیف کی غزلوں کو الگ حصہ قرار دے کر انہیں تاریخی حیثیت سے آگے پیچھے رکھا ہے۔ میرزا صاحب نے نسخۂ بھوپال کے متن کی اکثر غزلوں میں ۱۲۳۷ھ کے بعد تیسے شعر بڑھائے تھے۔ بعض دوسرے نسخوں میں بھی اس قسم کے اضافے پائے جاتے ہیں۔ ان اشعار کو مذکورہ غزلوں سے جدا کر کے ان کی تاریخی جگہ پر رکھنے کی جرات نہیں کی، کہ اس طرح غزلوں کے ٹکڑے ہو جائے۔ ہاں، انہیں دوسرے اشعار سے ممتاز ضرور کر دیا ہے، اور اس غرض کے لیے اس طرح کا پھول (۵) شعر کے محاذ میں بنادیا ہے۔

میری کوشش تو یہی رہی کہ دیوان کے تمام اشعار کی واقعی یا تقریبی تاریخِ نظم کا پتا چل جائے، مگر عام حالات میں اکثر شعروں کا صرف تاریخی تہد متعین ہوسکا ہے۔ اس کام میں دیوانِ غالب کے اُن نسخوں سے بھی مدد ملی ہے جو مختلف زمانوں میں لکھے گئے یا چھپ کر شائع ہوئے تھے، اور تاریخوں، تذکروں، معاصر شاعروں کے دواوین اور قدیم و جدید اخباروں اور رسالوں سے بھی استفادہ کیا ہے۔

یہاں یہ بتادینا ضروری ہے کہ نسخہ حیدرہ سے مخطوطہ بھوپال کی غزلیات کی صحیح ترتیب معلوم نہیں ہوئی۔ پروفیسر حید احمد خاں صاحب نے اپنی بار ۱۹۶۹ع میں اس نسخے کا کلام اصل ترتیب کے ساتھ شائع کیا ہے۔ نسخہ عرشی زادہ سے ترتیبِ کلام کے بارے میں اور بھی قدیم معلومات سامنے آئی ہیں۔ اس کے باعث نسخہ بھوپال تک کا کلام از سر نو ترتیب کا متقاضی ہے۔ یہ کام انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں کیا جائے گا۔

❦ اختلاف نسخہ ❦

دوسری تمام کتابوں کی طرح دیوانِ غالب کے سب نسخوں کا متن بھی یکساں نہیں۔ ان میں کتابت کی غلطیاں بھی ہیں اور خرد میرزا صاحب کی ترمیمیں اور اصلاحیں بھی۔ اختلافات نسخہ شاعر کی دماغی رفتار کے تمام نقوش و آثار پر مشتمل ہونے کے باعث خصوصی توجہ کے مستحق تھے۔ اس لیے نسخہ بھوپال سے شروع کر کے انتخابِ غالب اردو کے مسودے تک ہر اصلاح کو بصورتِ حواشی ضبطِ تحریر میں لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ جیسا کہ بیان ہوا، نسخہ عرشی زادہ متنِ دیوان کی طباعت کے بعد دستیاب ہوا تھا، اس لیے اس سے متعلق معلومات کو استدراک کے تحت عرشی زادہ نے مرتب کر دیا ہے جو الگ باب کی حیثیت سے شامل ہے۔

جہاں تک نسخہ عرشی کے متن کا تعلق ہے، اس میں میرزا صاحب کی آخری اصلاح پیش کی گئی ہے، اور باقی ترمیموں کو اختلافِ نسخہ میں جگہ دی ہے۔ لیکن کہیں کہیں کسی خاص وجہ سے اس کے خلاف بھی عمل میں آیا ہے۔ مثلاً میں نے اس امر کی بھی سعی کی ہے کہ میرزا صاحب نے آخری زمانے میں اپنے کلام میں جو اصلاح کی ہے اُسے خوش ذوقی کے پیمانے سے بھی ناپوں۔ اگر میری دانست میں اُن کی یہ سعی خوب کو خوب تر

بنانے والی معلوم ہوئی ہے، تو اُسے متن میں رکھا ہے۔ ورنہ متن کے اندر پرانے لفظوں کو برقرار رکھ کر حاشیے میں اصلاح کا تذکرہ کر دیا ہے۔ بظاہر یہ اصول ترتیب و تصحیح سے انحراف ہے۔ مگر آخر اصول میں کسی قدر لچک بھی تو ہوا کرتی ہے۔ میرزا صاحب کا مشہور شعر ہے:

ہے صاعقہ و شعلہ و سیلاب کا عالم

آنا ہی سمجھ میں مری آنا نہیں، گو آئے

نسخہ رام پور جدید کی جو نقل ۱۸۶۳ع میں منشی شیونرائن کے اہتمام سے چھپی ہے، اُس میں پہلا مصرع یوں ہے:

ہے زلزلہ و صرصر و سیلاب کا عالم

میری دانست میں اس شعر پر یہ اُن کی آخری اصلاح ہے۔ مگر پہلی بات تو یہ کہ جدید مصرع شعر کے مصرع ثانی سے زیادہ میل نہیں کھاتا۔ مصرع ثانی میں محبوب کی آمد کی حیثیت ایک چھلاوے کی سی ظاہر کی گئی ہے۔ یعنی وہ دم بھر میں نظر آ کر غائب ہو جاتا ہے۔ یہ کیفیت قدیم مصرع سے بخوبی ظاہر ہوتی ہے، اصلاحی شکل سے نہیں ہوتی۔ زلزلے، صرصر اور سیلاب کے گزرنے پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اگرچہ وہ آیا مگر اُس کا آنا معلوم ہی نہ ہوا، اس لیے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے گرد و پیش کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتا ہے اور نتیجے میں تباہی و بربادی کے ایسے نقوش چھوڑ جاتا ہے جو مدتوں تک باقی رہتے ہیں۔ اس کے برخلاف صاعقہ، شعلہ اور سیلاب کا جلوہ دم بھر کا ہوتا ہے۔ مزید برآں مجھے محبوب کے لیے تباہ کاری و بربادی کا نقشہ پسند نہ آیا۔ محبوب کی شوخ طبعی اور سیلاب مزاجی کے ذکر میں جو لطف ہے وہ اُس کے ظلم و جور کے بیان میں کہاں۔ اس بات کو اُنہوں نے دوسری جگہ یوں کہا ہے:

بجلی اک کوند گئی آنکھوں کے آکے تو کیا

بات کرتے کہ میں لب تشنہ تقریر بھی تھا

اسی لیے میں نے پرانے لفظوں کو متن میں اور اصلاحی شکل کو حاشیے میں جگہ دی ہے اور متوقع ہوں کہ اصول متعارفہ سے اس انحراف کو پسند فرمایا جائے گا۔

زیر مطالعہ نسخے

اس ایڈیشن کی تیاری میں دیوان کے جن قلمی اور مطبوعہ نسخوں سے مدد ملی ہے اُن کی کیفیت حسبِ ذیل ہے:

الف : قلمی نسخے

۱ - نسخہ عرشی زادہ - اس کی علامت عر ھ -

دیوانِ غالب کے قلمی نسخوں میں یہ نسخہ سب سے قدیم اور کاملاً بخطرِ غالب ہونے کی وجہ سے معتبر اور اس لیے سب سے افضل اور اہم ہے۔ یہ ۵ اپریل ۱۹۶۹ ع کو بھوپال میں دریافت ہوا۔ اور یکم مئی ۱۹۶۹ ع کو مجھے اس کے مطالعے کا موقع ملا۔ اس نسخے میں ۶۳ ورق ہیں۔ ورق ۱ الف سادہ اور بے نشان ہے۔ ورق ۶۳ ب بھی سادہ تھا، جس پر بعد میں چند الفاظ بخطِ غالب اور تین شعر حاشیے کی غزلوں والے خط میں درج ہوئے ہیں۔ کہیں صفحے یا ورق کا نمبر نہیں ڈالا گیا ہے۔ رکاب بھی صرف ابتدائی تین صفحات پر ہے۔ کاغذ دیسی ہاتھ کا بنا ہوا ہے۔ اشعار کا اندراج ترجہا بیاض نما ہے۔ مکتوبہ حصے کا طول ۶،۴ اور عرض ۴،۲ انچ ہے۔ اگر حاشیے کو بھی ناپ میں شامل کرایا جائے، تو طول ۹ انچ اور عرض ۶،۲ انچ ہو جاتا ہے۔ مکمل متن نہایت خوش خط شفیعا ہے۔ روشنائی سیاہ ہے۔ پیشانی کتاب کی عبارت ہے:

یا علی المرتضیٰ علیہ و علی اولادہ الصلوٰۃ والسلام

یا حسن بسم اللہ الرحمن الرحیم یا حسین

ابوالمعالی میرزا عبدالقادر بیدل رضی اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم کے علاوہ تمام عبارت شجرِ ف سے لکھی گئی ہے۔ تخلص کے لیے ہر جگہ بیاض چھوڑی تھی، تاکہ تکمیل کتابت کے بعد ان مقامات کو شجرِ ف روشنائی سے پُر کر دیا جائے۔ مگر بعد میں یہ اہتمام صرف ورق ۲ ب کالم ۱ تک ہی ہوسکا ہے۔ باقی ماندہ مقامات یا تو سادہ رہ گئے یا تخلص سیاہ روشنائی سے لکھ دیا گیا۔

اس نسخے میں غزلوں کی تعداد ۲۵۴ ہے، جن میں سے ۲۴۰ متن میں مندرج ہیں۔ حاشیے

کی غزلیں دو مختلف خطوں میں ہیں۔ ان میں سے ردیف ن کی ایک غزل مکرر نقل ہوئی ہے۔ اردو رباعیاں گیارہ ہیں۔ مگر خدا جانے کیوں۔ فارسی کی ۱۳ رباعیاں بھی اردو رباعیوں سے قبل تحریر کی گئی ہیں۔

اس نسخے کی پہلی غزل: نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا، ورق ۱ ب پر اور آخری غزل: سوختگان کی خاک میں ریزشِ نقشِ داغ ہے، ورق ۶۰ ب پر ہے۔ اس کے مقطع کے بعد ورق ۶۱ الف پر لکھا ہے: تمام شد غزلیات بعونہ تعالٰی فقط۔ آئندہ کالم سے عنوانِ صحیفہ رباعیات، لکھ کر فارسی رباعیات شروع کی ہیں۔ ورق ۶۲ الف کے آخری کالم سے اردو رباعیاں شروع ہوئی ہیں، جن کا اختتام تمت تمام شد کے ساتھ ورق ۶۳ الف پر ہوتا ہے۔ اس کے بعد چار سطری ترقیمہ ہے۔

اس نسخے کے متن کے اردو اشعار کی تعداد بتفصیل ذیل ہے:

غزلیات

| | | | | | | | |
|-----|-----|---|----|---|----|---|-----|
| الف | ۳۱۲ | ح | ۵ | ع | ۱۰ | م | ۳۵ |
| ب | ۱۲ | د | ۲۸ | غ | ۱۱ | ن | ۱۶۲ |
| ت | ۱۱ | ر | ۴۴ | ف | ۱۱ | و | ۴۱ |
| ث | ۱۳ | ز | ۴۴ | ك | ۵ | ہ | ۵۰ |
| ج | ۱۴ | س | ۱۶ | گ | ۸ | ی | ۶۴۸ |
| چ | ۱۴ | ش | ۱۴ | ل | ۳۳ | | |

رباعیات ۲۲

۱۵۶۳

متن کے علاوہ ردیف، الف، ع، گ، اور واو میں ایک ایک، اور ی میں تین، کل سات شعر بخطِ متن حاشیوں میں یا بین السطور میں بڑھائے گئے ہیں۔ جو غزلیں حاشیوں پر بخطِ ذیل اضافہ کی گئی ہیں، وہ ردیف ن، و اور ی کی ہیں۔ ان کے اشعار کی کل تعداد ۱۲۲ ہے۔ ان میں ردیف ن کی ایک غزل مکرر ہے، اس لیے اس کے اشعار کو شمار نہیں کیا گیا۔ ردیف ی کی ایک غزل

کے تین ابتدائی شعر: مہار، کیے ہوئے، مڑگاں کیے ہوئے، اور گریاں کیے ہوئے، کسی وقت جلد بند کی تراش میں ضائع ہو گئے ہیں۔ انہیں بھی شمار کیا جائے، تو اشعار کی تعداد ۱۲۵ ہو جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس نسخے میں بخطِ متن ۱۵۷۰ اردو شعر ہیں، جن کی تعداد بخطِ غیر اشعار کو شامل کر کے (۱۲۲ + ۱۵۷۰) ۱۶۹۲ ہوتی ہے۔ اور اگر ضائع شدہ مذکورہ اشعار بھی موجود ہوتے، تو یہ تعداد (۱۲۵ + ۱۵۷۰) ۱۶۹۵ ہو جاتی۔

میرزا صاحب نے ورق ۲۸ الف پر ردیفِ نون کی غزل کے ایک شعر "تماشا کہ... تمنا سے ہم دیکھتے ہیں، کے بعد "تا اس جا نوشتہ ام، اور آئندہ شعر "سراغِ تَفِ نالہ... نقشِ قدم دیکھتے ہیں، سے پہلے "ازیں جا شروع" لکھا ہے، جو زیرِ بحث مخطوطے سے تیار ہونے والے آئندہ نسخے میں تکرارِ نقل سے بچنے کی غرض سے ہے۔ متعدد غزلوں پر صاد بنایا گیا ہے، اور یہ علامت دو غزلوں پر شجرفی اور باقی مقامات پر سیاہ ہے۔

غزلوں میں سے ۲۵ غیر مطبوعہ ہیں۔ ان میں سے ایک غزل "..... دمِ چند رہا، پہلے سے معلوم تھی۔ مگر تذکرہ ہمیشہ بہار کے غلط انتساب نے اس کا کلامِ غالب ہونا مشکوک بنا دیا تھا۔ اب زیرِ بحث نسخے میں اس کی موجودگی سے یہ شک دور ہو گیا۔ ۱۲ غزلوں پر خطِ تفسیح کھینچ دیا گیا ہے، جو اس کی علامت ہے کہ اس سے جو نسخہ نقل کیا جائے اُس میں یہ غزلیں شامل نہ ہوں۔ مگر ایک قلزد غزل آئندہ نقل ہوئی ہے۔ دو غزلوں کو نظری قرار دیا ہے، تاہم یہ نسخہ بھرپال میں موجود ہیں۔ مطبوعہ غزلوں میں بھی ۲۲ نئے شعر دستیاب ہوئے ہیں۔ یہ سارا غیر معروف کلام بباد آورد کے تحت اندراج پاچکا ہے۔ فارسی رباعیوں میں سے ۱۲ کلیاتِ نظم فارسی کے کسی قلی یا مطبوعہ نسخے میں موجود نہیں۔ ایک رباعی قدرے اختلاف کے ساتھ کلیاتِ فارسی میں شامل ہے۔

اس مخطوطے کا متن اور اصلاحات دونوں میرزا صاحب کی معروف املائی خصوصیات کی حامل ہیں۔ البتہ دو حرف ذ اور ط جنہیں میرزا صاحب نے عربی الاصل قرار دے کر فارسی الفاظ میں ترك کر دیا تھا، اس میں پائے جاتے ہیں، جو اس کا ثبوت ہیں کہ اُن کا یہ عقیدہ زیرِ بحث مخطوطے کی تکمیل کے بعد کا اختیار کردہ ہے۔ کئی مقامات پر میرزا صاحب

سے سہو بھی ہوا ہے، جس کی نشاندہی استدراک میں کی جا چکی ہے۔ حواشی کے اندراجات دو مختلف اشخاص کے قلم سے ہیں جو بدخط بھی ہیں اور املا کی غلطیاں بھی کرتے ہیں۔ یہ ان کی کم سواد کی دلیل ہے۔ مثالیں استدراک میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

یہ نسخہ از روئے زمانہ نسخۂ بھوپال سے مقدم ہے۔ اس دعوے کا ثبوت یہ ہے کہ جو غزلیں نسخۂ مذکور اور نسخۂ بھوپال میں مشترک ہیں، اُن کے مختلف شعروں کا متن زیر بحث نسخے میں پہلے اور تھا، بعد میں میرزا صاحب نے ترمیم کردی ہے۔ نسخۂ بھوپال میں وہ شعر ان ترمیم شدہ الفاظ کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ مثلاً

(۱) نسخۂ بھوپال میں ہے:

مطربِ دل نے مرے تارِ نفس سے، غالب ساز پر رشتہ ہے نغمۂ بیدل باندھا
نسخۂ زیر بحث میں مصرعِ اول پہلے یوں تھا:

وہ نفس ہوں کہ، آسد، زمزمۂ فرصت نے

پھر اُسے قلزد کر کے دوسرے مصرع کے نیچے لکھا:

وہ نفس ہوں کہ، آسد، مطربِ دل نے مجھ سے

نسخۂ بھوپال کا مصرع ان دونوں اصلاحوں کے بعد کہا گیا ہے۔ دوسرا مصرع نسخۂ زیر بحث میں پہلے اس طرح تھا: رشتہ بر ساز ہے نغمۂ بیدل باندھا۔ بعد ازاں اُسے ساز پر رشتہ، کر دیا جیسا کہ نسخۂ بھوپال میں ہے۔ اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ نسخۂ بھوپال کا متن بعد کا ہے۔

(۲) نسخۂ بھوپال کا شعر ہے:

اسیرِ بے زباں ہوں، کاشکہ صیادِ بے پروا بدامِ جوہرِ آئینہ ہو جاوے شکار اپنا
زیر بحث نسخے میں پہلے مصرعِ اول یوں تھا:

گرفتارانِ الفت بے زباں ہیں، کاش! صیادِ

پھر اُسے قلزد کر کے حاشیے پر لکھا ہے:

اسیرِ بے زباں ہوں، مگر صیادِ بے پروا

اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ نسخۂ بھوپال میں تیسری بار اصلاح ہوئی ہے۔

(۳) نسخۂ بھوپال میں ہے:

تمناے زباب محو سپاسِ بیزبانی ہے مٹا جس سے تقاضا شکوۂ بیدست و پائی کا
نسخۂ زیر بحث میں پہلے »بیزبانی ہا« تھا۔ اسے کاٹ کر »بے زبانی ہے« بنایا ہے۔ دوسرے
مصرع میں موجودہ نسخے کے اندر »مٹا« کی جگہ »گیا« ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بعد
کی اصلاح ہے۔

(۴) نسخۂ بھوپال میں ہے:

اُگی اک پنہ روزن سے بھی چشمِ سفید آخر حیا کو انتظارِ جلوہ ریزی کے کہیں پایا
نسخۂ زیر بحث میں پہلے یوں تھا:

اُگی چشمِ سفید از پنہ روزن، تماشا ہے

پھر آخری الفاظ قلزد کر کے جو متن قرار دیا نسخۂ بھوپال میں وہی نقل ہوا ہے۔
(۵) نسخۂ بھوپال میں ہے:

لکھی یاروں کی بدمستی نے میخانے کی پامالی ہوئی قطرہ فشانی ہاے سے بارانِ سنگ آخر
نسخۂ زیر بحث میں مصرعِ اول پہلے یوں تھا:

ز بدمستیِ مینوشاں ہوا ویرانہ سے خانہ

اسے قلزد کر کے حاشیے پر وہ مصرع لکھا ہے جو نسخۂ بھوپال کے متن میں ہے۔

اس مخطوطے کے نسخۂ بھوپال سے اقدم ہونے کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ اس کی ہر غزل
میں اسد تخلص نظم کیا گیا ہے۔ غالب تخلص کی ایک غزل بھی متن کے اندر نظر نہیں آتی۔ اس
کے برخلاف نسخۂ بھوپال میں دونوں تخلص استعمال ہوئے ہیں۔ ہاں اس نسخے کے کچھ مقطعوں
میں میرزا صاحب نے اصلاح کرتے ہوئے بجائے اسد کے غالب تخلص ڈالا ہے۔ نسخۂ بھوپال میں
ایک دو کے علاوہ یہ سب مقطع غالب تخلص کے ساتھ نقل ہوئے ہیں، جو اس بات کا ثبوت ہے
کہ نسخۂ بھوپال، نسخۂ زیر بحث کے بعد کا ہے۔ مثلاً:

(۱) نسخۂ زیر بحث میں پہلے تھا:

شمع ہوں، تو بزم میں جا پاؤں مانندِ اسد بے محل، اے مجلسِ آراے نجف، جلنا ہوں میں

بعد ازاں »مانندِ اسد« قلمزد کر کے اوپر لکھا: »غالب کی طرح«۔ نسخۂ بھوپال میں یہ آخری شکل ملتی ہے۔

(۲) نسخۂ زیر بحث میں پہلے تھا:

جنونِ فرقتِ یارانِ رفته ہے کہ اسد بہ رنگِ دشتِ دلِ پُر غبار رکھتے ہیں

بعد ازاں »کہ اسد« کی جگہ غالب بنا دیا۔ نسخۂ بھوپال میں غالب ہی ہے۔

(۳) نسخۂ زیر بحث میں پہلے تھا:

اسد، وہ گل کرے جس گلستان میں جلوہ فرمائی چشکنا غنچۂ گل کا صدائے خندۂ دل ہے

اس کے بعد مصرعِ اول کو قلمزد کر کے حاشیے پر لکھا ہے:

وہ گل جس گلستان میں جلوہ فرمائی کرے، غالب

نسخۂ بھوپال میں یہی مصرع نقل ہوا۔

(۴) نسخۂ زیر بحث میں پہلے تھا۔

وہ دیکھ کے حسن اپنا ہوتا ہے، اسد، مغرور صد جلوۂ آئینہ یک صبحِ جدائی ہے

پھر »اسد مغرور« کو قلمزد کر کے بین السطور میں لکھا: »مغرور ہوا غالب«۔ نسخۂ بھوپال میں

یہی الفاظ ملتے ہیں۔

(۵) نسخۂ زیر بحث میں پہلے تھا:

اسد، اس فصل میں کوتاہی نشو و نما سمجھو اگر گل بر قدرِ شمشاد پیراں نہ ہو جاوے

پھر اس کو یوں کر دیا:

سمجھ اس فصل میں کوتاہی نشو و نما، غالب اگر گل سرو کے قامت پہ پیراں نہ ہو جاوے

اوپر جو کچھ میں نے عرض کیا ہے اُس سے یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ نسخۂ زیر بحث

زمانے کے لحاظ سے نسخۂ بھوپال سے پُرانا ہے، اور یہ کہ اس میں میرزا صاحب کی ترمیمیں

بھی ہیں، جس کا یہ مطلب نکلتا ہے کہ یہ خود شاعر کا نسخہ ہے۔

اس نسخے کے آخر میں حسبِ ذیل ترقیمہ ہے:

»تاریخ چہاردم رجب المرجب یومِ سہ شنبہ سنہ ہجری وقتِ دوپہر روزِ باقی ماندہ فقیرِ بیدل

اسد اللہ خاں عرف مرزا نوشہ متخلص بہ اسد عفی اللہ عنہ از تحریر دیوان حسرت عنوان خود فراغت یافتہ بہ فکر کاوش مضامین دیگر رجوع بخیال روح میرزا علیہ الرحۃ آورد۔ فقط۔

اس عبارت سے صراحت کے ساتھ معلوم ہو جاتا ہے کہ نسخہ زیر بحث کی کتابت خود میرزا صاحب نے کی ہے اور یہ ایسا شرف ہے جو میرزا صاحب کے نا حال معلومہ قلمی نسخہ ہائے دیوان میں سے کسی کو بھی حاصل نہیں ہوا۔

منقولہ خاتمہ کے لفظ سنہ کے اوپر ہندسے لکھے ہوئے نہیں ہیں۔ میرزا صاحب نے ایسا کیوں کیا؟ اس کی مختلف وجوہ ہو سکتی ہیں۔ مثلاً: کتاب ختم کرتے وقت وہ سرخوشی کے عالم میں ہوں اور سنہ کا اندراج یاد نہ رہا ہو، یا تخلص کی طرح سال کے ہندسے بھی شنجرف سے لکھنے کا ارادہ ہو جو عمل میں نہ آسکا، یا ہندسوں کا لکھنا ہی غیر ضروری جانا ہو۔ یہ آخری صورت بھی اُس زمانے کی روش اور میرزا صاحب کے مزاج دونوں کے پیش نظر بعید از قیاس نہیں۔ بہر حال انہوں نے صراحت کردی ہے کہ منگل کے دن ۱۴ رجب کو اس کام سے فراغت پائی۔ ہمارے علم میں آچکا ہے کہ یہ نسخہ صفر ۱۲۳۷ھ (۱۸۲۱ع) سے پہلے کا ہے، جو نسخہ بھوپال کی تاریخ کتابت ہے۔ خود اس دیوان کے ورق ۴۱ الف کے بائیں حاشیے پر میرزا صاحب کے قلم کی یہ تحریر ہے: ولعل خاں بتاریخ اول صفر ۱۲۳۵ھ۔ در ماہ ۲ ربیع ۸ آنے، اس تحریر سے جہاں اُن کی جوانی کے ایک ملازم کا نام اور تنخواہ کا علم ہوتا ہے، وہاں یہ بھی یقین ہو جاتا ہے کہ دیوان مذکور یکم صفر ۱۲۳۵ھ سے پہلے کا مکتوبہ ہے۔ جنتری بتاتی ہے کہ اس سنہ سے چار برس پہلے ۱۲۳۱ھ میں منگل کے دن رجب کی چودہ تاریخ تھی۔ لہذا ہم باطمینان یہ کہہ سکتے ہیں کہ نسخہ مذکور، میرزا صاحب نے منگل ۱۴ رجب ۱۲۳۱ھ کو تمام کیا، جو ۱۱ جون ۱۸۱۶ع کے مطابق ہے۔

میرزا صاحب رجب ۱۲۱۲ھ میں پیدا ہوئے تھے، اور اس دیوان کے اتمام کے وقت اُن کی عمر قریباً ۱۹ برس کی ہوگی دیوان کی غزلوں کو پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ اتنی کم عمری میں خاصے مقامات پر شاعر کا تخیل کتنا گہرا اور طرز ادا کتنی دلاویز اور پختہ ہے۔ اگر نسخہ بھوپال کم نہ ہوا ہوتا، تب بھی یہ نسخہ اس لیے قابل قدر تسلیم کیا جاتا کہ یہ اقدم

۱۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، نو دریافت دیوان غالب کے سنہ کتابت کا مسئلہ از عرشی زادہ، ماہنامہ تحریک، دہلی، مارچ ۱۹۷۰ع۔

بھی تھا اور خود بقلمِ شاعر بھی۔ لیکن اب تو صرف یہی نسخہ ہے جو ہر لحاظ سے ہے بہا اور نایاب ہے۔

دو توجہ طلب امور اور عرض کردوں:

پہلا یہ کہ عنوان اور ترقیمہ دونوں میں میرزا ییدل کا عقیدت مندانہ ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابھی تک میرزا صاحب کے دل و دماغ پر ییدل کا پورا تسلط تھا۔

دوسرا یہ کہ کتاب کا آغاز حضرت علی اور حضراتِ حسنین کے اسماء گرامی سے ہوا ہے۔ نیز اندرونِ کتاب میں بھی حضرت علی کے اسمِ مبارک پر علیہ السلام کی علامت و بانی گئی ہے جو شیعہ عقیدے کے عین مطابق ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میرزا صاحب ۱۹ سال کی عمر سے پہلے ہی شیعہ ہو چکے تھے۔

۲۔ نسخہ بھوپال۔ اس کی علامت ق ہے۔

دیوانِ غالب کے معلومہ قلی نسخوں میں یہ دوسرے نمبر کا ہے^۱۔ میں نے کل ہند انجمن ترقی اردو کے اجلاسِ ناگپور (منعقدہ ۱۹-۲۰-۲۱ جنوری ۱۹۴۴ع) سے واپسی میں خاص اس نسخہ کو دیکھنے کے لیے بھوپال میں دو دن قیام کیا تھا۔ اس مختصر مدت میں اس گوہرِ بہا کی حالت بھی دیکھی اور جہاں تہاں سے اصل اور مطبوعہ نقل کا مقابلہ بھی کیا۔ حالت یہاں بیان کرتا ہوں۔ مقابلے کا نتیجہ حواشی و استدراک میں ملاحظہ فرمائیے۔

اس مخطوطے کا ناپ ۲۲ × ۲۹/۸ اور کاغذ عمدہ کشمیری ہے۔ جدولیں رنگین اور طلائی اور باریکا لاجوردی ہے۔ روشنائی سیاہ اور عنوانات شجر فی ہیں۔ تعدادِ اوراق ۷۵ اور مسطر گیارہ سطری ہے۔ ان اوراق کے علاوہ اول و آخر میں کھردرے دیسی کاغذ کے سادہ اوراق بھی ہیں جن پر تکمیلِ کتابت کے بعد کچھ اضافے کیے گئے ہیں۔

۱۔ سب سے پہلے اس نسخے کا علم سید سلیمان ندوی مرحوم کے شذراتِ معارف بابت ستمبر ۱۹۱۸ع سے ہوا تھا جس میں انہوں نے بتایا تھا کہ کتب خانہ حمید بہ بھوپال میں مولوی عبداللہ ندوی نے یہ انمول جواہر دیکھا۔ سید صاحب کی تحریر کے وقت یہ مخطوطہ عبدالرحمن بجنوری کے زیر مطالعہ تھا جو اسے انجمن ترقی اردو کی طرف سے اشاعت کے لیے مرتب کر رہے تھے۔ چنانچہ معارف نے بھی بجنوری سے اس نسخے کے بارے میں مضمون کی فرمائش کی تھی۔ لیکن بجنوری مرحوم کی بے وقت موت کے باعث یہ دونوں کام انجام نہ پاسکے۔

شروع میں فوجدار محمد خاں بہادر کی مہر ہے، جس میں سنہ ۱۲۶۱ھ (۱۸۴۵ع) منقوش ہے۔ کھردرے کاغذ کے ابتدائی سادہ اوراق میں سے پہلے دو ورقوں پر وہ فارسی غیر منقوش خط نقل کیا گیا ہے جو میرزا صاحب نے مولانا فضل حق خیرآبادی کو لکھا تھا۔ ان دونوں ورقوں کے بعد دو اور انگریزی کاغذ کے ورق ہیں، ان بدیسی اوراق کی شمولیت بھوپال کا واقعہ معلوم ہوتی ہے۔ ان میں سے پہلے کے رُخ ب میں شمسے کے اندر لکھا ہے:

«دیوانِ ہذا من تصنیف میرزا نوشاہ دہلوی المتخلص بہ اسد۔ از کتبخانۂ سرکار فیض آثار عالی جاہ، عالم پناہ، میاں فوجدار محمد خاں بہادر، دام اقبالہ۔ قلمی۔ خوشخط۔»

دوسرے ورق کے رُخ الف میں شمسے کے اندر فوجدار محمد خاں کی بڑی مہر ہے، جس میں بخطِ طغرا «فوجدار محمد خاں بہادر» منقوش ہے۔ اس مہر کا سنہ ۱۲۶۱ھ ہے۔ اصل دیوان کے ورق ۱ الف پر انہیں صاحب کی دو چھوٹی مہریں ثبت ہیں، جن میں سنہ ۱۲۴۸ھ (۱۸۳۲ع) منقوش ہے۔ یہ مہر کتاب کے اندر بھی کئی جگہ نظر آتی ہے۔

دیوان کا آغاز رنگین اور طلائی لوح کے تحت ہوا ہے، اور شروع میں قصائد درج ہیں۔ سب سے پہلا قصیدہ فارسی کا ہے، جس کا آغاز ہے: «بہر ترویج جنابِ والیِ یوم الحساب۔» یہ قصیدہ ورق ۱ الف پر ختم ہو گیا ہے۔ اس کے بعد ۱ الف کی آخری سطر سے «قصیدۂ حیدری بہ تمجید بہارِ مغفرت» شروع ہوا ہے، جس کا آغاز ہے: «سازِ یک ذرہ نہیں فیضِ چمن سے بیکار۔» اس کا انجام ورق ۹ ب کی سطر ۲ پر ہوا ہے۔ اس کے بعد «ایضاً فی المنقبت» کے عنوان سے دوسرا اردو قصیدہ ملتا ہے، جس کا آغاز ہے: «نوڑے ہے عجزِ تک حوصلہ بر روئے زمیں۔» یہ قصیدہ ورق ۹ ب کی سطر ۳ سے شروع ہو کر ورق ۱۲ ب پر ختم ہوا ہے۔ اس کے بعد اسی عنوان سے تیسرا قصیدہ شروع ہوتا ہے، جس کا آغاز ہے: «جو نہ تقدیرِ داغِ دل کی کرے شعلہ پاسبانی۔» یہ ورق ۱۲ ب کی سطر ۶ سے شروع ہو کر ورق ۱۴ الف پر تمام ہوتا ہے۔ ورق ۱۵ ب سے دوسری رنگین اور طلائی لوح کے تحت غزائیں شروع ہوتی ہیں۔ اس پورے حصے میں دو غزلوں کے درمیان ایک سطر سادہ چھوڑی گئی ہے۔ اس صورتِ حال کی

- ۱۔ مرصوف الذکر، نواب غوث محمد خاں بہادر کے بیٹے اور نواب سکندر جہاں بیگم والیہ بھوپال کے چھوٹے ماموں تھے۔ انہوں نے ذبیحہ ۱۲۸۱ھ (مئی ۱۸۶۵ع) میں انتقال کیا ہے۔
- ۲۔ ملاحظہ ہو، کلیات نثر، پنج آئینہ: ۳۱۔
- ۳۔ ملاحظہ ہو، کلیات فارسی: ۴۷ جہاں یہ بعنوان «قطعہ ۶۰ فاتحہ» مندرج ہے۔

وجہ سے ہر صفحے پر بالعموم دس شعر نقل ہوئے ہیں۔ ان سادہ جگہوں میں معمولی خط میں، جگہ جگہ دوا، لکھا گیا ہے۔

آخر میں کاتب نسخہ نے شنجرفی روشنائی سے لکھا ہے:

دیوان من تصنیف مرزا صاحب و قبلہ المتخلص بہ اسد و غالب، سلمہم ربہم، علی ید العبد المذنب حافظ معین الدین بنساریخ پنجم شہر صفر المظفر سنہ ۱۲۳۷ من الهجرة النبویہ صورت اتمام یافت۔

یہ ہجری تاریخ، یکم نومبر ۱۸۲۱ عیسوی کے مطابق ہے۔ اس عبارت کے نیچے پھر فوجدار محمد خاں کی چھوٹی مہر ہے۔

دیوان کے متن اور حواشی دونوں میں جگہ جگہ اصلاحیں اور اضافے نظر آتے ہیں۔ ان کا قلم، روشنائی اور روش خط تینوں مختلف ہیں، جس سے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ کام مختلف اوقات میں انجام دیا گیا ہے۔ دیوان کے آخری سادہ اوراق میں بھی بعد کی کہی ہوئی غزلیں لکھی ہیں، مگر یہ سب ردیف یا کی ہیں۔ حاک و اضافے کا خط جگہ جگہ میرزا صاحب کے اُس خط سے ملتا ہوا ہے جس سے ہم آشنا ہیں۔ مثلاً: تو فسر دگی نہاں ہے بکینِ زبانی، میں کاتبِ متن نے شاید منقول عنہ میں لفظ 'نہاں' نہ پڑھے جاسکنے کے باعث سادہ جگہ چھوڑ دی تھی۔ میرزا صاحب نے اپنے قلم سے یہ لفظ لکھ کر اسے پُر کیا ہے۔ لیکن بعض مقامات پر یہ خط بالیقین میرزا صاحب کا نہیں معلوم ہوتا، جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انہوں نے سرخوشی یا کسی دوسری وجہ سے کسی اور سے بھی یہ کام لیا ہے۔

کچھ غزلوں کے آغاز کی سادہ جگہوں میں لفظ 'غلط' لکھا گیا ہے، اور بعض غزلوں پر حرف 'غ' اس طرح لکھا ہے کہ اُس کا سر، مطلع کے دونوں مصرعوں کے بیچ میں آیا ہے اور دائرے نے ساری غزل کو گھیر لیا ہے۔ یہ سب غزلیں وہ ہیں جو نسخۂ شیرانی میں شامل نہیں کی گئی ہیں۔ چند غزلوں کے مقابل حاشیے پر 'مکرر نوشتہ شد' لکھا ہوا ہے۔ ان میں وہ بھی ہیں جن کو متن کی دو یا تین ہر طرح غزلوں سے انتخاب کر کے ایک دو جدید شعروں کے اضافے کے ساتھ ترتیب نو لکھا گیا ہے، اور وہ بھی ہیں جن کے اشعار میں اصلاح ہوئی ہے۔

ورق ۲۸ ب کے اوپر کے حاشیے میں لکھا ہے: «مقابلہ کردہ شد»۔ یہ اندرونی اصلاحوں کے قلم سے مشابہ ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ دیوان، عبدالعلی نام کے کسی صاحب کے مطالعے میں بھی رہ چکا ہے۔ انہوں نے کئی جگہ اپنی پسندیدگی اشعار کا اظہار حاشیوں پر صاد بنا کر کیا ہے، اور اکثر جگہ اس صاد کے ساتھ اپنا نام بھی لکھ دیا ہے۔ ردیف غ کی پہلی غزل: «عشاق اٹک چشم سے دھوئیں ہزار داغ»، کے متعدد شعروں کے مقابل «پسند عبدالعلی صمنہ» لکھا ہے۔ اسی ردیف کی دوسری غزل کے مقابل لکھا ہے: «پسند خاطر عبدالعلی»۔

ورق ۲۹ الف کے حاشیے میں باریکے کے اندر لکھا ہے: «محمد عبدالصمد مظہر»۔ میرے لیے یہ صاحب بھی انجان ہیں۔

ترمیم و اضافے کی تحریریں ان دونوں کے خط سے مشابہ نہیں ہیں۔

ڈاکٹر سید عبداللطیف صاحب نے آغاز کے سادہ اوراق میں سے ایک پر، کتاب کے حوالہ نمبر وغیرہ کے ساتھ، کسی محمد حسین کے دستخط بتائے ہیں۔ میری رائے میں یہ صاحب کتب خانۂ حمیدیہ کے کوئی کارکن ہوں گے۔ ان کے علاوہ پروفیسر حمید احمد خاں صاحب نے ایک نام آغا علی بھی نوٹ کیا ہے۔ یہ عبدالعلی کی تصحیف ہے اور شاید شکستہ ہونے کے باعث درست نہیں پڑھا جاسکا۔

آخری سادہ اوراق میں جو غزلیں اضافہ کی گئی ہیں، اُن کے آخر میں لکھا ہے: «دیکھ تو عکس قدر یار لب جو پر سے۔ تمام شد۔ کار من نظام شد۔ رب بسر و تم بالخیر»۔ محولہ غزلیں، نیز مذکورہ عبارت، حاشیے کے اُسی بدخط میں ہے جس کا ذکر ہو چکا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ان غزلوں کا اندراج بھی میرزا صاحب کے ایما سے ہوا ہے۔ بدنام خط میں جو اصلاحیں ہیں، اُن میں املا کی غلطیاں بھی نظر آتی ہیں۔ مثلاً: «فلک سے ہم کو عیش رفتہ کا کیا کیا تقاضا ہے، میں تقاضا کو تقضاء لکھا ہے، یا «وارسنگی، بہانہ سنگی دلی نہیں، میں «بہائے»، یا «بوسے میں وہ مضائقہ نکرے، میں «مضاعفہ»، یا «ہر ایک ذرۂ عاشق

۱ و ۲۔ ابو محمد سحر صاحب نے ان اشخاص کا بھوپالی ہونا دریافت کیا ہے اور بتایا ہے کہ ان کا تعلق زمانۂ حال سے ہے۔
نیا دور، لکھنؤ، غالب نمبر ۱۹۶۹ع۔ ۳۔ مجلۂ مکتبہ، حیدرآباد، مارچ ۱۹۶۹ع۔ ۴۔ دیباچۂ نسخۂ حمیدیہ، طبع لاہور: ۲۶۔
۵۔ نیز ملاحظہ ہو استدراک: ۵۱۷ کالم ۲۔

ہے آفتاب پرست، میں زرہ، یا خانہ زاد زلف ہیں، زنجیر سے بھاگیں کے کیوں، میں بھاگے نکلے، لکھ دیا ہے۔

اس قسم کی غلطیاں میرزا صاحب جیسے شخص سے ۲۵ سال کی عمر میں سخت حیرت انگیز ہیں۔ اس بنا پر میں یہ رائے قائم کرنے پر مجبور ہوں کہ بدناما تحریریں کسی اور شخص کے قلم کی ہیں۔

اس نسخے کے اشعار کی تعداد میں خود نہیں گن سکا تھا۔ مفتی انوارالحق مرحوم نے اپنے مرتبہ نسخے میں مقدار کلام کا ایک نقشہ درج کیا ہے۔ مگر انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ یہ متن کے اشعار تک ہی محدود ہے، یا اس میں حواشی اور آخر کے سادہ اوراق کا اضافی کلام بھی شمار کر لیا گیا ہے۔ عرشی زادہ نے استدراک کی ترتیب کے دوران میں نسخہ بھوپال کے چار مشاہدین (مفتی انوارالحق، ڈاکٹر سید عبداللطیف، پروفیسر حمید احمد خاں اور عرشی) کی فراہم کردہ اطلاعات کا تقابل کیا، جس سے مفتی صاحب کے نقشے کی توثیق ہوئی اور یقین ہو گیا کہ یہ صرف غزلیات متن کے اشعار کا مظہر ہے۔ نیز یہ معلوم ہوا کہ مفتی صاحب نے از راہ سہو ک، گ دو ردیفوں کے اشعار یکجا شمار کر کے اُن کا اندراج صرف ردیف ک کے تحت کیا ہے۔ اسی طرح عرشی زادہ نے تقابل کے بعد حواشی وغیرہ کے اشعار کا بھی تعین کر دیا ہے۔ اس تقابلی مطالعے کے نتائج کا خلاصہ یہ ہے کہ نسخہ بھوپال ۶۰ شعر کے ایک فارسی مقبلی قصیدے کے علاوہ اردو کے ۳ مقبلی قصیدوں، ۲۹۵ غزلوں اور ۱۱ رباعیوں پر مشتمل ہے۔ ان میں کی ۱۳ غزلیں حاشیوں (۱۲۲ شعر) پر اور ۷ غزلیں (۷۱ شعر) آخر کے سادہ اوراق میں نقل ہوئی ہیں۔ مکمل غزلوں کے علاوہ حاشیوں پر متن کی مختلف غزلیات کے ذیل میں ۱۱۲ شعر اضافہ کیے گئے ہیں، جن میں ۱۱۰ جدید اور ۲ قدیم شعر ہیں۔ یہ دو شعر نسخہ عرشی زادہ کے متن میں موجود ہیں اور ظاہراً پہلے منسوخ قرار دیے جانے کے باعث نسخہ بھوپال کے متن میں داخل نہیں ہو سکے۔ البتہ میرزا صاحب نے نظر ثانی کے وقت اپنے سابقہ فیصلے سے رجوع کر کے انہیں پھر شامل دیوان کر لیا۔ علاوہ ازیں متن کے ۱۹ مرعمہ اشعار اور ۲۸ دیگر اشعار حاشیوں پر مکرر درج ہوئے ہیں۔ بعض اشعار حاشیوں پر دو جگہ نقل کر دیے گئے ہیں۔ یہاں انہیں تکرار سے

بچنے کے لیے شمار نہیں کیا گیا۔ ذیل میں متن و حواشی وغیرہ کے اشعار کی تفصیل پیش کی جاتی ہے، جن کی مجموعی تعداد ۲۴۱۶ ہے۔ اس گوشوارے میں حاشیے کے مرعمہ اشعار نیز دیگر مکررات محسوب نہیں۔

متن کے اردو اشعار کی تعداد بتفصیل ذیل ہے:

| | | | | | | | | | | |
|-----|---|----|---|----|---|-----|-----|---|------|---------|
| ۳۶ | م | ۱۳ | ع | ۵ | ح | ۴۰۵ | الف | ← | ۲۰۶ | قصائد |
| ۱۸۹ | ن | ۱۲ | غ | ۴۰ | د | ۱۳ | ب | | | |
| ۴۷ | و | ۱۱ | ف | ۵۶ | ر | ۱۱ | ت | | ۱۸۸۳ | غزلیات |
| ۵۴ | ہ | ۲۱ | ک | ۵۹ | ز | ۱۳ | ث | | | |
| ۷۸۸ | ی | ۹ | گ | ۱۶ | س | ۱۴ | ج | | ۲۲ | رباعیات |
| | | ۳۴ | ل | ۱۴ | ش | ۲۳ | چ | | ۲۱۱۱ | |

حواشی اور آخر کے اشعار کی تعداد بتفصیل ذیل ہے:

| | | | | | |
|-----|---|----|---|----|-----|
| ۱ | م | ۴ | ر | ۷۷ | الف |
| ۳۵ | ن | ۶ | ز | ۱۲ | ب |
| ۱۰ | و | ۸ | س | ۱۵ | ت |
| ۱ | ہ | ۳ | ف | ۱ | ث |
| ۱۱۶ | ی | ۳ | ک | ۱ | ج |
| ۳۰۵ | | ۱۱ | ل | ۱ | د |

مفتی صاحب کی رائے میں یہ نسخہ لکھا تو گیا تھا فوجدار محمد خاں بہادر بھوپالی کے لیے، لیکن کم سے کم ایک بار، اور ممکن ہے کہ چند مرتبہ، تصحیح و ترمیم کی غرض سے غالب کے پاس بھی گیا اور اُن کی نظر سے گزرا۔ لیکن فی الحقیقت یہ میرزا صاحب ہی کے لیے لکھا گیا تھا، اور نسخہ شیرانی و گلِ رعنا کی تیاری کے بعد تک انہیں کے پاس رہا۔ اس لیے کہ اس کی تمام ترمیمیں اور اصلاحیں نسخہ شیرانی میں موجود ہیں۔ نیز اس میں اصلاح و اضافے کا کام گلِ رعنا کی ترتیب کے بعد تک جاری رہا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ میرزا صاحب کا یہ

متداول مقطع:

ہستی کے مت فریب میں آجائیو، اسد
عالم تمام حلقہ دام خیال ہے
اس نسخے کے حاشیے میں نقل ہوا ہے، متن میں نہیں، جب کہ نسخہ شیرانی کے متن میں اس
غزل کا قدیم مقطع درج ہے، اور نسخہ شیرانی نیز گلِ رعنا میں زیر بحث شعر کا مصرع اول:
"ہستی کے مت فریب میں آجائیو کہیں" ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نسخہ بھوپال کے حاشیے کی شکل بعد کی ہے اور نسخہ شیرانی
و گلِ رعنا کی روایت قدیم ہے۔ نیز نسخہ بھوپال کے حاشیے کا مذکورہ اضافہ گلِ رعنا کی
ترتیب کے بعد کا واقعہ ہے۔

بہر حال یہ نسخہ فوجدار محمد خاں بہادر کے کتاب خانے میں کب پہنچا؟ اس کے بارے
میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن ۱۲۴۸ھ والی مہر بتاتی ہے کہ اس سال کے بعد ہی اسے وہاں
باریابی حاصل ہوئی ہوگی، جو دیوانِ غالب کے متداول انتخاب کی تاریخ ترتیب ہے۔

ریاست بھوپال کے ہندوستان میں انضمام کے بعد یہ گوہر بے بہا کتب خانہ حمیدہ سے کم
ہو گیا۔ میں نے جب اس کے متعلق لائبریرین سے خط لکھ کر دریافت کیا، تو انہوں نے بتایا کہ
حمید اللہ خاں صاحب نواب بھوپال نے انضمام سے پہلے اسے اپنے پاس طلب کر لیا تھا۔ خود
نواب صاحب مرحوم سے جناب آصف فیضی کی معرفت معلوم کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے
پتا چلا ہے کہ وہ نسخہ کتب خانے سے غائب ہو گیا۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

❦ ۲ - نسخہ شیرانی - اس کی علامت قا ہے - ❦

تاریخی لحاظ سے یہ نسخہ دیوان تیسرے نمبر کا ہے۔ اس سے نسخہ بھوپال کی توثیق بھی
ہوتی ہے اور نسخہ حمیدہ کی تصحیح بھی۔ پہلے یہ پروفیسر محمود خاں شیرانی مرحوم کی ملکیت
تھا۔ اب پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور میں محفوظ ہے۔ اس کا عہد ترتیب ۱۲۴۲ھ ہے۔

اس کی تقطیع ۱۰ ۱/۲ × ۷ ۱/۲ انچ اور متن کا ناپ ۷ × ۳ ۱/۲ انچ ہے۔ تعدادِ اوراق ۱۰۹
اور مسطر ۱۱ مسطر ہے۔ متن کی روشنائی کالی اور تخلص کی شگرفی ہے۔ مصرعوں کو جدا کرنے
کے لیے درمیان میں سرخ جدولیں ہیں۔ نسخے کے کنارے آب رسیدہ ہیں، اور کئی آخری

ورق خفیف سے کرمختورده بھی ہیں۔

رکابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ورق ۱۶ کے بعد کم از کم ایک اور ورق ۲۶ کے بعد دو ورق کم ہیں۔ ورق ۱۰۶ کے بعد متعدد اوراق کا نقصان نظر آتا ہے۔

ورق ۱، الف پر دیوانِ غالب اردو لکھا ہے۔ اس کے علاوہ لائبریری کے بعض نمبر بھی درج ہیں۔ اس صفحے پر کتاب کا نام اور مذکورہ نمبر دونوں زمانہ حال کے اندراجات ہیں۔ ۱، ب پر سرخ، سبز، نیلی اور سنہری لوح ہے، جس کے بیچ میں 'با فلاح' لکھا ہے۔ اس کے بعد 'بسم اللہ' ہے اور پھر غزلیں شروع ہو کر ورق ۱۰۶ ب پر یکایک ختم ہو جاتی ہیں۔ ورق ۱۰۷ الف سے ۱۰۹ ب تک نونہ قصیدہ ہے۔ اس کا آغاز کبھی غائب ہو گیا ہے۔ رباعیاں اس نسخے سے ساقط ہیں۔

ڈاکٹر وحید قریشی اور عرشی زادہ کا قیاس ہے کہ زیر بحث نسخے میں بھی اصنافِ سخن کی ترتیب نسخۂ بھوپال کے مطابق تھی، یعنی پہلے قصائد پھر غزلیات اور آخر میں رباعیات تھیں۔ اس سلسلے میں عرشی زادہ کا کہنا ہے کہ با تو کسی وقت جلد ساز کی غلطی سے حصۂ قصائد آخر میں جلد ہو گیا ہے، یا کسی شخص نے مصلحتاً نقصانِ اوراق کا عیب چھپانے کی غرض سے حصۂ قصائد کے باقی ماندہ اوراق آخر میں جلد کرا دیے ہیں۔ ترتیب کے اس تغیر کے بعد غزلیات کی لوح سے کتاب کا آغاز اور نونہ قصیدے کے آخری شعر پر کتاب کا اختتام ہوا جس کی وجہ سے بظاہر کتاب مکمل نظر آتی ہے اور اس کے نقص پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ عرشی زادہ نے اصل نسخے کی کیفیت کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ ثبوت بھی پیش کیا ہے کہ مذکورہ آب رسیدگی نے اوراق کے بائیں کناروں اور ان کے دوسرے رخ پر کچھ نشانات چھوڑے ہیں۔ حصۂ غزلیات کے ابتدائی اوراق (ورق ۱ الف تا ورق ۱۹ ب) اور حصۂ قصائد کے آخری اوراق میں جو نشان ہیں وہ ایک دوسرے سے بہت مماثلت رکھتے ہیں۔ البتہ درمیان کے اوراق (ورق ۲۰ الف تا ورق ۱۰۶ ب) میں یہ نشانات موجود نہیں۔ مبینہ شکل تبھی ممکن ہے جب کہ حصۂ قصائد بھی آب رسیدگی کے وقت آغاز ہی میں شامل ہو اور پانی کا اثر ان اوراق پر ایک ساتھ ہوا ہو۔ ڈاکٹر وحید قریشی نے یہ دلیل دی ہے کہ چونکہ نسخۂ شیرانی کی ترتیب کا زمانہ غالب کے

مذہبی رجحانات کی تندی کا ہے، اس لیے منقبتی کلام کا کتاب کے آخر میں درج ہونا کھٹکتا ہے۔ چونکہ مذکورہ بالا دلائل خاصے اطمینان بخش ہیں، اس لیے یہ کہنا درست ہوگا کہ نسخہ زیر بحث کے کچھ ابتدائی ورق، جن پر رائیہ اور یائیہ قصیدے، اور آخر کے کچھ ورق جن پر چند غزلیں اور رباعیاں تھیں، اوراق کی مذکورہ غلط ترتیب سے قبل ہی ضائع ہو گئے ہیں۔ چونکہ نسخہ بھوپال کے قصائد اور رباعیات کا انتخاب متداول دیوان میں موجود ہے، اس لیے بالیقین یہ سارا کلام زیر بحث نسخے میں بھی شامل تھا۔ نیز نسخہ بھوپال کی ایک غزل، شبنم بہ گلِ لالہ نہ خالی ز ادا ہے، زیر بحث نسخے میں نہیں، مگر متداول دیوان میں نظر آتی ہے۔ ایسی صورت میں یہاں اس کی غیر موجودگی نقصانِ اوراق ہی کے سبب سے ہو سکتی ہے۔

ساری کتاب کا حاشیہ دھرا ہے۔ بیرونی حاشیے کی جدول نہایت باریک نیلی ہے۔ پھر ڈیڑھ انچ جگہ چھوڑ کر اندرونی حاشیے کی جدولیں پہلے نیلی اور پھر دھری سرخ ہیں۔ ہر دو غزلوں کے درمیان ایک سطر پھر سادہ جگہ چھوڑی گئی ہے۔ جس مقطع کو دو سطروں میں لکھا ہے (اور بیشتر ایسا ہی ہے) اُس کے دونوں جانب کی جگہیں سادہ ہیں۔

ورق ۲ الف کے حاشیے پر صاد بنا کر متداول دیوان کا یہ مقطع نقل کیا گیا ہے:

بسکہ ہوں، غالب، اسیری میں بھی آتش زیر پا

موسے آتش دیدہ ہے حلقہ مری زنجیر کا

نیز اسی صفحہ کے نچلے حاشیے میں نسخے کا 'ن' بنا کر 'نادیدنی دعوت' کی جگہ متداول الفاظ 'داغِ جگر ہدیہ' لکھے ہیں۔

ورق ۲ ب کے حاشیے میں 'نقشِ سویدا کیا ہے عرض' کے لفظ 'عرض' کی جگہ متداول لفظ 'درست' نقل کیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا تینوں اضافے حال ہی کے کسی شخص کے ہیں۔

ورق ۲ ب اور ۴ الف کے حاشیوں میں وہ غزل تحریر ہے جس کا پہلا مصرع ہے: 'ستایشگر ہے زاہد اس قدر جس باغِ رضواں کا'، اور اس کا آغاز ان الفاظ سے ہوا ہے: 'از باندہ فرستادند'۔

ورق ۹ الف کے حاشیے میں »ہوس کو ہے نشاطِ کار کیا کیا« سے شروع ہونے والی غزل خود میرزا صاحب نے اپنے قلم سے لکھی ہے۔

ورق ۴۳ الف کے حاشیے میں »آبرو کیا خاک اُس گل کی کہ گشن میں نہیں« اور »ذکر میرا بہ بدی بھی اُسے منظور نہیں« خوش خط قلم سے تحریر ہیں اور ان میں سے پہلی کا عنوان ہے: »از باندہ رسید«۔ اس غزل کے ساتویں شعر میں لفظِ »ناز« میرزا صاحب نے اپنے قلم سے بین السطور میں بڑھایا ہے۔

ورق ۲۳ ب کے حاشیے میں سابق غزل کا تلمہ اور »نالہ جز حسنِ طلب، اے ستم ایجاد نہیں« بعنوانِ »غزل« اور بخطِ خوش منقول ہیں۔

ورق ۵۶ الف کے حاشیے میں »وہاں پہنچ کر جو غش آتا ہے ہم ہے ہم کو«

ورق ۶۱ الف کے حاشیے میں »ظلمتِ کدے میں میرے شبِ غم کا جوش ہے«

اور ورق ۶۱ الف و ب کے حاشیوں میں »کب وہ ستا ہے کہانی میری« بخطِ خوش اور بعنوانِ »غزل« تحریر ہیں۔ بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کاتبِ متن ہی کے ہاتھ کی ہیں۔ لیکن غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ متن اور حاشیے کے حروف کی کششیں اور دائرے مختلف ہیں۔ اس کے علاوہ متن میں گ پر ہر جگہ ابک ہی مرکز ہے۔ حاشیے میں اس کے برخلاف کہیں ایک اور کہیں دو مرکز بھی لگائے گئے ہیں۔ اسی طرح متن کے کاتب نے ٹ پر محض دو نقطے لگائے ہیں یا اُن نقطوں پر ط بھی بنائی ہے، مگر حاشیے کا کاتب صرف ط بناتا ہے۔ ان اختلافات کے پیشِ نظر یقین ہو جاتا ہے کہ حاشیے کے اضافے کسی دوسرے کاتب نے کیے ہیں۔

متعدد مقامات پر میرزا صاحب کے ہاتھ کی اصلاحیں ملتی ہیں۔ ان میں سے کچھ یہ ہیں:

(۱) ورق ۳۸ ب سطر ۱۰ میں کاتب نے لکھا تھا: »گردِ ساحل ہے مجھے« دیکھے ہے

وہ جس جا نمک، میرزا صاحب نے »مجھے دیکھے« کو قلند کر کے اوپر »بہ زخمِ موجہ« لکھا اور »وہ جس« کو چھیل کر »در« بنایا اور »جاء« کو دیا کر دیا۔ بعد ازاں سطر ۱۲ میں یہ شعر اپنے قلم سے بڑھایا:

داد دیتا ہے مرے زخمِ جگر کی، واہ! واہ!

یاد کرتا ہے مجھے، دیکھئے ہے وہ جس جا غلطی

اس اصلاح نے صفحے کی سطروں کی تعداد ۱۲ کردی ہے، نیز صفحے کی جدول کے نچاے حصے کو ایک سطر بھر نیچا کرنا پڑا ہے۔

(۲) ورق ۵۳ الف کے پہلے شعر کے دوسرے مصرع 'یعنی، ہمارے جیب میں ایک تار بھی نہیں' کا 'میں' میرزا صاحب کے قلم کا اضافہ ہے۔

(۳) ورق ۷۶ ب پر کاتب نے لکھا تھا:

جنوبِ فسرده تمکین ہے، کاش! عہدِ وفا

لہو میں ہانہ کے بھرنے کو جو وضو جانے

یہاں کاتب نے از راہِ سہو پہلے شعر کا دوسرا مصرع اور دوسرے کا پہلا چھوڑ دیا تھا۔ میرزا صاحب نے یہ کمی اپنے ہانہ سے اس طرح پوری کی ہے کہ پہلے کا دوسرا مصرع، مصرعوں کے بیچ کی سادہ جگہ میں اور دوسرے کا پہلا بین السطور میں لکھا ہے۔

(۴) ورق ۱۰۳ الف کے چھٹے شعر:

حیراں ہوں شوخیِ رگِ باقوت دیکھ کر

یہاں ہے کہ صحبتِ خس و آتش برار ہے

میں افظ 'ہوں' میرزا صاحب نے اپنے قلم سے بڑھایا ہے۔

اس نسخے کا رسمِ خط وہی ہے، جو اُس زمانے میں مروج تھا۔ مثلاً اردو فارسی لفظوں میں 'ذ' پائی جاتی ہے اور 'خورشید' کو بواو ہی لکھا گیا ہے۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ اُس وقت تک میرزا صاحب نے املائے الفاظ میں نئی راہ نہیں نکالی تھی، ورنہ پوری کتاب میں کہیں تو اس قسم کی اصلاح بھی کرتے۔

اس میں بعض الفاظ کا املا مروجہ اصول کے خلاف بھی ملتا ہے۔ مثلاً ژ کو کاتب نے ہر جگہ ز لکھا ہے، اس لیے مڑہ اور مڑگاں جیسے لفظ ہر جگہ بالزا لکھے گئے ہیں۔ مگر یہ میرزا صاحب ہی کے املا کی تقلید ہے۔ میں نے صرف ابتدا میں حاشیے کے اندر اس کی

صراحت کردی ہے۔

ترتیب استدراک کے دوران میں نسخہ زیر بحث سے متعلق عرشی زادہ نے مندرجہ ذیل نتائج بھی اخذ کیے ہیں۔

(۱) کاتب حرفِ ث میں ط کے نیچے دو نقطے استعمال کرتا ہے۔ لیکن جگہ جگہ ط لکھنے سے رہ گئی ہے اور صرف دو نقطے لگے ہوئے ہیں۔ ایسے اکثر مقامات پر غالب نے ط کا اضافہ کرنے کے بجائے اپنی مخصوص روش کے مطابق ط کے بدل کے طور پر دو مزید نقطے اپنے قلم سے بڑھائے ہیں۔

(۲) ہمزہ سے لکھے جانے والے بہت سے الفاظ و تراکیب میں کاتب سے ہمزہ ترك ہو گیا ہے۔ غالب نے ایسے اکثر مقامات پر بھی ہمزہ اپنے قلم سے بنایا ہے۔

(۳) باوجودیہ کہ غالب نے اغلاطِ کاتب درست کرنے کی کوشش کی ہے، پھر بھی بہت سی غلطیاں نظر انداز ہو گئی ہیں، مثلاً: شوقِ بے پروا کے ہانہوں مثلاً سازِ نا درست، میں لفظ 'بے' موجود نہیں۔ با 'یوں عاشقوں میں ہے سب اعتبارِ باغ' لکھا گیا ہے، دریاں حائل کہ آخری لفظ ردیف ہے اور اس لیے اسے 'داغ' ہونا چاہیے تھا۔

(۴) نسخہ بھوپال کی تمام اصلاحیں اور اضافے نسخہ زیر بحث میں موجود ہیں۔ البتہ درج ذیل مثالیں اس کے خلاف ہیں:

الف: پہلے نسخہ بھوپال میں: 'بقدرِ حسرتِ دل چاہیے عیشِ معاصی بھی' تھا، جس کا لفظ 'عیش' قلزد کر کے 'ذوق' لکھا گیا تھا۔ یہ اصلاح اس نسخے میں بھی نقل ہوئی چاہیے تھی۔ مگر یہاں وہی قدیم لفظ 'عیش' دہرایا گیا ہے۔ عجب نہیں جو غالب نے اپنی اصلاح سے رجوع کر لیا ہو۔

ب: پہلے نسخہ بھوپال میں: ہستی کے مت فریب میں آجائو کہیں، تھا۔ بعد ازاں 'کہیں' کو 'اسد' سے بدل کر اس شعر کو مقطع بنا دیا جو حاشیہ نسخہ بھوپال پر درج ہے۔ لیکن نسخہ زیر بحث نیز گلِ رعنا میں وہی قدیم شکل نظر آتی ہے۔ البتہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مذکورہ اصلاح ترتیبِ گلِ رعنا کے بعد صورتِ پزیر ہوئی ہے۔

(۵) اس نسخے میں اشعار کی بہت سی ایسی شکلیں ملتی ہیں جو نسخۂ بھوپال میں ہیں۔ مثلاً نسخۂ بھوپال میں ہے:

اب میں ہوں اور خونِ دو عالم معاملہ توڑا جو تو نے آئینہ تماش دار تھا
لیکن نسخۂ زیرِ بحث میں مصرعۂ اول کی یہ اصلاحی شکل ہے:

اب میں ہوں اور ماتمِ بک شہر آرزو

چونکہ نسخۂ بھوپال سے متعلق معلومات ناقص ہیں، اس لیے اس امر کا امکان باقی رہتا ہے کہ ان میں سے کچھ نسخۂ بھوپال میں موجود ہوتے ہوئے بھی ہمارے علم میں نہ آئی ہوں۔

(۶) مدرجۂ بالا کیفیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ نسخۂ بھوپال اور نسخۂ زیرِ بحث کے درمیان ایک اور نسخہ بھی ہونا چاہیے، جس میں مذکورہ اصلاحیں کی گئی ہوں اور اسی سے نسخۂ زیرِ بحث میں نقل ہوئی ہوں۔

(۷) نسخۂ بھوپال کی غزلوں کے ۲۲۲ شعر اس نسخے سے غیر حاضر ہیں۔ ان میں ۷۰ شعروں کی غیر موجودگی کا سبب اس نسخے کا ناقص ہونا ہے۔ گویا اصلاً نسخۂ بھوپال کے ۱۵۲ شعر ہی خارج قرار دیے گئے تھے۔ اگرچہ اس کا بھی امکان ہے کہ یہ تعداد کچھ اور کم ہو۔

(۸) اس نسخے کے نقصانِ اوراق کے باعث دو مکمل قصیدوں کے ۱۰۶ اور ایک قصیدے کے ۴ کل ۱۱۰ شعر ضائع ہو گئے ہیں۔ اسی سبب سے ۱۱ رباعیوں کے ۲۲ شعر بھی نثار دیں۔

(۹) نسخۂ بھوپال میں موجود اور نسخۂ زیرِ بحث سے غیر حاضر کلام میں ۳۰ مکمل غزلیں ہیں جن کے اشعار کی مجموعی تعداد ۱۹۴ ہے۔ ان کے علاوہ مختلف غزلوں سے ۲۸ شعر بھی خارج کیے گئے ہیں۔

(۱۰) قریب بہ یقین ہے کہ نسخۂ زیرِ بحث کے نقصانِ اوراق کی وجہ سے ایسا کوئی شعر ضائع نہیں ہوا جسے غیر معروف کہا جاسکے۔ البتہ بعض قرائتوں کا نقصان قریب قیاس ہے۔

(۱۱) نسخۂ بھوپال کی یہ نسبت متنِ نسخۂ شیرانی میں ۸ جدید غزلوں کے ۶۴ شعروں اور حاشیے میں ۸ جدید غزلوں کے ۸۷ شعروں کے علاوہ ۴۷ جدید شعر مختلف غزلیات میں زیادہ ہیں۔ ان کا حاصل جمع ۱۹۸ ہے۔

(۱۲) قریب بہ یقین ہے کہ سات شعر کی ایک منداول غزل جس کا پہلا مصرع ہے: سادگی پر اس کی مرجانے کی حسرت دل میں ہے، نسخۂ زیر بحث میں موجود تھی۔ اس لیے کہ اس کے تین شعر گزل رعنا میں انتخاب کیے گئے ہیں۔ اس کے اشعار کو بھی شمار کیا جائے، تو نسخۂ زیر بحث کے جدید اشعار کی تعداد ۲۰۵ ہو جائے گی۔

(۱۳) بصورتِ موجودہ نسخۂ شیرانی کے متن میں اشعار کی تعداد بتفصیل ذیل ہے:

غزلیات

| | | | | | | | |
|-----|-----|---|----|---|----|-------|------|
| الف | ۴۰۷ | د | ۱۶ | غ | ۱۲ | ن | ۲۴۹ |
| ب | ۲۵ | ر | ۵۵ | ف | ۱۴ | و | ۴۴ |
| ت | ۲۳ | ز | ۶۰ | ك | ۲۴ | ہ | ۵۶ |
| ث | ۷ | س | ۲۴ | گ | ۹ | ی | ۹۰۹ |
| ج | ۱۵ | ش | ۱۴ | ل | ۴۰ | قصیدہ | ۵۳ |
| چ | ۱۴ | ع | ۱۳ | م | ۳۷ | | ۱۹۸۰ |

(۱۴) نیز حواشی پر اضافہ شدہ غزلوں کے اشعار کی تعداد مندرجہ ذیل ہے:

| | | | | | | | |
|-----|----|---|----|---|----|---|----|
| الف | ۲۵ | ن | ۲۹ | و | ۱۲ | ی | ۲۲ |
| | | | | | | | ۸۸ |

۴۔ گزل رعنا۔ اس کی علامت گزل ہے۔

یہ میرزا صاحب کے اردو اور فارسی کلام کا پہلا انتخاب ہے، جو ۱۲۴۴ھ میں مولوی سراج الدین احمد کی فرمائش پر کیا گیا تھا۔

اس کا ایک مخطوطہ جناب مالک رام صاحب کو سید نقی بلگرامی صاحب سے دستیاب ہوا تھا۔ وہی میرے پیش نظر ہے۔

اس کا ناپ $9\frac{1}{2} \times 6$ انچ ہے۔ مسطر ۱۳ سطری ہے۔ کاغذ ولایتی، باریک اور سفید ہے۔ خط معمولی نستعلیق ہے۔ متن کی روشنائی کالی ہے۔ تخلص شجرف سے لکھا گیا ہے۔ جدولیں نیلی اور شجرفی ہیں۔ کہیں کہیں کرخوردگی کے نشان بھی پائے جاتے ہیں۔ حصہ اردو میں

تین مختلف اشعار کے تین مصرعوں کی جگہ کاتب نے بیاض چھوڑ دی ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ منقول غنہ میں یہ مصرعے پڑھے نہ جاسکے۔

کتاب میں ۴۹ ورق ہیں۔ ورق ۱ ب سے دیباچہ شروع ہو کر ورق ۴ الف پر ختم ہوتا ہے۔ دیباچے کا آغاز "لا مؤثر فی الوجود الا اللہ" سے اور خاتمہ "نہم شوال سنہ ۱۲ ہجری" پر ہوا ہے۔ ورق ۴ ب سے اردو کلام کا انتخاب شروع ہوا ہے، جو ورق ۲۴ الف کی سطر ۵ پر تمام ہو گیا ہے۔ اس کے بعد فارسی نظم و نثر کا انتخاب ہے۔

اس کے اردو اشعار کی تعداد بتفصیل ذیل ۴۵۵ ہے:

| | | | | | | | |
|-----|-----|---|---|---|----|---|-----|
| الف | ۱۱۳ | ر | ۶ | ف | ۴ | و | ۱۷ |
| ب | ۷ | ز | ۵ | ک | ۶ | ہ | ۴ |
| ت | ۵ | س | ۵ | گ | ۲ | ی | ۱۹۳ |
| ث | ۱ | ش | ۲ | ل | ۳ | | ۴۵۵ |
| ج | ۳ | ع | ۳ | م | ۳ | | |
| د | ۴ | غ | ۲ | ن | ۶۷ | | |

تاریخی ترتیب کے اعتبار سے یہ انتخاب، نسخۂ شیرانی کے بعد کا ہے، کیونکہ اس میں اُن غزلوں کا انتخاب بھی شامل ہے، جو ۱۸۲۶ع یا اس کے بعد کہی گئی تھیں اور نسخۂ شیرانی کے حاشیوں میں درج ہیں۔ نیز اس کا متن بھی بالعموم نسخۂ شیرانی کے مطابق ہے۔ اس کی ۵ متفرق غزلوں میں ایسے ۱۱ شعر بھی پائے جاتے ہیں جو اس سے پہلے کے کسی نسخۂ دیوان میں نہیں ملتے۔

اس انتخاب میں قدیم اشعار کی بہ نسبت جدید اور جدید تر اشعار کی شمولیت پر زور دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے لیے متنِ نسخۂ عرشی زادہ کے صرف ۶۶ شعر ہی منتخب قرار پائے، جو رنگِ بیدل کے طلسمی نمونے ہیں اور ۱۴ رجب ۱۲۳۱ھ مطابق ۱۱ جون ۱۸۱۶ع تک تصنیف ہو چکے تھے۔ باقی ماندہ ۳۸۹ شعر مذکورہ تاریخ کے بعد کی تخلیق ہیں اور قدیم اشعار کے مقابلے میں خاصے سہل بھی ہیں اور پُر لطف بھی۔ طریقِ انتخاب میں سہل اشعار کی

پسندیدگی کا رجحان و رویہ، میرزا صاحب کے شاعرانہ مزاج کی تبدیلی کا خاموش اعلان اور مضامین خیالی سے اُن کی ہزاری کا واضح عملی ثبوت ہے۔ اس سے یقین ہو جاتا ہے کہ اب وہ اپنی مشکل گوئی کی بے لطفی سمجھ گئے تھے، نیز معترض حضرات کو جاہل کے بجائے بخورانِ کامل کہہ کر طنز کی لے میں تر کرنے کے باوجود اعتراضات کا وزن محسوس کرنے لگے تھے اور دل سے اُن کے قائل ہو کر بیدل کا طلسمی رنگ اپنے دامن سے چھڑانے جا رہے تھے۔

زیرِ نظر مخطوطہ ۵۱۲۵۳ کے بعد کا کتابت شدہ ہے، اس لیے کہ کاتب نے آخر میں ایک عنوان »خاتمہ دیوانِ فارسی« لکھ کر چھوڑ دیا ہے۔ میرزا صاحب کا دیوانِ فارسی ۵۱۲۵۳ کے لگ بھگ مرتب ہوا تھا، اس لیے اس کا خاتمہ اس سے پہلے نہیں لکھا جاسکتا، اور ظاہر ہے کہ زیرِ نظر مخطوطے کی عمر بھی اس سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔

نسخہ عرشی میں گلِ رعنا کے اشعار کے شروع میں حرفِ گ لکھ دیا گیا ہے، تاکہ پڑھنے والے کو معلوم ہو سکے کہ یہ شعر گلِ رعنا میں شامل ہے۔

۵۔ نسخہ رام پور قدیم۔ اس کی علامت قب ۵۔

یہ نسخہ، رام پور کے نسخوں میں سب سے پرانا ہے۔ اس کا ناپ ۷×۱۱ انچ ہے۔ جدواں شگرفی اور نیلی ہیں۔ لوح بھی انہیں دو رنگ کی لکیروں سے بنائی گئی ہے۔ مسطر ۱۷ سطر کا ہے، مگر سوائے ورق ۳۸ الف کے کسی صفحے میں پورے ۱۷ شعر نہیں۔ کاغذ باریک ہے جو اب بے جان ہو چلا ہے۔ خط معمولی نستعلیق ہے، اور کتابت کی غلطیاں اچھی خاصی ملتی ہیں۔ چنانچہ دیباچے ہی میں کاتب نے مرزا نوشہ کو مرزا نوشہ لکھ دیا تھا، جس کی بعد میں تصحیح کی گئی ہے۔ »غالب« تخلص شجرف سے اور »اسد« سیاہ روشنائی سے لکھا گیا ہے۔ کہیں کہیں نئی غزل کو »ولہ« عنوان سے شروع کیا ہے۔ قصیدوں اور قطعے رباعیوں کے عنوان بھی شجرفی ہیں۔ رباعیوں کے آغاز میں »رباعیات« اور پھر ہر نئی رباعی سے پہلے لفظ »رباعی« لکھا ہے۔ البتہ ایک جگہ رباعی کے بجائے »ولہ« لکھ دیا ہے۔

سر ورق پر خلد آشیان نواب کلب علی خاں بہادر والی رامپور نے لکھا ہے: »مرکزِ نرفت بر

دلِ من سروری بالاتر از دمی کہ این نسخہ بہارین باقم۔ انہیں کے قلم سے بائیں طرف کے بالائی گوشے میں لکھا ہوا ہے: 'دیوانِ میرزا نوشہ دہلوی المتخلص بغالب'۔ اس کے نیچے ایک رُپے کی رقم قیمتِ کتاب کی اور چار آنے کی جدول کشی کی لکھی ہے۔ اس کے ساتھ دو کتابیں اور مجلد نہیں، جن کے نام گلزارِ ابراہیم اور ہشت گلزار ہیں۔ ان کی قیمت علی الترتیب ایک روپیہ آٹھ آنے اور دو رُپے رقوں میں لکھی ہے۔ جلد سازی کی اجرت ۶ آنے بتائی ہے۔

اس نسخے کا آغاز ورق ۱ ب پر بسمِ اللہ کے تحت مشہور فارسی دیباچے سے ہوتا ہے۔ مگر اس کے آخر میں کوئی تاریخ نہیں ہے۔ اس کے بعد ورق ۲ ب سے پھر بسمِ اللہ کے تحت غزلیں، شریع ہوتی ہیں۔ جن کے اختتام کے ساتھ ورق ۳۶ ب پر لکھا ہے: 'تمام شدنِ دیوانِ ریختہ و آغاز شدنِ منتخبِ قصیدہ در منقبتِ حضرت علی کرم اللہ وجہہ'۔ اس کے بعد رائیہ قصیدہ شروع ہوا ہے۔ ورق ۳۷ ب سے قصیدہ نونیہ کا آغاز ہوا ہے۔ مگر اس کا مطالعہ موجود نہیں۔ یہ میں نے اپنے قلم سے حاشیے پر بڑھا دیا ہے۔ ورق ۳۸ ب سے قطعہ شروع ہوتا ہے جس کا عنوان ہے: قطع در تمدیحِ چکنی ڈلی کہ دوسرے ہر کف بہادہ دادہ بود۔ لیکن یہاں کلکتہ کی تعریف والا قطعہ نہیں ہے۔ اُسے بذیلِ غزلیات درج کیا گیا ہے۔ اس کے بعد رباعیاں ہیں جن کے آخر میں ورق ۳۹ ب پر 'تمام شد' لکھا ہے۔ تعدادِ اشعار ۱۰۶۷ ہے، جس کی تفصیل یہ ہے:

غزلیات:

| | | | | | |
|-----|-----|---|----|---------|------|
| الف | ۲۲۶ | س | ۷ | ن | ۱۲۷ |
| ب | ۱۱ | ش | ۲ | و | ۲۹ |
| ت | ۱۹ | ع | ۸ | ہ | ۳ |
| ج | ۴ | ف | ۲ | ی | ۴۳۲ |
| چ | ۶ | ک | ۱۵ | قصائد | ۶۰ |
| د | ۹ | گ | ۲ | قطعہ | ۱۳ |
| ر | ۳۹ | ل | ۹ | رباعیات | ۱۳ |
| ز | ۲۰ | م | ۸ | | ۱۰۶۷ |

اس نسخے میں نوائے سروش کی غزل نمبر ۵ کے یہ چار شعر (۱) سادگی و پرکاری (۲) غنچہ پھر لگا کھلے (۳) حال دل نہیں معلوم (۴) شور پند ناصح نے، اور غزل نمبر ۴۹ کا یہ شعر "شرح ہنگامہ ہستی ہے الخ" نہیں ہیں۔ چونکہ یہ شعر نسخہ بھوپال اور نسخہ شیرانی دونوں میں موجود ہیں، اس لیے یہاں ان کی عدم شمولیت کی وجہ کاتب کا سہو ہو سکتا ہے۔

جیسا کہ بیان کیا جا چکا، اس میں میرزا صاحب کے قصیدہ فونیہ کا مطلع بھی نہیں ہے۔ یہ مطلع نسخہ بدایوں کے حاشیے پر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۵۴ھ کے بعد کہا گیا تھا۔ اسی طرح اس میں یہ شعر بھی نہیں ہے:

زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری، غالب

ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

چونکہ یہ بیت گلشنِ بیخار میں موجود ہے جو ۱۲۵۰-۱۲۴۸ھ (۳۴-۱۸۳۲ع) کی تصنیف ہے، اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ نسخہ، متداول دیوان کا پہلا ایڈیشن ہے، جو حسب تصریح نسخہ شوق قدوائی، آخر ۱۲۴۸ھ (۱۸۳۳ع) میں مرتب ہوا تھا۔

بظاہر خیال ہوتا ہے کہ میرزا صاحب نے اس انتخاب کے وقت اُن ترمیموں کو بھی پیش نظر رکھا ہوگا، جو گلِ رعنا میں موجود تھیں۔ مگر متعدد اشعار کی شہادت یہ ہے کہ اُن کے سامنے اُس وقت گلِ رعنا کا نسخہ نہ تھا۔ مثلاً ایک شعر ہے:

لے تو لوں سونے میں اُس کے پانو کا بوسہ، مگر

ایسی باتوں سے وہ کافر بدگماں ہو جائے گا

اس کے مصرعِ اول کی ابتدائی قراءت: "اُس کے بوسہ ہاے پا مگر" تھی۔ گلِ رعنا میں "بوسہ ہاے پا" کو "پانو کا بوسہ" بنایا گیا۔ چاہیے یہ تھا کہ اس نسخے میں بھی یہی الفاظ لکھے جاتے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا، بلکہ اس میں نسخہ بھوپال اور نسخہ شیرانی والی قراءت ہی کو دہرا دیا گیا ہے۔

۶۔ انتخاب غالب۔ اس کی علامت خب ہے۔

یہ نسخہ میرزا صاحب کے دیوانِ متداول کا انتخاب ہے۔ رضا لاٹیری میں دیوانِ مومن کا ایک بیش قیمت نسخہ محفوظ ہے، جو مومن کا دیکھا ہوا، اور اُن کا اصلاحی ہے۔ اس نسخے

کے شروع اور آخر میں متعدد اوراق شامل ہیں۔ شروع کے ورقوں کی تعداد ۲۱ ہے۔ ان میں ۱۵ ب تک ہندی کے کبت وغیرہ مندرج ہیں۔ ورق ۱۶ ب سے زیر بحث انتخاب شروع ہوتا ہے، جو ورق ۲۱ ب پر ختم ہو گیا ہے۔ یہ انتخاب غزلیات کا ہے۔ جگہ جگہ اشعار کے آغاز میں دیگر یا ولہ لکھا ہے ورق ۲۲ ب سے دیوان مومن کا آغاز ہوا ہے، اور یہ دیوان ورق ۱۲۹ الف پر ختم ہو گیا ہے۔ ورق ۱۲۹ الف سے ۱۳۰ ب تک صنعت نخلص ایک شاعر کے مخلص اور کسی ہندی شاعر کا ایک کبت درج ہوا ہے۔ بیچ میں ورق ۱۲۹ ب پر میرزا صاحب کا چکنی ڈلی سے متعلق قطعہ لکھا گیا ہے۔ جس کے آخر میں ایک رباعی ہے۔ اس کے بعد کے ورقوں میں فارسی، اردو اور ہندی کے مختلف شعر اور قطعات تاریخ اور مختلف امراض کے مجرب نسخے ملتے ہیں۔ نیز نواب ہدایت علی خاں صاحب کے حسابات بھی مندرج ہیں۔ موصوف الذکر نواب یوسف علی خاں بہادر ناظم شاگرد غالب کے حقیقی چچیرے بھائی اور مومن خاں کے شاگرد تھے۔ ہندی کے بھی بڑے شاعر شمار کیے جاتے تھے۔ امیر مینائی نے انتخاب یادگار (ص ۲۶۴) میں غربت نخلص کے تحت ان کا ذکر کیا ہے۔ عجب نہیں جو اس انتخاب کے ذمہ دار یہی ہوں۔

اس انتخاب کا سائز $9\frac{1}{2} \times 11\frac{1}{2}$ ہے۔ کاغذ دیسی کھردرا ہے۔ روتنائی سیاہ ہے اور انتخاب کے اوراق میں شجرف سے سطر کشی کر کے درمیان میں شعر لکھے ہیں۔

یہ انتخاب معمولی شکستہ آمیز خط میں کسی نامعلوم الاسم کاتب نے نقل کیا ہے۔ کاتب کم سواد نظر آتا ہے، اس لیے کہ اس نے دو جگہ اسد کا املا 'ص' سے لکھا ہے۔

کچھ شعر حاشیوں میں بھی درج ہیں۔ ان حواشی میں نیز متن کے اندر بھی متعدد اشعار بے محل لکھے گئے ہیں۔ جس کی وجہ سوائے سہو کے اور کوئی نظر نہیں آتی۔ میرزا صاحب کے اشعار کی تعداد بتفصیل ذیل ۱۸۶ ہے:

| | | | | | | | |
|-----|----|---|---|---|----|-------|-----|
| الف | ۵۰ | ز | ۱ | گ | ۱ | ی | ۷۱ |
| ت | ۷ | س | ۱ | ن | ۲۱ | قطعہ | ۱۳ |
| د | ۳ | ع | ۱ | و | ۳ | رباعی | ۲ |
| ر | ۷ | ک | ۴ | ہ | ۱ | | ۱۸۶ |

یہ انتخاب دیوان کے کس نسخے پر مبنی ہے؟ اس بارے میں قیاس یہ ہے کہ چونکہ اس میں کوئی ایسا شعر نہیں، جو نسخہ رام پور قدیم کے بعد کا ہو، لہذا اسے ۱۲۴۸ یا اس کے قریب کے کسی نسخے پر مبنی ہونا چاہیے۔ اس کی تائید میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ انتخاب کے سرورق پر ۱۸۳۶ع تحریر ہے جو ۱۲۵۲ھ کے مطابق ہے۔ مخطوطہ ہدایوں ۱۲۵۴ھ (۱۸۳۸ع) کا مرتبہ ہے، لہذا اس انتخاب کو مخطوطہ ہدایوں سے کم از کم دو برس پہلے مرتب ہو جانا چاہیے۔

نسخہ رامپور قدیم سے اس انتخاب کا مقابلہ کرنے پر معلوم ہوا کہ ان دونوں میں دو ایک جگہ اہم اختلاف بھی ہے۔ مثلاً نسخہ رام پور قدیم میں ہے:

نو اور سوے غیر نظر ہائے تیز تیز میں اور دُکھ تری مژہ ہائے دراز کا

یہی قراءت بعد کے تمام نسخوں میں ملتی ہے۔ مگر اس انتخاب میں »نظر ہائے« کی جگہ »نگہ ہائے« ہے۔ ممکن تھا کہ اس اختلاف کو کاتب کا سہو قرار دے دیا جاتا۔ مگر گلِ رعنا اور شیفہ کے »گشنِ بے خار« میں بھی »نگہ ہائے« ملتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس انتخاب کی بنیاد جس نسخے پر ہے وہ نسخہ رام پور قدیم کی جگہ شیفہ کے مستعملہ نسخہ دیوان کے مطابق تھا۔

اسی طرح انتخاب کی غزلوں کی ترتیب تو نسخہ رام پور قدیم کے مطابق ہے، مگر اشعار کی ترتیب جگہ جگہ مختلف ہے۔ یہ بھی اسی کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے کہ اس انتخاب کی اصل نسخہ رام پور قدیم سے الگ کوئی نسخہ تھا۔

یہ انتخاب کئی وجوہ سے اہم ہے۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ میرزا صاحب کے متداول دیوان کا اتنا قدیم انتخاب کوئی دوسرا موجود نہیں۔ دوسرے اس انتخاب کا متن جگہ جگہ متداول نسخوں سے الگ ہے، ان میں سے بعض کاتب کی غلطی نہیں معلوم ہوتے، بلکہ ایسا نظر آتا ہے کہ نسخہ اصل میں یہی الفاظ تھے، مثلاً نسخہ رام پور قدیم اور بعض اور نسخوں میں بھی شعرِ تحت اس طرح ہے:

حضرتِ ناصح جو آویں، دیدہ و دل فرسِ راہ

کوئی مجھ کو یہ تو سمجھاؤ کہ سمجھاؤں کے کیا؟

انتخاب میں 'جو آویں' کی جگہ 'گر آویں' ہے۔ میرزا صاحب نے بعد کے نسخوں میں یہی قیامت برقرار رکھی ہے۔ یا مصرع ذیل کے اندر:

ہم نے یہ مانا کہ دلی میں رہے، کھاویں گے کیا

نسخہ رام پور قیام اور بعض دوسرے نسخوں میں 'رہیں' ہے۔ بعد میں میرزا صاحب نے انتخاب والی قیامت کو متن میں رکھا ہے۔

اس انتخاب کے اختلافات عرشی زادہ نے استدراک میں درج کر دیے ہیں۔

۷۔ نسخہ بدایوں۔ اس کی علامت فبا ہے۔

یہ نسخہ جر بدایوں میں دریافت ہوا تھا، $8\frac{1}{2} \times 11\frac{1}{2}$ انچ ناپ کا ہے۔ روشنائی کالی، عنوان اور جدول شجر فی اور باریکا لاجوردی ہے۔ کاغذ بانس کا دیسی بنا ہوا ہے۔ ہر ورق میں رکاب بھی ہے اور ورق داغ بھی۔ خط شکستہ آمیز نستعلیق ہے۔ معمولی کرم خوردگی بھی پائی جاتی ہے۔ جلد پرانی مگر عام حالت اچھی ہے۔

۸۔ ورق پر مہر ہے جس میں 'محمد ذوالفقار الدین ۱۲۵۲ھ' کندہ ہے۔ ورق ۱ الف سے 'قصیدہ فارسی در مدح شاہزادہ سلیم' شروع ہو کر ورق ۲ ب پر ختم ہوا ہے۔ قصیدے کے ۵۵ شعر ہیں اور مطلع حسب ذیل ہے:

درین زمانہ کہ کلکِ رصد نگارِ حکیم
ہزار و دو صد و پنجاہ راند در تقویم

یہ قصیدہ کلیات فارسی کے تمام مخطوطوں اور مطبوعہ ایڈیشنوں میں موجود ہے۔ لیکن نسخہ بانکی پور نوشتہ ۱۲۵۴ھ (۱۸۳۸ع)، نسخہ مطبوعہ ۱۲۶۱ھ (۱۸۴۵ع) اور نسخہ رام پور (لوہارو کلبکشن) مکتوبہ ۱۲۶۴ھ (۱۸۴۸ع) میں اس کا عنوان ہے 'در مدح عرش آرامگاہ محمد اکبر شاہ بادشاہ طاب ثراہ'۔ ہو سکتا ہے نسخہ بدایوں کا عنوان خود میرزا صاحب کا مجوزہ ہو، اور وہ اس لیے کہ اس میں شاہ سے پہلے شاہزادے کی مدح کی گئی ہے۔

ورق ۳ الف پر فارسی کا ایک خط ہے جس کا عنوان ہے 'سوادِ نامہ کہ بہ نواب اکبر علی خان نوشتہ شدہ'۔ پنج آہنگ میں اس کا عنوان ہے 'نامہ بنام نامی نواب سید علی اکبر خان متولی امام باڑہ ہوگلی بندر'۔

ورق ۴ الف پر ایک فارسی قطعہ ہے جو میرزا صاحب نے ایک بلی پر لکھا تھا۔ اس کا پہلا بیت ہے:

دارم بچمان گرۂ پاکیزہ نہادے کز بال پر برزاد بود موجِ رمِ او

یہ قطعہ گیارہ اشعار کا ہے اور اس عنوان سے نقل کیا گیا ہے: «دستِ نوازش بہ پشتِ گرۂ مسکین فرود آوردن و بلا بہ و لاغ از آزارِ جاندارش باز داشتن»۔ یہ نسخۂ رام پور مکتوبہ ۵۱۲۶۴ میں اسی عنوان کے ساتھ اور دوسرے نسخوں میں بے عنوان موجود ہے۔ تعدادِ اشعار سب میں نسخۂ بدایوں کے مطابق ہے۔

ورق ۵ الف سے (جس پر ایک کا ہندسہ ڈالا گیا ہے) لکیردار لوح کے نیچے دیوان کا آغاز ہوا ہے۔ اوپر کے بائیں کونے میں باریکے کے اندر ۵۹ ورق، جزوِ اول دیوانِ ہندی مرزا اسد اللہ خان غالب لکھا ہے، اور اس نوٹ کے نیچے مذکورۂ بالا مہر ثبت ہے۔ دیاچۂ دیوان سے ورق داغ کے مطابق ۲ الف کے حاشیے پر بھی نقل کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل دیوان کو نقل کرنے کے بعد اسے لکھا گیا تھا۔

اشعار کا آغاز بجائے «بسم اللہ» کے «ہو اللہ» سے ہوا ہے۔

ورق ۵ الف سے ۵۱ ب کالم ۱ تک غزلیں ہیں جن کے آخر میں لکھا ہے «تمام شد دیوانِ ریختہ»۔ کالم ۲ سے قصائد شروع ہوئے ہیں۔ پہلا قصیدہ ہے «سازِ یک ذرہ نہیں فیضِ چمن سے بیکار»۔ اس کا عنوان ہے «متخبِ قصیدۂ منقبتِ حضرت مرتضیٰ علی علیہ السلام»۔ ورق ۵۳ الف کالم ۲ سے دوسرا قصیدہ بعنوان «انتخابِ قصیدۂ منقبتِ حضرت مرتضیٰ علی علیہ السلام» شروع ہو کر ۵۴ ب پر ختم ہوا ہے۔ اس کا مطلع «دھر جز جلوۂ یکتائی معشوق نہیں» حاشیے پر مندرج ہے۔ یہی صورت نسخۂ رام پور قدیم کی بھی ہے کہ اس میں یہ مطلع موجود نہ تھا۔ میں نے اپنے قلم سے حاشیے پر اضافہ کر دیا ہے۔

ورق ۵۴ ب تا ۵۵ ب پر ہے: قطعہ در تمذیحِ چکنی ڈلی۔ اس کا عنوان نسخۂ رام پور قدیم کے مطابق ہے۔

ورق ۵۵ ب سے ۵۶ الف تک رباعیاں ہیں۔ ان کی تعداد ۸ ہے۔ ۵۶ ب اور ۵۷ الف

سادہ ہیں۔ ۵۷ ب سے ۵۹ ب کی سطر ۲ تک نواب ضیاء الدین احمد خاں بہادر نیر کی تقریظ ہے۔ آخر میں ۸ ورق پر حکیم مومن خاں مرحوم کا ساقی نامہ ہے جس کا پہلا شعر ۱۵

کھولیو ساقی منہ کو سبو کے پینے ہیں کب سے گھونٹ لو کے

اس نسخے کے اشعار کی تعداد بتفصیل ذیل ہے:

غزلیات:

| | | | | | | | |
|-----|-----|---|----|---|-----|---------|------|
| الف | ۲۲۶ | ر | ۳۹ | ک | ۱۵ | ۵ | ۳ |
| ب | ۱۲ | ز | ۲۰ | گ | ۲ | ی | ۴۳۵ |
| ت | ۱۹ | س | ۷ | ل | ۹ | قصائد | ۶۰ |
| ج | ۴ | ش | ۲ | م | ۸ | قطعہ | ۱۳ |
| چ | ۶ | ع | ۸ | ن | ۱۲۳ | رباعیات | ۱۶ |
| د | ۹ | ف | ۲ | و | ۲۹ | | ۱۰۶۷ |

اشعار کی یہ تعداد متن تک محدود ہے۔ ۳۵ شعر نسخے کے حاشیوں پر بھی لکھے ہوئے ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے:

| | | | | | | | | |
|---------|-----|------|---|---------|---|----|---|---|
| غزلیات: | الف | ۴ | ن | ۴ | و | ۱۱ | ی | ۹ |
| قصائد | ۱ | قطعہ | ۲ | رباعیات | ۴ | | | |

اس صورت میں متن و حواشی دونوں کے اشعار کی تعداد ۱۱۰۲ ہو جاتی ہے۔

نسخہ رام پور قدیم میں بھی اشعار کی تعداد ۱۰۶۷ ہے۔ مگر اس نسخے میں ردیف ب کا یہ شعر موجود نہیں:

شرح ہگامہ ہستی ہے، زہ! موسم گل رہبر قطرہ بدربا ہے، خوشا! موج شراب

چونکہ یہ شعر نسخہ بھوپال کے حاشیے اور نسخہ شیرانی کے متن دونوں میں ملتا ہے، جو نسخہ رام پور قدیم سے برائے ہیں، اس لیے اس شعر کو کاتب کے سہو سے محذوف مانا جائے گا، اور اس صورت میں نسخہ رام پور قدیم کے اشعار کی کل تعداد ۱۰۶۸ ہوگی۔

لیکن جیسا کہ اوپر کے نقشے سے ظاہر ہوتا ہے، نسخہ بدایوں کا متن ۱۰۶۷ شعروں پر

مشتمل ہے۔ اس سے بظاہر یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ نسخۂ ہدایوں، نسخۂ رامپور قدیم سے پرانا ہے۔ لیکن میری رائے میں اس کمی کی وجہ نسخۂ ہدایوں کے کاتب کا ایک سہو ہے۔ اُس نے ردیفِ نون کی ایک ۴ شعر کی غزل جس کا مطلع ہے:

یہ ہم جو ہجر میں دیوار و در کو دیکھتے ہیں

کبھی صبا کو کبھی نامہ بر کو دیکھتے ہیں

متن میں نہیں لکھی، اور غلطی سے آگاہ ہونے کے بعد حاشیے میں اس کا اضافہ کیا۔ اگر یہ ۴ شعر متن میں ہوتے، تو نسخۂ ہدایوں کی تعداد اشعارِ نون بھی ۱۲۷ ہو جاتی اور اس اضافے سے کل شعر ۱۰۷۱ تک پہنچ جاتے۔ متن کے اشعار کی یہ تعداد نسخۂ رام پور قدیم سے ۳ کے بقدر اس لیے بڑھ گئی کہ نسخۂ ہدایوں میں ایک غزل کے ۳ شعر ایسے ہیں جو نسخۂ رام پور قدیم میں سرے سے موجود نہیں۔ اور چونکہ یہ نسخہ ۱۲۴۸ھ (۱۸۳۳ع) کا مرتبہ ہے اور یہ شعر ۱۲۵۰ھ (۱۸۳۴ع) کے لگ بھگ کہے گئے ہیں، اس لیے ان کا نسخۂ رام پور کے متن میں ہونا کسی طرح ممکن نہ تھا۔

چونکہ نیر و رخسار کی لکھی ہوئی فارسی تقریظ کا سال تالیف ۱۲۵۴ھ ہے، جو مارچ ۱۸۳۸ع سے شروع ہو کر ۱۸۳۹ع کے مارچ پر ختم ہوتا ہے۔ نیز اس نسخے کے متن میں ایسی کوئی نظم موجود نہیں جو اس سال کے بعد لکھی گئی ہو۔ لہذا یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ یہ اسی سال کا مرتبہ نسخہ ہے۔

آیا یہ وہی اصل نسخہ ہے جو نیر کی تقریظ کے ساتھ پہلی بار تیار ہوا تھا؟ اس کا جواب میری دانست میں "نہیں" ہے۔ کیونکہ اس میں اس قسم کی املائی غلطیاں ہیں جو نیر کو برداشت نہیں کرنا چاہئیں۔ لیکن یہ ہے اُسی کی نقل، اور نقل بھی میری دانست میں میرزا صاحب کے اُن دوست نے کرائی تھی جن کے بارے میں انہوں نے اپنے اردو خطوں میں جگہ جگہ لکھا ہے کہ وہ میرا کلام جمع کرتے رہتے ہیں، یعنی حسین میرزا۔ اس خیال کی بنیاد اُس مہر پر ہے جو اس میں ثبت ہے اور جس میں "محمد ذوالفقار الدین ۱۲۵۲" کندہ ہے، کیونکہ حسین مرزا کا بڑا نام یہی تھا۔ اس کی تائید حواشی کے مندرجات سے ہوتی ہے اس لیے کہ تھے تھے اشعار

کا اضافہ وہی کرنا رہے گا جسے میرزا صاحب کے کلام کو جمع کرنے کا شوق ہوگا۔

مذکورہ بالا امور تسلیم کرانے کے بعد، یہ نسخہ تاریخی ترتیب میں نسخہ رام پور قدیم کے بعد آتا ہے۔ کیونکہ نسخہ رام پور میں نہ تو نیر کی تقریظ ہے اور نہ اس میں وہ ۳ اشعار ہیں جو پہلی بار نسخہ بدایوں میں نظر آتے ہیں اور آئندہ سطور میں نقل ہو رہے ہیں۔ اس نسخے کی کچھ خصوصیات بھی ہیں۔ مثلاً:

(۱) اس میں پرانے رسم خط کے مطابق اعراب بالحروف کا طریقہ برتا گیا ہے۔ چنانچہ 'دکھا، کو 'دیکھا، اور 'منہ کو 'مونہ، لکھا گیا ہے۔ کئی جگہ 'ئے، کو نین (نون غنہ در آخر) بھی لکھا ہے۔ 'گہرانا، کو ایک مقام پر 'گہڑانا، لکھا ہے جو اس لفظ کا ایک لہجہ ہے۔

(۲) اس میں بذیل غزلیات مندرجہ ذیل تین شعر بھی ہیں:

اور تو رکھنے کو ہم دہر میں کیا رکھتے تھے
مگر اک شعر میں اندازِ رسا رکھتے تھے
اُس کا یہ حال کہ کوئی نہ ادا سنج ملا
آپ لکھتے تھے ہم اور آپ اُنہا رکھتے تھے
زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری، غالب
ہم بھی کیا باد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

اس کے پہلے دو شعر تو دریافت اور تمام دوسرے نسخوں سے زائد ہیں۔ بعد کے نسخوں میں میرزا صاحب نے صرف مقطع برقرار رکھا اور پہلے دونوں شعر حذف کر دیے۔

جہاں تک پہلے دو شعروں کی خوبی کا تعلق ہے، اپنے اندازِ بیان و طرزِ فکر دونوں کے لحاظ سے یہ رکھنے کے قابل تھے۔ لیکن پھر بھی انہیں کاٹ دینے کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ معلوم نہیں ہوتی کہ ان کی موجودگی مقطع کے مضمون کو محدود کر دیتی ہے اور صرف مقطع، وجہ شکایت کی تعیین نہ ہونے کے باعث، آفاقی و ہمہ گیر رہتا ہے۔

(۳) اس نسخے میں ایسے ۲۵ شعر حاشیوں پر مندرج ہیں جو ترتیبِ نسخہ کے بعد کہے گئے تھے۔ اس امرِ واقعی سے جہاں یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ نسخے کا تعلق میرزا صاحب

کے کسی قریبی دوست یا عزیز سے تھا۔ وہاں یہ بھی پتا چل جاتا ہے کہ وہ اشعار تاریخی اعتبار سے کس زمانے سے علاقہ رکھتے ہیں۔ وہ اشعار یہ ہیں:

- (۱) دھر جز جلوۂ یکتائی معشوق نہیں ۱ شعر
- (۲) دی سادگی سے جان، پڑوں کوھکن کے پانو ۹
- (۳) تاہم کو شکایت کی بھی باقی نہ رہے جا — ہمارا نہیں کرتے ۲
- (۴) ہم رشک کو اپنے بھی گوارا نہیں کرتے ۳
- (۵) لاغر اتنا ہوں کہ گر تو بزم میں جا دے مجھے ۴
- (۶) گئے وہ دن کہ نادانستہ غیروں کی وفاداری — خاموش رہتے تھے ۲
- (۷) بھیجی ہے جو مجھ کو شاہِ جمجہا نے دال ۲
- (۸) ہیں شہ میں صفاتِ ذوالجلالی باہم ۲

مذکورہ بالا ۲۵ شعروں کے نسخہ رام پور قدیم میں نہ ہونے سے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ ۱۸۲۳ع اور ۱۸۴۱ع کے درمیان کسی وقت لکھے گئے ہیں۔

ان کے علاوہ ردیف الف کے وہ ۴ شعر جن کا گزشتہ صفحات میں نسخہ رام پور قدیم کے تحت ذکر ہوا، نیز ۴ شعر جن کی ردیف ”دیکھتے ہیں“ ہے، اور دو شعر جن کی ردیف و قافیہ ”تائیر سے نہ ہو“ ہے، اس نسخے کے حاشیے پر درج ہیں۔ ان میں سے پہلے چار شعر نسخہ بھوپال اور نسخہ شیرانی میں پائے جاتے ہیں، اس لیے ان کا نسخہ رام پور قدیم سے خارج ہونا اور نسخہ زیر بحث کے حاشیے میں پایا جانا یا تو سہو کاتب کی تصحیح ہے یا پھر میرزا صاحب نے ان اشعار کو از سر نو داخل دیوان کیا ہے۔ اسی طرح ردیف ہائے نون و واو کے مذکورہ شعر نسخہ رام پور قدیم میں موجود ہیں۔ اس لیے زیر بحث نسخے کے حواشی میں ان کا اندراج بھی مذکورہ بالا دو اسباب ہی میں سے کسی ایک سبب سے ہو سکتا ہے۔

۸ - نسخہ دیسہ - اس کی علامت قبح ۷ -

اس نسخے کا سائز ۲۶/۸ × ۲۰ ہے۔ کاغذ دیسی بانس کا بنا ہوا ہے جس پر کرم خوردگی اور آب رسیدگی کے اثرات نمایاں ہیں۔ اس کے اوراق کی تعداد ۴۸ ہے، اور ورق ۴۰ کے بعد

ایک ورق ضائع ہو گیا ہے۔ خط معمولی نستعلیق، روشنائی سیاہ اور عنوانات شجر فی ہیں۔ اور یہ ۱۴ سطری مسطر پر کتابت کیا گیا ہے۔

یہ نسخہ الاصلاح لائبریری دہلی کی ملکیت ہے۔ مذکورہ لائبریری کو سید قمر الدین صاحب وکیل، بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ نے ۲۹ جنوری ۱۹۱۹ء کو تحفے میں پیش کیا تھا۔

اس نسخے میں دیباچہ اور تقریظ دونوں موجود ہیں۔ دیباچے میں کوئی تاریخ نہیں۔ مگر تقریظ کی تاریخ ۵۱۲۵۴ درج ہے۔ اس میں تعداد اشعار کی بابت لکھا ہے »غزل و قصیدہ و قطعہ و رباعی ہزار و نود و ہشت اند یا اتم«۔ افسوس یہ ہے کہ میں خود شمار کرنے کا وقت نہ نکال سکا۔

غزلیات کے آخر میں »تمام شد غزلیات« اور تقریظ کے بعد بطور ترقیمہ »تمام شد دیوان احمد اللہ خان بتاریخ ۲۶ ستمبر ۱۸۴۵ء« لکھا ہے۔

کتابت کی غلطیاں بہت ہیں، جن کی دو چار جگہ تصحیح بھی نظر آتی ہے۔ کہیں صاء بنا کر حاشیے پر متروکہ لفظ بڑھا دیا گیا ہے۔ مثلاً: نہا زندگی میں موت کا کھٹکا لگا ہوا، کا لفظ »میں« حاشیے پر بڑھایا گیا ہے۔ بعض مقامات پر »بدادہ« یا »نسخہ« لکھ کر حاشیے پر کچھ الفاظ لکھے گئے ہیں، مگر ان میں بھی غلطیاں ہیں مثلاً: چراغِ مردہ ہوں میں بے زباں گورِ غریباں کا، اس مصرع کے لفظ »بے زباں« پر »نسخہ« لکھ کر حاشیے میں »میزبان« لکھا ہے جو صریحاً غلط ہے۔

بعض اشعار حاشیوں پر بھی نقل ہوئے ہیں۔ ردیفِ ع کا ایک شعر: جادۂ رہ خور کو، ردیفِ واو کے دو شعر: (۱) دی سادگی، (۲) بھا کے تھے، نیز قصیدۂ نونیہ کا شعر: نقشِ لاحول لکھ، اسی کی مثالیں ہیں۔

قصیدۂ رائیہ کے تین شعر: وہ شہنشاہ، فلك العرش، سبزۂ نہ چمن، بھی موجود نہیں۔ قصیدۂ نونیہ کے مصرع: وصل زنگارِ رخ آئینہ حسنِ یقین، کے حاشیے پر لکھا ہے »روشنِ مراقبِ یقین«۔

املا اُس عہد کی روش کے مطابق ہے اور ہر جگہ کسی کو کو لکھا ہے۔ کلکتے کی

تعریف والے ۳ شعر بذیل غزلیات درج ہیں۔

یہ نسخہ ترقیمے کی تاریخ کے اعتبار سے نسخہ کریم الدین سے موخر معلوم ہوتا ہے۔ مگر تقریظ میں بتائی گئی تعداد اشعار سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔ دراصل نسخہ کریم الدین کے مقابلے میں یہ مخطوطہ کسی متقدم نسخے کی نقل ہے جو بعد میں تیار کی گئی ہے۔

۹۔ نسخہ کریم الدین۔ اس کی علامت قید ہے۔

اس نسخے کا ناپ $5 \times 7 \frac{1}{2}$ انچ ہے۔ اس میں ۶۴ ورق اور فی صفحہ ۱۱ سطریں ہیں۔ روشنائی سیاہ اور عنوانات شجر فی ہیں۔ کاغذ ولایتی ہلکے نیلے رنگ کا ہے، جس پر از اول تا آخر کرم خوردگی کے آثار موجود ہیں۔ خط نستعلیق ہے۔

ورق ۳ الف سے ورق ۷ ب تک کبھی ضائع ہو گئے تھے، جنہیں کتاب کو مکمل کرنے کی غرض سے کسی نے بعد میں نقل کر کے شامل کر دیا ہے۔

ورق ۱ الف پر شکستہ دفتری خط میں یہ عبارت درج ہے: «مالك این کتاب کریم الدین، سررشتہ دار محکمہ ڈائرکٹری پنجاب»۔ یہ مالک کتاب، صاحب تذکرہ گلدستہ نازنیناں وغیرہ ہیں۔ ورق ۱ ب سے دیاچہ شروع ہو کر ورق ۲ ب کے تقریباً درمیان میں ختم ہوا ہے۔ چونکہ دیاچے کا ایک حصہ جدید اضافہ ہے، اس لیے معلوم ایسا ہوتا ہے، کہ کسی متداول نسخے سے دیاچے کی تاریخ بھی نقل کر دی گئی ہے۔

ورق ۲ ب ہی سے غزلیات شروع ہوتی ہیں۔ آغاز دیوان کی ابتدائی چند غزلیں بھی مذکورہ جدید اوراق پر نقل ہوئی ہیں۔ غزلیات کا سلسلہ ورق ۵۵ ب پر تمام ہوا ہے۔ اس ورق پر آخری غزل کے صرف دو شعر ہیں، باقی حصہ سادہ ہے۔ ورق ۵۶ الف سے پہلا قصیدہ: سائر یک ذرہ نہیں فیض چمن سے بیکار، شروع ہو کر ورق ۵۷ ب پر ختم ہوا ہے۔ اس کے بعد دوسرے قصیدے: «دھر جز جلوۂ یکتائی معشوق نہیں، کی ابتدا ہوئی ہے جو ورق ۵۸ ب پر اتمام پزیر ہوتا ہے۔ آئندہ ورق ۵۹ الف سے ۵۹ ب تک قطعات اور ۶۰ الف سے ۶۱ الف تک رباعیاں ہیں۔ ورق ۶۱ ب سادہ ہے۔ ورق ۶۲ الف سے ۶۴ ب تک تقریظ ہے۔ تقریظ کا عنوان اور اُس کے اندر کے اشعار مذکورہ جدید خط میں ہیں اور اس کی تاریخ ۱۵۴ھ

درج ہے جو دراصل ۵۱۲۵۴ ہے۔

تقریظ میں تعداد اشعار غزل و قصیدہ و قطعہ و رباعی يك هزار و يك صد و اندہ (گیارہ سو سے کچھ اوپر) بتائی گئی ہے۔ اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

غزلیات:

| | | | | | |
|-----|-----|---|----|---------|------|
| الف | ۲۳۰ | س | ۷ | ن | ۱۳۶ |
| ب | ۱۲ | ش | ۲ | و | ۳۷ |
| ت | ۱۹ | ع | ۸ | ہ | ۳ |
| ج | ۴ | ف | ۲ | ی | ۴۳۹ |
| چ | ۶ | ک | ۱۵ | قصائد | ۶۱ |
| د | ۹ | گ | ۲ | قطعات | ۱۹ |
| ر | ۳۹ | ل | ۹ | رباعیات | ۲۰ |
| ز | ۲۰ | م | ۸ | | ۱۱۰۷ |

ترقیمے کی عبارت حسب ذیل ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نسخے کی نقل کا کام بھی مالک کتاب ہی کی فرمائش پر کیا گیا تھا:

”تمام شد این نسخہ پاس خاطر مولوی کریم الدین صاحب ساکن بانی پت از خط کم ربط بندہ سید غلام عباس ساکن کول بتاریخ سیام ماہ اگست ۱۸۴۵ع و مطابق بست و ششم ماہ شعبان المعظم ۱۲۶۱ روز يك شنبہ و بر آمدن دو گھڑی روز صورت اختتام پذیرفت۔“

اس نسخے کا املا اپنے عہد کی مروجہ روش کے مطابق ہے۔ البتہ رسم خط کے لحاظ سے یہ بات نئی ہے کہ اس میں ”خورشید“ کو بحذف واو ”خرشید“ لکھا گیا ہے، مگر ”کسی“ کو ہر جگہ ”کسو“ لکھا ہے۔ یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ اس میں ردیف ”ز“ کی ایک غزل کے مقطع کا مصرع اول ”اسد اللہ خان تمام ہوا“ کے بجائے ”اب تو غالب ہی لے تمام ہوا“ درج ہے جو کسی اور نسخے میں نہیں۔

یہ نسخہ لیاقت نیشنل میوزیم کراچی میں محفوظ ہے۔

۱۰۔ نسخہ لاہور۔ اس کی علامت قج ہے۔

اس کی تقطیع $7\frac{1}{10} \times 9 \times 6$ انچ ہے۔ کل مکتوبہ ورق ۶۴ ہیں۔ سطر ۱۵ سطر کا ہے۔ کاغذ دیسی بادامی ہے۔ عام حالت بہت اچھی ہے۔

ورق ۱ ب پر سنہری، سفید، آبی، نیلی، سرخ اور زرد رنگ کی لوح کے نیچے فارسی دیاچہ شروع ہوا ہے۔ اس صفحہ اور اگلے صفحہ کے حاشیوں میں باریک اور نازک قلم سے مطلا و ملون بیل بنائی گئی ہے۔ نیز ان دونوں صفحوں کا بین السطور مذہب ہے۔ پوری کتاب میں چھ رنگ کی جدول ہے۔ ہر دو نظموں کے درمیان ایک سطر کے بقدر جگہ چھوڑی گئی ہے، اور اسے رنگین بیل سے بھرا گیا ہے۔ جہاں کہیں آخری شعر کو دو سطروں میں لکھا ہے، وہاں دونوں جانب کی جگہوں کو خوبصورت بیل بوٹوں سے بھر دیا ہے۔

کاتب کا نام اور تاریخ کتابت درج نہیں۔ نام خط بتاتا ہے کہ نواب نغرا الدین محمد خاں بہادر کا لکھا ہوا ہے جو میرزا صاحب کے مشہور اور پسندیدہ کاتب تھے۔ روش خط، اصول فن پر پوری نہیں اُترتی، لیکن خط کی یکسانی اور پختگی نے بے حد دیدہ زیبی پیدا کر دی ہے۔ پوری کتاب میں لفظ «اے» کو «اے» بدون نقاط لکھا ہے۔ «و» میں تھی «ط» کے نیچے دو نقطے بھی لگانے ہیں۔ «نہ» اور «جگہ» کو «نہ» اور «جگہ» بھی لکھتے ہیں۔ شعر میں ہندسے کو لفظوں میں لکھا جاتا ہے۔ انہوں نے ایسی جگہوں میں لفظ کے اوپر عدد کی شکل بھی بنائی ہے۔ مجھ سا، مجھ سا اور مجھکو، تجھکو وغیرہ کو بدون «اے» مخطوط اور «منہ» کو عموماً «منہ» اور کبھی «مونہ» لکھتے ہیں۔ میرزا صاحب کی ہدایت کے مطابق عموماً اردو، فارسی الفاظ میں «ذ» کی جگہ «ز» لکھتے ہیں، اور «خرشید» میں «او» نہیں لکھتے۔ خوش نائی اور دفع التباس دونوں کے ایسے لفظوں پر اعراب بھی لگاتے ہیں۔

اس نسخے کے مشتملات کی ترتیب سابق نسخوں جیسی ہے۔ چنانچہ ورق ۲ ب کی چوتھی سطر سے دوسری لوح کے نیچے غزلیں شروع ہوتی ہیں۔ ورق ۵۳ ب سے قصیدے، ورق ۵۸ الف سے قطعے اور ورق ۶۰ الف سے رباعیاں شروع ہوتی ہیں۔ آخر میں بعنوان «خاتمہ» نیر کی تقریظ ہے، جو ورق ۶۲ ب سے شروع ہو کر ۶۴ ب پر ختم ہوتی ہے۔ اس تقریظ میں نسخہ م

(طبع اول) کی طرح سالِ ترتیبِ دیوان ۱۲۵۴ھ (مارچ ۱۸۳۸ء تا مارچ ۱۸۳۹ء) مندرج ہے۔ لیکن اس میں میرزا صاحب کی مشہور غزل: "سب کہاں، کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں" بھی شامل ہے، جو دہلی اردو اخبار مورخہ ۲۸ اگست ۱۸۵۲ء میں اس تصریح کے ساتھ شائع ہوئی تھی کہ اس ہفتے کے مشاعرے کا کلام ہے، اور ۱۸۵۳ء کی کہی ہوئی کوئی غزل وغیرہ موجود نہیں، اس لیے یہ قیاس کرنا ہے جا نہ ہوگا کہ یہ نسخہ ۱۸۵۲ء کے نصفِ آخر میں مرتب کیا گیا تھا، اور تقریظ کی تاریخ از راہِ سو تبدیل نہیں کی گئی ہے۔

تقریظ میں اشعار کی تعداد "ہزار و پانصد و پنچہ و اندہ" (۱۵۵۰ سے کچھ اوپر) بتائی ہے۔ میں نے شمار کیا تو ۱۵۴۷ شعر نکلے، جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اشعار کے گنتے میں بھی احتیاط نہیں برتی گئی تھی۔ اشعار کی تفصیل یہ ہے:

غزلیات:

| | | | | | | | |
|-----|-----|---|----|---|-----|----------|------|
| الف | ۲۸۴ | ر | ۶۹ | ک | ۱۵ | • | ۳ |
| ب | ۱۲ | ز | ۲۰ | گ | ۲ | ی | ۵۸۰ |
| ت | ۱۹ | س | ۷ | ل | ۹ | قصائد: | ۱۶۲ |
| ج | ۴ | ش | ۲ | م | ۸ | قطعات: | ۵۰ |
| چ | ۶ | ع | ۸ | ن | ۲۰۹ | رباعیات: | ۲۴ |
| د | ۹ | ف | ۲ | و | ۴۴ | | ۱۵۴۷ |

اندرونی شہادت ثابت کرتی ہے کہ اسے اول سے آخر تک میرزا صاحب نے پڑھا ہے اور اکثر جگہ اغلاطِ کاتب کی اصلاح بھی کی ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل مقامات پر اُن کے قلم کی واضح اصلاحیں موجود ہیں:

۱۔ ورق ۱۰ ب: جس دل پہ ناز (تھا) مجھے، وہ دل نہیں رہا۔

۲۔ ورق ۲۰ الف: گرمیِ بزم (ہے) اکِ رقصِ شرر ہوتے نک۔

۳۔ ورق ۲۱ ب: رونقِ ہستی ہے (عشق) خانہ ویراں ساز سے۔

۴۔ ورق ۲۳ الف: آپ بے بہرہ (ہے) جو معتقدِ میر نہیں۔

۵۔ ورق ۲۵ ب: ظلم کر ظلم، اگر لطف دریغ آنا (ہو)۔

۶۔ ورق ۳۷ الف: ساقی گری کی شرم کرو آج (ورنہ) ہم۔

۷۔ ورق ۴۶ الف: ہم رشک کو اپنے (بھی) گوارا نہیں کرتے۔

ان میں سے ۱، ۲، ۳، ۴ اور ۷ میں جو لفظ بریکٹوں میں لکھے ہوئے ہیں، وہ اصل میں خود میرزا صاحب نے اپنے قلم سے بڑھائے ہیں۔ نمبر ۵ میں کاتب نے »ہو« کی جگہ »ہے« لکھ دیا تھا۔ میرزا صاحب نے اول کو چھیل کر دوسرا لفظ بنایا ہے۔ نمبر ۶ میں کاتب نے »ورنہ آج« لکھ کر »ورنہ« کے اوپر »خ« (جو موخر کا نشان ہے) اور »آج« کے اوپر »م« (جو مقدم کا نشان ہے) بنا دیا تھا۔ میرزا صاحب نے یہاں »ورنہ« کو مٹا کر »آج« کے بعد مذکورہ لفظ اپنے قلم سے لکھ دیا ہے۔

نام بہت سی خطی غلطیاں اب بھی موجود ہیں۔ مثلاً:

(۱) »کیا رہوں غربت میں خوش، ہو جب حوادث کا خیال« (۴ ب)، حالانکہ صحیح الفاظ »حوادث کا یہ حال« ہیں۔

(۲) »جلوہ از بسکہ — مژگان ہوگا« (۵ ب) جب کہ صحیح ردیف »ہونا« ہے۔

(۳) ورق ۷ ب پر »سونچ«، ۱۰ الف پر »خورشید«، ۱۴ الف پر »دھنواں« اور ۱۸ الف پر »تغذیر« ملتا ہے، جو میرزا صاحب کے املا کے خلاف ہے۔

(۴) »نہ سہو گر برا کہے کوئی نہ کہو گر برا کہے کوئی« (۸ ب)، حالانکہ صحیح ردیف »کرے کوئی« ہے۔

(۵) »رہ گیا خط (میری) چھانی پر کھلا« (۵۷ ب)، اس میں بریکٹ کے اندر کا لفظ کاتب اور مصحح دونوں سے چھوٹ گیا ہے۔

(۶) »شاہ (کے) آکے دھرا ہے آئہ« (۵۸ الف)۔ یہاں بھی بریکٹ کا لفظ رہ گیا ہے۔

۱۱۔ نسخہ رام پور جدید۔ اس کی علامت قد ہے۔

اس نسخے کا ناپ $11 \frac{1}{2} \times 7$ انچ اور کتابت کا سائز $8 \frac{1}{2} \times 4 \frac{3}{4}$ انچ ہے۔ اوراق ۷۴ اور مسطر ۱۵ سطری ہے۔ متن کی روشنائی کالی اور عنوان، تخلص اور مدوحین کے نام شگرفی

ہیں۔ لوح، نسخہ لاہور کی طرح نہایت عمدہ سنہری اور رنگین ہے۔ ورق ۱ ب اور ۲ الف کے حاشیے خوبصورت بیل سے آراستہ کیے گئے ہیں۔ ہر دو نظموں کے درمیان کی سادہ جگہ کو رنگین بیل بوٹوں سے مزین کیا گیا ہے۔ یہی صورت اُس جگہ نظر آتی ہے جہاں کسی نظم کے آخری شعر کو دو سطروں میں لکھا گیا ہے۔ جدولیں سنہری اور رنگین ہیں۔ ایک جدول حاشیے کی تحدید کے لیے بھی بنائی ہے، مگر یہ متن کی جدول سے باریک ہے۔

اس کا خط بھی نسخہ لاہور کی طرح عمدہ نستعلیق ہے۔ کاتب کا نام اور سالِ کتابت یہاں بھی درج نہیں۔ لیکن یہ بات بالکل یقینی ہے کہ اس کے کاتب بھی نواب نغرا الدین محمد خاں بہادر ہی ہیں۔ کتاب کا کاغذ بہت باریک ولایتی ہے، اس لیے رنگین بیل بوٹوں کی جگہوں پر گنا جا رہا ہے۔ چونکہ یہ نسخہ میرزا صاحب نے نواب یوسف علی خاں بہادر ناظم والی رام پور (فردوس مکان) کو ۱۱ مئی سنہ ۱۸۵۷ء سے پہلے تحفے میں بھیجا تھا، اس لیے اسے تاریخِ مذکور سے پہلے کا نوشتہ ہونا چاہیے۔ اور چونکہ اس کو زیادہ اہتمام سے لکھوایا گیا ہے، اس لیے گمانِ غالب یہ ہے کہ نواب ناظم ہی کے لیے تیار بھی کرایا گیا تھا۔

اس نسخے کی تصحیح میرزا صاحب نے خود کی ہے: چنانچہ صفحات ۶، ۷، ۸، ۱۴، ۱۸، ۲۲، ۳۴، ۴۵، ۵۵، ۶۱، ۶۳، ۶۷، ۷۲، ۷۴، ۸۱، ۸۲، ۸۵، ۸۸، ۹۱، ۹۷، ۱۰۲، ۱۰۷، ۱۰۹، ۱۱۱، ۱۱۶، ۱۲۰، ۱۳۱، ۱۳۵، ۱۳۸، ۱۴۰ پر اُن کے ہاتھ کی اصلاحیں موجود ہیں۔

سرورق پر کتاب خانۂ رام پور کے رجسٹر موجودات کلاں کا نمبر ۳۳۴۴ اور "لمبر خورد ۷۶" درج ہے۔ نیز کتاب خانے کی ایک پرانی مہر سنہ ۱۲۶۸ھ کی کھدی ہوئی اور دوسری عہدِ نواب سید حامد علی خاں بہادر والی رام پور (جنت مکان) کی بھی ثبت ہے۔

ورق ۱ ب پر لوح کے تحت فارسی دیباچہ ہے۔ ورق ۲ ب سے ورق ۶ ب تک قطعے، ورق ۷ الف سے ورق ۸ الف تک مثنوی، ورق ۸ الف سے ورق ۱۳ ب تک قصائد، ورق ۱۴ الف سے ورق ۷۰ الف تک غزلیات، ورق ۷۰ الف سے ورق ۷۱ ب تک رباعیاں اور ورق ۷۲ الف سے ورق ۷۴ ب تک نیر کی تقریظ ہے۔

اس تقریظ کا عنوان "خاتمہ" ہے، اور اس میں سالِ ترتیب ۱۲۷۱ھ درج ہے، جو ۲۴ ستمبر

۱۸۵۴ع سے شروع ہو کر ۱۳ ستمبر ۱۸۵۵ع پر ختم ہوتا ہے۔ اس نسخے کی سب سے آخری نظم جس کی تاریخ کا علم ہو سکا ہے، یہ رباعی ہے: ہم گرچہ بنے سلام کرنے والے، میرزا صاحب کے خط بنام حقیر مورخہ ۸ مارچ ۱۸۵۵ع سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس تاریخ سے کچھ ہی قبل لکھی گئی تھی۔ لہذا زیر نظر نسخے کو مارچ ۱۸۵۵ع اور ستمبر ۱۸۵۵ع کے درمیان مرتب ہو جانا چاہیے۔

تقریظ میں تعداد اشعار ۱۶۹۰۰ اور چند، بتائی گئی ہے، جب کہ خود نسخے میں حسب تفصیل تحت ۱۷۹۵ اشعار مندرج ہیں:

| | | | | | | | |
|-----|---|----|---|-----|-----|------|---------|
| ۹ | ل | ۲۰ | ز | ۳۰۵ | الف | ۱۱۵ | قطعات |
| ۸ | م | ۷ | س | ۱۲ | ب | ۳۳ | مثنوی |
| ۲۲۵ | ن | ۲ | ش | ۱۹ | ت | ۱۶۲ | قصائد |
| ۸۰ | و | ۸ | ع | ۴ | ج | ۱۴۵۳ | غزلیات |
| ۳ | ہ | ۲ | ف | ۶ | چ | ۳۲ | رباعیات |
| ۶۴۸ | ی | ۱۵ | ک | ۹ | د | ۱۷۹۵ | |
| | | ۲ | گ | ۶۹ | ر | | |

اس سے یہ بات متعین ہو جاتی ہے کہ میرزا صاحب نے نیر کی تقریظ کی تاریخ تو بدل دی، لیکن سہواً تعداد اشعار منقول عنہ ہی کی باقی رکھی۔ یہی غلطی احمدی ایڈیشن کی تقریظ میں بھی موجود ہے، جس کا ذکر آئندہ آ رہا ہے۔

نسخہ رام پور جدید کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ میرزا صاحب نے اسے لفظی، معنوی اور ترتیبی لحاظ سے خوب تر بنانے کی سعی کی تھی اور اس لیے بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ ۱۲۴۸ھ والے ایڈیشن کے بعد ان کے دیوان کا وہ ایڈیشن ہے، جو انہوں نے از سر نو خود مرتب کیا تھا۔ ان دونوں نسخوں کے درمیان کے جتنے نسخے ہیں، وہ حقیقی معنوں میں ایڈیشن نہیں کہلا سکتے، بلکہ وہ پچھلے ایڈیشن کی گویا نقل ہیں جن میں تے کلام کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ ذیل میں نسخہ رام پور جدید کی خصوصیات پیش کی جاتی ہیں۔ ان سے اندازہ کیا جا سکے

گا کہ یہ نسخہ صحیح معنی میں آخری ایڈیشن ہے۔

میرزا صاحب نے ۱۲۴۸ھ (۱۸۳۳ع) میں جب موجودہ انتخاب مرتب کیا، تو اُس کے اندر اصنافِ کلام کی ترتیب یہ رکھی: غزلیات، قصائد، قطعہ، رباعیات - ۱۸۴۱ع میں پہلی مرتبہ دیوان کی طباعت ہوئی تو اُس میں بھی یہی ترتیب رہی - یہی ترتیب احمدی اور اُس کی نقل نظامی کی بھی ہے اور اسی کو آج تک سب مطبوعہ نسخوں میں برقرار رکھا گیا ہے۔

اس کے بر خلاف نسخۂ رام پور جدید میں اس ترتیب کو بدل کر یوں کر دیا گیا: قطعات، مثنوی، قصائد، غزلیات، رباعیات - یہ ترتیب اُن کے کلیاتِ فارسی کے مطابق اور اُردو کے سب پچھلے مخطوطوں اور مطبوعہ نسخوں کے خلاف ہے - صرف منشی شیو نرائن کا مطبوعہ نسخہ اس سے اس لیے مستثنیٰ ہے کہ وہ اسی نسخۂ رام پور جدید کی نقل ہے۔

اب یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ متداول دیوانِ اُردو کی ترتیب دو بار ہوئی - پہلے ۱۲۴۸ھ (۱۸۳۳ع) میں اور دوسری بار ۱۲۷۱ھ (۱۸۵۵ع) میں، اور ۱۲۷۱ھ کی ترتیب زمانے کے لحاظ سے متاخر ہونے کے ساتھ اُن کے فارسی دیوان کی ترتیب ہی نہیں بلکہ رواجِ عام کے بھی مطابق ہے، اس لیے وہی اس کی مستحق ہے کہ کسی تحقیق و تنقیدی ایڈیشن میں اختیار کی جائے۔ چنانچہ اسی واسطے میں نے نسخۂ عرشی کی ترتیب میں نسخۂ رام پور جدید کی ترتیب کو برقرار رکھا ہے۔

چونکہ آخر زمانے میں میرزا صاحب بہت شکستہ خاطر اور بیمار رہنے لگے تھے، اس لیے نسخۂ احمدی کی طباعت کے وقت اُن کا اُس کی پرانی ترتیب کو نہ بدلنا، اُن کی آخری تجویز نہیں کہلا سکتا۔ یہ صرف حالات کے دباؤ کے تحت پیش آمدہ سہل انگاری ہے اور بس۔

نسخۂ رام پور جدید جس کاتب کا لکھا ہوا ہے، میرزا صاحب کے فارسی اور اُردو مصنفات کے عمومی کاتب وہی صاحب ہیں - چنانچہ رضا لاہیری میں اُن کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تین فارسی دیوان موجود ہیں۔ اُنہوں نے دیوانِ اُردو کی بھی ایک سے زائد نقلیں مختلف زمانوں میں تیار کی تھیں - تقسیمِ ہند سے پہلے ایک نسخہ خواجہ محمد شفیع صاحب دہلوی کے پاس میں نے خود دیکھا تھا - ایک نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور میں محفوظ ہے - جس

کا ذکر گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔ اگر یہ وہی خواجہ صاحب کا نسخہ نہیں، تو اس کا یہ مطلب ہے کہ میں اس کاتب کے قلم کے تین دیوانِ اردو دیکھ چکا ہوں۔

مدعا یہ ہے کہ میں نے میرزا صاحب کے دیوانِ اردو کے جتنے نسخے دیکھے ہیں، خواہ وہ قلمی تھے یا مطبوعہ، اُن سب سے نسخہ رام پور جدید املاتی اعتبار سے برتر ہے۔ اس میں میرزا صاحب کے ایما سے کاتب نے الفاظ کی کتابت چند خصوصیتوں کو نظر میں رکھ کر کی ہے۔ اور جیسا کہ آئندہ ظاہر ہوگا، وہ خصوصیات ایسی ہیں کہ اُن کے ہونے ہوئے نسخہ زیر بحث کو دوسرے نسخوں کے مقابلے میں ترقی یافتہ یا خوب تر کہنا چاہیے۔ مثلاً:

(۱) لفظ «ایک» کی «ی»، جہاں پڑھنے میں نہیں آتی، وہاں «ی» کا سوشہ تو لکھا گیا ہے، مگر نقطے اُڑا دیے گئے ہیں، اور اس کی کتابت یوں کی ہے: «ایک»۔

(۲) الفاظ «میری»، «اوز»، «تیری»، اور «میرا» اور «تیرا» کی «ی»، جہاں ملفوظی نہیں ہے، وہ بھی بدونِ نقاط لکھی گئی ہے۔

(۳) «اے» محقق پر ختم ہونے والے الفاظ کی جمع جب «ہا» سے بناتی ہے تو پہلی «ہ» بالالزام لکھی ہے، اور اگر کسی جگہ کاتب سے سہو ہوا ہے، تو میرزا صاحب نے اپنے قلم سے اس غلطی کی اصلاح کر دی ہے۔ چنانچہ اس نسخے میں خذہ «ہا»، بادہ «ہا»، میوہ «ہا»، وغیرہ ملتا ہے۔ جب کہ دوسرے نسخوں میں اس کی خلاف ورزی نظر آتی ہے۔

(۴) نسخہ احمدی اور نسخہ نظامی میں لفظ «تھے»، کو «تھئے»، اور «تھنہئے»، لکھا گیا ہے۔ یہ دونوں شکلیں «تھے» کے مقابلے میں قدیم و پس ماندہ ہیں۔

(۵) میرزا صاحب کی ادھیڑ عمر تک دلی والے «کسو» بولتے تھے۔ اُنہوں نے بھی جگہ جگہ یہی لفظ استعمال کیا اور لکھوایا تھا۔ بعد ازاں اس کی شکل «کسی» مروج ہو گئی، تو اُنہوں نے «کسو» کو ترک کر دیا اور اس ترک کے بعد نہ خود لکھا نہ اپنے یہاں لکھنے دیا۔

نسخہ احمدی کی اصل میں یہ لفظ اپنی پرانی شکل کے ساتھ لکھا ہوا تھا، اس لیے اس میں «کسو» ہی چھپا۔ اس پر میرزا صاحب کو خاتمة الطبع میں لکھنا پڑا کہ یہ اب «میری» بولی نہیں ہے، اس لیے جہاں کہیں قافیے میں ہو اُسے چھوڑ کر ہر جگہ «کسی» بنا لیا جائے۔

نسخہ زیر بحث میں بالالزام ہر جگہ 'کسی' لکھا گیا ہے اور اگر کہیں کاتب نے از راہ سہو پرانا املا لکھ دیا تھا، تو میرزا صاحب نے اپنے قلم سے اُسے درست کر دیا ہے۔

(۶) لفظ 'دونوں' کا املا نسخہ ہائے احمدی و نظامی میں 'دونو' ہے جو غلط ہے۔ کاتب نے پہلے نسخہ رام پور جدید میں بھی یونہی لکھا تھا۔ میرزا صاحب نے اپنے قلم سے آخری 'ون' بڑھایا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نسخہ احمدی کی اصل کا املا میرزا صاحب کا پسندیدہ نہ تھا، اس لیے انہوں نے اپنے قلم سے درست کرنا ضروری جانا۔

(۷) یہی صورت لفظ 'ہانوں' کے املا کی ہے کہ احمدی اور نظامی نسخوں میں اسے 'ہانوں' لکھا ہے جو میرزا صاحب کی رائے میں غلط ہے اور اسی لیے انہوں نے 'ہانوں' ردیف کی غزل کو حرف الواو میں درج کیا ہے۔

(۸) بعض مرکب الفاظ کو میرزا صاحب نے جان کر مفرد کر دیا ہے۔ چنانچہ لفظ 'ماہتاب' کو مثال میں پیش کیا جا سکتا ہے جو اس شعر میں آیا ہے:

غالب۔ چھٹی شراب، پر اب بھی کبھی کبھی

پیتا ہوں روزِ ابر و شبِ ماہتاب میں

یہ لفظ نسخہ ہائے احمدی و نظامی میں اسی طرح ملا کر لکھا گیا ہے۔ نسخہ رام پور جدید کے کاتب نے بھی اسے یونہی مرکب لکھا تھا۔ مگر میرزا صاحب نے خود اسے 'ماہ تاب' بنایا جس سے اس طرف اشارہ ہے کہ 'شبِ ماہ تاب' مرکبِ توصیفی ہے۔ اربابِ علم ان دونوں لفظوں کے فرق سے واقف ہیں۔ اس لیے وہ یہ تسلیم کریں گے کہ میرزا صاحب نے اس شعر میں 'ماہتاب' کو 'ماہ تاب' بنا کر املاتی ہی نہیں اصلاحِ معنوی بھی کی ہے۔

(۹) اسی طرح 'ہ' پر ختم ہونے والے لفظوں کو بحرف ہونے کی حالت میں احمدی و نظامی نسخوں میں بالعموم 'ہ' کے ساتھ ہی لکھا ہے۔ مگر نسخہ رام پور جدید میں ان کے برخلاف مذکورہ حالت میں 'ہ' کو 'ی' سے بدل دیا ہے۔ اور اگر کہیں اس کے خلاف نظر آتا ہے، تو وہ بالیقین سہوِ کاتب ہے۔

(۱۰) احمدی و نظامی نسخوں میں ہے: مری نگاہ میں ہے جمع و خرچ دربا کا۔

لفظِ 'خرج' کی اصل 'خرج' ہے جو عربی زبان کا ایک لفظ ہے اور جیم کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ میرزا صاحب نے اسے بحالتِ ترکیب 'ج'، لکھنا نا درست جانا، اور اس لیے نسخۂ رام پور جدید میں اسے 'جمع و خرج' لکھوایا۔

سابقہ سطور میں بہت سی ترمیمیں گزر چکی ہیں جو ثابت کرتی ہیں کہ نسخۂ رام پور جدید آخری ایڈیشن ہے۔ ذیل میں کچھ اور ایسے اختلافات پیش کرنا ہوں جو اس نسخے کے آخری ایڈیشن ہونے کا ثبوت ہیں:

(۱) احدی و نظامی نسخوں میں ہے: شایانِ دست و بازوے قاتل نہیں رہا۔ نسخۂ رام پور جدید میں 'بازو' کی جگہ 'خنجر' رکھا گیا ہے۔

(۲) مذکورہ نسخوں میں ہے: ہم نے یہ مانا کہ دلی میں رہیں، کھاویں گے کیا۔ نسخۂ رام پور جدید میں 'رہیں' کی جگہ 'رہے' لکھا گیا ہے۔

(۳) مذکورہ نسخوں میں ہے: وہ دن گئے کہ کہتے تھے نوکر نہیں ہوں میں۔ نسخۂ رام پور جدید میں 'کہ کہتے تھے' کی جگہ 'جو کہتے تھے' ہے۔

(۴) مذکورہ نسخوں میں ہے: سوزشِ باطن کے ہیں احباب منکر، ورنہ یاں۔ نسخۂ رام پور جدید میں 'سوزش' کی جگہ 'شورش' ہے۔

(۵) مذکورہ نسخوں میں ہے: شادی سے گزر کہ غم نہ ہووے۔ نسخۂ رام پور جدید میں 'نہ ہووے' کی جگہ 'نہ رہوے' ہے۔

(۶) مذکورہ نسخوں میں ہے: تب چاکِ گریاں کا مزہ ہے، دلِ نالاں۔ نسخۂ رام پور جدید میں 'نالوں' کی جگہ 'ناداں' ہے۔

(۷) مذکورہ نسخوں میں ہے: کیا تعجب ہے کہ اُس کو دیکھ کر آجائے رحم۔ نسخۂ رام پور جدید میں 'کہ اُس کو' کی جگہ 'جو اُس کو' ہے۔

(۸) مذکورہ نسخوں میں ہے: اُن کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق۔ نسخۂ رام پور جدید میں 'منہ پر رونق' کی جگہ 'رونق منہ پر' ہے۔

(۹) مذکورہ نسخوں میں ہے: وہ بد خو اور میری داستانِ عشق طولانی۔ نسخۂ رام پور

جدید میں 'داستانِ عشق' کی جگہ 'داستانِ شوق' ہے۔

(۱۰) مذکورہ نسخوں میں ہے 'باغِ معنی کی دکھاؤں گا بہار' نسخہٴ رام پور جدید میں 'دکھاؤں گا' کی جگہ 'دکھاؤں گا' ہے۔

حسبِ ذیل خصوصیات بھی اس نسخے کو دیگر نسخوں سے ممتاز کرتی ہیں:

(۱) ناموں اور اہم جملوں اور الفاظ کو شگرفی روشنائی سے یا جلی قلم سے لکھا گیا ہے، مثلاً 'مثنویِ انبہ' میں ورق ۷ ب پر:

غفرِ دیں، عزِ شان و جاہِ جلال زینتِ طینت و جمالِ کمال

کے اندر 'غفرِ دیں' کو سرخ لکھا ہے، جس کا یہ مطلب ہے کہ کاتب کے نزدیک یہ عَلم ہے اور اس سے مرزا غفر و ولید سلطنت مراد ہیں۔ اس کے بعد آسانی سے کہا جا سکتا ہے کہ مثنوی کی تاریخِ نظم نومبر ۱۸۵۴ع اور ۱۰ جولائی ۱۸۵۶ع کے درمیان ہے، کیونکہ مرزا غفر اول الذکر تاریخ میں ولید بنے تھے اور موخر الذکر کو انتقال کر گئے۔

کوئی یہ نہ کہے کہ ولید کا لقب تو غفر الدین تھا، لہذا غفرِ دین سے وہ مراد نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ شاعر القاب میں اتنی ترمیم کر لیا کرتے ہیں، جیسا کہ میرزا صاحب نے نواب جمال حسین خاں بہادر والی فرخ آباد کو، 'نصیرِ دولت و دین اور معینِ ملت و ملک' (۷۰ الف) لکھا ہے، حالانکہ اُن کا لقب نصیر الدولہ، معین الملک تھا۔ چونکہ میرزا صاحب کا کاتب اس امر سے واقف تھا، اس لیے اُس نے زیرِ بحث نسخے میں لفظِ 'نصیر' کو جلی قلم سے تحریر کیا ہے۔

(۲) اکثر جگہ علاماتِ اعراب بھی لگائی ہیں۔ اُن میں سے بعض اہم ہیں، مثلاً:

مے ہی پھر کیوں نہ میں پیسے جاؤں غم سے جب ہو گئی ہو زیستِ حرام

(۱۱ الف) میں 'مے' کو بکسرِ ہاے ہوز لکھا ہے، تاکہ اسے کوئی 'مے' نہ پڑھ لے۔

یا میرے ہونے میں ہے کیا رسوائی اے وہ مجلس نہیں، خلوت ہی سہی

(۴۸ ب) 'اے' کو بکسرِ الف لکھا ہے۔

یا ہر چند ہر ایک شے میں تو ہے ہر تجھ سے کوئی شے نہیں ہے

(۶۱ الف) میں 'سے' بکسرِ سین لکھا ہے تاکہ اسے 'تجھ سے' نہ پڑھا جا سکے۔

یا سات اقلیم کا حاصل جو فراہم کیجیے تو وہ لشکر کا ترے نعل بہا ہوتا ہے
(۵۶ ب) میں "توہ بفتح" لکھا ہے ۔

(۳) نشہ کو عموماً بتشدیدِ شین لکھا ہے، اور جہاں کاتب سے تشدید رہ گئی تھی وہاں میرزا صاحب نے اپنے قلم سے بڑھائی ہے ۔

(۴) عموماً گاف کے مرکز، اور بعض جگہ واو عطف بھی، شگرفی لکھے ہیں۔ نیز مرکب ردیفوں سے پہلے ایک سرخ نقطہ لگایا ہے ۔

مذکورہ امتیازات کے پیشِ نظر اہلِ ذوق کو یہ ماننا پڑے گا کہ انہوں نے دیوان کے لفظی و معنوی حسن میں بالیقین اضافہ کیا ہے، اور یہ نتیجہ ہے اُس خصوصی توجہ کا جس سے میرزا صاحب نے اس نسخے کی ترتیب میں کام لیا۔ اس لیے نسخۂ رام پور جدید ہی اس اعزاز کا پورے طور پر مستحق ہے کہ اسے میرزا صاحب کا آخری پسندیدہ ایڈیشن قرار دے کر آئندہ ایڈیشنوں میں اس کی قرائت اور ترتیب کو آخری قرائت اور ترتیب کے طور پر برقرار رکھا جائے، بحر اُن صورتوں کے جہاں میرزا صاحب نے مزید اصلاح کردی ہو ۔

۱۲ - انتخاب غالب - اس کی علامت خ ۵ -

یہ انتخاب $12 \frac{1}{2} \times 7 \frac{3}{4}$ انچ کے طول و عرض کے ۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ سطریں ۱۳ سے ۱۶ تک ہیں۔ کاغذ باریک، اور ولایتی سفید ہے۔ متن کی روشنائی سیاہ اور عنوان سرخ ہیں۔ قلم اول سے آخر تک ایک اور نستعلیق خط بہت معمولی، اور حسبِ قول میرزا صاحب اغلاط سے پر ہے۔ انہیں میرزا صاحب نے جگہ جگہ درست کیا ہے، مگر پھر بھی اصلاحوں سے زیادہ غلطیاں باقی رہ گئی ہیں۔ ہر نئی غزل کے پہلے مصرعے کے آغاز میں سرخ روشنائی سے ایک چھوٹی سی لکیر کھینچ دی ہے، تاکہ سابق سے اُس کا امتیاز نمایاں ہو جائے۔ ۴۸ صفحات تک صفحات کے ہندسے بھی ملتے ہیں۔ اوراق پر کرمخوردگی کے نشان اور کاغذ پر کھنگی کے اثرات موجود ہیں۔

معمولی نقطوں یا مرکروں کی اصلاحوں سے قطعِ نظر، صفحات ۶، ۱۲، ۱۴، ۱۷، ۲۲، ۲۶، ۲۷، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۴۸، ۴۹، ۵۴، ۵۸، ۶۳، ۶۴ پر میرزا صاحب کے قلم کی

ممتاز لفظی اصلاحیں ملتی ہیں، جن میں اغلاطِ املا کی تصحیح اور ساقط لفظوں کا اضافہ دونوں شامل ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ مطبع نظامی، کانپور کے مطبوعہ نسخہ پر اس انتخاب کی بنیاد رکھی گئی ہے، اس لیے کہ

(۱) دہلی اور آگرے کے نسخوں میں میرزا صاحب کی وہ غزل نہیں ہے، جس کا مطلع ہے:

کیوں کر اُس بت سے رکھوں جان عزیز

کیا نہیں ہے مجھے ایمان عزیز؟

نظامی پریس کے نسخے میں یہ غزل پائی جاتی ہے، اور اس انتخاب میں بھی موجود ہے۔

(۲) میرزا صاحب کی مشہور غزل: "نویدر امن ہے بیدارِ دوست جاں کے لیے"، کا یہ شعر نسخہ نظامی میں اس طرح چھپا ہے:

گدا سمجھ کے وہ چپ تھا مری خوشامد سے

اُنھا اور اُنھ کے قدم میں نے پاساں کے لیے

زیر بحث نسخے میں بھی یہی الفاظ مندرج ہیں۔

(۳) میرزا صاحب کی ایک رباعی کا مصرع دہلی اور آگرے کے نسخوں میں اس طرح ہے: "یعنی ہر بار کاغذِ باد کی طرح"۔ میرزا صاحب نے دہلوی نسخے کے غلط نامے میں اپنے مصرع: "دود کی طرح رہا سایہ گریزاں مجھ سے" میں "صورتِ دود" بنایا تھا، مگر یہ آفیر رباعی کے اندر سہواً رہ گیا تھا۔ نظامی میں اس کی اصلاح بھی پائی جاتی ہے۔ نسخہ انتخاب اس محل پر بھی نظامی کے مطابق ہے۔

ان مواقع کے علاوہ بھی ہر جگہ انتخاب کا متن نسخہ نظامی کے متن سے موافقت و اتحاد رکھتا ہے، جیسا کہ "اختلافِ نسخ" میں ظاہر کیا گیا ہے۔ اگر انتخابِ اشعار کی خاطر میرزا صاحب نے نسخہ نظامی پر صاد نہ بنائے ہوتے، تو ان دونوں میں الفاظ کا مذکورہ بالا اتحاد ناممکن تھا۔ نظامی ایڈیشن میں ۱۸۰۲ بیت تھے، جن میں سے زیر بحث انتخاب میں ۸۴۷ اشعار باقی

رکھے گئے ہیں۔ ان میں غزلیات کے ۱۴۶۰ شعروں میں سے ۶۷۲ منتخب اشعار کی تفصیل درج ذیل ہے۔

| | | | | | | | |
|-----|-----|---|----|---|-----|---|-----|
| الف | ۱۳۹ | د | ۵ | ک | ۴ | و | ۴۲ |
| ب | ۱ | ر | ۳۵ | ل | ۲ | ی | ۳۱۶ |
| ت | ۸ | ز | ۵ | م | ۴ | | |
| ج | ۲ | س | ۳ | ن | ۱۰۶ | | |

ان کے علاوہ قصائد کے ۱۶۲ ایسات میں سے ۹۲، مثنوی در صفتِ انبہ کے مکمل ۳۳ اور قطعات کے ۱۱۵ اشعار میں سے ۴۰ چنے گئے ہیں۔ ۱۶ رباعیات میں سے صرف ۵ انتخاب میں آئی ہیں۔

بظاہر حال، نسخہ نظامی کی موجودگی میں انتخاب کو استعمال کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن میرزا صاحب نے اس میں چند تازہ اصلاحیں کی ہیں، اور وہ اہم بھی ہیں، اس لیے میں نے اسے بھی اپنی ماخذوں میں شامل کر لیا ہے۔

بہ: مطبوعہ نسخہ

۱۔ پہلا ایڈیشن۔ اس کی علامت م ہے۔

میرزا صاحب کے دیوان کا پہلا مطبوعہ نسخہ مطبع سیدالاجبار دہلی میں چھپ کر شائع ہوا تھا۔ میرزا صاحب نے ختم طبع سے کچھ پہلے میجر جان جاکوب کو لکھا ہے: "ہناں ہماناد کہ نقش مطبع سیدالاجبار انگبختہ طبع یکی از دوستان روحانی منست۔ ہمانا کارفرمای این نوائین کمدہ، آن می سگالد کہ درین کارگاہ نقشہای بدیع انگیزد و فرو ریختہ های خامہ غالب بے نوا را بقالب انطباع فرو ریزد۔ ازاں جملہ دیوان ریختہ کہ در ناتمامی تمام است، عجب نیست کہ ہم درین ماہ بتامی و آنگاہ بنظر گاہ سامی رسد۔"

یہ مطبع سرسید کے بھائی، سید محمد خاں بہادر نے دہلی میں قائم کیا تھا اور سید المطابع یا مطبع سیدالاجبار کے نام سے مشہور تھا۔ شعبان ۱۲۵۷ھ (اکتوبر ۱۸۴۱ع) میں میرزا صاحب کا دیوان اس مطبع میں چھپنا شروع ہوا، اور ۲۷ رمضان (۱۲ نومبر) تک زیر طبع رہا۔ تاریخ

آغاز سرورق پر مذکور ہے، اور ۲۷ رمضان تک اختتام نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس میں یہ رباعی بھی شامل ہے: اب کے شبِ قدر و دوالی باہم۔ اور از روئے حساب دوالی اور شبِ قدر کا اجتماع اسی تاریخ کو ہوا تھا۔ سرورق کا اصل نمبر کتاب کی ترتیب صفحات میں شامل ہے۔ اس سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ دیوان سرورق پر مذکور تاریخ طبع کے بعد تک چھپتا رہا تھا۔

صوت پبلک لائبریری رام پور میں اس ایڈیشن کا ایک نسخہ محفوظ ہے جس کے سرورق پر حسبِ ذیل عبارت اس طرح پانچ سطروں میں لکھی ہے:

دیوانِ اسد اللہ خان صاحب غالب تخلص

مرزا نوشہ صاحب مشہور کا دہلی میں سید محمد خان بہادر کے چھاپہ خانہ کے

لینٹو گرافک پریس میں شہرِ شعبان

سنہ ۱۲۵۷ ہجری مطابق ماہِ اکتوبر سنہ ۱۸۴۱ عیسوی کو سید عبدالغفور کے

اہتمام میں چھاپا ہوا

سرورق کی پہلی سطر کے آخر میں لفظِ تخلص کے اوپر سید محمد خان کے دستخط ہیں۔

صفحات کی تعداد ۱۰۸ ہے۔ آخر میں ایک ورق اور شامل ہے، جس کے پہلے صفحے پر ۱۵ غلطیوں کا ایک غلط نامہ دیا گیا ہے۔ مگر کاتب نے اس پر مسلسل بائیں ہد سے نہیں ڈالے ہیں۔ اس کتاب کا مسطر ۱۳ سطر ہے۔ ہر دو غزلوں کے درمیان کی ایک سطر کاتب نے سادہ چھوڑ دی ہے، جس کے باعث سے اکثر و بیشتر صفحات میں مکتوبی سطر ۱۳ سے کم رہ گئی ہیں۔ کاغذ پرانی وضع کا دیسی بانس کا بنا ہوا ہے۔ کتاب کا طول و عرض $۵\frac{1}{4} \times ۸\frac{1}{2}$ انچ اور کثابت کا $۳\frac{1}{2} \times ۶\frac{1}{4}$ انچ ہے۔ خط نستعلیق ہے اور پوری کتاب جدولوں سے خالی ہے۔

مضامین کی ترتیب یہ ہے:

ص ۱ سر نامہ (اس کی پوری عبارت نقل کی جا چکی ہے)

ص ۲ (سادہ ہے)

| | |
|-------|---|
| ص ۳-۵ | (دیباچہ فارسی - اس کے آخر میں کوئی تاریخ نہیں ہے) |
| ص ۵ | مطر ۴ دیا اسد اللہ الغالب |
| " | مطر ۵ غزلیات، ردیف الالف (لیکن الفاظ "ردیف الالف" نسخے میں محذوف ہیں - اس ردیف کے دو مصرعے سہواً باقظ ہو گئے تھے جن کی تصحیح غلط نامے کی رو سے ہو جاتی ہے - تعداد اشعار: ۲۲۹) |
| ص ۲۵ | ردیف الباء الموحده (تعداد اشعار: ۱۲) |
| ص ۲۶ | ردیف التاء المشاة الفوقانیہ (تعداد اشعار: ۱۹) |
| ص ۲۸ | ردیف الجیم المعجمة التازیہ (تعداد اشعار: ۴) |
| ص ۲۹ | جیم الفارسی (لفظ ردیف محذوف ہے - تعداد اشعار: ۶) |
| ص ۲۹ | ردیف الدال المهملة (ایک شعر: خوں ہے دل خاک میں الخ کاتب سے سہواً چھوٹ گیا ہے - تعداد اشعار: ۸) |
| ص ۳۰ | ردیف الزاء المهملة (تعداد اشعار: ۳۹) |
| ص ۳۳ | ردیف الزاء المعجمة (تعداد اشعار: ۲۰) |
| ص ۳۵ | ردیف السین المهملة (تعداد اشعار: ۷) |
| ص ۳۶ | ردیف الشین المعجمة (تعداد اشعار: ۲) |
| " | ردیف العین المهملة (تعداد اشعار: ۸) |
| ص ۳۷ | ردیف القاء (تعداد اشعار: ۲) |
| " | ردیف الکاف تازیہ (الف لام التازیہ، محذوف ہے - تعداد اشعار: ۱۵) |
| ص ۳۸ | کاف فارسی (لفظ ردیف وغیرہ محذوف ہے - تعداد اشعار: ۲) |
| " | ردیف لام (الف لام محذوف ہے - تعداد اشعار: ۹) |
| ص ۳۹ | ردیف المیم (تعداد اشعار: ۸) |
| ص ۴۰ | ردیف النون (تعداد اشعار: ۱۲۷) |
| ص ۵۲ | ردیف الواو (یہ عنوان پورا محذوف ہے - تعداد اشعار: ۳۸) |

- ص ۵۵ ردیف الہاء (تعداد اشعار: ۳)
- ص ۵۵ ردیف الیاء (تعداد اشعار ۴۴۱ - لیکن اس ردیف میں کلکتے کی تعریف والے قطعے کے ۳ شعر سہواً چھپ گئے ہیں، اس لیے مکرر اشعار کم کرنے کے بعد صحیح تعداد ۴۳۸ ہوتی ہے)
- ص ۹۴ سطر آخر «تمام شد غزلیات»
- ص ۹۵ «منتخب قصیدہ منقبت علی مرتضیٰ علیہ السلام» (تعداد اشعار: ۲۵ - اس میں ۳ شعر غالباً کاتب سے چھوٹ گئے ہیں، کیونکہ وہ قب میں شامل ہیں -)
- ص ۹۷ «انتخاب قصیدہ منقبت علی مرتضیٰ علیہ السلام» (تعداد اشعار: ۳۳)
- ص ۹۹ سطر ۸ «قطعات»
- ص ۱۰۰ سطر ۹ «قطعه در نمایش عنوان دلاویزی گفتار، و آسان کردن اندوہ پشیمانی بر دل دلدار» (تعداد اشعار: ۲)
- ص ۱۰۰ «چمن سرمایہ کردن گفتار بستایش کلکتہ، کہ اگر فردوس توان گفت، ارم است الیہ» (تعداد اشعار: ۴)
- ص ۱۰۰ با دوست از میاس عطای ہدیہ سخن راندن، و مناع گزیدہ سخن در برابر آن افشاندن» (تعداد اشعار: ۱۳)
- ص ۱۰۱ سطر ۶ «رباعیات» (تعداد اشعار: ۲۰)
- ص ۱۰۳ سطر ۷ تقریظ (نوشتہ نواب ضیاء الدین احمد خان بہادر نیر)
- یہ تقریظ سنہ ہزار و دویست و پنچہ و چہار ہجریہ نبویہ (۱۲۵۴ھ مطابق ۱۸۳۸ع) میں لکھی گئی ہے۔ تعداد اشعار کے بارے میں لکھا ہے کہ:
- «ہمگی اشعار شعری شعار غزل و قصیدہ و قطعہ و رباعی ہزار و نود و ہشت اند یافتم»۔
- لیکن سر سید احمد خاں نے آثار الصنادید میں اس تقریظ کو نقل کرتے ہوئے سنہ ۱۲۵۴ھ کے ساتھ تعداد اشعار «یک ہزار و ہفتاد و اند» درج کی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ترتیب دیوان ریختہ کے وقت اشعار کی کل تعداد ۱۰۷۰ سے کچھ اوپر تھی۔ جب طباعت

کے وقت اس میں اضافہ ہو کر کل اشعار ۱۰۹۰ سے کچھ زیادہ ہو گئے، تو تعداد میں ترمیم کر دی گئی۔ اصولاً یہاں تاریخ بھی بدلنا چاہیے تھی۔ لیکن کسی وجہ سے ایسا نہیں ہوا۔

اس عبارت سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ نیر نے اصل میں »ہزار و نود و اند« لکھا تھا۔ لفظ »ہشت« کتاب کے چھپ جانے کے بعد کاتب یا مصحح نے اشعار گن کر ایڑا دیا ہے۔ اس قیاس کی وجہ یہ ہے کہ »اند« بمعنی »چند« مبہم اکائی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ جب »ہشت« نے اکائی کی جگہ پر کر دی، تو اس لفظ کی ضرورت باقی نہیں رہتی، اور بے ضرورت لفظ کا غلط استعمال نیر جیسے ادیب سے ناممکن ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اشعار کی یہ تعداد بھی درست نہیں۔ کتاب میں کل اشعار ۱۰۹۳ ہیں۔ البتہ میرزا صاحب کے قطع:

کلیتے کا جو ذکر کیا تو نے، ہم نشیں

اک نیر میرے سینے میں مارا کہ ماے ماے

کے تین بیت حصہ غزلیات کی ردیف الیاء میں سہواً مکرر چھپ گئے ہیں، جس کے سبب سے میزان میں ۳ کا اضافہ ہو کر حاصل ۱۰۹۶ نکلا ہے۔

یہ ایڈیشن صولت پبلک لائبریری رام پور میں موجود، اور اس کی ایک جدید عکسی اور دوسری قدیم دستی نقل رضا لائبریری رام پور میں محفوظ ہے۔

۲ - دوسرا ایڈیشن - اس کی علامت ما ہے۔

اس نسخے کے چھ سال بعد مئی ۱۸۴۷ء میں دوسرا ایڈیشن مطبع دارالسلام دہلی نے جس کا دوسرا نام مطبع صادق الاخبار بھی تھا، چھاپ کر شائع کیا۔ اس ایڈیشن کے سرورق پر صفحہ نمبر ۱ درج ہے، اور بیضوی دائرے کے اندر حسب ذیل عبارت ۱۳ سطروں میں چھپی ہے:

»دیوان اردو تصنیف مشہری اوج حق پڑوہی و خدادانی، رصد بند فلک البروج معارف سبحانی، افصح فصیحی دوران، شاہشہ شعری مالک ایران و ہندوستان، دقاق غوامض و رموز سخن سنجی و نکتہ دانی، خلاق مضامین و معانی، سرآمد ارباب فضل و کمال، مہر سپہر نبالت و اجلال، جناب مستطاب منیع الاقبا، میرزا اسد اللہ خان بہادر، ادام اللہ برکاتہم و حسناتہم، المتخلص بغالب و اسد، بہ تصحیح و مقابلہ جناب مصدر المدح در مطبع دارالسلام دہلی واقع محلہ حوض

قاضی مبینہ اقل العباد عنایت حسین در ماہ مئی سنہ ۱۸۴۷ع باہتمام نور الدین احمد لکھنوی حلیہ انطباع پوشیدہ۔

اس نسخے میں ترتیب مضامین پہلے ایڈیشن کے مطابق ہے۔ مگر غزلوں کی ردیفوں کے عنوانات حذف کر دیے گئے ہیں، اور قصائد کے عنوانوں کی عبارتوں میں بھی رد و بدل کیا گیا ہے۔ چنانچہ پہلے قصیدے کا عنوان یہ قرار پایا ہے: «افزایش آبروی گوهر سخن بہ ثنائے ابوالایمہ حضرت علی مرتضیٰ علیہ التحیۃ و الثناء» دوسرے کا عنوان «ایضاً فی المنقبت» ہے۔

نیر کی تقریظ میں تاریخ سنہ ۱۲۵۴ھ ہی ہے۔ مگر اشعار کی تعداد «یک ہزار و یک صد و اند» بنادی گئی ہے۔ گویا چھ برس کے اندر میرزا صاحب نے اردو کے کل سولہ شعر کہے تھے جو اس نسخے میں بڑھا دیے گئے۔ دونوں ایڈیشنوں کے مقابلے سے معلوم ہوتا ہے کہ غزلیات میں صرف نواب نجمل حسین خاں کی مدحیہ غزل کا اضافہ ہوا ہے، جس کے چودہ شعر ہیں۔ نیز قطعات میں بیسی روٹی والا دو شعر کا قطعہ بڑھایا گیا ہے۔

یہ نسخہ 10×7 ، $8 \times 1/4$ سائز کے ۱۵ سطری ۹۸ صفحات پر چھپا ہے۔ کاغذ باریک انگریزی سفید اور خط معمولی نستعلیق ہے۔ ہر غزل کے آغاز میں عنوان پر لفظ «غزل» یا «ولہ» لکھا گیا ہے۔ صرف ۲ جگہ لفظ فرد ہے، اور ۵ جگہیں خالی رہ گئی ہیں۔

اس ایڈیشن کا ایک نسخہ دہلی یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ تھا جو اب وہاں سے کم ہو گیا ہے۔ مگر اُس کی ہو بہو نقل اُسی سائز اُسی مسطر اور اُسی املے میں رضا لائبریری رام پور میں موجود ہے۔ خوش قسمتی سے اس کا ایک نسخہ ۱۹۴۷ع کے بعد ایک پرانی کتابیں بیچنے والے سے بھی مل گیا ہے۔ اس میں صفحات ۵ تا ۴۰ تو نہیں، لیکن سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس کے آخری سادہ اوراق پر میرزا صاحب کا وہ کلام نقل کیا گیا ہے، جو اُنہوں نے اس دیوان کی اشاعت کے بعد کہا تھا۔ اُس کی ترتیب حسب ذیل ہے:

- | | | | |
|-------------------------------|--------|-------------------------------|--------|
| ۱۔ میں اور بزم — کیا ہوا تھا | ۳ شعر | ۴۔ ذکر اُس پر یوش — یہاں اپنا | ۸ شعر |
| ۲۔ گھر ہمارا — ویراں ہوتا | ۳ شعر | ۵۔ گھر جب بنایا — پر کہے بغیر | ۹ شعر |
| ۳۔ ہوتی تاخیر — تاخیر بھی تھا | ۱۱ شعر | ۶۔ حیراں ہوں — جگر کو میں | ۱۰ شعر |

- ۷- دایم پڑا ہوا - در پر نہیں ہوں میں ۸ شعر
 ۸- تم جانو - راہ ہو ۷ شعر
 ۹- تسکین کو - نظر ملے ۷ شعر
 ۱۰- کوئی دن گر زندگانی اور ہے ۶ شعر
 ۱۱- کوئی امید بر نہیں آتی ۱۰ شعر
 ۱۲- دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے ۱۱ شعر
 ۱۳- کہتے تو - غالیہ مو آئے ۹ شعر
 ۱۴- حسنِ مہ - کمال اچھا ہے ۱۰ شعر
 ۱۵- شکوے کے نام - خفا ہوتا ہے ۱۳ شعر
- ۱۶- ہر ایک بات - تو کیا ہے ۱۰ شعر
 ۱۷- ابنِ مریم ہوا کرے کوئی ۱۰ شعر
 ۱۸- اے شہنشاہ - عدیل ۱۷ شعر
 ۱۹- یہ نہ تھی - یار ہوتا ۱۱ شعر
 ۲۰- نہ تھا کچھ - خدا ہوتا ۳ شعر
 ۲۱- اُس بزم - حیا کیے ۹ شعر
 ۲۲- میں اُنہیں - پیسے ہوتے ۴ شعر
 ۲۳- منظور - نور کی ۹ شعر

۲- تیسرا ایڈیشن - اس کی علامت م ب ہے -

میرزا صاحب کے کلام کے جو قلمی نسخہ نیر اور حسین میرزا کے پاس تھے، وہ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں لٹ گئے۔ مگر اس قتبے کے پیدا ہونے سے کچھ دن پہلے میرزا صاحب نے اردو کلیات کا ایک قلمی نسخہ نواب یوسف علی خاں بہادر ناظم کو تحفے میں بھیج دیا تھا۔ وہ رام پور کے کتاب خانے میں محفوظ تھا۔ دلی کے بعض احباب کے پاس مطبوعہ نسخے کے علاوہ تازہ غیر مطبوعہ کلام بھی تھا، جیسے اُنہوں نے حواشی پر درج کر لیا تھا۔ چنانچہ اپریل ۱۸۵۹ء میں منشی شیوڑائن نے غالباً اخبار میں چھاپنے کے لیے میرزا صاحب سے کچھ اردو کلام طلب کیا، تو اُس کے جواب میں میرزا صاحب نے ۱۹ اپریل کو تحریر فرمایا:

”صاحب، میں ہندی غزلیں بھیجوں کہاں سے؟ اردو کے دیوان چھاپے کے ناقص ہیں۔ بہت غزلیں اُس میں نہیں ہیں۔ قلمی دیوان جو اتم اور اکمل تھے، وہ لٹ گئے۔ یہاں سب کو کہہ رکھا ہے کہ جہاں بکتا ہوا نظر آجائے لے لو۔ تم کو بھی لکھ بھیجا.... ایک دوست کے پاس اردو کا دیوان چھاپے سے کچھ زیادہ ہے۔ اُس نے کہیں کہیں سے مسوداتِ متفرق ہم پہنچالیے ہیں۔ چنانچہ ”پنہاں ہو گئیں، ویراں ہو گئیں، یہ غزل بچو اُسی سے ہات آگئی ہے۔ اب میں نے اُس کو لکھا ہے اور تم کو یہ خط لکھ رہا ہوں۔ خط لکھ کر رہنے دوں گا۔“

جب اُس کے پاس سے ایک غزل یا دو غزل آجائے گی، تو اُسی خط میں موقوف کر کے بھیج دوں گا۔

منشی شیو نرائن اور اُنہیں جیسے مخلص تلامذہ اور احباب کی دلچسپی میرزا صاحب کے دیوانِ ریختہ کی تیارہ طباعت کا موجب ہوئی۔ اس کی تفصیل خود میرزا صاحب نے رام پور سے دہلی واپس جا کر اپریل ۱۸۶۰ء میں شیو نرائن کو اس طرح لکھی ہے۔

”میاں، دیوان کے میرٹھ میں چھاپے جانے کی حقیقت بھی سن لو، تب کچھ کلام کرو۔ میں رام پور میں تھا کہ ایک خط پہنچا۔ سرنامے پر لکھا تھا: عرضداشتِ عظیم الدین احمد من مقام میرٹھ۔ واللہ، باللہ، اگر میں جانتا ہوں کہ عظیم الدین کون ہے اور کیا پیشہ رکھتا ہے۔ بہر حال پڑھا۔ معلوم ہوا کہ ہندی دیوان اپنی سوداگری اور فائدہ اُٹھانے کے واسطے چھاپا چاہتے ہیں۔ خیر، چپ ہو رہا۔ جب میں رام پور سے میرٹھ آیا، بھائی مصطفیٰ خاں صاحب کے ہاں اُترا۔ وہاں منشی ممتاز علی صاحب، میرے دوستِ قدیم، جھکو ملے۔ اُنہوں نے کہا کہ اپنا اُردو کا دیوان جھکو بھیج دیجے گا۔ عظیم الدین، ایک کتاب فروش، اُس کو چھاپا چاہتا ہے۔

اب تم سنو: دیوانِ ریختہ اتم و اکمل کہاں تھا۔ مگر ہاں، میں نے غدر سے پہلے لکھوا کر نواب یوسف علی خاں بہادر کو رام پور بھیج دیا تھا۔ اب جو میں دلی سے رام پور جانے لگا، تو بھائی نواب ضیاء الدین خاں صاحب نے جھکو تاکید کر دی تھی کہ تم نواب صاحب کی سرکار سے دیوانِ اُردو لے کر، اُس کو کسی کاتب سے لکھوا کر جھکو بھیج دینا۔ میں نے رام پور میں کاتب سے لکھوا کر بسیل ڈاک ضیاء الدین خاں کو دلی بھیج دیا تھا۔

آمدم بر سرِ مدعاے سابق۔ اب جو منشی ممتاز علی صاحب نے مجھ سے کہا، تو مجھے یہی کہنے بن آئی کہ اچھا دیوان تو میں ضیاء الدین خاں سے لے کر بھیج دوں گا، مگر کاپی کی تصحیح کا ذمہ کون کرنا ہے؟ نواب مصطفیٰ خاں نے کہا کہ ”میں“۔ اب کہو میں کیا کرنا؟ دلی آ کر، ضیاء الدین خاں سے دیوان لے کر، ایک آدمی کے ہات نواب مصطفیٰ خاں کے پاس بھیج دیا۔ اگر میں اپنی خواہش سے چھپوانا، تو اپنے گھر کا مطبع چھوڑ کر پرانے چھاپے خانے میں کتاب کیوں بھجوانا؟ آج اسی وقت میں نے تم کو یہ خط لکھا اور اسی وقت بھائی مصطفیٰ

خان صاحب کو ایک خط بھیجا ہے اور اُن کو لکھا ہے: 'اگر چھاپا شروع نہ ہوا ہو، تو نہ چھاپا جائے۔ اور دیوان جلد میرے پاس بھیجا جائے۔' اگر دیوان آگیا، تو فوراً تمہارے پاس پہنچ دوں گا۔ اور اگر وہاں کاپی شروع ہوگئی ہے، تو میں ناچار ہوں، میرا کچھ قصور نہیں ہے۔ اور اگر (اس) سرگذشت کو بھی سن کر بھکو گنہ گار ٹھہراؤ، تو اچھا، میرا بھائی، میری تقصیر معاف کیجیو۔ رمضان اور عید کا قصہ لگا ہوا ہے، یقین ہے کہ کاپی شروع نہ ہوئی ہو اور دیوان میرے پاس آئے اور تم کو پہنچ جائے۔'

۹ مئی ۱۸۶۰ء تک یہ دیوان میرٹھ سے واپس نہیں آیا تھا۔ یوسف مرزا کو مرزا صاحب نے لکھا ہے: 'میرا اردو کا دیوان میرٹھ کو گیا۔ سکندر شاہ لے گئے۔ مصطفیٰ خان کو دے آئے۔ ڈاک میں اُس کی رسید آگئی۔'

دوشنبہ ۱۱ جون کو سیاح کو لکھا ہے: 'میرا اردو کا دیوان میرٹھ کو گیا۔ سکندر شاہ لے گئے۔ مصطفیٰ خان کو دے آئے۔ ڈاک میں اُس کی رسید آگئی۔'

دوشنبہ ۱۱ جون کو سیاح کو لکھا ہے: 'میرا اردو کا دیوان میرٹھ کو گیا۔ سکندر شاہ لے گئے۔ مصطفیٰ خان کو دے آئے۔ ڈاک میں اُس کی رسید آگئی۔'

'دیوان کا چھاپا کیسا؟ وہ شخص نا آشنا موسوم بہ عظیم الدین جس نے مجھ سے دیوان منگا بھیجا، آدمی نہیں ہے، بھوت ہے، باید ہے، غول ہے۔ قصہ مختصر، سخت نامعقول ہے۔ بھکو اُس کے طور پر انطباع دیوان نامطبوع ہے۔ اب میں اُس سے دیوان مانگ رہا ہوں اور وہ نہیں دیتا۔ خدا کرے ہات آجائے۔ تم دعا مانگو۔'

اس اثنا میں دیوان کا مسودہ میرٹھ سے واپس آگیا۔ ۲۵ جون کو اُس کا پارسل مرزا صاحب نے شیو نراین کو ارسال کر کے لکھا: 'میرا اردو کا دیوان میرٹھ کو گیا۔ سکندر شاہ لے گئے۔ مصطفیٰ خان کو دے آئے۔ ڈاک میں اُس کی رسید آگئی۔'

صاحب، میں تمہارا گناہ گار ہوں۔ تمہاری کتاب میں نے دبا رکھی ہے۔ بڑی کوشش اور محنت سے اُس کو وہاں نہ چھپنے دیا اور منگوا لیا۔ آج پیر کے دن ۲۵ جون کو پارسل کی ڈاک میں روانہ کیا ہے۔ لو، اب میری تقصیر معاف کرو اور مجھ سے راضی ہو جاؤ اور اپنی رضا مندی کی مجھے اطلاع دو۔

یہ کتاب، یعنی دیوان ریختہ، تم کو میں نے دے ڈالا۔ اب اس کے مالک تم ہو۔ میں نہیں کہتا کہ چھاپو۔ میں نہیں کہتا کہ نہ چھاپو۔ جو تمہاری خوشی ہو، سو کرو۔ اگر چھاپو،

تو بیس جلد کا خریدار بچکو لکھ لو۔ اور اچھا، میرا میاں، ذرا تصحیح کا بہت خیال رکھیو۔ اور عید کے دن ۳۰ جون ۱۸۶۰ء کو سیاح کو تحریر کیا:

”میں بہت خوشی سے تم کو اطلاع دیتا ہوں کہ اردو کا دیوان غاصب ناانصاف سے ہات آگیا اور میں نے نور چشم منشی شیونراین کو بھیج دیا۔ یقیناً کلی ہے کہ وہ چھاپیں گے۔ جہاں تم ہو گے، ایک نسخہ تم کو پہنچ جائے گا۔“

اور علائی کو اس خط کے دو دن بعد لکھا:

”اردو کا دیوان رام پور سے لایا ہوں اور وہ آگرمے گیا ہے۔ وہاں منطبع ہوگا۔“

شیونراین نے اس مسودے کی جامعیت میں شبہ کا اظہار کیا۔ اس کے جواب میں میرزا صاحب نے ۳ جولائی ۱۸۶۰ء کو لکھا:

”میاں، تمہاری باتوی پر ہنسی آئی ہے۔ یہ دیوان جو میں نے تم کو بھیجا ہے، اتم و اکمل ہے۔ وہ اور کون سی دو چار غزلیں ہیں جو مرزا یوسف علی خاں عزیز کے پاس ہیں اور اس دیوان میں نہیں؟ اس طرف سے آپ اپنی خاطر جمع رکھیں کہ کوئی مصرع میرا اس دیوان سے باہر نہیں۔“

کسی وجہ سے شیونراین نے اس کی طباعت میں تاخیر کی۔ میرزا صاحب نے محمد حسین خان تحسین کو چھاپنے کی اجازت دے دی۔ غالباً یہ مسئلہ نیر کی سفارش پر طے ہوا، اور انہوں نے اپنا نسخہ جس کی تکمیل نسخہ رام پور سے کی جا چکی تھی عطا کیا۔ ورنہ میرزا صاحب کو اُن کے مطبع میں دیوان چھپوانے کی خواہش نہ تھی، جیسا کہ خود انہوں نے اس نسخے کے خاتمہ طبع میں لکھا ہے۔

۲۰ محرم ۱۲۷۸ھ (آخر جولائی ۱۸۶۱ء) کو یہ نسخہ ۱۰/۴ × ۱۰/۲، ۶/۴ × ۸ ۲/۴، انچ ناپ کے ۲۵ سطری مسطر پر ۸۸ صفحات میں طبع ہوا۔ اس کے سرورق پر بیل بوٹوں کے درمیان

- ۱۔ اردو سے معنی: ۲۶۔ ۲۔ ایضاً: ۴۳۶، خطوط: ۳۲۱/۱۔ ۳۔ اردو سے معنی: ۳۸۴، خطوط: ۴۰۵/۱۔
- ۴۔ اس قیاس کی چند وجہیں ہیں: پہلی یہ کہ نسخہ رام پور کی ترتیب انواع شعر اس کے برخلاف ہے۔ دوسری یہ کہ غزلوں کی ترتیب بھی بدلی ہوئی ہے۔ تیسری یہ کہ احمدی ایڈیشن میں لفظ کسی کی جگہ کو لکھا گیا ہے، جس کی خانے میں میرزا صاحب نے شکایت بھی کی ہے۔ اس کے برخلاف نسخہ رام پور میں ہر جگہ کسی استعمال ہوا ہے، بجز مقامات قافیہ کے۔ چوتھی یہ کہ احمدی ایڈیشن میں یہ شعر پایا جاتا ہے: ”مقطع سلسلہ“۔ حرم ہے ہم کو، جب کہ نسخہ رام پور میں یہ شعر نہیں ہے۔

مندرجہ ذیل عبارت چھپی ہے^۱:

والشعراء يتبعهم الغاوث

دیوانِ غالب

در مطبع احمدی باہتمام امّو جان طبع شد

اس کے شروع میں فارسی دیباچہ، اُس کے بعد ص ۳ سے ص ۷۰ تک غزلیات، اور اسی صفحہ کی سولہویں سطر سے صفحہ ۷۷ تک قصائد ہیں۔ آدوں کی تعریف والی مثنوی صفحہ ۷۷ کی بارہویں سطر سے صفحہ ۷۸ کے آخر صفحہ سے تیسری سطر تک ہے۔ اس کے بعد قطعات ہیں جو صفحہ ۸۴ کی دوسری سطر پر ختم ہو گئے ہیں۔ اُن کے بعد صفحہ ۸۶ کی پہلی سطر تک رباعیاں ہیں۔ رباعیوں کے بعد نواب ضیاء الدین احمد خاں بہادر کی فارسی تقریظ ہے۔ اس میں تاریخ تقریظ ۱۲۷۱ھ (۱۸۵۴ع) اور تعداد اشعار یک ہزار و شش صد و نود و پنج و اندہ درج کی گئی ہے۔ چونکہ اصل میں الفاظ »نود و اندہ« تھے جن پر کاتب نسخہ نے لفظ »پنج« اپنی طرف سے بڑھا دیا تھا۔ اس بنا پر غلط نامے میں لفظ »پنج« کو حذف کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے۔ چنانچہ کتاب خانہ رام پور کے نسخے میں کسی نے اُسے کٹ بھی دیا ہے۔ تاہم یہ بات قابل ذکر ہے کہ خود نسخے کے اندر اشعار کی تعداد ۱۶۹۵ کی جگہ ۱۷۹۶ ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریظ جوں کی توں نسخہ رام پور جدید (قد) سے نقل کر کے شامل کردی گئی ہے۔ غلط نامے کے آخر میں »المذنب محمد مقصود« چھپا ہے، جو بظاہر کاتب کا نام ہے۔

صفحہ ۸۸ کے تقریباً وسط میں تقریظ کے بعد نیر اور عزیز کے قطعات تاریخ طباعت ہیں جن سے سنہ ۱۲۷۸ھ مستخرج ہوتا ہے۔ ان کے بعد »عبارت خاتمہ دیوان« کے تحت میرزا صاحب کی یہ تحریر ہے، جس کی توثیق کے لیے انہوں نے اپنی خطابی مہر بھی لگائی ہے:

»داد کا طالب غالب گزارش کرتا ہے کہ یہ دیوان اردو تیسری بار چھاپا گیا ہے۔ مختصراً و داد آئین میر قمر الدین کی کارفرمائی اور خان صاحب الطاف نشان محمد حسین خان کی دانائی مقتضی اس کی ہوئی کہ دس جزو کا رسالہ ساڑھے پانچ جزو میں منطبع ہوا۔ اگرچہ یہ انطباع میری خواہش سے نہیں، لیکن ہر کاپی میری نظر سے گزرتی رہی ہے اور اغلاط کی تصحیح ہوتی

۱۔ رضا لائبریری کے نسخے میں کسی شخص نے پہلے اور آخری سطر پہ سیاہی لگادی ہے۔

رہی ہے۔ یقین ہے کہ کسی جگہ حرفِ غلط نہ رہا ہو۔ مگر ہاں ایک لفظ میری منطق کے خلاف۔ نہ ایک جگہ بلکہ سو جگہ چھاپا گیا ہے۔ کہاں تک بدلتا؟ ناچار جا بجا یونہی چھوڑ دیا، یعنی 'کسو، بکافِ مکسور و سینِ مضموم و واوِ معروف'۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ لفظ صحیح نہیں۔ البتہ فصیح نہیں۔ قافیے کی رعایت سے اگر لکھا جائے، تو عیب نہیں، ورنہ فصیح بلکہ افصح 'کسی' ہے، واو کی جگہ یاے نختانی۔ میرے دیوان میں ایک جگہ قافیہ 'کسو، بہ واو' ہے، اور سب جگہ 'کسی' بہ یاے نختانی ہے۔ اس کا اظہار ضرور تھا۔ کوئی یہ نہ کہے کہ یہ کیا آشفته بیانی ہے؟ اللہ بس، ماسوائے ہوس۔

اس کے بعد لکھا ہے: 'مطبع احمدی میں واقع دہلی اموجات کے اہتمام سے بیسویں محرم الحرام سنہ ۱۲۷۸ھ کو مطبوع ہوا۔ اور اس کے بعد سید قرالدین کی طرف سے بے اجازت چھاپنے کی ممانعت درج ہے۔

اس ایڈیشن میں میرزا صاحب نے اپنے کلام میں کچھ ضروری ترمیم بھی کی تھی۔ اور چونکہ وہ ترمیم طباعت کے بعد ذہن میں آئی تھی، اس لیے اُسے غلط نامے میں ظاہر کرنا پڑا ہے۔ مثلاً میرزا صاحب کا مصرع اس طرح تھا: 'دود کی طرح رہا سایہ گریزاں مجھ سے'، اس کو بنایا ہے: 'صورتِ دود رہا سایہ گریزاں مجھ سے'۔ بالکل یہی الفاظ ایک رباعی میں بھی باندھے گئے تھے۔ فرمانے ہیں:

یعنی، ہر بار کاغذِ باد کی طرح ملتے ہیں یہ بدمعاش لڑنے کے لیے

لیکن یہ مقام میرزا صاحب کی نظر سے رہ گیا، اس لیے یہاں اصلاح نہ ہو سکی۔ لفظ 'کسو، کے متعلق میرزا صاحب کا ارشاد بھی ترمیم ہی کے اندر داخل سمجھنا چاہیے۔ یعنی، پہلے میرزا صاحب نے 'کسو، ہی لکھا تھا۔ مگر بعد میں جدید محاورے کے ماتحت 'کسی' بنایا ہے۔ چنانچہ نسخہٴ رام پور جدید میں بھی جہاں کہیں 'کسو، تھا، وہاں مقابلے کے وقت خود میرزا صاحب نے اصلاح کر دی ہے۔

اس ایڈیشن کا چھاپا تمام ہو جانے کے فوراً بعد میرزا صاحب نے مجروح کو لکھا تھا:

۱۔ اس اصلاح کے سلسلے میں میرزا صاحب کے ایک خط کا اقتباس ملاحظہ ہو: 'طرح بفتح اول و سکون ثانی بمعنی فریب ہے اور تصور کے خاکے کو بھی کہتے ہیں، اور بمعنی آرایش دنیا بھی مجاز ہے۔ مرادف طرز و روش بھی طرح ہے بفتحین۔ اس کا تفرقہ منظور رہا کرے۔ (عود ہندی: ۳۰، بنام سرور)

۲۔ اردو سے معنی: ۱۸۶۔

کلیاتِ اُردو کا چھاپا تمام ہوا۔ اغلب کہ اسی ہفتے میں، غایت اسی مہینے میں، ایک نسخہ بسیل ڈاک تم کو پہنچ جائے گا۔

۸ اگست ۱۸۶۱ ع (۳۰ محرم ۱۲۷۸ھ) کو پھر لکھا:

دیوانِ اُردو چھپ چکا۔ ہاے! لکھنؤ کے چھاپے خانے نے جس کا دیوان چھاپا، اُس کو آسمان پر چڑھا دیا۔ حسنِ خط سے الفاظ کو چمکا دیا۔ دلی پر اور اُس کے پانی پر اور اُس کے چھاپے پر لعنت! صاحبِ دیوان کو اس طرح یاد کرنا جیسے کوئی کتے کو آواز دے۔ ہر کاپی دیکھتا رہا ہوں۔ کاپی نگار اور تھا۔ متوسط جو کاپی میرے پاس لایا کرتا تھا وہ اور تھا۔ اب جو دیوان چھپ چکے، حق التصنیف ایک بھکو ملا۔ غور کرتا ہوں، تو وہ الفاظِ غلط جوں کے توں ہیں۔ یعنی، کاپی نگار نے نہ بنائے۔ ناچار غلط نامہ لکھا، وہ چھپا۔ بہر حال خوش و ناخوش کئی جلدیں مول لوں گا۔ اگر خدا چاہے۔ تو اسی ہفتے میں تین مجلد اصحابِ ثلثہ کے پاس پہنچ جائیں۔ نہ میں خوش ہوا ہوں، نہ تم خوش ہو گے۔

اور یہ جو لکھتے ہو کہ یہاں خریدار ہیں، قیمت لکھ بھیجو۔ میں دلال نہیں، سوداگر نہیں، مہتممِ مطبع نہیں۔ مطبعِ احمدی کے مالک محمد حسین خان، مہتممِ مرزا اموجان، مطبعِ شاہدرے میں، محمد حسین خان دلی شہر راے مان کے کوچے میں مصوروں کی حویلی کے پاس، قیمتِ کتاب آنے، محصولِ ڈاک خریدار کے ذمے۔

آخر ۸ اگست ۱۸۶۱ ع (مطابق آخرِ صفر ۱۲۷۸ھ) میں ایک نسخہ میرزا صاحب نے نواب مختارالملک بہادر نائبِ والی حیدرآباد (سر سالار جنگِ اول) کی خدمت میں بھیجا تھا۔
ڈاک کو ایک فارسی خط میں سہ شنبہ ۱۱ ربیع الاول کو اس کی اطلاع دی ہے۔

اموجان نے ۲۷ صفر ۱۲۷۹ھ (ستمبر ۱۸۶۲ ع) میں نگارستانِ سخن کے نام سے ایک مجموعہ شایع کیا، جس میں ذوق، غالب اور مومن کا کلامِ بیک جا چھاپا گیا تھا۔ اس مجموعے میں میرزا صاحب کا پورا دیوان شامل ہے۔ ص ۱۷۶ کے نوٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل یہ مجموعہ لالہ جے نرائن کی فرمائش پر مطبعِ العلوم سینٹ اسٹیفنز کالج دہلی میں قاسم علی کے اہتمام سے چھپنا شروع ہوا تھا۔ مگر وہاں صرف ۳ جزو چھپے۔ باقی اموجان نے مطبعِ احمدی میں طبع کرا کے اُسے شایع

کیا۔ میری دانست میں یہ اُس نسخے کی نقل تھا جس سے اموجان نے دیوان چھاپا تھا۔ یا خود اموجان کے مطبوعہ ایڈیشن پر مبنی تھا۔

۴ - چوتھا ایڈیشن - اس کی علامت مع ۷ -

غالباً میرزا صاحب نے محمد حسین خان مالکِ مطبعِ احمدی دہلی کے روپرو اپنے مذکورۃ بالا خیال کا اظہار کیا، اور وہ اس پر آمادہ ہوئے کہ میرزا صاحب ایک مطبوعہ نسخے کی تصحیح کر دیں، اور محمد حسین خان اُسے کسی دوسرے مطبع میں طبع کرا دیں۔ میرزا صاحب نے ایک نسخے کی تصحیح کر کے اُس کی پشت پر یہ رقم لکھ بھیجا:

»جناب محمد حسین خان کو میرا سلام پہنچے۔ دو رات دن کی محنت میں میں نے اس نسخے کو صحیح کیا ہے۔ غلط نامہ بھی اسی میں درج کر دیا ہے۔ گویا اب غلط نامہ بیکار محض ہو گیا ہے۔ خاتمے کی عبارت، کیا میرا بیان، کیا میرا قرالین کا اظہار اب کچھ ضرور نہیں۔ کس واسطے کہ اب یہ کتاب اور مطبع میں چھاپی جائے گی۔ یہ مجلد گویا مسودہ ہے۔ اسی کو بھیج دیجئے۔ غالب ۱۲۰۲ء۔

محمد حسین خان نے اس مسودے کو کانپور کے مطبعِ نظامی کو بھیجا۔ یہ ابتداءً سال کا قصہ معلوم ہوتا ہے، اس لیے کہ اس دیوان کا دوسرا ایڈیشن کانپور کے مطبعِ نظامی میں طبع ہوا، تو اُس کے خاتمۃ الطبع میں یہ لکھا گیا تھا:

»خدمتِ اربابِ سخن عرض کرتا ہوں امیدوارِ رحمت و غفران، محمد عبدالرحمن بن حاجی محمد روشن خان، طیب اللہ ثرا، کہ اس سے پہلے دیوانِ بلاغت نشان جناب نواب اسد اللہ خان غالب کا دہلی میں چھپا۔ لیکن بسبب سہو و نسیان کے بعض مقام میں تغیر و تبدل ہوا، اس لیے جناب مجمعِ لطفِ بیکران، محمد حسین خان صاحب دہلوی نے بعدِ نظرِ ثانی اور تصحیح جناب

۱۔ میں نے کتاب خانۃ آصفیہ حیدر آباد میں ایک نسخہ دیکھا تھا جس کے دائیں حاشیے میں میرزا صاحب کی مقولۃ بالا تحریر تو موجود ہے مگر تصحیح گویا نہیں۔ اور جو چند اصلاحیں ہیں بھی تو وہ میرزا صاحب کے قلم کی نہیں۔ حتیٰ کہ غلط نامے کی تمام اغلاط بھی جوں کی توں موجود ہیں جن کی تصحیح کا ذکر میرزا صاحب کی مقولۃ بالا تحریر میں کیا گیا ہے۔ کما بیش وہ تمام مقامات جن کی تصحیح نہیں ہوئی تھی میں نے اپنی یاد داشت میں نوٹ کر لیے تھے۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب خانۃ آصفیہ کے نسخے میں وہ شعر بھی نہیں پائے جاتے جو نظامی ایڈیشن میں بڑھائے گئے ہیں۔ بگمان غالب میرزا صاحب نے اغلاط کی درستی جس نسخے پر کی تھی ان سے اس پر نہیں لکھا، بلکہ کسی اور بغیر تصحیح شدہ نسخے پر لکھ دیا۔ جب اس پر تہہ ہوا تو وہ رقم تصحیح شدہ پر لکھ کر بھیجا۔

۲۔ نظامی (کانپور) ایڈیشن: ۱۰۴۔

مصنف کے ایک نسخہ میرے پاس بھیجا۔ میں نے بافضل ایزدی مطابق اُس نسخے کے شہر ذبیحہ سنہ ۱۲۷۸ھ (جون ۱۸۶۲ء) مطبع نظامی واقع شہر کانپور میں صحتِ تمام اور درستیِ کمال سے چھاپا۔ امید کہ جب ناظرین اس کے مطالعے سے حلاوتِ سخن کی پائیں، مہتمم کو دعا ہے خیر سے یاد فرمائیں۔ فقط۔

اس نسخے کا سائز احمدی کے برابر، مگر کتابت کا مسطر ۲۱ سطری ہے۔ خط قدرے جلی اور نسبتاً عمدہ نستعلیق اور کاغذ دو قسم کا ہے، اور پوری کتاب ۱۰۴ صفحات میں تمام ہوئی ہے۔ اشعار کی تعداد ۱۸۰۲ ہے، جن میں ۱۴۶۰ غزلوں کے، ۱۶۲ قصائد کے، ۱۱۵ قطعات کے، ۳۲ رباعیوں کے اور ۳۳ مثنوی در صفتِ انبہ کے ہیں۔ ترتیبِ مضامین بالکل احمدی کی ہے۔ مگر ایک تو اس میں نیر کی تقریظ شامل نہیں کی گئی، اور دوسرے حسبِ ذیل دو غزلیں اضافہ کی گئیں، جو نسخہ رامپور جدید اور احمدی ایڈیشن کسی میں نہیں پائی جاتیں:

(۱) کیوں کر اُس بت سے رکھوں جان عزیز (۳ شعر)

(۲) بہت سہی غم گیتی، شراب کم کیا ہے (۳ شعر)

چونکہ اس کی اصل خود میرزا صاحب کی تصحیح کردہ تھی، بنابرین مذکورہ سابق رباعی میں بھی لفظ ”طرح“ کو بدلنے کی خاطر ”صورتِ کاغذِ بادہ بنا دیا گیا تھا، اور ہر جگہ ”کسو“ کی اصلاح کردی گئی تھی۔ البتہ ایک فاحش غلطی اس میں رہ گئی ہے، اور وہ یہ کہ میرزا صاحب کا ایک شعر:

گدا سمجھ کے وہ چپ تھا، مری جو شامت آئے

اُٹھا اور اُٹھ کے قدم میں نے پاسباں کے لیے

اس طرح مسخ کیا گیا۔ ع: گدا سمجھ کے وہ چپ تھا مری خوشامد سے

مندرجہ ذیل اغلاط نے بھی اشعار کے املا یا مطلب کو مسخ کیا ہے:

زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ جاویں کے کیا (بجائے ”بھرنے تلک“)

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہوئے تک (بجائے ”ہوئے تک“)

ہر بُنِ مو سے دم ذکر نہ ٹپکے خوناب (ہر جگہ پورے دیوان میں بجائے ”خوناب“)

تنگ سجدے سے میرے سنگِ آستان اپنا (بجائے ”تنگ سجدہ“)

بھر کے بھیجیں ہیں سر بھر گلاس (بجائے "بھیجے")
 میرے ایہام پہ ہوتی ہے تصدیق توضیح (بجائے "ایہام")
 قاصر ہے شکایت میں تری میری عبارت (بجائے "سناٹا")
 پہلو اندیشہ وقفِ بسترِ سنجاب تھا (بجائے "پہلو اندیشہ")
 افسوس کہ دندان کا کیا رزق فلک نے (بجائے "دندان")
 کیا وہ بھی بیگنہ کش و حق ناسپاس ہیں (بجائے "حق ناشناس")
 بھر بھر رہا ہے خامۂ مژگاں بخونِ دل (بجائے "بھر رہا ہوں")
 یہ اور ان کے علاوہ بھی متعدد اغلاط اس بات کا ثبوت ہیں کہ پروف اور کاپی کی تصحیح غور سے نہیں کی گئی۔ ہاں، ایک بات اس میں یہ ضرور مفید نظر آتی ہے کہ غزلوں پر مسلسل شمار کے ہندسے ڈالے ہیں۔ لیکن اس شمار میں "کیونکر اُس بت سے رکھوں جان عزیز، پر نمبر شمار چھوٹ گیا ہے۔ اس ایڈیشن کے سرورق کی عبارت یہ ہے جیسے پھول پتیوں سے مزین کیا گیا ہے:

ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

دیوانِ غالب

در مطبعِ نظامی ۱۲۷۸ھ واقع کانپور مطبوع گردید

آخری صفحے پر خاتمۃ الطبع کے بعد طالب حسین طالب کا لکھا ہوا قطعہ تاریخِ طباعت ہے۔ اس کے چوتھے مصرع کے الفاظ "مرغوب ہے یہ" سے سال ۱۲۷۸ھ برآمد ہوتا ہے۔ اس کے بعد مطبعِ نظامی کے چھپے ہونے کی سند کے طور پر محمد عبدالرحمن کے دستخط اور مہر ثبت ہیں۔

خدا جانے میرزا صاحب کو یہ ایڈیشن پسند آیا یا نہیں۔ سید بدرالدین کو ستمبر ۱۸۶۳ء میں صرف یہ لکھا ہے: "رہا دیوان، اگر ریختہ کا منتخب کہتے ہو، تو وہ اس عرصے میں دلی اور کانپور دو جگہ چھاپا گیا، اور تیسری جگہ آگرے میں چھپ رہا ہے۔" اس سے پسندیدگی و ناپسندی کا مطلق اظہار نہیں ہوتا۔

پانچواں ایڈیشن - اس کی علامت مد ہے -

چونکہ میرزا صاحب نے نسخہ رامپور جدید کی نقل میرٹھ سے واپس منگا کر منشی شیونرائن کو بھیج دی تھی، اور اُن کی تاخیر سے یہ سمجھ کر دلی اور کانپور میں دیوان چھپوا لیا تھا کہ وہ طباعت کا خیال ترک کر چکے ہیں، اس لیے جب آخر ۱۸۶۱ع یا آغاز ۱۸۶۲ع میں میرزا صاحب کو یہ معلوم ہوا کہ آگرے میں بھی دیوان چھپ رہا ہے، تو وہ اس پر متاسف ہوئے اور شیونرائن کی خفگی کا ازالہ کرنے کے لیے میر نیاز علی صاحب کی معرفت معذرت کی۔ اُنہوں نے اچھی وکالت نہ کی، اور شیونرائن نے دیوان واپس کرنے کے خیال کو میرزا صاحب پر ظاہر کیا۔ اس کے جواب میں ۱۰ جنوری ۱۸۶۲ع کو میرزا صاحب نے اُنہیں لکھا:

”میاں، میں جانتا ہوں کہ مولوی میر نیاز علی صاحب نے وکالت اچھی نہیں کی۔ میرا مدعا یہ تھا کہ وہ تم پر اس امر کو ظاہر کریں کہ دلی میں ہندی دیوان کا چھپنا پہلے اُس سے شروع ہوا ہے کہ حکیم احسن اللہ خاں صاحب تمہارا بھیجا ہوا فرمہ بجکو دیں۔ اور وہ جو میں نے یہاں کے مطبع میں چھاپنے کی اجازت دی تھی، یہ سمجھ کر دی تھی کہ اب تمہارا ارادہ اُس کے چھاپنے کا نہیں۔ غور کرو، میرٹھ کے چھاپے خانے والے محمد عظیم نے کس عجز و الحاح سے دیوان لیا تھا اور میں نے نظر تمہاری ناخوشی پر بجز اُس سے پھیر لیا۔ یہ کیوں کر ہو سکتا تھا کہ اور کو چھاپنے کی اجازت دوں؟ تم نے جو خط لکھنا موقوف کیا، میں سمجھا، کہ تم خفا ہو۔ میں نے مولوی نیاز علی صاحب سے کہا کہ برخوردار شیونرائن سے میری تقصیر معاف کروا دینا۔“

بھائی، خدا کی قسم! میں تم کو اپنا فرزند دلبند سمجھتا ہوں۔ اُس دیوان اور تصویر کا ذکر کیا ضرور ہے؟ رام پور سے وہ دیوان صرف تمہارے واسطے لکھوا کر لایا۔ دلی میں تصویر ہزار جستجو بہم پہنچا کر مول لی۔“

اس خط کے لفظ ”فرمہ“ سے یہ مترشح ہے کہ آگرے میں طباعتِ دیوان کا کام ۱۸۶۱ع ہی میں شروع ہو گیا تھا۔ لیکن ستمبر ۱۸۶۳ع میں میرزا صاحب نے سید بدرالدین صاحب کو جو خط لکھا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مہینے میں کتاب زیر طباعت تھی۔ نیز یہ

دیوان جب آگرے سے چھپ کر شایع ہوا، تو اُس کے سرورق پر نقش و نگار کے درمیان مندرجہ ذیل عبارت چھپی:

العلم قوة

دیوانِ غالب ۱۸۶۳ع

مطبع مفید خلائق آگرہ میں اہتمام سے منشی شیوناراین کے چھپا

کتاب کے نام پر اندراج سنہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ نسخہ آغازِ ۱۸۶۳ع میں چھپنا شروع ہوا، اور یہ کہ میرزا صاحب کے خط میں ”فرمہ“ سے کاپی مراد ہے، ورنہ جو فرمہ جنوری ۱۸۶۲ع سے قبل چھپ جائے، اُس پر ۱۸۶۳ع کسی طرح نہیں بنایا جاسکتا تھا۔

پھر حال یہ نسخہ ستمبر ۱۸۶۳ع کے بعد چھپ کر شایع ہوا۔ اس کے مضامین کی ترتیب نسخۂ رام پور جدید (قد) کے مطابق یہ رکھی گئی:

”دیباچۂ فارسی (سیاہ لوح کے نیچے)، قطعات (سیاہ لوح کے نیچے)، مثنوی، قصائد، غزلیات، رباعیات، تقریظِ نیرِ بزبانِ فارسی“۔

اس کا سائز مذکورۂ بالا نسخوں سے قدرے بڑا، اور مسطر ۱۵ سطری ہے۔ کاغذ دیسی مشین کا بنا ہوا، اور خط قدرے جلی نستعلیق ہے۔

نیر کی تقریظ میں ۱۲۷۱ھ اور تعدادِ اشعار ”یک ہزار و ہفصد و نود و اندہ“ ہے، مگر نسخے میں اشعار کی واقعی تعداد ۱۷۹۵ ہے، جو نسخۂ قد کے بالکل مطابق ہے۔ اس تعداد میں بمقابلہ نسخۂ احمدی ایک عدد کی کمی اس وجہ سے ہو گئی ہے کہ نسخۂ قد میں یہ شعر نہیں ہے:

مقطعِ سلسلۂ شوق نہیں ہے یہ شہرِ عزمِ سیرِ نجف و طوفِ حرم ہے ہم کو

اور اسی لیے نسخۂ آگرہ سے بھی ساقط ہو گیا ہے۔

باقی لفظ ”ہفصد“ خود نیر کی ترمیم نہیں معلوم ہوتی، بلکہ غالباً منشی شیوناراین نے اشعار شمار کر کے یہ تغیر کیا ہے، ورنہ نسخۂ احمدی کی تقریظ میں بھی یہ تغیر موجود ہوتا۔

اس نسخے کی یہ خصوصیت قابلِ بیان ہے کہ پوری کتاب میں کچھ مقامات کے سوا یاے معروف و بھول اور ہائے سادہ و مخلوط میں فرق کیا گیا ہے۔ شاید اس سے پہلے کسی مطبوعہ کتاب میں یہ

الزام نہیں ہوا۔

۶۔ نسخہ جدیدہ: اول۔ اس کی علامت ح ہے۔

یہ نسخہ دوسرے مطبوعہ نسخوں کے مقابلے میں اس وجہ سے اہم ہے کہ اس کے ذریعے سے غالب پسندوں کو اُن کے اُس اُردو کلام کا پہلی بار مطالعہ نصیب ہوا جس کے متعلق دیباچہ دیوان میں کہا تھا کہ:

«امید کہ سخن سراپانِ سخنورستای پراگندہ ایاتی را کہ خارج ازین اوراق یابند، از آثار تراوشِ رگِ کلکِ این نامہ سیاه شناسند، و چامہ گرد آور را در ستایش و نکوہشِ آن اشعار بمنون و ماخوذ نگالند»۔

اس نسخے کو مفتی انوار الحق ابن مفتی عبداللہ ٹوانکی مرحوم نے مرتب کیا تھا، اور یہ ۱۹۲۱ع میں ریاست بھوپال کی طرف سے چھپ کر شایع ہوا تھا۔ اس کا سرورق حسب ذیل عبارت پر مشتمل ہے:

باسمہ تعالیٰ

دیوانِ غالب جدید

المعروف بہ

نسخہ جدیدہ

بہ تدوین

احقرالعباد ضیاء العلوم مفتی محمد انوار الحق ایم۔ اے، منشی فاضل

ڈاکٹر سررشتہ تعلیم

بھوپال

مفید عام اسٹیم ۱۹۲۱ء پریس آگرہ میں محمد قادر علی خاں صوفی کے اہتمام سے چھپا
قیمت جلد ۳ روپے ۴ آنے (منتظر امروہوی کتابت نمود) قیمت غیر جلد ۲ روپے ۸ آنے
کتاب میں دو سرورق ہیں، پہلا موٹے کاغذ کا ہلکا اودا اور دوسرا دبیز کاغذ کا سفید۔
کتاب کی قیمت ہندسوں کی جگہ رقوں میں لکھی گئی ہے۔

صفحہ ۱ پر سرنامہ ہے، جس کے آخر میں »محمد حمید اللہ خاں بھوپال« درج ہے۔ صفحہ ۳ سے ۲۴ تک مفتی صاحب کی تمہید ہے، جس میں نسخہ بھوپال (ق) کی کیفیت اور اپنے اصول ترتیب وغیرہ درج کیے ہیں۔ اس کے بعد آرٹ پیپر پر ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری مرحوم کی تصویر ہے۔ صفحہ ۲۵ سے صفحہ ۳۱ تک »عبدالرحمن بجنوری مرحوم« کے عنوان سے ڈاکٹر صاحب کا تعارف ہے۔ جو مفتی صاحب ہی نے لکھا ہے۔ اس میں سوانح یحید کم ہیں، مگر اُن کی ادبی شخصیت پر خاصی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے بعد آرٹ پیپر پر میرزا صاحب کی تصویر کا عکس ہے۔ یہ تصویر بظاہر نئی معلوم ہوتی ہے، لیکن میری دانست میں اُس تصویر کا مرعہ ہے جو کلیات فارسی کے پہلے فولکشوری ایڈیشن مطبوعہ ۱۸۶۳ع میں چھپی تھی، اور اُس کا عکس لے کر میں نے مکاتیب غالب کی اشاعت اول (۱۹۳۷ع) میں شامل کیا تھا۔ اس پر خفی قلم سے »مرزا غالب« بھی مرقوم ہے۔ صفحہ ۳۳ سے بجنوری مرحوم کا دیباچہ شروع ہو کر صفحہ ۱۳۹ پر ختم ہوا ہے۔ یہ دیباچہ انجمن ترقی اُردو نے جداگانہ کتابی شکل میں بھی »محاسن کلام غالب« کے نام سے متعدد بار چھاپا ہے۔ اس کے بعد آرٹ پیپر پر خطوط کے ایک صفحے کا فوٹو ہے۔ پھر اصل دیوان تہ صفحہ ۱ سے شروع ہو کر صفحہ ۲۴۲ پر ختم ہوا ہے۔ دیوان میں جگہ جگہ مختلف ردیفوں کے آخر میں چھوٹ جانے والی سادہ جگہ کو ایس۔ اے۔ ایچ۔ جری نام کے کسی آرٹسٹ سے بھول پودے بنوا کر پُر کیا گیا ہے۔

ایک اور نسخے کے پیش نظر میرا خیال ہے کہ اولاً دیباچہ بجنوری کتاب میں نہ تھا۔ بعد میں اسے شریک کیا گیا، تو اس کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کی شمولیت کا اظہار بھی ضروری جانا، اور اس مقصد کے لیے دوبارہ ٹائٹل چھپوا کر مرتب کتاب کے نام سے پہلے مندرج ذیل اضافہ کیا:

مع مقدمہ دیوان

نفر قوم جناب ڈاکٹر عبدالرحمن صاحب بجنوری مرحوم، بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی

پرسٹر ایٹ لا۔ ڈی۔ جے

چونکہ بجنوری کے دیباچے کے اوراق بڑھ جانے سے کتاب کی لاگت میں بھی اضافہ ہو گیا

تھا۔ اس لیے اس بار مجلد کتاب کی قیمت ۵ روپے اور غیر مجلد کی قیمت ۴ روپے رقوں میں لکھی گئی۔

چند معمولی لفظی ترمیموں کے علاوہ، جن سے مفہوم پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا، تھے سرورق میں ایک بے احتیاطی یہ ہوتی کہ پریس لائن سے سالِ طباعت کے ہندسے حذف ہو گئے۔ چنانچہ اس کی وجہ سے کتاب کے زمانہ اشاعت کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا ہو گئیں۔

میرے سامنے ایک تیسرا نسخہ ایسا بھی ہے جس کا سرورق گہرے سرمئی رنگ کا ہے اور گورنمنٹ پریس بھوپال میں چھپا ہے۔ اس کے اندراجات میں بھی سابقہ نسخے کی طرح کچھ اختلاف ہے۔ مثلاً ”بہ ندوین“ کی جگہ ”مرتبه“، ”احقر العبادہ“ کی جگہ ”دخا کسار“ اور ”ڈاکٹر کٹر سررشتہ تعلیم بھوپال“ کی جگہ ”ڈاکٹر کٹر تعلیمات ریاست بھوپال“ ہے۔ نیز کاتب نے اپنا نام یوں لکھا ہے: (کتبہ نصیر الدین)۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مذکورہ بالا سرورق کم پڑ جانے پر انہیں دوبارہ بھوپال ہی میں طبع کرا لیا گیا۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اس پر یہ صراحت کردی گئی ہے کہ ”صرف ٹائٹل گورنمنٹ پریس بھوپال میں طبع ہوا، سنہ اشاعت سورہ اتفاق سے یہاں بھی غائب ہے، اور قیمت اضافہ شدہ ہی درج کی گئی ہے۔ اس نسخے میں صرف رنگین سرورق ہے۔“

مذکورہ نسخوں میں میرزا صاحب کی تصویر اور مخطوطے کے ایک صفحے کا عکس کسی متعین مقام پر چسپاں نہیں کیے گئے ہیں۔ نیز دو میں بجنوری کی تصویر ندارد ہے اور ایک میں مخطوطے کا عکس موجود نہیں۔

کتاب میں تین اقسام کا کاغذ استعمال ہوا ہے۔ اور یہ خصوصیت میرے پیش نظر تینوں نسخوں میں مشترک ہے۔

تمہید میں مفتی صاحب لکھتے ہیں:

”چونکہ ارادہ یہ ہے کہ ناظرین کے سامنے غالب کے کلام کا ایک مکمل مجموعہ پیش کیا جائے، اور ساتھ ہی قلمی اور مروجہ دیوانوں کے شعر بھی پہلو بہ پہلو دکھائے جائیں، تاکہ یہ بات آئینہ ہو جانے کہ اصل دیوان میں سے کون کون سے شعر حذف کر دیے گئے تھے، اور پھر بعد میں غالب نے اُن میں کیا کیا رد و بدل کیا، اس لیے اس کتاب میں یہ صورت اختیار

کی گئی ہے کہ ہر ایک ردیف میں پہلے دونوں دیوانوں کی ہر طرح غزلوں کو لکھا ہے، اور ان میں اول قلمی نسخے کی غزل پچسہ نقل کر دی ہے، اور اس میں جو شعر مروجہ دیوان میں موجود ہیں، اُن کے سامنے "م" لکھ دیا ہے، تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ ابتداء یہ غزل اس طرح کہی گئی تھی، اور اس میں فلاں فلاں اشعار (جن کے سامنے "م" لکھا ہوا ہے) مروجہ دیوان میں موجود اور دونوں دیوانوں میں مشترک ہیں۔ اس کے بعد اس طرح کے جو شعر قلمی دیوان کی کتابت یعنی سنہ ۱۲۳۷ھ کے بعد کہے گئے ہیں اور اب مطبوعہ دیوان میں موجود ہیں، اُن کو لکھ دیا ہے، تاکہ پوری غزل پیش نظر ہو جائے۔ مشترک شعر جو قلمی نسخے کی غزل میں اوپر درج ہو چکے ہیں، اور جن کو "م" کے اشارے سے ممتاز کر دیا ہے، اُن کو اب دوبارہ مروجہ دیوان کے بقیہ شعروں کے ساتھ لکھنا غیر ضروری تھا، ناظرین آسانی سے اسے امتیاز کر سکتے ہیں۔ بعض جگہ ایسا بھی ہے کہ شعر تو دونوں دیوانوں میں موجود ہیں، لیکن کسی مصرع میں کوئی خفیف سی لفظی ترمیم ہوئی ہے، وہاں اُن مصرعوں کو اوپر نیچے لکھ کر سامنے ایک قوس بنا کر دوسرا مصرع لکھ دیا ہے، اور یہ التزام رکھا ہے کہ ہر جگہ جو مصرع اوپر لکھا ہے وہ قلمی نسخے کا ہے۔ اور جو اُس کے نیچے لکھا ہے وہ مروجہ دیوان کا۔ اس میں مصلحت یہ سمجھی ہے کہ تدریجی اصلاح کی کیفیت واضح ہو جائے۔ ہم طرح غزلوں کے بعد اُس ردیف کی قلمی نسخے کی وہ غزلیں لکھ دی گئی ہیں جو بالکل نئی ہیں، یعنی جن کا کوئی شعر بھی مروجہ دیوان میں موجود نہیں۔ اور پھر اُن کے بعد مروجہ دیوان کی وہ غزلیں درج کی ہیں جو سنہ ۱۲۳۷ھ کے بعد بڑھائی گئی ہیں اور جن کا کوئی شعر قلمی نسخے میں نہیں ہے۔ یوں ہر ایک ردیف کے کل شعر ایک جگہ جمع کر دیے گئے ہیں جن میں ساتھ ہی ساتھ یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ ابتدا میں غالب کے دیوان کی کیا شان تھی، اور بعد میں کیا ہو گئی۔ اگر بوقت مطالعہ اس گزارش کو ملحوظِ خاطر رکھا گیا، تو یقین ہے کہ کتاب زیادہ مفید اور دلچسپ معلوم ہو۔ اس کی کتابت میں حتی المقدور صحتِ املائی کا بہت لحاظ رکھا گیا ہے، اور جاہجاہ علاماتِ اضافت و وقف بھی بنانے کی کوشش کی گئی ہے، تاکہ پڑھنے اور مطلب سمجھنے میں آسانی ہو جائے: خدا کرے یہ مساعی مشکور ہوں۔

مفتی صاحب نے یہ کام اُس زمانے میں انجام دیا تھا جب وہ محکمۂ تعلیمات کے افسر بھی تھے، اس لیے تصحیح کا حق ادا نہ کر سکے اور اس میں ہر طرح کی غلطیاں راہ پا گئیں۔ میں نے اُن کا ذکر حواشی میں کر دیا ہے۔ یہاں مثلاً دو چار بیان کیے دیتا ہوں:

۱۔ نسخۂ بھوپال کے بہت سے اشعار چھوڑ دیے ہیں، مثلاً

عالم، طلسمِ شہرِ خوشاب ہے سر بسر

یا میں غریبِ کشورِ گفت و شنود تھا

۲۔ متداول دیوان میں شعر موجود ہے، مگر اس کا اظہار نہیں کیا، مثلاً

نہی نو آموزِ فنا صمتِ دشوار پسند

تخت مشکل ہے کہ یہ کام بھی آسان نکلا

۳۔ نسخۂ بھوپال کے حاشیے میں شعر موجود ہے، مگر اس کا اظہار نہیں کیا، مثلاً

جذبۂ بے اختیارِ شوق دیکھا چاہیے

مینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

۴۔ نسخۂ بھوپال کا لفظ چھوڑ کر صرف متداول لفظ نقل کیا، مثلاً

یہ جانتا ہوں کہ تو اور پاسخِ مکتوب

مگر ستمزدہ ہو ذوقِ خامہ فرسا کا

چونکہ نسخۂ بھوپال میں "جنوں زدہ" ہے، اس لیے متن میں اسے بھی لکھنا چاہیے تھا۔

۵۔ نسخۂ بھوپال میں شعر نہیں ہے اور پھر بھی اُسے نسخۂ بھوپال کا ظاہر کیا ہے،

مثلاً

نہ بندھے تشنگیِ شوق کے مضمون، غالب

گرچہ دل کھول کے دریا کو بھی ساحل باندھا

۶۔ محلِ اصلاح غلط بتایا ہے، مثلاً

شب نظارہ پرور تھا خواب میں خرام اُس کا

صبح، موجۂ گل کو نقشِ بوریا پایا

اس شعر کے لفظ 'نقش' پر مصحح کا حاشیہ ہے: 'متن میں وقف' لکھا ہوا ہے۔ مگر اسے کات کر حاشیے پر 'نقش' بنایا ہے۔ حالانکہ یہ ترمیم بین السطور میں ہے۔

۷۔ نسخۂ بھوپال کی صحیح قراءت کو غلط چھاپ دیا ہے، مثلاً

جنوب گرم انتظار و نالہ بیتیائی کند آیا

سویدا تا بلب زنجیر سے دودِ سپند آیا

احل میں 'زنجیری' ہے۔

۸۔ متداول قراءت کچھ ہے اور چھاپ کچھ دی گئی ہے، مثلاً

جراحت نخفہ، الماس ارمغان، خونِ جگر ہدیہ

مبارکباد، اسد، غمخوارِ جانِ دردمند آیا

اس کے پہلے مصرع میں 'داغِ جگر' ہونا چاہیے تھا۔

۹۔ کاپی نویس کی غلطیوں کی اصلاح نہیں ہو سکی ہے، مثلاً

تو يك جہاں قاشِ ہوس جمع کر کہ میں

حیرت متاعِ عالمِ نقصان و سود تھا

اس کے دوسرے مصرع میں 'مطاع' چھپ گیا ہے۔

غرض کتاب میں اتنی غلطیاں ہیں کہ اسے اشاعتِ ثانی کے واسطے بے حد احتیاط سے

مرتب کیا جانا چاہیے۔

❦ - لطیف ایڈیشن - اس کی علامت لٹ ہے - ❦

ڈاکٹر سید عبداللطیف حیدرآبادی نے دیوانِ غالب کے تاریخی مطالعے کی طرف توجہ کی، تو اپنے مقرر کیے ہوئے اصول کے مطابق ایک نسخۂ دیوان بھی مرتب کیا تھا۔ یہ نسخہ ۱۹۲۸ع کے قریب مرتب ہو کر اس کے کچھ ہی بعد حیدرآباد میں چھپنا شروع ہوا، مگر کسی وجہ سے ناتمام رہ گیا۔ اس کا ایک حصہ ۲ جنوری ۱۹۳۵ع کو سید تمکین کاظمی مرحوم کے قبضے میں آیا، اور انہوں نے از رامِ کرم حیدرآباد سے میرے پاس بھیج دیا۔ یہی نسخہ دورانِ کار میں میرے سامنے رہا ہے۔

یہ دیوان ۸/۲۲×۱۸ پر چھپا ہے، اور جو حصہ میرے پاس محفوظ ہے، وہ صفحہ ۷۱ سے صفحہ ۱۲۶ تک ہے۔ اس کے سرورق پر لکھا ہے:

کتاب دوم

حصہ اول

سنہ ۱۲۲۵ھ تا سنہ ۱۲۳۷ھ

جس میں

اس دور کی وہ تمام غزلیں اور اشعار شامل ہیں جن کو غالب نے موجودہ دیوان کے لیے منتخب کیا فٹ نوٹ میں وہ اشعار دیے گئے ہیں جو انتخاب کے وقت خارج کر دیے گئے تھے

صفحہ ۷۲ سے ردیف الف کے عنوان کے تحت دیوان کی مشہور غزل: «نقش فریادی ہے، شروع ہوئی ہے۔ اس کا نمبر ۱۴۷ ہے، جس کا یہ مطلب ہے کہ کتاب اول میں جو ۷۰ صفحات پر مشتمل تھی، ۱۴۶ غزلیں مندرج تھیں۔ بظاہر یہ غزلیں وہ ہوں گی جو متداول دیوان سے یکسر خارج کر دی گئی تھیں اور نسخہ عرشی میں «گنجینہ معنی» کے اندر داخل ہیں۔ آخری صفحے پر ردیف ہا کی غزل: «خزاں بپوچھ» ہے اور اس کا نمبر ۲۱۶ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ حصے میں ۷۰ غزلیں شامل ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ غزل نمبر ۵۶ کے مطلع ثانی سے دوسری غزل شمار کر لی ہے، جس کے باعث شمار میں ایک کا اضافہ ہو گیا ہے اور یہ غلطی آخری صفحے تک جاری رہی ہے۔ ورنہ اس حصے کے موجودہ اوراق میں صرف ۶۹ غزلیں ہیں۔

اس نسخے کی تصحیح میں بقدرِ بایست سعی نہیں کی گئی۔ پھر بھی نسخہ بھوپال کی عدم موجودگی میں اس نے بہت کام دیا۔ اگر یہ نسخہ تمام و کمال چھپ گیا ہوتا، تو نسخہ بھوپال کی کمی بڑی حد تک پوری ہو جاتی، اور نسخہ حمیدہ کی صحت میں بھی بہت کچھ مدد ملتی۔

۸۔ نسخہ حمیدہ: دوم۔ اس کی علامت حم ہے۔

نسخہ بھوپال کے کلام کو پروفیسر حمید احمد خاں صاحب سے مرتب کرا کے مجلس ترقی ادب

لاہور نے جولائی ۱۹۶۹ء میں شایع کیا ہے۔ مرتب نے اس دیدہ زیب ایڈیشن کا ایک نسخہ اسی سال ستمبر میں مجھے عنایت کیا جو میرے سامنے ہے۔ یہ ۱۸×۲۲/۸ سائز پر ٹائپ میں چھپا ہے۔ ٹائٹل کے بعد ۲۹ صفحات میں فہرست اور دیباچہ ہے۔ پھر ایک ورق پر دیوان کا عنوان وغیرہ ہے۔ اس کے بعد جدید نمبر شمار کے ساتھ صفحہ ۱ سے صفحہ ۲۹۰ تک نسخہ بھوپال کا کلام درج کیا گیا ہے۔ جس کے آخر میں ۱۵ صفحات کا غلط نامہ شامل ہے۔

دیباچے میں مرتب نے لکھا ہے:

مفتی انوار الحق کا نسخہ شایع ہوا، تو یہ حقیقت مخفی نہ رہی کہ مطبوعہ نسخہ، قلمی نسخے کی صحیح نقل نہیں ہے۔ اس بارے میں شاید سب سے بڑی قباحت یہ ہوئی کہ مفتی صاحب کے نسخے میں کئی جگہ حاشیے کے اندراجات اور متن کے درمیان ضروری امتیاز قائم نہ رہ سکا۔ چنانچہ صحیح صورتِ حال کی دریافت کے لیے قلمی نسخے کا معائنہ ضروری ہو گیا۔ اواخر اگست ۱۹۳۸ء میں حیدرآباد دکن کے ایک سفر سے واپس لاہور آنے ہوئے میں بھوپال ٹھہر گیا، اور سرکاری کتب خانے میں بیٹھ کر مطبوعہ نسخے اور قلمی نسخے کے اندراجات کا مقابلہ کرنا رہا۔ اس موقع پر مجھے اندازہ ہوا کہ حواشی اور متن کا فرق ملحوظ نہ رہنے سے قطع نظر، مطبوعہ نسخے میں ایک بڑا فتور بہ پیدا ہو گیا ہے کہ قلمی نسخے میں غزلیات کی ترتیب مطبوعہ نسخے تک پہنچنے پہنچنے کچھ کی کچھ ہو گئی ہے۔ مثلاً مخطوطے کی پچیسویں غزل: بسکہ جوشِ گریہ سے زبر و زبر ویرانہ تھا، مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۳ پر شروع ہوئی ہے اور اس سے اگلی، یعنی چھپیسویں غزل: نہ ہو حسنِ تماشا دوست رسوا ہے وفائی کا، مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۱۲ پر۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر میرے لیے لازم ہوا کہ میں اپنی پوری توجہ دو باتوں پر مرکوز رکھوں؛ اول یہ کہ قلمی نسخے کے مندرجات کی صحیح ترتیب معین کروں، اور دوم یہ کہ حاشیے اور متن کے اندراج کے معاملے میں قلمی اور مطبوعہ نسخوں کے درمیان جہاں جہاں اختلاف ہے، اُس کے متعلق مفصل یادداشتیں لے لوں۔ افسوس ہے کہ وقت کی کوتاہی کے باعث میرے لیے ممکن نہ ہوا کہ مخطوطے کے ہر شعر اور مصرع کو لفظ بلفظ دیکھ لیتا۔ تاہم یہ واقعہ ہے کہ ترتیبِ منظومات کی تصحیح اور حواشی کی تشخیص کرتے ہوئے مطبوعہ نسخے کے کاتب کی لفظی فرو گراشتوں پر جا بجا نظر

پڑی۔ ان کا ذکر فارثین کو حسبِ موقع دیوان کے متعلقہ صفحات پر حاشیے کے اشارات میں ملے گا۔

۱۹۲۱ع کا نسخہ حمیدہ، بھوپال کے قلمی دیوان کی پہلی مطبوعہ نقل ہے۔ افسوس ہے کہ قلمی دیوان سے انحراف کی جتنی مختلف قسمیں تصور میں آسکتی ہیں وہ مفتی صاحب کے مطبوعہ نسخے میں موجود ہیں، بجز اس صورت کے کہ قلمی دیوان کا شاید کوئی شعر مطبوعہ نسخے سے حذف نہیں ہوا۔ تاہم قلمی دیوان کے نہ ہونے ہوئے مفتی صاحب کے نسخے پر تکیہ ناگزیر ہے۔ اس نسخے کی تیاری کے کام میں مجھے اپنی ۱۹۳۸ع کی یادداشتوں کے نا کافی ہونے کا بار بار احساس ہوا۔ بعض موقعوں پر مجھے مولانا عرشی کے مرتبہ دیوان (علی گڑھ ۱۹۵۸ع) اور پروفیسر محمود شیرانی کے دریافت کردہ قلمی دیوان سے گراں قدر مدد ملی۔۔۔۔۔

اس میں شک نہیں کہ فاضل مرتب نے نسخہ بھوپال کے کلام کی اندرونی ترتیب کو بڑی حد تک صحیح شکل میں پیش کر دیا ہے، جس سے قصائد، غزلیات اور رباعیات کی اصل ترتیب بھی سامنے آتی ہے اور متن و حواشی کی تفریق بھی پہلے کے مقابلے میں بہتر طریقے پر واضح ہو جاتی ہے۔ پھر بھی متعدد مقامات ایسے رہ گئے جن کی تصحیح مرتب کے پیش نظر دو ماخذوں: نسخہ شیرانی اور نسخہ عرشی کی مدد سے کی جاسکتی تھی۔ چنانچہ اس نسخے میں ایسی جگہوں پر بھی مفتی انوار الحق مرحوم کے نسخے کا اتباع کیا گیا ہے جہاں بالیقین محولہ نسخے کے مرتب یا کاتب سے سہو ہوا ہے۔ مثلاً

شرح ہنگامہ ہستی ہے، نہ ہے! موسم گل

ہے تصور میں نہ بس جلوہ نما موج شراب

دراں حالے کہ اس شعر کا دوسرا مصرع یہ ہے: رہبرِ قطرہ بدریا ہے، خوشا! موج شراب۔ اس صورت کے بغیر شعر مہمل ہو جاتا ہے۔

ایسے کئی شعر ترک ہو گئے ہیں جو نسخہ بھوپال میں موجود تھے۔ مثلاً

حفلیں برعم کرے ہے گنجفہ باز خیال

ہیں ورق گردانی نیرنگ یک بت خانہ ہم

ضعف نے باندھا ہے بیانِ گراں خوانی، اسد ہیں وہاں تکیہ گاہِ ہمتِ مردانہ ہم

لیکن ایک ایسا شعر داخل کر لیا ہے جو نسخۂ بھوپال میں نہیں تھا اور وہ یہ ہے:

ندے نامے کو اتنا طول، غالب، مختصر لکھ دے

کہ حسرت سنج ہوں عرضِ ستمِ ہائے جدائی کا

علاوہ ازیں قدیم اندازِ کتابت کے باعث نسخۂ بھوپال کے اندراجات کی صحیح قراءت بھی کہیں کہیں ممکن نہ ہوئی۔ مثال کے طور پر »حررہ« کو »محررہ« »مقابلہ کردہ شد« کو »معاملہ کردہ شد« اور »عبدالعلی« کو »آغا علی« پڑھ لیا گیا ہے۔

بہر حال پروفیسر حمید احمد خاں صاحب نے اپنی یادداشتوں کی بنیاد پر جتنی معلومات فراہم کر دی ہیں، اتنی بھی نسخۂ بھوپال کی عدم موجودگی میں نعمتِ غیر مترقبہ سے کم نہیں اور اس لحاظ سے موصوف کی یہ کاوش قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔ اس نسخے کی قابلِ ذکر معلومات کو عرشی زادہ نے استدراک میں داخل کر لیا ہے۔

❦ ۹ ❦ نسخۂ عرشی زادہ: ذیل لکس ایڈیشن - اس کی علامت عش ہے -

نسخۂ عرشی زادہ کا عکس ستمبر ۱۹۶۹ء میں اکبر علی خاں عرشی زادہ نے تحقیقی مقدمے اور حواشی کے ساتھ ادارۂ یادگارِ غالب رام پور کی جانب سے پیش کیا، تو اس کے ظاہر و باطن کو ادبِ علم نے سراہا۔ چونکہ اصل مخطوطے سے متعلق استدراکِ عرشی زادہ ہی کا مرتب کیا ہوا ہے، اس لیے بظاہر یہاں مطبوعہ ایڈیشن کا ذکر کرنے کی چنداں حاجت نہ تھی۔ لیکن میں نے مقدمے میں کئی جگہ مقدمۂ عرشی زادہ کا حوالہ دیا ہے، بنا بریں مستعملہ نسخے کی حیثیت سے اس کا شمار کر لیا بھی مناسب جانا۔ اس نسخے کے حواشی کو عرشی زادہ نے استدراک میں نقل کر دیا ہے۔ البتہ مقدمے کی تفصیلی مباحث نے لیے قارئین کا اس ایڈیشن کی طرف رجوع مفید ہوگا۔

❦ ماخذوں کی تاریخی ترتیب ❦

گزشتہ صفحات میں اُن نسخوں کی تفصیلی کیفیت بیان کی جا چکی ہے، جو موجودہ نسخے کی ترتیب کے دوران میں زیرِ مطالعہ رہے تھے۔ ذیل میں اُن کا تاریخ وار اجمالی ذکر کرنا ہوں

تاکہ مطالعہ کرنے والے حضرات بیک نظر اُن کی علامتوں اور عہد سے واقف ہو جائیں:

| نمبر شمار | نام نسخہ | علامت | تقریبی تاریخ ترتیب یا طباعت |
|-----------|------------------------------|-------|-----------------------------|
| ۱ | نسخہ عرشی زادہ | عز | ۵۱۲۳۱ = ۱۸۱۶ع |
| ۲ | نسخہ بھوپال | ق | ۵۱۲۳۷ = ۱۸۲۱ع |
| ۳ | نسخہ شیرانی | قا | ۵۱۲۴۲ = ۱۸۲۶ع |
| ۴ | گل رعنا | گل | ۵۱۲۴۴ = ۱۸۲۸ع |
| ۵ | نسخہ رام پور قدیم | قب | ۵۱۲۴۸ = ۱۸۳۳ع |
| ۶ | انتخابِ غالب | خب | ۵۱۲۵۲ = ۱۸۳۶ع |
| ۷ | نسخہ بدایوں | قبا | ۵۱۲۵۴ = ۱۸۳۸ع |
| ۸ | پہلا مطبوعہ ایڈیشن | م | ۵۱۲۵۷ = ۱۸۴۱ع |
| ۹ | نسخہ دینہ | قج | ۵۱۲۶۱ = ۱۸۴۵ع |
| ۱۰ | نسخہ کریم الدین (نسخہ کراچی) | قد | ۵۱۲۶۱ = ۱۸۴۵ع |
| ۱۱ | دوسرا مطبوعہ ایڈیشن | ما | ۵۱۲۶۳ = ۱۸۴۷ع |
| ۱۲ | نسخہ لاہور | قج | ۵۱۲۶۸ = ۱۸۵۲ع |
| ۱۳ | نسخہ رام پور جدید | قد | ۵۱۲۷۱ = ۱۸۵۵ع |
| ۱۴ | تیسرا مطبوعہ ایڈیشن | مب | ۵۱۲۷۸ = ۱۸۶۱ع |
| ۱۵ | چوتھا مطبوعہ ایڈیشن | مج | ۵۱۲۷۸ = ۱۸۶۲ع |
| ۱۶ | پانچواں مطبوعہ ایڈیشن | مد | ۵۱۲۸۰ = ۱۸۶۳ع |
| ۱۷ | انتخابِ غالب | خ | ۵۱۲۸۳ = ۱۸۶۶ع |
| ۱۸ | نسخہ حمیدہ: اول | ح | ۵۱۳۳۹ = ۱۹۲۱ع |
| ۱۹ | لطیف ایڈیشن | لط | ۵۱۳۵۷ = ۱۹۳۸ع |
| ۲۰ | نسخہ حمیدہ: دوم | حم | ۵۱۳۸۹ = ۱۹۶۹ع |
| ۲۱ | نسخہ عرشی زادہ: ڈبلکس ایڈیشن | عش | ۵۱۳۸۹ = ۱۹۶۹ع |

دیگر علامات مأخذ

مذکورہ بالا ماخذوں کے علاوہ بھی متعدد کتب و رسائل سے نسخہ عرشی میں استمداد کی گئی ہے ان میں سے جن ماخذوں کے لیے حواشی میں علامات استعمال میں آئی ہیں وہ یہ ہیں: کلیات فارسی نسخہ بانکی پور پائے مکتوبہ ربیع الآخر ۱۲۵۴ھ/۱۸۳۸ع (کف)۔ کلیات نثر فارسی نسخہ لوہارو (کفل)۔ گلشن بے خار طبع ۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷ع (گب)۔ گلستان نازنینا طبع ۱۲۶۱ھ/۱۸۴۵ع (گن، گلدستہ)۔

چند اور کتابوں کے نام کا جزو اول بھی اختصار کی خاطر حوالوں میں ملے گا۔ مثلاً: تذکرہ عمدہ منتخبہ کے لیے (عمدہ) آثارالصنادید طبع ۱۲۶۳ھ/۱۸۴۷ع کے لیے (آثار) پنج آہنگ طبع ۱۲۸۴ھ/۱۸۶۸ع کے لیے (پنج) اور خطوط غالب مرتبہ مہیش پرشاد کے لیے (خطوط) لکھا گیا ہے۔ لیکن ان کی تفصیل بتانا ضروری نہیں معلوم ہوتا اس لیے کہ کثرت استعمال کی وجہ سے قارئین کے لیے انہیں سمجھنا دشوار نہیں ہوگا۔ بعض حوالوں میں کتاب کے علاوہ کسی اور نسبت سے کام لیا گیا ہے۔ مثلاً: نظامی بدایونی کے مرتبہ دیوان کے لیے (بدایوں) اور مولانا غلام رسول مہر کی کتاب 'غالب' کے لیے (مہر) بطور علامت لکھا ہے۔

حواشی

حواشی کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں اختلاف نسخ کو جگہ دی ہے اور اُس کا خط خفی رکھا ہے۔ دوسرے حصے میں جس کا خط جلی ہے، اشعار کی وہ تمام تشریحات جمع کی گئی ہیں، جو میرزا صاحب نے احباب کے استفسار پر تحریر کی تھیں۔ نیز اُن کے خطوں کے وہ حصے بھی اسی زمرے میں شامل کر لیے گئے ہیں، جن میں اُنہوں نے اپنا کوئی شعر استشاداً لکھا تھا۔

کچھ مضامین شعری میرزا صاحب کو اس درجہ پسند تھے کہ اُنہیں بار بار مختلف پیرایوں میں باندھا ہے۔ میں نے اُن کے ایسے تمام متحدالمضمون فارسی و اردو اشعار بھی حواشی میں درج کر دیے ہیں، کیونکہ ان شعروں کے تقابلی مطالعے سے میرزا صاحب کا مدعا سمجھنے میں بھی مدد ملتی ہے اور اشعار کا کافی مرتبہ متعین کرنا بھی آسان ہو جاتا ہے۔

بہت سے اشعار کے دائیں یا بائیں گٹ یا خ یا گنخ لکھا ہوا ملے گا یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ اشعار گلیہ رعنیا یا انتخابِ غالب (۱۸۶۶ع) یا ان دونوں میں پائے جاتے ہیں۔ اس طرح نسخۂ عرشی کا مطالعہ کرنے والوں کو گلیہ رعنیا اور انتخاب کے جداگانہ نسخوں کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ اور انہیں میرزا صاحب کے مختلف ادوار کے معیارِ انتخاب کا بآسانی اندازہ ہو سکے گا۔

فہرست اشعار

آخر میں ایک فہرستِ اشعار ہے جس میں دیوان کی تمام مستقل چھوٹی بڑی نظموں کا پتا اُن کے پہلے شعر کے ذریعے سے دیا گیا ہے۔ اس کی ترتیب حروفِ تہجی پر رکھی گئی ہے، مگر بنائے ترتیب ردیف کا آخری حرف ہے اور اشتراك دور کرنے کی خاطر اُلٹی چال چلی گئی ہے۔ ردیفیں مفرد اور مرکب دونوں طرح کی ہوتی ہیں۔ میں نے مفرد پہلے اور مرکب پیچھے رکھی ہیں، اور مشترك ردیفوں کی صورت میں تقسیم و تمیز کی بنا قافیوں پر ہے اور اُن کے اشتراك کی حالت میں بھی اُلٹی چال چلا ہوں۔

ترتیبِ ردیف و قوافی کے وقت جہ جہ وغیرہ مخلوط النافذ حروف کو مرکب تسلیم کر کے انہیں ردیفِ ہائے ہوز میں داخل کیا ہے۔ لہذا ”سمجھ“ اور ”نپوچھ“ جیسی ردیفوں کو ردیفِ ہا میں تلاش فرمایا جائے۔

اشارے

فہرستِ اشعار کے بعد تین اشارے ہیں۔ ان میں سے پہلا اشخاص، اقوام اور فرقوں کا ہے، دوسرا مقامات کو ظاہر کرتا ہے اور تیسرے میں کتب و رسائل مذکور ہوئے ہیں۔ ان تینوں میں بنائے ترتیب ہر لفظ کا پہلا حرف ہے۔ اشاریۂ اشخاص کے ذیل میں خورشید و ماہ وغیرہ جیسے ناموں کو داخل نہیں کیا گیا ہے، کیونکہ یہ اعلام نہیں ہیں، ورنہ ہر زبان میں یکساں ہوتے۔ البتہ ایسے اسمائے آصفت کو اس زمرے میں جگہ دے دی ہے جو کثرتِ استعمال کے سبب سے کسی شخص یا جماعت کے نام کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں، جیسے آلِ عباس، آلِ نبی وغیرہ۔

میرزا صاحب نے بعض شعروں میں شاہِ ظفر کا نام نہیں لیا ہے، بلکہ انہیں حضور یا

حضور والا یا بادشہ جیسے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ میں نے ایسے لفظوں کو اشارے میں شامل کر لینا اس لیے مناسب جانا ہے کہ اس ذریعے سے ممدوح کی تشخیص و تعیین میں مدد مل جاتی ہے، اور اشارے کا دیکھنے والا ایک نظر یہ پتا چلا سکتا ہے کہ دیوان میں ظفر کا ذکر کہاں کہاں ہے۔

اشخاص یا مقامات کی نسبتوں کا ذکر بھی اسی مصلحت سے کر دیا گیا ہے، مگر انہیں مستقل جگہ کے عوض منسوب الیہ کی ذیلی جگہ دی گئی ہے۔

املا اور رسم الخط

اس نسخے کی کثابت میں موجودہ اصول اور میرزا صاحب کی پسندیدگی دونوں کا لحاظ رکھا گیا ہے، چنانچہ آپ یا بے معروف و مجہول اور ہائے مخلوط بھی پائیں گے اور فارسی لفظوں میں 'ذہ' کی جگہ 'زہ' اور 'خورشید' کے بجائے 'خرشید' بھی دیکھیں گے۔ بعض لفظوں کو انہوں نے دو طرح لکھا تھا، مثلاً 'جائے' اور 'جائے'۔ ان جیسی صورتوں میں وہ شکل اختیار کی گئی ہے جو موجودہ بول چال کے بھی مطابق ہے۔ اور ان کی آخری تحریر کے بھی موافق تھی۔ میرزا صاحب کے زمانے میں، بلکہ ان کے بہت بعد تک، 'اُس' اور 'ادھر' وغیرہ الفاظ کو بقاعدۂ اعراب بالحروف 'اوس' اور 'اودھر' لکھا جاتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے بھی اس کا التزام رکھا تھا۔ میں نے واو گرا کر اُس کی جگہ پیش کا التزام کیا ہے۔ لہذا جس الف کو آپ مضموم نہ پائیں، اُسے یہ سمجھیں کہ میرزا صاحب نے اسے بے واو کے ہی لکھا تھا۔ اگر ایسا نہ کیا اور اپنی طرف سے مضموم قرار دے لیا، تو یہ اُن کی متشا و مراد کے خلاف ہو جائے گا اور آپ شاعر کے کلام کی وہ تاویل کر بیٹھیں گے جو اُسے منظور نہ تھی، جیسا کہ اس شعر میں واقع لفظ 'ادھر' کو 'ادھر' پڑھ کر اس کا ایک مطلب بیان کیا جاتا ہے:

منظر اک بلندی پر اور ہم بناسکتے عرش سے ادھر ہوتا کاشکے مکاں اپنا

چوں کہ میرزا صاحب کی زندگی کے تمام قلبی و مطبوعہ نسخوں میں اس شعر کے اندر 'ادھر' بے واو ہے، کسی ایک جگہ بھی 'اودھر' یا 'واو' نہیں، اس لیے اس لفظ کو 'ادھر' پڑھنے والے کا مطلب قابلِ قبول نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح یہ کوشش بھی رہی ہے کہ مرکباتِ اضافی و توصیفی میں ہمزہ یا زیر ضرور استعمال کیا جائے۔ الا یہ کہ 'ی' بطور علامت موجود ہو، کیونکہ اس صورت میں 'ی' پر ہمزہ لکھنا بھی غلط ہے اور زیر لگانا بھی۔ ورنہ تکرارِ علامت کی غلطی سرزد ہو جائے گی۔ علامتِ اضافت نہ لگانے سے جس قسم کی غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے اُس کی مثال یہ شعر ہے:

دماغِ عطر پیرا ہن نہیں ہے غمِ آوار گہاے صبا کیا

اس کے پہلے مصرع کے الفاظ 'عطر پیرا ہن' کو بکسرۃِ را اور بدونِ کسرہ دو طرح سے پڑھا جاسکتا ہے۔ مگر میرزا صاحب نے پہلے 'ہوے پیرا ہن' لکھا تھا، جس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ مقصودِ شاعر مرکبِ اضافی ہے اور اُس نے 'ہوے' کی جگہ 'عطر' اس لیے رکھا ہے کہ اول الذکر کی تعمیم دور ہو جائے۔ لہذا اگر یہاں علامتِ اضافت نہ لگائی جائے گی، تو ہم مرادِ شاعر سے دور جا پڑیں گے۔

علامات وقف

یوں تو اس نسخے میں وقف کی کئی عام علامتیں استعمال کی ہیں، مگر ان میں سے 'کام' کو حسدِ افراط تک پرتا گیا ہے۔ چونکہ میرزا صاحب جیسے تعقید پسند استاد کے کلام کا مطلب سمجھنے اور سمجھانے کے لیے ایسا کرنا ناگزیر تھا، اس لیے امید ہے کہ دیدہ ور نقاد اس سے درگزر فرمائیں گے۔

تصاویر

اس نسخے میں پانچ تصویریں شامل کی گئی ہیں، ایک میرزا صاحب کی اور چار دیوان کے مخطوطوں کے ایک ایک نسخے کی۔ میرزا صاحب کی تصویر شیخ عبدالقادر مدیر رسالۃ مخزن نے اپنے شایع کردہ دیوانِ غالب (پاکٹ ایڈیشن) میں چھاپی تھی۔ اس دیوان کے دیباچے میں، جو ۸ جنوری سنہ ۱۹۱۹ع کا لکھا ہوا ہے، شیخ صاحب نے تصویر کی سند میں تحریر فرمایا ہے:

'اس دیوان کو ایک چیز ایسی دستیاب ہوئی ہے، جو پہلے کسی نسخے کو میسر نہیں۔ یعنی میرزا غالب مرحوم و مغفور کی ایک صحیح اور مستند عکسی تصویر زیبِ ورقِ اول ہے۔ اس تصویر

کے لیے میں اپنے ذی علم دوست، لالہ سری رام صاحب، ایم۔ اے۔ دہلوی، موافقِ ختم خانہ جاوید کا ممنون ہوں۔ اُن کے عمرِ بزرگوار، رامے بہادر پیارے لال صاحب سرگباش انسپکٹر مدارس، مرزا غالب مرحوم کے عزیز ترین دوستوں اور مداحوں میں تھے۔ یہ عکسی تصویر، رامے صاحب مدوح کو میرزا صاحب مرحوم نے دی تھی، اور رامے صاحب سے بطور ایک قابلِ قدر یادگار کے لالہ سری رام صاحب کے پاس پہنچی تھی۔

مخطوطوں کے صفحات کی تصویریں علی الترتیب نسخۂ عرشی زادہ، نسخۂ بھوپال، نسخۂ شیرانی اور نسخۂ رام پور جدید سے متعلق ہیں، اور ان میں سے تیسری کے حاشیے پر ایک غزل اور چوتھی کے بین السطور میں لفظ ”رنج“ خود میرزا صاحب کے قلم کا نوشتہ ہے۔



طبعِ اول میں اُن حضرات کا شکریہ نام بنام ادا کیا جا چکا ہے جنہوں نے اس نسخے کی ترتیب میں میری مدد فرمائی۔ طوالت کے خیال سے اب بغیر نام گنائے اُن سب مہربانوں کے تعاون کا ایک بار پھر شکر گزار ہوں اور امید کرتا ہوں کہ گزشتہ اشاعت کی طرح یہ جدید ایڈیشن بھی اربابِ علم و ادب اور صاحبانِ نقد و نظر میں قبولِ خاطر پائے گا۔

امتیاز علی عرشی

رام پور رضا لائبریری

رام پور

۲۵ مارچ ۱۹۷۱ع

خوارِ غالب

حصہ اول

گنجینہ معنی

گنجینہ معنی کا طیسرے اُس کے سیمے
جو لفظ کہ، غالب، مرے اشعار میں آوے

قصائد



ق

سنگ۔ یہ کارگہ ربطِ نزاکت ہے کہ ہے خندہ بیخودی بکک۔ بدندانِ شرار

کشتہ افغی زلفِ سیہ شیریں کو ییتوں، سزے سے، ہے سنگِ زُمُرد کا مزار
حسرتِ جلوۂ مائی ہے کہ ہر بارۂ ابر سینہ، بیتابی سے، ملتا ہے بہ تیغِ کہسار
دشمنِ حسرت عاشق ہے، رگِ ابرِ سیاہ جس نے برباد کیا ریشہ چندیں شبِ تار

چشمِ بر چشمِ چنے ہے بتاشا، بجنوں ہر دو سو خانۂ زنجیر، نگہ کا بازار
خانۂ تنگ، ہجومِ دو جہاں کیفیتِ جامِ جمشید، ہے یاں قالبِ خشتِ دیوار

۱۔ یہاں اور آئندہ دو شعروں کے درمیان سادہ لکیر کا مطلب یہ ہے کہ یہاں سے میرزا صاحب نے کچھ شعر نکال کر دیوانِ متداول (نوائے سروش) میں شامل کیے ہیں۔

۲۔ اس قصیدے کا عنوان ق میں، نصیبتۂ حیدری یہ تمہید بہارِ مغفرت، ہے۔

۳۔ میرزا صاحب نے چودھری عبدالغفور سرور کو لکھا ہے کہ: قبول دعا وقتِ طلوع، منجملۂ مضامینِ شعری ہے، جیسے کتاں کا پرتو ماہ میں پھٹ جانا اور زمرّد سے افغی کا اندھا ہو جانا۔ آصف الدولہ نے افغی تلاش کر کر منگوا یا اور قطعاتِ زمرّد اوس کے عسافی چشم دکھے، کچھ اثر نہوا۔ ایران و روم و فرنگ سے انواع کیڑے مگائے، چساندن میں بولائے، مکا بھی نہیں۔ (عود: ۲۲)

زرگس و جامِ سیہ مستی چشمِ بیدار
زانوئے آئہ پر مارے ہے دستِ بیکار
لالے کے داغ سے، جوں نقطہ و خط، منبل زار
بادہ پر زور، و نفس مست، و مسیحا بہار

منبل و دامِ کمیں خانہ خوابِ صیاد
طرہ ہا، بسکہ، گرفتار صبا میں، شانہ
بسکہ بکرتک میں دل، کرتی ہے ایجاد نسیم
ایسے خوشا فیضِ ہوائے چمنِ نشو و نما

۵۔ پر قمری سے کرے صیقلِ تیغِ کہسار
غنجے کے میکدے میں مستِ نامل ہے، بہار
موجۂ سبزۂ نوخیز، ہے لبریزِ خمار
شبنمِ صبح، ہوتی رعشۂ اعضاے بہار
شاخِ گلبن پہ، صبا، چھوڑ کے پیراںِ خار
۱۰۔ یہ تمہے تند، نہیں موجِ خرامِ اظہار
گلِ زرگس سے کفرِ جام پہ ہے، چشمِ بہار
نشہ و جلوۂ گل، بر سرِ ہم نشہ غبار

ہمتِ نشو و نما میں یہ بلندی ہے کہ سرو
ہر کفرِ خاک، جگر نشہ صد رنگِ ظہور
کس قدر عرض کروں ساغرِ شبنم، یارب؟
غنجۂ لالہ، سیہ مستِ جوانی ہے ہنوز
جوشِ بیدارِ تپش سے ہوتی عریاں آخر
سازِ عریانی کیفیتِ دل ہے، لیکن
موجِ مے پر ہے، راتِ نگرانیِ امید
گلشن و میکدہ، سیلابی یک موجِ خیال

سبز ہے موجِ نسیم، ہوائے گفتار

پشتِ لب، تہمتِ خطِ کہنچے ہے بیجا، یعنی

اس زمیں میں نکرے سبز قلم کی رفتار

جامے حیرت ہے کہ گلبازیِ اندیشۂ شوق

۱۰۔ سُبْحۃ عرضِ دو عالم، بکفرِ آبلہ دار

کسوتِ ناک میں ہے، نشۂ ایجادِ ازل

۹ الف، ق پہلے، پیدماغی تپش - غالب نے اس پر وہ ہا کر حاشیے میں اصلاح کی ہے - مگر مرتب ح نے اسے ظاہر نہیں کیا۔
۹ ب ح، پیراں و خار (سہو کاتب) - ۱۲ ب، ح، عیار (سہو کاتب) - ۱۴ ب، ح، کا رفتار (سہو کاتب)۔

۱- 'نشہ' عربی زبان کا لفظ ہے اور عرب میں 'نشوہ' بولا اور لکھا جاتا ہے - اہل ایران عربی (ق) و (و) اور 'وہ' کو 'وہ' سے بدل کر 'نشہ' لکھتے اور بولتے ہیں (فرہنگ عبید ۱۲۷) - میرزا صاحب کے اپنے نسخوں میں 'نشہ' بشین مشدد ملتا ہے - بلکہ بعض مقامات پر علامت تشدید خود میرزا صاحب کے قلم کی لکھی ہوتی ہے - آج کل اردو میں 'نشہ' لکھنے کو پسند کیا جاتا ہے - لیکن میں نے میرزا صاحب کے رسم خط کے مطابق ہر جگہ یہ تشدید شین ہی لکھا ہے -

بیدخودی، دامِ رگِ گل سے ہے پیمانہ شکار
باندھے ہے پیرِ فلک، موجِ شفق سے زنا
لالہ ہا داغِ برا فگندہ، و گلہا بے خسار
سرورِ بیدل سے عیاں، عکسِ خیالِ قدرِ بار
نگہِ آتہ، کیفیتِ دل سے ہے دو چار
کہ ہوا، ساغرِ بیحوصہٗ دل، سرشار
طور، شعلِ بکف از جلوۂ تزیہِ بہار
سینۂ سنگ بہ کھینچے ہے الف، بالِ شرار
باندھے زنا رگِ سنگ، میانِ کہسار
بیم سے جس کے، صبا، توڑے ہے صد جا زنا
اولیں دورِ امامت، طربِ ایجادِ بہار
نہ فلک، آتہ ایجادِ کفِ گوہرِ بار
یہ تُوکِ مایہ، ہے فریادیِ جوشِ اشار

بنظر گاہِ گلستانِ خیالِ ساقی
ہوا ہے چمنِ جلوہ، ہے طاؤس پرست
بک چمن جلوۂ یوسف ہے بچشمِ یعقوب
بیضۂ قری کے آئینے میں پنہاں، صیقل
عکسِ موجِ گل و مرشاریِ اندازِ حجاب
کس قدر سازِ دو عالم کو ملی جرأتِ ناز
ورنہ وہ ناز ہے، جس گلشنِ بیداد سے تھا
سایۂ تیغ کو دیکھ اُس کے، بذوقِ بک زخم
بتکدہ، بہرِ پرستشگریِ قلبۂ ناز
سُبحہ گرداں ہے اُسی کی کفرِ امید کا، ابر
رنگرینِ گل و جامِ دو جہاں ناز و نیاز
جوشِ طوفانِ کرم، ساقیِ کوثرِ ساغر
ہنسے ہے پیرہنِ کاغذِ ابری، آنیساں

۱۔ اولین دورِ امامت، یعنی امام اول۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ میرزا صاحب، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہلا امام مانتے تھے۔ دوسرے قصیدے (۱۰:۹) میں وصی ختمِ رسلہ کہا ہے۔ جس کا مطلب، فائزینِ امامت کے نزدیک، یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی امامت کی بھی وصیت فرمائی تھی۔ چونکہ یہ دونوں قصیدے صفر ۱۲۳۷ھ (نومبر ۱۸۲۱ع) سے پہلے کے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میرزا صاحب ابتدائے عمر ہی سے مسلکِ آبا سے منحرف ہو گئے تھے۔ ابھی تک اس تغیرِ عقائد کا حقیقی سبب معلوم نہ ہو سکا، سوائے اس خیال کے کہ نواب حمام الدین حیدر خان بہادر کے پیشوں سے جو شیعہ مذہب تھے، ان کا ازکین سے بہت میل جول تھا۔ بعض قریبے ایسے ہی ہیں کہ ان کی ناہیال کو شیعہ ہونا چاہیے۔ دیکھیے دیباچۂ مکاتیبِ غالب، طبع چہارم، ص ۱۸، ۱۹۔

اس عقیدے کے سلسلے میں، علاوہ ان دو قصیدوں کے، ملاحظہ ہو گنجینہ معنی: ص ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴،

پر یہ دولت تھی نصیبِ نگہِ معنیِ ناز

کہ ہوا صورتِ آئینہ میں، جوہر، بیدار

اے خوشا! مکتبِ شوق و بلدستانِ مراد
مشقِ نقشِ قدم، نسخۂ آبِ حیوان
جلوہِ تمثال ہے، ہر ذرۂ نیرنگِ سواد
دو جہاں طالبِ دیدار تھا، یارب، کہ هنوز
ہے، نفس، مایۂ شوقِ دو جہاں ریگِ روان

سبقِ ناز کی، ہے عجز کو صد جا، تکرار
جادۂ دشتِ نجف، عمرِ خضر کا طومار
بزمِ آئینۂ تصویر نما، مشتِ غبار
چشمکِ ذرہ سے ہے گرم، نگہ کا بازار
پاے رفتار کم، و حسرتِ جولانِ بسیار

دشتِ الفت چمن، و آبلہ مہتاب، پرور
یاں تک انصاف نوازی کہ اگر ربزۂ سنگ
یک بیابان تپشِ بالِ شر سے، صحرا
فرش اس دشتِ تما میں نہوتا، گر، عدل
ابرِ تیناں سے ملے موجِ گہر کا تاوان
یک جہاں بسمِ اندازِ پرافشانی ہے
موجِ طوفانِ غضب، چشمۂ تہ چرخِ حجاب
موجِ ابرو سے قضا، جس کے تصور سے، دو نیم
شعلہ تحریر سے اُس برق کی، ہے کلکِ قضا
موجِ طوفان ہو، اگر خونِ دو عالم ہستی
دشتِ تسخیر ہو، گر گردِ خرامِ دلیل
بالِ رعنائی دُم، وجہِ گلبدِ قبا
گردِ رہ اُس کی بھری شیشۂ ساعت میں اگر
نرم رفتار ہو جس کوہ پہ وہ برق گداز
ہے سراسر رویِ عالمِ ایجاد اُسے

دلِ جبریل کفرِ پا پہ ملے ہے رخسار
بے خبر دے بکفرِ پاے مسافرِ آزار
مغزِ کہسار میں کرتا ہے فرو، نشترِ خار
گرمی شعلۂ رفتار سے جلتے خس و خوار
خلوتِ آبلہ میں کم کرے، گر تو، رفتار
دام سے اُس کے، قضا کو ہے رھائی دشوار
ذوالفقارِ شہِ مردان، خطِ قدرت آثار
بیم سے جس کے، دلِ شمعۂ تقدیر، فگار
بالِ جبریل سے مسطر کشِ سطرِ زہار
۱۵ ہے حنا کو سرِ ناخن سے گزرنا دشوار
نعل در آتشِ عر ذرہ ہے، تیغِ کہسار
گردشِ کاسۂ سُم، چشمِ بڑی آتش دار
ہر نفسِ راہ میں ٹوٹے، نفسِ لیل و نہار
رفقِ رنگِ حنا ہے، تپشِ بالِ شرار
۲۰ جیبِ خلوتکدۂ غنچہ میں، جولانِ بہار

جس کے حیرتکدہ نقش قدم میں، مانی
ذوق تسلیم تمنا سے بگلزار حضور
مطلع تازہ ہوا موجہ کیفیت دل

گردِ جولان سے ہے تیری، بگریبانِ خرام
جس چمن میں ہو، ترا جلوہ محروم نواز
جس ادبگاہ میں تو آئینہ شوخی ہو
تو وہ ساقی ہے کہ ہر موجِ محیطِ تنزیہ
گردباد آئینہ فراقِ دماغِ دلہا
ذوقِ یتیمی دیدار سے تیرے، ہے ہنوز

تیرا پیمانہ مے، نسخہ ادوارِ ظہور
آیتِ رحمتِ حق، بسمۃ مصحفِ ناز
قبلۂ نورِ نظر، کعبۂ اعجازِ مسیح
تہمتِ بیخودی کفر نہ کھینچے، یارب
ناز پروردہ صد رنگ تمنا ہوں، ولے
۱۵ تنگیِ حوصلہ گردابِ دو عالم آداب
رشکِ نظارہ تھی یک برقِ تجلی کہ ہنوز
وحدتِ فرصتِ یک جیب کشش نے کھویا
شعلہ آغان، ولے حیرتِ داغِ انجام
ہے اسیرِ ستم کشمکشِ دامِ وفا
۲۰ مژدہ خواب سے کرتا ہوں، باسائشِ درد

خونِ صد برق سے باندھے بکفِ دست نگار
عرضِ تسخیرِ تماشا سے بدامِ اظہار
جامِ سرشارِ مے، و غنچہ لبریز ہمار

جلوۂ طور، نمک سودۂ زخمِ تکرار
پر طاؤس، کرے گرم نگہ کا بازار
جلوہ، ہے ساقیِ مخموری تابِ دیوار
کھینچے خیاز سے میں تیرے لبِ ساغر کا خمار
تیرا صحرا ہے طلب، محفلِ پیمانہ شکار
جوشِ جوہر سے، دلِ آئینہ، گلدستہ خار

تیرا نقشِ قدم، آئینہ شانِ اظہار
مسطرِ موجہ دیباچہ درسِ اسرار
مژدہ دیدۂ نخچیر سے، نبضِ بہار
کمی ربطِ نیاز، و حظِ نازِ بسیار
پرورش پائی ہے، جوں غنچہ، بخونِ اظہار
دیدِ یک غنچہ سے موں بملِ نقصانِ بہار
تشنۂ خونِ دو عالم ہوں بعرضِ تکرار
صورتِ رنگِ خا، ہاتھ سے دامانِ بہار
موجِ مے، لبِ یک زرِ سر تا قدم آغوشِ خمار
دلِ وارستہ هفتاد و دو ملت ہزار
بخینۂ زخمِ دلِ چاک، بیکدستہ شرار

ہوں نفس سے، صفتِ نغمہ، بہ بندِ رگِ تار
سازِ ہا مفتِ برِ شمکدہ نالہ زار
ہوں، بقدرِ عددِ حرفِ علیٰ سُبْحہ شمار
ابرِ میخانہ کرس ساغرِ خُرشید شکار
کہ رہے خونِ آخزاں سے بچنا پائے بہار
دلِ عاشق، شکنِ آموزِ خمِ طرہ بار
دلِ آئینہ طرب، ساغرِ بختِ بیدار

محرمِ دردِ گرفتاریِ مستی معلوم
تھا سرِ سلسلہ جذباتیِ صدِ عمرِ ابد
لیکن اس رشتہِ نحریر میں سرنا سرِ فکر
دوست اس سلسلہ ناز کے، جوں سنبل و گل
لنگرِ عیش پہ سرشارِ تماشاے دوام
زلفِ معشوق کشش، سلسلہ وحشتِ ناز
تمنے تمثالِ پری، نشہ مینا آزاد



ق، قا

سجدہ تمثال وہ آئینہ، کہیں جس کو جبین^۱
سر کرے ہے، دلِ حیرت زدہ، شغلِ تسکین

توڑے ہے عجزِ تک حوصلہ، بر روی زمین
توڑے ہے نالہ، سرِ رشتہ پاسِ انقباس

وہم، آئینہ پیدائی تمثالِ یقین^{۱۰}
بزمِ یاس، آنسوے پیدائی و اخفا رنگیں

یاس، تمثالِ بہار آئینہ استغنا
خونِ ہوا، جوشِ تما سے، دو عالم کا دماغ

جوشِ دوزخ، ہے خزانِ چمنِ خلدِ بریں

خانہ ویرانیِ اُمید و پریشانیِ بیم

استخوانِ ریزہ موراں ہے، سلیمان کا نگین

بادِ افسانہ بہار ہے، عیسیٰ کا نفس

۱۱ الف، ق، دردِ دو عالم سے تمنا - قا کے الفاظ بعد کی اصلاح ہے -

۱ - اسمِ علیہ کے عددِ ابجدی حساب سے ۱۱۰ ہیں - میرزا صاحب نے یہ قصیدہ اتنے ہی اشعار کا لکھا تھا - بعد میں ۲۸ شعر
چن کر باقی خارج کیے، تو یہ شعر بھی نکال دیا -

۲ - 'خُرشیدہ' کا مشہور املا 'خورشیدہ' ہے - مگر میرزا صاحب نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ وہ اس لفظ کو تنہا 'خورہ'
اور بحالتِ ترکیب 'خورشیدہ' لکھنا اچھا سمجھتے ہیں (عود: ۸۸، خطوط: ۸۸:۱، فرہنگِ غالب: ۱۰۱) -

۳ - ق میں اس قصیدے کا عنوان 'ایضاً فی المنقبتہ' ہے -

موجِ خیازۃِ بکِ نَسہ، چہ اسلام، و چہ کفر
قلہ و ابروئے بُت، بکِ رمِ خواہیدۃ شوق
کجی بکِ خطِ مَسَطَر، چہ توہم، چہ یقین
کبہ و بکدہ، بکِ بھلِ خوابِ سنگین

عیشِ بسمِ کدۃ عیدِ حریفان معلوم
خون ہو آئینہ، کہ ہو جامۃ طفلان رنگین

نزعِ مخمور ہوں اُس دید کی دھن میں کہ مجھے
حیرت، آفت زدۃ عرضِ دو عالم نیرنگ
وحشتِ دل سے پریشان ہے، چراغانِ خیال
کوچہ دینا ہے پریشان نظری پر، صحرا
چشمِ امید سے گرتے ہیں، دو عالم، جوں اشک
کس قدر فکر کو ہے نالِ قلمِ موئے دماغ
عذرِ لنگ، آفتِ جولانِ ہوس ہے، یارب
نہ تمنا، نہ تماشا، نہ تحیّ، نہ نگاہ
کھینچوں ہوں آئینے پر خندۃ گل سے مسطر
رنجِ تعظیمِ مسیحا نہیں اُٹھنا مجھ سے
بسکہ گستاخیِ اربابِ جہاں سے ہوں ملول
اے عبارت، تجھ سے کس خط سے ہے درسِ نیرنگ؟

رشتہ سازِ ازل ہے، نگہ باز پسین
مومِ آئینۃ ایجاد ہے، مغزِ تمکین
باندھوں ہوں آئینے پر چشمِ پری سے آئین
رمِ آہو کو ہے ہر ذرے کی چشمک میں کین
یاسِ بیجانہ کشِ گریۃ مستانہ نہیں
کہ ہوا خونِ نگہِ شوقِ میں، نقشِ تمکین
جل اُٹھے گریِ رفتار سے، پائے چوبین
گردِ جوہر میں ہے، آئینۃ دل، پردہ نشین
نامہ، عنوانِ بیانِ دلِ آزرده نہیں
درد ہوتا ہے مرے دل میں، جو توڑوں بالین
پر پروانہ، مری بزم میں ہے خنجرِ کین
اے نگہ، تجھ کو ہے کس نقطے میں مشقِ تسکین؟

جلوۃِ ریگِ رواں دیکھ کہ گردوں ہر صبح
شورِ اوہام سے، مت ہو شبِ خونِ انصاف
ختم کر ایک اشارت میں عباراتِ نیاز
خاکِ پر توڑے ہے آئینۃ نازِ پروں
گفتگو بے مزہ، و زخمِ تمنا تمکین
جوں مہِ نو، ہے نہاں گوشۃ ابرو میں، جبین

قبلہ اہل نظر، کعبہ اربابِ یقین
نقشِ پا جس کا ہے توحید کو معراجِ جہیں
نکریں نذرِ صدا، ورنہ، متاعِ تمکین

جنتِ نقشِ قدم سے ہوں میں اُس کی گلیں
نقشِ ہر گام، دو عالم صفہاں زیرِ نگین
اُس کے جولاں میں نظر آئے ہے یوں، دامنِ زین
فکر کو حوصلہٴ فرصتِ ادراک نہیں
اگر آئینہ بنے حیرتِ صورتگرِ چین

عرش چاہے ہے کہ ہو در پہ ترے خاکِ نشین
وصیِ ختمِ رسل تو ہے باتِ یقین

ذرا سے سے باندھے ہے خورشیدِ فلک پر آئین

معنی لفظِ کرم، آسمانِ نسخہٴ حسن
جاوہِ رفتار سرِ جادۂ شرعِ تسلیم
کوہ کو، بیم سے اُس کے، ہے جگرِ باختگی

وصفِ دلدل، ہے مرے مطلعِ ثانی کی بہار
گردِ رہ، سرمہ کشِ دیدہ اربابِ یقین
برگِ گل کا، ہو جو طوفانِ ہوا میں، عالم
اُس کی شوخی سے، بحیرتِ کدۂ نقشِ خیال
جلوۂ برق سے ہو جائے، نگہ، عکسِ پریر

ذوقِ گلچینیِ نقشِ کفِ پا سے تیرے
۱۰ تجھ میں اور غیر میں نسبت ہے، و لیکن تضاد

دادِ دیوانگیِ دل کہ ترا مدحت گر

۳

کہ زبانِ سرمہ آلود، نہیں تیغِ اصفہانی
نرکھ آپ سے تعلق، مگر ایک بدگمانی
جو گدازِ دل ہو مطلب، تو چمنِ ہسنگ جانی
کہ نگاہ ہے سیہ پوشِ بزمِ زندگانی
دلِ غافل از حقیقت، ہمہ ذوقِ قصہ خوانی
کہ نہ دے عنانِ فرصت بکشا کشِ زبانی

بگمانِ قطعِ زحمت نہ دوچار خامشی ہو
بفریبِ آشنائی، بنجالیِ یوسفانی
۱۰ نظر سے سوئے کہستان، نہیں غیرِ شیشہ سامان
بفراز گاہِ عبرت، چہ بہار و کو تماشا؟
بفراقِ رفتہ یاران، خط و حرف، موپریشان
تپشِ دلِ شکستہ، پئے عبرت، آگہی ہے

۶ ب. ح. دب (سہر کاتب) - ۷ الف. ح. بحر نکدہ (سہر کاتب) -

۱ اس قصیدے کا عنوان یوں ق میں مثل سابق ہے -

نہ وفا کو آبرو ہے، نہ جفا تیز جو ہے
 بشکنج جستجوہا، بسراب گفتگوہا
 نہیں شاہراہِ اوہام، بجز آنسوے رسیدن
 چہ امید و ناامیدی؟ چہ نگاہ و بے نگاہی؟
 اگر آرزو ہے راحت، تو عبث بخون تپیدن
 شر و شورِ آرزو سے تب و تابِ عجز بہتر
 ہوسِ فروختنہا، تب و تاب سوختنہا
 شررِ اسیرِ دل کو ملیے اوجِ عرضِ اظہار
 ہوئے مشقِ جرأتِ ناز، رہ و رسمِ طرحِ آداب
 اگر آرزو رسا ہو، پئے دردِ دل دوا ہو
 غمِ عجز کا سفینہ بکنارِ بیدلی ہے
 مجھ سے انتعاشِ غم نے پئے عرضِ حال بخش

دلِ ناامید کیونکر بہ تسلی آشنا ہو
 مجھ سے بادۂ طرب سے بخمار گاہِ قسمت
 نہ ستم کر اب تو مجھ پر کہ وہ دن گئے کہ ہاں تھی
 بہزار امیدواری رہی ایک اشکباری
 کروں عذرِ ترکِ صحبت، سو کہاں وہ بیدماغی؟
 ہمہ یک نفس تپش سے تب و تابِ ہجرت پوچھ
 کفِ موجہ حیا ہوں بگزارِ عرضِ مطلب
 یہی بار بار جی میں مرے آئے ہے کہ غالب

چہ حسابِ جانفشانی؟ چہ غرورِ دلستانی؟
 تگ و تازِ آرزوہا، بفسربِ شادمانی
 تری سادگی ہے، غافل، درِ دل پہ پاسانی
 ہمہ عرضِ ناشکیبی، ہمہ سازِ جانستانی
 کہ خیال ہو تعب کش ہواے کامرانی^۵
 نکرے اگر ہوس پر، غمِ بیدلی، گرائی
 سرِ شمع نقشِ پا ہے بسپاسِ ناتوانی
 جو بصورتِ چراغان کرے، شعلہِ بردبانی
 خمِ پشتِ خوشنما تھا بگزارشِ جوانی
 وہ اجل کہ خون بہا ہو بشہیدِ ناتوانی^{۱۰}
 مگر ایک شہیرِ مور کرے سازِ بادبانی
 ہوسِ غزل سرائی، تپشِ فسانہ خوانی

جو امیدوار رہے نہ برگِ ناکہاں
 جو ملی، تو تلخ کامی، جو ہوئی، تو سرگرائی
 مجھ سے طاقتِ آزمائی، تجھ سے الفتِ آزمائی^{۱۵}
 نہوا حصولِ زاری، بجز آستینِ فشان
 نہ غرورِ میرزائی، نہ فربِ ناتوانی
 کہ ستمکشِ جنوں ہوں نہ بقدرِ زندگانی
 کہ سرشکِ قطرہ زن ہے بہ پیامِ دل رسانی
 کروں خوانِ گفتگو پر دل و جاں کی میہانی^{۲۰}

غزلیات

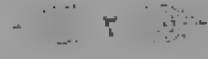
الف



ق. قا

دام، سبزے میں ہے، پروازِ چمنِ تسخیر کا
نعل، آتش میں ہے تیغِ یار سے، نخبیر کا
پُر ہوا ہے میل سے، پیمانہ کس تعمیر کا؟
جو مژہ جوہر نہیں آئینہ تعبیر کا

شوخیِ نیرنگ، صیدِ وحشتِ طاؤس ہے
لذتِ ایجادِ ناز، افسونِ عرضِ ذوقِ قتل
خشتِ پشتِ دستِ عجز و قالبِ آغوشِ وداع
رحشتِ خوابِ عدم، شورِ تماشا ہے، اسد



ق. قا

سُودا، تا بلب، زنجیریِ دودِ سپند آیا
تماشا، کشورِ آئینہ میں آئینہ بند آیا
نگاہِ بے حجابِ ناز کو بیمِ گزند آیا

جنوں گرم انتظار و نالہ بینائی کسند آیا
مہِ اخترِ فشان کی، بہرِ استقبال، آنکھوں سے
تغافل، بدگمانی، بلکہ میری سخت جانی سے

۲ ب. لظ، فعل آتش (بکسر لام، مکرر یہ سو کاتب ۵) - ۴ الف، قا، تماشا ہے اسد - ۵ ب. ق میں کاتب نے "زنجیر دودہ لکھا تھا۔ غالب نے اپنے قلم سے "زنجیر" کے اوپر "ہی" کا اضافہ کیا۔ مرتب ح. اور لظ نے وہی کو "ہے" سمجھا۔ قا، زنجیر ہی - ۶ الف، ق پہلے، یہ استقبال فشان زماہ اختر نشان شوخی - لظ، زمانِ اختر (سو کاتب) - نیز اس میں مصرع جدید کا مذکور نہیں -

فضائے خذہ گل تگ و ذوقِ عیش بے پروا فراغتگاہِ آغوشِ وداعِ دل، پسند آیا
عدم، ہے خیر خواہِ جلوہ کو زندانِ بیتابی خرامِ ناز، برقِ کُرمِ سہی پسند آیا



ق، حائثہ ق

سوادِ چشمِ بسل، انتخابِ نقطہ آرائی خرامِ نازِ بے پروائیِ قاتل پسند آیا
روانیہاے موجِ خونِ بسل سے ٹکنا ہے کہ لطفِ بے تحاشا رفتنِ قاتل پسند آیا
ہوئی جس کو بہارِ فرصتِ ہستی سے آگاہی برنگِ لالہ، جامِ بادہ پر محل پسند آیا
اسد، ہر جا سخن نے طرحِ باغِ تازہ ڈالی ہے جھمے رنگِ بہارِ ایجادِ بدل پسند آیا



ق، قا

عالم، جہاں بعرضِ بساطِ وجود تھا جوں صبح، چاکِ جیب، جھمے تار و بود تھا
بازی خورِ فریب ہے، اہلِ نظر کا ذوق ہنگامہ، گرمِ حیرتِ بود و نبود تھا
عالم، طلسمِ شہرِ خوشاں ہے سر بسر یا میں غریبِ کشورِ گفت و شنود تھا



ق، قا

۱۰ تنگیِ رفیقِ رہ تھی، عدم یا وجود تھا میرا سفر، بطالعِ چشمِ حسود تھا
تو یک جہاں قماشِ ہوس جمع کر، کہ میں حیرتِ متاعِ عالمِ نقصان و سود تھا
گردشِ محیطِ ظلم رہا جس قدر، فلک میں پائمالِ غمزہٴ چشمِ کبود تھا

۲ ب، ق، ح، لط، پسند آیا۔ ۳ ق میں اس شعر پر دلا لہ لکھا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اسے مدوم یا خارج قرار دے دیا گیا، اور اسی لیے قا میں انتخاب نہ ہوا۔

۴ ب، لط، بے تحاشا۔ (سہو کاتب)۔ ۵ ب، ح، لط، پر۔

۶ ب، ح، لط، جوں صبح۔ ۷ ب، لط، شور (سہو کاتب)۔ ۸ ب، ح، لط، مطاع (سہو کاتب)۔

۹ جس شعر کے درمیان ایسا بھول (ب) بنا ہے وہ درد کا اضافہ ہے۔

پوچھا تھا گرچہ یار نے احوالِ دل، مگر
خون، شبنم آشنا نہوا، ناور نہ میں، آس
کس کو دماغِ منتِ گفت و شنود تھا !
سر تا قدم گزارشِ ذوقِ سُجود تھا



ق. ق.

ہے کہاں تمنا کا دوسرا قدم، یارب ؟
بے دماغِ خجالت ہوں، رشکِ امتحاں تا کے ؟
ایک، یکسی، تجھ کو عالمِ آشنا پایا
یاس کو دو عالم سے لب بخندہ وا پایا
کشتہ تغافل کو خصمِ خون بہا پایا
کیوں نہ وحشتِ غالبِ باج خواہ تسکین ہو ؟



ق. ق.

فکرِ نالہ میں، گویا، حلقہ ہوں زِ سر تا پا
شبِ نظارہ پرور تھا خواب میں خرام اُس کا
مُعضو مُعضو، جوں زنجیر، یکِ دلِ صدا پایا
صبح، موجہ گل کو نقشِ بوریا پایا
زخمِ تیغِ قاتل کو طرفہ دلکشا پایا
ہم سے، تیرے کوچے نے، نقشِ مدعا پایا ۱۰
تجھ کو جس قدر ڈھونڈھا، الفت آزما پایا



ق. ق.

کارخانے سے جنوں کے بھی میں عریاں نکلا
میری قسمت کا نہ ایک آدمہ گریباں نکلا

۸ الف. ح. لط. خیال اوسکا۔
ب. ف. ہلے، وقف بوریا۔ اصلاح بین السطور میں لفظ وقف سے اور کی
گئی ہے، مگر ح اور لط میں حائیسے کو محل اصلاح بنایا ہے۔
۹ الف. ح. لط. دل ہے۔ ب. لط. طرز دلکشا۔
(سہو کاتب)۔ ۱۰ الف. ح. لط. مکریں۔ (سہو کاتب)۔
ب. ح. لط. ہم نے۔ لط. کوچے میں۔ ۱۱ الف. ح.
لفظ سم جنوں (سہو کاتب)۔

شوقِ دیدار بلا آئنے سامان نکلا
جس کو دل کہتے تھے، سو تیر کا پیکان نکلا
نقشِ ہر ذرہ، سویدائے پیابان نکلا

ساغرِ جلوۂ سرشار ہے، ہر ذرۂ خاک
کچھ کھٹکنا تھا مرے سینے میں؛ لیکن آخر
س کس قدر خاک ہوا ہے دلِ مجنوں، یارب!



ق، قا

لاکھ پردے میں چھپا، پروہی عریاں نکلا
آخر، اے عہد شکن، تو بھی پشیمان نکلا
جو ندیکھا تھا، سو آئینے میں پنہاں نکلا
پیشوا لینے مجھے گھر سے پیابان نکلا

شورِ رسوائیِ دل دیکھ کہ يك نالہ شوق
شوخیِ رنگِ حنا، خونِ وفا سے، کب تک؟
جوہرِ ایجادِ خطِ سبز ہے، خود بینیِ حسن
میں بھی معذورِ جنوں ہوں، اسد، اے خانہ خراب



ق، قا

صفحہ آئینہ، جولانگہِ طوطی نہوا
بجھ سا کافر کہ جو نمونِ معاصی نہوا

نہوئی ہم سے رقمِ حیرتِ خطِ رخِ یار
وسعتِ رحمتِ حق دیکھ کہ بخشا جاوے



ق، قا

بارِ يك قافلۂ آبلہ منزل باندھا
جادہ پر، زیورِ صد آئینہ منزل باندھا
پاے صد موج، بطوفانِ کدۂ دل باندھا

۱۰ شبِ اختر، قدحِ عیش نے حمل باندھا
سبحہ و اماندگیِ شوق، و تماشا منظور
ضبطِ گریہ، گھرِ آبلہ لایا آخر

۲ الف، قا، کھٹکنا۔ لظہ کچھ کھٹکنا مرے سینے میں ہے۔ ۳ ب، ح، لطہ، پروہی (سوکاتب)۔ ۵ الف، قا، ناک (سوکاتب)۔
۶ الف، لطہ، خطِ حسن (سوکاتب)۔ ۷ الف، لطہ، میں وہ مامورِ جنوں۔ ۸ ب، ق، ح، لطہ، صفحہ آئینہ ہوا، آئینہ۔

حیف! اے تنگِ تمنا، کہ تھے عرضِ حیا
حسنِ آشفگیِ جلوہ، ہے عرضِ اعجاز
پیش، آئینہ پردازِ تمنا لائی
دیدہ تا دل ہے یک آئینہ چراغاں، کس نے
ناامیدی نے، بقربِ مضامینِ خمار
مطربِ دل نے مرے تارِ نفس سے، غالب

۱۲

ق. ق.

یک عرقِ آئینہ، بر جہتِ سائل باندھا
دستِ موسیٰ بسرِ دعویٰ باطل باندھا
نامہ شوق، پیالہ پر بسل باندھا
خلوتِ ناز پہ پیرایہ محفل باندھا؟
کوچہ موج کو آخیازہ ساحل باندھا
ساز پر رشتہ، ہے نغمہ بیدل، باندھا

ناتوانی ہے تماشائیِ عمرِ رفتہ
اصطلاحاتِ اسیرانِ تغافل مت پوچھ
نوکِ ہر خار سے تھا بسکہ سرِ دزدی زخم

رنگ نے آئینہ آنکھوں کے مقابل باندھا
جو گرہ آپ نکھولی، اُسے مشکل باندھا
جوں نمد، ہم نے کفِ پا پہ، اسد، دل باندھا

۱۳

ق. ق.

سُ شب کہ ذوقِ گفتگو سے تیری دل بیتاب تھا
لے زمین سے آسمان تک فرش تھیں، بیتابیاں
سُ واں ہجومِ نغمہ ہاے سازِ عشرت تھا، اسد

شوخیِ وحشت سے افسانہ فسوںِ خواب تھا
شوخیِ بارش سے، مہ، فوارہ سیلاب تھا
ناخنِ غم، یاں سرِ تارِ نفس، مضراب تھا

۱۴

ق. ق.

دیکھتے تھے ہم بچشمِ خود وہ طوفانِ بلا

آسمانِ سفلیہ جس میں یک کفِ سیلاب تھا

- ۱ الف، ق پہلے، داغ، اے حاجت یزد کہ در - غالب نے اس پر دنہ بنا کر حاشیے میں دوسرا مصرع لکھا ہے۔
۲ الف، ج، جلوہ سے (سہو کاتب)۔ ۹ الف، لط، نوک پر خار - (سہو کاتب)۔ ۱۱ ب، ح، لط، سیلاب تھا - (سہو کاتب)۔
۱۲ الف، ق پہلے، جوشِ یاد نغمہ دمساز مطرب سے، اسد - ب، ح، بر سر تار - بقول لط محل اصلاح حاشیہ ہے - نیز مرتب ح - ۲
اس شعر کو مملووعہ شاعر کیا ہے - ۱۳ الف، ق میں یہ اور اس سے اگلا شعر غزل نمبر ۱۳ کے ہیں۔

گریہ، وحشت یقارِ جلوةِ مہتاب تھا
قنہِ خوائیدہ کو آئینہِ مشتِ آب تھا
قازمِ ذوقِ نظر میں آئینہِ پایاب تھا
یادِ ایا مے کہ ذوقِ صحبتِ احباب تھا

موج سے پیدا ہوئے، پراہنِ دریا میں، خار
جوشِ تکلیفِ تماشا، محشرستانِ نگاہ
بیخبرمت کہ ہمیں، بیدرد، خود بینی سے پوچھ
یدلیہاے اسد، افسردگی آہنگ تر

۱۵

ق، ق

زمین کو سلیِ اُستاد ہے، نقشِ قدم میرا
پرافشاں ہے غبار، آنسوئے صحراے عدم، میرا
غبارِ راہ ہوں، بیمدعا ہے پیچ و خم میرا
دھانِ زخم پیدا کر، اگر کھاتا ہے غم میرا
برنگِ موجِ مے، خمیازہ سا غر ہے، رم میرا

رہِ خوائیدہ، تھی گردن کشِ یکِ درسِ آگاہی
سراغِ آوارۂ عرضِ دو عالم شورِ محشر ہوں
نہو وحشت کشِ درسِ سرابِ سطرِ آگاہی
ہواے صبح، یکِ عالمِ گریاں چاکی گل ہے
اسد، وحشت پرستِ گوشۂ تنہائیِ دل ہوں

۱۶

ق، ق

بجیبِ ہرنگہ پنہاں ہے، حاصلِ رہنمائی کا
تغافل کو نکر مغرور تمکینِ آزمائی کا
کہ حسرت کش رہا عرضِ ستمہاے جدائی کا

جہاں مٹ جاے سعیِ دید، خضرآبادِ آسائش
بجزآبادِ وہمِ مدعا تسلیمِ شوخی ہے
اسد کا قصہ طولانی ہے، لیکن مختصر یہ ہے

۱ الف، لط، پراہن دریا (سہو کاتب) - ۲ الف، ح، لط، محشرآباد - نیز ق، مین یہ شعر آگئے شعر سے بعد ہے - ۳ ب، ح
لط یاد ایام (سہو کاتب) - ۴ الف، ق، سراغ آوارۂ (سہو کاتب) - ۵ ب، ق پہلے، گرد راہ ہوں - غالب نے دگرہ
سے اوپر وغیرہ بنایا ہے - مگر مرتب ح نے اصلاح کو حاشیے میں ظاہر کیا ہے - ۶ ب، لط، کھانا ہے - (سہو کاتب) -
۷ الف، ح، لط، دل ہے - (سہو کاتب) - ۸ ب، ق پہلے، مصروف - غالب نے اس سے اوپر مغرورہ بنایا - پھر یہی
لفظ ق، مین نقل ہوا - ح، موزوں، جو سہو کاتب ہے - نیز ح میں اصلاح کو متن کی جگہ حاشیے میں تحریر کیا ہے - لط مین
اصلاح ندارد ہے -

۱۷
ق، قا

ہوس گستاخی آئینہ، تکلیفِ نظر بازی
نظر بازی، طلیسمِ وحشت آباد پرستان ہے
نایا درد مند دوری یارانِ بکدل نے
اسد، یہ عجز و بیسامانیِ فرعون توأم ہے
حبیبِ آرزو پناہ ہے، حاصلِ دلربائی کا
رہا یگانہ تائیں، افسوں آشنائی کا
سوادِ خطرِ پیشانی سے، نسخہ مومیائی کا
جسے تو بندگی کہتا ہے، دعوا ہے خدائی کا

۱۸
ق، قا

ہوں چراغانِ ہوس، جوں کاغذِ آتشزدہ
بینوائی تر صدائے نغمہ شہرت، اسد
داغ، گرمِ کوششِ ایجادِ داغِ تازہ تھا
یوریا، یکِ نیستانِ عالم بلند آوازہ تھا

۱۹
ق، قا

کس ہم نے وحشت کدہ بزمِ جہاں میں، جوں شمع
شعلہٴ عشق کو اپنا سروسامان سبجھا

۲۰
ق، قا

ملی نہ وسعتِ جولانِ یکِ جنوں ہم کو
مرا شمول ہر اکِ دل کے پیچِ تاب میں ہے
عدم کو لے گئے دل میں غبارِ صحرا کا
میں مُدعا ہوئے پیشِ نامہٴ تمنا کا

۲۱
ق، قا

کس کا خیال، آئینہ انتظار تھا؟
ہر برگِ گل کے پردے میں دل بقرار تھا^{۱۰}

۱ الف، ق، پریشان - ۸ الف، ق پہلے، نہ پائی وسعتِ جولانِ یکِ جنوں ہم نے - ح میں اس اصلاح کا متن کی جگہ حاشیے میں ہونا درج کیا ہے - لفظ اصلاح ندارد - ۹ الف، ح، پیچ و تاب -

آئینہ خانہ، وادیِ جوہر غبار تھا
پیکان سے تیرے، جلوۂ زخم، آشکار تھا
خیمازہ، یک درازیِ عمرِ خسار تھا
جس دشت میں وہ شوخِ دو عالم شکار تھا

کس کا جنونِ دید، تمنا شکار تھا؟
جون غنچہ و گل، آفتِ قالِ نظرِ نوجہ
دیکھی وفا سے فرصتِ رنج و نشاطِ دہر
صبحِ قیامت ایک دم گرگ تھی، اسد



ق ۲۲

چرایا زخمیہاے دل نے پانی تیغِ قاتل کا
تماشائی ہوں، وحدتخانۂ آئینۂ دل کا
بقدرِ رنگ، یاں گردش میں ہے پیمانہ محفل کا
ہوا، واماندگی سے رہرواں کی، فرق منزل کا
عصا ہے خضرِ صحرا ہے سخن ہے، خامہ یدل کا

۵۔ زبس خون گشتہ رشکِ وفا تھا، وہم بسمل کا
نگاہِ چشمِ حامد وام لے، اے ذوقِ خود بینی
شررِ فرصت نگہ، سامانِ یک عالمِ چراغاں ہے
سراسر تاخیرِ کوششِ جہتِ یک عرصہِ جولاں تھا
مجھے راہِ سخن میں خوفِ گمراہی نہیں، غالب



ق ۲۳

تصور ہوں، یسوجب آزر دگان کا
سخن ہوں، سخن بر لب آزر دگان کا
ارادہ ہوں، یک عالمِ افسردگان کا
اسد، میں تبسم ہوں پڑمردگان کا

۱۰۔ شگفتن، کمیں گاہِ تقریبِ جوفی
غریبِ ستم دیدہ بازگشتن
سراپا یک آئینہ دارِ شکستن
بصورتِ تکلف، بمعنی تاسف

۹ الف، ق پہلے، مجھے اس قطع رہ میں - مرتب ح نے لکھا ہے کہ اسے فلز کردہ اصلاح کی ہے، حالانکہ غالب نے کالے
بغیر پرانے لفظوں کے نیچے سے الفاظ لکھے ہیں - ۱۰ الف، ق، کہیں دار - ۱۱ الف، ق پہلے، بدرجہ -
حاشیے میں اصلاح - مگر ح میں اسکا ذکر نہیں - لط میں اس شعر پر حسب ذیل حاشیہ لکھا ہے: اس شعر کے مقابل حاشیہ
پر ستم دیدہ، لکھا ہے - غالباً یہ بدرجہ، کی تصحیح ہے - اس سے ہٹ کر معاملہ کردہ، بھی لکھا ہے - عرشی عرض کرنا ہے کہ
یہ مقابلہ کردہ ہے -

اے گھر میں، مختصر سا بیابان ضرور تھا
 ہر پارہ سنگ، لختِ دلِ کوہِ طور تھا
 وہ دل ہے یہ کہ جس کا تخلصِ ضبور تھا
 پیمانہ، رات، ماہ کا لبریزِ نور تھا
 جوہرِ سواد، جلوۂ میزگانِ حور تھا
 پروانۂ تجلیِ شمعِ ظہور تھا

ضعفِ جنوں کو، وقتِ تپش، در بھی دور تھا
 سناے واے غفلتِ نگہِ شوقِ ورنہ یاں
 درسِ تپش ہے برق کو اب جس کے نام سے
 شاید کہ مرگیا ترے رخسارِ دیکھ کر
 جنت ہے تیری تیغ کے کشتوں کی منظر
 ہر رنگ میں جلا اسدِ قہ انتظار

جنوںِ برق، شتر ہے رگِ ابرِ بہاری کا
 بندھا ہے عقدۂ خاطر سے پیاں خاکساری کا
 نگہ کو آبلوں سے شغل ہے اخترِ شماری کا
 کہ فنگِ فہمِ مستان ہے، گلہ بدروزگاری کا ۱۰

بہارِ رنگِ خونِ گل ہے، سامانِ اشکاری کا
 برائے حلِ مشکل، ہوں زبا افتادۂ حسرت
 بوقتِ سرِ نگونی ہے، تصور، انتظارِ ستان
 اسد، ساغرِ کشِ تسلیم ہو، گردش سے گردوں کی

یارب، نفّس، غبار ہے کس جلوہ گاہ کا؟
 میناے مے ہے، آبلہ پائے نگاہ کا

طاؤس درِ رکاب ہے، ہر ذرہ آہ کا
 عزتِ گزینِ بزمِ ہیں، واماندگانِ دید

۱ الف، لط، دردِ بھنِ مفا، در پہ دور تھا - (سہو کاتب) - ۲ ب، لط، ہر بادہ سگ - (سہو کاتب) - ۳ الف، ق، اوس کے نام -
 ۴ الف، قا، کا منتظر - ۵ ب، لط، عقدۂ قاتل - (سہو کاتب) -

ہر گام، آبلے سے ہے، دل، درتہ قدم
تجیبِ نیازِ عشق، نشانِ دارِ ناز ہے
کیا یم اہلِ درد کو سختیِ راہ کا
آئینہ ہوں، شکستِ طرفِ کلاہ کا

۲۷
ق، ق

خود پرستی سے، رہے، با ہمدگر نا آشنا
آتشِ موئے دماغِ شوق ہے، تیرا تپاک
جوہرِ آئینہ، جز رمزِ سرِ مژگان نہیں
ربطِ یک شیرازہ وحشت ہیں، اجزائے بہار
یکسی میری شریک، آئینہ تیرا آشنا
ورنہ ہم کس کے ہیں، اے داغِ تمنا، آشنا؟
آشنا کی، ہمدگر سمجھے ہے، ایما آشنا
سبزہ بیگانہ، صبا آوارہ، گل نا آشنا

۲۸
ق، ق

جوشِ بہار، کلفتِ نظارہ ہے، اسد
ہے، ابر، پنبہ روزنِ دیوارِ باغ کا

۲۹
ق

گروہ مستِ ناز دیوے گا صلائے عرضِ حال
گر شہادتِ آرزو ہے، نشے میں گستاخ ہو
خارِ گل، بہرِ دھانِ گل، زباں ہو جائے گا
بالِ شیشے کا، رگِ سنگِ فسان ہو جائے گا

۶ لظ میں اے متداول دیوان کا شعر قرار دیا ہے جو غلط ہے۔ ۸ الف، ق پہلے دناز تمکیر، غالب نے اس پر
ملاحظہ لکھ کر دائیں حاشیے میں درگاہ بنایا ہے۔ یعنی، گروہ مست ناز دیو بگا۔ ب، ق پہلے، خارِ گلین در دمان۔ غالب نے
گلین، کر گل، بنایا، اور درد کو کاک کر اوپر بہر لکھا ہے۔ مرتب ح نے اس امور کا ذکر نہیں کیا۔ ق میں یہ غزل اس
لیے نہیں مانی کہ اس جگہ سے ایک ورق کہیں کم ہو گیا ہے۔ لیکن اسکے ابتدائی الفاظ و کرمہ ورق ۱۶ ب سے حاشیے میں
بطور رکاب موجود ہیں۔

۳۰ ق، قا

گرمی دولت ہوئی آتش زب نام نکو
نشے میں گم کردہ رہ آیا، وہ مست فتنہ خو
درد سے در پردہ دی، مڑگاں سپاہاں نے شکست
زہد، گردیدن ہے گرد خانہ ہائے منعان
ایہ بضبط حال خوننا کردگاں، جوش جنوں
اس چمن میں ریشہ واری جس نے سر کھینچا، اسد

خانہ خاتم میں، یاقوت نگین، اخگر ہوا
آج رنگ رفتہ، دور گردش ساغر ہوا
ریزہ ریزہ اسٹخوان کا، پوست میں نشتر ہوا
دانہ تسبیح سے، میں مہرہ در ششدر ہوا
نشے سے ہے، اگر یک پردہ نازکتر ہوا
تر زبان شکر لطف ساقی کوثر ہوا

۳۱ ق، قا

دود میرا، سنبلستان سے کرے ہے ہمسری
شمع رویوں کی سرانگشت حنائی دیکھ کر
خانمان عاشقان، دوکان آتش باز ہے
ناکجا افسوس گرمیہاے صحبت؟ اے خیال

بسکہ ذوق آتش گل سے سراپا جل گیا
غنچہ گل، پرفشاں پروانہ آسا، جل گیا
شعلہ رو جب ہو گئے گرم تماشا، جل گیا
دل، بسوز آتش داغ تمنا جل گیا

- ۱ ب، ح، اختر ہوا (سہو کاتب) - ۲ الف، ح، سپاہاں - قا، سپاہاں (بدون نقاط، و ہر دو سو کاتب) - ۳ ق، ق میں اس
شعر پر لا لہ لکھا ہوا ہے، اسی لیے قا میں شامل نہیں کیا گیا - ۴ الف، ق پہلے، حال ناافر دگان - مرتب ح نے اسے
ظاہر نہیں کیا - لط، ۵ یہ ضبط حال ناافر دگان - (سہو کاتب) - ۶ الف، ح، ریشہ داری - (سہو کاتب) - ب، ق، تر زبان
لطف عام ساقی - ۷ قا میں یہ شعر اگلیے شعر کے بعد ہے - ۸ الف، ق، شمع رویاں - ۹ ب، ق
پہلے، شعلہ رویاں جب ہوئے - ح اور لط میں اسکا ذکر نہیں - ۱۰ ب، ق پہلے، دل ز آتش خیزی - بقول مرتب
ح، یہ اصلاح حاشیے میں ہے، حالانکہ ق میں آتش خیزی کے نیچے بغیر اس کے کائے ہوئے وہ سوز آتش لکھا ہے، اور
اسی کو قا میں نقل کیا ہے - ح میں سیا و وہ کو وہ سے بدل دیا گیا ہے - لط، اصلاح ندارد -

یاں عرصہ تپیدنِ بسل نہیں رہا
جز تارِ اشک، جادۂ منزل نہیں رہا
دنیا میں کوئی عقدہ مشکل نہیں رہا
آئینہ، آہ! میرے مقابل نہیں رہا

جان دادگان کا حوصلہ، فرصت گداز ہے
میں ہوں قطرہ زنب بمرحۂ یاس روز و شب
اے آہ، میری خاطرِ وابستہ کے سوا
ہر چند میں ہوں طوطی شیریں سخن، ولے

خون ہے، دل تنگی وحشت سے پیاباں میرا
موجِ خمیازہ ہے، ہر زخمِ نمایاں میرا
خونِ آدینہ سے رنگیں ہے، دبستان میرا
عرضِ خمیازہ بجنوں ہے گریباں میرا
لنگرِ وحشت بجنوں ہے، پیاباں میرا
تشنۂ خونِ دل و دیدہ ہے پیاباں میرا
کس زباں میں ہے لقبِ خواب پریشان، میرا
مشکلِ عشق ہوں، مطلب نہیں آساں میرا
کے نے برباد کیا پرہستان میرا

خلوتِ آبلہ پا میں ہے، جولاں میرا
ذوقِ سرشار سے بے پردہ ہے، طوفاں میرا
عیشِ بازیکدۂ حسرتِ جاوید رسا
حسرتِ نشۂ وحشت نہ بسعیِ دل ہے
عالمِ یسروسامانی فرصتِ مت بوجہ
۱۰ بے دماغِ تپشِ رشک ہوں، اے جلوۂ حسن
فہم، زنجیریِ پربطیِ دل ہے، یا رب!
بہوس، دردِ سرِ اہلِ سلامت تا چند؟
بوے یوسف مجھے گزار سے آتی تھی، اسد

ہر صریرِ خامہ میں، یک نالۂ ناقوس تھا

بت پرستی ہے، بہارِ نقشِ بند پہاڑے دھر

۱. قا میں ترتیب اشعار یہ ہے، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱

طبع کی واہد نے رنگِ یک گلستان گل کیا
کل اسد کو ہم نے دیکھا گوشۂ غم خانہ میں

یہ دلِ وابستہ، گویا، بیضۂ طاؤس تھا
دستِ بر سر، سرِ برانوے دلِ مایوس تھا

۳۵
قہ قا

خود آرا وحشتِ چشمِ پری سے شب وہ بدختر تھا
بشیرینیِ خوابِ آلودہ مژگان، نشترِ زہور
نہیں ہے بازگشتِ سبیل، غیر از جانبِ دریا
رہا نظارہ وقتِ بے نقابیِ آبِ پر لرزاں
غمِ مجنوں، عزادارانِ لیلیٰ کا پرستشگر
رکھا غفلت نے دور افتادۂ ذوقِ فنا، ورنہ
اسد، خاکِ درِ میخانہ اب سر پر اُڑاتا ہوں

کہ موم، آئینۂ تمثال کو تعویذِ بازو تھا
خود آرائی سے، آئینہ، طلسمِ مومِ جادو تھا
ہمیشہ دیدۂ گریاں کو، آبِ رفقہ درُجو تھا
سرِ شکِ آگینِ مزہ سے، دستِ از جاں شستہ برو تھا
خُچمِ رنگِ سیہ، پیمانۂ ہر چشمِ آہو تھا
اشارتِ فہم کو، ہر ناخنِ بُریدہ، ابرو تھا
گئے وہ دن کہ بانیِ جامِ مے سے زانو زانو تھا

۳۶
قہ قا

دویدن کے کہیں، جوں ریشۂ زیرِ زمیں پایا
اُگی اک پنبۂ روزن سے تھی، چشمِ سفید آخر

بگردِ سرمہ، اندازِ نگاہِ شرمگین پایا
حیا کو، انتظارِ جلوہ ریزی کے کہیں پایا

۱. ق میں پہلے اس قافیے کا یہ شعر تھا: غنچۂ خاطر نے رنگِ صد گلستان گل کیا ○ گردۂ تصویرِ گلشن، بیضۂ طاؤس تھا
اس پر دلائل بنا کر حاشیے میں متن کا شعر لکھا ہے۔ ۲. الف، ح، زہور (سہو کاتب)۔ ۳. الف، ق، ح، بے نقابیا بخود۔
نیز ق میں یہ شعر درکھا غفلت نے دور افتادۂ ذوقِ فنا سے بعد ہے۔ ۴. ح، شیشہ برو (سہو کاتب)۔ ۵. ب، ق پہلے، از حلقہ ہائے۔
اس پر دلائل لکھ کر نیچے اصلاح کی ہے۔ مگر مرتب ح نے اسے ظاہر نہیں کیا۔ ۶. ق پہلے،
اسد، خاکِ درِ میخانہ ہا پر فرق پائیدن ○ خوشا روزے کہ آب از ساغر مے تا برانو تھا۔ مقطع کا دوسرا
مصرع بین السطور میں لکھا ہے اور اس میں سہو آدرنو، تحریر ہو گیا ہے۔ مرتب ح نے اسے ظاہر نہیں کیا۔ نیز ح میں ہے
میںے کا تا برانو۔ ۷. الف، ح، دمدن (سہو کاتب)۔ ۸. ح، سر مو (سہو کاتب)۔ ۹. الف، ح، اکے۔ ق، بھی۔

خضر کو چشمہ آبِ بقا سے ترجیں پایا
خیالِ شوخیِ خواب کو راحت آفریں پایا
مگر يك دست و دامنِ نگاہِ واپس پایا
حصارِ شعلہٴ جمّوالہ میں عزت گزین پایا

بحسرتِ نگاہِ نازِ کشتہٴ جاب بخشی خواب
پریشانی سے مغزِ سر، ہوا ہے پنبہٴ بالش
نفسِ حیرت پرستِ طرزِ ناگہرائیِ مڑگان
اسد کو، پیچتابِ طبعِ برق آہنگِ مسکن سے



ق

شرارِ سنگ، اندازِ چراغِ از جسم خستہا
شرارِ آسا، ز سنگِ سرمہٴ یکسر بارِ جستہا
برنگِ شعلہ ہے، مہرِ نماز، از پائشستہا
بہ بندِ گریہ ہے نقشِ بر آب، امیدِ رستہا

نواکت، ہے فنونِ دعویٰ طاقت شکستہا
سینہٴ مستیِ چشمِ شوخ سے ہیں، جوہرِ مڑگان
دلِ از اضطرابِ آسودہ، طاعتِ نگاہِ داغ آبا
اسد، ہر اشک ہے يك حلقہٴ بر زنجیرِ افزودن



ق

غبارِ کوچہٴ ہائے موج ہے، خاشاکِ ساحلہا
ہوئے ہیں، پردہٴ ہائے چشمِ عبرت، جلوہٴ حائلہا
رہِ خواہیدہ میں افگندنی ہے، طرحِ منزلہا
بوہمِ زر، گرہ میں باندھتے ہیں برقِ حاصلہا
نہیں غیر از نگہ، جوں ترکستان، فرشِ محفلہا
بنوکِ ناخنِ شمشیر کیجئے حلِ مشکلا

ہسانِ جوہرِ آئینہ، از ویرانیِ دلہا
نگہ کی ہم نے پیدا، رشتہٴ ربطِ علائق سے
نہیں ہے، باوجودِ ضعف، سیرِ بیخودی آساں
غریبی بہرِ تسکینِ ہوسِ درکار ہے، ورنہ
تماشا کردنی ہے، انتظارِ آبادِ حیرانی
اسد، تارِ نفسِ ہے ناگزیرِ عقدہٴ پیرانی

بشغل انتظارِ مہوشاں در خلوتِ شبہا
کرے گر فکرِ تعمیرِ خرابیہا ہے دل گردوں
عیادتہا ہے طعنِ آلودِ باراں زہرِ قاتل ہے
کرے ہے حسنِ خواباں پردے میں مشاطگی اپنی
غنا کو عشق ہے، یسقصداں، حیرت پرستاراں
اسد کو بت پرستی سے غرض دردِ آشنائی ہے

سرِ تارِ نظر، ہے رشتہٴ تسبیحِ کوکبہا
نہ نکلے خشت، مثلِ اسُخوان، بیرونِ قالبہا
رفوے زخمِ کرتی ہے، بنوکِ نیشِ عقربہا
کہ ہے تہندیِ خط، سبزہٴ خط در تہ لبہا
نہیں رفتارِ عمرِ تیزرو پابندِ مطالبہا
نہاں ہیں نالہٴ ناقوس میں در پردہ یاربہا

م بھنِ شرم ہے، باوصفِ شوخی، اہتمامِ اُس کا
سروکارِ تواضع، تا خمِ گیسو رسانیدن
م مں آلودہ ہے مہرِ نوازِ شامہ، ظاہر ہے
لڑاوے گر وہ بزمِ میکشی میں قبر و شفقت کو
م بامید نگاہِ خاص ہوں محملِ کشِ حسرت
اسد، سودا ہے سرسبزی سے ہے تسلیمِ رنگین تر

نگین میں، جوں شرارِ سنگ، نابیدا ہے نامِ اُس کا
بسانِ شانہ، زینتِ ریز ہے دستِ سلامِ اُس کا
کہ داغِ آرزوے بوسہ دیتا ہے پیامِ اُس کا
بھرے پیانہٴ صد زندگانی، ابکِ جامِ اُس کا
مبادا! ہو عنانگیرِ تغافل، لطفِ عامِ اُس کا
کہ کیشِ خشکِ اُسکا، ابرِ بے پرواِ خرامِ اُس کا

۱ الف، ق، ح، شہرت - ب، ق پہلے، شرور درنگ - مگر مرتب ح نے اسے ظاہر نہیں کیا - ۹ الف، ق، قا، پیدا ہے -
ب، ق پہلے، لایا ہے - اس پر حوالے کا نشان بنا کر حاشیے میں لکھا دیوہنگام - مگر مرتب ح نے اسے ظاہر نہیں کیا - یہی
قرأت فا کی ہے - گل میں غالب نے موجودہ اصلاح کی ہے - ۱۰ الف، قا، مہر - ۱۱ ب، گل، مبادا ہوں (سہو کاتب) -

۱- یہ مطلع نیز اسکے بعد کا شعر اور بھی چوتھا غالب نے بتغیر الفاظ دیوانِ فارسی میں داخل کرلیے ہیں - ملاحظہ ہو
کلیاتِ فارسی ص ۳۶۰، طبع نولکشور ۱۳۷۹ء -

یادِ روزے کہ نفّسِ سلسلہ یارب تھا
 بہ تھیر کدہ فرصتِ آرایشِ وصل
 بہ تمنّا کدہ حسرتِ ذوقِ دیدار
 جوہرِ فکر، پرافشانیِ نیرنگِ خیال
 پردہٴ دردِ دل، آئینہٴ صد رنگِ نشاط
 نالہا حاصلِ اندیشہ کہ جوں کشتِ سپند
 عشق میں عم نے ہی ابرام سے پرہیز کیا
 آخر کار گیرِ قمارِ سرِ زلفِ ہوا
 شوقِ سامانِ فضولی ہے، وگرنہ غالب

نالہٴ دل، بکمرِ دامنِ قطعِ شب تھا
 دلِ شب، آئینہٴ دارِ تپشِ کوکب تھا
 دیدہ گو خون ہو، تماشا ہے چمنِ مطلب تھا
 حسنِ آئینہ و آئینہ چمنِ مشرب تھا
 بجیۃ زخمِ جگر، خندہٴ زیرِ لب تھا
 دلِ ناسوختہ، آشکدہٴ صد تب تھا
 ورنہ جو چاہیے، اسبابِ تمنا سب تھا
 دلِ دیوانہ کہ وارستہٴ ہر مذهب تھا
 ہم میں سرمایہٴ ایجادِ تمنا کب تھا

۱۰ رات، دل گرمِ خیالِ جلوۂ جانانہ تھا
 شب کہ تھی کیفیتِ محفلِ یادِ روئے یار
 شب کہ باندھا خواب میں آنے کا، قاتلِ نے، جناح
 من دود کو آج اُس کے ماتم میں سیہ پوشی ہوئی
 ساتھ جنبش کے بیکِ برخاستنِ طے ہو گیا

رنگِ روئے شمع، برقِ خرمنِ پروانہ تھا
 ہر نظر میں، داغِ ہے، خالِ لبِ پیانہ تھا
 وہ فسوںِ وعدہ میرے واسطے افسانہ تھا
 وہ دلِ سوزاں کہ کل تک شمعِ ماتمخانہ تھا
 تو کہے، صحرا غبارِ دامنِ دیوانہ تھا

۱ الف، ق پہلے، درگرہ، اصلاح حاشیے میں۔ مگر مرتب ح نے اس اصلاح کو متن کی جگہ حاشیے میں درج کیا ہے۔ ۲ الف، ق پہلے، باب ابرام نہ تھا دل ہی ہمارا، غالب۔ اس پر لا لاء لکھ کر پہلا مصرع اور اگلے دو شعر حاشیے میں اضافہ کیے ہیں۔ ۱۲ الف، ق، ح، عاقل۔ قا، جناح (سہو کاتب)۔ ۷۲ ب، ق پہلے، گونیا صحرا۔ مگر مرتب ح نے اسکا ذکر نہیں کیا۔

دیکھ اُس کے ساعدِ سیمین و دستِ پُرنگار
س شکوۂ یاراں غبارِ دل میں پنہاں کر دیا
شاخِ گل جلتی تھی مثلِ شمع، گل پروانہ تھا
غالب، ایسے گنج کو شایاں ہی ویرانہ تھا

۴۳

ق، قا

بسکہ جوشِ گریہ سے زیر و زبر ویرانہ تھا
داغِ مہرِ ضبطِ بیچا، مستیِ سعیِ سپند
وصل میں بختِ سیہ نے سنبستانِ گل کیا
شب، تری تاثیرِ سحرِ شعلۂ آواز سے
موسمِ گل میں مے گلگوں حلالِ میکشاں
انتظارِ جلوۂ کا کل میں ہر شمشادِ باغ
حیرت، اپنے نالۂ یدرد سے، غفلتِ بنی
کو بوقتِ قلِ حقِ آشنائی، اے نگاہ ؟
جوشِ بے کیفیتی ہے اضطرابِ آرا، آس
چاکِ موجِ سیل، تا پراہنِ دیوانہ تھا
دودِ بھر، لالہ ساں، دردِ تہِ پیمانہ تھا
رنگِ شب، تہندیِ دودِ چراغِ خانہ تھا
تارِ شمع، آہنگِ مضاربِ پرِ پروانہ تھا
عقدِ وصلِ دختِ رز، انگور کا ہر دانہ تھا
صورتِ مژگانِ عاشق، صرفِ عرضِ شانہ تھا
رامِ خوایدہ کو غوغاے جرسِ افسانہ تھا
خنجرِ زہرابِ دادہ، سوزِ بیگانہ، تھا
ورنہ بسل کا تڑپنا، لغزشِ مستانہ تھا

۴۴

ق، قا

کریں، گر حیرتِ نظارہ، طوفانِ نکتہ گوئی کا
بروے قیس، دستِ شرم، ہے مژگانِ آہو سے
فسانِ تیغِ نازکِ قاتلان، سنگِ جراحت ہے
حجابِ چشمۂ آئینہ ہووے، یضہ طوطی کا
مگر روزِ عروسی کم ہوا تھا شانہ لیلی کا
دلِ گرمِ تپش، قاصد ہے پیغامِ تسلی کا

۲. ق، قا۔ اے اسد، رویا جو دشتِ غم میں حیرتِ آزدہ آئینہ خانہ، هجومِ اشک سے ویرانہ تھا۔ ۴ الف، ح، ہ، ہند۔
۵ الف، ق، ح، بختِ رسا۔ ۸. ق پہلے، انتظارِ زلف میں شمشادِ ہمدست چنار۔ ۹. نقشہ بند شکلِ مژگان از نمودِ شانہ تھا
۱۱. ق پہلے، کا طیدن۔

نہیں گرداب جز سرگشتگی ہاے طلب ہرگز
نیازِ جلوہ ریزی، طاقتِ بالیں شکستہا
نہ بخشی فرصتِ یک شہنشاہِ جلوہ خور نے
اسد، تاثیرِ صافیا ہے حیرتِ جلوہ پرور ہو

۴۵

ق، نا

حجابِ بحر کے، ہے آبلوں میں خارِ ماہی کا
تکلف کو خیال آیا ہو گر بیمارِ پرسی کا
تصور نے کیا ساماں ہزار آئینہ بندی کا
گر آبِ چشمہ آئینہ دھووے عکسِ رنگی کا

۹ یک گام بینودی سے لوٹیں بہارِ صحرا
وحشت اگر رسا ہے، یہ حاصلی ادا ہے
اے آبلے، کرم کر، یاں رنجہ یک قدم کر
دل در رکابِ صحرا، خانہ خرابِ صحرا
ہر ذرہ یک دل پاک، آئینہ خانہ ہے خاک
۱۰ دیوانگی اسد کی حسرت کشرِ طرب ہے

آغوشِ نقشِ پا میں کیجے فشارِ صحرا
پیمانہ ہوا ہے، مٹتے غبارِ صحرا
اے نورِ چشمِ وحشت، اے یادگارِ صحرا
موجِ سرابِ صحرا، عرضِ خارِ صحرا
تمثالِ شوقِ بیباک، صد جا دوچارِ صحرا
سر میں ہوا ہے گلشن، دل میں غبارِ صحرا

۴۶

ق

وحشی بن صیاد نے ہم رنخوردوں کو کیا رام کیا
عکسِ رخِ افروختہ تھا تصویر بہ پشتِ آئینہ
ساقی نے از بہرِ گریباں چاکیِ موجِ بادۂ ناب
مہرِ بجائے نامہ لگائی بر لبِ پیکِ نامہ رساں
۱۵ شامِ فراقِ یار میں جوشِ خیرہ سری سے ہم نے اسد

رشتہ چاکِ جیبِ دریدہ، صرفِ قماشِ دام کیا
شوخی نے وقتِ حسنِ طرازی تمکین سے آرام کیا
تاری نگاہِ سوزنِ مینا، رشتہ خطِ جام کیا
قاتلِ تمکین سنج نے یوں خواہوشی کا پیغام کیا
ماہ کو، در تسبیحِ کوا کب، جاے نشینِ امام کیا

۵۶

ق

اُڑے رنگِ گل، اور آئینہ دیوار ہو پیدا
کہ خطِ سبز تا پشتِ لبِ سُو فار ہو پیدا
بجائے زخم، گل پر گوشہٴ دستار ہو پیدا
رگِ ہر سنگ سے نبضِ دلِ پیار ہو پیدا
اگر ابرِ سیہ مست از سوئے کہسار ہو پیدا
کہ غالب ہے کہ بعد از زاریِ بسیار ہو پیدا

سحرگہ باغ میں وہ حیرتِ گلزار ہو پیدا
بتانِ زہراب اس شدت سے دوپیکانِ ناؤک کو
لگے گر سنگ سر پر، بار کے دستِ نگاہ سے
کروں گر عرضِ سنگینِ کہسار اپنی یتابی
بسنگِ شیشہ توڑوں، ساقیا، پیانہٴ بیان
اسد، مایوس مت ہو، گرچہ روئے میں اثر کم ہے

۵۷

حاشیہ ق، قا

کہ آخر شیشہٴ ساعت کے کام آیا غبار اپنا
چراغِ گل سے ڈھونڈھے ہے چمن میں شمعِ خار اپنا
بدامِ جوہرِ آئینہ، ہو جاوے شکار اپنا
ہوا ہے نقشِ بندِ آئینہ، سنگِ مزار اپنا
طلسمِ رنگ میں باندھا تھا عہدِ استوار اپنا
نیازِ گردشِ پیانہٴ مے روزگار اپنا

نہ بھولا اضطرابِ دم شاری، انتظار اپنا
زبس آتش نے فصلِ رنگ میں رنگِ دگر پایا
اسیرِ پزبان ہوں، کاشکے! صیادِ بے پروا
مگر ہو مانعِ دامنِ کشی، ذوقِ خود آرائی
دوبغ! اے ناتوانی، ورنہ ہم ضبطِ آشنایاں نے
اگر آسودگی ہے مُدعاے رنجِ یتابی

ب

۵۸

ق، قا

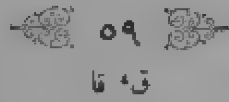
عکسِ چشمِ آہوئے رنخوردہ ہے، داغِ شراب

بسکہ ہے میخانہٴ ویران، جوںِ یابانِ خراب

۸ ب، ح، لط، ڈھونڈھے سے - (سہو کاتب) - ۹ ب، لط، ہو جاوے - (سہو کاتب) - ۱۰ ب، قا، ہوا ہے نقشِ بند - (سہو کاتب) - ۱۱ لط ندارد - ۱۲ الف، لط، رنج کو شدا - ب، ق، ح، نثار گردش -

غافلان، عکسِ سوادِ صفحہ ہے، گردِ کتاب
ہے رگِ یاقوت، عکسِ خطِ جامِ آفتاب
وقتِ شبِ اختر گئے ہے، چشمِ بیدارِ رکاب
ہر یکِ اختر ہے فلک پر قطرۂ اشکِ کباب
ہے شکستِ رنگِ گل، آئینہ پردازِ نقاب
کر گیا بامِ فلک سے صبح، طشتِ ماہتاب

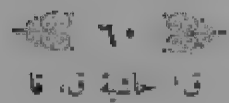
نیرنگیِ ظاہری، ہے طبعِ آگہ کا نشان
یک نگاہِ صاف، صد آئینہ تاثیر ہے
ہے عرقِ افشاں مٹھی سے، ادھر مشکینِ یار
ہے، شفق، سوزِ جگر کی آگ کی بالیدگی
بسکہ شرمِ عارضِ رنگیں سے حیرت جلوہ ہے
شب کہ تھا نظارگی روئے بتاں کا، اے اسد



رنگِ گل آشکدہ ہے زیرِ بالِ عندلیب
مصرعِ سروِ چمن ہے حسبِ حالِ عندلیب
بسمِ ذوقِ پریدن ہے پیالِ عندلیب
گردشِ رنگِ چمن ہے ماہ و سالِ عندلیب
بادۂ نظارۂ گلشن، حلالِ عندلیب
اے شبِ پروانہ و روزِ وصالِ عندلیب

ہے بہاراں میں خزاں حاصل، تخیالِ عندلیب
عشق کو ہر رنگِ شانِ حسن ہے مَدِّ نظر
حیرتِ حسنِ چمن پیرا سے تیرے، رنگِ گل
۱۰ عمرِ مبری ہو گئی صرفِ بہارِ حسنِ یار
منع مت کر حسن کی، ہم کو، پرستش سے کہ ہے
ہے مگر موقوف بر وقتِ دگر، کارِ اسد

ت



یکدست جہاں مجھ سے بھرا ہے، مگر انگشت

س جاتا ہوں جدھر، سب کی اُنھے ہے اُدھر انگشت

۱ الف، ق، ح، طبع موزوں - ۲ الف، قا، آدم (سہو کاتب) - ۳ ح، اختر کنی (سہو کاتب) - ۴ الف، ق، ح، خزاں
پرور - ۵ قا، ۱۰ خزاں، - (سہو کاتب) - ۶ ب، ق، پہلے، آہک پریدن - ۷ قا، پریدن (سہو کاتب) - ۸ ب، ق، پہلے، صبح وصال -
۹ الف، ح، انہی (سہو کاتب) -

میں الفتِ مژگاں میں جو انگشت نما ہوں
 ہر غنچہ گل، صورتِ یک قطرہ خون ہے
 گرمی ہے زباں کی، سببِ سوختنِ جاں
 مں خونِ دل میں جو میرے نہیں باقی، تو پھر اُس کی
 شوخی تری کھدیتی ہے احوالِ ہمارا
 کس رتبے میں باریکی و نرمی ہے کہ جوں گل

لگتی ہے مجھے تیرے مانند، ہر انگشت
 دیکھا ہے کسو کا جو حنا بستہ سر انگشت
 ہر شمع، شہادت کو ہے یاں سر بسر انگشت
 جوں ماہی بے آب، تڑپتی ہے ہر انگشت
 رازِ دلِ صد پارہ کی ہے پردہ در انگشت
 آتی نہیں پنجے میں بس اُس کے نظر انگشت



ق. قا

چشم بندِ خلق، غیر از نقشِ خود بینی نہیں
 برقِ آخِرمَن زارِ گوہر ہے نگاہِ تیز، یاں
 ہے سوا تیز ہے پہ، اُس کے قامتِ نوخیز سے
 لغزشِ مستانہ و جوشِ تماشا ہے اسد

آئے ہے قالبِ خشتِ در و دیوارِ دوست
 اشک ہو جانے ہیں خشک از گرمیِ رفتارِ دوست
 آفتابِ روزِ محشر ہے، گلِ دستارِ دوست
 آتشِ مے سے بہارِ گرمیِ بازارِ دوست



حاشیہ ق. قا

دو عالم کی ہستی پہ خطِ فنا کھینچ
 نہیں گر بکامِ دلِ خستہ، گردوں
 نہ اوروں کی سنتا، نہ کہتا ہوں اپنی

دل و دستِ اربابِ ہمت سلامت!
 جگر خانیِ جوشِ حسرت سلامت!
 سرِ خستہ و شورِ وحشت سلامت!

۱ الف. ق. ح. لط. مژگاں کی محبت میں - قامیں ترتیب اشعار اور ہے - ۲ ب. ق. پلے، خواباں کا جو دیکھا ہے - ح. لط. کسی کا -
 ۳ ب. ق. لط. ہر شمع شہادت کے لیے سر بسر - ۴ الف. لط. تو ہے اوس کی - اور حاشیہ میں لکھا ہے: حاشیہ
 میں ہنو ہے اوس کی درج ہے لیکن نسخہ حیدرہ والوں نے اس کو متعجب کیا، سمجھا - عرشی عرض کرنا ہے کہ ق میں
 ہنو پھر اوس کی ہے، اور یہی الفاظ قا اور گل میں بھی ہیں - لط میں ہنو کر ہے، پڑھ لیا گیا ہے - ب. قا، تڑپتی -
 ۵ الف. ق. جز تمثال - ۸، قاندارد - ۹ ب. ق. صبحِ محشر - ۱۰، قاندارد - ۱۱ الف. ح. وفا (سہو کاتب) -
 ۱۲ ب. ح. خواہی (سہو کاتب) -

و ضرور وفا ہے، ہجومِ بلا ہے سلامت ملامت، ملامت سلامت!
 نہ فکرِ سلامت، نہ بیمِ ملامت زِ خود رفتگیہائے حسرت سلامت!
 رہے، غالبِ خستہ، مغلوبِ گردوں یہ کیا بے نیازی ہے، حضرت سلامت؟

ث

۶۳

ق

دودِ شمع کشتہ گل، بزمِ سامانی عبث
 ۵ ہے۔ ہوس، محملِ بدوشِ شوخیِ ساقیِ مست
 باز ماندنہائے مژگان۔ ہے بکِ آغوشِ وداع
 جز غبارِ کردہ سیر، آہنگیِ پرواز کو؟
 سرِ نوشتِ خلق، ہے طغرائے عجزِ اختیار
 جب کہ نقشِ مدعا ہووے نہ جز موجِ صراب
 ۱۰ دستِ برہم سودہ ہے، مژگانِ خوابیدہ، اسد
 بکِ شہہ آشفہ نازِ سنبستانی عبث
 نشہٴ تم کے تصور میں نگہانی عبث
 عید، در حیرتِ سوادِ چشمِ قربانی عبث
 بلبلِ تصویر و دعوائے پر افشانی عبث
 آرزوہا خار خارِ چہنِ پیشانی عبث
 وادیِ حسرت میں پھر آشفہ جولانی عبث
 اے دل از کف دادہ غفلت، پشیمانی عبث

۶۴

ق، حاشیہ ق، قا

رازِ لطفِ عشق، با وصفِ توانائی، عبث
 ناخنِ دخلِ عزیزان، بکِ قلم ہے نقبِ زن
 محملِ پیمانہٴ فرصت ہے بر دوشِ کجاب
 جانِ عاشقِ حاملِ صد غلبہٴ تاثیر ہے
 رنگ ہے سنگِ محک، دعوائے مینائی عبث
 پاسبانیِ طلیسمِ گنجِ تنہائی عبث
 دعویِٰ دریا کشی و نشہٴ پیمائی عبث
 دل کو، اے بیدادِ خو، تعلیمِ خارانی عبث

۱۱ ب، ح، مہک (سہو کاتب) - ۱۲ ب، ح، کنج (سہو کاتب) - ۱۳ الف، ق پہلے، طبع نالار - اصلاح، طبع عاشق -
 موجودہ الفاظ قا کے ہیں - ب، ق پہلے، اے عاشق کفان -

کہ شاخِ گل کا خم، انداز ہے بالین شکستن کا
سپندِ شعلہ نادیدہ صفت، اندازِ جستن کا
نمک ہے شمع میں، جوں مومِ جادو، خوابِ بستن کا
نہیں ہے رشتہ الفت کو اندیشہ گستن کا
کہ تھا آئینہ خور پر تصورِ رنگِ بستن کا
نفس، بعد از وصالِ دوست، تاوان ہے گستن کا
یہ بندِ گریہ ہے نقشِ بر آب، اندیشہ رفتن کا
سبب ہے ناخنِ دخلِ عزیزان، سینہ خستن کا

کیا کس شوخ نے ناز از سرِ تمکین نشستن کا؟
نہاں ہے مردمک میں، شوقِ رخسارِ فروزاں سے
گدازِ دل کو کرتی ہے، کشودِ چشم، شبِ پیا
نفس در سینہ ہاے ہمدگر رہتا ہے پیوستہ
ہوا نے ابر سے کی، موسمِ گل میں، نمد باقی
تکلفِ عافیت میں ہے، دلا، بندِ قبا وا کر
ہر اشکِ چشم سے یک حلقہ زنجیر بڑھتا ہے
عیادت سے، اسد، میں بیشتر بیمار ہوتا ہوں

نالہ، برخود غلطِ شوخیِ تاثیر آیا
محملِ دشتِ بدوشِ رمِ ننجیر آیا
پر طاؤس سے، دل، پائے زنجیر آیا
عرضِ شبنم سے، چمن، آتہ تعمیر آیا
کہ کُکُلہ گوشہ، بہ پروازِ پرِ تیر آیا
بے تکلف بسجودِ خمِ شمشیر آیا

شب کہ دل زخمی عرضِ دو جہاں تیر آیا
وسعتِ کجیبِ خونِ تپشِ دل مت پوچھ
ہے گرفتاریِ نیرنگِ تماشا، ہستی
دید حیرت کش، و خورشیدِ چراغانِ خیال
عشقِ ترسا بچہ و نازِ شہادت مت پوچھ
اے خوشا! ذوقِ تماناے شہادت کہ اسد

۵ الف: ق میں یہ اور اس کے بعد کا شعر غزل نمبر ۲۷ کے تھیں۔ غالب نے بعد میں ردیف بدل کر اس غزل میں داخل کر لیے ہیں۔
ب، ق پہلے، خورِ بے نقابِ رنگِ بستن۔ ۶ الف، قا، عاقبت۔ ۷ ب، ق پہلے، نفسا بعد وصل دوست تاوان گستاخا
۸ الف، ق، رہتا۔ ۹ ب، قا، پائے پہ (سہو کاتب)۔ ۱۰ ب، ق پہلے، نفسا بعد وصل دوست تاوان گستاخا
۱۱ ب، قا، پائے پہ (سہو کاتب)۔

خضر، مشتاق ہے اس دشت کے آواروں کا
خونِ ہمدرد سے لکھا نقشِ گرفتاروں کا
دلِ آزرده پسند، آئینہ رخساروں کا
کاغذِ سرمہ، ہے جامہ ترے پیاروں کا
جرسِ قافلہ، یاں دل ہے گرانباروں کا
رنگ اڑتا ہے گلستان کے ہواداروں کا
چشمِ امید ہے، روزن تری دیواروں کا
حوصلہ تگِ نکر، ہے سب آزاروں کا

سیرِ آن سوئے، تماشا ہے طلبگاروں کا
سرخطِ بند ہوا، نامہ گنہگاروں کا
فردِ آئینہ میں بخشِ شکِ خندہ گل
دادِ خواہ تپش، و مہرِ خوشی پر لب
وحشتِ نالہ، بہ واماندگیِ وحشت ہے
پھر وہ سوئے چمن آتا ہے، خدا خیر کرے!
جلوہ مایوس نہیں دلِ نگرانی، غافل
اسد، اے ہرزہ در، نالہ بغوغا ناچند

نظر آتا ہے موئے شیشہ، رشتہ شمعِ بالیں کا
پے سنجیدنِ یاران، ہو حاملِ خوابِ سنگیں کا
کہ صرفِ بخیۂ دامن ہوا ہے خندہ گلچیں کا
چنیے ہے کہ کشاں، خرمن سے مہ کے خوشہ پروں کا
کہ صحرا فصلِ گل میں رشک ہے بتخانۂ چیں کا
رکھا اسپند نے بجز میں پہلو گرم تمکین کا
سخن کا بندہ ہوں، لیکن نہیں مشتاقِ تمکین کا

عیادت سے زبس ٹوٹا ہے، دل یارانِ غمکین کا
۱۰ صدا ہے کوہ میں حشرِ آفریں، اے غفلتِ اندیشان
بجا مے غنچہ و گل، ہے هجومِ خار و خس، یاں تک
نصیبِ آستین ہے، حاصلِ روئے عرقِ آگین
بوقتِ کعبہ جوئیہا، جرس کرتا ہے ناقوسی
تپیدن، دل کو سوزِ عشق میں خوابِ فراموش ہے
۱۵ اسد، اربابِ فطرتِ قدردانِ لفظ و معنی ہیں

۵۱
ق

رشتہ تسبیح، تارِ جادۂ منزل ہوا
رز میں جو انگور نکلا، تقدۂ مشکل ہوا
یک دو چین دامنِ صحرا، پردۂ محفل ہوا
گوشِ نسریں عارضان، پروانۂ محفل ہوا
تقص پر اپنے ہوا جو مطلع، کامل ہوا ۵

وردِ اسمِ حق سے، دیدارِ صنم حاصل ہوا
محتسب سے تنگ ہے، از بسکہ کارِ میکشان
قیس نے از بسکہ کی سیرِ گریبانِ نقس
وقتِ شب اُس شمع رو کے شعلۂ آواز پر
عیب کا دریافت کرنا ہے ہنرمندی، آسد

۵۲
ق

جو اشکِ گرا خاک میں، ہے آبلۂ پا
جو خطِ ہے کفِ پا پہ، سو ہے سلسلۂ پا
نوکِ سرِ میزگان سے رقم ہو گلۂ پا
تبخالۂ لب ہو نہ سکا آبلۂ پا
تبخالۂ لب ہے جرسِ آبلۂ پا ۱۰

ہے تنگ زِ واماندہ شدن، حوصلۂ پا
سرِ منزلِ ہستی سے ہے، صحراۂ طلب دور
دیدارِ طلب ہے دلِ واماندہ، کہ آخر
آیا نہ یابانِ طلب گامِ زیباں تک
فریاد سے پیدا ہے، آسد، گرمیِ وحشت

۵۳
ق

صفحۂ نامہ، غلافِ بالشر پر ہو گیا
خارِ پراہن، رگِ بستر کو نشتر ہو گیا

بسکہ عاجز نارسائی سے کبوتر ہو گیا
صورتِ دیا تپش سے میری، غرقِ خون ہے آج

دامنِ مثال، مثلِ برگِ گل، تر ہو گیا
خارِ شمعِ آتھ، آتش میں جوہر ہو گیا
دامنِ آلودہ عصیاں گراں تر ہو گیا
نقشِ پامے خضر، یان، سدا سکندر ہو گیا

بسکہ آئینے نے پایا گرمی رخ سے گداز
شعلہ رخسار، تحیر سے تری رفتار کے
بسکہ وقتِ گریہ نکلا تیرہ کاری کا غبار
حیرتِ اندازِ رہبر ہے عناں گیر، اے اسد

۵۴ ق

کہ طوقِ قری از ہر حلقہ زنجیر ہے پیدا
چمنِ بالیدنیہا، از رمِ نچیر ہے پیدا
کہ در بحیرِ کماں بالیدہ موجِ تیر ہے پیدا
لطا شہاے جوشِ حسن کا سرشیر ہے پیدا
ہزارِ بیخراں، از آہِ بے تاثیر ہے پیدا
جراحِ تہاے دل سے، جوہرِ شمشیر ہے پیدا

۵۔ گرفتاری میں، فرمانِ خطِ تقدیر ہے پیدا
زمین کو صفحہ گلشن بنایا خونچکانی نے
مگر وہ شوخ ہے طوفاں طرازِ شوقِ خونریزی
نہیں ہے کف لبِ نازک پہ فرطِ نشہ تم سے
عروجِ ناامیدی، چشم زخمِ چرخ کیا جانے؟
۱۰۔ اسد، جس شوق سے ذرے تپش فرساہوں روزن میں

۵۶ ق

ہمارا کام ہوا، اور تمہارا نام رہا
بسانِ اشک، گرفتارِ چشمِ دام رہا
ولے هنوز خیالِ وصال خام رہا
پہ زلفِ یار کا افسانہ نا تمام رہا
کہ شبِ خیال میں بوسوں کا ازدحام رہا
خیالِ زلف و رخِ دوست، صبح و شام رہا

۱۱۔ مہرِ نامہ جو بوسہ گلِ پیام رہا
ہوا نہ مجھ سے بجز درد، حاصلِ صیاد
دل و جگر تفتِ فرقت سے جل کے خاک ہوئے
شکستِ رنگ کی لائی سحر، شبِ سنبل
۱۵۔ دھانِ تگ بچھے کس کا یاد آیا تھا؟
نپوچھ حال شب و روزِ ہجر کا، غالب

يك نگاه گرم ہے، جوں شمع، سرتا پا گداز
من قیس بہاگا شہر سے، شرمندہ ہو کر، سوے دشت
بہر از خود رفتگان، رنج خود آرائی عبث
بن گیا تقلید سے میری، یہ، سودائی عبث
عالم تسلیم میں یہ دعوی آرائی عبث

ج

۶۵

ق، حاشیہ ق، قا

معزولی تپش ہوئی، افراط انتظار
حیرت فروش صد نگرانی ہے، اضطرار
ہوں داغ نیم رنگی شام وصال بار
کرتی ہے عاجزی سفر سوختن، تمام
تا صبح ہے بمنزل مقصد رسیدنی
دور اوفتادہ چمن فکر ہے، آسد
چشم کشودہ، حلقہ بیرون در ہے آج
ہر رشتہ چاک آجیب کا، تار نظر ہے آج
نور چراغ بزم سے جوش سحر ہے آج
پیراہن خشک میں غبار شر ہے آج
دود چراغ خانہ، غبار سفر ہے آج
مرغ خیال، بلبل بے بال و پر ہے آج

۶۶

ق، قا

جنش ہر برگ سے، ہے گل کے لب کو اخلاج
شاخ گل جنش میں ہے، گہوارہ آسا، ہر نفس
سیر ملک حسن کر، میخانہ نذر خمار
گریہاے بیدلان، کنج شرر در آستین
حب شبنم سے صبا ہر صبح کرتی ہے علاج^{۱۰}
طفل شوخ غنچہ گل، بسکہ، ہے وحشی مزاج
چشم مست بار سے، ہے گردن مینا پہ باج
قہرمان عشق میں، حسرت سے لیتے ہیں خراج

۱ ب، ق، پہلے نازہ بجائے رنج - مگر مرتب ح نے اسے ظاہر نہیں کیا - ۲، قا میں ترتیب اشعار بدلی ہوئی ہے - ب، ق،
قا، کشادہ - موجودہ لفظ گل کا ہے - ۵ ب، ح، سررشتہ (سہو کاتب) - ۷ الف، ق، پہلے، بیانی نے کیا سفر -
۱۰ الف، ق، گل برگ - ۱۱ ب، ح، وحشت مزاج -

ہے سوادِ چشمِ قربانی میں یک عالم مقیم
حسرتِ فرصتِ جہاں دینی ہے حیرت کو رواج
اے آسد، ہے مستعدِ شانہ گیسو شدن
پنچہ مرگاں بخود بالیدنی رکھنا ہے آج

چ

۶۷

ق

نہ کہہ کہ طاقتِ رسوائی وصال نہیں
اگر یہی عرقِ فتنہ ہے، مکرر کہینچ
جنونِ آنہ، مشتاقِ یک تماشا ہے
ہمارے صفحے پہ بالِ پری سے مسطر کہینچ
خمارِ منتِ ساقی اگر یہی ہے، آسد
دلِ گداختہ کے میکدے میں ساغر کہینچ

۶۸

ق، قا

بیدل، نہ نازِ وحشتِ جیبِ دریدہ کہینچ
جوں بوئے غنچہ، یک نفسِ آرمیدہ کہینچ
یک مشتِ خون ہے، پر توِ خور سے، تمام دشت
دردِ طلبِ بہ آبلہ نادیدہ کہینچ
پیچیدگی، ہے حاملِ طومارِ انتظار
پامے نظرِ بدامنِ شوقِ دویدہ کہینچ
برقِ بہار سے ہوں میں پادرخا هنوز
اے خارِ دشت، دامنِ شوقِ رمیدہ کہینچ
۱۰ بیخود بلفظِ چشمِ عبرت ہے، چشمِ صید
یک داغِ حسرتِ نفسِ ناکشیدہ کہینچ
بزمِ نظرِ ہیں بیضہ طاؤسِ تخلوتاں
فرشِ طرب بگاشنِ ناآفریدہ کہینچ
دریا بساطِ دعوتِ سیلاب ہے، آسد
ساغرِ یارگاہِ دماغِ رسیدہ کہینچ

۱ ب، ق، فرصت نے بخشا اس کہ - ۲ الف، ق پہلے، شانہ گشتن پر زلف - اس کے نیچے دگیسو شدن بنایا - مگر
مرتب ح نے اس اصلاح کا ذکر نہیں کیا - ۳، قا میں ورق ۲۶ کے بعد کا ایک ورق ضائع ہو گیا ہے، اس لیے یہ تینوں
شعر اس میں نہیں ہیں - مگر اس غزل کے مطلع کا پہلا لفظ نفس، ورق ۲۶ ب کے نیچے حاشیے میں بطور رکاب موجود ہے -

رفتار نہیں بیشتر از لغزشِ پا هیچ
 ہستی نہیں جز بستنِ پیمانِ وفا هیچ
 نظائرہ تحیر، چمنستانِ بقا هیچ
 فرصتِ تپش، و حوصلہ نشو و نما هیچ
 ہستی میں نہیں شوخیِ ایجادِ صدا هیچ
 سامانِ دعا و حشت، و تاثیرِ دعا هیچ
 «عالمِ ہمہ افسانہ ما دارد و ما هیچ»

قطعِ سفرِ ہستی و آرامِ فنا هیچ
 حیرتِ ہمہ اسرار، پہ مجبورِ خموشی
 مثالِ گدازِ آتش، ہے عبرتِ ینش
 گلزارِ دمیدن، شررستانِ رمیدن
 آہنگِ عدمِ نالہ بکھسارِ گترو ہے
 کس بات پہ مغرور ہے، اے عجزِ تمنا؟
 آہنگِ اسد میں نہیں جز نغمہِ یدل

ح

ہیں رقیبانہ بہم دست و گیریاں گل و صبح
 جامہ زیبوں کے، سدا ہیں، تہِ داماں گل و صبح
 ہیں دعا ہا اے سحر گاہ سے خواہاں گل و صبح^{۱۰}
 بسکہ ہیں پیخود و وارفتہ و حیراں گل و صبح
 غفلتِ آرامیِ یاراں پہ ہیں خنداں گل و صبح

دعویِٰ عشقِ بتاں سے بگلستانِ گل و صبح
 ساقِ گلرنگ سے، اور آئینہ زانو سے
 وصلِ آئینہ رخاں، ہمنفسِ یک دیگر
 آئینہ خانہ ہے صحنِ چمنستانِ یکسر
 زندگانی نہیں پیش از نفسِ چند، اسد

د

ہوئی ہے، لغزشِ پا، لکنتِ زبان، فریاد^۱

بکامِ دل کریں، کس طرح گمراہاں، فریاد؟

۱ الف، قا، آرام و فنا (سہو کاتب) -

۱- یہ مطلع اور اگلا شعر دونوں قا سے ساقط ہیں -

ز دستِ مشتِ پر و خارِ آشیانِ فریاد
برنگِ نئے ہے نہاں در ہر اُسٹخوانِ فریاد
ہوئی ہے محو بقربِ امتحانِ فریاد
جہان و اہلِ جہاں سے، جہاں جہاں فریاد
ز دستِ شیشہِ دلہاے دوستانِ فریاد
خدا کے واسطے، اے شاہِ یکساں، فریاد

کمالِ بندگیِ گل ہے رہنِ آزادی
نوازشِ نفسِ آشنا کہاں؟ ورنہ
تغافل، آئندہ دارِ خموشیِ دل ہے
ہلاکِ بیخبری، نعمتِ وجود و عدم
جوابِ سنگدلیہاے دشمنان، ہمت
ہزار آفت و یکِ جانِ بے نوا ہے اسد

۷۲

ق، حاشیہ ق، قا

بے خطر جیتے ہیں اربابِ ریا میرے بعد
مترق ہوئے میرے رُفقا میرے بعد

تھی، نگہ میری نہانخانہٗ دل کی نقاب
تھا میں گلستہٗ احباب کی بندش کی گیہ

۷۳

ق

ہے غلافِ دفعۂ خورشید، ہر یکِ گردِ باد
ہے سرِ مصراعِ صافِ تیغ، خنجر، مستزاد
کیوں ہووے آج کے دن، یکسی کی روح، شاد؟
مشک، ہے سُبُلِستانِ زلف، میں، گردِ سواد
گل ہوا ہے ایک زخمِ سینہ پر خواہاںِ داد
آسِ ہے خرقۂ زہاد کا، صوفِ مداد
مژدہ باد، اے آرزوئے مرگِ غالب، مژدہ باد

بسکہ وہ پاکویاں در پردہٗ وحشت ہیں یاد
۱۰ طرفہ موزونی ہے صرفِ جنگِ جوئیہاے یار
ہاتھ آیا زخمِ تیغِ یار سا پہلو نشین
کیجے آہوے خن کو خضرِ صحراے طلب
عم نے سو زخمِ جگر پر بھی زباں پیدا نکلی
بسکہ ہیں در پردہٗ مصروفِ سیہ کاری تمام
۱۵ تیغ در کف، کف بلب آتا ہے قاتل اس طرف

۵ ب، ق ہا، ز دستِ شیشگی طبع، اصلاح، شیشہٗ دلہاے موجودہ الفاظ قا کے ہیں۔ ۶ قا میں ترتیب اشعار مختلف ہے۔

۱-فارسی میں کہا ہے: نگہم نقب بگنجینہٗ دلہا میزدہ مژدہ باد اہل ریا را کہ ز میدانِ رستم - کلیات فارسی: ۳۰۹

تو پست فطرت اور خیالِ بسا بُلند
ویرانیے، جز آمد و رفتِ نفّس نہیں
رکھتا ہے انتظارِ تماشا ہے حسنِ دوست
موقوف کیجیے یہ تکلف نگاریاں
قربانِ اوج ریزیِ چشمِ حیا پرست
ہے، دلبری، کینگرِ ایجادِ یک نگاہ
بالیدگی نیازِ قدرِ جائقِ آسَد

اے طفلِ خود معاملہ، قد سے عصا بلند!
ہے کوچہ ہاے نے میں، غبارِ صدا، بلند
مژگانِ بازماندہ سے، دستِ دعا، بلند
ہوتا ہے، ورنہ، شعلہٴ رنگِ حنا بلند
یک آسماں ہے، مرتبہٴ پشتِ پا، بلند
کارِ بہانہ جوتیِ چشمِ حیا بلند!
در ہر نفّس بقدرِ نفّس ہے، قبا، بلند

حسرتِ دستگہ و پائے تحمّل تا چند؟
ہے گلیمِ سیہِ بختِ پریشاں، کاکل
کو کب بخت، بجز روزنِ پردود نہیں
چشمِ بے خونِ دل، و دل تہی از جوشِ نگاہ
بزمِ داغِ طرب، و باغِ کشادِ پرِ رنگ
نالہٴ دامِ ہوس، و دردِ اسیری معلوم
جوہرِ آتش، فکرِ سخنِ موئے دماغ
سادگی، ہے عدمِ قدرتِ ایجادِ غنا
آسَد خستہ، گرفتارِ دو عالمِ اوہام

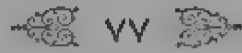
رگِ گردن، خطِ پیانہ بے مُل تا چند؟
موئکہ بافتنِ ریشہٴ سنبُل تا چند؟
عینکِ چشمِ جنوں، حلقہٴ کاکل تا چند؟
بزیاں عرضِ فسوںِ ہوسِ گل تا چند؟
شمع و گل تا کس؟ و پروانہ و بلبل تا چند؟
شرحِ برخود غلطیہاے تحمّل تا چند؟
عرضِ حسرت، پس زانوئے تامل تا چند؟
ناکسی، آتشِ نازِ توکل تا چند؟
مشکل آساں کنِ یک خلق، تغافل تا چند؟



ق، حاشیہ ق، فا

ہے کفس، تارِ شعاعِ آفتاب، آئینے پر
غافلان، غش جان کر، چھڑکے ہیں آب آئینے پر
بیدلوں کو ہے براتِ اضطراب آئینے پر
جوہرِ شمشیر کو ہے پیچ تاب آئینے پر
ہے تماشا، زشت رویوں کا عتاب آئینے پر
گر کرے یوں امر، نہی بو تراب، آئینے پر
رکھ دیا پہلو بوقتِ اضطراب آئینے پر؟

بسکہ مائل ہے وہ رشکِ ماہتاب آئینے پر
باز گشتِ جادہ پیامے رہِ حیرت کہاں؟
بدگماں کرتی ہے عاشق کو خود آرائی تری
نازِ خود بینی کے باعث، مجرمِ صد بیگناہ
مدعی، میری صفاے دل سے ہوتا ہے خجیل
سَدِ اسکندر بنے بہرِ نگاہِ گلرخاں
دل کو توڑا جوشِ یتیمی سے، غالب، کیا کیا؟



ق، فا

النبی، یکِ قیامت خاور آٹوٹے بدخشاں پر

دلِ خونیں جگر بے صبر، و فیضِ عشقِ مستغنی



ق، فا

لیا آئینے نے حرر پر طوطی پہنگ، آخر
ہوا، مہ، کثرتِ سرمایہ اندوزی سے تنگ، آخر
ہوا ناسورِ چشمِ تعزیت، زخمِ خدنگ، آخر

خطرِ نوخیز، نیلِ چشمِ زخمِ صافیِ عارض
۱۰ ہلال آسا تھی رہ، گر کشادہاں دل چاہے
تڑپ کر مر گیا وہ صیدِ بال افشاں کہ مضطر تھا

لکھی یاروں کی بدمستی نے میخانے کی پامالی
اسد، پری میں بھی آہنگِ شوقِ یار قائم ہے
ہوئی قطرہ فشانیہاے تم بارانِ سنگ، آخر
نہیں ہے نغمے سے خالی، خمیدہاے چنگ، آخر

۷۹

ق، قا

بیش، بسیِ ضبطِ جنوں، نوہار تر
قاتلِ بزمِ ناز، و دل از زخمِ در گداز
ہے کسوتِ عروجِ تغافل، کمالِ حسن
سعیِ خرام، کاوشِ ایجادِ جلوہ ہے
ہر گرد باد، حلقۂ فراقِ بیخودی
اے چرخ، خاکِ بر سرِ تعمیرِ کائنات
سمجھا ہوا ہوں عشق میں نقصان کو ڈال دہ
آئینہ داغِ حیرت، و حیرت شکنجِ یاس
دل، در گدازِ نالہ، نگہ آبیار تر
شمشیرِ آبدار، و نگہ آبدار تر
چشمِ سیہ، بمرگِ نگہ، سوگوار تر
جوشِ چکیدنِ عرق، آئینہ کار تر
جنونِ دشتِ عشق، تحیرِ شکار تر
لیکن بناے عہدِ وفا اُسٹوار تر
جتنا کہ نا امسید تر، امیدوار تر
سیاہِ یقرار، و اسدِ یقرار تر

۸۰

ق، قا

دیا یاروں نے یسہوشی میں درمان کا فریب، آخر
رگِ گل، جادۂ تارِ نگہ سے حدِ موافق ہے
غورِ ضبط، وقتِ نزعِ نوا یقرا ری سے
اسد کی طرح میری بھی، بغیر از صبحِ رخساراں
ہوا، سکتے سے، میں آئینۂ دستِ طیب، آخر
ملیں گے منزلِ الفت میں ہم اور عندلیب، آخر
نیازِ پرفشانی ہو گیا صبر و شکیب، آخر
ہوئی شامِ جوانی، اے دلِ حسرت نصیب، آخر

۲ الف. ج. پردے میں (۳۰۰ کاتب) - ۳ ب. ح. بکاء - ۱۳ الف. ق. ح. لظہ. یقرا رانہ - ب. ق. ح. لظہ. نیاز ہال
افشانی ہوا -

کہ وجدِ برق، جوں پروانہ، بالِ افشاں ہے خرمِ ن پر
کہ رشتہ باندھتا ہے پیرِ من انگشتِ سُوزن پر
رکھی بیجا بنائے خانۂ زنجیرِ شیون پر

فسونِ یکدلی ہے لذتِ یسدادِ دشمن پر
تکلف، خارِ خارِ التماسِ بیکساری ہے
یہ کیا وحشت ہے؟ اے دیوانے، پیش از مرگِ واویلا

عرق از خط چکیدہ، روغنِ مور
مردِ مک سے ہے خالِ بر لبِ گور
مڑہ، ہے ریشۂ رزِ انگور
نہیں شاہانِ حسن کا دستور
دشمنی ہے، وصال کا مذکور
ہے کہاں قیصر اور کہاں فقور؟
اے آسہ، ہے هنوز دلی دور

شیشۂ آتشیں، رخِ پُر نور
بسکہ ہوں بعدِ مرگ بھی نگران
بار لائی ہے دانہ ہاے سیرِ شک
ظلم کرنا گداے عاشق پر
دوستو، مجھ ستم رسیدہ سے
زندگانی پہ اعتمادِ غلط
کیجئے، جوں اشک، اور قطرہ زنی

ز

وہ سبزہ سنگ پر نہ اُگا، کوہکن، هنوز
ہے ربطِ مشک و داغِ سوادِ ختنِ هنوز

بیگانۂ وفا ہے ہواے چمنِ هنوز
یارب، یہ درد مند ہے کس کی نگاہ کا؟

زنجیرِ پا ہے رشتہ حُب الوطنِ ہنوز
یرونِ دل نہ تھی تپشِ انجمنِ ہنوز
سوزن میں تھا نہ ہفتہ گلِ پیرہنِ ہنوز

جوں جادہ، سر بکومے تنائے بیدلی
میں دور گردِ قربِ بساطِ نگاہ تھا
تھا مجھ کو خارِ خارِ جنونِ وفا، اسد

۸۴ ق، قا

زخمِ جگر ہے تشنہ لبِ دوختنِ ہنوز
کشتِ سپندِ صد جگر اندوختنِ ہنوز
در پردہ ہے معاملہ سوختنِ ہنوز
ہے شمعِ جادہ، داغِ تیروختنِ ہنوز
بزمِ طرب ہے پردگیِ سوختنِ ہنوز

میں ہوں سرابِ یک تپشِ آموختنِ ہنوز
اے شعلہ، فرصتے کہ سُویداے دل سے ہوں
فانوسِ شمع ہے کفنِ کشتگانِ شوق
مجنوں، فسوںِ شعلہ خرابیِ فسانہ ہے
کُو یک شرر؟ کہ سازِ چراغانِ کروں، اسد

۸۵ ق، حاشیہ ق، قا

نگاہِ عکسِ فروش، و خیالِ آئینہ ساز
نگاہِ قتبہ خرام، و درِ دو عالم باز
اُڑی ہے صفحہ خاطر سے صورتِ پرواز
کہ شیشہ نازک، و صہا ہے آبگینہ گداز
کہ کھینچیے پرِ طائر سے صورتِ پرواز

فریبِ صنعتِ ایجاد کا تماشا دیکھ
ہنوز، اے اثرِ دید، تگیِ رسوائی
ز بس کہ جلوۂ صیادِ حیرت آرا ہے
ہجومِ فکر سے دلِ مثلِ موج لرزاں ہے
اسد سے ترکِ وفا کا گہاں وہ معنی ہے

۴ و ۶ و ۷، قا ندارد۔ ۸ الف، ق و شعلہ ندارد۔ مگر مرتب ح نے اسے ظاہر نہیں کیا۔ ۸ الف، لط، گو یک۔ (سہو کاتب)۔
۱۲ الف، ق، ح، لط، لرزے۔ ب، ق، ح، لط، صہاے۔ ۱۳ ق میں اس پر دلا لاء لکھ کر دوسرا مقطع ہم
پہنچایا ہے، جو نوائے فروش میں آ رہا ہے۔

تخلوتِ سنگ میں ہے تالہ طلبگار ہنوز
دوریں در زدہ ہے رخسہ دیوار ہنوز
چشمِ شبنم میں نہ ٹوٹا مژہ خار ہنوز
جادہ، ہے واشدنِ پیچشِ طومار ہنوز
مژہ ہے شانہ کشِ طرہ گفتار ہنوز

داغِ اطفال ہے دیوانہ بکھسار ہنوز
خانہ ہے، سبیل سے، کھو کردہ دیدار ہنوز
آئی یک عمر سے معذور تماشا نرگس
کیوں ہوا تھا طرفِ آبلہ پا، یارب؟
ہوں خموشی چمنِ حسرتِ دیدار، اسد

ہے کفِ مشاطہ میں آئینہ گل ہنوز
حیرتِ آئینہ ہے جیبِ تامل ہنوز
مانگے ہے شمشاد سے شانہ سنبل ہنوز
سبیلِ استاد ہے ساغرِ بے مل ہنوز
شاخِ گلِ نغمہ ہے، نالہ بلبل، ہنوز
شیشہ بے بادہ سے چاہے ہے قلقل ہنوز

حسنِ خود آرا کو ہے مشقِ تغافل ہنوز
سادگیِ یک خیال، شوخیِ صد رنگ نقش
سادہ و پرکارتر، غافل و ہشیارتر
ساقی و تعلیمِ رنج، محفل و تمکین گراں
مُشغلِ ہوس در نظر، لیک حیا بیخبر
دل کی صدا سے شکست سازِ طرب ہے، اسد

غنجے میں دلتنگ ہے، حوصلہ گل، ہنوز
ہے مژہ خوابناک ریشہ سنبل ہنوز

چاکِ گریباں کو ہے ربطِ تامل ہنوز
دل میں ہے، سودا سے زلف، مستِ تغافل ہنوز

۳ الف، لط، طرب آبلہ - (سہو کاتب) - ۵ ب، قا، مز (سہو کاتب) - نیز دوسری جگہوں پر بھی ہیں املا اختیار کیا ہے -

ہے تسہِ بالِ پری بیضہٴ بلبلِ ہنوز
دامِ تسہِ سبزہ ہے حلقہٴ کاکل، ہنوز
جوہرِ افسانہ ہے عرضِ تحملِ ہنوز
شرِ جہتِ اسباب ہے وہرِ توکلِ ہنوز

پرورشِ نالہ ہے وحشتِ پرواز سے
عشقِ کینگاہِ درد، وحشتِ دلِ دورگرد
لذتِ تفسیرِ عشق، پردگیِ گوشِ دل
آئہٴ امتحان، نذرِ تغافل، اسد

۸۹

ق۔ ۵

آبائے پاکے ہیں یاں رفتار کو دندانِ عجز^۵
اے دلِ وائے جانِ ناز، اے دینِ وائے ایمانِ عجز
یاں ہجومِ عجز سے تا سجدہ ہے جولانِ عجز
عشق نے واکی ہے ہر یکِ خار سے مژگانِ عجز
ہے عرقِ ریزیِ آخجلت، جوشِ طوفانِ عجز
قامتِ خوبیاں، ہو محرابِ نیازستانِ عجز^{۱۰}
گردِ باد اس راہ کا، ہے عقدہٴ بیانِ عجز

کو پیابانِ تمنا و کجا جولانِ عجز؟
ہو قبولِ کم نگاہی، تحفہٴ اہلِ نیاز
بوسہٴ پا، انتخابِ بدگانیہاے حسن
حسن کو غنچوں سے ہے پوشیدہ چشمیہاے ناز
اضطرابِ نارسائی، مایہٴ شرمندگی
وہ جہاں مسند نشینِ بارگاہِ ناز ہو
بسکہ بے پایاں ہے صحراے محبت، اے اسد

۹۰

ق۔ ۶

تب سے ہے یاں دھنِ یار کا مذکورِ ہنوز
حسرتِ عرضِ تمنا میں ہوں رنجورِ ہنوز
پیرہن میں ہے غبارِ شررِ طورِ ہنوز
جلوۂ باغ ہے در پردہٴ ناسورِ ہنوز^{۱۵}

نہ بندھا تھا بدمِ نقشِ دلِ مورِ ہنوز
سبزہ ہے نوکِ زبانِ دھنِ گورِ ہنوز
صدِ تجلی کدہ ہے صرفِ جبینِ غسرت
زخمِ دل میں ہے نہاں غنچہٴ پیکانِ نگار

۳ ب، ح، تحمل - ۸ ب، ح، وہ نہ دارد (سہو کاتب) - ۹ اقف، ق، پہلے، موجد شرمندگی - مگر مرتب ح نے اسے ظاہر نہیں کیا۔

ہاتھ آیا نہیں یک دانہ انگور ہنوز
 سرخوش خواب ہے وہ زکسِ غمخور ہنوز
 نظر آتی نہیں صبحِ شبِ دیچور ہنوز

پا پر از آبلہ راہ طلبِ مے میں ہوا
گل کھلے، غنچے چٹکنے لگے اور صبح ہوئی
اے اسد، تیرگیِ بختِ سیہ ظاہر ہے

س



ف. ق.

وقفِ عرضِ عُقدہ ہاے متصل تارِ نفس
باندھتا ہے، رنگِ گل، آئینہ نا چاکِ قفس
ہے بصرِ اے تحسیر، چشمِ قربانی، جرس
ہے رگِ سنگِ فسانِ تیغِ شعلہ، خار و خس
پیچِ تابِ جادہ، ہے یاں جوہرِ تیغِ عسس
ظاہر، صیادِ ناداں ہے گر قنارِ ہوس

حاصلِ دلہستگی ہے عمرِ کوتاہ اور بس
کیوں نہ طوطیِ طبیعت نغمہ پیرائی کرے
اے ادا فہماں، صدا ہے تنگی فرصت سے خوں
تیز تر ہوتا ہے خشمِ تندخویاں عجز سے
سخنی راہِ محبت، منعِ دخلِ غیر ہے
اے اسد، ہم خود اسیرِ رنگ و بوئے باغ ہیں



شماره ۱۴۸۸

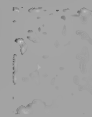
پیچ تابِ جادہ، ہے خطِ کفِ افسوس و بس
پیچکِ مہ، صرفِ چاکِ پردہِ فانوس و بس
کاسۂ زانو، ہے جھم کو بیضۂ طاؤس و بس
رامِ صحرا ہے حرم میں ہے، جرس، ناقوس و بس
غنجۂ خاطر رہا افسردگیِ مانوس و بس

۱۰ دشتِ الفت میں ہے خاکِ کشتگانِ محبوس و بس
نیم رنگیہا ہے شمعِ محفلِ خوباں سے ہے
ہے تصور میں نہاں سرمایۂ صد گلستاں
کفر ہے، غیر از وفور شوق، رہبرِ ڈھونڈھنا
یک جہاں گل، تختۂ مشقِ شکفتن ہے، اسد

۲ الف، قا، غنجه (سہو کتاب) - ۳ ب، قا، عقدہ ماے - ۵ ب، ح، بر چاک - ۸ ب، ق، ح، پیچ و تاب - ۹ الف، ق، خود ہم - ۱۰ ق، ح، پیچ و تاب - ۱۳ الف، ق، پہلے، گداز شوق، رہبر خواستن - ۱۴ الف، ق، پہلے - ۱۵ الف، ق، گل نختہ مشق شگفتن ہو گئے -

۹۳

ق، قا



کرتا ہے، یادِ بتِ رنگیں، دلِ مایوس
تھا خواب میں کیا جلوہ پرستارِ زلیخا؟
حیرت سے ترے جلوے کی، ازبسکہ، ہیں بیکار
دریافتنِ صحبتِ اغیار غرض ہے
ہے مشق، آس، دستگاہِ وصل کی منظور

رنگِ زِ نظر رفته، حناے کفِ افسوس
ہے بالِشِ دل سوختگاں میں، پرِ طاؤس
خور، قطرۂ شبنم میں ہے، جوں شمع بفسانوس
اے نامہ رساں، نامہ رساں چاہیے جاسوس
ہوں خاکِ نشیں از پے ادراکِ قدمبوس

۹۴

حاشیہ ق، قا

کب فقیروں کو رسائی بُتِ میخوار کے پاس؟ • تو بے بودیجیے میخانے کی دیوار کے پاس

ش

۹۵

ق، قا

ہوئی ہے بسکہ صرفِ مشقِ تمکینِ بہار، آتش
شرر، ہے رنگ، بعد اظہارِ تابِ جلوۂ تمکین
گدازِ موم ہے افسونِ ربطِ پیکرِ آرائی

باندازِ حنا، ہے رونقِ دستِ چنار آتش
کرے ہے سنگِ پر، خورشید، آبِ روئے کار آتش
نکالے کب، نہالِ شمع، بے تخمِ شرار آتش

۲ الف، ق، جلوہ نظر جوش۔ ۳ الف، ق، سے رخ دوست کی۔ ۴ الف، ق، پہلے، ز جوش اعتدال فصل = لظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلاح حاشیے میں کی گئی ہے۔ ۵ الف، ق، نہاویے بے گداز موم ربط پیکر افسوں = لظ میں حاشیہ ہے: داس شر میں نہاویے بے، کو کاٹ دیا گیا ہے، لیکن کوئی تصحیح نہیں کی گئی۔ لفظ وافسونہ کو نسخۂ حیدرہ والوں نے دَآراے لکھ دیا ہے۔ ب، ق، ح، نکالے کیا۔ لظ میں حاشیہ ہے: متن میں مصرع پہلے یونہی لکھا گیا، لیکن کسی نے نکالے کے بعد لفظ دکھا لکھ دیا اور واہ کو کاٹ کر دے بنا دیا ہے۔

اگر رکھتی نہ خاکستر نشینی کا غبار، آتش
یالِ شعلہٗ بیتاب ہے پروانہ زار، آتش
بلا گردانِ بے پروا خرامیہاے یار، آتش
اسد، حیدر پرستوں سے اگر ہووے دوچار آتش

آخیالِ دود، تھا سر جوشِ سوداے غلط فہمی
ہواے پرفشانی، برقِ آخر منہاے خاطر ہے
نہیں، برق و شرر، جز وحشت و ضبطِ تپید نہا
دھوئیں سے آگ کے، اک ابرِ دریا بار ہو پیدا

۹۲

ق. و

کہ ہے، دودِ چراغاں سے، ہیولاے مدادِ آتش
نہ باند ہے شعلہٗ آجواالہ غیر از گردِ باد، آتش
بتقریبِ نگار شہاے سطرِ شعلہ باد، آتش
نہو بالیدہ، غیر از جنبشِ دامنِ باد، آتش
شرارِ سنگِ بُت، ہر بنائے اعتقاد، آتش

۵ باقلیمِ سخن ہے جلوۂ گردِ سواد، آتش
اگر مضمونِ خاکستر کرے دیباچہ آرائی
کرے ہے لطفِ اندازِ برہنہ گوئیِ خوبان
دیا داغِ جگر کو آہ نے سامانِ شگفتن کا
اسد، قدرت سے حیدر کی، ہوئی ہر گہر و ترسا کو

ع

۹۷

ق. قا

شعلہٗ آوازِ خوبان پر، ہنگامِ سماع
بسکہ ہے وہ قبلۂ آئینہ محورِ اختراع
جوہرِ آئینہ ہے یار، گردِ میدانِ نزاع

۱۰ شمع سے ہے، بزم، انگشتِ تحبیر در دھن
جوں پرِ طاؤس، جوہر، تختہٗ مشقِ رنگ ہے
رنجشِ حیرت سرشتان، سینہ صافی پیشکش

۱ الف، لط، خیال دور - (سہو کاتب) - ۲ الف، لط، خاطر سے - (سہو کاتب) - ۳ الف، قا، دمنوی، (سہو کاتب) اور
حاشیے میں لکھا ہے: نسخۂ حیدرہ والوں نے دمنوی (سہو کاتب) کو دھوئیں سے بدل دیا ہے۔ ۸ الف، ق، نے رنگ
اور - ۹ ب، ق، ہی بر بنائے اعتقاد - ۱۱ ب، لط، بسکہ ہے وہ قبلۂ آئینہ محورِ اختراع - اور حاشیے میں لکھا ہے
کہ دگر، کو کاک کر دھو، بنایا ہے - عرشی عرض کرتا ہے کہ لط میں سہو دگر، کو دگر، لکھ دیا ہے - اسی طرح آئینہ
بھی آئینہ کی تصحیف ہے -

عقل کے نقصان سے اُلٹتا ہے خیالِ انتفاع
ورنہ کس کو میرے افسانے کی تابِ استماع؟

چار سوے دھر میں بازارِ غفلت گرم ہے
آشنا، غالب، نہیں ہیں دردِ دل کے آشنا

غ

۹۸

ق، قا

دیتا ہے اور، جوں گل و شبنم، بہارِ داغ
رکھتا ہے داغِ تازہ کا یاں انتظار، داغ
دیتی ہے، گرمیِ گل و بلبل، ہزارِ داغ
یوں عاشقوں میں ہے سبِ اعتبار، داغ
دیکھ اُس کو دل سے مٹ گئے بے اختیار، داغ
دکھلائے ہے مجھے دو جہاں لالہ زار، داغ

عشاق، اشکِ چشم سے دھوویں ہزارِ داغ
جوں چشم، باز ماندہ ہے ہر یکِ بسوے دل
بے لالہ عارضان مجھے گلگشتِ باغ میں
جوں اعتماد نامہ و خط کا ہو مہر سے
ہوتے ہیں عمو جلوۂ خور سے، ستارگان
وقتِ خیالِ جلوۂ حسنِ بتان، آسد

۹۹

ق، قا

ہے، زبانِ پاسبان، خارِ سرِ دیوارِ باغ
جنشِ موجِ صبا، ہے شوخیِ رفتارِ باغ
مردمِ چشمِ تماشا، نقطۂ پرکارِ باغ
ہے دلِ سردِ صبا سے، گرمیِ بازارِ باغ
نئے زبانِ غنچہ گوہا، نئے زبانِ خارِ باغ
زیرِ مشقِ شعر، ہے نقشِ از بے احضارِ باغ

بلبلوں کو دور سے کرتا ہے منعِ بارِ باغ
کون آیا جو چمنِ یتابِ استقبال ہے؟
میں ہمہ حیرت، جنوں یتابِ دورانِ خار
میں آتشِ رنگِ رخِ ہر گل کو بجھتے ہے فروغ
کون گل سے ضعف و خاموشیِ بلبل کہہ سکے؟
جوشِ گل، کرتا ہے استقبالِ تحریرِ آسد

۱۔ لٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ ق میں پہلے تھا، ورنہ نقصان تصور ہے۔
ق پہلے، در عالم تصور دوی۔ مگر مرتب ح نے اسے ظاہر نہیں کیا۔
۸ الف، ۹ الف، ق، ۱۰ بیت، بجائے دعو، ۱۱ الف،

ف

۱۰۰

ق، حاشیہ ق، قا

نامہ بھی لکھتے ہو، تو بَظَرِ غبار، حیف! ۵
 بیش از تفس، بتاں کے کرم نے وفا نکى
 تھی میرے ہی جلانے کو، اے آہِ شعلہ ریز
 گل، چہرہ ہے کسو خَفَقانی مزاج کا ۵
 ۵ ہیں میری مشتِ خاک سے اُس کو کُندورتیں
 بٹا، اسد، میں سرمۂ چشمِ رکابِ یار
 رکھتے ہو مجھ سے اتنی کُندورت، ہزار حیف!
 تھا محلِ نگاہ بدوشِ شرار، حیف!
 گھر پر پڑا نہ غیر کے کوئی شرار، حیف! ۵
 گھبرا رہی ہے بیمِ خزاں سے بہار، حیف!
 پائی جگہ بھی دل میں، تو ہو کر غبار، حیف! ۵
 آیا نہ میری خاک پہ وہ شہسوار، حیف!

۱۰۱

ق، حاشیہ ق، قا

عیسیٰ مہرباں ہے شفا ریز يك طرف
 سنجیدگی ہے ايك طرف رنجِ کوہکن
 خرمین یاد دادۂ دعویٰ ہیں، ہو، سو ہو
 ۱۰ مفتِ دل و جگر، خلشِ غمزہ ہاے ناز ۵
 ہر مو، بدن پہ شہرِ پرواز ہے مجھے
 يك جانب، اے اسد، شبِ فرقت کا بیم ہے
 درد آفریں ہے طبعِ الم خیز يك طرف
 خوابِ گرانِ خسروِ پرویز يك طرف
 ہم يك طرف ہیں، برقِ شریز يك طرف
 کاوشِ فروشیِ مژۂ تیز يك طرف ۵
 بیتابیِ دلِ تپش انگیز يك طرف
 دامِ ہوس ہے، زلفِ دلاویز، يك طرف

۱۲ قا میں ترتیب اشعار یوں ہے : ۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ الف، ح، کی - ۸ الف، ح، سنجیدگی ہے - (سہو کاتب) -
 ۹ ب ج، اك طرف (سہو کاتب) -

ک

۱۰۲

ق، قا

اس عمل میں عیش کی لذت نہیں ملتی، اسد زور نسبتِ مے سے رکھتا ہے، نصارا کا نمک

۱۰۳

ق، قا

تا قیامت شبِ فرقت میں گزر جائے گی عمر سات دن ہم یہ بھی بھاری ہیں، سحر ہوتے تک

۱۰۴

ق، حاشیہ ق، قا

آئے ہیں پارہ ہامے جگر درمیانِ اشک
ظاہر کرے ہے جنبشِ مژگاں سے مُدعا
میں وادیِ طلب میں ہوا جملہ تن عرق
رونے نے طاقت اتنی نہ پھوڑی کہ ایک بار
دل خستگان کو ہے طربِ صد چمن بہار
سیلِ بنامے ہستیِ شبیم ہے، آفتاب
ہنگامِ انتظارِ قدومِ بار، اسد
لایا ہے لعلِ بیش بہا، کاروانِ اشک
طفلانہ ہاتھ کا ہے اشارہ، زبانِ اشک
از بسکہ صرفِ قطرہ زنی تھا بسانِ اشک
مژگاں کو دوں فشار، بے امتحانِ اشک
باغِ بخسوں تپیدن، و آبِ روانِ اشک
چھوڑے نہ چشم میں، تپشِ دل، نشانِ اشک
ہے بر سرِ مژہ نگراں، دیدبانِ اشک

۲ ب، قا، ساتھ - ح، لط، ہوتے تک (سہو کاتب) - ۳ الف، عمدہ: ۹۲، اب میان - ۴ ب، قا، اشارا - ۵ ح میں یہ شعر پانچویں نمبر پر ہے - ۶ ب، قا، طپیدن - ۷ الف، ق پہلے، درحالِ انتظار - غالب نے درحالہ کو قلمزد کر کے اوپر اصلاح کی ہے - مگر مرتب ح نے اسے ظاہر نہیں کیا -

۱۰۵

ق، قا

جز ہر دست و بازوے قاتل، دعا نماگ
یعنی، دعا بجز خیم زلفِ دوتا نماگ
کاشانہ بسکہ تگ ہے، غافل، ہوا نماگ
جز پشتِ چشم، نخۂ عرضِ دوا نماگ
دشمنِ سمجھ، ولے نگہ آشنا نماگ
آئینہ دیکھ، جوہرِ برگِ دعا نماگ
سر پر، وبالر سایۂ بالِ ہما نماگ

اے آرزو شہیدِ وفا، خوں بہا نماگ
گناخیِ وصال، ہے مٹا طے نیاز
برہم ہے، بزمِ غنچہ، یک جنبشِ نشاط
عینی، طلسمِ حسنِ تغافل، ہے، زینہار
میں دور گردِ عرضِ رسومِ نیاز ہوں
نظارہ دیگر، و دلِ خونیں نفسِ دگر
یک بختِ اوج، نذرِ سبکباریِ اسد

ل

۱۰۶

ق، قا

غافلان، نقصان سے پیدا ہے کمال
روزی روشن، شامِ آن سو ہے خیال
ہے نہالِ شکوہ، ریحانِ خیال
عکسِ باغِ مہ، ہوا غرضِ یہ خیال
ورنہ تھا، خورشیدِ یک دستِ سوال

بدر، ہے آئینۂ طاقِ ہلال
ہے یادِ زلفِ مشکین سال و ماہ
بسکہ ہے اصلِ دمیدہا، غبار
صافِ رخ سے ترے، ہنگامِ شب
نور سے تیرے ہے اس کی روشنی

۱. ب. ج. برگِ حنا - ۲. الف. لط. سبک ساری - ۳. الف. ف. ح. صافی رخسار سے - ۴. ق. ح. باغِ شب - ۵. الف. ق. ح. اور حیدر سے ہے - ۶. ات کاٹ کر نیچے اصلاح کی ہے - ۷. مگر مرنب ح نے ات ظاہر نہیں کیا - ۸. ب. ق. ح. ورنہ ہے

شورِ حشر اُس قتنہ قامت کے حضور
سایہ آسا ہو گیا ہے پامال
ہو جو بلبل پیرو فکرِ آس
غنجہ منقارِ گل ہو زیرِ بال

۱۰۷

ق

ہر عضو غم سے ہے شکن آسا شکستہ دل
ہے سرنوشت میں رقمِ واشکستگی
امواج کی جو یہ شکنیں آشکار ہیں
ناسازیِ نصیب، درشتیِ غم سے ہے
ہے سنگِ ظلمِ چرخ سے میخانے میں، آس
جوں زلفِ یار، ہوں میں سراپا شکستہ دل
ہوں، جوں خطِ شکستہ، بہرجا شکستہ دل
• ہے چشمِ اشک ریز سے، دریا، شکستہ دل
اُمید نا اُمید، و تمنا شکستہ دل
صیبا قتادہ، خاطر، و مینا شکستہ دل

۱۰۸

ق، فا

ہوں، بوخت، انتظار آوارۂ دشتِ خیال
ہے تفس پروردہ، گلشن، کس ہوائے بام کا؟
ہم غلط سمجھے تھے، لیکن زخمِ دل پر رحم کر
یکسی افسردہ ہوں، اے ناتوانی، کیا کروں؟
شکوہ درد، و درد داغ، اے بیوفا، معنور رکھ
عرضِ دردِ بیوفائی، وحشتِ اندیشہ ہے
اس جفا مشرب پہ عاشق ہوں کہ سمجھے ہے، آس
اک سفیدی مارتی ہے دور سے، چشمِ غزال
طوقِ قمری میں ہے، سروِ باغ، ریحانِ سفال
آخر اس پردے میں تو ہنستی تھی، اے صبحِ وصال^{۱۰}
جلوۂ خورشید سے ہے گرم، پہلوئے ہلال
خون بہائے یک جہاں اُمید ہے، تیرا خیال
خون ہوا دل تا جگر، یارب، زبانِ شکوہ لال
مالِ سنی کو مباح اور خونِ صوفی کو حلال

۱۰ ب، عمدہ: ۹۳، خون زائد کو مباح اور مال صوفی کو حلال۔

ظاہرا ہے اس چمن میں لالِ مادرزاد گل
غنجے سے منقارِ بلبل وار ہو فریاد گل
شمع ساں ہو جائے قطرِ خامۂ بہزاد، گل
شاخِ گل میں ہو نہاں، جوں شانہ در شمشاد، گل
ہے شرارِ تیشہ، بہر تربتِ فرہاد، گل
لختِ دل سے لاوے ہے شمعِ خیال آباد، گل
غنجۂ پیکانِ شاخِ ناوکِ صیاد، گل
شمعِ خلوتخانہ کیجے، ہرچہ بادا باد، گل
حسرتیں کرتی ہے، میری خاطرِ آزاد، گل

بہرِ عرضِ حالِ شبنم سے رقمِ ایجاد گل
گر کرے انجام کو آغاز ہی میں یاد، گل
گر بزمِ باغ کھینچے نقشِ روئے یار کو
دستِ رنگیں سے جو رخ پر وا کرے زلفِ رسا
۱۰ سمیِ عاشق ہے فروغِ افزائے آبِ روئے کار
ہے، تصور، صافیِ قطعِ نظر از غیرِ یار
گلشنِ آبادِ دلِ مجروح میں ہو جائے ہے
برقِ سامانِ نظر ہے، جلوۂ بیکارِ حسن
خاک ہے عرضِ بہارِ صد نگارستان، آسد

۱۰ ہے چمن سرمایۂ بالیدنِ صد رنگ، دل
ہے شررِ موہوم، اگر رکھنا ہووے سنگِ دل
عقدہ ساں ہے کیسۂ زر پر خیالِ تنگدل
کس قدر ہے نشہ فرسائے نثارِ بنگ، دل
کھینچتا ہے آج نالے خارج از آہنگ، دل
ظاہرا رکھتا ہے آئینہ اسیرِ زنگِ دل

۱۰ گرچہ ہے یک بیضۂ طاؤس آسا تنگ، دل
بیدلوں سے ہے، تپشِ جوں خواہشِ آب از سراب
رشتۂ فہمیدِ مُسک ہے بہ بندِ کوتاہی
ہوں ز پا افتادۂ اندازِ یادِ حسنِ سبز
شوقِ بے پروا کے ہاتھوں، مثلِ سازِ نادرست
۱۵ اے آسد، خاموش ہے طوطیِ شکرگفتارِ طبع

۱ الف، ح شبنم ہے - ۹ ب، ق پہلے، آرزوئیں کرتی ہیں - مگر مرتب ح نے اسے ظاہر نہیں کیا - ح، حسرتیں کرتی ہیں
۱۱ ب، ق پہلے، شررِ معلوم، اصلاح در حاشیہ - ح، نہوے - ۱۲ الف، قا، شوقِ پروا (سہو کاتب) -

دیوانگاں کا چارہ فروغ بہار ہے ہے شاخ گل میں، پنچہ خوباں، بجائے گل
مڑگاں تلک رسائی بخت جگر کہاں؟ اے واہ! گر نگاہ نہو آشنائے گل

م

اثر کندی فریادِ نارسا معلوم غبارِ نالہ، کہیں گاہِ مُدعا معلوم
بقدرِ حوصلہ عشق جلوہ ریزی ہے وگرنہ خانہ آئینہ کی آفا معلوم
بہار، درِ گروِ غنچہ، شہرِ جولان ہے طلسمِ ناز، بجز تنگیِ قبا معلوم
طلسمِ خاک، کہیں گاہِ یک جہاں سودا بمرگ، تکیہ آسائشِ قبا معلوم
تکلف، آئنے دو جہاں مدارا ہے سراغِ یک نگہِ قہر آشنا معلوم
اسد فریفتہ انتخابِ طرزِ جفا وگرنہ دلبریِ وعدہ وفا معلوم

بسکہ ہیں بدمستِ بشکنِ بشکنِ میخانہ ہم موئے شیشہ کو سمجھتے ہیں خطِ پیانہ ہم
بسکہ ہر یک موئے زلف، افشان سے، ہے تارِ شعاع پنچہ خورشید کو سمجھتے ہیں دستِ شانہ ہم
ہے فروغِ ماہ سے، ہر موج، اک تصویرِ چاک سیل سے، فریش کتاں کرتے ہیں تا ویرانہ ہم

۱ ب، ح میں ہر قافیے کی پائے اضافت پر مزہ ہے۔ ۱۱ الف، ق پہلے، نقشید خاک ہے موج از فروغ ماہتاب۔ اس پر دلائل لکھ کر حاشیے میں اصلاح کی گئی ہے ق، ح، یک، ج، و لط، خاک۔

آشنا تعمیرِ خوابِ سبزہ بیگانہ ہم
جوں زبانِ شمع، داغِ گرمیِ افسانہ ہم
سنبلیِ بالیدہ کو موئے سرِ دیوانہ ہم
چپکے چپکے جلتے ہیں، جوں شمعِ خلوتخانہ، ہم
برفشانِ سوختن ہیں، صورتِ پروانہ، ہم

مشقِ از خود رفتگی سے، ہیں بگلزارِ خیال
فرطِ بیخوابی سے، ہیں شبہائے ہجرِ یار میں
جاتے ہیں، جوشِ سوداے زلفِ یار میں
بسکہ وہ چشم و چراغِ محفلِ اغیار ہے
و شامِ غم میں، سوزِ عشقِ آتشِ رخسار سے

۱۱۴

ق، قا

شعلہ ہا نذرِ سمندر، بلکہ آتش خانہ ہم
دو جہاں حشرِ زبانِ خشک ہیں، جوں شانہ، ہم
عالمِ آبِ گدازِ جوہرِ افسانہ، ہم
تگرِ بالیدن ہیں، جوں موئے سرِ دیوانہ، ہم

رہتے ہیں افسردگی سے سخت بیدردانہ، ہم
حسرتِ عرضِ تمنا یاں سے سمجھا چاہیے
کشتیِ عالمِ بطوفانِ تغافل دے، کہ ہیں
وحشتِ بیربطیِ پیچ و خمِ ہستیِ ہوجھ

۱۱۵

ق، قا

رقیبِ تمناے دیدار ہیں ہم
عبثِ محملِ آراے رفیق ہیں ہم
کہ ضبطِ تپش سے شرکار ہیں ہم
نگہبانِ دلہائے اغیار ہیں ہم
بہارِ آفرینا، گنہگار ہیں ہم

از انجا کہ حسرت کشِ یار ہیں ہم
رسیدن، گلِ باغِ واماندگی ہے
تفسِ ہونہ معزولِ شعلہ دُرودن
تغافل، کمین گاہِ وحشت شناسی
تماشاے گلشنِ تمناے چیدن

۵ الف، ق پہلے، شمع رویاں سے، اسد - لظ میں سپرآ دوسرا

۱۲ ب، ق اور قا کے کاتب نے سپرآ دہار آریں لکھا

۵ ب، لظ، چپکے جانتے ہیں (-سہ کاتب) - ق، ماتم خانہ -

مصرع نوائے روش کا لکھ، دیا ہے - ۱۱ ب، ح، محفل -

تھا - غالب نے دونوں جگہ اپنے فلم سے آفرینا بنایا ہے -

نہ ذوقِ گریبان، نہ پروا ہے داماں
نکہ آشنائے گل و خار ہیں ہم
اسد، شکوہ کفر، و دعا ناپاسی
ہجومِ تما سے لاچار ہیں ہم

۱۱۶

ق. قا

جس دم کہ جادہ وار ہو تارِ نفس تمام
کیا دے صدا؟ کہ کلفتِ گم گشتگان سے، آم!
ڈرتا ہوں کوچہ گردی بازارِ عشق سے
اے بالِ اضطراب، کہاں تک فسر دگی؟
گزرا جو آشیان کا تصور بوقتِ بند
کرنے پائے ضعف سے شورِ جنوں، اسد
پیمائشِ زمینِ رہِ عمر بس تمام
ہے سرمہ، گردِ رہ، بگلوے جرس تمام
ہیں، خارِ راہ، جوہرِ تیغِ عس تمام
یک پرزدن تیش میں ہے، کارِ قص تمام
مژگانِ چشمِ دام ہوئے، خار و خس تمام
اب کے، بہار کا یوہیں گزرا برس تمام

ن

۱۱۷

ق. قا

خوش و خوشی کہ عرضِ جنوںِ فنا کروں
گر بعدِ مرگ و حشتِ دل کا گلا کروں
آہِ بیکار، کہ کس سے خرام سے
حسوسِ افساد کی! کہ بصرِ اے انتظار
جوں گردِ راہ، جامۂ ہستی قبا کروں
موجِ غبار سے پر یک دشتِ وا کروں
دستِ گردِ شاخِ گلِ نفسِ پا کروں
جوں جادہ، گردِ رہ سے نکہ سرمہ سیا کروں

۱۰ الف، ح، الف - ۸ ب، ح، بونہی - ۱۱ الف، ح، کلا - ۱۲ الف، ح، الف (سہرکاتب) - ۱۳ الف، ح، الف (سہرکاتب) - ۱۴ الف، ح، الف (سہرکاتب) - ۱۵ الف، ح، الف (سہرکاتب) - ۱۶ الف، ح، الف (سہرکاتب) - ۱۷ الف، ح، الف (سہرکاتب) - ۱۸ الف، ح، الف (سہرکاتب) - ۱۹ الف، ح، الف (سہرکاتب) - ۲۰ الف، ح، الف (سہرکاتب)

درد اور یہ کہیں کہ رہِ نالہ وا کروں
وحشتِ بداغِ سایۂ بالِ ہما کروں
تیغِ ستم کو پشتِ خیمِ التجا کروں
افشاں، غبارِ سرمہ سے، فردِ صدا کروں

صبر اور یہ ادا کہ دل آوے اسیرِ چاک
وہ بیدماغِ متّ اقبال ہوں کہ میں
وہ التماسِ لذتِ بیداد ہوں کہ میں
وہ رازِ نالہ ہوں کہ بشرحِ نگاہِ عجز

۱۱۸ ق. قا

ایسا عیاں گسیختہ آیا کہ کیا کہوں
اختر کو داغِ سایۂ بالِ ہما کہوں
اب طائرِ پریدہ رنگِ حنا کہوں
مژگاں کہوں کہ جوہرِ تیغِ قضا کہوں
آئینۂ خیال کو طوطی نما کہوں
ہے عجزِ بندگی، کہ علی کو خدا کہوں

آئو کہوں کہ، آہ، سوارِ ہوا کہوں؟
اقبالِ کلفتِ دلِ بیدعا رسا
مضمونِ وصلِ ہانہ نہ آیا، مگر اُسے
دزدیدنِ دلِ ستم آمادہ ہے بحال
طرزِ آفرینِ نہ کہنے سرائیِ طبع ہے
غالب، ہر تہہ فہمِ تصور سے کچھ پرے

۱۱۹ ق. قا

کہ آمو کو پابندِ رم دیکھتے ہیں
مژہ کو جواہرِ رقم دیکھتے ہیں

کسو کو زخود رستہ کم دیکھتے ہیں
خطِ لختِ دل یک قلم دیکھتے ہیں

۱ ب، لط، اور یہ کہیں (سہو کاتب) - ۹ الف، قا، طرزِ افسرین (سہو کاتب) - ۱۰ ب، ق، ح، جو علی - ۱۱ الف، لط، کسی
کو از خود رختہ (سہو کاتب) -

۱۲۰ ق. قا

کہ پریزادِ نظر، قابلِ تسخیر نہیں
تیرا ترکش ہی کچھ آہستی تیر نہیں
جس کا دیوان کم از گلشنِ کشمیر نہیں

آئینہ دام کو سبزے میں چھپاتا ہے عث
مثلِ گل، زخم ہے میرا بھی سناں سے توأم
من مسیر کے شعر کا احوال کہوں کیا، غالب؟

۱۲۱ ق. قا

دیوانگان کو واں ہوسِ خاماں نہیں
برگِ حنا مگر مژہ خونِ قشاں نہیں
اشکِ سحاب، جز بوداعِ خزاں نہیں
طاقت، حریفِ سختیِ خوابِ گراں نہیں
یہ گردِ وہم جز بسِ امتحاں نہیں
اے آگہی، فریبِ تماشا کہاں نہیں
اے دلفسردہ، طاقتِ ضبطِ فغاں نہیں

جس جا کہ پائے سیرِ بلا دریاں نہیں
کس جرم سے ہے چشمِ تجھے حسرتِ قبول
ہر رنگِ گردشِ آئینہ ایجادِ درد ہے
جز عجز کیا کروں بتمائے یخودی؟
عسرت سے پوچھ دردِ پریشانیِ نگاہ
گلِ غنچگی میں غرقۂ دریاے رنگ ہے
برقِ بچانِ حوصلہ آتشِ فگنِ اسد

۱۲۲ ق. قا

اشکِ چشمِ دام ہے، ہر دانۂ صیادِ یان
نیشِ زنبورِ غسل، ہے تشرِ قصّادِ یان
ہے، زرِ گل بھی، نظر میں جوہرِ فولادِ یان

ہے ترّحّمِ آفریں، آرایشِ بیدادِ یان
ہے، گدازِ موم، اندازِ چکیدنِ ہاے خون
ناگوارا ہے ہمیں، احسانِ صاحبِ دولتان

کتریں مزدورِ سنگیں دست ہے، فرہاد، یاں
ہے تماشا کردنی گلچینی۔ جلاد، یاں

جنبشِ دل سے ہوئے ہیں، عقدہ ہائے کار، وا
قطرہ ہائے خونِ بسملِ زیبِ داماں ہیں، اسد

۱۲۳

ق. قا

رہے یاں، شوخیِ رفتار سے، پا آستانے میں
گلِ اقبالِ خس ہے، چشمِ بلبل، آشیانے میں
کہ طوطیِ قفلِ زنگِ آلودہ ہے آئینہ خانے میں
پر پروازِ زلفِ ناز ہے ہد کے شانے میں
نمد درآب ہے۔ اے سادہ پرکار، اس بہانے میں
کہ یاں گم کر جبینِ سجده فرما آستانے میں

سِرِ شکِ آشفہ سر تھا قطرہ زن مڑگاں سے جانے میں
ہجومِ مژدہ دیدار، و پروازِ تماشاہا
ہوئی یہ بیخودی چشم و زبان کو تیرے جلوے سے
ترے کوچے میں ہے، مشاطہ و اماندگی، قاصد
کجا معزولی آئینہ؟ کو ترکِ خود آرائی؟
بحکمِ عجز، ابرو سے مہِ نو حیرت ایما ہے

۱۲۴

ق. قا

ہوئے ہیں بخیہ ہائے زخم، جوہر تیغِ دشمن میں
سوادِ داغِ مرہم، مردمک ہے چشمِ سوزن میں
ہوا ہے، جوہر آئینہ، خیلِ مورِ آخرمین میں

فروں کی دوستوں نے حرصِ قاتلِ ذوقِ کشتن میں
تماشا کردنی ہے لطفِ زخمِ انتظار، اے دل
دل و دین و خرد، تاراجِ نازِ جلوہ پیرائی

۱۲۵

ق. قا

میرے ہاتھوں کو جدا باندھتے ہیں
شوق کو پا بچنا باندھتے ہیں

پاتو میں جب وہ حنا باندھتے ہیں
حسنِ افسردہ دلیہا رنگیں

۵ الف، لط، زیاں (سہو کاتب)۔

۴ الف، لط، دیدار پرواز (سہو کاتب)۔

۲ ب، لط، جلاؤ (سہو کاتب)۔

۱۰ ب، ح، لط، سویدا (سہو کاتب)۔

۶ ب، ح، باز (سہو کاتب)۔

ب، لط، رنگے (سہو کاتب)۔

وہ جو کاغذ میں دوا باندھتے ہیں
چشم زنجیر کو وا باندھتے ہیں
آپ مسجد میں گدھا باندھتے ہیں
دستِ شانہ پہ آقا باندھتے ہیں

تیرے بیمار پہ ہیں فریادی
قید میں بھی ہے، اسیری، آزاد
شیخ جی، کبے کا جانا معلوم
کس کا دل زلف سے بھاگا؟ کہ آسد

۱۲۶ ق. قا

جانشینِ جوہرِ آئینہ ہے، خارِ چمن
قالبِ گل میں ڈھلی ہے خشتِ دیوارِ چمن
جوہرِ آئینہ، ہے یاں نقشِ احضارِ چمن
ہے، کلاہِ نازِ گل، ہر طاقِ دیوارِ چمن
یوسفِ گل جلوہ فرما ہے پیازارِ چمن
چشمِ دریا بار ہے میر آبِ سرکارِ چمن

صاف ہے از بسکہ عکسِ گل سے، گلزارِ چمن
نہ ہے نزاکت بسکہ فصلِ گل میں معمارِ چمن
تیری آرایش کا استقبال کرتی ہے بہار
بسکہ پانی یار کی رنگیں ادائی سے شکست
وقت ہے، مگر بلبلِ مسکین زلیخائی کرے
وحشت افزا گریہ ما موقوفِ فصلِ گل، آسد

۱۲۷ ق. قا

خواہیدہ بحیرتکدہ داغ ہیں آہیں
جوں دود، فراہم ہوئیں روزن میں نگاہیں
ہیں داغ سے معمور، شقایق کی کلاہیں
آئینے کے پایاب سے اتری ہیں سپاہیں

جوں مردمکِ چشم میں ہوں جمع، نگاہیں
پھر حلقہ کا کل میں پڑیں دید کی راہیں
پایا سرِ ہر ڈرہ، جگر گوشہ وحشت
کس دل پہ ہے عزمِ صفِ مژگانِ خود آرا؟

۱۱ الف، ح، سے
۱۲ الف، ق، ح، دریا ریز ہے -
۱۳ ب، لط، نگاہیں (سہو کاتب) -
۱۴ الف، لط، کو جانا -
۱۵ ہوں (سہو کاتب) -
۱۶ الف، ق، پڑی (سہو کاتب) -
۱۷ الف، لط، دل سے ہے -
۱۸ الف، ح، سے
۱۹ ق، ح، سے
۲۰ الف، ح، سے

دیر و حرم، آئینہ تکرارِ تما
 بہ مطلع، آسد، جوہرِ افسونِ سخن ہو
 واما ندگیِ شوق تراشے ہے پناہیں
 گر عرضِ تپاکِ نفسِ سوختہ چاہیں
 کھینچوں ہوں سوداے دلِ چشم سے آہیں

۱۲۸

ق. قا

تن بہ بندہ ہوس در ندادہ رکھتے ہیں
 ۵ تمیزِ زشتی و نیکی میں لا کم باتیں ہیں
 برنگِ سایہ، ہمیں بندگی میں ہے تسلیم
 براہِ داد، رگِ گردن، ہے رشتہ زُنا ر
 معافِ بیہودہ گوئی ہیں ناصحانِ عزیز
 برنگِ سبزہ، عزیزانِ بدزبان یکدست
 دلِ زی کارِ جہاں اوفسادہ رکھتے ہیں
 بعکسِ آئینہ، یک فردِ سادہ رکھتے ہیں
 کہ داغِ دلِ بچین کشادہ رکھتے ہیں
 سرِ پایے بے ناہادہ رکھتے ہیں
 دلِ بدستِ نگارے ندادہ رکھتے ہیں
 ہزار تیغِ بڑھرا ب دادہ رکھتے ہیں

۱۲۹

ق. قا

۱ طاؤسِ قحط، داغ کے گر رنگ نکالوں
 کو تیزی رفتار؟ کہ صحرا سے زمیں کو
 دامنِ شفق، طرفِ نقابِ مو نو ہے
 کیفیتِ دیگر ہے، فشارِ دلِ خسوین
 پیمانہ وسعتِ شوق ہوں، اے رشک
 یک فردِ نسب نامہ نیرنگ نکالوں
 جوں قسریِ بسمل، نیشِ آہنگ نکالوں
 ناخن کو جگر کاوی میں پرنگ نکالوں
 یک غنچہ سے صد خمِ مے گلرنگ نکالوں
 محفل سے مگر شمع کو دلتگ نکالوں

۱ ب. قا، تراشے ہیں (سہو کاتب) - ۲ الف، لط، سخن ہو - ب. ق، ہم، جگر سوختہ - ۳ الف، ح، حیرت کن -
 ۴ ب، ح، سرے - قا، پایے پایے بت ناہادہ (سہو کاتب) - ۵ الف، ح، بیہودہ گوئی (سہو کاتب) - ب، ح، دے (سہو کاتب) -
 ۱۲ الف، ح، وہ نوے (سہو کاتب) - ۱۳ ب، قا، شمع سے (سہو کاتب) -

صحرا کو بھی گھر سے کٹی فرسنگ نکالوں
کس پردے میں فریاد کی آہنگ نکالوں؟

گر ہو بے لیدر شوق مری خاک کو وحشت
فریاد! آس، غفلتِ رسوائیِ دل سے

۱۳۰

ق. قا

میں خار ہوں، آتش میں چبھوں، رنگ نکالوں
کس پردے میں فریاد کی آہنگ نکالوں؟
ہر چند بقصدِ دلِ تنگ نکالوں
جوں ذرہ، صد آئینہ یزنگ نکالوں
پھر شیشے سے عطرِ شررِ سنگ نکالوں
تصویر کے پردے میں مگر رنگ نکالوں
گر دیدہ ہو دلِ صالح کریں، جنگ نکالوں

کیا ضعف میں اُمید کو دانتگ نکالوں؟
نئے کوچہ رسوائی و زنجیرِ پریشان
یک تشو و نما جا نہیں جولانِ ہوس کو
گر جلوة خورشید خریدارِ وفا ہو
افسردہ تمکین ہے، نفسِ گرمیِ احباب
ضعف، آئینہ پردازیِ دستِ دگراں ہے
ہے غیرتِ الفت کہ، آس کی ادا پر

۱۳۱

ق. حاشیہ ق. قا

شامِ خیالِ زلف سے صبحِ دمیدہ ہوں
مُخخانہ جنوں میں دماغِ رسیدہ ہوں
تسبیحِ اشکبارے ز میڑگاں چکیدہ ہوں
خارِ الم سے پشتِ بدنِ گزیدہ ہوں

سودائے عشق سے دمِ سرد کشیدہ ہوں
دورانِ سر سے گردشِ ساغر ہے مُتّصل
کی، مُتّصل ستارہ شماری میں عمر، صرف
ن ظاہر ہیں میری شکل سے افسوس کے نشان

۱ الف و ج: کس ضعف (سہو کتاب) - ۲ ب، ق، اے قالہ، میں کس پردے میں - ۳ الف، ق، ح، یک جلوة - ۴ ب، ح، ذرہ
صد آئینہ یزنگ (سہو کتاب) - ۵ ا، ق، میں یہ شعر تیسرے نمبر پر ہے - ۶ ب، ق، ح، قالہ، جوں شانہ پشت دست - موجودہ متن
و دیوان غالب، حسرتِ ایڈیشن سے نقل کیا گیا ہے جو گلِ رضا پر مبنی ہے -

میں عندلیبِ گلشنِ نا آفریدہ ہوں
مضربِ تارہائے گلوے بُریدہ ہوں
خونابہِ ہلاہلِ حسرتِ چشیدہ ہوں
لیکن، اسد، بوقتِ گزشتنِ جریدہ ہوں

ہوں گرمیِ نشاطِ تصور سے نغمہ سنج
دیتا ہوں کشتگان کو سخن سے سرِ تپش
ہے جنبشِ زبانِ بدھنِ سختِ ناگوار
جوں بوئے گل، ہوں گرچہ گراں بارِ مُشتِ زر

۱۳۲

ق، حاشیہ ق، فا

خود آشیانِ طائرِ رنگِ پریدہ ہوں
پا بے ہوسِ بدامنِ مژگانِ کشیدہ ہوں
لیکن عبث کہ شبمِ خورشیدِ دیدہ ہوں
اے بیخبر، میں نغمہِ چنگِ خمیدہ ہوں
ماتِ سدِ موجِ آب، زبانِ بُریدہ ہوں
یارب، میں کس غریب کا بختِ رمیدہ ہوں
پا بے نگاہِ خلقِ میں خارِ خلیدہ ہوں
یعنی کہ بندہِ بدرمِ ناخریدہ ہوں

۹ خوں در جگر نہفتہ، بزدی رسیدہ ہوں
ہے دستِ ردِ بسیرِ جہاں، بستنِ نظر
میں چشمِ وا کشادہ، و گلشنِ نظرِ فریب
تلم سے یہ نالہِ موزوں ہوا حصول
پیدا نہیں ہے اصلِ تگ و تازِ جستجو
۱۰ سر پر مرے وبالِ ہزار آرزو رہا
میں بے ہنر کہ جوہرِ آئینہ تھا، عبث
میرا نیاز و عجز تھے مفتِ بتاں، اسد

۱۳۳

ق، فا

وگر نہ کیجیے جو ذرہ عریاں، ہم نمایاں ہیں
برنگِ ریشہِ تاك، آبلے، جادے میں پنہاں ہیں

بقدرِ لفظ و معنی، فکرتِ احرامِ گریباں ہیں
عروجِ نشہ و اماندگیِ پیانہ محمل تر

بوحشگاہِ امکانِ اتفاقِ چشمِ مشکل ہے
نہ انشا معنی مضمون، نہ املا صورتِ موزون
طیلسمِ آفرینش، حلقہٴ یکِ بزمِ ماتم ہے
یہ کس بے مہر کی تمثال کا ہے جلوہ سیمائی
مگر آتش ہمارا کوکبِ اقبال چمکاوے
اسد، بزمِ تماشا میں تغافل پردہ داری ہے

مہ و خورشید باہم سازِ یکِ خوابِ پریشان ہیں
عنایت نامہ ہائے اہلِ دنیا، ہرزہٴ عنوان ہیں
زمانے کے شبِ یلدا سے، موہے سر پریشان ہیں
کہ مثلِ آذرہ ہائے خاک، آئینےٴ پرافشان ہیں
وگرنہ، مثلِ خارِ خشک، مردودِ گاستان ہیں
اگر ڈھانپے۔ تو آنکھیں ڈھانپ، ہم تصویرِ عریاں ہیں

۱۳۴ ق، ق

مرگِ شیریں ہو گئی تھی کوہکن کی فکر میں
فرصتِ یکِ چشمِ حیرت، کشِ جہتِ آغوش ہے
وہ غریبِ وحشتِ آبادِ نسلی ہوں، جسے
سایہٴ گلِ داغ، و جوشِ نکبتِ گلِ موجِ دود
قالِ ہستی، خارِ خارِ وحشتِ اندیشہ ہے
غفلتِ دیوانہ جسز تمہیدِ آگاہی نہیں
بجھ میں اور بچنوں میں، وحشت سازِ دعوا ہے، اسد

تھا، حریرِ سنگ سے، قطعِ کفن کی فکر میں
ہوں، سپند آسا، وداعِ انجمن کی فکر میں
کوچہ دے ہے زخمِ دل، صبحِ وطن کی فکر میں
رنگ کی گرمی ہے تاراجِ چمن کی فکر میں
شوخیِ سوزن ہے ساماں پرہن کی فکر میں
مغزِ سر، خوابِ پریشان ہے سخن کی فکر میں
برگِ برگِ یسد ہے ناخنِ زدن کی فکر میں

۱۳۵ ق، ق

اے نوا سازِ تماشا، سرِ بکف جلتا ہوں میں
شمع ہوں، لیکن پا درِ رفته خارِ جستجو

یک طرف جلتا ہے دل، اور یک طرف جلتا ہوں میں
مدعا گم کردہ، ہر سو ہر طرف جلتا ہوں میں ۱۵

۱۲ ق میں یہ شعر دیہ کس بے مہر کے بعد ہے ۔ م الف، ق، یہ کس ناہید ۔ ۱۰ الف، ح، موج دود (سہو کاتب) ۔
۱۳ الف، ق، تماشا (سہو کاتب) ۔ ب، ح، ایک طرف (ہر دو جا) ۔

بے تکلف آپ پیدا کر کے تَف جلتا ہوں میں
جوں چراغانِ دوالی، صَف بصف جلتا ہوں میں
بے محل، اے مجلس آرا، بے تحف، جلتا ہوں میں

ہے، مَساسِ دستِ افسوس، آتش انگیزِ تپش
ہے تماشا گاہِ سوزِ ناز، ہر یك عضوِ ش
شمع ہوں، تو بزم میں جا پاؤں غالب کی طرح

۱۳۶

ق، قا

برنگِ جادہ، سرِ کوئے یار رکھتے ہیں
جنونِ حسرتِ یك جامہ وار رکھتے ہیں
ہم ایک میکدہ دریا کے پار رکھتے ہیں
یہ ایک پیرہنِ زرتکار رکھتے ہیں
گرشتگان، اثرِ انتظار رکھتے ہیں
ہزار دل پہ ہم ایک اختیار رکھتے ہیں
ہزار دل پہ وداعِ قرار رکھتے ہیں
ہسانِ دشت، دلِ پُر غبار رکھتے ہیں

فادگی میں قدم اُستوار رکھتے ہیں
برہنہ مستیِ صبحِ بہار رکھتے ہیں
طیسمِ سستیِ دل آن سوئے ہجومِ سریشک
ہمیں، حریرِ شرربافِ سنگ، خلعت ہے
نگاہِ دیدہٴ نقشِ قدم ہے، جادہٴ راہ
دوا ہے، گریبہٴ ییاک، ضبط سے تسبیح
اساطیرِ ہیچ گئی میں، برنگِ ریگِ روان
جنونِ فرقتِ یارانِ رفتہ ہے، غالب

۱۳۷

ق، قا

چراغانِ تماشا چشمِ صد ناسور ملتے ہیں
سمندر کو پر پروانہ سے کافور ملتے ہیں
سحر گاہِ اے رنگِ چند چشمِ کور ملتے ہیں
دلِ آئینہ زیرِ پائے خیلِ مور ملتے ہیں

بغلاتِ طرِ گل، ہم آگہیِ مخمور، ملتے ہیں
رہا کس جرم سے میں بقرارِ داغِ مبطرحی؟
چمن، نامحرمِ آگاہیِ دیدارِ خوبیاں ہے
کجا جوہر؟ چہ عکسِ خط؟ بتاؤ وقتِ خود آرائی

کفرِ گلبرگ سے پائے دلِ رنجور کائے ہیں
کفرِ افسوسِ فرصت، سنگِ کوہِ طور، ملتے نہیں
لباسِ شمع پر عطرِ شبِ دیجور ملتے ہیں

۱۳۸

ق، ق

غرقِ ریزِ تپش ہیں، موج کے مانند، رنجور
پرِ عنقا پہ رنگِ رفتہ سے کھینچی ہیں تصویریں
کرے ہیں غنچہٴ منقارِ طوطی نقش، گلگیریں
غبارِ آلودہ ہیں، جوں دودِ شمع کشتہ، تقریریں
وگرہ خواب کی، مضمحل رہیں افسانے میں، تعبیریں
بیاضِ دیدہٴ نخبیر پر کھینچے ہیں تصویریں
سمجھتا ہوں تپش کو الفتِ قاتل کی تاثیریں

۱۳۹

ق، ق

ورنہ کیا موجِ نفسِ رنجور رسوائی نہیں؟
حلقہٴ رنجیر، جز چشمِ تماشاکی نہیں
جز حیا، پرکارِ سعی بے سروپائی نہیں
فرصتِ نشوونما، سازِ شکیبائی نہیں

تماشاے بہار، آئینہٴ پردازِ نفسی ہے
گراں بجائی سبکسار، و تماشا یدماغ آیا
اسد، حسرت کش یک داغِ مشکِ اندودہ ہے، یارب

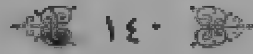
ہوں ہیں آب، شرمِ کوشش بیجا سے، تدبیریں
خیالِ سادگیہائے تصور، نقشِ حیرت ہے
زبس ہر شمع یاں آئینہٴ حیرت پرستی ہے
سپند آہنگی ہستی، و سعیِ نالہٴ فرسائی
عجومِ سادہ لوحی، پنبہٴ گوشِ حریفان ہے
بنانِ شوخ کی تمکینِ بعد از قتل کی حیرت
اسد، طرزِ عروجِ اضطرابِ دل کو کیا کہیے

یدماغی، حیلہ جوئے ترکِ تہائی نہیں
وحشیِ خو کردہٴ نظارہ ہے، حیرت، جیسے
فطرے کو جوشِ عرق کرتا ہے دریا دستگاہ
چشمِ زرگس میں نمک بھرتی ہے شبنم سے، بہار

۱ الف، ق، ح، تماشاے بہار آئینہٴ پردازِ نفسی ہے
۲ الف، ق، ح، حیرت کش
۳ ب، ق، کریں ہیں
۴ الف، ق، ح، وحشیِ کامل پنبہ
۵ ب، ق، ق، کوہِ طور، کھینچے ہیں

آمد و رفتِ کفّس، جز شعلہ پیاپی نہیں
چیوٹی کے پر، سرو برگِ خود آرائی نہیں
جون صنوبر، دل سراپا قامت آرائی نہیں

کس کو دوں، یارب، حسابِ سوزنا کیا ہے دل؟
مت رکھ، اے انجامِ غافل، سازِ ہستی پر غرور
سایہ افتادگی بالین و بستر ہوں، آسَد



۱۴۰

ق، قا

ورنہ کیا حسرت کشِ دامن یہ نقشِ پا نہیں
ہے زمین از بسکہ سنگیں، جادہ بھی پیدا نہیں
زینتِ یکِ پیرہن، جوں دامنِ صحرا، نہیں
اشک، بعدِ ضبط، غیر از پنبہ مینا نہیں
گردِ ساحل، سنگِ راہِ جوشِ دریا نہیں
آگہی غافل، کہ ایکِ امروز بے فردا نہیں
عافیتِ یزار، ذوقِ کعبتین اچھا نہیں

ظاہرا سرینجہ افتادگان گھرا نہیں
آنکھیں پتھرائی ہیں، ناعحسوس ہے تارِ نگاہ
ہو چکے ہم جادہ ساں صد بار قطع، اور پھر ہنوز
ہوسکے ہے پردہ جوشیدنِ خونِ جگر
ہوسکے کب کلفتِ دل، مانعِ سیلانِ اشک؟
ہے طیسرِ دھر میں، صد حشرِ پاداشِ عمل
بسل اس تیغِ دو دستی کا نہیں بچتا، آسَد



۱۴۱

ق، قا

دامنِ شمال، آبِ آئینہ سے تو نہیں
عزالتِ آبادِ صدف میں قیمتِ گوہر نہیں
لختِ لختِ شیشہ بشکستہ، جز نشتر نہیں

ضبط سے مطلب، بجز وارستگی، دیگر نہیں
ہے وطن سے باہر اہلِ دل کی قدر و منزلت
باعثِ ایذا ہے، برہم خوردنِ بزمِ سرور

- ۲ ب، ق، ح، مور کے پر ہیں - ۴ ب، ح، دامن کے حسرت پہ (سوکا تب) - ۶ الف، ذ، ح، قطع و نا ہنوز - نیز یہ شعرۃ
میں اگلے شعر کے بعد ہے - ۸ الف، ق، ح، طوفانِ اشک - ۹ الف، ق، ح، دیر میں - ۱۰ ب، ق، ح، یکِ امروز -
۱۱ ب، ق، ح، شغلِ کعبتین - ۱۲ الف، ق، پہلے "ہوتے ہیں یقیناً" ہو گج وطن صاحبِ دلاں -

مہ، حریفِ نازشِ ہم چشمی ساغر نہیں
عاجزی سے، فاہرا رتبہ کوئی، برتر نہیں
یاں صریرِ خامہ، غیر از اصطکاکِ در نہیں
تابِ عرضِ تشنگی، اے ساقیِ کوثر، نہیں

وان سیاہی مردمک ہے، اور یاں داغِ شراب
ھے فلک بالانشین فیضِ کُسم گردیدی
دل کو اظہارِ سخن، اندازِ فتحِ الباب ہے
کب تِلک پھرے اَسد لبہاے تفتہ پر زباں؟

۱۴۲

ق، قا

جوں صدف پُر در ہیں، دندان در جگر افشردگان
قُرسِ کافوری ہے، مہر، از پیرِ سرما خوردگان
دشتِ ساماں ہے، غبارِ خاطرِ آژردگان
شوقِ مفتِ زندگی ہے، اے بغفلتِ مردگان
برگِ ریزی ہے پرافشانیِ نساوکِ خوردگان

دیکھئے مت چشمِ کم سے سوئے ضبطِ افشردگان
گرمِ تکلیفِ دلِ رنجیدہ ہے از بسکہ، چرخ
رنجشِ دل یک جہاں ویراں کرے گی، اے فلک
ہاتھ پر ہو ہاتھ، تو درسِ تأسف ہی سہی
خار سے گل سینہ افکارِ جفا ہے، اے اَسد

۱۴۳

حاشیہ ق، قا

اس ستمگر کو افعال کہاں؟
پر مجھے طاقتِ سوال کہاں؟

فلکِ سفاہ بے محابا ہے
اوسے میں وہ مضائقہ نہ کرے

۱۴۴

قا

بادہ، غالب، عرقِ ید نہیں

میکشی کو نہ سمجھ بے حاصل

۱۴۵

حاشیہ قا

پتھر محراب کی قالے کی طرف رہتی ہے محو نسبت ہیں، تکلف ہمیں منظور نہیں

و

۱۴۶

ق، قا

کہ تارِ جادہ ابھی کہسار کو زُتار مینا ہو
کہ مثلِ غنچہ، سازِ یکِ گاستانِ دل مہیا ہو
مرا حاصل وہ نسخہ ہے کہ جس سے خاک پیدا ہو
جسے موئے دماغ بیخودی، خوابِ زلیخا ہو
نگہ لبریزِ اشک و سینہ معمورِ تماشا ہو
خدایا، اس قدر بزمِ اسد گرم تماشا ہوا

ہم بالبدینِ سنگ و گلِ صحرا یہ چاہے ہے
حریفِ وحشتِ نازِ نیمِ عشق جب آؤں
جائے دانسہِ آخِرمں، یکِ بیابانِ بیضہ قمری
کرے کیا سازِ پیشِ وہ شہیدِ دردِ آگاہی؟
وہ دل، جوں شمع، ہر دعوتِ نظارہ لا، جس سے
ندیکہیں روئے یکِ دلِ سرد، غیر از شمعِ کافوری

۱۴۷

ق

ہلال: ناخنکِ دیدہ ہمارے اختر ہو
ہر ایکِ داغِ جگر، آفتابِ محشر ہو
اب اُس سے ربط کروں، جو بہت مستحکم ہو
بروئے آبِ جو، ہر موج، نقشِ مہر ہو
کہ قدرِ بوسۂ شیریں لبانِ مکرر ہو
سرشکِ چشمِ اسد، کیوں نہ اس میں گوہر ہو

اگر وہ آفتِ نظارہ جسلوہ گستر ہو
بیادِ قامت اگر ہو بلندِ آتشِ غم
ستم کشی کا، کیا دل نے، حوصلہ پیدا
عجب نہیں، بے تحریرِ حالِ گریہ چشم
امیدوار ہوں، تاثیرِ تلخِ کامی سے
صدف کی، ہے ترے نقشِ قدم میں، کیفیت

بے درد، سر بہ سجده الفت فرو ہو
دل دے کف تغافل ابروے یار میں
زلفِ خیال نازک و اظہار یقین
تمثالِ ناز، جلوة نسیرنگ اعتبار
مژگانِ خلیدہ رگِ ابر بہار ہے
عرضِ نشاطِ دید ہے، مژگانِ انتظار
واں پریشانِ دامِ نظر ہوں بجاں، آسہ

جوں شمع، غوطہ داغ میں کھا، گر وضو ہو
آئینہ ایسے طاقِ پسہ گم کر کہ تو ہو
یارب، یارِ شانہ کش گفتگو ہو!
ہستی عسدم ہے، آتہ گر رو برو ہو
نشر، بغیرِ پنبہ مینا فرو ہو
یارب کہ خارِ پیرہن آرزو ہو!
صبحِ بہار بھی، قفسِ رنگ و بو ہو

مبادا! بے تکلف فصل کا برگ و نوا گم ہو
سببِ وارسنگان کو تنگِ ہمت ہے، خداوند
ہیں جز درد، تسکینِ نکو ہشیا لے بیدرداں
ہوئی! ہے ناتوانی، یدماغِ شوخیِ مطلب
بچھے ہم مفت دیویں یک جہاں چینِ جبین، لیکن
بلا گردانِ تمکینِ بتاں، صد موجہ گوہر
انہاویں کب وہ جانِ شرمِ ہمت قتلِ عاشق کی
کریں خواباں جو سیرِ حسن، آسہ، یک پردہ ناز کتر

مگر طوفانِ مے میں پیچشِ موجِ صبا گم ہو
اثرِ سرمے سے اوز لہا، عاشق سے صدا گم ہو!
کہ موجِ گریہ میں صد خندہ دندان نما گم ہو
فرو ہوتا ہے سرِ سجدے میں، اے دستِ دعا گم ہو
مبادا! اے پیچتابِ طبع، نقشِ مدعا گم ہو
عرقِ بھی جن کے عارض پر بتکلیفِ حیا گم ہو
کہ جس کے ہاتھ میں، مانندِ خون، رنگِ حنا گم ہو
دمِ صبحِ قیامت، درِ گریبانِ قبا گم ہو

کاسۂ در یوزہ ہے، پیمانۂ دستِ سُبُو
وام لیتے ہیں، پر پرواز، پیرامن کی بو
گر نہ باندھے قلمِ الفت میں سر، جائے کدو
غافلان، آئینہ داں ہے، نقشِ پائے جنجور
ہے پر پروازِ رنگِ رقتہ خون، گفتگو
یک رنگِ خواب، و سراسر جوشِ خونِ آرزو
ہے، اسد، نقصان میں مفت اور صاحبِ سرمایہ تو

خشکی مے نے تلف کی میکدے کی آبرو
بہر جاں پروردنِ یعقوب، بالِ خاک سے
گردِ ساحل، ہے نمرِ شرمِ جبینِ آشنا
گرمیِ شوقِ طلب، ہے عینِ تاپاکِ وصال
رہنِ خاموشی میں ہے، آرایشِ بزمِ وصال
ہے تماشا، حیرتِ آبادِ نفاظِ شوق
خوئے شرمِ سردِ بازاری، ہے سیلِ خانماں

تھا کس قدر شکستہ کہ ہے جا بجا گرو
طاؤس نے اک آئینہ خانہ رکھا گرو
موجِ بہار رکھتی ہے اک بوریا گرو
آئینہ ہا شکستہ، و تمثالہا گرو
تسبیحِ زامداداں، یکفِ مدعا گرو
جوں نخلِ شمع، ریشے میں آشوبِ تما گرو
جوں اشک، جب تِلکِ ترکھوں دستِ و پا گرو
بالِ پری، بشوخیِ موجِ صبا گرو

رنگِ طرب ہے، صورتِ عہدِ وفا، گرو
پروازِ نقدِ دامِ تمنائے جلوہ تھا
عرضِ بساطِ انجمنِ رنگِ مفت ہے
ہر ذرہ خاک، عرضِ تمنائے رفقاں
ہے تاکِ میں تسلّمِ ہوسِ صد قدحِ شراب
برقِ آیارِ فرصتِ رنگِ دمیدہ ہوں
طاقت، بساطِ دستگہِ یک قدم نہیں
ہے وحشتِ جنوںِ بہارِ اس قدر کہ ہے

یاں نعل ہے بآتشِ رنگِ حنا گرو
تیشے کی کوسار میں ہے یک صدا گرو

یہ تابِ سیرِ دل ہے، سرِ ناخنِ نگار
ہوں سخت جانِ کاوشِ فکرِ سخن، اسد

۱۵۲

حاشیہ فا

برق ہنستی ہے کہ فرصت کوئی دم ہے ہم کو
ہجرِ یارانِ وطن کا بھی الم ہے ہم کو
جادۂ رہ، کششِ کافِ کرم ہے ہم کو

عزیرِ رونا ہے کہ بزمِ طرب آمادہ کرو
میں طاقتِ رنجِ سفر بھی نہیں پاتے اتنی
لانی ہے متمدد اللولہ بہادر کی امید

۱۵۳

ق، قا

سیاہِ بالش، و کمرِ دل ہے آئینہ
یاں پشتِ چشمِ شوخیِ قاتل ہے آئینہ
در پردۂ ہوا پر بسمل ہے آئینہ
جوہرِ طاسمِ عقدۂ مشکل ہے آئینہ
آئینہ بندِ خطوت و محفل ہے آئینہ
یاں سنگِ آستانۂ یدل ہے آئینہ

حیرت، ہجومِ لذتِ غلطانیِ تپش
غفلت، یالِ جوہرِ شمشیرِ پرفشاں
حیرت نگاہِ برق، تماشا بہارِ شوخ
یاں رہ گئے ہیں ناخنِ تدبیرِ ٹوٹ کر
م زانوئے نامل، وہمِ جلوہ گامِ گل
دل کارگاہِ فکر، و اسدِ بینوایِ دل

۱۵۴

ق، قا

آئینہ عرض کر، خط و خالِ بیانِ نپوچھ

ہر دلِ سُراغِ دردِ بدلِ خفتگانِ نپوچھ

ہندوستان سایہ گل پاے تخت تھا
پرواز، يك تپ غم تسخیرِ نالہ ہے
تو مشقِ ناز کر، دلِ پروانہ ہے بہار
غفلت متاعِ کفّہ میزانِ عدل ہوں
ہر داغِ تازہ يك دلِ داغِ انتظار ہے
کہتا تھا کل وہ محرمِ راز اپنے سے کہ آہ

۱۵۵
ق. ما

رفار سے شیرازہ اجزائے قدم باندھ
یکاریِ تسلیم، ہر رنگِ چمن ہے
اے جادو، بسرشتہ يك ریشہ دودن
حیرت، حیر اقلیمِ تنائے پری ہے
پامرد يك انداز نہیں قامتِ مستی
نیاجہ و حشت ہے، آسہ شکوہِ خواباں

۱۵۶
ق. ق.

خلق ہے صفحہ عبرت سے سبق ناخواندہ
دیکھ کر بادہ پرستوں کی دل افسردگیاں

جاہ و جلالِ عہدِ وصالِ بناں پوچھو
گریِ نبضِ خار و خسِ آشیانِ پوچھو
یتابیِ تھکی آتشِ بھاب پوچھو
یارب، حسابِ سختیِ خوابِ گراں پوچھو
عرضِ فضا، سینہ دردِ امتحانِ پوچھو
دردِ جدائیِ اسدِ اللہ خابِ پوچھو

اے آبلے، محلِ بے صحرائے عدم باندھ
گر خاک ہو، گلدمستہ صد نقشِ قدم باندھ
شیرازہ صد آبلے، جونِ سُبحہ، ہم باندھ
آئینے پہ آئینِ گلستانِ ارم باندھ
طاقت اگر اعجاز کرے، تہمتِ تخم باندھ
خون کر دلِ اندیشہ، و مضمونِ ستم باندھ

ورنہ ہے چرخ و زمیں، يك ورقِ گرداندہ
موجِ مے، مثلِ خطِ جام، ہے ہر جا ماندہ

۱ ب، ق، قا، سامانِ بادشاہی وصل - متن کے الفاظ گل رعنا کے ہیں - نیز قا میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے - ۲ الف، ج
باز کر (سہو کاتب) - ۶ الف، ق، قا، عمدہ، وہ نامہ رساں سے بسوز دل - متن کے الفاظ گل رعنا کے ہیں - ۱۰ ب، ج
۱۳ الف، ق، ج، میکدے میں ز دل افسردگی بادہ گشاں - ب، ح، ہرجا (سہو کاتب) -

ہے، سخن، گردِ زرِ دامنِ ضمیر افشاندہ
ہے، ہر اک فرد، جہاں میں ورقِ ناخواندہ
یعنی ہیں ماندہ ازاں سو و ازیں سو راندہ

خواہشِ دل ہے زبان کو سببِ گفت و بیاں
کوئی آگاہ نہیں باطنِ ہمدیگر سے
حیف! بیحاصلِ اہلِ ریا پر، غالب

۱۵۷ -
ق، ق

خطِ پیانہ مے، ہے نفسِ دزدیدہ
طوق، ہے گردنِ قمری میں رگِ بالیدہ^۵
چشمِ غفلت نظرِ شبمِ خورِ نادیدہ
ناامیدی ہے پرستارِ دلِ رنجیدہ
چاہیے خاطرِ جمع و دلِ آرامیدہ

بسکہ مے پیتے ہیں، اربابِ فنا پوشیدہ
بغورِ طرحِ قامت و رعنائیِ سرو
کی ہے وا اہلِ جہاں نے بگلستانِ جہاں
یاسِ آئینہ پیدائیِ استغنا ہے
واسطے فکرِ مضامینِ متین کے، غالب

۱۵۸ -
ق، ق

قطرے سے میخانہ دریاے بے ساحلِ نپوچم
لذتِ عرضِ کشادِ عقدہ مشکلِ نپوچم^{۱۰}
اے دماغِ نارسا، خمخانہ منزلِ نپوچم
شمع سے جز عرضِ افسونِ گدازِ دلِ نپوچم
یاں سراغِ عافیت، جز دیدہ بسمِ نپوچم
عیش کر، غافل، حجابِ نشہ محفلِ نپوچم
شاعری جز سازِ درویشی نہیں، حاصلِ نپوچم^{۱۵}

جوشِ دل ہے، مجھ سے حسنِ فطرتِ بیدلِ نپوچم
پہن گشتہاے دل، بزمِ نشاطِ گِردباد
آبالہ، پیانہ اندازہ تشویش تھا
نئے صبا بالِ پری، نے شعلہ سامانِ جنوں
بکِ مژہ برہمِ زدن، حشرِ دو عالمِ قتنہ ہے
بزمِ بکِ پنبہ مینا، گدازِ ربط سے
تا تخلصِ جامہ شنگرفیِ ارزانی، اسد

۲ ب، ق، ایک - ۲ ب، ق، ح، ز آن سو - ۹ الف، ق، ح، نشہ ہائے فطرت - ۱۲ الف، ق، ح، سوداے جنوں -
ب، ح، قطرہ ہی میخانہ ہے -

خانہ آگہی خراب! دل نہ سمجھ، بلا سمجھ
آئہ توڑ، اے خیال، جلوے کو خونہا سمجھ
رشتہ عمرِ خضر کو نالہ نارسا سمجھ
جادہ سیرِ دو جہاں، یک مڑہ خوابِ پا سمجھ
گرچہ خدا کی یاد ہے، کلفتِ ماسوا سمجھ
شوق کو منفعل نکر، ناز کو التجا سمجھ
خار کو بے نیام جان، ہم کو برہنہ پا سمجھ
بسملِ دردِ خفته ہوں، گرے کو ماجرا سمجھ

شکوہ و شکر کو ثمرِ بیم و اُمید کا سمجھ
ریگِ روان و ہر تپشِ درسِ آسلیٰ شعاع
وحشتِ دردِ یکسی، بے اثر اس قدر نہیں
شوقِ عنانِ گسل اگر درسِ جنوں ہوش کرے
گاہ بخلد امیدوار، گہ بہ جحیمِ یمناک
اے بسرابِ حسنِ خلق تشنہ سخی امتحان
شوخیِ حسن و عشق ہے آئہ دارِ ہمدگر
نغمہِ یدلاں، اسد، سازِ فسانگی نہیں

شوق کرے جو سرِ گراں، محلِ خوابِ پا سمجھ
عکس کجا؟ و کو نظر؟ نقش کو مدعا سمجھ
گر کفِ دستِ بام ہے، آئہ کو ہوا سمجھ
ہے یہ سیاقِ گفتگو، کچھ نہ سمجھ، فنا سمجھ
گر نہ مٹیں یہ کوہسار، آپ کو تو صدا سمجھ
رندِ تمام ناز رہ، خلاق کو پارسا سمجھ

کلفتِ ربطِ این و آن، غفلتِ مدعا سمجھ
۱۰ جلوہ نہیں ہے دردِ سر، آئہ صندلی نکر
حیرت اگر خرام ہے، کارِ نگہ تمام ہے
ہے خطِ عجزِ ما و تو، اولِ درسِ آرزو
شیشہ شکستِ اعتبار، رنگِ بگردش اُسٹوار
نغمہ ہے، محورِ ساز رہ، نشہ ہے، بے نیاز رہ

۱ الف، قا، شکر کا۔ کو سمجھ (سہو کاتب)۔ ۲ الف، ح، مر نقش (سہو کاتب)۔ ۳ الف، ح، آئہ طور۔ (سہو کاتب)۔
۴ الف، ح، عنا گسل (سہو کاتب)۔ ۵ قا میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔ ۶ الف، ق، ح، یدلی۔ ۷ الف، ح، ب، ق، ح،
خفته ہو، گریہ ماجرا۔ ۸ الف، ق، ح، ب، ق، پہلے، کہنے میں اہل گفتگو۔

چربی پہلوئے خیال، رزقِ دو عالم احتمال
نے سرو برگِ آرزو، نے رہ و رسمِ گفتگو
لغزش پا کو ہے بے لحد، نغمہٴ «یا علی مدد»

کل ہے جو وعدہٴ وصال، آج بھی، اے خدا، سمجھ
اے دل و جانِ خلق، تو ہم کو بھی آشنا سمجھ
ٹوٹے گر آئے، اسد، سُبْحہ کو خونِ ہا سمجھ

ی

161 ق. قا

دل ہی نہیں کہ منتِ دریاں اٹھائے
تا چند داغِ بیٹھھے، نقصان اٹھائے؟
ہستی، فریبِ نامہٴ موجِ سراب ہے
ضبطِ جنوں سے، ہر سرِ مو ہے ترانہٴ خیز
نذر خراشِ نالہ، سرشکِ نمک اثر
انگور، سعیِ بے سرو پائی سے سبز ہے

کس کو وفا کا سلسلہ جنباں اٹھائے؟
اب چار سوئے عشق سے دوکان اٹھائے
یک عمر نازِ شوخیِ عنوان اٹھائے
یک نالہ بیٹھھے، تو نیستان اٹھائے
لطفِ کرم، بدولتِ مہماں اٹھائے
غالب، بدوشِ دلِ خمِ مستان اٹھائے

162 ق. قا

کیا پوچھے ہے بر خود غلطیہاے عزیزاں؟
گو تم کو رضا جوئیِ اغیار ہے، لیکن
مت پوچھ، اسد، غصہٴ کم فرصتیِ زیست

خواری کو بھی اک عار ہے، عالی نسبوں سے
جاتی ہے ملاقاتِ کب ایسے سبوں سے؟
دو دن بھی جو کاٹے، تو قیامتِ تعیوں سے

۸ الف، ق، ح، طرزِ خراش - ۱۰ ب، قا، ایک - ۱۲ الف، ق، ح، وعدہ -

۱- اس مضمون کو یوں بھی ادا کیا ہے:

تم جانو، تم کو غیر سے جو رسم و راہ ہو ○ مجھ کو بھی پوچھتے رہو، تو کیا گناہ ہو؟

۱۶۳

ق، قا

کہیں ہو جاے جلد، اے گردشِ گردونِ دُون، وہ بھی
کہ میری خواب بندی کے لیے ہو گا فسوں وہ بھی

بجھے معلوم ہے جو تو نے میرے حق میں سوچا ہے
نظرِ راحت پہ میری، کر نہ وعدہ شب کے آنے کا

۱۶۴

ق، قا

سر پٹے ہیں اپنا، ہم اور نیکنامی
تبغِ ادا نہیں ہے پابندِ بے نیامی
ہے نامہ بر کو اُس سے دعا ہے ہمکلامی
اے غم، ہنوز آتشِ اے دل، ہنوز خامی !
ہے شرحِ شوق کو بھی، جوں شکوہ، ناتمامی
دریا سے خشکِ گوری مستوں کی تشنہ کامی

کرتے ہو شکوہ کس کا؟ تم اور بیوفائی !
صد رنگ گلِ کترنا، در پردہ قتل کرنا
طرفِ سخن نہیں ہے مجھ سے، خدا نکرده
طاقتِ فسانۂ باد، اندیشہ شعلہ ایجاد
ہر چند عمرِ گزری آزدگی میں، لیکن
ہے یاس میں اسد کو ساقی سے بھی فراغت

۱۶۵

ق، قا

بیچارہ، چند روز کا یاں میہمان ہے

دلی کے رہنے والو، اسد کو ستاؤ مت

۱۶۶

ق، قا

میری دلی ہی میں ہونی تھی یہ خواری، ہاے ہاے !

۱۰ گر مصیبت تھی، تو غربت میں اُلٹھالیتا، اسد

۱۶۷ ق. قا

کیا غم ہے اس کو، جس کا علیٰ سا امام ہو اتنا بھی، اے فلکِ زدہ، کیوں بیحواس ہے؟

۱۶۸ ق. قا

پہلو تھی فکر غم و اندوہ سے، اسد دل وقفِ درد رکھ کہ فقیروں کا مال ہے

۱۶۹ ق. قا

نظر بہ نقصِ گدایان، کمالِ بے ادبی ہے
ہوا وصال سے شوقِ دلِ حریص زیادہ
خوشا! وہ دل کہ سراپاِ طلسمِ بیخبری ہو
چمن میں کس کی، یہ برہم ہوتی ہے، بزمِ تماشا؟
امامِ ظاہر و باطن، امیرِ صورت و معنی
کہ خارِ خشک کو بھی دعویٰ چمنِ نسبی ہے
لبِ قدح پہ، کفِ بادہ، جوشِ تشنہ لبی ہے
جنونِ یاس و الم، رزقِ مدعا طلبی ہے
کہ برگِ برگِ سمن، شیشہ ریزہِ حلبی ہے
علیٰ ولی، اسد اللہ، جانشینِ نبی ہے

۱۷۰ ق. قا

ظاہر ہے، طرزِ قید سے، صیاد کی غرض
بے چشمِ دل، نکر ہوسِ سیرِ لالہ زار
جو دانہ دام میں ہے، سو اشکِ کباب ہے
یعنی یہ ہر ورق، ورقِ انتخاب ہے



آنجلت گدازیِ نفسِ نارسا مجھے
یاں شعلہ چراغ ہے، برگِ حنا مجھے
بالِ کشادہ ہے، نگہ آشنا مجھے
موجِ غبارِ سرمہ ہوئی ہے، صدا مجھے
یارب، ملے بلندیِ دستِ دعا مجھے!
زَنارِ واگستہ ہے، موجِ صبا مجھے
اے جوشِ عشق، بادِ مرد آما مجھے
خونِ جگر میں ایک ہی غوطہ دبا مجھے

ہے پیچتابِ رشتہ شمعِ سحرگہی
واں رنگہا بہ پردہٴ تدبیر ہیں ہنوز
پروازها، نیازِ تماشا ہے حسنِ دوست
از خود گزشتگی میں خموشی پہ حرف ہے
تا چند پستِ فطرتِ طبعِ آرزو؟
یاں آب و دانہ، موسمِ گل میں، حرام ہے
یکبار امتحانِ ہوس بھی ضرور ہے
میں نے جنوں سے کی جو، اسد، التماسِ رنگ



کہ شمعِ خانہٴ دل، آتشِ مے سے فروزاں کی
سیاہی، ہے مرے ایام میں، لوحِ دبستان کی
کہ ہوتی ہے زیادہ، سرد مہری شمعِ رویاں کی
ولیکن کیا کروں، آوے جو رسوائیِ گیریاں کی
کہ جوہر آئے کا ہر پلک، ہے، چشمِ حیراں کی
کہ ہیں صدِ رخنہ، جوں غریباں، دیواریں گلستان کی
بس، اے زخمِ جگر، اب دیکھ لی شورشِ نمکدان کی
چہاؤں کیونکہ، غالب، سوزشیں داغِ نمایاں کی

کہوں کیا اگر جوشی میکشی میں شعلہ رویاں کی
۱۰ ہمیشہ مجھ کو طفلی میں بھی مشقِ تیرہ روزی تھی
دریغ! آہِ سحرگہ کارِ بادِ صبح کرتی ہے
مجھے اپنے جنوں کی، بے تکلف، پردہ داری تھی
ہنر پیدا کیا ہے میں نے، حیرت آزمائی میں
خدایا، کس قدر اہلِ نظر نے خاکِ چھانی ہے!
۱۵ ہوا شرمِ تہیدستی سے وہ بھی سرنگوں آخر
بیادِ گرمیِ صحبت، برنگِ شعلہ دکھ ہے

۱۷۳

ق. قا

نہ کہینچ، اے دستِ سعیِ نارسا، زلفِ تمنا کو
 کہاں ہم بھی رگ و پے رکھتے ہیں، انصاف بہتر ہے
 تکلف برطرف، فرہاد اور اتی سبکدستی
 اسد کو بورے میں دھر کے پھونکا موجِ ہستی نے

پریشان تر ہے موئے خامہ سے ندیرِ مانی کی
 نہ کہینچے، طاقتِ تخیازہ، تہمت ناتوانی کی
 خیالِ آساں تھا، لیکن خوابِ خسرو نے گرائی کی
 فقیری میں بھی باقی ہے، شرارتِ نوجوانی کی

۱۷۴

ق. حاشیہ ق. قا

بجز دیوانگی ہوتا نہ انجامِ خود آرائی
 مرا دل مانگتے ہیں عاریتِ اہلِ ہوس، شاید
 غرورِ لطفِ ساقی نشہِ بیباکیِ مستان
 اسد، جز آبِ بخشیدن ز دریا خضر کو کیا تھا؟

اگر پیدا نہ کرتا آئینہ زنجیرِ جوہر کی
 یہ جایا چاہتے ہیں آج دعوت میں سمندر کی
 نمرِ دامنِ عصیاں ہے، طراوت موجِ کوثر کی
 ڈبوتا چشمہٴ حیاں میں، گر، کشتی سکندر کی

۱۷۵

ق. قا

ہوا ہے مانعِ عاشقِ نوازی، نازِ خود بینی
 بیلِ اشک، لختِ دل ہے دامگیرِ مژگاں کا
 بہا ہے بانِ تہ اشکوں میں، غبارِ کلفتِ خاطر
 نکلتی ہے تیش میں بسملوں کی، برق کی شوخی

تکلف برطرف، آئینہ تمیزِ حائل ہے
 غریقِ بحر، جویاے خس و خاشاکِ ساحل ہے^{۱۰}
 کہ چشمِ تر میں، ہر یک پارہٴ دل، پامے درگل ہے
 غرض اب تک خیالِ گرمیِ رفتارِ قاتل ہے

۱ الف، ق، ح، اے سعی دست نارسا -

۲ الف، ح، کہاں ہم -

۳ ب، قا وہی و ندارد -

۵، قا ندارد -

۱۱ ب، ح، ہر اک -

۱۱، قا میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے -

۶ ب، ح، جانا -

تشنہ خونِ تماشا جو وہ پانی مانگے
رنگ سے گل نے دمِ عرضِ پریشانی بزم
زلفِ تحریر پریشانِ تقاضا ہے، مگر
آمدِ خط ہے، نکر خندہ شیریں، کہ مباد!
ہوں گرفتارِ کینگاہِ تغافل کہ جہاں
چشمِ پرواز و نفسِ خفته، مگر ضعفِ امید
وحشتِ شورِ تماشا ہے کہ جوں نکتِ گل
گرملے حضرتِ بیدل کا خطِ لوحِ مزار

آتہ، رخصتِ اندازِ روانی مانگے
برگِ گل، ریزہ مینا کی نشانی مانگے
شانہ سار، مو بزیں خامہ مانی مانگے
چشمِ مور، آتہ دل نگرانی مانگے
خوابِ صیاد سے، پرواز، گرانی مانگے
شہرِ کاہ، بے مژدہ رسانی مانگے
نمکِ زخمِ جگر بال فشانی مانگے
اسد آئینہ پردازِ معافی مانگے

ہمزباں آیا نظر فکرِ سخن میں تو مجھے
۱۰ خاکِ فرصت بر سرِ ذوقِ فنا اے انتظار
یادِ مژگاں میں، بہ نشرِ زارِ سوداے خیال
کثرتِ جور و ستم سے، ہو گیا ہوں بیدماغ
اضطرابِ عمر بے مطلب نہیں آخر، کہ ہے
چاہیے درمانِ ریشِ دل بھی تیغِ ناز سے

مردمک، ہے طوطیِ آئینہ زانو مجھے
ہے، غبارِ شیشہ ساعت، رم آہو مجھے
چاہیے، وقتِ تیش، یکدست صد پہلو مجھے
خوبرویوں نے بنایا عاقبت بدخو مجھے
جستجوئے فرصتِ ربطِ سرِ زانو مجھے
مرہمِ رنگار ہے وہ وسمۂ ابرو مجھے

۲ الف، ح، رنگ نے گل سے - ۴ الف، ح، خط سے - ۱۱ الف، ق پہلے، صحراے - ب، ق پہلے، ہرنش -
۱۲ ب، ق پہلے، بنایا ہے، اسد - اصلاح، بنایا غالب بدخو - مگر مرتب ح نے اے ظاہر نہیں کیا - ۱۴ الف، ح، تیغدار -

کر دیا ہے با بزنجیرِ رمِ آہو مجھے
 ہے شکستِ رنگِ امکان، گردشِ پہلو مجھے
 قامتِ تخم سے ہے حاصل شوخیِ ابرو مجھے

باعثِ واماندگی ہے عمرِ فرصتِ جو مجھے
 فرصتِ آرامِ غشِ ہستی ہے، بجرانِ عدم
 سازِ ایمانے فنا ہے عالمِ پیری، اسد

کہ مڑگان، ریشہ دارِ نیستانِ شیرِ قالی ہے
 نہاں ہے گردبادِ دشت میں جامِ سفالی ہے
 بجائے خود، وگرنہ، سروِ ابھی مینا ہے خالی ہے
 نشانِ خالیِ رخ، داغِ شرابِ پرنگالی ہے
 کہ تارِ جادۂ سسرِ منزلِ نازکِ خیالی ہے
 لباسِ نظم میں بالیدنِ مضمونِ عالی ہے

دلِ بیمارِ از خود رفتہ، تصویرِ نہالی ہے
 سرورِ نشۂ گردش، اگر، کیفیتِ افزا ہو
 عروجِ نشۂ ہے سر تا قدم، قنبرِ چمنِ رویاں
 ہوا، آئینہ، جامِ بادہ عکسِ روئے گنگوں سے
 پیائے خامۂ مو، طے رہِ وصفِ کمرِ کیچے
 اسد، اُنہما قیامتِ قامتوں کا وقتِ آرایش

مری فریاد کو، کہسار، سازِ عجزِ نالی ہے
 کئی کانٹے ہیں، اور پتراہنِ شکلِ نہالی ہے
 نگاہِ شوق کو، صحرا بھی، دیوانِ غزالی ہے
 زمیں، جوشِ طرب سے، جامِ لبریزِ سفالی ہے

بنانِ شوخ کا دل سخت ہوگا کس قدر، یارب!
 نشانِ بیقرارِ شوق، جزِ مڑگان، نہیں باقی
 جنوں کو، اے چمنِ تحریرِ درسِ شغلِ تنہائی
 سیہ مستی ہے اہلِ خاک کو ابرِ بہاری سے

اسد، مت رکھ تعجب خردماغیاے مُنعم کا کہ یہ نامرد بھی شیرافکن میدانِ قالی ہے

۱۸۱

ق. ق

نشہ ہے، بے چمن، دودِ چراغِ کشتہ ہے
داغِ ربطِ ہم ہیں اہلِ باغ، گر گل ہو شہید
شور ہے کس بزم کی عرضِ جراحت خانہ کا؟
نامرادِ جلوہ، ہر عالم میں حسرت گل کرے
ہو جہاں، تیرا دماغِ ناز، مستِ بینودی
ہے، دلِ افسردہ، داغِ شوخیِ مطلب، اسد
جام، داغِ شعلہ اندودِ چراغِ کشتہ ہے
لالہ، چشمِ حسرتِ آلودِ چراغِ کشتہ ہے
صبح، یک زخمِ نمکِ سودِ چراغِ کشتہ ہے
لالہ، داغِ شعلہ فرسودِ چراغِ کشتہ ہے
خوابِ نازِ گلرخاں، دودِ چراغِ کشتہ ہے
شعلہ، آخرِ فالِ مقصودِ چراغِ کشتہ ہے

۱۸۲

ق. ق

آئینہ، نفس سے بھی ہوتا ہے کُودورت کش
ہنگامِ تصورِ ہونِ در یوزہ گرِ بوسہ
۱۰ وہ، دیکھ کے حسن اپنا، مغرور ہوا، غالب
عاشق کو، غبارِ دل، اک وجہِ صفائی ہے
یہ کاسۂ زانو بھی اک جامِ گدائی ہے
صد جلوۂ آئینہ، یک صبحِ جدائی ہے

۱۸۳

ق. ق

یوں، بعدِ ضبطِ اشک، پھروں گردِ یار کے
بعد از وداعِ یار، بخونِ در تپیدہ ہیں
ظاہر ہے ہم سے، کلفتِ بختِ سیاہ روز
پانی پیے کسو پہ کوئی جیسے وار کے
نقشِ قدم، ہیں ہم، کفِ پائے نگار کے
گویا کہ تختہ مشق ہیں خطِ غبار کے

ماتند شبِ نیم، اشک ہیں مڑگاں خار کے
لائی نہیں رہے ہیں، غمِ روزگار کے

حسرت سے دیکھ رہے ہیں، ہم، آب و رنگ گل
ہم، مشقِ فکرِ وصل و غمِ ہجر سے، اسد

۱۸۴

ق. قا

کہ بہرِ مدعاے دل، زبانِ لال، زنداں ہے
غبارِ سرمہ، یاں گردِ سوادِ ترکستان ہے
پرِ طاؤس، گویا، برقِ ابرِ چشمِ گریاں ہے
کہ شاخِ آہواں، دودِ چراغِ آسا پریشان ہے

بِقصِ ظاہری، رنگِ کالِ طبع، پنہاں ہے
خوشی، خانہ زادِ چشمِ بے پروا نگاہاں ہے
صفاے اشک میں داغِ جگر جلوہ دکھاتے ہیں
یوے زلفِ مشکین یہ، دماغ، آشفۂ رم ہیں

۱۸۵

ق. قا

طیاسمِ ششِ جہت، یکِ حلقہٗ گردابِ طوفان ہے
سویدا میں تنفس، ماتندِ خطِ نقطے میں، پنہاں ہے
کہ چشمِ آبلہ میں طولِ میلِ رامِ مڑگاں ہے
جنونِ قیس سے بھی شوخیِ لیلیٰ نمایاں ہے
مڑہ پوشیدنیسا، پردۂ تصویرِ عریاں ہے
اگر وا ہو، تو دکھلا دوں کہ یکِ عالمِ گلستان ہے

تمام اجزائے عالم صیدِ دامِ چشمِ گریاں ہے
نہیں ہے مردنِ صاحبِ دلاں، جز کسبِ جمعیت
غبارِ دشتِ وحشت، سرمہ سازِ انتظار آیا
ز بس دوشِ رمِ آہو پہ ہے حملِ تمنا کا
نقابِ یار ہے، غفلتِ نگاہی اہلِ ینش کی
اسد، بندِ قباے یار ہے فردوس کا غنچہ

۱۸۶

ق. قا

خطِ رخسارِ ساقی، تا خطِ ساغرِ چراغاں ہے

کجا مے؟ کو عرق؟ سعیِ عروجِ نشہ رنگین تر

- ۱ الف، ح، دھیر، ندارد (سوکاتب) - ۲ ب، ق، ح، سبستان - ۳ الف، ق، ح، جہاں زندان موجستان دلاہے پریشان ہے -
۴ ب، ق، ح، مانند خط در نقطہ - ۵ ق، ح، مین اس زمین کی یہ آخری غزل اس لیے ناقص ہے کہ قا کا اگلا ورق گم ہو گیا ہے - ۶ گان غالب ہے کہ یہ دو شعر بھی اس ورق کے ساتھ ضائع ہو گئے -

رہا بقدر دل، در پردہ جوشِ ظہور آخر
تکلف سازِ رسوائی ہے، غافل، شرمِ رعنائی
تماشا، سرخوشِ غفلت ہے باوصفِ حضورِ دل
تکلف بر طرف، ذوقِ زلیخا جمع کر، ورنہ
۵ اسد، جمعیتِ دل در کنارِ بیخودی خوشتر

۱۸۷ ق، قا

عاشق، نقابِ جلوۂ جانانہ چاہیے
پیدا کریں دماغِ تماشا ہے سرو و گل
دیوانگان ہیں حاملِ رازِ نہانِ عشق
ساقی، بہارِ موسمِ گل ہے سرورِ بخشش
۱۰ جادو ہے یار کی روشِ گفتگو، اسد

۱۸۸ ق، قا

ہاتھ پر گر ہاتھ مارے یار وقتِ قہقہہ
وقت اُس افتادہ کا خوش، جو قناعت سے، اسد

۱۸۹ ق، قا

ہے، صریرِ خامہ، ریزشہائے استقبالِ ناز

گل و زرگس بہم، آئینہ و اقلیمِ کوراں ہے
دلِ خون گشتہ، در دستِ خنا آلودہ عریاں ہے
ہنوز آئینہ، خلوتگاہِ نازِ ربطِ مژگاں ہے
پریشان خوابِ آغوشِ وداعِ یوسفستان ہے
دو عالم آگہی، سامانِ یک خوابِ پریشان ہے

فانوسِ شمع کو پر پروانہ چاہیے
حسرت کشوں کو ساغر و مینا نہ چاہیے
اے بے تمیز، گنج کو ویرانہ چاہیے
پیاں سے ہم گر گئے، پیمانہ چاہیے
یاں جز فسوں نہیں، اگر افسانہ چاہیے

کرمکِ شب تاب آسا، مہ پر افشائی کرے
نقشِ پائے مور کو تختِ سلیمانی کرے

نامہ خود پیغام کو بال و پر پرواز ہے

سر نوشتِ اضطرابِ انجائیِ الفتِ نپوچھ
نغمہ ہے کانوں میں اُس کے، نالہ مرغِ اسیر
شرم ہے طرزِ تلاشِ انتخابِ یکِ نگاہ
شوخیِ اظہارِ غیر از وحشتِ مجنوں نہیں

نالِ خامہ، خارِ خارِ خاطرِ آغاز ہے
رشتہ پا، یاں نوا سامانِ بندِ ساز ہے
اضطرابِ چشمِ پر پا دوختہ، غمّاز ہے
لیلیٰ معنی، اسد، محملِ نشینِ راز ہے

۱۹۰

ق، قا

خوابِ جمعیتِ محمل ہے پریشان مجھ سے
کنجِ تاریک و کیں گیریِ اخترِ شمری
اے تسلی، ہوسِ وعدہ فریبِ افسوں ہے
بستنِ عہدِ محبتِ ہمہ نادانی تھا
آتشِ افروزیِ یکِ شعلہِ ایما تجھ سے
اے اسد، دسترسِ وصلِ تمنا معلوم

رگِ بستر کو ہلی شوخیِ مژگان مجھ سے
عینکِ چشمِ بنا روزِ زنداں مجھ سے
ورنہ، کیا ہو نہ سکے نالہِ بسامان مجھ سے؟
چشمِ نکشودہ رہا عقدہِ پیاں مجھ سے
چشمکِ آرائیِ صد شہرِ چراغاں مجھ سے
کاش! ہو قدرتِ برچیدنِ داماں مجھ سے^۱

۱۹۱

ق، قا

بسکہ حیرت سے زِ پا افتادہ زہار ہے
زلف سے شبِ درمیاں دادن نہیں ممکن، دریغ!
در خیالِ آبادِ سوداے سرِ مژگانِ دوست

ناخنِ انگشت، تبخالِ لبِ بیمار ہے
ورنہ، صد محشرِ برہنِ جلوۂ رخسار ہے
صد رگِ جان، جادہ آسا، وقفِ نشترزار ہے

۱ ب، ق، ح، خار در پیرامن - ۲ الف، ق، ح، نالہ دل نغمہ ریزاں ہے مضربِ خیال - بز قا میں یہ شعر تیسرے نمبر پر ہے۔
۳ الف، ق، کو جز وحشت مجنوں، اسد - ب، ق، ح، بسکہ لیلایے سخن - ۴ الف، قا، مجمل (سہو کاتب) - ۵ ب، ح،
بسامان (سہو کاتب) - ۸ ب، قا، نکشودہ (سہو کاتب) - ۱۲ ب، ق، ح، برہن صافی - ۱۳، قا ندارد -

بسکہ ویرانی سے کفر و دیں ہوئے زیر و زبر
اے سرِ شوریدہ، ذوقِ عشق و پاسِ آبرو
وصل میں دل انتظارِ طرفہ رکھتا ہے، مگر
خائمانہا، پائمالِ شوخیِ دعویٰ، آسد

گردِ صحرائے حرمِ نا کو چہ زُتار ہے
جوشِ سودا کب حریفِ منتِ دستار ہے
فتہ، تاراجِ تمنا کے لیے درکار ہے
سایہ دیوار، سیلابِ در و دیوار ہے



۱۹۲

ق. قا

۵ تغافلِ مشربی سے، نا اتمی بسکہ پیدا ہے
تصرفِ وحشیوں میں ہے تصورِ ہائے مجنوں کا
محبت، طرزِ پیوندِ نہالِ دوستی جانے
کیا یکسر گدازِ دل نیازِ جوشِ حسرت
ہجومِ ریشِ خوں کے سبب رنگ اڑ نہیں سکتا
۱۰ آسد، گر نام والاے علی تعویذِ بازو ہو

نگاہِ ناز، چشمِ یار میں زُتارِ مینا ہے
سوادِ چشمِ آہو، عکسِ خالِ روئے لَیلا ہے
دویدن، ریشہ ساں، مفتِ رگِ خوابِ زلیخا ہے
سُویدا، نسخہٴ ہندیِ داغِ تمنا ہے
حنائے پنچہٴ صیاد، مرغِ رشتہ برپا ہے
غرقِ بحرِ خوں، تمثالِ در آئینہ رہنا ہے



۱۹۳

ق. نا

اثرِ سوزِ محبت کا، قیامت بے محابا ہے
نہاں ہے گوہرِ مقصودِ جیبِ خود شناسی میں
عزیزو، ذکرِ وصلِ غیر سے مجھ کو نہ بہلاؤ

کہ رگ سے سنگ میں تخمِ شرر کا ریشہ پیدا ہے
کہ یاں غَوّاص ہے تمثالِ اور آئینہ دریا ہے
کہ یاں افسونِ خواب، افسانہٴ خوابِ زلیخا ہے

۲ الف، ق، ح، نازِ عشق - ب، ق، ح، یک طرفِ سودا و یک سو منت - ۵، قا میں اس غزل اور آئینہ غزل کی تریب اشعار بدلی ہوئی ہے - ۸ الف، ح، نیازِ جوش - ۱۰، ۱۲، ۱۳، قا ندارد - ۱۳ الف، ق، پہلے، عزیزان گرچہ بہلانے ہیں ذکر وصل سے، لیکن - ب، مجھے -

تصور، بہرِ تسکینِ تپیدنہاے طفلِ دل
بسی غیر ہے، قطعِ لباسِ خانہ ویرانی
بجھے شبہاے تاریکِ فراقِ شعلہ رویاں میں
ترے نوکر ترے در پر اسد کو ذبح کرتے ہیں

یساغِ رنگہاے رفتہ، گاجینِ تماشا ہے
کہ تارِ جادۂ رہ، رشتۂ دامنِ صحرا ہے
چراغِ خانۂ دل، سوزشِ داغِ تمنا ہے
ستمگر، ناخدا ترس، آشنا کش، ماجرا کیا ہے؟

۱۹۴
ق، قا

ہیزمِ مے پرستی، حسرتِ تکلیفِ بیجا ہے
نشاطِ دیدۂ ینا ہے۔ کو خواب؟ و چہ بیداری؟
نگہ، معمارِ حسرتہا۔ چہ آبادی؟ چہ ویرانی؟
نہ سوئے آبلوں میں، گر، سرِ شکِ دیدۂ نم سے
بسختیہاے قیدِ زندگی معلوم آزادی
اسد، یاسِ تمنا سے ترکھ امیدِ آزادی

کہ جامِ بادہ، کفِ برب بتقریبِ تقاضا ہے
بہم آوردہ مژگان، روئے بر روئے تماشا ہے
کہ مژگان جس طرف وا ہو، کفِ دامنِ صحرا ہے
بجولانِ گاہِ نومیدی، نگاہِ عاجزاں، پا ہے
شرر بھی صیدِ دامِ رشتۂ رگہاے خارا ہے
گدازِ ہر تمنا آیارِ صد تمنا ہے

۱۹۵
ق، قا

بدوقِ شوخیِ اعضا تکلفِ بارِ بستر ہے
معماے تکلف، سرِ ہمہرِ چشم پوشیدن
مژہ فرشِ رہ، و دل ناتوان، و آرزو مضطر

مُعافِ پیچ تابِ کشمکش، ہر تارِ بستر ہے
گدازِ شمعِ محفل، پیچشِ طومارِ بستر ہے
پاے خفتہ، سیرِ وادیِ پُر خارِ بستر ہے

۵ ہ، ق، ح، ب، ک، ل، ف - ۶ ب، ق، ح، یوئے روئے - ۷ ب، ق، ح، کف دامن - ۸ ب، ق، ح، شرر در بند دام -
۱۰ ب، ق، ح، گداز آرزوہا آیار آرزوہا - ۱۱ فا ندارد - الف، ح، پیچ و تاب -

تبسم، برگِ گل کو بخیۃ دامن نہوجاویں
کہ رشتہ، تارِ اشکِ دیدہٗ سُوزن نہوجاویں
سفیدی آئیے کی، پنبہٗ روزن نہوجاویں

پاسِ شوخیِ مژگاں، سرِ ہر خار، سُوزن ہے
بجراحت دوزیِ عاشق ہے جاے رحم، ترساں ہوں
غضبِ شرم آفریں ہے، رنگِ ریزہاے خودینی

یہ زمیں، مثلِ نیستان، سخت ناوِکِ خیز ہے
یستوں، خوابِ گرانِ خسروِ پرویز ہے
پردہٗ بادام، یکِ غریبِ حسرتِ بیز ہے
سبزہٗ صحراے الفت، نشرِ خونِ ریز ہے
یکِ شکستِ رنگِ گل، صد جنبشِ مہمیز ہے

دل سراپا وقفِ سوداے نگاہِ تیز ہے
ہو سکے کیا خاکِ دست و بازوے فرہاد سے؟
ان ستم کیشوں کے کھائے ہیں، زبس، تیرِ نگاہ
خون چکاں ہے جادہ، مانندِ رگِ سودائیاں
ہے، بہارِ تیز رو، گلگونِ نکہت پر سوار

موجِ گردابِ حیا ہے، چینِ پیشانی مجھے
ہے، شمعِ مہر، زَنارِ سلیمانی مجھے
جنبشِ نالِ قسَم، جوشِ پرافشانی مجھے

ترجیں رکھتی ہے، شرمِ قطرہٗ سامانی مجھے
۱۰ شبِ نیم آسا کو بحالِ سُبْحہ گردانی مجھے؟
بلبلِ تصویر ہوں بیتابِ اظہارِ تپش

۱۰ ح، ہوجائی (ہر جگہ) - ۲ الف، ق، ح، ٹرنا ہوں - ۳ الف، ق، ح، وہ مڑہ بر آہ ووبانیدن از دل - ح، ووبانیدن
(سہو کاتب) - ۶، قا ندارد - ۸، ح میں اسے مطبوعہ ظاہر کیا ہے - ۱۰ الف، قا، محال (سہو کاتب) -
۱۱ ب، ح، جوشِ پرافشانی -

داغ ہے مُہرِ دھن، جوں چشمِ قربانی مجھے
ہے گریباں گیرِ فرصت، ذوقِ عربانی، مجھے
ناخنِ بُریدہ، ہے تیغِ صفاہانی مجھے
فکر نے سونپی خموشی کی گریبانی مجھے

ضبطِ سوزِ دل ہے وجہِ حیرتِ اظہارِ حال
شوخ، ہے مثلِ حجابِ از خویشِ بیرون آمدن
وا کیا ہرگز نہ میرا عقیدہٴ تارِ آنفس
ہوں مہولائے دو عالم، صورتِ تقریر، اسد

۱۹۹

ق، قا

توڑنا ہوتا ہے رنگِ یکِ آنفسِ ہر شب مجھے °
نامہٴ اعمال ہے، تاریکیِ صکوکِ مجھے
پردہ دارِ یادگی ہے، وسعتِ مشربِ مجھے

صبح، ناپیدا ہے کلفتِ خانہٴ اِدبار میں
شومیِ طالع سے ہوں ذوقِ معاصی میں اسیر
دردِ ناپیدا، و بیجا تہمتِ وارستگی

۲۰۰

ق، قا

وصالِ لالہٴ عذارانِ سرو قامت ہے

اسد، بہارِ تماشاے گلستانِ حیات

۲۰۱

ق، قا

برگریزِ ناخنِ مُطرب، بہارِ نغمہ ہے
گوشہا سیمائی، و دلِ یقرارِ نغمہ ہے ۱
تیل، یانِ کوکِ صداے آبشارِ نغمہ ہے
نالہٴ زنجیرِ بجنوں، رشتہ دارِ نغمہ ہے
کسوتِ ایجادِ بلبل، خارِ خارِ نغمہ ہے
پنبہٴ گوشِ حریفان، پود و تارِ نغمہ ہے

شوخیِ مضاربِ جولان، آیسارِ نغمہ ہے
کس سے، اے غفلت، تجھے تعبیرِ آگاہی ملے؟
سازِ عیشِ بیدی ہے، خانہٴ ویرانی، مجھے
سنبلِ خواں ہے، بذوقِ تارِ کیسوے دراز
شوخیِ فریاد سے ہے پردہٴ زنبور، گل
غفلتِ استعدادِ ذوق، و مدعا غافلِ اسد

۲۰۲

ق، قا

خود فروشیہاے ہستی بسکہ جاے خندہ ہے
نقشِ عبرت در نظر، یا نقدِ عشرت در بساط
جاے استہزا ہے، عشرت کوشی ہستی، اسد
ہر شکستِ قیمتِ دل میں صداے خندہ ہے
دو جہاں وسعت، بقدرِ یک فضاے خندہ ہے
صبح و شبنم، فرصتِ آشوب و تماے خندہ ہے

۲۰۳

ق، قا

عجزِ دیدنہا بناز، و نازِ رقتنہا بچشم
اختلافِ رنگ و بو، طرحِ بہارِ بینودی
حسنِ خوباں بسکہ بقدرِ تماشا ہے، اسد
جادۂ صحراے آگاہی، شعاعِ جلوہ ہے
صلحِ کل، گردِ ادبگاہِ نزاعِ جلوہ ہے
آئینہ، یک دستِ ردِّ امتناعِ جلوہ ہے

۲۰۴

ق، قا

آئینۂ خیال کو دیکھا کرے کوئی؟
تمثالِ جلوہ عرض کر، اے حسن، کب تلک

۲۰۵

ق، قا

وحشت کہاں کہ بینودی انشا کرے کوئی؟
جو کچھ ہے، محوِ شوخیِ ابروے یار ہے
عرضِ سرِ شک پر ہے، فضاے زمانہ، تنگ
ہستی کو لفظِ معنیِ عتفا کرے کوئی
آنکھوں کو رکھ کے طاق پہ، دیکھا کرے کوئی
صحرا کہاں کہ دعوتِ دریا کرے کوئی؟

خوانا نہیں ہے خطِ رقمِ اضطرار کا ۵ تدبیرِ پیچتابِ نفس کیا کرے کوئی؟
وہ شوخ اپنے حسن پہ مغرور ہے، آسَد دکھلا کے اُس کو آتش توڑا کرے کوئی

۲۰۶

ق، قا

باغِ تجھ بن گلِ رگس سے ڈرانا ہے مجھے ۵ چاہوں گر سیرِ چمن، آنکھ دکھانا ہے مجھے
شورِ مثال ہے کس رشکِ چمن کا، یارب؟ آتش، بیضۂ بلبلِ نظر آتا ہے مجھے
حیرت آئینۂ انجمِ جنوں ہوں جوں شمع کس قدر داغِ جگر شعلہ اُٹھاتا ہے مجھے! ۵
میں ہوں اور حیرتِ جاوید، مگر ذوقِ خیال بفسونِ نگہِ ناز ستا ہے مجھے
حیرتِ فکرِ سخن، سازِ سلامت ہے، آسَد دل پسِ زانوے آئینہ بٹھاتا ہے مجھے

۲۰۷

ق، قا

یاد رکھیے نازِ ہائے التفاتِ اوایں ۵ آشیانِ طائرِ رنگِ حنا ہو جائیے
لطفِ عشقِ ہریک، اندازِ دگر دکھلائے گا بے تکلفِ یکِ نگاہِ آشنا ہو جائیے
داد از دستِ جفا سے صدمۂ ضربِ المثل! ۱۰ گر ہمہ افتادگی، جوں نقشِ پا، ہو جائیے
وسعتِ مشرب، نیازِ کلفتِ وحشت، آسَد یکِ بیابانِ سایۂ بالِ ہما ہو جائیے

۲۰۸

ق، قا

حیرتِ تپیدہا خوں بہا سے دیدہا ۵ رنگِ گل کے پردے میں آتش پرافشاں ہے

۱۱ ق ندارد - ۲ ب، ج، اس کو (سہو کاتب) - ۳ ق ندارد - ۸ ب، ج، رنگِ رسا (سہو کاتب) -

روئے شش بچہٴ آفاق، پشتِ چشمِ رنداں ہے
مثلِ دودِ بجمر کے، داغِ بالِ افشاں ہے
بے گھرِ صدفِ گویا، پشتِ چشمِ نیساں ہے

عشق کے تفاعل سے، ہرزہ گرد ہے عالم
و حُسنِ انجمن ہے گل، دیکھ لالے کا عالم
اے کرم، نہو غافل، ورنہ ہے اسدِ بیدل

قَالَ قَالَا

دعا سے مدعا گم کردگان، ابریزِ آمیں ہے
 آنفس تیری گلی میں خوں ہو، اور بازارِ رنگیں ہے
 شرارِ آہ سے، موجِ صبا، دامنِ گلچیں ہے
 شبِ ماتم، تہِ دامنِ دودِ شمعِ بالیں ہے
 کشادہ عقد، محوِ ناخنِ دستِ نگاریں ہے
 جبین پر میری، آمدِ خامۂ قدرت، خطرِ چیں ہے
 حنا سے دست، و خوںِ کشتگان سے تیغِ رنگیں ہے
 پسینہ تو سنِ ہمت کا سبیلِ خانۂ زیں ہے

غم و عشرت: قدموسِ دلِ تسلیم آئیں ہے
تماشا ہے کہ ناموسِ وفا رسواے آئیں ہے
ہمارا دیکھنا گر تنگ ہے، سیرِ گلستان کر
پیامِ تعزیت پیدا ہے اندازِ عبادت سے
زِ بس جز حسن، منّت ناگوارا ہے طبیعت پر
نہیں ہے، سرنوشتِ عشق، غیر از یدماغیا
۱۰۔ بہارِ باغ، پامالِ خرامِ جلوہ فرمایا
یابانِ فنا ہے بعدِ صحراے طلب، غالب

— 21 —

ق. وَا

فالِ رسوائی، سرِ شکِ سرِ بصرا دادہ سے
جوشِ نیرنگِ بہارِ عرضِ صحرا دادہ سے

دیکھتا ہوں وحشتِ شوقِ خروشِ آمادہ سے
دامِ گر سبزے میں پنہاں کیجیے، طاؤس ہو

۲ الف، ق، ح، گول بکوه از لاله بزم ساز بیتابی - ب، ق، ح

ہ ب، ق ح، عشق آمیز ۔ ہ ب، ق ح، حوں (-ہو کتاب) ۔

الف، ق، ح، گودی عالم - ب، ح، زندان (سہو کاتب) -

دود بچرھا - ۳ ب، ق، ح، از گھر صدف خالی -

۷ ب. ق. ۱۰ (سوکات) - ۸ ب. ق. ۱۰، ح. عقدہ۔

خیمہ لیلی سیاہ، و خانہ مجنوں خراب
بزم ہستی وہ تماشا ہے کہ جس کو ہم، اسد

جوش ویرانی ہے عشقِ داغ پروں دادہ سے
دیکھتے ہیں چشم از خوابِ عدم نکشادہ سے

۲۱۱

ق، قا

منت کشی میں حوصلہ بے اختیار ہے
عبرت طلب ہے، حلِ مَعَمَّائے آگہی
تخلت کشر وفا کو شکایت نہا ہے
کیفیتِ هجومِ تمنا رسا، اسد

دامانِ صد کفن، تہِ سنگِ مزار ہے
شبم، گذارِ آئۂ اعتبار ہے
اے مُدعی، طیسِ عرق بے غبار ہے
تھیازہ، ساغرِ مے رنجِ خمار ہے

۲۱۲

ق، قا

زنجیرِ یاد پڑتی ہے، جادے کو دیکھ کر
سودائیِ خیال ہے، طوفانِ رنگ و بو
بھونچال میں گرا تھا یہ آئینہ طاق سے
کن حیراں ہوں شوخیِ رگِ یاقوت دیکھ کر

اس چشم سے ہنوز نگہ یادگار ہے
یاں ہے کہ داغِ لالہ، دماغِ بہار ہے
حیرت، شہیدِ جنبشِ ابروے یار ہے
یاں ہے کہ صحبتِ خس و آتش برار ہے

۲۱۳

ق، قا

بحلقۂ خمِ گیسو ہے راستی آموز
برنگِ شیشہ ہوں یک گوشہ دلِ خالی
اسد کو حسرتِ عرضِ نیاز تھی دمِ قتل

دھانِ مار سے گویا صبا نکلتی ہے
کبھی پری مری خلوت میں آنکلتی ہے
ہنوز، یک سخنِ بے صدا نکلتی ہے

۲۱۴ ق، قا

ہے انتظار سے شرر آبادِ رستخیز
کس فرصتِ وصال پہ ہے گل کو، عندلیب
یارب، ہمیں تو خواب میں بھی مت دکھائیو
مژگانِ کوھکن، رگِ خارا کہیں جے
زخمِ فراق، خندہ بیجا کہیں جے
یہ محشرِ خیال کہ دنیا کہیں جے

۲۱۵ ق

سر رشتہ بیتابیِ دل، در گروہِ عجز
پرواز بخوں خفتہ و فریاد رسا ہے

۲۱۶ ق، قا

ہ پھونکنا ہے نالہ ہر شبِ صورِ اسرافیل کی
کی ہیں کس پانی سے یاں یعقوب نے آنکھیں سفید؟
عرش پر تیرے قدم سے ہے، دماغِ گردِ راہ
مدعا در پردہ، یعنی جو کہوں باطل سمجھ
خیر خواہِ دید ہوں، از بہر دفعِ چشمِ زخم
نالہ کہینچا ہے، سراپا داغِ جرأت ہوں، اسد
ہم کو جلدی ہے، مگر تو نے قیامت ڈھیل کی
ہے جو آبی پرہن، ہر موجِ رودِ نیل کی
آج تنخواہِ شکستن ہے کُلاہِ جبریل کی
وہ فرنگی زادہ کھاتا ہے قسمِ انجیل کی
کہینچا ہوں اپنی آنکھوں میں سلائی نیل کی
کیا سزا ہے میرے جرمِ آرزوِ تاویل کی؟

۲۱۷ ق، قا

کیا ہے ترکِ دنیا کاہلی سے
خارجِ دیہِ ویراں، یک کفِ خاک
ہمیں حاصل نہیں بیحاصلی سے
بیابانِ خوش ہوں تیری عاملی سے

پر افشان ہو گئے شعلے ہزاروں
خدا، یعنی پدر سے مہرباں تر
اسد قربانِ لطفِ جورِ بیدل
رہے ہم داغ، اپنی کاحلی سے
پھرے ہم درِ بدرِ ناقابل سے
خبر لیتے ہیں لیکن بیدلی سے

۲۱۸
ق، قا

نگہ اُس چشم کی، افروں کرے ہے ناتوانی
شکستِ قیمتِ دل، آن سوے عذرِ شناسائی
تخیر ہے گیریاں گیرِ ذوقِ جلوہ پیرائی
پر طاؤس ہے نیرنگِ داغِ حیرت انشائی
شرارِ سنگ سے پا در حنا گلگونِ شیریں ہے
غرورِ دستِ رد نے شانہ توڑا فرقِ ہد ہد پر
جنوں افسردہ و جاں ناتواں، اے جلوہ، شوخی کر
نگاہِ عبرتِ افسوں، گاہ برق و گاہِ شعل ہے
خدایا، خونِ دورنگِ امتیاز اور نالہ موزوں ہو
جنوںِ بیکسی ساغر کشِ داغِ پلنگ آیا
خراباتِ جنوں میں ہے، اسد، وقتِ قدحِ نوشی
پر بالش ہے وقتِ دید، مژگانِ تماشائی
طلسمِ ناامیدی ہے، خجالتِ گاہِ پیدائی
ملی ہے جوہرِ آئینہ کو، جوں بخیر، گیرائی
دو عالم دیدہ بسملِ چراغاں جلوہ پیمائی
ہوز، اے تیشہ فرہاد، عرضِ آتشیں پائی
سلیانی، ہے ننگِ بیدماغانِ خود آرائی
گئی یک عمر خود داری با استقبالِ رعنائی
ہوا ہر خلوت و تجلوت سے حاصل، ذوقِ تنہائی
جنوں کو سخت بیتابی ہے، تکلیفِ شکیانی
شررِ کیفیتِ مے، سنگِ محورِ نازِ مینائی
بعشقِ ساقیِ کور، بہارِ بادہ پیمائی

۲۱۹
ق

بسکہ زیرِ خاک با آبِ طراوتِ راہ ہے
ریشے سے، ہر تخم کا دلو، اندرونِ چاہ ہے ۱۵

۱۱. قا میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔ ۳ الف، قا، لطف و جور۔ ۴ الف، قا، عذرِ ناشناسی (سہو کاتب)۔
۱۶. قا میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔ ۸ ب، قا، فریاد (سہو کاتب)۔ ۹ الف، قا، دست زد۔ ننگِ بیدماغان (سہو کاتب)۔
۱۲ ب، ق، ح، عرض۔ نیز قا میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔

آفسِ ماہی آتہ پردازِ داغِ ماہ ہے
یاں صریرِ خامہ، مجھ کو نالۂ جانکاہ ہے
سرو کے قامت پہ، گل، یک دامنِ کوتاہ ہے
پیچ و تابِ دل، نصیبِ خاطرِ آگاہ ہے

عکسِ گلہاے سمن سے چشمہ ہاے باغ میں
واں سے ہے تکلیفِ عرضِ یدماغیہاے دل
حسن و رعنائی میں وہمِ صد سرو گردن ہے فرق
رشک ہے آسائشِ اربابِ غفلت پر، اسد

۲۲۰

ق، حاشیہ ق، قا

یک قلم، شاخِ گلِ ترگس، عصاے کور ہے
پشتِ دستِ عجریاں ہر برگِ نخلِ طور ہے
حیرتِ آغوشِ خوباں، ساغرِ بستور ہے
سبزہ، جوں انگشتِ حیرت در دہانِ گور ہے
نوحہ، گویا خانہ زادِ نالۂ رنجور ہے
دزد گر ہو خانگی، تو پاساں مذکور ہے
بے سخن، تبخالۂ لب، دانۂ انگور ہے
اُس جگہ تختِ سلیمان، نقشِ پاے مور ہے
یاں صریرِ خامہ مجھ کو نالۂ رنجور ہے

ہ بسکہ چشم از انتظارِ خوش خطاں بے نور ہے
بزمِ خوباں، بسکہ، جوشِ جلوہ سے پُر نور ہے
ہوں، تصور ہاے ہمدوشی سے، بدمستِ شراب
ہے عجب مُردوں کو غفلتہاے اہلِ دہر سے
حسرتِ آبادِ جہاں میں ہے، الم، غمِ آفریں
۱۰ کیا کروں؟ غمہاے پنہاں لے گئے صبر و قرار
ہے زِ پا افتادگیِ نشہ بیماری مجھے
جس جگہ ہو مستدارِ جانشینِ مصطفیٰ
واں سے ہے تکلیفِ عرضِ یدماغی، اور، اسد

۲۲۱

ق، قا

پختگیہاے کبابِ دل ہوئی خالی تری

اے خیالِ وصل، نادر ہے مے آشامی تری

۵۔ قا ندارد - ۸ الف، قا میں لفظ "عجب" خود غالب نے سطر کے اوپر لکھا ہے - ۱۰ ب، ق، ح، مجبور ہے - ۱۱۔ قا میں یہ بیت آٹھویں شعر کے بعد ہے - الف، ق، ح، افتادگی ہی آتہ پہاڑی - ۱۲ الف، ق، ح، ہے وہاں -

ہے نرا کت جلوہ، امے ظالم، سیہ فامی تری
 باج لیتی ہے گلستان سے گل اندامی تری
 میرے کام آئی، دلِ مایوس، ناکامی تری
 لیکن اُس سے ناگوارا تر ہے بدنامی تری
 امے آسد، یجا نہیں ہے غفلت آرامی تری ۵

رچ گیا جوشِ صفا سے زاف کا، اعضا میں، عکس
 برگریز ہائے گل، ہے وضعِ زر افشاندنی
 بسکہ ہے عبرتِ لویبِ باو گیہا مے ہوس
 ہمنشینِ رقیباں، گرچہ، ہے سامانِ رشک
 سر بزانو مے کرم رکھتی ہے شرمِ ناکسی



ق، قا

اعمیٰ کو سرمۂ چشم، آوازِ آشنا، ہے
 شیرازہ دو عالم، یکِ آہِ نارسا ہے
 موجِ بہار، یکسر زنجیرِ نقشِ پا ہے
 آسائشِ وفاہا، یتابیِ جفا ہے
 میں بھی ہوں شمعِ کشتہ، گر داغِ خوں بہا ہے ۱۰
 یکِ درد و صد دوا ہے، یکِ دست و صد دعا ہے
 نا کوچہ دادنِ موجِ خمیازہ آشنا ہے
 جب نالہ خوں ہو، غافل، تاثیر کیا بلا ہے
 حضرت چلے حرم کو، اب آپ کا خدا ہے

ربطِ تمیزِ اعیان، دُردِ مے صدا ہے
 موے دماغِ وحشت، سر رشتہ فنا ہے
 دیوانگی ہے، تجھ کو درسِ خرام دینا
 پروانے سے ہو، شاید، تسکینِ شعلۂ شمع
 امے اضطرابِ سرکش، یکِ سجدہ وار تمکین
 نے حسرتِ تسلی، نہ ذوقِ بیکراری
 دریائے مے ہے ساقی، لیکن خمارِ باقی
 وحشت نہ کھینچ، قاتل، حیرتِ نفسِ بے سمل
 بتخانے میں آسد بھی بندہ تھا گاہ گاہ



ق، قا

وسعتِ گہِ تمنا، یکِ بام و صد ہوا ہے ۱۵

گر یاس سر نہ کھینچے، تنگیِ عجب آضا ہے

۱ الف، ح، جوشِ صفا مے (سہو کاتب) - ۴ ب، ح، اس (سہو کاتب) - ۱۵ ب، ح، یکِ نام (سہو کاتب) -

مینا شہ کستگان کو کہسارِ خون بہا ہے
دودِ چراغ، گویا، زنجیرِ بے صدا ہے
مصراعِ نالہ نے، سکتہ ہزار جا ہے
اس موج سے کو، غافل، پیمانہ نقشبہا ہے
چشمِ تحیرِ آغوش، مخمورِ ہر ادا ہے
طوفانِ نالہ دل، تا موجِ بوریہا ہے
دل دے، تو ہم بنادیں، مٹھی میں تیری کیا ہے
یعنی، سخن کو کاغذِ احرامِ مدعا ہے

برہمزنِ دو عالم، تکلیفِ یک صدا، ہے
فکرِ سخنِ یک انشا زندانیِ خموشی
موزونیِ دو عالم، قربانِ سازِ یک درد
درسِ خرام تا کے تحیازہ روانی؟
ہ گردش میں لا، تجلی، صد ساغرِ تسلی
یک برگِ بینوائی، صد دعوتِ نیستان
اے غنچہ تمنا، یعنی کفِ نگاریں
ہر نالہ اسد ہے مضمونِ دادخواہی

۲۲۴ ق. ق

بجھڑ بزمِ فسر دن، دیدہ نچیر ہے
یاں پر پروازِ رنگِ رقصہ، بالِ تیر، ہے
ماہتابِ ہالہ پیرا، گردہ تصویر ہے
ہر نہالِ شمع میں اک غنچہ گلگیر ہے
لختِ لختِ دل، نگینِ خانہ زنجیر ہے
یاں گلوے شیشہ سے، قبضہ شمشیر ہے
وصل میں وہ سوزِ شمعِ مجلسِ تقریر ہے

ضبط سے، جوں مردمک، اسپند اقامت گیر ہے
آشیانِ بندِ بہارِ عیش ہوں ہنگامِ قتل
ہے جہاں فکرِ کشیدہاے نقشِ روے یار
وقتِ حسنِ افروزیِ زینتِ طرازاں، جاے گل
گریے سے بندِ محبت میں ہوئی نامِ آوری
ریزشِ خونِ وفا ہے، جرعه نوشیہاے یار
جو ہشامِ غمِ چراغِ خلوتِ دل تھا، اسد

۲۲۵ ق. ق

آئہ خانہ، مریِ تمثال کو، زنجیر ہے

ذوقِ خودداری، خرابِ وحشتِ تسخیر ہے

۹ الف، ق، اسید (سہو کاتب) - ۱۲ ب، ق، ح، از نہال شمع پیدا - ۱۳ ب، ح، مکین - ۱۵ الف، ق، غم ندارد (سہو کاتب) - ۱۶ الف، ق، ح، ذوق ہے پروا -

ذّرہ دے بچنوں کے کس کس داغ کو پردازِ عرض؟
میکشِ مضمون کو حسنِ ربطِ خط کیا چاہیے؟
خاتمانِ جبریانِ غافل از معنی خراب!
چاہے گر جنت، جز آدم وارثِ آدم نہیں
شبِ دراز و آتشِ دل تیز، یعنی، مثلِ شمع
آب ہو جائے ہیں، تگِ ہمتِ باطل سے، مرد

۲۲۶ ق

ہر یابان، یک یابان حسرتِ تعمیر ہے
لغزشِ رفتارِ خامسہ، مستیِ تحریر ہے
جب ہوئے ہم یگنہ، رحمت کی کیا تقصیر ہے؟
شوخیِ ایمانِ زاہد، سُستیِ تدبیر ہے
مہ، زِ سر تا ناخنِ پا، رزقِ یک شبگیر ہے
اشک پیدا کر، اسد، گر آہ بے تاثیر ہے

کہ موجِ آب ہے، ہر ایک چینِ پیشانی
رکھے ہے کسوتِ طاؤس میں ہر افشانی
بہ گمراہیِ سکندر ہے محورِ حیرانی
کہ عیدِ خلق پہ حیراں ہے، چشمِ قربانی ۱۰
کہ سرو ہو نہ سکے اُس کا مصرعِ ثانی
کہ زلفِ یار ہے مجموعہٗ پریشانی

۲۲۷ ق، قا

بیخود، زبکہ خاطرِ بیتاب، ہو گئی
موجِ تبسم لبِ آلودہٗ مسی

مژگانِ بازماندہ، رگِ خواب ہو گئی
میرے لیے تو تیغِ سیہ تاب ہو گئی

۱ الف، ق، ح، عرض سواد - ۲ الف، ق، ح، جبریان غفلت معنی - ۳ الف، قا، تیر - (سہرکاتب) -
۱۰ ب، ق، کہ عید خلق پہ حیراں ہے قربانی - مرتب ح نے چشم، کا لفظ خود تجویز کر کے بڑھایا ہے، جو غالب کے شعر:
ونہ تسلیم خات پیشگان عالی سچم ۵ چشم قربانی، گل شاخِ ہلالِ عید ہے کے پیش نظر بالکل درست ہے -

زلفِ سیاہ بھی، شبِ مہتاب ہو گئی
اے جانِ بر لب آمدہ، یتاب ہو گئی
آنسو کی بوند گوہرِ نایاب ہو گئی

رخسارِ یار کی جو کُھلی جلوہ گسری
بیدارِ انتظار کی طاقت نہ لاسکی
غالب، زبکہ سوکھ گئے چشم میں سِرشک

۲۲۸ ق. قا

بالِ سفید، آتہ ناز ہے مجھے
ہر ذرہ، چشمِ نگہ ناز ہے مجھے
عرضِ بہار، جوہرِ پرداز ہے مجھے
ہر جزوِ آشیان، پر پرواز ہے مجھے
جوں داغ، شعلہ سر خطِ آغاز ہے مجھے
چشمِ پری، شفقِ کدہ راز ہے مجھے
دودِ چراغ، سُرْمہ آواز ہے مجھے
یک نستانِ قلمرو اعجاز ہے مجھے

ہر رنگِ سون، پردہ یک ساز ہے مجھے
ہ طاؤسِ خاک، حسنِ نظر باز ہے مجھے
آغوشِ گل ہے آتہ ذرہ ذرہ خاک
ہے بوے گلِ غریبِ تسلی گہ وطن
ہے جلوہ خیال، سُویداے مردمک
وحشتِ بہارِ نشہ، و گل سا غریبِ شراب
۱۰ فکرِ سخن، بہانہ پردازِ خاموشی
ہے خامہ فیضِ یعتِ بیدل بکف، اسد

۲۲۹ ق. قا

دیا برو کو چھڑ، اور اُس نے قنہ کو اشارت کی
لکھے کیفیت اُس سطرِ تبسم کی عبارت کی
عصاے سبز دیے رنگس کو دی خدمتِ نظارت کی
تب خجالت نے یہ نبضِ رگِ گل میں حرارت کی
اسد، کھانے ہوئے سرمے نے آنکھوں میں بصارت کی

نگاہِ ناز نے جب عرضِ تکلیفِ شرارت کی
روانی موجِ مے کی، گر، خطِ جام آشنا ہووے
شہِ گل نے کیا جب بندوبستِ گلشن آرائی
۱۰ نہیں ریش عرق کی، اب اُسے دُوبانِ اعضا ہے
زبس نکلا غبارِ دل بوقتِ گریہ آنکھوں سے

۲۳۰ ق، قا

خمر گیسو ہو شمشیر سیہ تاب اور شب کاٹے
 آصف دندان گوہر سے بحسرت اپنے لب کاٹے
 بقدر یک نفس جادہ، بصد رنج و تعب کاٹے
 دم تیغ توکل سے اگر پامے سبب کاٹے
 کہ میں نے دست و پا باہم بہ شمشیر ادب کاٹے

خدایا، دل کہاں تک دن بصد رنج و تعب کاٹے
 کریں گر قدر اشک دیدہ عاشق، خود آریاں
 درخشاں وہ مریض غم کہ فرط ناتوانی سے
 یقین ہے، آدمی کو دستگاہ فقر حاصل ہو
 اسد مجھ میں ہے اُس کے بوسہ پاکی کہاں جرأت؟

۲۳۱ ق، قا

کہ بعد از صافِ مے، ساغر میں دُردِ بادہ آتا ہے
 نظر دانہ، سرِ شک بر زمیں اُفتادہ، آتا ہے
 کہ یاں ہریک، حجاب آسا، شکست آمادہ آتا ہے
 متاعِ زندگانیہا بغارت دادہ آتا ہے
 صنوبر گلستان میں با دلِ آزادہ آتا ہے

ہوا جب حسن کم، خطِ برِ عذارِ سادہ آتا ہے
 نہیں ہے مزرعِ الفت میں حاصلِ غیرِ پامالی
 محیطِ دھر میں بالیدن، از ہستی گزشتن ہے
 دیارِ عشق میں جانا ہے جو سوداگری سامان
 اسد، وارستانِ باوصفِ سامان بے تعلق ہیں

۲۳۲ ق، قا

کہ مشکِ نافہ تمثالِ سوادِ چشمِ آہو ہے
 سرِ شکِ چشمِ یار، آبِ دمِ شمشیرِ ابرو ہے
 پرِ افشاندہ در کنجِ قفس، تعویذِ بازو ہے

بفکرِ حیرتِ رم، آتہ پرداز زانو ہے
 ترختم مین ستم کوشوں کے ہے، سامانِ خونریزی
 کرے ہے دستِ فرسودِ ہوس، وہمِ توانائی

کہ ظاہر، پنجنہ خرسید، دستِ زیرِ پہلو ہے
فغانِ دل بہ پہلو، نالہٴ بیمارِ بدخو ہے

ہوا، چرخِ خیدہ، ناتواں بارِ علائق سے
اسد، تا کے طبیعتِ طاقتِ ضبطِ الم لاوے؟



ق. قا

وہ جلوہ کر کہ نہ میں جانوں اور نہ تو جانے
زیادہ اس سے گرفتار ہوں کہ تو جانے
مباد، حوصلہ معذورِ جستجو جانے!
گدازِ حوصلہ کو پاسِ آبرو جانے
لہو میں ہاتھ کے بھرنے کو جو وضو جانے
مگر وہ خانہ برانداز گفتگو جانے
کہ جو، اسد، تپشِ نبضِ آرزو جانے

خبر نگہ کو نگہ چشم کو عدو جانے
نفسِ بنالہ رقیب، و نگہ باشکِ عدو
ہ بہ کسوتِ عرقِ شرم قطرہ زن ہے خیال
جنوں فسردهٴ تمکین ہے، کاش! عہدِ وفا
نہوے کیونکہ اُسے فرضِ قتلِ اہلِ وفا
زبان سے عرضِ تمنائے خامشی معلوم
مسحِ کشتہٴ الفت پر علی خاں ہے



ق. قا

طائرِ سیاب کو، شعلہ، رگِ دام ہے
قسمتِ بختِ رقیب، گردشِ صد جام ہے
کعبہٴ پوششِ سیاہِ مردمکِ احرام ہے
در تپشِ آبادِ شوق، سرمہ، صدا نام ہے
اے ہمہ خوابِ گراں، حوصلہ بدنام ہے
فرصتِ رقصِ شرر، بوسہ بہ پیغام ہے

۱۰ دیکھ تری خوئے گرم، دل بہ تپشِ رام ہے
شوخیِ چشمِ حبیب، فتنہٴ ایام ہے
جلوۂ پیشِ پناہ، بخشے ہے ذوقِ نگاہ
”کو نفس؟ وجہ غبار؟ جرأتِ عجزِ آشکار
غفلتِ افسردگی، تہمتِ تمکین نہو
۱۵ بزمِ وداعِ نظر، یاسِ طربِ نامہ پر

۲ الف ح لائے ۶ ب قامین یہ مصرع کاتب نے چھوڑ دیا تھا۔ غالب نے اپنے قلم سے بڑھایا ہے۔ ۷ الف قامین یہ مصرع بھی کاتب نے چھوڑ دیا تھا۔ غالب نے اپنے قلم سے بڑھایا ہے۔ ۸ قاندارد۔ ۹ الف قانہ اخوے (سہرکاب)۔

گرینہ طوفانِ رکاب، نالہ محشرِ عناب

بے سرو سامانِ اسد، قنہ سرانجام ہے

۲۳۵

ق، قا

کالوشِ دزدِ حنا پوشیدہ افسوں ہے مجھے
ریشہ شہرتِ دوانیدن ہے، رفتنِ زیرِ خاک
ساقیا۔ دے ایک ہی سا غم میں سب کو مے، کہ آج
ہو گئے باہمدگر، جوشِ پریشانی سے، جمع
دیکھ لی جوشِ جوانی کی ترقی بھی کہ اب
غنجگی ہے، بر نفس پیچیدنِ فکر، ایسے اسد

۲۳۶

ق

دلا، عبت ہے تمنائے خاطرِ افروزی
طلسمِ آئینہ، زانوئے فکر ہے، غافل
ہوئی ہے سوزشِ دل، بسکہ، داغِ بے اثری
یہ پرفشانیِ پروانہ چراغِ مزارا
تپش تو کیا، نہوئی مشقِ پرفشانی بھی
اسد، ہمیشہ بے کفشِ پائے سیم تنان

کہ بوسۂ لبِ شیریں ہے اور گلو سوزی
ہنوز حسن کو ہے، سعیِ جلوہ اندوزی
اُگی ہے دودِ جگر سے شبِ سیہ روزی
کہ بعدِ مرگ بھی ہے لذتِ جگر سوزی
رہا میں ضعف سے شرمندہ نوآموزی
شعاعِ مہر سے کرتا ہے چرخِ زردوزی

۲۳۷

ق

عسوی آرامیدگی، سامانِ یتیمی کرے

چشم میں توڑے نمکدان، تا شکرِ خوابی کرے

۲ ب، ح، لعل (سہو کاتب) - ۳ ب، ح، درگفتنہاے (سہو کاتب) -

کیا کروں، گر سایۂ دیوار سیلابی کرے
ناخنِ تیغِ بتاں، شاید کہ مضربی کرے
رنگِ رخسارِ گلِ خُرشید، مہتابی کرے
اے خوشا! گر آبِ تیغِ ناز تیزابی کرے
کیوں نہ دلی میں ہر اک ناچیز آنوابی کرے

آرزوے خانہ آبادی نے ویراں تر کیا
نغمہ ہا، وابستہ یک عقدہ تارِ نفس
صبحدم وہ جلوہ ریز بے نقابی ہو اگر
زخمیائے کہنہ دل رکھتے ہیں جوں مردگی
بادشاہی کا جہاں یہ حال ہو، غالب، تو پھر

۲۳۸ ق، قا

غافلان، آغازِ کار، آئینہ انجام ہے
جادۂ رہ سربس، مژگانِ چشمِ دام ہے
ہر بتِ خُرشید طلعت، آفتابِ بام ہے
کھکشاں، موجِ شفق میں، تیغِ خوں آشام ہے
پتھکیہائے تصوّر، باںِ خیالِ خام ہے
واں، اسد، تارِ شعاعِ مہرِ خطِ جام ہے

صبح سے معلوم، آثارِ ظہورِ شام، ہے
بسکہ ہے صیادِ راہِ عشق میں عورِ کیں
بسکہ تیرے جلوۂ دیدار کا ہے اشتیاق
مستعترِ قتلِ یک عالم ہے، جلادِ فلک
۱۰ کیا کالِ عشقِ نقصِ آبادِ گیتی میں ملے
ہو جہاں، وہ ساقیِ خُرشیدرو، مجلسِ فروز

۲۳۹ ق، حاشیہ ق، قا

تاروپودِ فرشِ محفل، پنبہ مینا کرے
رشتہ پا، شوخیِ بالِ آنفس پیدا کرے
دستِ رد، سطرِ تبسمِ یک قلم انشا کرے
نوحۂ ماتمِ باوازِ پرِ عفا کرے

اے خوشا! وقتے کہ ساقیِ یکُ خُستیاں وا کرے
گر تبِ آسودۂ مژگانِ تصرفِ وا کرے
گر دکھاؤں صفحہ بے نقشِ رنگِ رفتہ کو
۱۵ جو عزادارِ شہیدانِ آنفسِ دردیدہ ہو

عکس، گر طوفانی آئینہ دریا کرے
 ناامیدی ہے، خیالِ خانہ ویراں کیا کرے!
 آسماں سے بادۂ گلفام گر برسا کرے
 ہوں سراپا یکِ تخمِ تسلیم، جو مولا کرے

حلقہ گردابِ جوہر کو بنا ڈالے تـُـور
 یک درِ بروئے رخت بستہ دورِ شش جہت
 کـ توڑ بیٹھے جب کہ ہم جام و سب، پھر ہم کو کیا؟
 ناتوانی سے نہیں سر در گریبان، اَسَد



۲۴۰

ق، قا

کہ تیغِ یار، ہلالِ مہِ محرم ہے
 وگرنہ بحر میں ہر قطرہ چشمِ پرِ نَم ہے
 کہ گل ہے بلبلِ رنگین و بیضہ شبنم ہے
 تمام دفترِ ربطِ مزاج، درہم ہے
 کہ ایک وہمِ ضعیف و غمِ دو عالم ہے

بہارِ تعزیت آبادِ عشق، ماتم، ہے
 برہنِ ضبط ہے، آئینہ بندیِ گوہر
 چمن میں کون ہے طرزِ آفرینِ شیوۂ عشق؟
 اگر نہوے رگِ خواب صرفِ شیرازہ
 اَسَد، بنا زکیِ طبعِ آرزو انصاف!



۲۴۱

ق، قا

عجب کہ پرتوِ خور، شمعِ شبنمستان ہے
 بزرگِ بستہ، بزمِ راب دادہ پیکان ہے
 بطرزِ گل، رگِ جان مجھ کو تارِ داماں ہے
 کہ بخیہ جلوۂ آثارِ زخمِ دندان ہے
 صبا خرامیِ خوبان، بہارِ سامان ہے

عذارِ یار، نظر بندِ چشمِ گریاب ہے
 ہجومِ ضبطِ فغان سے مری زبانِ خموش
 قبائے جلوہ فزا ہے، لباسِ عربانی
 لبِ گزیدۂ معشوق ہے، دلِ افکار
 کُشودِ غنچۂ خاطر عجب ترکہ، غافل

۱ الف، ح، صنفِ گرداب - ۲، ق، مین یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے - ۳ الف، ح، گو برسا کرے - ۴ ب، ح،
 یک قلم - ۵ ب، ح، برم - ۶ الف، ق، ح، زبان یکام خوشاں ز فرط تلخی ضبط - ۷ ب، ح، بزرگ بستہ، بہ
 زہر آب (سہو کاتب) - ۸ قا، بزرگ (سہو کاتب) - ۹ الف، ح، فزائے (سہو کاتب) - ۱۰ ب، ق، ح، نشان برش شمشیر -
 ۱۱ الف، ق، ح، غنچۂ دلہا -

فقاں! کہ بہرِ شفاۓ حصولِ ناشدنی
طیسمِ مَنّتِ یکِ خلق سے رہائی دی
جنوں نے محمد کو بنایا ہے مُدّعی میرا
اسد کو زیست تھی مشکل، اگر نہ سن لیتا
دماغ، نازکِشِ مَنّتِ طِیّیاں ہے
جہاں جہاں مرے قاتل کا مجھ پہ احساں ہے
ہمیشہ ہاتھ میں میرے مرا گریباں ہے
کہ قتلِ عاشقِ دلدادہ تجھ کو آساں ہے

۲۴۲

ق، قا

شفق، بدعیویِ عاشقِ گواہِ رنگیں ہے
عیان ہے پائے حنائیِ برنگِ پرتوِ خور
جبینِ صبحِ اُمیدِ فسانہ گویاں پر
ہوا، نشانِ سوادِ دیارِ حسن، عیان
کہ ماہ، دزدِ حنائے کفرِ نگاریں ہے
رکاب، روزنِ دیوارِ خانۂ زیں ہے
درازیِ رگِ خوابِ بتاں، خطِ چیں ہے
کہ خط، غبارِ زمیں خیزِ زلفِ مشکیں ہے

۲۴۳

ق، قا

جوہرِ آئینہ ساں، مژگاں بدلِ آسودہ ہے
دامگاہِ عجز میں سامانِ آسایش کہاں؟
اے ہوس، عرضِ بساطِ نازِ مشتاقِ نمانگ
ہے ریا کا رتبہ بالاتر تصور کردنی
کیا کہوں پرواز کی آوارگی کی کشمکش؟
ہے، سوادِ خط، پریشاں موٹی اہلِ اعزا
قطرہ جو آنکھوں سے ٹپکا، سو نگاہِ آلودہ ہے
پرفشانی بھی فریبِ خاطرِ آسودہ ہے
جوں پرِ طاؤس، یکسر داغِ مشکِ اندودہ ہے
تیرگی سے داغ کی، مہ، سیمِ مسِ اندودہ ہے
عافیت، سرمایۂ بال و پرِ نکشودہ ہے
خامہ میرا شمعِ قبرِ کشتگاں کا دودہ ہے

۲، ۳، ق، ح، ندارد - ۴، ق، اسد، جہاں کہ علی پر سر نوازش ہو - کشادۂ عقدۂ دشوار کار آساں ہے - ۶ الف، ق، ح
حنائی سے پرتو خورشید - ۱۱ ب، ق، ح، چندس داغ - ۱۲، ق، میں بہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے - ۱۳ ب، ق، قا
دود (سہو کاتب) -

مرگ سے وحشت نہ کر، راہِ عدم پیمودہ ہے
مے پرستان، ناصحِ بے صرفہ گو پیمودہ ہے
ہر سرِ انگشت، نوکِ خامۂ فرسودہ ہے

جس طرف سے آئے ہیں، آخر اُدھر ہی جائیں گے
بنہ میناے مے رکھ لو تم اپنے کان میں
کثرتِ انشائے مضمونِ تحیر سے، اسد

۲۴۴ ق

پنجۂ مژگاں، بطفلِ اشک دستِ دایہ ہے
دولتِ نظارۂ گل سے شفق سرمایہ ہے
شیونِ دل، یک سرودِ خانۂ ہمسایہ ہے
زخم، مثلِ گل، سراپا کا مرے پیرایہ ہے
خامہ میرا تختِ سلطانِ سخن کا پایہ ہے

بہر پروردن سراسر لطف گستر، سایہ ہے
فصلِ گل میں، دیدۂ خونیں نگاہانِ جنوں
شورشِ باطن سے یاں نک مجھ کو غفلت ہے کہ آہ!
کیوں نہ تیغِ یار کو مَشاطۃُ الفت کہوں؟
اے اسد، آباد ہے مجھ سے جہانِ شاعری

۲۴۵ ق

اشکِ ریزی، عرضِ بالِ افشانیِ امید ہے
گوہرِ شبِ تاب، اشکِ دیدۂ خُرشید ہے
چشمِ قربانی، گلِ شاخِ ہلالِ عید ہے
اے خوشا! رندے کہ مرغِ گلشنِ تجرید ہے
یا علی، وقتِ عنایات و دمِ تائید ہے

چشمِ گریبان، بسمِ شوقِ بہارِ دید ہے
دامنِ گردوں میں رہ جانا ہے ہنگامِ وداع
ربۂ تسلیمِ خُلتِ مشربان، عالی سمجھ
کچھ نہیں حاصلِ تعلق میں بغیر از کشمکش
کثرتِ اندوہ سے حیران و مضطر ہے اسد

۲۴۶ ق، قا

روز و شب، یک کفرِ افسوسِ تماشائی ہے

فرصت، آئینۂ صد رنگِ خود آرائی ہے

۲ الف: ح' میناں ہی (سہو کاتب) - ۲ ب: ح' سراپا کے (سہو کاتب) -

بخیه، جوں جوہر نیغ، آفتِ گبرائی ہے
گلِ صد شعلہ، یکِ جیبِ شکیانی ہے
چمنِ آراے نفّس، وحشتِ تنہائی ہے
وصلِ ہر رنگ جنوں کسوتِ رسوائی ہے
ماہتابی بکفِ چشمِ تماشاۓ ہے
نفسِ سوختہ رمزِ چمنِ ایمانی ہے

وحشتِ زخمِ وفا دیکھ کہ سر تا سرِ دل
شمعِ آسا، چہ سرِ دعیوی؟ و کو پایے ثبات؟
نالہ خونیں ورق، و دلِ گلِ مضمونِ شفق
بوے گلِ فتنہ بیدار، و چمنِ جامہ خواب
ہ شرم، طوفانِ خزاں رنگِ طربگاہِ بہار
باغِ خاموشیِ دل سے سخنِ عشق، آسد

۲۴۷

ق. قا

پر پروانہ، تارِ شمع پر مضراب ہو جاوے
بیاضِ دیدہ آہو، کفِ سیلاب ہو جاوے
کہ ہر یکِ گردبادِ گلستانِ گرداب ہو جاوے
کہ سجدہ قبضہ تیغِ خمِ محراب ہو جاوے
ہزار آشفگی، مجموعہ یکِ خواب ہو جاوے
غضب ہے، گر غبارِ خاطرِ احباب ہو جاوے

نواے خفتہ الفت، اگر، یتاب ہو جاوے
اگر وحشتِ عرق افشانِ بے پروا خرامی ہو
زبس طوفانِ آب و گل ہے، غافل، کیا تعجب ہے!
۱. اثر میں یاں تک، اے دستِ دعا، دخلِ تصرف کر
برنگِ گل، اگر، شیرازہ بندِ بیخودی رہیے
آسد، باوصفِ مشقِ بے تکلف خاکِ گردیدن

۲۴۸

ق. قا

جوں شمع، دل بخلوتِ جانانہ کہینچے
گر زلفِ یار کہنچ نہ سکے، شانہ کہینچے
پاے نظر بدامنِ افسانہ کہینچے

تاچند نازِ مسجد و بتخانہ کہینچے
بہزاد، نقشِ یکِ دلِ صد چاکِ عرض کر
راحت، کینِ شوخیِ تقریبِ نالہ ہے

۱۵

۳ الف، ق، خونی - ۴ ب، ق، ح، ہر رنگ نہیں - ۵ ب، ق، ح، گل مہتاب بکف - ۶ قا ندارد - ۱۰ الف، ق، ح، اعجاز پیدا کر - ۱۲ الف، ق، ح، وصف صبر - ۱۴ ب، قا، کوچ -

يك عمر، دامنِ دلِ دیوانہ کھینچے
 خمیازہِ خمار سے پیمانہ کھینچے
 بالِ پری بوختِ بیجا نہ کھینچے
 دامن کو اُس کے آج حریفانہ کھینچے
 رختِ جنونِ سیلِ بورانہ کھینچے

زلفِ پری، بسلسلۂ آرزو رسا
 یعنی، دماغِ غفلتِ ساقی رسیدہ تر
 پروازِ آشیانۂ عقابِ نازِ ھ
 عجز و نیاز سے تو نہ آیا وہ راہ پر
 ھ ذوقِ گریہ، عزمِ سفر کیجیے، اسد

۲۴۹ ق. قا

اے مدعی، خجالتِ بیجا نہ کھینچے
 نازِ بہار جز بقاضا نہ کھینچے
 پائے نظرِ بدامنِ صحرا نہ کھینچے
 دردِ طلب بہ آبلۂ پا نہ کھینچے
 کیا فائدہ کہ منتِ یگانہ کھینچے
 جز خطِ تجز، نقشِ تمنا نہ کھینچے
 صورتِ بکارخانۂ دیا نہ کھینچے
 دستِ ہوس بگردنِ مینا نہ کھینچے

دامنِ دل بوہم تماشا نہ کھینچے
 گلِ سر بسر، اشارۂ حجبِ دریدہ ھ
 حیرتِ حجابِ جلوہ، و وحشتِ غبارِ چشم
 واماندگیِ بہانہ، و دلہنگیِ فریب
 کرتے ہوئے تصورِ یار آئے ھ حیا
 گر صفحہ کو ندیجیے پردازِ سادگی
 دیدارِ دوستانِ لاسی ھ ناگوار
 ھ بے خمار نشۂ خونِ جگر، اسد

۲۵۰ ق

ھر چند خطِ سبز و زُمرّد رقی ھ
 اے شمع، تجھے دعویٰ ثابت قدمی ھ

زلفِ سیہ، افعی نظرِ بدقلبی ھ
 ھ مشقِ وفا، جاتے ہیں، لغزشِ پانک

۲ الف علی کثرہ میگزین ج ۲ شماره ۸ و ۹، ص ۷ (اگست - دسمبر ۱۹۲۳)، خار غفلت - ۳. قا میں یہ شعر آبدہ غزل کا تیسرا شعر ھ۔ ۸ الف ق، ح، غبارِ راہ - ۱۰ الف ق، ح، خود نامہ بن کے جائیسے اوس آشنا کے پاس نیز یہ شعر قا میں گذشتہ غزل کے مقطع سے پہلے ھ۔ ۱۱ الف، ح، پرواز (سہوکانب) -

اساس مضمون کو یوں بھی ادا کیا ھ: چاک مت کر جیب بے ایام گل کچھ اودھر کا بھی اٹارا چاہیے۔

جز آہ کہ سرکشگر وحشت علی ہے
اے حسرتِ بسیار، تنہا کی کمی ہے
شہرت چمنِ قنہ و عنقا اری ہے

ہے عرضِ شکست، آئنے جراتِ عاشق
واماندہ ذوقِ طربِ وصل نہیں ہوں
وہ پردہ نشیں، اور اسد آئینہ اظہار

۲۵۱
ق. تا

تا دلِ شب، آبنوسی شانہ آسا، چاک ہے
جادہ، تا کہسار، موئے چینی افلاک ہے
یاں، خطِ پرکارِ ہستی، حلقہٴ فراق ہے
جادہٴ گلشن، برنگِ ریشہ، زیرِ خاک ہے
دورِ ساغر، یک گلستانِ برگریزِ ناک ہے
شعلہٴ بے پردہ، چینِ دامنِ خاشاک ہے
رنگ، یاں بُوسے، سوارِ توسنِ چالاک ہے

بسکہ سوداے خیالِ زلفِ وحشتناک ہے
یاں، فلاخنِ باز، کس کا نالہٴ بیباک ہے؟
ہے دو عالم صیدِ اندازِ شہِ دلدل سوار
خلوتِ بال و پرِ قری میں وا کر راہِ شوق
عیشِ گرمِ اضطراب، و اہلِ غفلتِ سردِ مہر
عرضِ وحشت پر ہے، نازِ ناتوانیہاں دل
۱۰ ہے، کندِ موجِ گل، فراقِ بے تاب، اسد

۲۵۲
ق. تا

ہوا وہ شعلہ داغ، اور شوخیِ خاشاک باقی ہے
عدم میں، ہر فرقِ سرو، مشتِ خاک باقی ہے
سراپا شبنمِ آئیں، یک نگاہِ پاک باقی ہے
ہنوز آفتِ نسبِ یک خندہ، یعنی چاک، باقی ہے
بہارِ نیمرنگِ آہِ حسرتناک باقی ہے
مری محفل میں، غالب، گردشِ افلاک باقی ہے

مژہ، پہلوئے چشم، اے جلوۂ ادراک، باقی ہے
چمن میں کچھ بچھوڑا تو نے غیر از بیضۂ قری
گدازِ سعیِ پیش، شست و شوئے نقشِ خودکامی
ہوا ترکِ لباسِ زعفرانی دلکش، لیکن
۱۰ چمن زارِ تنہا ہو گئی صرفِ خزاں، لیکن
نہ حیرتِ چشمِ ساقی کی، نہ صحبتِ دورِ ساغر کی

۶ الف، ق، ح، دو عالم ناز یک صید شہ - ۱۰ الف، ق، ح، گل آشفہ فراق کی - ۱۲ الف، ح، شست و شوئے نقش (سہو کاتب) - ۱۲ ب، ح، یک خندہ (سہو کاتب) -

ہوں وہ گلدام کہ سبزے میں چھپایا ہے مجھے
ایک دل تھا کہ بصد رنگ دکھایا ہے مجھے
آئینہ، بیضہ طوطی نظر آیا ہے مجھے
موکشاں خانہ زنجیر میں لایا ہے مجھے
یک بیاباں دل بیتاب اٹھایا ہے مجھے
تہ خاکستر صد آئینہ پایا ہے مجھے
ہوں میں وہ داغ کہ پھولوں میں بسایا ہے مجھے
ہوں میں وہ خاک کہ ماتم میں اڑایا ہے مجھے
کس کا دل ہوں کہ دو عالم سے لگایا ہے مجھے؟
شوخیِ نعمۂ بیدل نے جگایا ہے مجھے

شکلِ طاؤس، گرفتار بنایا ہے مجھے
پرِ طاؤس، تماشا نظر آیا ہے مجھے
عکسِ خط، نا سخنِ ناصحِ دانا سرسبز
سنبستانِ جنوں ہوں، ستمِ نسبتِ زلف
گردباد، آئینہ محشرِ خاکِ مجنوں
حیرتِ کاغذِ آتشزدہ ہے، جلوۂ عمر
لالہ و گل بہم آئینہ اخلاقِ بہار
دردِ اظہارِ تپش کسوفِ گل معلوم!
بے دماغِ تپش، و عرضِ دو عالم فریاد
مں جامِ ہر ذرہ ہے سرشارِ تمنا مجھ سے
جوشِ فریاد سے لوگنا دیتِ خواب، اسد

بقسدرِ مصاحتِ دل بستگی، تدبیر بہتر ہے
بدینِ عجز اگر بدنامیِ تقدیر بہتر ہے
تکلفِ بر طرف، تجھ سے تری تصویر بہتر ہے

جنوں رسوائیِ وارستگی، زنجیر بہتر ہے
خوشا! خود بینی، و تدبیرِ غفلت نقد اندیشہ
مں کمالِ حسن اگر موقوفِ اندازِ تفاؤل ہو

۱ ب. عمدہ۔ ہوں میں وہ دام - ۲ ب. ق. ح. بصد چشم - ۸ ب. ح. کانٹوں میں - ۱۲ الف. قا. تدبیر - (سہو کاتب) -
ب. ح. دلگی (سہو کاتب) - ۱۳ الف. ح. تدبیر و غفلت - (سہو کاتب) - ۱۴ الف. گل (نسخۂ حسرت) تفاؤل ہے - گل،
نسخۂ مالک رام میں بھی وہی تھا، مگر کسی نے تدبیر واو کو چھپا دیا۔ ہی کا دائرہ بھی بنادیا ہے۔

آنفس، آئینہ دارِ آہِ بے تاثیر بہتر ہے
نگہ، حیرت سوادِ خوابِ بے تعبیر بہتر ہے
بتاں، نقشِ خود آرائی، حیا تحریر بہتر ہے
دعا ہے دل، بمحرابِ خمِ شمشیر بہتر ہے

دلِ آگاہ تسکینِ خیزِ بیدری نہو، یا رب!
خدایا، چشمِ تا دل درد ہے، افسونِ آگاہی!
درونِ جوہرِ آئینہ، جونِ برگِ حنا، خون ہے
تما ہے، اسد، قتلِ رقیب اور شکر کا سجدہ



ق

ایجادِ گریانا، در پردہِ عربانی
عجزِ عرقِ شرم، اے آئہ حیرانی
پروازِ فنا مشکل، میں عجزِ تنِ آسانی
دامِ گلۂ الفت، زنجیرِ پشیمانی
خون ہو قفسِ دل میں، اے ذوقِ پرافشانی
معذورِ سبکساری، مجبورِ گرانجانی
صد نالہ اسد، بلبل در بندِ زبانِ دانی

دریوزہ سامنا، اے بے سروسامانی
تمثالِ تماشا، اقبالِ تماشا
دعا ہے جنوں باطل، تسلیمِ عبثِ حاصل
بیگانگیِ خوہا، موجِ رمِ آموہا
پروازِ تپشِ رنگی، گلزارِ مہِ تنگی
سنگِ آمد و سختِ آمد، دردِ سرِ خود داری
گلزارِ تما ہوں، گلچینِ تماشا ہوں



ق، ق

قطرۂ خونِ جگر، چشمکِ طوفاں زدہ ہے
قطرۂ اشک، دلِ بر صفِ مژگاں زدہ ہے
مژہ فالِ دو جہاں خوابِ پریشاں زدہ ہے
یک شررِ بالِ دل، و دیدہ چراغاں زدہ ہے

گریہ، سرشاریِ شوقِ بہِ بیاباں زدہ ہے
گریہ بے لذتِ کاوشِ نکرے جراتِ شوق
بے تماشا نہیں جمعیتِ چشمِ بسل
فرصتِ آئینہ، و پروازِ عدمِ تا ہستی

غنچہ، صد آئینہ زانوے گلستان زدہ ہے
دشت و ریگ، آئینہ صفحہ افشاں زدہ ہے

درسِ کیرنگ ہے کس موجِ نگہ کا، یارب؟
سازِ وحشتِ رقیبہا، کہ باظہارِ اسد

۲۵۷
ق، قا

شام، سائے میں بتاراجِ سحر پنہاں ہے
نقدِ صد دل بگریبانِ سحر پنہاں ہے
آستان میں، صفتِ آئینہ، در پنہاں ہے
اشک، جوں بیضہ، مژدہ سے تہ پر پنہاں ہے
نالہ، در گردِ تمناے اثر پنہاں ہے
ورنہ، ہر سنگ کے باطن میں شرر پنہاں ہے
خندہ گل، بلبِ زخمِ جگر پنہاں ہے

خوابِ غفلت بہ کیں گاہِ نظر پنہاں ہے
دو جہاں، گردشِ یک سُبْحۃِ آسرارِ نیاز
خلوتِ دل میں نکرِ دخل، بحرِ سجدۃِ شوق
فکرِ پروازِ جنوں ہے، سببِ ضبطِ نیوچہ
ہوش، اے ہرزہ در، تہمتِ بیدردی چند؟
وہمِ غفلت، مگر، احرامِ فسرِدن باندہ ہے
وحشتِ دل ہے، اسد، عالمِ کیرنگ نشاط

۲۵۸
ق، قا

۱۰ رنگار خورده آئینہ، یک برگِ تاک ہے
لیکن هنوز دامنِ آئینہ پاک ہے
وہ یدماغ جس کو ہوس بھی تپاک ہے

کلفت، طیسلم جلوۃ کیفیتِ دگر
ہے عرضِ جوہرِ خط و خالِ ہزارِ عکس
ہوں، خلوتِ فسرِدگیِ انتظار میں

۲۵۹
ق، قا

رقیبِ آئینہ ہے، حیرتِ تماشاں
نگہ، غبارِ ادبِ گاہِ جلوۃِ فرمانی

نظرِ پرستی و بیکاریِ خود آرائی
زِ خود گزشتنِ دل، کاروانِ حیرت ہے

نہ پوچھ نازکی وحشتِ شکیانی
ہنسوز دعویٰ تمکین و بیمِ رسوائی
ہنوز نالہ پرافشارِ ذوقِ رعنائی
ہنوز محملِ حسرت بدوشِ خودرانی
اسد ہنوز گمانِ غرورِ دانائی

بچشمِ در شدہ مژگان، ہے جوہرِ دگرِ خواب
خرابِ نالہ بلبلی، شہیدِ خندہ گل
(شکستِ سازِ خیال، آنسوئے گیریوہ غم
ہزار قافلہ آرزو، بیابانِ مرگ
وِ داعِ حوصلہ، توفیقِ شکوہ، عجزِ وفا

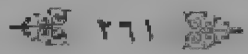


۲۶۰

ق، قا

صد جنبشِ دل، یک مژہ برہمزدنی ہے
خاموشیِ عاشق، گلہ کم سخی ہے
تا آبلہ، دعوایے تک پیرہنی ہے
عیشِ ابد، از خویش بروں ناختی ہے
گل برگ، پر بالشِ سرورِ چمنی ہے
اے حسن، مگر حیرتِ پیاں شکنی ہے
سچ کہنے ہیں، واللہ کہ اللہ غنی ہے

کوشش، ہمہ یتابِ تردد شکنی ہے
گو حوصلہ پامردِ تغافل نہیں، لیکن
دی لطیفِ ہوا نے بجنوں، طرفہ نزاکت
را مشگرِ آریابِ فنا، نالہ زنجیر
۱۰ از بسکہ ہے محورِ پچمن تکیہ زدنیہا
آئینہ و شانہ، ہمہ دست و ہمہ زانو
فریاد، اسد، بے نگہیہاے بیاں سے



۲۶۱

ق، قا

یاں سوختی، اور وہاں ساختی ہے
اے داغِ تنہا، سپر انداختی ہے
ہرچند بیدانِ ہوس ناختی ہے

کاشانہ ہستی کہ بر انداختی ہے
ہے شعلہ شمشیرِ فنا، حوصلہ پرداز
۱۰ جز خاکِ بسر کردنِ بیفائدہ حاصل؟

گردن، تماشائے گل، افراختنی ہے
جاڑے کہ، اسد، رنگ چمن باختنی ہے

اے بے ثمران، حاصلِ تکلیفِ دمیدن
ہے سادگیِ ذہن، تمنائے تماشا

۲۶۲

ق، قا

جو تو باند ہے کفِ پا پر حنا، آئینہ موزوں ہے
ہجومِ برق سے، چرخ و زمین، یک قطرہ خوں ہے
برائگشتِ حسابِ اشک، ناخن، نعلِ واژوں ہے
دماغِ دو جہاں پر، سنبل و گل، یک شیعخوں ہے
سُویدا مردمِ چشمِ پری، نظارہ افسوں ہے
سحر، از بہرِ شست و شوئے داغِ ماہ، صابوں ہے
چراغانِ نگاہ، و شوخیِ اشکِ جگرگوں ہے

گلستان، بے تکلف پیشِ پا افتادہ مضمون ہے
بہارِ گلِ دماغِ نشۂ ایجادِ مجنوں ہے
ہجومِ گریہ سوئے دل، خوشا! سرمایۂ طوفاں
عدمِ وحشتِ سراغ، و ہستیِ آئیں بندِ رنگینی
تماشا ہے علاجِ بیدماغیہائے دل، غافل
فنا، کرتی ہے زائلِ سراوشتِ کافیتِ ہستی
اسد، ہے آجِ مزگانِ تماشا کی حنا بندی

۲۶۳

ق، قا

کہ خاموشی کو ہے پیرایۂ یابِ تجھ سے
چراغِ صبح، و گلِ موسمِ خزاں تجھ سے
حنائے پائے اجل، خونِ کشتگان، تجھ سے
نگاہِ حیرتِ مٹاطہ، خونِ فشانِ تجھ سے
بہارِ نالہ و رنگینیِ فغانِ تجھ سے
امید، محورِ تماشا ہے گلستانِ تجھ سے

گدائے طاقتِ تقریر ہے، زبان، تجھ سے
فسردگی میں ہے فریادِ بیدلانِ تجھ سے
بہارِ حیرتِ نظارہ، سخت جانی ہے
پریِ بیشہ، و عکسِ رخ اندر آئینہ
طراوتِ سحرِ ایجادِ اثرِ یک سو
چمن چمن گلِ آئینہ در کنارِ ہوس

جبینِ سجدہ فشاں تجھ سے، آستانِ نجم سے
وفائے حوصلہ، و رنجِ امتحانِ نجم سے
خرامِ نجم سے، صباِ نجم سے، گلستانِ نجم سے

نیاز، پردہِ اظہارِ خود پرستی ہے
بہانہ جوئیِ رحمت، کہیں گرِ تقرب
اسدِ طلسمِ قفس میں رہے، قیامت ہے

۲۶۴

ق. قا

با وجودِ مشقِ وحشتہا، رمیدن منع ہے
آبِ گردیدن روا، لیکن چکیدن منع ہے
زخمِ دوزی جرم، و پیراں دریدن منع ہے
آج کی شب، شمعِ کوکب تک پریدن منع ہے
ریشہِ زیرِ زمین کو بھی دویدن منع ہے
نالہِ بلبلِ بگوشِ گل شنیدن منع ہے
بےِ ولایے ساقیِ کوثر کشیدن منع ہے

حکمِ یتیمی نہیں، اور آرمیدن منع ہے
شرم، آئینہ تراشِ جہۂ طوفان ہے
بیخودی، فرماں رواے حیرتِ آبادِ جنوں
مژدہ دیدار سے رسوائیِ اظہارِ دور
بیمِ طبعِ نازکِ خوباں سے، وقتِ سیرِ باغ
یارِ معذورِ تغافل ہے، عزیزاںِ شفقت
۱۰ مانعِ بادہ کشیِ نادان ہے، لیکن اسد

۲۶۵

ق. قا

یارب، آئینہ بطنِ خمِ شمشیر آوے
کون ہے داغِ کہ شعلے کا غناں گیر آوے
عیسیٰ، آخر بکفِ آئینہ تصویر آوے
پامے خواہد، بدجلوئیِ شبگیر آوے
موجہِ رنگ سے دل، پامے برنجیر آوے

قتلِ عشاق، نہ غفلت کشِ تدبیر آوے
بالِ طاؤس ہے رعنائیِ ضعفِ پرواز
عرضِ حیرانیِ بہارِ محبت معلوم
ذوقِ راحت اگر احرامِ تپش ہو، جونِ شمع
۱۰ اُسِ پیایاں میں گرفتارِ جنوں ہوں کہ جہاں

۵ الف، قا، طوفان بہا (یہ لفظ صحیح میں نہیں آیا) -

۲ الف، ق. اسد بموسم گل در طلسم کج قفس -

۱۰ الف، ق. ح نادان ہے، لیکن اے اسد - ۱۵ الف، ح، اس -

تسلی، صیادِ کینِ خانہ تعمیر آوے
چاکِ دل، شانہ کشِ طرّہ تحریر آوے

وہ گرفتارِ خرابی ہوں کہ فوارہ تمط
سرِ معنی بیگریانِ شقِ خامہ، اسد

۲۶۶

ق، قا

قاصد تپشِ نالہ ہے، یارب، خبر آوے!
وہ سنگ کہ گلدستہ جوشِ شر آوے
تخیازہ طرب، ساغرِ زخمِ جگر آوے!
دل تا مزہ، آغوشِ وداعِ نظر آوے
تا آبلہ محمل کشِ موجِ گہر آوے
زنجیریِ صدِ حلقہ بیرونِ در آوے!
ہر کڈرہ بکیفیتِ ساغرِ نظر آوے
آئینہ بمریانیِ زخمِ جگر آوے!
دل فرشِ رہِ ناز ہے، بیدل اگر آوے

تا چند، تفس، غفلتِ ہستی سے بر آوے
ہے طاقِ فراموشیِ سوداے دو عالم
درد، آئینہ کیفیتِ صد رنگ ہے، یارب
جمعیتِ آوارگی دید نہ پوچھو
اے ہرزہ دوی، نیست تمکینِ جنوں کھینچ
زاہد کہ جنوں سُبْحۃ تحقیق ہے، یارب
وہ تشنہ سرشارِ تمنا ہوں کہ جس کو
تمثالِ بتان گر نرکھے پنبہ مرہم
ہر غنچہ، اسد، بارگہ شوکتِ گل ہے

۲۶۷

ق، قا

نقد ہے داغِ دل، اور آتشِ بانیِ مفت ہے
تندرستی فائدہ، اور ناتوانی مفت ہے
یعنی، اے پیرِ فلک، شامِ جوانی مفت ہے
بر درِ نکشودہ دل، پاسبانیِ مفت ہے^{۱۰}

چار سوے عشق میں صاحبِ دکانی مفت ہے
زخمِ دل پر باندھیے حلوائے مغزِ استخوان
نقدِ رنجم تا بکے از کیسہ بیرونِ ریختن؟
گر نہیں پاتا دزونِ خانہ، ہر یگانہ، جا

۱. ب، قا، تعمیر آوے (سہو کاتب) - ۲. ب، ح، نالہ سے (سہو کاتب) - ۸. الف، ح، زاہد کو (سہو کاتب) - ۱۰. ب، ق، داغ جگر۔

بر ہوسہاے جہاں دامنِ نشانی مفت ہے
حیف ہے اُن کو جو سمجھیں زندگانی مفت ہے
پس بدلہاے دگر راحتِ رسانی مفت ہے

چونکہ بالاے ہوس پر ہر قبا کوتاہ ہے
یک نفس، ہر یک نفس، جانا ہے قطرِ عمر میں
مال و جاہ و دست و پا بے زر خریدہ ہیں، آسہ

۲۶۸

ق، قا

غافل، تپشِ بجنوں، محلِ کثرِ لیلیٰ ہے
یاں تیرگیِ اختر، خالِ رخِ زنگی ہے
خوشترِ زگل و غنچہ، چشم و دلِ ساقی ہے
تسکینِ دو صد محفل، یک ساغرِ خالی ہے
یفساندہ یاروں کو فرقِ غم و شادی ہے
مغرور نہو، نادان، سر تا سر گیتی ہے
یاں زورقِ خود داری، طوفانیِ معنی ہے

بیتابیِ یادِ دوست، ہمرنگِ تسلیٰ ہے
کلفتِ کثیٰ ہستی، بدنامِ دورنگی ہے
دیدنِ ہمہ بالیدن، کردنِ ہمہ افسردن
وہمِ طربِ ہستی، ایجادِ سیہِ مستی
زندانیِ تحمل میں مہمانِ تغافل ہیں
ہووے نہ غبارِ دل تسلیمِ زمیں گیراں
رکھ فکرِ سخن میں تو معذور مجھے، غالب

۲۶۹

ق، قا

پرِ بلبل کے افسردن کو دامنِ چیدنی جانے
بہار، اُس کی کفرِ مَشاطہ میں بالیدنی جانے
یکِ مژگانِ خواباں، صد چمنِ خواہدنی جانے
مژہ، پیچک میں مہ کی سوزن آسا، چیدنی جانے
نگہ، شمشیر میں جوں جوہر، آرامیدنی جانے

اگر گلِ حسن و الفت کی بہم جوشیدنی جانے
فسونِ حسن سے ہے، شوخیِ گلگونہ آرائی
نواے بلبل و گل، باسیانِ بیدماغی ہے
رہے! شبِ زندہ دارِ انتظارِ ستاں، کہ وحشت سے
خوشا! مستی، کہ جوشِ حیرتِ اندازِ قاتل سے

۲ ب، ق، ح، جو کہیں - ۳ الف، ح، پائے زر (سہو کاتب) - ۴ ب، ق، موج نیش بجنوں - ۶ الف، ح، کردن (سہو کاتب)
۹ الف، ق، ح، زمیں گیری - ۱۲ ب، ح، اس - ۱۳ ب، ق، ح، مژہ در پیچک مہ - ۱۵ الف، ق، ح، خوشا شوئے

نفس، در قالب خشتِ لحدِ دزدیدی جانے
تماشا ہے کہ رنگِ رفتہ برگردیدی جانے
زبانِ ہر سرِ مو، حالِ دل پر سیدی جانے

جفا شوخ، و ہوس گستاخِ مطالب ہے، مگر عاشق
نوائے طائرانِ آشیانِ کم کردہ آتی ہے
اسد، جانِ نذرِ الطافے کہ ہنگامِ ہم آغوشی

۲۷۰

ق، قا

آئینہ نشانِ حالِ مثلِ گلِ چراغ ہے
پنبہ شیشہ شراب، کفِ بلبِ آباغ ہے
داغِ دلِ سیہ دلاں، مردمِ چشمِ زاغ ہے
دل سے اُٹھے ہے جو غبار، گردِ سوادِ باغ ہے
واہ! کہ یہ فسرده دل، بدل و بیدماغ ہے

سوختگان کی خاک میں ریزشِ نقشِ داغ ہے
لطفِ بخارِ مے کو ہے در دلِ ممدگر اثر
مفتِ صفائے طبع ہے، جلوۂ نازِ سوختن
رنجشِ بارِ مہرباں، عیش و طرب کا ہے نشان
شعر کی فکر کو، اسد، چاہیے ہے دل و دماغ

۲۷۱

حائے ق، قا

وہ بات چاہتے ہو کہ جو بات چاہیے
صاحب کے ہمنشین کو کرامات چاہیے

۲۷۲

آخر ق، قا

نشہ بخشا غضب اس ساغرِ خالی نے مجھے
رنگِ شہرت نہ دیا تازہ خیالی نے مجھے
کہو دیا مطوتِ اسمائے جلالی نے مجھے

زندگی میں بھی، رہا ذوقِ فنا کا مارا
بسکہ تھی فصلِ خزانِ چمنستانِ سخن
جلوۂ خور سے، فنا ہوتی ہے شبنم، غالب

۲۷۳

آخر ق. قا

دل تو ہو، اچھا، نہیں ہے گر دماغ کچھ تو اسبابِ تمنا چاہیے

۲۷۴

آخر ق. قا

یہ کون کہو ہے آباد کر ہمیں؟ لیکن کبھی زمانہ مرادِ دلِ خراب تو دے

۲۷۵

قا

اے بیخبران، میرے لبِ زخمِ جگر پر بخہ جسے کہے ہو، شکایت ہے رفو کی
گو زندگیِ زاہدِ بیچارہ غٹ ہے اتنا ہے کہ رہتی تو ہے تدبیر وضو کی

۲۷۶

قا

انجامِ شمارِ غم نہ پوچھو یہ مصروفِ تابکے نہیں ہے
جس دل میں کہ "تابکے" سما جائے واں عزتِ تخت کے نہیں ہے

۲۷۷

قا

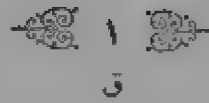
پوچھے ہے کیا معاشِ جگر تفتانِ عشق جوں شمع، آپ اپنی وہ خوراک ہو گئی

۲۷۸

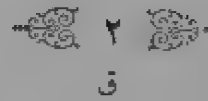
حاشیہ قا

ہو کر شہیدِ عشق میں، پائے ہزار جسم ہر موجِ گردِ راہ، مرے سر کو دوش ہے

رباعیات



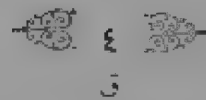
ہرچند کہ دوستی میں کامل ہونا ممکن نہیں یک زبان و یک دل ہونا
میں تجھ سے، اور مجھ سے تو پوشیدہ ہے مفت، نگاہ کا مقابل ہونا



سامانِ ہزار جستجو، یعنی، دل ساغر کشِ خونِ آرزو، یعنی دل
پشت و رخِ آئینہ ہے، دین و دنیا منظور ہے دو جہاں سے تو، یعنی دل



اے کاش! بتاں کا خنجرِ سینہ شکاف پہلوئے حیات سے گزر جانا صاف
اک تسہ لگا رہا کہ تا روزے چند رہیے نہ مشقتِ گدائی سے مُعاف



اے کثرتِ فہمِ بیشمار اندیشہ ہے اصرارِ خرد سے شرمسار اندیشہ
یک قطرۂ خون، و دعوتِ صد نشتر یک وہم، و عبادتِ ہزار اندیشہ



ق

دل، سوزِ جنوں سے جلوہ منظر ہے آج نیرنگِ زمانہ، قنسہ پرور ہے آج
ہلک تارِ آفس میں، جوں طنابِ صنّاع ہر پارہٴ دل، برنگِ دیگر ہے آج



ق

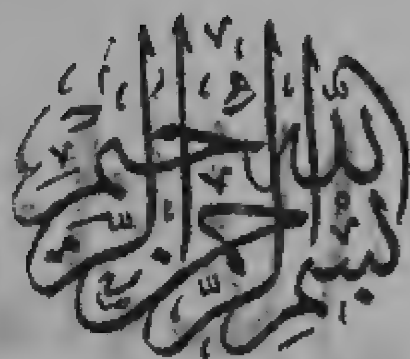
گر جوہر امتیاز ہوتا ہم میں رسوا کرتے یہ آپ کو عالم میں
ہیں نام و نگیں، کہیں گہِ نقبِ شعور یہ چور پڑا ہے خانۂ خاتم میں

حُبُّ ابْنِ غَالِبِ

حصہ دوم

نوائے سروش

آتے ہیں غیب سے، یہ مضامین، خیال میں
غالب، صریح خامہ نوائے سروش ہے



ویسایه

مَشامِ شمیمِ آشنایان را آصلا، و نهادِ انجمنِ نشینان را مژده که لختی از سامانِ بجزیره
گردانی آماده، و دامنی از عُودِ هندی دست بهم داده است - نه چوبهای سنگِ ژوپ خورده
به آهنگارِ ناطیعی شکسته، بی اندام تراشیده، بلکه به تبرِ شکافته، بکارِ دیرِ ریز کرده،
به سوهان خراشیده -

آیدون نفس گداختگی شوق به جستجوی آتشِ پارس است - نه آتشی که در گلخنای
هند افسرده و خاموش، و از کفِ خاکسترِ بمرگِ خودش سیه پوش بینی - چه بر روی
مسلم است، از ناپاکی با سُتخوانِ مرده ناهار شکستن، و از دیوانگی برشته شمعِ مزار -

۲. م. خورده (بدون همزه) - ۳. کفب، بد، مد، ناطیعی - م، ما، مب، ح، شکته (بدون همزه) - کفب، بلك، پنج، تبر - کفل
- می، بهی، برنهی، نها، مگر بوقت تصحیح ایک نقطه چهل دیا گیا - ۴. میج، مد، کفل، علاوه، شکافته - م، ما، شکاته
— کرده (بدون همزه) - کفب، ریزه ریزه - ۵. قف، گداختگیهای - به آتشی (سپوکاتب) - ۶. فب، به سیه - مد، سیه
(هر دو سپوکاتب) - ۷. م است ندارد - میج، مرده - قد، برشته (بدون همزه) -

کشتہ آویختن ہر آنہ بدل گداختن نیرزد، و بزم افروختن را شاید۔ رخ آتش بہ صنع
برافروزندہ، و آتش پرست را بیادافراہ ہم در آتش سوزندہ نیک میداند کہ پژوهندہ در
ہوای آن رخشنده آدر^۱ نعل در آتش است کہ بچشم روشنی ہوشنگ از سنگ برون نافہ،
و در آیوان لُہراسپ^۲ تشوونما یافته، خس را فروغست، و لالہ را رنگ، و مُغ را چشم، و
کدہ را چراغ۔ بخشنده یزدانِ کدرون بسخن برافروز را سپاسم کہ شراری ازان آتش^۳
تابناک بخاکستر خویش یافته، بکاوکاو سینه شنافہ ام، و از نقس کدہ بر آن بر نہادہ۔ بُو کہ
در اندک مایہ روزگاران آن مایہ فراہم تواند آمد کہ بچمرہ را فرّ روشنائی چراغ و رائحہ
عود را بالِ شناسائی دماغ تواند بخشید۔

ہمانا نگارندہ این نامہ را آن در سر است کہ پس از انتخاب دیوان ریختہ بہ گرد
آوردن سرمایہ دیوان فارسی برخیزد، و باستفاضہ کمال این قیریور فن پس زانوی خویشتن^۴
نشیند۔ امید کہ سخن سراپانِ سخنورستان، پراگندہ ایاتی را کہ خارج ازین اوراق یابند،
از آثار تراوشِ رگِ کلکِ این نامہ سیاه نشاسند، و جامہ گرد آور را در ستایش و
نکوشِ آن اشعار عنون و ماخوذ نیسگاند۔

یارب، این بوی ہستی ناشنیدہ، از نیستی بہ پیدائی نارسیدہ، یمنی نقش بہ ضمیر آمدہ

- ۱۔ پنج کفل، گفتہ (سہو کاتب)۔ ۲۔ پنج، کفل، برون۔ ۳۔ م، جن را۔ و لالہ رنگ (ہر دو سہو کاتب)۔
۴۔ اب، م، بخشیدہ (سہو کاتب)۔ قب، میاسم (سہو کاتب)۔ ۵۔ پنج، کفل، قب، م، در خاکستر۔ ۶۔ قب، کم مایہ۔ مع، مایہ۔
۷۔ روزگار۔ ۸۔ کتب، این نگارین نامہ۔ ۹۔ م، جامہ (سہو کاتب)۔ ۱۰۔ م، مد، کفل، ناشنیدہ۔
۱۱۔ کفل، آمدہ۔

۱۔ یہ لفظ تمام نسخوں میں ذال منقوط سے لکھا گیا ہے۔ مگر خود غالب نے
صراحت کردی ہے کہ آدر بدال بے نقطہ ہے، بدال منقوط ہرگز نیست۔ ملاحظہ
ہو قاطع برہان: ۶، درفش کاویانی: ۱۲۔

نقائص کہ بہ اسد اللہ خان موسوم و بہ میرزا نوشہ معروف و بہ غالب متخلص است، چنانکہ اکبر آبادی مولد و دہلوی مسکن است، فرجام کار نجفی مدفن نیز بباد! فقط۔
بست و چہارم شہر ذیقعدہ سنہ ۱۲۴۸ھ۔

۱۔ قب، پنج، کذل، مرزا - ۲۔ قب، مولد دہلوی (سہو کاتب) - ۲۔ کتب، گار (سہو کاتب) - ۳۔ اضافہ از نسخہ قلمی مملوکہ شوق قدوائی مرحوم - ملاحظہ ہو دیوان غالب مع شرح نقاشی طبع دوم، ۱۹۱۸ع۔

۱۔ عام نسخوں میں تاریخ نہیں ملتی۔ سب سے پہلے مولانا نظامی بدایونی نے منشی احمد علی شوق قدوائی کے مملوکہ نسخے سے اپنے شایع کردہ دیوان کے دوسرے ایڈیشن میں اس کا اضافہ کیا تھا (مکتوب نظامی بنام ڈاکٹر عبداللطیف، غالب (اردو): ۱۳۴)۔ چونکہ متداول دیوان، گل رعنا کے بعد مرتب ہوا، اور گل رعنا قیام کلکتہ کے دوران میں ربیع الاول ۱۲۴۵ھ (ستمبر ۱۸۲۹ع) سے پہلے اتمام کو پہنچا، اس لیے دیوان کو اس تاریخ کے بعد کا ہونا چاہیے۔ علاوہ ازیں گلشن بیخار کا آغاز ۱۲۴۸ھ (۱۸۳۲ع) میں اور اختتام ۱۲۵۰ھ (۱۸۳۴ع) میں ہوا، اور اُس میں جو اشعار دیے گئے ہیں، وہ سب متداول دیوان کے ہیں، نیز اس کا بھی ذکر ہے کہ میرزا صاحب نے اپنے اردو کلام کا انتخاب کر کے ایک مختصر دیوان مرتب کیا ہے، جس سے یہ نتیجہ نکلا ہے کہ ۱۲۵۰ھ (۱۸۳۴ع) سے پہلے ہی دیوان متداول مرتب ہو چکا تھا۔ ان وجوہ سے ذیقعدہ سنہ ۱۲۴۸ھ اس دیوان کی واقعی تاریخ انتخاب معلوم ہوتی ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ تاریخ دیباچہ کے سلسلے میں شیخ محمد اکرام، صاحب غالب نامہ نے کتاب خانہ رامپور کے قلمی نسخے کا حوالہ دیا ہے۔ مگر یہاں ایسا کوئی نسخہ موجود نہیں جس میں تاریخ تالیف کا ذکر ہو۔ غالباً انہوں نے شوق قدوائی ہی کے مخطوطے کے بارے میں پڑھا ہوگا۔ اور چونکہ شوق عرصے تک رامپور میں مقیم رہے تھے، اس لیے یقین کر لیا ہوگا کہ تاریخ والا نسخہ رامپور میں ہے۔

قطعات



قب

ہے جو صاحب کے کف دست پہ یہ چکنی ڈلی
خامہ، انگشت بدندان کہ اسے کیا لکھے
مہرِ مصکوبِ عزیزانِ گرامی لکھے
مسی آلودہ سرانگشتِ حسیناں لکھے
خاتم دستِ سایماں کے مشابہ لکھے
اخترِ سوختہ قیس سے نسبت دیجے

زیب دینا ہے، اسے جس قدر اچھا کہیے
ناطقہ، سر بگریباں کہ اسے کیا کہیے
حرزِ بازوے شگرفانِ خود آرا کہیے
داغِ طرفِ جگرِ عاشقِ شیدا کہیے
سرِ پستانِ پریراد سے مانا کہیے
خالِ مُشکینِ رخِ دلکشِ لایلا کہیے

۱. م، قج، ما، قج میں عنوان ہے: یاد دوست از سپاس عطای (ما، عطا) ہدیہ سخن راندن، و متاع گزیدہ سخن در برابر آن (ما، دآنہ، ندارد) انشاندن۔ قب، قطعہ در ترویج چکنی ڈلی کہ دوستی پر کف دست نہادہ دادہ بود۔ مع، در مدح ڈلی۔ قج، مد، قطعہ۔
۲ الف، قب، ہے کف دست پہ صاحب کے جو۔ م الف، قب، حسینا (سہو کاتب)۔

۱۔ یہ لفظ عربی زبان کا ہے اور ح کے زیر کے ساتھ بولا جاتا ہے۔ اردو میں اس کا تلفظ حائے مکسور اور مفتوح دونوں سے ملتا ہے۔ مگر خود میرزا صاحب نے ایک غزل میں اسے لب اور رب کا ہمقافیہ لکھا تھا، اس لیے میں نے یہاں ح پر زبر لگادیا ہے۔ میرزا صاحب نے اپنے ایک خط بنام میرزا حاتم علی مہر میں لکھا ہے: ہایک میرا قطعہ ہے۔ وہ میں نے کلکتے میں کہا تھا۔ تقریب یہ کہ مولوی کرم حسین صاحب ایک میرے دوست تھے۔ انہوں نے ایک مجلس میں 'چکنی ڈلی' بہت پاکیزہ اور بے ریشہ اپنے کف دست پر رکھ کر مجھ سے کہا کہ اس کی کچھ تشبیہات نظم کیجیے۔ میں نے وہاں بیٹھے بیٹھے نو دس شعر کا قطعہ کہہ کر اُن کو دیا، اور (باقی)

نافہ، آہوے یابانِ مَحَن کا کہے
رنگ میں، سبزۂ نوخیزِ مسیحا کہے
میکدے میں، اسے خشتِ خُمِ صہا کہے
کیوں اسے نقطۂ ہرکارِ نما کہے؟
کیوں اسے مَرْدَمِکِ دیدۂ عَنقا کہے؟
کیوں اسے نقشِ بے نفاقۂ سَلما کہے؟
اور اس چکنی سُپاری کو سُودا کہے

حجرُ الاسودِ دیوارِ حرم کیجے فرض
وضع میں اس کو اگر سمجھیے قافِ تِراق
صومے^۱ میں، اسے ٹھہرائیے گر مہرِ نماز
کیوں اسے قفلِ درِ گنجِ تحب لکھیے؟
کیوں اسے گوہرِ نایاب تصور کیجے؟
کیوں اسے تلمۂ پراہنِ لیلیٰ لکھیے؟
بندہ پرور کے کفِ دست کو دل کیجے فرض

۱ الف، عود، کیجیے - ۲ الف ما، فب، قد، صومہ - فب، م، قج، ما، قد، مب، اردوے معلیٰ، عود، ٹھہرائیے - ب، فب، م
اردوے معلیٰ، میکدہ - ۳ ب، م، پرکار (سہو کاتب) - ۴ الف، اردو، عود، اپنے حضرت کے - عود، کیجیے -

(بقیہ) صلے میں وہ ڈلی اُن سے لی۔ اب سوچ رہا ہوں۔ جو شعر یاد آتے جاتے ہیں،
لکھنا جاتا ہوں۔ (پہلا، دوسرا، چوتھا، چھٹا، ساتواں، اور نواں شعر لکھ کر
فرماتے ہیں) غرض کہ بیس بائیس پوہتیاں ہیں۔ اشعار سب کب یاد آتے ہیں۔ اخیر
کی بیت یہ ہے: اپنے حضرت کے کفِ دست کو الخ (اردوے معلیٰ: ۲۶۹، خطوط: ۱: ۳۰۹)
اسی زمین میں، مولوی علی بخش شرر بدایونی نے (دیوان: ۱۱۱، مطبع اسعد
الانخبار، آگرہ، ۱۲۶۹ھ) پیچوان کی رسید میں ایک قطعہ لکھا ہے۔ وہ بھی
پڑھنے کے قابل ہے۔ یہ قطعہ حواشی نسخۂ عرشی طبع اول (ص ۲۲۲-۲۲۳) میں
نقل ہوچکا ہے۔

۱۔ دیوان کے نسخوں میں ”ہ“ پر ختم ہونے والے الفاظ بحالتِ تحریف کبھی ”ی“
سے اور کبھی ”و“ سے لکھے گئے ہیں۔ خود غالب کے اپنے قلم کی تحریریں
بھی مختلف ہیں۔ میں نے آج کل کے قاعدے کے مطابق ہر جگہ ”ی“ سے لکھا ہے۔
اور جہاں کوئی نسخہ اس رواج کے خلاف تھا، وہاں اختلافِ نسخ میں اُس
کا حوالہ دینا ضروری نہیں گردانا۔



ق ب

کلکتے کا جو ذکر کیا تو نے، ہمنشیں
وہ سبزہ زار ہائے مُطَرّا کہ ہے غضب!
صبر آزما وہ اُن کی نگاہیں کہ حَفّ نظر!
وہ میوہ ہائے نازہ شیریں کہ واہ! واہ!
اک تیر میرے سینے میں مارا کہ ہائے! ہائے!
وہ نازنیں بُتانِ خود آرا کہ ہائے! ہائے!
طاقت ربا وہ اُن کا اشارا کہ ہائے! ہائے!
وہ بادہ ہائے نابِ گوارا کہ ہائے! ہائے!



حاشیہ قبا، م

خ گئے وہ دن کہ نادانستہ غیروں کی وفاداری
کیا کرتے تھے تم تقریر، ہم خاموش رہتے تھے
خ بس اب بگڑے پہ کیا شرمندگی! جانے دو، مل جاؤ
قسم لو ہم سے، گریہ بھی کہیں: "کیوں، ہم نکہتے تھے؟"

۱. م، قج، ما، قج میں عنوان ہے: چمن سرمایہ کردن گفتار بستایش کلکتہ، کہ اگر فردوس توان گفت، ارم هست (قج،
ما، قج، است) البتہ - مد، قطعہ - ب، قج، قد، اک (بدون نقط) - اور یہ ان دونوں نسخوں کی خصوصیت ہے کہ جہاں لفظ
اک کی ہی پڑھنے میں نہیں آتی، وہاں بدون نقط لکھا ہے) - ۲ ب، ق ب، نازیشان (سہو کاتب) - ۲ الف، ق ب، حیف
(سہو کاتب) - ۲ الف، م، م، میوہای - م، نازہ و شیریں - ب، م، م، بادہائے - ۵، م، قج، ما میں عنوان ہے:
قطعہ در (ما، بر) نمائش عنوان دل آویزی گفتار، و آسان کردن اندوہ پشیمانی بر دل دلدار - مد، قطعہ - م، م، ایضاً -

- ۱ - ق ب اور قبا میں یہ قطعہ بضمن غزلیات اور م اور قج میں دونوں جگہ درج ہوا ہے -
- ۲ - حَفّ نظر کے معنی چشم بد دور ہیں - اس محاورے کا پہلا لفظ "حَفّ" بھی عربی ہے -
کسی کو بری نظر لگ جائے، تو کہا جاتا ہے: "حَفّ الرجل" - اس صورت میں
"حَفّ نظر" سے مراد ہوگی "نظر بد لگنے کے قابل" جس نے رفتہ رفتہ "نظر بد
نہ لگے" کا مفہوم اختیار کر لیا -

نپوچھ اس کی حقیقت، حضورِ والا نے
بچھے جو ابھی ہے یسن کی روغنی روٹی
نکھانے گیہوں، نکلے نہ خلد سے باہر
جو کھانے حضرتِ آدم یہ یسنی روٹی

اے شہنشاہِ فلکِ منظرِ بے مثل و نظیر خ تا آخر اے جہاندارِ کرم شیوہ ہے شبہ و عدیل
پانو سے تیرے ملے فرقِ ارادت، اورنگ
تیرا اندازِ سخن، شانۂ زلفِ الہام
تجھ سے، عالم بہ کھلا رابطۂ قربِ کلیم
بسُخن، اوجِ درِ مرتبۂ معنی و لفظ
بکرم، داغِ نہ ناصیۂ قلزم و نیل

۱. ما میں عنوان ہے۔ ولہ۔ فج، مب، بے عنوان۔ مع، مد، قطعہ۔ ۳. قد، مب، مع اور مد میں عنوان ہے، قطعات۔
الف، آخر ما، فج، مد، و بی مثل۔ آخر ما، مب، مثل نظیر (سہو کاتب)۔ ب، آخر ما، کرم گتر و۔ م الف، آخر ما،
مد، پان۔ مگر غالب کا املا پانو ہے، اس لیے آئندہ بغیر اختلاف ظاہر کیے غالب کا املا اختیار کیا گیا ہے۔ ب، مب، دکرے،
ندارد (سہو کاتب)۔ ۵ الف، آخر ما، تیرے۔ ۶ الف، آخر ما، مد، تجھے۔ آخر ما، عالم میں۔ ب، آخر ما، تجھے۔
تجھ اور مجھ کے مرکبات آئندہ بھی جگہ جگہ ہے۔ ۷ کے لکھے گئے ہیں، اس لیے اس اختلاف کو نظر انداز کرے ہر جگہ
کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ ۸ الف، آخر ما، قرینۂ معنی (سہو کاتب)۔ ب، فج، قد، مب، نہ (سہو کاتب)۔

۱۔ "جب بادشاہ کوئی عمدہ چیز پکواتے تھے، تو اکثر مصاحبین اور اہلِ دربار کے
لیے بطور اُوش کے بھیجا کرتے تھے۔ اُس کے شرے میں کبھی کبھی مرزا
کوئی قطعہ یا رباعی بادشاہ کے حضور میں گذراتے تھے۔ یہ قطعہ بھی اُسی
سبیل کا ہے۔ (یادگار: ۱۷۰)۔ چونکہ یہ قطعہ نسخۂ کراچی نوشتہ ۱۳۰ اگست ۱۸۴۵ء
میں موجود نہیں، اور نسخۂ مطبوعۂ مئی ۱۸۴۷ء میں مندرج ہے، لہذا اسے ان دونوں
تاریخوں کے درمیان کا ہونا چاہیے۔

تَا تَر مے وقت میں ہو عیش و طرب کی توفیر ق
 ماہ نے چھوڑ دیا تُوَر سے جانا باہر
 تیری دانش، مری اصلاحِ مَفسد کی رہین
 تیرا اقبالِ تَرَحّم، مرے جینے کی نَوید
 بختِ ناساز نے چاہا کہ ندے مجھ کو اماں
 پیچھے ڈالی ہے، تَسرِ رشتہ آوقات میں، گانٹھ
 تپشِ دل نہیں بے رابطہ خوفِ عظیم
 دُرِ معنی سے، مرا صَفحہ، لقا کی داڑھی
 فکرِ میری، گھر اندوزِ اشاراتِ کثیر
 میرے اہام پہ ہوتی ہے تصدّق، توضیح
 نیک ہوتی مری حالت، تو ندینا تکلیف
 قبّۃ کون و مکاں، خستہ نوازی میں یہ دیر!

تَا تَر مے عہد میں ہو رنج و الم کی تقلیل
 زُہرہ نے تَرک کیا حُوت سے کرنا تحویل
 تیری بخشش، مرے اِنجاحِ مَقاصد کی کفیل
 تیرا اندازِ تغافل، مرے مرنے کی دلیل
 چرخِ کجبار نے ناکاکہ کرے مجھ کو ذلیل
 پہلے ٹھونکی ہے، بُنِ ناخنِ ندیر میں، کیل
 کششِ دم نہیں بے ضابطہ جَرِّ ثقیل
 غمِ گہنی سے، مرا سینہ، عَمَر کی زنبیل
 کَلکِ میری، رقمِ آموزِ عباراتِ قابل
 میرے اجمال سے کرتی ہے تراوش، تفصیل
 جمع ہوتی مری خاطر، او نکرنا تعجیل
 کعبۂ امن واماں، تَقَدّہ کُشائی میں یہ ڈھیل!



قج

منظور ہے گزارشِ احوالِ واقعی^۱ اپنا بیانِ حسنِ طبیعت نہیں مجھے

۱ الف، آخر ما، عہد میں - ب، آخر ما، وقت میں - ۳ الف،
 مد، میری (سہو کاتب) - قد اور مد کے علاوہ دوسرے نسخوں میں سری، تری اور مرا، ترا کو دھن دی کے ساتھ لکھا گیا ہے،
 جو اس زمانے کا دستور تھا - اس ایسے صرف قد اور مد میں اس کے خلاف نظر آیا ہے، تو اس کا اظہار کر دیا ہے -
 ب، مد، میرے آخر ما، اِنجاحِ مَفسد (سہو کاتب) - ۴ الف ب، آخر ما، ترا (سہو کاتب) - ۵ ب، ب، مج، مجموعہ سخن،
 چاہا - ۶ الف، مجموعہ سخن، ڈالے ہے - ۷ ب، مجموعہ سخن، ٹھونکے ہے - ۸ ب، مج، امر - مجموعہ سخن، عمرو - ۹ ب،
 آخر ما، زخم - حلیل (سہو کاتب) - ۱۰ الف، مج، مجموعہ سخن، اہام (سہو کاتب) - ۱۱ ب، مجموعہ سخن، تفضیل (سہو کاتب) -
 ۱۲ مج میں عنوان ہے، بیانِ مصنف، اور مد میں، قطعہ -

۱ - یہ قطعہ سب سے پہلے مولوی محمد باقر دہلوی کے دہلی اردو اخبار، جلد ۱۴ نمبر (باقی)

سو پشت سے، ہے پیشہ آبا سپہگري
آزادہ رُو ہوں، اور مرا مسلك ہے صلحِ كُل
کیا کم ہے یہ شرف کہ ظفر کا غلام ہوں؟
اُستادِ شہ سے ہو، مجھے، پر خاش کا خیال
جامِ جہان نما ہے، آئینہ شاہ کا ضمیر
میں کون اور ریختہ؟ ہاں، اس سے مدعا
سہرا لکھا گیا زِرہِ امثالِ امر
مقطیع میں آہی ہے سخنِ گسرنانہ بات
روئے سخن کسی کی طرف ہو، تو رُوسیاہ!
قسمتِ بُری سہی، یہ طبعیتِ بُری نہیں
صادق ہوں اپنے قول میں، غالب، خدا گواہ!

۱ ب. دہلی اردو اخبار، قج، علم و کمال و فضل سے نسبت -
غالب نے واو پھیل کر اپنے قلم سے مراد لکھی ہے -
آزاد: ۲۹۳، اپنے قول کا -

کچھ شاعری، ذریعہ عزت نہیں مجھے
ہر گز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے
مانا کہ جاہ و منصب و ثروت نہیں مجھے
یہ تاب، یہ بجال، یہ طاقت نہیں مجھے
سوگند اور گواہ کی حاجت نہیں مجھے
بجز انبساطِ خاطرِ حضرت نہیں مجھے
دیکھا کہ چارہ غیرِ اطاعت نہیں مجھے
مقصود اُس سے قطعِ کجبت نہیں مجھے
سودا نہیں، جنوں نہیں، وحشت نہیں مجھے
ہے شکر کی جگہ کہ شکایت نہیں مجھے
کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

۲ ب. فج، مپ، کسو - قد میں بھی کاتب نے وکسو لکھا تھا -
۸ الف، مجموعہ سخن، ۶۰:۲، آہی تھی - ۱۱ الف، دیران ذوق مراد

(بقیہ) ۱۳ مورخہ ۶ جمادی الآخرہ سنہ ۱۲۶۸ھ مطابق ۲۸ مارچ سنہ ۱۸۵۲ع میں اس
تمہید کے ساتھ شایع ہوا تھا:

”حسب الحکم حضرت سلطانی، خلد اللہ ملکہ، جو جناب نواب نجم الدولہ اسد اللہ
خان غالب اور جناب خاقانی ہند، ملک الشعراء، شیخ محمد ابراہیم خان ذوق نے بقرب
شادی میرزا جواں بخت بہادر، مرشد زادہ آفاق، کے کچھ اشعار بسیلِ مبارکبادی مسرہ
اس ہفتے میں حضورِ سلطانی میں سیر دربار گزارنے تھے، معہ چند اشعار علاوہ اس
کے جو خاص نجم الدولہ بہادر نے پھر گزارنے، واسطے حظ و کیفیت اپنے ناظرین
اہل بصر و بصیرت و ماہرین و واقفین فصاحت و بلاغت کے بموجب ترتیب درپیش
ہونے کے ہم بھی درج اخبار کرتے ہیں۔“ (باقی)

اے کسہنشاہِ آسمان آورنگ
تھا میں اک بینوایے گوشہ نشین
تم نے مجھ کو جو آبرو بخشی
کہ ہوا مجھ سا ذرّہ ناچیز
خ گرچہ، از روئے تگِ بے ہنری،
کہ گر اپنے کو میں کہوں خاکی
اے جہاں دار آفتاب آثار
تھا میں اک درمندِ سینہ فکار
ہوئی میری وہ گرمیِ بازار
روشناسِ آوایت و ستیار
ہوں خود اپنی نظر میں اتنا خوار
جاننا ہوں کہ آئے خاک کو عار

۱۔ مع میں عنوان ہے، گزارش مصنف بحضور شاہ - ۲ ب. قد، م. گرمی -

(بقیہ) ترتیب میں پہلے غالب کا سہرا، پھر ذوق کا سہرا اور بعد ازاں یہ چھٹا قطعہ
بغوان "قطعۃ اعتذار" مندرج ہوا ہے۔ غالب کا سہرا یادگارِ نالہ میں ملاحظہ ہو۔
۱۔ میرزا صاحب نے اپنے ایک خط مورخہ ۲ جنوری ۱۸۵۱ع میں منشی نبی بخش
حقیر کو لکھا ہے: "اب چھ مہینے پورے دوچکے، جولائی سے دسمبر سنہ
۱۸۵۰ع تک۔ اب میں دیکھوں، یہ ششماہہ مجھے کب ملتا ہے۔ بعد اس کے ملے
کے، اگر آئندہ ماہ بماء کر دیں گے، تو تو میں لکھوں گا۔ ورنہ اس خدمت کو میرا
سلام ہے۔ ابھی بابر کا حال حضور میں بھی نہیں بھیجا۔ کل مُسودہ تمام ہوا ہے۔
صاف ہو رہا ہے۔ اب صاف کر کر دیدوں گا، اور ماہ بماء کی استدعا کروں گا۔ چھماہی
آخر ہونے کو تھی، اس واسطے متوجہ ہو کر میں نے اس کو تمام کیا،
(نادرۃ غالب: ۸)۔

چونکہ میرزا صاحب اس کے بعد بھی کام کرتے رہے، اس سے یہ نتیجہ نکلتا
ہے کہ انہوں نے جب بابر کا حال حضور میں پیش کیا، تو اُسی کے ساتھ یہ
منظوم درخواست بھی گذرائی۔

شاد ہوں لیکن اپنے جی میں، کہ ہوں
خانہ زاد اور مرید اور مداح
بارے، نوکر بھی ہو گیا، صد شکر!
نکھوں آپ سے، تو کس سے کہوں؟
پرو مُرشد، اگرچہ مجھ کو نہیں
کچھ تو جاڑے میں چاہیے، آخر
کیوں نہ درکار ہو مجھے پوشش؟
کچھ خریدا نہیں ہے، اب کے سال
رات کو آگ، اور دن کو دھوپ
آگ تاپے کہاں تلک انسان!
دھوپ کی تابش، آگ کی گرمی
میری تنخواہ جو مقرر ہے
رسم ہے، مردے کی چھماہی ایک

بادشہ کا غلام کار گزار خ
تھا ہمیشہ سے یہ عریضہ نگار
نسبتیں، ہو گئیں مُشخص، چار
مُدعاے ضروری الاظہار
ذوقِ آرایشِ سر و دستار
تا ندے، بادِ زمہریر، آزار
جسم رکھتا ہوں، ہے اگرچہ نزار
کچھ بنایا نہیں ہے، اب کی بار
بھاڑ میں جائیں ایسے لیل و نہار
دھوپ کھاوے کہاں تلک جاں دار
وَقِنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّارِ
اُس کے ملنے کا ہے عجب ہنجار
خلق کا، ہے اسی چلن پہ، مدار

۱ ب، مد، پادشہ۔ ۲ ب، یادگار: ۱۶۸ میر اس مصرع کی جگہ سہواً اگلے شعر کا دوسرا مصرع لکھ دیا ہے۔
۸ الف، مد، مجموعہ سخن، اب کی سال۔ ۱۳ الف، مد، مردہ۔ مع، ہم ماہی (فتح ہم)۔

۱۔ یہ شعر میرزا صاحب نے نواب کلب علی خاں بہادر کے نام کے خطوط مورخہ ۱۲ اگست ۱۸۶۷ء و ۷ ستمبر ۱۸۶۸ء میں نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو مکاتیب غالب: ۷۲، ۸۲، طبع چہارم۔

۲۔ ایک خط بنام میرزا تقی، مورخہ ۲۰ جولائی ۱۸۶۰ء، میں میرزا صاحب لکھتے ہیں: "اب میری کہانی سنو۔ آخر جون میں پنجاب سے حکم آ گیا کہ پستدارانِ قدیم ماہِ بیاہ نہ پائیں۔ سال میں دوبار بطریقِ شہادہ فصل بہ فصل پایا کریں۔ ناچار ساہوکار (باقی)

اور چھماہی ہو سال میں دوبارہ!
اور رہتی ہے سُود کی تکرار
ہو گیا ہے شریک، ساہوکار
شاعر تغز گوئے خوش گفتار
ہے، زباں میری، تیغِ جوہر دار
ہے، قلم میری، ابرِ گوہر بار
قہر ہے، گر کرو نہ مجھ کو پیار
آپ کا نوکر اور کھاؤں اُدھار
تا نہ ہو، مجھ کو، زندگی دشوار

خ مجھ کو دیکھو کہ ہوں بقیدِ حیات
بسکہ لیتا ہوں، ہر مہینے، قرض
میری تنخواہ میں چہارم کا
آج مجھ سا نہیں زمانے میں
رزم کی داستان گر سنبے
بزم کا التزام گر کیجے
ظلم ہے، گر ندو سخن کی داد
آپ کا بندہ اور پھروں تنگا!
خ میری تنخواہ کیجے ماہ بہ ماہ

۱۔ مع، مجموعہ سخن، دیکھو تو - ۲۔ الف، مب، مع، یادگار: ۱۶۹، مجموعہ سخن، تہائی - ۳۔ ب، مد، گوی و - ۴۔ الف، ف، سنے - ۵۔ ب، اردو، عود، زباں ایک - ۶۔ الف، اردو، عے التزام - ۷۔ ب، اردو، عود، ایک ابر - ۸۔ الف، ف،

(بقیہ) سے سود کاٹ کر روپیہ لیا گیا، تا رامپور کی آمد میں مل کر صرف ہو۔ یہ سود چھ مہینے تک اسی طرح کٹوان دینا پڑے گا۔ ایک رقم معقول گھاٹے میں جانے گی۔
رسم ہے مردے کی چھماہی ایک خلق کا ہے اسی چلن پہ مدار
مجھ کو دیکھو کہ ہوں بقیدِ حیات اور چھماہی ہو سال میں دو بار
(اردو سے معنی: ۷۵، خطوط: ۷۶:۱)۔

۱۔ یہ اور اگلا شعر میرزا صاحب نے گلزارِ سرور، مصنفہ میرزا رجب علی بیگ سرور لکھنوی، کی تقریظ میں لکھے ہیں۔ مگر وہاں دونوں کے آخری مصرعوں میں 'میری' کی جگہ مقام کی مناسبت سے 'ایک' کر دیا ہے۔ (اردو سے معنی: ۳۵۴، لاہور ایڈیشن، عود: ۱۸۱)

ختم کرتا ہوں اب دعا پہ کلام شاعری سے نہیں مجھے سروکار
تم سلامت رہو ہزار برس! ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار!



قد

اے شاہِ نجم انگورِ جہاں بخشِ جہاں دار ہے غیب سے ہر دم تجھے صد گونہ بشارت

۱۔ یہ شجرفہ سخن، مجھے نہیں۔ ۲۔ مج میں عنوان ہے، در مدح شاہ۔

۱۔ یہ شعر میرزا صاحب نے نواب یوسف علی خاں بہادر کے نام کے خطوں میں سب سے پہلے ۶ محرم ۱۲۷۸ھ (۱۲ اگست ۱۸۶۱ع) کے خط کے آخر میں اپنے نام سے لکھا ہے (مکاتیبِ غالب: ۲۱)۔ بعد ازاں نواب کلب علی خاں بہادر کے نام کے اکثر خطوں میں بھی لکھتے رہے ہیں۔

۲۔ یہ قطعہ نوروز کی مبارکباد پر مشتمل ہے، اور نوروز، آفتاب کے برجِ حمل میں داخلے پر منایا جاتا ہے۔ میرزا صاحب سرور کو لکھتے ہیں: ”مخوّل آفتاب بہ حمل کے باب میں مولیٰ بات یہ ہے کہ ۲۲ مارچ کو واقع ہوتی ہے۔ کبھی ۲۱ کبھی ۲۳ بھی آتی ہے۔ اس سے تجاوز نہیں“ (عود: ۲۲)۔ دہلی اردو اخبار جلد ۱۵ نمبر ۱۳ مورخہ جمادی الآخرہ ۱۲۶۹ھ مطابق ۲۷ مارچ ۱۸۵۳ع میں حضور والا کی نیازِ معمولیٰ دسترخوان کا ذکر ہے، جو یک شنبہ ۹ جمادی الآخرہ کو نوروز کے دن کی گئی تھی۔ یہ واقعہ میرزا سلیمان شکوہ بہادر کے پوتے میرزا نورالدین شامی تخلص کی آمدِ دہلی کے بعد کا ہے، جن کی صحبت نے شاہ کو منہم بہ تشیع کیا تھا۔ اس لیے میری دانست میں یہ قطعہ مارچ ۱۸۵۳ع کا لکھا ہوا ہے۔

جو عُقْدۂ دشوار کہ کوشش سے نہ ہو وا
مکن ہے، کرے خضر سکندر سے ترا ذکر؟
آصف کو سلیمان کی وزارت سے شرف تھا
ہے نقشِ مریدی ترا، فرمانِ الہی
تو آب سے گر سلب کرے طاقتِ سیلاں
ڈھونڈھے نہ ملے، موجِ دریا میں، روانی
ہے، گرچہ، بچھے نکتہ سرائی میں تو غل
کیونکر نکروں مدح کو میں ختم دعا پر؟
تو روز ہے آج، اور وہ دن ہے کہ ہوے ہیں
تجھ کو، شرفِ مہرِ جہاں تاب مبارک!

تو وا کرے اُس عقدے کو، سو بھی بہ اشارت
گر لب کو ندے، چشمۂ حیواں سے طہارت
ہے انحر سلیمان، جو کرے تیری وزارت
ہے داغِ غلامی ترا، توقيعِ امارت
ف تو آگ سے گر دفع کرے تابِ شرارت
باقی ترے، آتشِ سوزاں میں، حرارت
ہے، گرچہ، بچھے بحر طرازی میں مہارت
قاصر ہے، ستایش میں تری، میری عبارت
تظارگیِ صنعتِ حق، اصلِ بہارت
غالب کو، ترے عقبۂ عالی کی زیارت! ۱۰



نُصِرْتُ الْمَلِكَ بِهَادٍ،^۱ بچھے بتلا کہ بچھے
گرچہ تو وہ ہے کہ ہنگامہ اگر گرم کرے
اور میں وہ ہوں کہ گر جی میں کبھی غور کروں
خستگی کا ہو بہلا، جس کے سبب سے سر دست
ہاتھ میں تیرے رہے، تو سن دولت کی عیناں!

تجھ سے جوائی ارادت ہے، تو کس بات سے ہے
روقتِ بزمِ مہ و مہر تری ذات سے ہے
غیر کیا، خود بچھے نفرت مری اوقات سے ہے
نسبت اک گو نہ مرے دل کو، ترے ہات سے ہے
یہ دعا، شام و سحر، قاضی حاجات سے ہے ۱۵

۱ الف، مب، مج، مد، مجموعۂ سخن، نہ وا ہو۔ ب، مب، اس (سنہو کاتب)۔ قد، مجموعۂ سخن، عقدہ۔ ۶ الف، قد، مب، مد، ڈھونڈھے۔ ۸ ب، مج، مجموعۂ سخن، شکایت میں۔ قد کے کاتب نے ستایش کی جگہ سگائش لکھا تھا۔ غالب نے اسے اپنے قلم سے بدلا ہے۔ ۱۱ مج میں عنوان ہے، مدح۔ مد، قطعہ۔ ۱۲ ب، قد، مب، ایک۔ ۱۵ الف، مب، ہات۔

۱۔ اس قطعے کے مخاطب کی شخصیت ابھی تک مجھول ہے۔

تو سکندر ہے، مرا غرور ہے ملنا تیرا
اس پہ گزرے نہ گمانِ ریو وریا کا زہار !
گو، شرفِ خضر کی بھی، مجھ کو، ملاقات سے ہے
غالبِ خاکِ نشین اہلِ خرابات سے ہے



قد

ہے چار شنبہ آخرِ ماہِ صفر، چلو
جو آئے، جامِ بھر کے پیسے، اور ہو کے مست
غالب، یہ کیا بیاں ہے؟ بجز مدحِ بادشاہ
بتے ہیں سونے روپے کے چھلے حضور میں
یوں سمجھیے کہ بیچ سے خالی کیے ہوئے
رکھ دیں چمن میں، بھر کے مے، مشکبو کی ناند
سبزے کو روندنا پھرے، پھولوں کو جاے پھاند
بھاتی نہیں ہے اب مجھے کوئی نوشت خواند
ہے، جن کے آگے سیم و زرِ مہر و ماہ، ماند
لاکھوں ہی آفتاب ہیں، اور بیٹھار چاند

۲۳ مع میں عنوان ہے 'مفرقات' - ۵ الف، مد، بادشاہ -

۱۔ اس قطعے میں جس رسم کی طرف اشارہ ہے اُس کی اصل یہ ہے کہ ماہِ صفر
کے آخری چہار شنبے کو رسولِ پاک، صلی اللہ علیہ و سلم، بیمار ہوئے تھے۔
مسلمانوں نے اُس دن دعا و استغفار اور صدقہ و خیرات کرنا شروع کیا، اور
باغوں میں جا کر پند و وعظ کے جلسے کرنے لگے۔ امرا خیر خیرات کے علاوہ
اپنے عزیزوں اور متوسلوں کو سنہری اور روپیلی چھلے بھی تقسیم کیا کرتے تھے۔
شاہِ ظفر کے بارے میں طامس مشکاف نے اپنے روز نامچے میں جمعہ ۲۶
جنوری ۱۸۴۹ء کو لکھا ہے کہ 'ماہِ صفر کے آخری چار شنبہ کے دن باغِ حیات
بخش میں تشریف لے گئے۔ مٹی کی ایک ہانڈی میں خود بدولت نے اشرفی ڈالی۔
ہانڈی کو پانو سے توڑ کر زمیں کی گھانس کو پانووں سے روندنا۔ پھر دیوان خانے
میں آ کر مسند آرا ہو کر دربار کیا۔ مرشدزادے اور ملازم آداب شاہی بجا لائے۔ (باقی)

مُسهل تھا مُسهل، ولے یہ سخت مشکل آ پڑی:

مجھ پہ کیا گزرے گی، اتنے روز حاضر بن ہوئے

تین دن مُسهل سے پہلے، تین دن مُسهل کے بعد،

تین مُسهل، تین تبریدیں، یہ سب کسے دن ہوئے؟

۱، مج، مد میں عنوان ہے، قطعہ -

(بقیہ) منصرم جواہر خانہ نے کشتی میں چاندی سونے کے چھلے پیش کیے۔ حضور نے پانچ چھلے اٹھا کر اپنی انگلی میں پہن لیے۔ پندرہ چھلے زینت محل بیگم کو اور پانچ پانچ دوسری بیگمات کو دیے۔ ولی عہد کے نام کے سات چھلے اپنے پاس رکھ لیے، اور پانچ پانچ مرزا نغرا الدین اور دوسرے مرشدزادوں کو عنایت فرمائے۔۔۔۔ (طامس مشکاف کی ڈائری، شایع کردہ خواجہ حسن نظامی: ۲۹)۔ لیکن خود قطعہ ۱۸۵۲ء کے بعد کا ہے، ورنہ قبح میں موجود ہوتا۔

۱۔ میرزا صاحب نے ۹ مارچ ۱۸۵۲ء کو ایک خط منشی نبی بخش حقیر کو لکھا تھا۔ اُس میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”حکیم احسن اللہ خاں میرے چارہ گر ہیں۔ اُنہوں نے فرمایا کہ آمدِ فصلِ نو ہے، تو مُسهل لے ڈال۔ چنانچہ دس بارہ منضج اور تین مُسهل ہوئے۔ کل تیسرا مُسهل تھا۔ آج تبرید پی کر تم کو یہ خط لکھ رہا ہوں، (نادراتِ غالب: ۲۱)۔ پھر ۱۷ مارچ ۱۸۵۳ء کو اُنہیں کو تحریر فرماتے ہیں کہ ”مُسهل میں نے اس واسطے لیا تھا کہ میرے اعضا میں درد رہتا تھا اور فضول معدے میں جمع ہو گئے تھے۔ سو عنایتِ ایزدی سے مقصود حاصل ہو گیا (ایضاً: ۳۲)۔ بظاہر یہ قطعہ آخری مُسهل سے متعلق ہے، ورنہ قبح میں مندرج ہوتا۔ (باقی)

۱۲

قد

افطارِ صوم کی کچھ، اگر، دستگاہ ہو
اُس شخص کو ضرور ہے، روزہ رکھا کرے
جس پاس روزہ کھول کے کھانے کو کچھ ہو
روزہ اگر نکھائے، تو ناچار کیا کرے؟

۱۳

قد

سیہ گلیں ہوں، لازم ہے، میرا نام نہ لے
جہاں میں، جو کوئی فتح و ظفر کا طالب ہے
ہوا نہ غلبہ مُیسر کبھی کسی پہ مجھے
کہ جو شریک ہو میرا، شریکِ غالب ہے

۱. 'مج' مد میں عنوان ہے قطعہ - الف نادراتِ غالب: ۵۳، ۵۸ جے کچھ دستگاہ - ۲. 'ب' یادگار: ۱۷۱، نہ کھائے -
۳. 'مج' مد میں عنوان ہے، قطعات (حالانکہ یہ آغازِ قصبات نہیں ہے) - مد، قطعہ - الف، مد، کوئی نام (سہو کاتب) -

(بقیہ) مولانا حالی فرماتے ہیں کہ 'ایک' شعر میں مسہل کے اُن تمام دنوں کی تفصیل جن
میں حکیم چلنے پھرنے کو منع کرتے ہیں، کس عمدگی سے بیان کی ہے! یہ قطعہ
دربار کی غیر حاضری کے عذر میں لکھا ہے (یادگار: ۱۷۱)۔

۱۔ میرزا صاحب نے منشی نبی بخش حقیر کو جمعہ ۴ جون ۱۸۵۴ع کو لکھا ہے:
'اگرچہ تابِ مجھ میں روزہ رکھنے کی کہاں۔ مگر بدتر روزہ داروں سے ہوں -
روزہ داروں کو کیا کہوں۔ کیا حال ہے؟ میرے چار خدمتگزار ہیں - چاروں
روزہ دار - آخرِ روز مجھ کو یوں نظر آتا ہے کہ چار مردے پھر رہے ہیں - یہ
پریشانی اور یہ بے سامانی! نہ خسر خانہ، نہ برف آب - آرام کے اسباب کہاں سے
لاؤں الخ - افطارِ صوم کی جیسے کچھ دستگاہ ہو الخ - یہ رباعی اور یہ قطعہ کل حضور
میں پڑھا تھا - بہت ہنسے اور خوش ہوئے (نادراتِ غالب: ۵۳، ۵۸) - اس سے
یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ۳ جون کو یا اس سے ایک دو دن قبل یہ قطعہ کہا گیا تھا -
۲۔ 'شریکِ غالب' اُس شریک کو کہتے ہیں جس کا حصہ دوسرے شریکوں سے غالب
ہو - شریکِ غالب کے لفظ میں جو لطف ہے، وہ ظاہر ہے (یادگار: ۱۷۱) -



۱۴

قد

کہ جس کے دیکھے سے سب کا ہوا ہے جی محظوظ
نہ کیوں ہو مادۂ سالِ عیسوی «محظوظ»؟

۵۱۸۵۴

خجستہ انجمنِ طوبیٰ میرزا جعفر
ہوئی ہے ایسے ہی فرخندہ سال میں، غالب



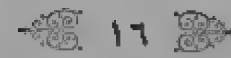
۱۵

قد

ہوا بزمِ طرب میں رقصِ ناہید
تو بولا: «انشراحِ جشنِ جمشید»

۵۱۲۷۰

ہوئی جب میرزا جعفر کی شادی
کہا غالب سے: «تاریخ اس کی کیا ہے؟»



۱۶

قد

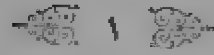
دربارِ دارِ لوگ ہم آشنا نہیں^۱
اس سے ہے یہ مراد کہ ہم آشنا نہیں

گو ایک بادشاہ کے سب خانہ زاد ہیں
کانوں پہ ہاتھ دھرتے ہیں، کرتے ہوئے سلام

۱۔ مع میں عنوان ہے، قطعہ تاریخ - مد، قطعہ - ۲ الف، مد، ایسی ہی - ۳ مع میں عنوان ہے، قطعہ ۴ تاریخ دیگر - مد، قطعہ - ۵ مع، قطعہ ۵ - مد، قطعہ - الف، مد، یادگار ۱۶۹، بادشاہ - مع، خاندان - ۶ الف، یادگار ۱۷۰، رکھتے ہیں - ب، یادگار - ۷ اس سے یہ مراد -

۱۔ بادشاہ کے دربار کا یہ آداب تھا کہ آپس میں جو وہاں ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے، تو ماتھے پر ہاتھ رکھنے کی جگہ دایاں ہاتھ دائیں کان پر رکھ لیتے تھے۔ چونکہ اُردو محاورے میں کانوں پر ہاتھ دھرنے کے یہ معنی ہیں کہ ہم آشنا نہیں، اس لیے میرزا نے اُس کو اس پیرائے میں بیان کیا ہے۔ (یادگار: ۱۷۰)

مثنوی



قد

ہاں، دلِ دردمندِ زَمزمہ سازِ خ تا آخر کیوں نہ کھولے درِ خزینہ راز؟
 خامے کا صفحے پر رواں ہونا شاخِ گل کا ہے گلفشاں ہونا
 مجھ سے کیا پوچھتا ہے، کیا لکھے؟ نکتہ ہمارے خردِ فزا لکھے
 بارے، آموں کا کچھ بیاں ہو جائے خامہ، نخلِ رطبِ فشاں ہو جائے
 آم کا، کون، مردِ میدان ہے؟ ثمر و شاخ، گوے و چوگان ہے
 تانک کے جی میں کیوں رہے ارماں؟ آے، یہ گوے اور یہ میدان!
 آم کے آگے پیش جاوے خاک پھوڑتا ہے جاے پھولے، تانک
 نہ چلا، جب کسی طرح، مقدور بادۂ تاب بن گیا، انگور
 یہ بھی، ناچار، جی کا کھونا ہے شرم سے پانی پانی ہونا ہے
 مجھ سے پوچھو، تمہیں خبر کیا ہے؟ آم کے آگے نیشکر کیا ہے؟
 نہ گُل اُس میں، نہ شاخ و برگ، نہ بار جب خزاں آے، تب ہو اُس کی بہار
 اور دوڑائیے قیاس کہاں؟ جانِ شیریں میں یہ منہاس کہاں؟
 جان میں ہوتی، گر، یہ شیرینی کوھکن، باوجودِ غمگینی
 جان دینے میں اُس کو یکتا جان پر وہ یوں سہل دے نہ سکتا جان
 نظر آتا ہے یوں مجھے یہ ثمر کہ دواخانۂ ازل میں، مگر

۱. مع میں عنوان ہے، در صفتِ اذہ - مذ، مثنوی - الف، قد، مب، مع، خام، کا صفحہ - ۲ الف، مذ، پوچھتا (-ہو کاتب) -
 ب، مع، نکلتا ہے - ۶ ب، مع، مذ، آئے - ۷ ب، مب، مع، پھولے - ۱۱ الف، مذ، برگ و نہ بار - ۱۲ ب، مذ، مب، مع، آئے -

آتشِ گل پہ قند کا ہے قوم
یا یہ ہوگا کہ فرطِ رافت سے
انگیں کے، بحکمِ ربّ الناس
یا لگا کر خضر نے شاخِ نبات
تب ہوا ہے ثمرِ فشان، یہ نخل
تھا ترنجِ زر ایک، خسرو پاس
آم کو دیکھتا اگر یک باز
رونی کار گاہِ برگ و نوا
رہو رامِ خلد کا توشہ
صاحبِ شاخ و برگ و بار ہے آم
خاص وہ آم، جو نہ ارزاں ہو
وہ کہ ہے والی ولایتِ عہد
غیرِ دین، عزِ شان، و جاہِ جلال
کار فرماے دین و دولت و بخت
سایہ اُس کا، ٹھہا کا سایہ ہے
اے مفیضِ وجودِ سایہ و نور
اس خداوندِ بندہ پرور کو
شاد و دلشاد و شادمان رکھو!

شیرے کے تار کا ہے ریشہ نام
باغبانوں نے باغِ جنت سے
بہر کے بھیجے ہیں، سرمہ گر گلاس
مدتوں تک دیا ہے آبِ حیات
ہم کہاں، ورنہ، اور کہاں یہ نخل!
رنگ کا زرد، پر کہاں بویاس!
پھینک دینا طلاے دستِ آفتاب
نازشِ دومانِ آب و ہوا
طوبی و سدرہ کا جگر گوشہ
ناز پروردہ بہار ہے آم
نو بر نخلِ باغِ سلطان ہوا
عدل سے اُس کے، ہے حمایتِ عہد
زینتِ طینت، و جمالِ کمال
چہرہ آراے تاج و مسند و تخت
خلق پر، وہ خدا کا سایہ ہے
جب تک ہے نمودِ سایہ و نور
وارثِ گنج و تخت و افسر کو
اور غالب پہ مہرباں رکھو!

۱۔ ب۔ قد، مہ، مع، شیرہ۔ ۲۔ الف، قد، ایک بار۔ ۳۔ م، ا، ہ بار۔

۱۔ میرزا صاحب نے اس شعر میں «سلطان»، بارہویں شعر میں «والی ولایتِ عہد»،
اور ۱۳ویں شعر میں «غیر دین» کہا ہے۔ اس سے ولی عہدِ سلطنت، شاہزادہ غلام
نفرالدین عرف میرزا غفر متوفی ۱۰ جولائی ۱۸۵۶ء کی طرف اشارہ ہے، جو اُن
کے شاگرد اور مربی تھے۔ لہذا مثنوی کو اس تاریخ سے پہلے کا ہونا چاہیے۔

قصائد



ق

سازِ يكِ ذَرّہ، نہیں، فیضِ چمن سے، بیکار
مستیِ بادِ صبا سے ہے، بعرضِ سبزہ،
سبز ہے، جامِ زُمُرد کی طرح، داغِ پلنگ
مستیِ ابر سے گلچینِ طرب ہے، حسرت
کوہ و صحرا ہمہ، معموریِ شوقِ بلبل
سونے سے فیضِ ہوا، صورتِ مژگانِ یتیم
کاٹ کر پھینکیے ناخن، تو باندازِ ہلال
کفِ ہر خاکِ بگردوں شدہ، قری پرواز
میکدے میں ہو، اگر، آرزو سے گل چینی
۱۰ موجِ گل ڈھونڈھ بخلوتکدہ غنچہ باغ
کھینچے گر مائی اندیشہ چمن کی تصویر
لعل سی، کی ہے بے زمرہ مدحتِ شاہ
رہ شہنشاہ کہ جس کی ہے تعمیرِ سرا،

سایہ لالہ بے داغ، سُودا سے بہار
ریزہ شیشہ سے، جوہرِ تیغِ کہسار
تازہ ہے، ریشہ نارنج صفت، رو سے شرار
کہ اس آغوش میں ممکن ہے، دو عالم کا فشار
راہِ خوابیدہ ہوئی، خندہ گل سے، بیدار
سرنوشتِ دو جہاں ابر، يكِ سطرِ غبار
قوتِ نامیہ اُس کو بھی نبھوڑے بیکار
دامِ ہر کاغذِ آتش زدہ، طاؤسِ شکار
بھول جا يكِ قدحِ بادہ بطاقِ گزار
گم کرے، گوشہ میخانہ میں گر تو، دستار
سبز، مثلِ خطِ نوخیز، ہو خطِ پرکار
طوطیِ سبزہ کہسار نے پیدا، منقار
چشمِ جبریل، ہوئی قالبِ خشتِ دیوار

۱. قب، آغاز شدن منتخب قصیدہ در منقبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ - م، قبح، منتخب قصیدہ منقبت علی مرتضی علیہ السلام -
- ما، قبح، افواشِ آبروی گوہر سخن بہ نسیای ابوالائمہ حضرت علی مرتضی علیہ التحیۃ و الثنا - قد، مب، میج، مد، قصائد - الف، قبا،
- ایک ذرہ (سہو کاتب) - ۲ الف، م، قبح، یہ عرض (سہو کاتب) - ۲ الف، ق، ح، سبز جوں جامِ زمرد نہ ہو گر - ب، ق، ح،
- ریشہ نشو و نما کو سمجھ افسوں بہار - م، ب، قب و ممکنہ ندارد - ۵، ح میں اسے سہواً غیر مطبوعہ ظاہر کیا ہے - الف،
- قب، کوہ صحرا (سہو کاتب) - ۷ الف، ق، ح، جوہر ناخن پریدہ ہے - ب، ق، ح، ریشہ عجز کو کرتا ہے نمو سے سرشار -
- قب، نامہ (سہو کاتب) - نیز، ق، ح میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے - ۸ الف، ق، ح، خاکِ چمن آئینہ قمری حقیق - قبا، یہ گردوں
- (سہو کاتب) - ۹ الف، قب، م، ما، میکدہ - ب، قب، یہ صحن گزار - م میں یہ فقرہ کر بخوردہ ہے - ۱۰ الف، ق، ح، یہ طوفان
- کدہ - ۱۱ الف، قب، کھینچ کر (سہو کاتب) - ب، قب، م، خطِ رخسار - میج، مد، پرکار - ۱۲ الف، ق، ح،
- لعل سے کی ہے مدح چمن آرا سے بہار - مرتب ح نے اصلاحی مصرع میں بھی لعل سے ہی لکھا ہے - ۱۳، ۱۴، ۱۵ م
- ندارد - ۱۳ الف، ح، جس کے - ب، قب، بنی قالب -

خ قَلَّكَ العرش، مُجُومِ نَحْمِ دوشِ مزدور
سبزه نہ چمن، و يك خطِ پشتِ لبِ بام
واں کے خاشاك سے، حاصل ہو جسے، يك پرِ كاه
خاكِ صحرا سے نجف، جوهرِ سیرِ عُرفا
ذره اُس گرد کا، خُرشید كو، آئینہ ناز
آفرینش كو ہے، واں سے، طلبِ مستی ناز
فیض سے تیرے ہے، امے شمعِ شبستانِ بہار
شکلِ طاؤس کرے آتہ خانہ پرواز
تیری اولاد کے غم سے ہے، بروے گردوں
ہم عبادت كو، ترا نقشِ قدم، مُہرِ نماز
مدح میں تیری نہاں، زمرۂ نعتِ نبی
جوهرِ دستِ دعا آتہ، یعنی تائیر
مَرْدَمَك سے، ہو عزاخانہ اقبالِ نگاہ
دشمنِ آلِ نبی كو، بطرب خانہ دھر
دیدہ تا دل، اسد، آئینہ يك پر تو شوق

رشتہ فیض ازل، سازِ طنابِ معمار
رفتِ ہمتِ صد عارف، و يك اوجِ حصار
وہ رہے مروحہ بالِ پری سے بیزار
چشمِ نقشِ قدم، آئینہ بختِ بیدار
گرد اُس دشت کی، امید كو، احرامِ بہار
عرضِ تخیارۂ ایجاد ہے، ہر موجِ غبار
دلِ پروانہ چراغاں، پرِ بلبل گلزار
ذوقِ میں جلوے کے تیرے، ہوا سے دیدار
سلكِ اختر میں مہِ نو، مژدہ گوہر بار
ہم ریاضت كو، ترے حوصالے سے استظهار
جام سے تیرے عیاں، بادۂ جوشِ آسرار
يك طرف نازشِ مژگان، و دگر سُو غمِ خار
خاكِ در کی ترے، جو چشم، نہو آتہ دار
عرضِ تخیارۂ سیلاب ہو، طاقِ دیوار
فیضِ معنی سے، خطِ ساغرِ راقم سرشار

۲ الف، قج، چمن يك - ب، قب، موج (ہر دو سہو کاتب) - ۳ الف، ح، واں کی خاشاك - ۴ قج، ح، میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے - ۵ الف، ما، سیر عرفا - ب، قب، جسم (ہر دو سہو کاتب) - ۶ الف و ب، قب و سے و دھر، ندارد (سہو کاتب) - ۷ قب، ما، قج، قد، مب، مج، مطلع ثانی - ۸ مد، مطلع - م، قج، ندارد - ب، قب، قبا، گلزار (سہو کاتب) - ۹ الف، قبا، ما، مد، بردار (سہو کاتب) - ب، قب، ح، جلوہ میں تیرے ہے تسخیر ہوا سے دیدار ح میں اس اصلاح کو نظر انداز کر دیا ہے اور شعر کو غیر مطبوعہ ظاہر کیا ہے - ما، مد کے سوا، جلوہ - ۱۰ الف، ق، ح، غم میں ہے - قج و سے، ندارد (سہو کاتب) - ۱۱ ق، ح، میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے - الف، قب، ہر (سہو کاتب) - ب، مد کے سوا تمام نسخے، حوصلہ - ۱۲ الف، ق، قب، قج، م، عرا خانہ يك شہر نگاہ - ح، شہر نگاہ (سہو کاتب) - ۱۳ الف، قبا، طرف خانہ (سہو کاتب) - ۱۵ الف، ق، يك بھونڈ شوق - ب، قب، فیض الفت سے رقم تا دل معنی سرشار - قب، م، قج، فیض معنی سے رقم تا کف -

ہم کہاں ہوئے، اگر حسن نہوتا خود ہیں؟
 یکسیہاے تمنا، کہ نہ دنیا ہے، نہ دیں
 لغو ہے، آئنے فرقِ جنوں و تمکین
 سخنِ حقِ ہمہ، پیمانہ ذوقِ تحسین
 دردِ یک ساغرِ غفلت ہے، چہ دنیا، و چہ دیں
 صورتِ نقشِ قدم، خاکِ بفرقِ تمکین
 وصل، زنگارِ رخِ آئینہ حسنِ یقین
 بیستوں، آئینہ خوابِ گرانِ شیریں
 کس نے پایا، اثرِ نالہ دلہاے حزیں؟
 نہ سر و برگِ ستایش، نہ دماغِ نفیر
 یک قلمِ خارجِ آدابِ وقار و تمکین
 «یا علی» عرض کر، اے فطرتِ وسواسِ قرین
 قبلہ آلِ نبی، کعبۂ ایجادِ یقین

دھر، جز جلوۂ یکتائیِ معشوق نہیں
 بدلیہاے مماش، کہ نہ عبرت ہے، نہ ذوق
 ہرزہ ہے، نغمۂ زیر و بزمِ ہستی و عدم
 نقشِ معنیِ ہمہ، خیازۂ عرضِ صورت
 لافِ دانشِ غلط، و تسعِ عبادتِ معلوم
 مثلِ مضمونِ وفا، بادِ بدستِ تسلیم
 عشق، پیرِ بطلِ شیرازۂ اجزائے حواس
 کوہِ کن، گرسنہ مزدورِ طربگاہِ رقیب
 کس نے دیکھا، نقسِ اہلِ وفا آتشِ خبز؟
 سامعِ زمزمۂ اہلِ جہاں ہوں، لیکن
 کس قدر ہرزہ سرا ہوں کہ عباداً باللہ!
 نقشِ «لا حول» لکھ، اے خامۂ ہڈیاں تحریر!
 مظہرِ فیضِ خدا، جان و دلِ ختمِ رُسل

۱ قب، قج، انتخاب قصیدۂ منقبت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ - م، انتخاب قصیدۂ منقبت علی مرتضیٰ علیہ السلام - ما، قج،
 ایضاً فی المنقبت - مع، قصیدہ - نیز یہ مطلع ق اور قب میں نہیں، اور قبا کے حاشیے میں ہے - ۴، ق، قا، قج، م، ح میں
 ترتیب اشیاء یہ ہے: مثل مضمون، لاف دانش، نقش معنی - ۵، ب، ق، قا، ح، وصل انسانہ اطفال پریشان بالیں - قب، م، رخ
 روشن مرآت یقین - حج، وصل زنگار (بکسرۂ اضافت - سہو کتاب) - ۸، ب، ق، ح، بیستوں، ساز گرانہاری خواب شیریں ۹ الف، ق،
 قا، ح، دیکھا جگر اہل جنوں نالہ فروش - ۱۱ الف، ق، قا، کس قدر نالہ پریشان ہے - ب، ق، آداب جنوں - ح، آداب و
 جنوں (سہو کتاب) - ۱۲ الف، قب ہزیاں - قبا، م، ہزیاں (ہر دو سہو کتاب) - قج، لکھے (سہو کتاب) - ۱۳ ح میں یہ بیت
 اگلے شعر کے بعد ہے - قا میں ترتیب ہے: کس سے ہو سکتی، ہو وہ سرمایۂ ایجاد، مظہر فیض، نسبت نام -

۱ - نیز ملاحظہ ہو: عشق و مزدوری عشر تکہ خسرو، کیا خوب!

ہم کو تسلیم نہ کونامی فرہاد نہیں

۲ - نیز ملاحظہ ہو: وفائے دلبراں ہے اتفاق، ورنہ، اے ہمد

اثر فریادِ دلہاے حزیں کا کس نے دیکھا ہے؟

ہر کفرِ خاک، ہے وانِ گردۂ تصویرِ زمیں
وہ کفرِ خاک، ہے ناموسِ دو عالم کی امیں
آبدآ، پشتِ فلک، خم شدہ نازِ زمیں
بوئے گل سے، نفسِ بادِ صبا، عطر آگین
قطع ہو جائے نہ، سررشتہٴ ایجاد، کہیں! ۵
رنگِ عاشق کی طرح، رونقِ بخانۂ چیں
وصیِ ختمِ رُسلِ او ہے، بفتوایِ یقین
نامِ نامی کو ترے، ناصیۂ عرش، نگین
شعلۂ شمع، مگر، شمع پہ باندھے آئیں
رقمِ بندگیِ حضرتِ جبریلِ امیں ۱۰
خاکیوں کو جو خدا نے دیے جان و دل و دین
تیری تسلیم کو ہیں لوح و قلم، دست و جبین
کس سے ہو سکتی ہے، آرایشِ فردوسِ بریں؟
کہ سوا تیرے کوئی اُس کا خریدار نہیں
ہے، ترے حوصلۂ فضل پر از بسکہ، یقین ۱۵
کہ اجابت کہے ہر حرف پہ سو بار 'امیں'
کہ رہیں خونِ جگر سے، مری آنکھیں، رنگین

ہو، وہ سرمایۂ ایجاد، جہاں گرمِ خرام
جلوہ پرداز ہو، نقشِ قدم اُس کا، جس جا
نسبتِ نام سے اُس کے ہے یہ رتبہ کہ رہے
فیضِ خالق اُس کا ہی شامل ہے کہ ہوتا ہے سدا
برشِ نیل کا اُس کی، ہے جہاں میں چرچا
کفر سوز اُس کا وہ جلوہ ہے کہ جس سے ٹوٹے
جان پناہا! دل و جان فیضِ رسانا! شاہا!
جسمِ اطہر کو ترے، دوشِ پیمبر، منبر
کس سے ممکن ہے تری مدح، بغیر از واجب؟
آستان پر ہے ترے جوہرِ آئینۂ سنگ
تیرے در کے کیے، اسبابِ نثار، آمادہ
تیری مدحت کے لیے ہیں دل و جان، کام و زباں
کس سے ہو سکتی ہے، مداحیِ مدوحِ خدا؟
جنسِ بازارِ معاصی، اسد اللہ اسد
شوخیِ عرضِ مطالب میں ہے گستاخِ طلب
دے دعا کو مری وہ مرتبۂ حسنِ قبول
غیر شیر سے ہو سینہ یہاں تک لہریز

۱ الف، ق، قا، نازِ خرام - ۲ الف، ق، جلوہ تحریر - نیز یہ بیت 'ق' ح' میں اگلے شعر کے بدل ہے - ۳ ب، ح، ارد
- شدہ ناز (ہر دو سہو کاتب) - ۴ الف، ق، قبا، قج، م، ہوتا ہے اسد - ۵ ب، ق، قج، م، ہو جاوے - ۶ الف، ق، ح، ی، جلاوے -
۷ الف، ق، قا، ح، فیض و سان بادشاہ - ۸ ب، ق، قا، ح، ایسے کہ نیم سے ہے ہمار چمنستان یقین - ۹ ب، ق، حج عرش نگین
(بکسرۃ اضافت - سہو کاتب) - ۱۰ ق، ح' میں یہ بیت صحنۂ گذشتہ کے بارہویں شعر کے بدل ہے - ۱۱ الف، ق، قا، ح، کس سے
ہو سکتی ہے مدح اس کی بغیر از ہمہ او - ۱۲ الف، ق، ح، قا، ق، قج، م، ما، آستان پر ترے ہے - نیز ق، ح، میں ترتیب اشار
ہے: تیری مدحت، آستان پر، تیرے در - ۱۳ الف، ق، ح، م، حج، در کے لیے - قا میں دیکھے، لکھا تھا - کسی نے ۱۴
میں دیکھے، کر دیا ہے - ۱۵ الف، ق، ح، قا، یا علی، جلسِ معاصی - ۱۶ الف، ق، ح، قا، ح، کس سے
قب، قج، قید، م، ما، حج، فضل پہ - ۱۷ الف، ق، ب، وہ حوصلۂ حسنِ قبول - قج و کرہ ندارد (سہو کاتب) - ۱۸ الف، ح، ما،
قب، شیر - ۱۹ ب، شیر -

کہ جہاں تک چلے، اُس سے قدم اور مجھ سے جیں
نگہ جلوہ پرست، و نفّسِ صدق گریں
وقفِ احباب، گل و سنبلِ فردوسِ بریں

طبع کو، الفتِ دلدل میں، یہ سرگرمی شوق
دلِ الفتِ نسب، و سینۂ توحیدِ فضا
صرفِ اعدا، اثرِ شعلہ و دودِ دوزخ



فج

جس کو تو، جُھک کے، کر رہا ہے سلام خ
بھی انداز اور بھی اندام
بندہ عاجز ہے، گردشِ آیام
آسمان نے پچھا رکھا تھا دام
حبّذا! اے نشاطِ عامِ عوام
لے کے آیا ہے عید کا پیغام
صبح جو جاوے اور آوے شام
تیرا آغار اور ترا انجام خ
مجھ کو سمجھا ہے کیا کہیں تمام؟
ایک ہی ہے اُمید گاہِ آنام خ
غالب اُس کا، مگر نہیں ہے، غلام؟
تب کہا ہے بطرزِ استفہام
قربِ ہر روزہ بر سنبلِ دوام
جز بتقریبِ عیدِ ماہِ صیام

ہاں، مہِ نو، سُنیں ہم اُس کا نام
دو دن آیا ہے تو نظرِ دمِ صبح
بارے، دو دن کہاں رہا غائب؟
اُڑ کے جاتا کہاں؟ کہ تاروں کا
مرحبا! اے سُورِ خاصِ خواص
عذر میں، تین دن نہ آنے کے
اُس کو بھولا نہ چاہیے کہنا
ایک میں کیا کہ سب نے جان لیا
رازِ دل مجھ سے کیوں چھپانا ہے؟
جاتا ہوں کہ آج دنیا میں
میں نے مانا کہ تو ہے حلقہ بگوش
جاتا ہوں کہ جاتا ہے تو
مہرِ تاباں کو ہو تو ہو، اے ماہ
تجھ کو کیا پایہ روشناسی کا؟

۱ الف، قب، الفت دل میں ہو یہ (سہو کاتب)۔ ب، ح، چکے۔ قب، قدم اس سے مہ چن (ہر دو سہو کاتب)۔ ۲ الف،
ق، ح، قا، قج، قبد، م، مد، قضا۔ بچ، توحید فضا (بکسرۃ اضافت - سہو کاتب)۔ ۳ الف، ح، شعلۂ دود (سہو کاتب)۔
ب، ق، قا، گل و لالۃ (مگر ح میں اس کا ذکر نہیں)۔ ما، سنبل و فردوس۔ ۴ قج میں عنوان ہے 'در مدح شہنشاہ جمہاہ سلیمان
بارگاہ سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی'۔ بچ میں عنوان ہے، قصیدہ۔ ۱۰ ب، چ، جائے۔ آئے۔

ح جانتا ہوں کہ اُس کے قبض سے تو
 ماہ بن، مانتاب بن، میں کون؟
 میرا اپنا جدا معاملہ ہے
 ہے مجھے آرزوے بخششِ خاص
 جو کہ بخشے گا تجھ کو فَرِ فُروغ
 جب کہ چودہ منازلِ فلکی
 تیرے پرتو سے ہوں فُروغِ یزیر
 دیکھنا میرے ہاتھ میں ابریز
 پھر غزل کی روش پہ چل نکلا
 زہرِ غم کرچکا تھا میرا کام
 مے ہی پھر کیوں نہ میں پیے جاؤں؟
 بوسہ کیسا؟ یہی غنیمت ہے
 کبے میں جا، بچائیں کے ناقوس
 اُس قدح کا، ہے، دور مجھ کو نقد
 بوسہ دینے میں اُن کو ہے انکار
 خ چھیڑتا ہوں کہ اُن کو غصہ آئے

پھر بنا چاہتا ہے ماہِ تمام
 مجھ کو کیا بانٹ دیگا تو انعام؟
 اور کے لین دین سے کیا کام؟
 گر تجھے ہے امیدِ رحمتِ عام
 کیا ندیکا مجھے نے گفام؟
 کرچکے قطع، تیری تیری گام
 کوئے و مشکوئے و صحن و منظر و بام
 اپنی صورت کا، اک بلوریں جام
 تو سن طبع چاہتا تھا لکام
 غزل تجھ کو کس نے کہا کہ ہو بدنام؟
 غم سے جب ہو گئی ہو، زیست، حرام
 کہ نہ سمجھیں وہ کَلَّتِ دُشنام
 اب تو باندھا ہے دیر میں احرام
 چرخ نے لی ہے، جس سے گردش، وام
 دل کے لینے میں جن کو تھا اِرام؟
 کیوں رکھوں، ورنہ، غالب اپنا نام؟

۱۱ الف، قد میں دہی، کو بکسر ما لکھا ہے، جس طرح قصیدہ سابق کے مصرع: قبض خلق اس کا می شامل ہے کہ ہوتا ہے مدا (۱۵: ۴ الف) میں بالقصد بکسر ما تحریر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کاتب کا مقصود یا بے سرووف و بھول کا التباس دور کرنا تھا۔

- ۱- نیز ملاحظہ ہو: کتے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب گالیاں کھا کے بے مزا نہوا
- ۲- نیز ملاحظہ ہو: بوسہ دیتے نہیں، اور دل پہ ہے ہر لحظہ نگاہ
 جی میں کہتے ہیں کہ مفت آئے، تو مال اچھا ہے

کہ چکا میں تو سب کچھ، اب تو کہ
کون ہے؟ جس کے در پہ ناصیہ جا
تو نہیں جاتا، تو مجھ سے سُن
قلبہ چشم و دل، بہادر شاہ
شہسوارِ طریقہ انصاف
جس کا ہر فعل، صورتِ اعجاز
بزم میں، میزبانِ قیصر و جم
اے ترا لطف زندگی افزا
چشم بد دورا خسروانہ شکوہ
جاں نثاروں میں تیرے، قیصرِ روم
وارثِ ملک جاتے ہیں تجھے
زورِ بازو میں ماتے ہیں تجھے
مرجا، موشگافیِ ناوک
تیر کو تیرے، تیرِ غیر، ہدف
رعد کا، کر رہی ہے کیا دم بند
تیرے فیلِ گرابِ جسد کی صدا
قتلِ صورتگری میں، تیرا گرز
اُس کے مضروب کے سر و تن سے
جب ازل میں رقمِ یزیر ہوئے

[illegible]

اے پرچہ پر یک نیزِ خرام
ہیں مہ و مہر و زہر و بہرام
نام شاعر بلند مقام
مظہر ذوالجلال و الاکرام
نوبہارِ حدیقہ اسلام
جس کا ہر قول معنی الہام
رزم میں، استادِ رسم و سام
اے ترا عمدہ فرخی فرجام!
کو حشِ اللہ عارفانہ کلام
جرعہ خواروں میں تیرے، 'مرشدِ جام'
ایرج و نور و خسرو و بہرام
کیو و 'گودرز' و یزن و رہام
آفریں! آبداریِ صمصام
نیغ کو تیری، تیغِ خصم، نیام
برق کو دے رہا ہے کیا الزام
تیرے رخشِ مہکِ عنان کا خرام
گر نہ رکھتا ہو دستگاہِ تمام
کیوں نمایاں ہو صورتِ ادغام؟
صفحہ ہائے کیالی و ایام

۱۔ "مرشد جام" سے مراد ایران کے مشہور صوفی شیخ الاسلام احمد جام زندہ پیل متوفی سنہ ۵۳۶ھ بھی ہو سکتے ہیں۔

مُجھلا مُندرج ہوئے احکام
 لکھ دیا عاشقوں کو «دشمنِ کام»
 «گنبدِ تیز گردِ نیلی فام»
 خال کو «دانہ» اور زلف کو «دام»
 وضعِ سوز و آہم و رم و آرام
 ماہِ تابان کا اسم «شخصۂ شام»
 دی بدستور صورتِ ارقام
 اُس رقم کو دیا طرازِ دوام
 ہو ابد تک رسائی انجام!

خ اور اُن اوراق میں بکلیکِ قضا
 لکھ دیا شاہدوں کو «عاشقِ کُشر»
 آسمان کو کہا گیا کہ کہیں:
 حکمِ ناطق لکھا گیا کہ لکھیں:
 آتش و آب و باد و خاک نے لی
 مہرِ رُخشاں کا نام «خسروِ روز»
 خ تیرے موقعِ سلطنت کو بھی
 «کاتبِ حکم نے» بموجبِ حکم،
 «ہے ازل سے روئی آغاز»



فج

۱۰ مہرِ عالَماب کا منظر کھلا
 شب کو تھا، گنجینۂ گوہر، کھلا
 صبح کو، رازِ مہ و اختر کھلا
 دیتے ہیں دھوکا، یہ بازیگر، کھلا
 موتیوں کا، ہر طرف، زیور کھلا
 ۱۵ اِک نگارِ آتشیں رُخ، سر کھلا
 بادۂ گلرنگ کا ساغر کھلا
 رکھ دیا ہے اِک جامِ زر کھلا

خ صبحدم، دروازۂ خاور کھلا
 «خسروِ انجم کے» آیا، صرف میں
 وہ بھی تھی اِک اِسیمیا کی سی نمود
 «میں کو ایک کچھ» نظر آتے ہیں کچھ
 «سطحِ گردوں پر پڑا تھا» رات کو
 «صبح آیا» جانبِ مشرق، نظر
 «تھی نظر بندی» کیا جب رتِ سحر
 «لا کے» ساقی نے صبحی کے لیے

۱۰ الف، مہر، بھی (سہر کاتب) -

بزمِ سلطانی ہوتی آراستہ
تاجِ زرّیں، مہرِ تابان سے سوا
شاہِ روشندل، بہادرِ شہ کہ ہے
وہ کہ جس کی صورتِ تکوین میں
وہ کہ جس کے ناخنِ تاویل سے
پہلے دارا کا، نکل آیا ہے، نام
رُشناسوں کی جہاں فہرست ہے
توسنِ شہ میں ہے وہ خوبی کہ جب
نقشِ پا کی صورتیں وہ دلفریب
مجھ پہ فیضِ تربیت سے شاہ کے
لاکھ عقدے دل میں تھے، لیکن ہر ایک
تھا، دلِ وابستہ، قفلِ بے کلید

کعبۂ امن و امان کا در کھلا
خسروِ آفاق کے منہ پر کھلا
رازی ہستی اُس پہ سر تا سر کھلا
مقصدِ کُہ چرخ و ہفت اختر کھلا
عقدۂ احکامِ پیغمبر کھلا
اُس کے سرہنگوں کا جب دفتر کھلا
وہاں لکھا ہے، چہرۂ قیصر، کھلا
تہاں سے وہ غیرتِ صرصر کھلا
تو کہے، بتخانۂ آذر کھلا
منصبِ مہر و مہ و محور کھلا
میری حُسنِ وسع سے باہر کھلا
کس نے کھولا؟ کب کھلا؟ کیونکر کھلا؟

۸ م، ج، وق، ندارد۔ ۹ ب، م، ب، آذر (سہوکانب)۔

۱۔ یہ شعر میرزا صاحب نے بہادر شاہ کی اُس کتاب کی تقریظ میں بھی نقل کیا ہے، جو اُنہوں نے اپنے اوپر سے الزامِ تشیع دور کرنے کے لیے لکھی تھی۔ (اردو سے معنی، لاہور: ۳۵۳)۔ تقریظ کے مطابق یہ الزام سنہ ۱۸ جلوس میں لگایا گیا تھا۔ بادشاہ نے ۲۸ جمادی الآخرہ ۱۲۵۳ھ (۲۹ اکتوبر ۱۸۳۷ع) کو تختِ دہلی پر قدم رکھا۔ اس حساب سے ۱۲۷۰ھ (۱۸۵۴ع) میں یہ جھگڑا اُٹھا ہوگا۔ دستور العملِ اودھ (ورق ۱۷۰ الف تا ۱۸۴ الف) میں اس سلسلے کے جو کاغذات منقول ہیں، اور حافظ احمد علی خاں شوق مرحوم، سابق ناظمِ کتابخانہ رامپور، کی یاد داشتوں کے ساتھ معارف ۲۷۹۰۹ میں شایع ہو چکے ہیں، اُن سے اسی سال کی تائید ہوتی ہے۔

باغ۔ معنی کی، دکھا دونگا بہار
 ہو جہاں گرم غزلخوئی، آفتس
 کُنج میں بیٹھا رہوں، یوں پر کھلا
 ہم پکاریں اور کھلے، یوں کون جائے؟
 ہم کو ہے اس رازداری پر گھمنڈ
 واقعی، دل پر بھلا لگتا تھا داغ
 ہاتھ سے رکھدی، کب ابروئے، کہاں؟
 مفت کا، کس کو بُرا ہے، بدرقہ
 سوزِ دل کا کیا کرے بارانِ اشک؟
 نامے کے ساتھ آگیا پیغامِ مرگ
 دیکھو، غالب سے گر اُلجھا کوئی
 پھر، ہوا مدحتِ طرازی کا خیال
 خامے سے پائی، طبیعت نے، مدد
 مدح سے، مدوح کی دیکھی شکوہ
 مہر کا نیا، چرخ چکر کھا گیا
 بادشہ کا نام لیتا ہے خطیب
 سکتہ شہ کا، ہوا ہے، رُوشناس
 شاہ کے آگے دھرا ہے آئہ
 ملک کے وارث کو دیکھا، خلق نے

مجھ سے، گر، شاہِ سخن گستر کھلا
 لوگ جانیں طبلۂ غنبر کھلا
 غول کا شکر! ہوتا قفس کا در کھلا
 یار کا دروازہ پاویں، گر، کھلا
 دوست کا، ہے، راز دشمن پر کھلا
 زخم، لیکن، داغ سے بہتر کھلا
 کب کمر سے غزے کی خنجر کھلا؟
 رہبری میں، پردہ رہبر کھلا
 آگ بھڑکی، منہ اگر دم بھر کھلا
 رہ گیا، خط میری چھاتی پر، کھلا
 ہے ولی پوشیدہ اور کافر کھلا
 پھر، مہ و خورشید کا دفتر کھلا
 بادباں بھی، اُٹھتے ہی لنگر، کھلا
 یاں، عَرَض سے، ربّہ جوہر کھلا
 بادشہ کا رایتِ لشکر کھلا
 اب، 'عَلَوِ پایۂ منبر کھلا؟
 اب، عیارِ آبروے زر کھلا
 اب، مآلِ سعیِ اسکندر کھلا
 اب، فریبِ طغرل و سنجر کھلا

۱ الف 'مب' ج دکھاؤنگا بہار - ۲ مد و غزل، ندارد - ۳ ب 'ج' پاؤں (سیوکاٹ) - ۴ الف 'قد' مب' صات -
 ۵ الف 'مب' ج غمزہ - ۶ الف 'قد' مب' ج' نامہ - ۷ الف 'قد' مب' ج' خامہ - تمام نسخے نے طبیعت سے -
 لیکن غالب نے انتخاب میں اپنے قلم سے یہ اصلاح کی ہے - ۸ الف بادشہ -

| | |
|--------------------------------|--------------------------------|
| دفعہ مدحِ جہاں داور کھلا | ہو سکے کیا مدح؟ ہاں، اک نام ہے |
| عجزِ اعجازِ ستائشگر کھلا | فکرِ اچھی، پر ستائشِ نامم |
| تم پہ، اے خاقانِ نام آور، کھلا | جاتا ہوں، ہے خطِ لوحِ ازل |
| ہے طیسرِ روز و شب کا در کھلا | تم کرو صاحبِ قرانی، جب تک |

غزلیات

الف



ق، حاشیہ ق، تا

کے نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا؟ کاغذی ہے، پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا
کے کار کاوی سخت جانبہاے تنہائیِ بوجھ صبح کرنا شام کا، لانا ہے جوئےِ شیر کا

م، عنوان دیا اللہ الغالب، - کج مع غزلیات۔

۱۔ اس شعر کی تشریح کرتے ہوئے میرزا صاحب نے لکھا ہے کہ ایران میں رسم ہے کہ داد خواہ کاغذ کے کپڑے پہن کر حاکم کے سامنے جاتا ہے، جیسے مشعلِ دن کو جلانا، یا خونِ آلود کپڑا بانس پر لٹکا کر لے جاتا۔ بس شاعر خیال کرتا ہے کہ نقش کس کی شوخیِ تحریر کا فریادی ہے کہ جو صورتِ تصویر ہے، اس کا پیرہن کاغذی ہے۔ یعنی ہستی اگرچہ مثلِ تصاویر اعتبارِ محض ہو، موجبِ رنج و ملال و آزار ہے۔ (عود: ۱۶۰)

اہلِ ایران کے کلام میں بھی اس رسم کی تلمیح نظر آتی ہے۔

خاقانی، متوفی ۵۵۹۵ (۱۱۹۸ع) نے لکھا ہے:

تاکہ دستِ قدر، از دستِ تو بر بود قلم کاغذین پیرہن از دستِ قدر باد بدرا

کمال اسماعیل اصفہانی، متوفی ۵۶۳۵ (۱۲۳۷ع) کہتا ہے:

کاغذین جامہ پوشید و بدرگہ آمد زادة خاطر من، تا بدھی داد مرا (بقر)

جذبة ہے اختیارِ شوق دیکھا چاہیے ۵ سینۂ شمشیر سے باہر ہے، دم شمشیر کا گھ
آگئی، دامِ شنیدن جس قدر چاہے بچھامے ۵ مَدْعَا عَنفَا ہے، اپنے اُعلیٰ تقریر کا
بسکہ ہوں، غالب، اسیری میں ہی آتش زیرِ پا ۵ موئے آتش دیدہ ہے، حلقہ مری زنجیر کا



ق. ۶

سجراتِ تھنہ، آئینِ آرمغان، داغِ جگرِ ہدیہ ۵ مبارکباد! اُسد، غمخوارِ جانِ درد مند آیا



ق. ۶

• شمارِ سُبْحہ، مرغوبِ بتِ مشکل پسند آیا ۵ تماشائے یک کفِ بردنِ صد دل پسند آیا

۱۹ مرتبہ ح نے ان دونوں شعروں کو حاشیہ ق کا نہیں بتایا حالانکہ یہ خوشخط قلم سے اس میں مندرج ہیں۔ ۲ الف، ق،
ق، آتشیں پناہوں، گدازِ وحشتِ زنداںِ نیریم۔ ق ق میں یہ مصرع شعر نمبر ۲ کا ہے۔ ق میں کسی نے اسے یہاں قلمزد
کیے ہیں اصلاحی متداول شعر غزل کے آخر میں حاشیے پر لکھ دیا ہے مگر یہ اندراج عبد غالب کا نہیں۔ ب، ق، ف،
مر حلقہ پناہ۔ م الف، ق، ق، نادیدنی دعوت۔ ق میں وہ بنا کر حاشیے میں کسی شخص نے اصلاحی الفاظ 'داغِ جگرِ ہدیہ'
لکھ دیے ہیں مگر یہ اندراج عبد غالب کا نہیں۔ ح، خونِ جگر (سور کاتب)۔ ۵۰ یہ اشعار ایک دو غزل سے چنے گئے
ہیں۔ ان میں کا مطلع پہل غزل کا اور باقی شعر دوسری کے ہیں۔

(بقیہ) سیف الدین اسفرننگی، متوفی ۵۶۶۶ (۱۲۶۷ع) لکھتا ہے:

کاغذینِ جامہ چو صبح آہی برآرم ہر شی ۵ تا کجا خواہد رسیدن زینِ نظمِ کارِ منا
متاخرین میں بابا فغانی شیرازی، متوفی ۵۹۳۵ (۱۵۱۹ع) نے فرمایا ہے:
و خواباں داد می خواہم، فغانی، مہربانے کو؟ کہ سازد کاغذینِ پیراں از طومارِ افسون م
(بہارِ عجم ۲: ۴۹۵)

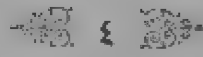
میرزا صاحب نے اور شعروں میں بھی اسے استعمال کیا ہے۔ ملاحظہ ہو گنجینہ معنی
۱۳: ۴، ۴: ۳۰، ۱: ۶۳۔

۲۔ جوئے شیر نظیری کے اس شعر میں بھی ملتا ہے:

کوہکن را خود بناخن سنگ می باید برید ۵ جوی شیر و نقشِ شیرینِ کارِ ہر مزدور نیست

بفیضِ بیدی، تو میدی جاوید آسان ہے
ہوای سیرِ گل، آئینہٴ بيمہریِ قاتل

کُشایش کو، ہمارا عقدہٴ مشکل، پسند آیا
کہ اندازِ بخوبِ غلیدنِ بسل پسند آیا



ق. قا

جز قیس، اور کوئی نہ آیا بروے کار
آشتی نے نقشِ سُودا کیا درست
نہا، خراب میں، خیال کو نجم سے معاملہ
ک لیتا ہوں، مکتبِ غمِ دل میں، سبقِ ہنوز
ک ڈھانپا کفن نے داغِ عُیوبِ برہنگی
تیشے بغیر مرنہ سکا کوہکن، اسد

صحرا، مگر، بتگی چشمِ حسود تھا
ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ دود تھا
جب آنکھ کھل گئی، نہ زیاں تھا، نہ سُود تھا
لیکن یہی کہ آرفتہ گیا اور «بُود» ہوا
میں، ورنہ، ہر لباس میں ننگِ وجود تھا
سرگشتہٴ خارِ رُسوم و قیود تھا



ق. قا

خ کہے ہو: «نذیر کے ہم، دل اگر پڑا پایا»

دل کہاں کہ گم کیجے؟ ہم نے مُدعا پایا

۱ الف، ق، آسان است - ۲ الف، ق، قا، حجاب سیر - ب، قا، ق، م غلطیدن - (مگر فارسی لفظ میں حاض عربی حرف کا استعمال غالب کے ادبی عقیدے کے خلاف تھا، اس لیے ہر جگہ لحاظ رکھا گیا ہے کہ متن ان کی رائے کے موافق ہو) -
۳ یہ شعر بھی ایک دو غزلے سے چنے گئے ہیں، ان میں سے ۴ اور ۵ دوسری غزل کے اور باقی پہلی کے ہیں - الف، ق، قا، جز قیس اور کو نہ ملا عرصہ طیش لٹ ملا، ندارد (سہو کاتب) - م الف، ق، قا، کیا ہے عرض - قا میں کسی نے نہ لکھ کر حاشیے میں موجودہ اصلاح کی ہے - نرہ ب، ق، قا، مرگاں جو وا ہوئی - لط، ہوئیں (سہو کاتب) - ۶ الف، گل، لکھنا ہوں - ۷ الف، قا، ڈھانپے - لط، برہنگی (سہو کاتب) - ۸ الف، قد، حج، تہشہ - حاشیہ فیج، مرنہ گیا - ۹ یہ شعر ایک دو غزلے سے چنے گئے ہیں - ان میں سے ۱۱، ۱۲، پہلی غزل کے اور باقی دوسری کے ہیں - نیز ق اور قا کی ترتیب اشعار میں فرق ہے - ۹ الف، لط، کہتے ہیں (سہو کاتب) -

۱ - نیز ملاحظہ ہو: اُنہیں منظور اپنے زخمیوں کا دیکھ آنا تھا
اُنہے تھے سیرِ گل کو، دیکھنا شوخی بہانے کی

درد کی دوا پائی، دردِ بے دوا پایا غ
آہ بے اثر دیکھی، نالہ نارسا پایا
حسن کو تغافل میں جرأت آزما پایا
خون کیا ہوا دیکھا، گم کیا ہوا پایا
ہم نے بارہا ڈھونڈھا، تم نے بارہا پایا
آپ سے کوئی پوچھے: تم نے کیا مزا پایا؟

عشق سے، طبیعت نے، زیست کا مزا پایا
دوستدارِ دشمن ہے، اعتمادِ دل معلوم
سادگی و ہرکاری، بیخودی و ہشیاری
غنجہ پھر لگا کھلے۔ آج ہم نے اپنا دل
حالِ دل نہیں معلوم، لیکن اس قدر، یعنی
شورِ پندرِ ناصح نے زخم پر نمک چھڑکا



ق. قا

قیس، تصویر کے پردے میں بھی 'عریاں نکلا'

شوق، ہسر رنگ، رقیبِ سرو سامان نکلا

- ۱۔ مد میں اس شعر کے دونوں مصرعوں کے بیچ کی سادہ جگہ میں 'مطلع ثانی' لکھا ہے۔ ۲۔ قب میں یہ شعر جداگاہ غزل کے طور پر مطلع اول سے بھی پہلے اور ۴۔ قبا، اور قج میں سب کے آخر میں مندرج ہے۔ ۳۔ ۶۔ قب ندارد۔ ۳ الف، قا، ہوشیاری۔ ۴۔ ح میں اسے غیر مطلوبہ ظاہر کیا ہے۔ ۵۔ ب، قبا، لط، ڈھونڈا۔ ۶ الف، ق، قا، ٹوک باندھا۔ ۷۔ یہ شعر ایک دو غزلے سے چنے گئے ہیں۔ ان میں سے ۱۲، ۱۳، ۶ پہلی غزل کے اور باقی دوسری کے ہیں۔ الف، قج، سروساں (سہو کاتب)۔ ب، قد، م، ب، ح، ہردو۔ ج، پردہ سے (سہو کاتب)۔

۱۔ نیز ملاحظہ ہو: پھر جگر کھود نے لگا ناخن آمدِ فضلِ لالہ کاری ہے

۲۔ اس شعر کا مطلب میرزا صاحب نے مولوی عبدالرزاق شاکر کے خط میں اس طرح

لکھا ہے: 'رقیب بمعنی مخالف۔ یعنی شوقِ سرو سامان کا دشمن ہے۔ دلیل یہ کہ

قیس جو زندگی میں تنگ پڑا بھرتا تھا، تصویر کے پردے میں بھی تنگ ہی رہا۔

لطف یہ ہے کہ بجنوں کی تصویر با تنِ عریاں ہی کھینچی ہے جہاں کھینچی ہے۔'

(عود: ۱۲۱)

زخم نے داد نہ دی تگی دل کی، یارب !
 لُغ بوئے گل، نالہ دل، دودِ چراغِ محفل
 تخی دلِ حسرت زدہ، تھا مائدۂ لذتِ درد
 'تھی نوآموزِ فنا، ہمتِ دشوار پسند
 'دل میں پھر گریے نے اک شور اٹھایا، غالب
 تیر بھی سینۂ بسمل سے پر افشاں نکلا
 جو تری بزم سے نکلا، سو پریشاں نکلا
 کامِ باروں کا بقدرِ لب و دندان نکلا
 سخت مشکل ہے کہ یہ کام بھی آساں نکلا
 آہ! جو قطرہ نہ نکلا تھا، سو طوفاں نکلا °



ق. حاشیہ ق، ق، ق، گل

خ دھر میں نقشِ وفا وجہِ تسلی نہ ہوا ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندۂ معنی نہ ہوا

۲ الف، ق پہلے، عشرت ایجاد، چہ بوئے گل و کو دودِ چراغ (ح، بوئے و گل، سو کائب)۔ پھر اس مصرع پر 'نہ لکھ کر
 موجودہ مصرع حاشیے میں درج کیا ہے۔ مرتب ح کہتے ہیں کہ غالب نے مصرع پر 'لہ لکھا ہے۔ لیکن یہ درست نہیں۔
 نیز انہوں نے محل اصلاح بھی نہیں بتایا۔ ب، گل، وہ پریشاں۔ م، ح میں اے غیر مطبوعہ ظاہر کیا ہے۔ الف، گل،
 ح، م، م، اے ق (متن)، دشواری ما۔ ق (حاشیہ)، ق، گل، دشواری شوق۔ الف، مدح علاوہ گریہ۔ ق، مچایا۔

۱۔ اس شعر کے متعلق میرزا صاحب نے شا کر کو لکھا ہے: 'یہ ایک بات میں نے
 اپنی طبیعت سے تھی نکالی ہے، جیسا کہ اس شعر میں

نہیں ذریعۂ راحت۔ جراحۂ پیکان وہ زخمِ تیغ ہے، جس کو کہ دلکشا کہے
 یعنی، زخمِ تیر کی توہین، بسبب ایک رختہ ہونے کے، اور تلوار کے زخم کی تحسین،
 بسبب ایک طاق سا کھل جانے کے۔ 'زخم نے داد نہ دی تگی دل کی'، یعنی، زائل نہ
 کیا تگی کو۔ 'پرافشاں'، یعنی، بیتاب، اور یہ لفظ تیر کے مناسب۔ حاصل یہ کہ تیر
 تگی دل کی داد کیا دیتا۔ وہ تو خود ضیقِ مقام سے گھبرا کر پرافشاں اور سراسیمہ
 نکل گیا۔ (عود: ۱۲۱)

یہ زُمرِ مرد بھی حریفِ دمِ افیی نہ ہوا
وہ ستمگر مرے مرنے پہ بھی راضی نہ ہوا
گر نفس، جادۂ سر منزلِ تقویٰ نہ ہوا
گوش، منت کشِ گبانگِ تکی نہ ہوا
ہم نے چاہا تھا کہ مرجائیں، سو وہ بھی نہ ہوا
ناتوانی سے، حریفِ دمِ عیسیٰ نہ ہوا

سبۂ خط سے ترا کا کل سرکش نہ دبا
میں نے چاہا تھا کہ اندوہِ وفا سے چھوٹوں
دل، گزرگاہِ خیالِ مے و ساغر ہی سہی
ہوں ترے وعدہ نہ کرنے میں بھی راضی کہ کبھی
کس سے محرومیِ قسمت کی شکایت کیجے؟
مرگیا صدمۂ یک جنبشِ لب سے غالب



ق. قا

تپشِ شوق نے ہر ذرے پہ اک دل باندھا
جوہرِ آئینہ کو طوطیِ بسمل باندھا
عجزِ ہمت نے طلیسمِ دلِ سائل باندھا
گرچہ دل کھول کے، دریا کو بھی ساحل باندھا

جب، بقربِ سفر، یار نے تحمل باندھا
اہلِ بینش نے بحیرتِ کدۂ شوخیِ ناز
یاس و اُمید نے یکِ عربدۂ میدان مانگا
نہ بندھے تشنگیِ شوق کے مضمون، غالب



ق. حاشیہ ق. قا

شعلۂ آجواالہ، ہر یکِ حلقۂ گرداب، تھا گن

شب کہ برقِ سوزِ دل سے زہرۂ ابر آب تھا

۱ الف، قا، م، دیا (سہو کاتب)۔ ۲ ح میں ظاہر نہیں کیا کہ یہ حاشیہ ق کا شعر ہے۔ الف، قب، قج، م، یح، مد، گذرگاہ۔ (غالب کا یہ ادبی عقیدہ تھا کہ ذال، فارسی اور اردو حرف نہیں ہے، اس لیے وہ ذال والے فارسی اور اردو لفظوں کو وزہ سے لکھتے تھے۔ میں نے بھی ہر فارسی و اردو لفظ میں ان کا اتباع کیا ہے مگر آئندہ اختلاف نسخ میں اس کا ذکر نہیں کیا)۔ ۳ قد میں وہی کو بکسر ہا لکھا ہے، تاکہ وہ نہ بڑھا جاسکے۔ ۴ الف، ق، میں، ندارد (سہو کاتب)۔ ۵ ح، لط، پہ بھی (سہو کاتب)۔ ۶ الف، ق، قا، مرگیا صدمۂ آواز سے قم کی غالب۔ لط، غم کی (سہو کاتب)۔ گیل، مطابق من۔ ۷ مد کے علاوہ ذرہ۔ ۸ الف، قب، قبا، مد، اک۔ قج، لط، ایک۔ ۹ الف، ق، قا، یار نے تشنگی شوق کے مضمون چاہے۔ ۱۰ م، یح، ح، لط، ذوق۔ ۱۱ ب، ق، قا، ہم نے دل۔ ۱۲ یہ غزل ایک دو غزلے سے چنی گئی ہے۔ اس کے پہلے تین شعر پہلی غزل کے ہیں، ان کے بعد کے ۵ شعر اس کے حاشیے میں اضافہ کیے گئے ہیں، ان کے بعد کا مطلع دوسری غزل کا ہے اور بقیہ شعر اس کے حاشیے میں بڑھائے گئے ہیں۔ ۱۳ مرتب ح نے یہ نہیں بتایا کہ اس غزل کے نشان زدہ شعر ق کے حاشیے میں مندرج ہیں، اور نہ یہ ذکر کیا کہ غالب نے گنجینۂ معنی کے اشعار کو ان حاشیے کے شعروں میں داخل کر لیا تھا۔ ۱۴ سرودے کو صاف کراڑے وقت حاشیے کے شعروں پر ترتیبی نمبر ڈالے، نو ان دونوں کو خارج کر دیا۔ نیز حاشیے میں اس غزل کے اشعار ۴، ۵، ۶ کو سہواً دوبار لکھ دیا ہے۔ ۱۵ الف، ق، قا، گرمی برق تپش سے زہرۂ دل آب تھا۔ گیل، زہرۂ از بس آب۔ لط، دلہ ندارد۔ مرتب ح نے یہ نہیں بتایا کہ متداول مطلع اسی مطلع سے بنایا گیا ہے۔ ب، گیل، مد، ہر اک۔ ما، ہر ایک۔

ک و ان کرم کو غدرِ بارش تھا عیاں گیرِ خرام
 و ان خود آرائی کو تھا موتی پروئے کا خیال
 جلوة گل نے کیا تھا و ان چراغاں، آجیو
 یاں سر پرشور، بیخوابی سے، تھا دیوارِ جو
 یاں آنفس کرتا تھا روشن شمعِ بزمِ بیخودی
 فرش سے تاعرش، و ان طوفان تھا موجِ رنگ کا
 ناگہاں اس رنگ سے خونابہ ٹپکانے لگا
 خ نالہ دل پہ میں، شب، اندازِ اثرِ نایاب تھا مطلع
 مقدمِ سیلاب سے، دل کیا نشاط آہنگ ہے!
 نازشِ ایامِ خاکستر نشینی کیا کہوں؟
 کچھ نکلی اپنی جنونِ نارسا نے، ورنہ یاں
 خ آج کیوں پروا نہیں اپنے اسیروں کی تجھے؟
 یاد کر وہ دن کہ ہریک حلقہ تیرے دام کا
 میں نے روکا رات غالب، کو ورنہ دیکھتے

- ۱ الف، ح، عنا گیر (سہو کاتب) - مد سے علاوہ - گریہ - لط، گریا (سہو کاتب) - ۲ ب، ح، اشک سے (سہو کاتب) -
 ۳ اس غزل کے پھولدار شعر حاشیہ ق سے ہیں - الف، گل، چراغ آب جو (سہو کاتب) - ۴ الف، مد، سریر شور (سہو کاتب) -
 ۵ الف، ح، ج، مد، لط، خونابہ (سہو کاتب) - ۸ ما میں اس شعر کے پہلے دولہہ ہے - ب، بج، غیر کو (سہو کاتب) -
 ۹ ق، امیں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے - ۱۰ ب، ج، مد، پہلو اندیشہ - ۱۱ الف، ح، لط، اپنے (سہو کاتب) - ۱۲ ب، ق، پیش
 از سر تیرا - ۱۳ الف، ف، ب، ج، ہر ایک - مد، ح، لط، ہر اک - ۱۴ یہ شعر سب سے پہلے ق میں نظر آتا ہے - الف، قج،
 دیکھیے (سہو کاتب) - ب، ح، لط، اوس کے - لط، گرد میں (سہو کاتب) -

۱ - نیز ملاحظہ ہو نچھ بیخودی عیشِ مقدمِ سیلاب
 کہ ناچتے ہیں پڑے سر بسر در و دیوار

نہوگا، يكِ پیاپاں ماندگی سے، ذوق کم میرا
نہجت تھی چمن سے، لیکن اب یہ بیدماغی ہے
حجابِ موحہ رفتار ہے، نقشِ قدم میرا
کہ موجِ بوئے گل سے، ناکِ میرا آتا ہے دم میرا^۱ کخ

بے نذرِ کرم، تحفہ ہے شرمِ نارسائی کا
نہو، حسنِ تماشا دوست، رسوا بیوفائی کا
زکوۃ حسن دے، اے جلوۂ ینش، کہ مہر آسا
نہ مارا جان کر بیجرم؛ غافل، تیری گردن پر
تمنا ہے زباں، محورِ سپاسِ بیزبانی ہے
وہی اک بات ہے جو یاں نقر، واں نکمتِ گل ہے
بخون غلیبہ صد رنگ دعویٰ پارسائی کا
بمہرِ صد نظر ثابت ہے، دعویٰ پارسائی کا
چراغِ خانہ آرویش ہو، کامہ گدائی کا
رہا، مانندِ خونِ بیگنہ، حقِ آشنائی کا
مٹا، جس سے، تقاضا شکوۂ بیدست و پائی کا
چمن کا جلوہ، باعث ہے مری رنگیں نوائی کا^۲ کخ

۱ الف، مد، ال۔ ۲ الف، قبا، م، يكِ اب بھر۔ قج، مے (بجائے بھر)۔ ح، لط، بد دماغی۔ ب، قبا، قج، آبا مے۔ کل، دم
اپنا (سہو کاتب)۔ ۳، یہ غزل ایک دو غزلے سے چنی گئی ہے۔ اس کے اشعار ۲، ۵ دوسری غزل سے، ۶ حاشیے کا اور
باقی پہلے کے ہیں۔ ب، مب سے علاوہ، غلطیہ۔ لط و صدہ ندارد (سہو کاتب)۔ ۵ الف، قد، مب، حج، مد، زکات۔ قج، م، ذکوۃ
(سہو کاتب)۔ ۶ الف، گب، لط، قائل۔ ۸ الف، قا، و وہی۔ ما، ایک۔ ما، مب، لط، لگمت (عوامی غلطی)۔ نیز مرتب ح
نے یہ نہیں بتایا کہ یہ ق کے حاشیے کا شعر ہے۔ ب، قد، میری (سہو کاتب)۔

۱۔ نیز ملاحظہ ہو : رنجِ رہ کیوں کھینچے؟ و اماندگی کو عشق ہے!

اُٹھ نہیں سکتا ہمارا جو قدم منزل میں ہے

۲۔ نیز ملاحظہ ہو : غمِ فراق میں تکلیفِ سیرِ باغِ ندو بجھے دماغ نہیں خندہ ہا مے بیجا کا

۳۔ نیز ملاحظہ ہو : ہاں، نشاطِ آمدِ فصلِ بہاری، واہ، واہ!

پہر ہوا ہے تازہ، سودا مے غزلخوانی، بجھے

دھان ہر بت پیغارہ جو، زنجیر رسوائی
ندے نامے کو اتنا طول، غالب، مختصر اکھ دے
عدم تک، یوفا، چرچا ہے تیری یوفائی کا
کہ حسرت سنج ہوں، عرض ستمہاے جدائی کا

۱۲

ق، قا

شب، خمار شوق ساقی رستخیز اندازہ تھا
یک قدم وحشت سے، درسِ دفترِ امکان کھلا
خانہ مجنون صحرا گرد، بے دروازہ تھا
دست مرہونِ حنا، رخسارِ رہنِ غارہ تھا
یادگارِ نالہ، یک دیوانِ بے شیرازہ تھا
خ نالہ دل نے دیے، اوراقِ لختِ دل، یاد

۱۳

ق، قا

وہ، مری چینِ جبین سے، غمِ پنہاں سمجھا
یک الف بیش نہیں صیقلِ آئینہ ہنوز
رازِ مکتوب، بسہِ بربطیٰ عنوانِ سمجھا
چاک کرتا ہوں، میں جب سے کہ گریباں سمجھا

۱ الف، مب، پیغارہ (سہو کاتب) - ب، قا، غوغا - لط میں یہ شعر نہیں ہے - ۲ الف، قپ، قد، مب، نامہ - ق، قا، اسد کا قصہ
طولانی ہے، لیکن مختصر یہ ہے - ب، ق، قا، کہ حسرت کش رہا - ۵ الف، مد، الک - ۶ الف، قبا، قج، م، پرداز -
ب، ق، قا، پابندِ حنا - ۷ الف، ق، قا، دیدہ تر - باب - لط، نالہ ندارد - نیز، بے یاد (سہو کاتب) - ب، ح، بج، مد،
انتخاب، الک - ۸ ب، ما، بہ (سہو کاتب) - مد، ربطے (سہو کاتب) - ۹ الف، مد، الک -

۱ - نیز ملاحظہ ہو: نظر میں ہے ہماری جادۂ راہِ فنا، غالب

کہ یہ شیرازہ ہے عالم کے اجزائے پریشان کا

۲ - اس شعر کی شرح خود میرزا صاحب نے اس طرح کی ہے: "پہلے یہ سمجھنا چاہیے

کہ آئینہ عبارت فولاد کے آئینے سے ہے، ورنہ حلبی آئینوں میں جوہر کہاں؟

اور اُن کو صیقل کون کرتا ہے؟ فولاد کی جس چیز کو صیقل کرو گے، بے شبہ

پہلے ایک لکیر پڑے گی۔ اُس کو الفِ صیقل کہتے ہیں۔ جب یہ مقدمہ معلوم ہوا،

تو اب اس مفہوم کو سمجھیے۔ مصرع: "چاک کرتا ہوں میں، جب سے کہ گریباں (باقی)

اس قدر تگ ہوا دل کہ میں زنداں سمجھاں
رخ پہ ہر قطرہ عرق، دیدہ حیراں سمجھاں
نبضِ خس سے، تپشِ شعلہ موزاں سمجھاں
ہر قدم، سائے کو میں اپنے شبستان سمجھاں
دفعِ ہیکانِ قضا اس قدر آساں سمجھاں
غلطی کی کہ جو کافر کو مسلمان سمجھاں

شرحِ اسبابِ گرفتاریِ خاطر مت پوچھ
بدگمانی نے نہ چاہا اُسے سرگرمِ خرام
عجز سے اپنے یہ جانا کہ وہ بدخو ہوگا
سفرِ عشق میں کی ضعف نے راحت طلبی
تھا گریزاں مژدہ یار سے، دل، تا دمِ مرگ
دل دیا جان کے، کیوں، اُس کو وفادار، اسد؟



ق. حاشیہ ق

گلہ ہے شوق کو دل میں بھی تنگی جا کا
یہ جانتا ہوں کہ تو اور پاسِ مکتوب
گھر میں کھو ہوا، اضطرابِ دریا کا
مگر، ستمزدہ ہوں، ذوقِ خامہ فرسا کا
دوام، کثافتِ خاطر ہے، عیشِ دنیا کا
حنائے پائے خزاں ہے، بہار اگر ہے بھی

۲ ق میں یہ شعر مقطع سے پہلے اور قا میں اگلے دو شعروں کے بعد ہے۔ ۳ الف، ق، میں جانا۔ مرتب ح نے اس کا اظہار نہیں کیا۔ لط میں البتہ اس کا مذکور ہے۔ ۴ ب، مد کے علاوہ، سایہ۔ ق، اپنے میں۔ مگر مرتب ح نے اس کا اظہار نہیں کیا۔ ۵ ق اور قا میں یہ بیت غزل کے تیسرے شعر کے بعد ہے۔ ۶ قا، بوجہ نقصان اوراق ندارد۔ الف، تمام نسخے گلا۔ مد، تیکے (سیوکانب)۔ ۸ الف، ق، اور جواب نامہ شوق۔ ب، ق، جنوں زدہ۔ مگر مرتب ح نے اسے ظاہر نہیں کیا۔ ۹ الف، ب، ج، مدح، یہی۔ لط، گھر ہے یہی۔

(بقیہ) سمجھاں۔ یعنی، ابتداء سے سن تیز سے مشقِ جنوں ہے۔ اب تک کمالِ فن حاصل نہیں ہوا۔ آئینہ تمام صاف نہیں ہو گیا۔ بس وہی ایک لکیر صیقل کی جو ہے، سو ہے۔ چاک کی صورت الف کی سی ہوتی ہے، اور چاکِ جیب، آثارِ جنوں میں سے ہے۔ (اردو میں معنی، لاہور: ۲۸)
۱۔ غالب کی راے میں یہ لفظ بہ کسرۃ گاف و فتحۃ راے مہلہ ہے۔ مگر اس کا عمومی تلفظ بکسرۃ گاف و را ہے۔

۲۔ یہ غزل ق کے متن اور حاشیے کی ہے۔ نیز اس کے دو شعر گلیِ رعنا میں بھی انتخاب کیے گئے ہیں۔ پھر بھی قا میں ندارد ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا ہے کہ متداول دیوان کی ترتیب کے وقت میرزا صاحب نے ق اور قا دونوں کو سامنے رکھا تھا۔

مک غم فسراق میں تکلیف سیرِ باغ ندو
مک هنوز محرمِ حسن کو ترستا ہوں
خ دل اُس کو پہلے ہی ناز و ادا سے دے بیٹھے
نکھ کہ گریہ بمقدارِ حسرتِ دل ہے
فلک کو دیکھ کے کرتا ہوں اُس کو یاد، اسد
مجھے، دماغ نہیں خندہ ہاے بیجا کا
کرے ہے، ہر بُنِ دو، کام چشمِ بینا کا
ہمیں دماغ کہاں، حسن کے تقاضا کا؟
مری نگاہ میں ہے، جمع و خرج دریا کا
جفا میں اس کی، ہے اندازِ کار فرما کا



ق، حاشیہ ق، قا

ایک ایک قطرے کا، مجھے دینا پڑا، حساب
اب میں ہوں اور ماتمِ یکِ شہرِ آرزو
خ گلیوں میں میری نقش کو کھینچے پھرو، کہ میں
موجِ سرابِ دشتِ وفا کا نیوچہ حال
خ کم جانتے تھے ہم بھی غمِ عشق کو، پر اب
خ الف، ق، گب، سیر کل مت دو۔ گل، کم دو۔ حاشیہ لط سہواً سیر کل مت بوجھ۔ ب، م، مد، خدماہی۔ ح

ندارد (سہو کاتب)۔ الف م، م، ندارد۔ مد، ناز ادا (سہو کاتب)۔ م، الف، م، ما، قد، نگہ (سہو کاتب)۔ ب، ق، ب، م، ما، م، ح، لط، خرج۔ ق، قج، م، وہ، ندارد۔ ہ، الف، ق، کرنا ہے اوس کو یاد۔ ح، نبھکو یاد۔ ق، ب، یاد اوس کو۔ ب، ق، پہلے، اگرچہ کم شدہ ہے کاروبار دنیا کا۔ اصلاح سطر کے نیچے کی گئی ہے۔ ح، انتخاب، اس کی (بعضہ الف)۔ ۶، ۸، ۱۰، ق کے حاشیے کے ہیں، مگر مراتب ح نے اسے ظاہر نہیں کیا۔ ہاں، لط میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ ۶، الف، مد کے علاوہ، قطرہ۔ ۷، الف، ق، اور خون دو عالم معاملہ۔ ب، قا، توڑ جو (سہو کاتب)۔ ۹، الف، ق، قا کا بیان نیوچہ۔ قج، لط، شراب (سہو کاتب)۔ ۱۰، قا میں یہ بیت اوپر کے دو شعروں سے پہلے ہے۔ الف، ق، م، بے (سہو کاتب)۔ ق، برآب۔ مد، برآب (مر دو سہو کاتب)۔

۱۔ نیز ملاحظہ ہو: کجبت تھی چمن سے، لیکن اب یہ بیدماغی ہے

کہ موجِ بوے گل سے ناک میں آتا ہے دم میرا

۲۔ اس مضمون کو میرزا صاحب نے فارسی میں یوں ادا کیا ہے (کلیات فارسی: ۲۵۲):

مکن ناز و ادا چندین، دلی بستان و جانی ہم
دماغِ نازک من بر نمی تابد تقاضا را

۱۶

ق، قا

سراپا رہن عشق و ناگزیر الفتِ ہستی
عبادتِ برق کی کرتا ہوں، اور افسوس حاصل کا
بقدرِ ظرف ہے، ساقی، خمارِ تشنہ کامی بھی
جو تو دریا ہے مے ہے، تو میں کھیاڑہ ہوں ساحل کا

۱۷

ق، قا

لبِ خٹک در تشنگی مُردگان کا
زیارتکدہ ہوں، دل آزر دگان کا
مہ ناامیدی، مہ بدگمانی
میں دل ہوں فریبِ وفا خور دگان کا

۱۸

ق، قا

آئینہ دیکھ، اپنا سامنہ لے کے رہ گئے
صاحبِ کو، دل ندینے پہ کتنا غرور تھا گنج
قاصر کو، اپنے ہاتھ سے، گردنِ نمارے
اُس کی خطا نہیں ہے، یہ میرا قصور تھا غ

۱۹

ق، قا

لطافت، بے کثافت، جلوہ پیدا کر نہیں سکتی
چمن، زنگار ہے آئینہٴ بادِ بہاری کا
حریفِ جوشِ دریا نہیں، خودداریِ ساحل
جہاں ساقی ہوتا، باطل ہے دصویٰ ہوشیاری کا

۱۔ ب، م، عبادت (سہرکاتب)۔ ۲۔ الف، ق، پہلے، تشنہ کامی ہا۔ غالب نے اپنے قلم سے دہا کو دہا، بسایا، مگر
مرتب ح و لفظ نے اسے ظاہر نہیں کیا۔ ۳۔ الف، م، گب، قبیح، فدا، مونہ۔ ۴۔ ب، ق، قا، گل، مان، اس معاملے میں نو۔
۵۔ ح میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔ ۶۔ الف، ما، فدا، م، مدہ، کسانت (سہرکاتب)۔ ۷۔ الف، فبا، قبیح، م خودداری۔

۱۔ نیز ملاحظہ ہو:
صفا سے حیرتِ آئینہ ہے سامانِ رنگِ آخر
تغیرِ آبِ بر جا ماندہ کا پاتا ہے رنگِ آخر



ق، حاشیہ ق، قا

عافل، بوہم ناز، خود آرا ہے، ورنہ یاں بے شانہ صبا نہیں، طرہ گیاه کا
 بزم قدح سے عیش تمنا ترکھ، کہ رنگ صید ز دلم جستہ ہے، اس دامگاہ کا
 گنج رحمت اگر قبول کرے، کیا بعید ہے شرمندگی سے عذر نہ کرنا گناہ کا
 مقل کو کس نشاط سے جانا ہوں میں کہ ہے پر گل، خیال زخم سے، دامن نگاہ کا
 جان، در ہوائے یک نگہ گرم ہے، اسد پروانہ، ہے وکیل ترے دادخواہ کا



ق، حاشیہ ق، قا

از رشک کہنا ہے کہ اس کا غیر سے اخلاص حیف ہے عقل کہتی ہے کہ وہ بیمار کس کا آشنا ہے
 ذرہ ذرہ، ساغرِ میخانہ نیرنگ ہے گردشِ بجنوب، بہ چشمکھائے ایلا آشنا
 مگ شوق، ہے سامانِ ترازِ نازشِ اربابِ عجز ذرہ صحرا دستگاہ، و قطرہ دریا آشنا
 گنج میں اور ایک آفت کا ٹکڑا وہ دل وحشی کہ ہے عافیت کا دشمن، اور آوارگی کا آشنا
 شکوہ سنج رشکِ ہمدیگر نہ رہنا چاہیے میرا زانو مونس، اور آئینہ تیرا آشنا
 کوہ کن نقاشِ یک تمثالِ شیریں تھا، اسد سنگ سے سر مار کر، ہووے نہ پیدا آشنا

۴، ۳۔ یہ دونوں شعر ق کے حاشیے میں موجود ہیں، مگر مرتب ح نے اس کا اظہار نہیں کیا۔ لظ میں البتہ یہ بات مذکور ہے۔
 ۲ الف، قب، رحمت سے گر۔ ۵ الف، ق پہلے، نفس گرم۔ لظ میں سہواً اسے متداول متن اور متداول کو ق کا متن قرار دیدیا
 ہے۔ ب، قب، میرے داد خواہ کا۔ ۶، اس غزل کے اشعار ۱، ۳، ۴ ق کے حاشیے میں مندرج ہیں، مگر مرتب ح نے اس کا
 اظہار نہیں کیا۔ لظ سے معلوم ہوتا ہے کہ شعر ۲ تا ۵ کا حاشیے میں اندراج ہوا ہے۔ ۸ الف، ق، قا، گل، قب، م، طراز۔
 مد، برار (سہو کاتب)۔ قب، قب، قب، م، اربابِ عشق۔ ۹ الف، ج، مد، لظ، اک۔ ب، م، عافیت۔ ۱۰ الف، ق، یدماغی
 شکوہ سنج رشک م دیگر نہیں۔ ب، بار تیرا جام ہے، خیابان میرا آشنا۔ موجودہ ترمیم سب سے پہلے قب میں نظر آتی ہے۔
 ۱۱ ب، مد، گر ہووے (سہو کاتب)۔

۱۔ نیز ملاحظہ ہو:

عجب نشاط سے جلاد کے چلے ہیں ہم آکے
 کہ اپنے سائے سے، سر، پانو سے ہے دو قدم آکے

یک ذرہ زمیں نہیں بیکار، باغ کا
بے مے، کے ہے طاقتِ آشوبِ آگہی؟
بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہائے گل
تازہ نہیں ہے، نشۂ فکرِ سخنِ مجھے
سو بار بندِ عشق سے آزاد ہم ہوئے
ے خونِ دل ہے چشم میں، موجِ نگہ، غبار
باغِ شگفتہ، تیرا بساطِ نشاطِ دل

یاں جادہ بھی، قلیلہ ہے لالے کے داغ کا
کھینچا ہے عجزِ حوصلہ نے خطِ آباغ کا
کتے ہیں جس کو عشق، خلل ہے دماغ کا
تربیا کی قدیم ہوں، دودِ چراغ کا
پر کیا کریں؟ کہ دل ہی آدو ہے فراغ کا
یہ تمکدہ، خراب ہے مے کے سراغ کا
ابرِ بہار، تمکدہ کس کے دماغ کا؟

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آسان ہونا
گریہ چاہے ہے خرابی مرے کاشانے کی
وایے دیوانگی شوق! کہ ہر دم مجھ کو
جلوہ، ازبس کہ، نقاضا ہے نگہ کرتا ہے

آدمی کو بھی میسر نہیں انسان ہونا
درو دیوار سے ٹپکے ہے پیاباں ہونا
آپ جانا ادھر، اور آپ ہی حیراں ہونا
جوہرِ آئینہ بھی چاہے ہے میزگاں ہونا

۱. لٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شعر اور نیز ۵ حاشیہ ق کے ہیں۔ الف، مد، ال، ب، قب، قبا، قد، م، بج، لالہ۔ ۲ الف، قب، قبیج، قد، مے کشی (سہو کاتب)۔ ب، مد، حوصلے (سہو کاتب)۔ ۳ الف، م ندارد۔ قبا، م، بج، مد، خندہ ہائے۔ ۴ الف، مد، نشاء۔ ب، م ندارد۔ مد، تربیا کے (سہو کاتب)۔ ۵ ب، قد، می (بکسرۃ ہا)۔ ۶ الف، ق چلے۔ چشم جنوں میں نگہ غبار۔ لٹ و دیں ندارد۔ ۷ الف، ق، فا، ہوائے دل۔ لٹ میں غلطی سے اس جگہ بھی نشاط می لکھ دیا ہے۔ ۸ الف، ق، قب، کاشانہ۔ قد میں یوں کاتب نے دکاشانہ می لکھا تھا۔ غالب نے اپنے قلم سے دکاشانے بنادیا ہے۔ ۹ ب، ما میں اس عہد کے دستور کے مطابق چاہی می ہے۔ مگر کاتب نے پہل وہ کو مکسور اور دوسری کو مفتوح لکھا ہے۔ تاکہ القیاس نہ رہے۔

۱۔ نیز ملاحظہ ہو: ہے کس قدر ہلاکِ فریبِ وفا ہے گل؟

بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہائے گل

عشرتِ قتلگہ اہلِ تمنا مت پوچھ
لے گئے خاک میں ہم داغِ تمناے نشاط
عشرتِ پارۂ دل، زخمِ تمنا کھانا
کٹ کی، مرے قتل کے بعد، اُس نے جفا سے توبہ
خ حیف! اُس چار گرہ کپڑے کی قسمت، غالب
عیدِ نظارہ ہے، شمشیر کا عریاں ہونا
تو ہو اور آپ بصد رنگ گلستاں ہونا!
لذتِ ریشِ جگر، غرقِ نمکداں ہونا
ہاے! اُس زود پشیاں کا پشیاں ہونا
جس کی قسمت میں ہو عاشق کا گریباں ہونا



ق، حاشیہ ق، قا

گر نہ اندوہِ شبِ فرقتِ سیاں ہو جائے گا
خ زہرہ، گر ایسا ہی شامِ ہجر میں ہوتا ہے آب
بے تکلف، داغِ کہ، سُہرِ دہاں ہو جائے گا
پر تو رہ مہساب، سِلِ خانماں ہو جائے گا

۲ ب، لط، یہ صد (سہو کاتب)۔ م الف، مد، کے، ندارد (سہو کاتب)۔ ب، گل، زود پشیاں (سہو کاتب)۔ ۱۶ ق، سے ورق ۱۶ کے بعد نقصان ہے، اس لیے یہ غزل جو ضایع ہو جانے والے ورق پر مندرج تھی، اب موجود نہیں۔ لیکن ورق نمبر ۱۶ کے بائیں زیریں کونے میں اس غزل کا ایک لفظ بصورتِ رکاب تحریر کیا گیا ہے، جس سے نسخہ مذکور میں اس کے وجود کا یقین ہو جاتا ہے۔ الف، ق، احوال شب۔ م الف، فج، زہر۔ قج، لط، م، اب (مر دو سہو کاتب)۔

۱۔ آزاد دہلوی نے آبِ حیات (۵۲۷، طبع دوازدہم) میں لکھا ہے کہ میرزا صاحب جس دن جیل سے نکلے لگے، اور لباس تبدیل کرنے کا موقع آیا، تو وہاں کا کرتہ وہیں پہاڑ کر پھینکا اور یہ شعر پڑھا:

ہاے! اُس چار گرہ کپڑے کی قسمت، غالب
جس کی قسمت میں ہو عاشق کا گریباں ہونا

لے تو لوں سوتے میں اُس کے پانو کا بوسہ، مگر
 دل کو ہم صرف وفا سمجھتے تھے، کیا معلوم تھا *
 سب کے دل میں ہے جگہ تیری؛ جو تو راضی ہوا *
 گر نگاہِ گرم فرمائی رہی تعلیمِ ضبط
 باغ میں مجھ کو نہ لیجا، ورنہ میرے حال پر *
 وائے! گر میرا ترا انصاف محشر میں نہو *
 فائدہ کیا؟ سوچ، آخر تو بھی دانا ہے، اسد
 ایسی باتوں سے وہ کافر بدگماں ہو جائے گا کہ
 یعنی یہ پہاڑے ہی نذرِ امتحاں ہو جائے گا کہ
 مجھ پہ، گویا، اک زمانہ مہرباں ہو جائے گا *
 شعلہ خس میں جیسے، خوںِ رگ میں نہاں ہو جائے گا
 ہر گلِ تر، ایک چشمِ خونخشاں ہو جائے گا کہ
 اب تِلک تو یہ توقع ہے کہ واں ہو جائے گا کہ
 دوستی ناداں کی ہے، جی کا زیاں ہو جائے گا



ق، حاشیہ ق، قا

قطرہ مے، بس کہ حیرت سے آفس پرور ہوا
 اعتبارِ عشق کی خانہ خرابی دیکھنا *
 خطِ جامِ مے، سراسر رشتہ گوہر ہوا
 غیر نے کی آہ، لیکن وہ خفا مجھ پر ہوا کہ

۱ الف۔ ق، قب، قبا، بوسہ ہمارے یا۔ قج م، بوسہ ہمارے یا۔ گل، مطابق، متن۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غالب نے گل کی
 ترتیب سے وقت اصلاح کی، پھر متداول سے انتخاب سے وقت ق سے الفاظ دہرائے اور بعد ازاں گل کی طرح کر دیا۔ ۲، یہ اور
 پانچواں اور چھٹا شعر ق کے حاشیے کے ہیں، مگر مرتب ح نے اس کا اظہار نہیں کیا۔ ۳، لط میں اسے ق کے حاشیے کا ہیں
 بتایا۔ غالباً یہ قا میں بڑھایا گیا تھا۔ مگر ہمارے قا کے نسخے میں نقصان سے باعث پوری غزل مفقود ہے، اس لیے سدرت
 اتنا کہا جاسکا ہے کہ یہ گل رعنا میں موجود ہے۔ الف، قد، ہے دل میں۔ ب، گل، ایک عالم۔ م، قج، ما،
 زمانہ۔ م، ب، ق، مثل خوں در رگ۔ ح، لط، جیسے خوں در رگ (سہو کاتب)۔ ۶، ب، م، قج، پھر توقع۔ ۷ الف،
 ق، ما، قد، مہ، سج، سوچ۔ ح، لط، تو بھی ہے دانا۔ ۸، ب، ق، قا، جام بادہ یکسر۔

۱۔ یہ شعر میرزا صاحب نے اپنی مرتب کردہ ایک درسی کتاب میں نقل کیا ہے، جو انتخاب

غالب کے نام سے عبدالرزاق حیدر آبادی نے حیدر آباد سے ۱۳۴۵ھ میں شایع کر دی ہے۔

۲۔ قاضی عبدالجلیل جون بریلوی کو ۲۴ اگست ۱۸۶۴ع کو لکھا ہے: "اس مقطع میں (باقی)

دل مرا سوزِ نہاں سے بے مُحابا جل گیا آتشِ خاموش کے مانند، گویا جل گیا
دل میں ذوقِ وصل و یادِ یار تک باقی نہیں آگ اس گھر میں لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا
خ میں عدم سے بھی پرے ہوں، ورنہ غافل، بارہا میری آمِ آتشیں سے بالِ عَنقا جل گیا
مک عرض کیجئے جوہرِ اندیشہ کی گرمی کہاں ؟ کچھ خیال آیا تھا وحشت کا کہ صحرا جل گیا
مک دل نہیں، تجھ کو دکھاتا، ورنہ، داغوں کی بہار اس چراغاں کا، کروں کیا، کارفرما جل گیا
میں ہوں اور افسردگی کی آرزو، غالب، کہ دل دیکھ کر طرزِ تپاکِ اہلِ دنیا جل گیا

مکھ پھر مجھے دیدہ تر یاد آیا دل، جگر تشنہ فریاد آیا
دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز پھر ترا وقتِ سفر یاد آیا

۲ الف، قہ، قا، الف یہ کی گو سوزِ دل سے - ۳ یہ اور اگلے ۳ شعر ق کے حاشیے کے ہیں، مگر مرتب
ح نے اس کا اظہار نہیں کیا - ہاں لط میں یہ بات مذکور ہے - ۴ قا میں یہ شعر مقطع سے پہلے ہے -
۵ الف، قہ، قا، گلہ دکھاؤں - مگر مرتب ح اور مولف لط نے اسے ظاہر نہیں کیا - ۶ الف، ق پہلے،
۷ اسد بیگانہ، اسے افسردگی، اسے یکسی - بعد ازاں اس پر ہلا لاء لکھ کر حاشیے میں دوسرا مقطع بہم پہنچایا ہے - م، افسردگی
آرزو (سہو کاتب) - ب، ق، پہلے، دل ز انداز -

(بقیہ) خیال ہے دقیق، مگر کوہِ کندن و کاہِ بر آوردن، یعنی اطفِ زیادہ نہیں - قطرہ ٹپکنے
میں بے اختیار ہے - بقدرِ یکِ مژدہ برہمِ زدن ثبات و قرار ہے - حیرت، ازالہ حرکت
کرتی ہے، قطرہ سے، افراطِ حیرت سے ٹپکنا بھول گیا - برابر برابر ہوندیں جو تھم
کر رہ گئیں، تو پیالے کا خطِ بصورت اُس تاگے کے بن گیا جس میں موتی پروئے
ہوں، (خطوط ۱: ۱۲۵) -

ساد گہاے تنہا، یعنی
 پھر وہ نیرنگِ نظر یاد آیا
 عذرِ واماندگی اے حسرتِ دل
 نالہ کرتا تھا، جگر یاد آیا
 زندگی یوں بھی گزر ہی جاتی
 کیوں ترا راہ گزر یاد آیا؟ خ
 آہ! وہ جراتِ فریاد کہاں
 دل سے تنگ آئے، جگر یاد آیا
 پھر ترے کوچے کو جانا ہے خیال
 دلِ گم گشتہ، مگر، یاد آیا کخ
 کوئی ویرانی سی ویرانی ہے!
 دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا
 کیا ہی رضوان سے لڑائی ہوگی!
 گھر ترا، خلد میں گر، یاد آیا خ
 میں نے مجنوں پہ لڑکپن میں، آمد
 سنگ اٹھایا تھا کہ سر یاد آیا



ق، حاشیہ ق، قا

تو دوست کسی کا بھی، ستمگر، نہوا تھا
 اوروں پہ ہے وہ ظلم کہ مجھ پر نہوا تھا خ
 چھوڑا، مہرِ خشب کی طرح، دستِ قضا نے
 خرسید، هنوز، اُس کے برابر نہوا تھا کخ
 توفیقِ باندزہ ہمت ہے، ازل سے
 آنکھوں میں ہے وہ قطرہ کہ گوہر نہوا تھا
 جب تک کہ نہ دیکھا تھا قدرِ یار کا عالم
 میں معتقدِ فتنہِ محشر نہوا تھا م

۱ ب، ما، نیرنگِ نظر (بکرۃ اضافت) - ۳، ق، قا، گلی، ندارد - یہ شعر سب سے پہلے قب میں نظر آتا ہے - الف، لط، یونہی -
 ۴، قا میں مقطع سے پہلے اور قب میں اگلے شعر کے بعد ہے - ب، ق، قا، دل کے پردے میں - ما، آ کے - ۵، قا میں یہ
 بیت اگلے شعر کے بعد ہے - نیز یہ شعر ق کے حاشیے کا ہے، مگر مرتب نے اس کا ذکر نہیں کیا - ہاں، لط میں یہ بات مذکور
 ہے - الف، قد، کوچہ - م، قح، جائے ہے - ۶، م میں یہ شعر مقطع سے پہلے ہے - ب، ق، قا، تھا میں صحرا میں کہ -
 مگر ح اور لط میں اسے ظاہر نہیں کیا - ۷، ق، قا ندارد - سب سے پہلے قب میں بڑھایا گیا ہے - ما میں نمبر ۵ کے بعد ہے -
 ۸ الف، ق، قا، قب، م، قح، قید، ما، کسو - ب، ح، لط، ظلم جو (سہو کاتب) - ۱۰، ب، مدد کی برابر - ۱۲، قا میں یہ
 بیت اگلے شعر کے بعد ہے -

۱ - نیز ملاحظہ ہو:

کم نہیں جلوہ گری میں ترے کوچے سے بہشت

یہی نقشا ہے، ولے اس قدر آباد نہیں

ترے سروِ قامت سے يك قدر آدم

قیامت کے فتنے کو کم دیکھتے ہیں

۲ - نیز ملاحظہ ہو:

مک میں سادہ دل، آ زردگی یار سے خوش ہوں یعنی، سبقِ شوق مکرر نہوا تھا
 کھ دریا سے معاصی تُوںکِ آبِ سے ہوا خشک میرا سرِ دامن بھی ابھی رہا تھا
 جاری تھی، آس، داغِ جگر سے مری تحصیل آتشکدہ، جاگیرِ سندر نہوا تھا



ق، حاشیہ ق، قا، قب

کھ عرصہ نیازِ عشق کے قابل نہیں رہا جس دل پہ ناز تھا مجھے، وہ دل نہیں رہا
 کھ جانا ہوں داغِ حسرتِ ہستی لیے ہوئے * ہوں شمعِ کُشتہ، درِ خورِ محفل نہیں رہا *
 کھ مرنے کی، اے دل، اور ہی بدیر کر کہ میں * شایانِ دست و خنجرِ قاتل نہیں رہا

۳ الف، م، مری۔ یہ اور دوسرے نشان زدہ شعر حاشیہ ق کے ہیں، مگر مرتب ح نے اس کا اظہار نہیں کیا۔
 لظ میں البتہ یہ بات مذکور ہے۔ ب، ق، قا، گل، جون شمع۔ مگر ح میں اسے ظاہر نہیں کیا۔ ب، ق، قا، اب
 لائن توجہ۔ مگر ح اور اظ میں اس کا اظہار نہیں ہوا۔ گل، قب، قبا، م، قج، گب، گن، م، ج، ح، لظ، بازوئے۔ نیز قلمیں
 یہ اور اگلا شعر دگو میں رہا کے بعد ہیں۔

۱۔ میرزا صاحب نے یہ شعر خواجہ غلام غوث خاں بہادر بینخبر کے ایک خط کے
 شروع میں لکھا ہے، اور شعر لکھ کر کہتے ہیں: ”پرو مرشد، خفا نہیں ہوا کرتے۔
 یوں سنا، مجھے باور نہ آیا۔ یہاں تک تو میں ”وردِ عتاب نہیں“ ہو سکتا۔
 (اردو سے معنی: ۲۸۸)

۲۔ نیز ملاحظہ ہو: بقدرِ حسرتِ دل چاہیے ذوقِ معاصی بھی
 بھروں یک گوشہٴ دامن، گر آبِ ہفت دریا ہو

۳۔ میرزا صاحب نے ۲۴ ستمبر ۱۸۵۵ ع کو جو خط حقیر کو لکھا ہے، اُس میں
 فرماتے ہیں: ”افسوس ہے! تم کو میرے حال کی خبر نہیں۔ اگر دیکھو تو جانو۔
 جس دل پہ ناز تھا مجھے، وہ دل نہیں رہا۔ (نادرانِ غالب: ۸۰)

بر روی شش جہت در آئینہ باز ہے یاں امتیازِ ناقص و کامل نہیں رہا
 وا کردیے ہیں شوق نے بندِ نقابِ حسن غیر از نگاہ، اب کوئی حائل نہیں رہا
 گو میں رہا رہیں ستمہائے روزگار لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا
 دل سے ہوائے کشتِ وفا مٹ گئی کہ واں حاصل، سوائے حسرتِ حاصل نہیں رہا
 بیدادِ عشق سے نہیں ڈرنا، مگر، آسد جس دل پہ ناز تھا مجھے، وہ دل نہیں رہا



ق، حاشیہ ق، قا

سرمۂ مفتِ نظر ہوں، مری قیمت یہ ہے کہ رہے چشمِ خریدار پہ احسانِ میرا
 رخصتِ نالہ مجھے دے کہ مبادا! ظالم تیرے چہرے سے ہو ظاہر غمِ پنہاں میرا



ق، حاشیہ ق، قا

شب کہ وہ مجلسِ فروزِ خلوتِ ناموس تھا رشتہ ہر شمع، خارِ کسوتِ فانوس تھا

۱ الف، مد، ہر (سہو کاتب) - ۲ الف، گن، بند قباے - ب، گن، غیر از گناہ (سہو کاتب) - ۳ الف، گن، گر (سہو کاتب) -
 ۴ الف، گن، ایسی ہوائے (سہو کاتب) - ۵ الف، ق پہلے، اندازِ نالہ یاد تھے سب مجھ کو پر، آسد - اس پر ن بنا کر باقی
 حاشیے میں لکھا ہے: بیدادِ عشق سے نہیں ڈرتا ہوں، پر آسد - قا اور گل میں بھی اسی طرح ہے - مرتب ح نے نہ تو عمل اصلاح
 بتایا، اور نہ یہ مصرع صحیح نقل کیا، بلکہ اس کی جگہ متداول متن کا مصرع لکھ دیا، جو سب سے پہلے قب میں مندرج
 ہوا تھا - لط سے معلوم ہوتا ہے کہ حاشیے میں جو مصرع لکھا گیا ہے اوس میں وہیں آسد ہے - لیکن یہ بھی واقعے
 کے خلاف - اور اس لیے سہو مرتب ہے - ۶ الف، قب، مد، مری قسمت (سہو کاتب) - ۷، یہ شعر ق کے حاشیے کا ہے، مگر مرتب
 ح نے اس کا اظہار نہیں کیا - ۸ ب ق پہلے، شمع سے یک خار در پیراہن - غالب نے اسے قلزد کر کے مصرع کے شروع میں
 رشتہ مرہ اور قلزد الفاظ کے اوپر دغار کسوت، لکھا ہے -

۱ - - میرزا صاحب نے اس مضمون کو فارسی میں یوں کہا ہے (کلیاتِ فارسی: ۲۸۷) :

ہر ذرہ . محورِ جلوۂ حسنِ بگاہِ ایست گوئی . طلسمِ شش جہت، آئینہ خانہ ایست

مَن مَشہورِ عاشق سے کہ سوں تَنک جو اگتی ہے حنا
حاصلِ الفت ندیکھا جُز شکستِ آرزو
کس قدر، یارب، ہلاکِ حسرتِ پابوس تھا
دل بدل پیوستہ، گویا، بک لبِ افسوس تھا
گج کیا کہوں بیماریِ غم کی فراغت کا بیار؟
جو کہ کھایا خونِ دل بے منتِ کیموس تھا



حاشیہ ق، قا

اسد، ہم وہ جنوں جولاں، گدا ہے یسروبا ہیں
کہ ہم، سر پہنچہ مڑگانِ آہو، پشنخار اپنا



حاشیہ ق، قا

مَن دھمکی میں مر گیا، جو نہ بابِ کُبرد تھا
نہا زندگی میں مرگ کا کھٹکا لگا ہوا
عشقِ کُبرد پیشہ، طلبگارِ مرد تھا
اُڑنے سے پیشتر بھی، مرا رنگ، زرد تھا
نالیفِ نسخہ ہائے وفا کر رہا تھا میں
دل تا جگر، کہ ساحلِ دریا ہے خون ہے اب
دل بھی اگر گیا، تو وہی دل کا درد تھا
ک کوئی کشمکش اندوہِ عشق کی

- ۱۔ یہ شعر ق کے حاشیے کا ہے۔ مگر مرتبین ح و لط نے اسے ظاہر نہیں کیا۔ الف، ق، عاشق کے۔ ۲ ب مد، اک، لط، ایک۔ ۳ الف، ق، قا، کل، پوچھ مت بیماری۔ ۴ مرتبین ح و لط نے اس کا اظہار نہیں کیا کہ یہ حاشیہ ق کا شعر ہے۔ ۵ ح میں یہ غول اون غولوں کے زمرے میں نظر آتی ہے جن کا کوئی ہم طرح شعر ق میں نہیں، حالانکہ یہ ق کے حاشیے (ورق ۱۹ الف) میں موجود ہے۔ ۶ الف، ح، موت کا۔ ۷ الف، م، ج، ح، نسخہ ہے۔ ۸ الف، ق، م، آب (سہو کاتب)۔ ۹ الف، ق، جانی۔ ب، گل، وہی دل میں۔

۱۔ میرزا صاحب نے اس مضمون کو فارسی میں یوں لکھا ہے: (کلیاتِ فارسی: ۴۲۹)

لالہ و گل دمد از طرفِ مزارش پسِ مرگ
تا چھا، در دلِ غالب، ہوسِ روئے تو بودا

اجباب، چارہ سازی وحشت نہ کر سکے
یہ لاش بے کفن، اسدِ خستہ جاں کی ہے

زنداں میں بھی، کھیاں، سیاہاں نورد نہاں
حقِ مغفرت کرے! عجب آزاد مرد نہاں



حاشیہ ق، قا

محرم نہیں ہے تو ہی، نواہاے راز کا
رنگِ شکستہ، صبحِ بہارِ نظارہ ہے
تو اور سوے غیر نظر ہاے تیز تیز!
صرفہ ہے ضبطِ آہ میں میرا، وگر نہ میں
ہیں، بسکہ جوشِ بادہ سے، شیشے اچھل رہے
کاوش کا دل کرے ہے تقاضا، کہ ہے هنوز
تاراجِ کاوشِ غمِ ہجر اب ہوا، اسد،

یاں ورنہ جو حجاب ہے، پردہ ہے ساز کا گنج
یہ وقت ہے شگفتنِ گنہاے ناز کا غ
میں اور دُکھ تری پڑہاے دراز کا گنج
طعمہ ہوں، ایک ہی کُفسِ جاں گداز کا
ہر گوشہ بساط، ہے سر شیشہ باز کا گنج
ناخنِ یہ قرض، اس گردِ بیمباز کا
سینہ، کہ تھا دینہ گم رہاے راز کا گنج



حاشیہ ق، قا

۱۰ دوست، غمخواری میں میری، سعی فرماؤینگے کیا؟

زخم کے بھرتے ناک. ناخن نہ بڑھاؤینگے کیا؟ کج

۲ یہ غزل بھی ق کے حاشیے میں موجود ہے، مگر مرتب ح نے اسے اون غزلوں کے ساتھ چھاپا ہے جن کا کوئی مطرح شعر ق میں نہیں ہے۔ ب، قا، ف، م، ما، م، ب، ج، بردا۔ م الف، ف، شگنہ۔ ہ الف، گل، گب، نگہ ہاے۔ ۷ الف، م، شیشہ (سہو کاتب)۔ ۸ ب، م، فرض اسی (سہو کاتب)۔ ۱۰ یہ غزل بھی ق (ورق ۱۸ الف) کے حاشیے میں موجود ہے۔ ۱۰ بھ بھی مرتب ح نے اسے اون غزلوں کے زمرے میں جگہ دی ہے جن کا کوئی ہم طرح شعر ق میں نہیں۔ ۱۰ الف، گب، مد، ح، نہیں کے (مر ردیف میں)۔ ب، ج، ح، بھرتے۔ فید، بھرتے ہوئے۔ گن، بھرتے (سہو کاتب)۔

۱- نیز ملاحظہ ہو: مانعِ دشتِ نوردی کوئی تدبیر نہیں

ایک چکتر ہے مرے پانو میں، زنجیر نہیں

ہم کہیں کے حالِ دل، اور آپ فرماؤں گے کیا؟
 کوئی مجھ کو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھاؤں گے کیا
 عذر، میرے قتل کرنے میں وہ اب لاؤں گے کیا؟
 یہ جنوںِ عشق کے اندازِ جھٹ جاؤں گے کیا؟
 ہیں گرفتارِ وفا، زنداں سے گھبراؤں گے کیا؟
 ہم نے یہ مانا کہ دلی میں رہے، کہاؤں گے کیا؟

کچ بے نیازی حد سے گزری، بندہ پرور، کب تلک
 حضرتِ ناصح گر اوس، دیدہ و دل فرس راہ
 آج ران تیغ و کفن باندھے ہوئے جانا ہوں میں
 مگر کیا ناصح نے ہم کو قید، اچھا، یوں سہی
 خانہ زادِ زلف ہیں، زنجیر سے بھاگیں گے کیوں؟
 ہے اب اس معمورے میں قحطِ غم، الفت، اسد



حاشیہ: ق

درد کا حد سے گزنا، ہے دوا ہو جانا
 تھا لکھا، بات کے بتے ہی جدا ہو جانا
 مٹ گیا، گھسنے میں، اس عقدے کا وا ہو جانا
 اس قدر دشمنِ اربابِ وفا ہو جانا ۱۰

کچ عشرتِ قطرہ ہے، دریا میں نسا ہو جانا
 تجھ سے، قسمت میں مری، صورتِ قفلِ اجد
 دل ہوا، کشمکشِ چارۂ رحمت میں، تمام
 اب جفا سے بھی ہیں محروم ہم، اللہ، اللہ!

۱۰ م میں یہ غزل کا تہرا شعر ہے۔ الف، م، م ب کے علاوہ، گذری۔ ۲ الف، ح، آئیں۔ قب، قبا، م، گن، جو آویں۔
 مد، گراویں (سہو کاتب)۔ گن، دیدہ دل (سہو کاتب)۔ ب، قبا، سمجھاؤں۔ گن، وہ۔ ۳ الف، فحج، بجکو قید۔ ۴ الف، ما،
 خانزاد۔ م، بھاگے (سہو کاتب) بقا میں اس شعر سے چلے بین السطور میں قطعہ لکھا ہے، جو سہو کاتب معلوم ہوتا ہے۔
 ب، ح، گرفتار بلا (سہو کاتب)۔ ۵ الف، مد کے علاوہ معمورہ۔ م، فحج، معمور (سہو کاتب)۔ ب، قب، قبا، م، م ب،
 حج، گن، ح، رمیں۔ ۶، یہ غزل ہیں فی (ورق ۲۵ الف و ب) کے حاشیے میں موجود ہے، اور مرتب ح نے اس صفحے کا
 عکس ہی شایع کیا ہے۔ پھر یہی اپنے نسخے میں اسے انہیں عربوں کے ساتھ چھاپا ہے جن کا کوئی صطرح شعر فی میں نہیں
 ہے۔ ب، حاشیہ فی، قبا، مد، گذرنا۔ ۸ ب، قبا، باب (سہو کاتب)۔ ۹ الف، حاشیہ فی، رحمت (سہو کاتب)۔ ب، حاشیہ فی
 اور مد کے علاوہ، غنہ۔

۱۔ نیز ملاحظہ ہو: واحسرتا! کہ یار نے کہنچا ستم سے ہاتھ
 ہم کو حریصِ لذتِ آزارِ دیکھ کر

باور آیا ہمیں یانی کا ہوا ہو جانا گ
ہو گیا گوشت سے ناخن کا جدا ہو جانا گ
روئے رونے غمِ فرقت میں، فنا ہو جانا
کیوں ہے گردِ رہِ جولانِ صبا ہو جانا؟
چشم کو چاہیے ہر رنگ میں وا ہو جانا
دیکھ برسات میں سبز آئنے کا ہو جانا

ضعف سے، گریہ، مُبَدَّلِ بدمِ سَردِ ہوا
دل سے مٹا تری انگشتِ حنائی کا خیال
ہے بچھے، ابرِ بہاری کا برس کر گھلنا
گر نہیں نکلتِ گل کو ترے کوچے کی ہوس
بخشے ہے جلوۂ گل، ذوقِ تماشا، غالب
ناکہ تجھ پر کھلے اعجازِ ہوائے صیقل



حاشیہ قا

وہ اک گلدستہ ہے ہم بیخودوں کے طاقِ نسیان کا
کہ ہر يك قطرۂ خون، دانہ ہے تسلیحِ مَرِ جاں کا
لیا دانتوں میں جو تکا، ہوا ریشہ نپستان کا
مرا ہر داغِ دل، اک تخم ہے سروِ چراغاں کا
کرے جو، برنورِ خورشید، عالمِ شبنمستان کا
ہیولئی برقِ خردن کا ہے، خونِ گرمِ دھقان کا

ستابگر ہے زاہد اس قدر جس باغِ رضوان کا
یاں کیا کیجیے، بیدار کاوشِ ہائے میزگان کا؟
نہ آئی سَطوتِ قاتل بھی مانع میرے نالوں کو
دکھاؤں گا تماشا، دی اگر فرصتِ زمانے نے
کیا آئینہ خانے کا وہ نقشہ نیرِ جلوے نے
مری تعمیر میں مُضمر ہے، اک صورتِ خرابی کی

- ۱ ب، حاشیہ ق، جدا ہو جانا (سہو کاتب) - ۲ الف، مد، ترے - ۳ الف، قب، کرنا (سہو کاتب) - ۴ الف، ما، فد، وب، نکبت (غلطی عوام) - ۵ قا، قد، قب، مب، بج، کوچہ - ۶ قا، م، مد میں یہ قطعہ ہے، اسی لیے اول کے بین السطور میں "قطعہ" اور دوسری کے وق، لکھا گیا ہے - ۷ بج میں یہ غزل کا آخری شعر ہے - ۸ الف، گل ندارد - ۹ مد میں دو مصرعوں کے بیچ کی ساد، جگہ میں لکھا ہے، مطلع ثانی - ۱۰ ب، گل، ہر اک - ۱۱ مب، مر ایک - ۱۲ م، قطرہ خون - ۱۳ الف، قد، دی (بکسرۃ دال) - ۱۴ قب، قد، زمانہ - ۱۵ ب، قبا، م، یہ داغ - ۱۶ الف، قا، م، قد، مد، نقشا - ۱۷ م، مد کے علاوہ، جلوہ - ۱۸ ب، قا، قبا، م، ہیولا -

۱۔ یہ زمین نواب الہی بخش خاں معروف دہلوی (متوفی ۱۲۴۲ھ = ۱۸۶۲ع) کی ہے جو

غالب کے خسر تھے - ملاحظہ ہو دیوانِ معروف: ۷ و ۱۴

۲۔ "ریشہ در دندان گرفتار" کے معنی ہیں اظہارِ عجز و اطاعت کرنا - نیز ملاحظہ ہو: هجومِ نالہ حیرت عاجزِ عرضِ يك افغان ہے خموشی، ریشہ صد نپستان سے، خسِ بدندان ہے

خ اُگا ہے گھر میں ہر سو سبزہ، ویرانی تماشا کر
 خموشی میں نہاں، خوں گشتہ لا کھوں آرزوئیں، ہیں
 خ ہنوز اک پر تو نقشِ خیالِ بارِ باقی ہے
 گنجِ بغل میں غیر کی، آج آپ سوتے ہیں کہیں، ورنہ
 کس نہیں معلوم، کس کس کا لہو پانی ہوا ہوگا!
 'نظر میں ہے ہماری۔ جادۂ رامِ فنا، غالب

مدار اب کھودنے پر گھاس کے ہے میرے دریاں کا
 چراغِ مردہ ہوں، میں بیزباں، گورِ غریباں کا
 دلِ افسردہ، گویا سجرہ ہے یوسف کے زنداں کا
 سبب کیا، خواب میں آکر، تبسمہا ہے پنہاں کا؟
 قیامت ہے، سرشکِ آلودہ ہونا تیری مڑگاں کا
 کہ یہ شیرازہ ہے عالم کے اجزائے پریشاں کا



حاشیہ فا

گنجِ ہوس کو ہے نشاطِ کار کیا کیا!
 'تجاملِ پیشگی سے مُدعا کیا؟
 نواز شہاے بیجا دیکھنا ہوں
 گنجِ نگاہِ بے محابا چاہتا ہوں
 کُ فروغِ شعلۂ نحس، یکِ نفَس ہے
 نہو مرنا، تو جینے کا مزا کیا؟
 کہاں تک، اے سراپا ناز، دکیا، کیا؟
 شکایتِ ہائے رنگیں کا گلا کیا؟
 تغافلِ ہائے تمسکین آزما کیا؟
 ہوس کو پاسِ ناموسِ وفا کیا؟

۳ الف، گل، سوئے - ۵، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳،

تغافلہاے ساقی کا گلا کیا؟ گھ
 غم آوار گہاے صبا کیا؟
 شکستِ قیمتِ دل کی صدا کیا؟
 ہم اُس کے ہیں، ہمارا پوچھنا کیا؟ گھ
 شہیدانِ ننگہ کا خون بہا کیا؟
 شکیبِ خاطرِ عاشق بھلا کیا؟
 یہ . کافر، قتلہ طاقِ رُبا کیا؟
 عبارت کیا، اشارت کیا، ادا کیا

۲۹

آخر ما

میں اور بزمِ مے سے یوں تشنہ کام آؤں !
 ۱۰ ہے ایک تیر جس میں دونوں پہنچدے پڑے ہیں
 در ماندگی میں، غالب، کچھ بن پڑے، توجانوں

۴۰

آخر ما

گھر ہمارا، جو زونے بھی تو، ویراں ہوتا

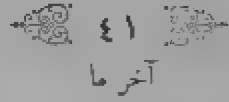
۱. قامیں بہ بیت اگلے شعر کے بند ہے ۔ ۲ الف، گل، یوے پیراں ۔ ما، عطر پیراں (بکرۃ اضافت) ۔ ۳۔ یہ بیت قب اور
 ما میں اگلے دو شعروں کے بند، اور م میں اگلے ایک شعر کے بند ہے ۔ ۴۔ م ندارد ۔ قبح و عجاہ ندارد ۔ ۵ الف، گل،
 وعدہ ۔ قامیں یہاں قلم لکھا ہے ۔ ۸ ب، قب، قبح، م، اشارت کیا، عبارت ۔ ۱۱ الف، آخر ما، تو جانیں ۔
 ۱۲ ب، گب، بحر اگر ۔

۱۔ نیز ملاحظہ ہو :

غالب، کچھ اپنی سعی سے کہنا نہیں چھے
 خوشی کیا؟ کھیت پر میرے اگر سو بار ابر آوے
 مثال یہ مری کوشش کی ہے کہ مرغِ اسیر
 خرمِ جلے، اگر نہ ملخ کھائے کشت کو
 سمجھتا ہوں کہ ڈھونڈا ہے ہے ابھی سے برقِ خرم کو
 کرے قفس میں فراہم خص آشیان کے لیے

کہ اگر تگ نہوتا، تو پریشان ہوتا
کاش! رضواں ہی دریار کا دریاں ہوتا

خ تگی دل کا گلہ کیا؟ یہ وہ کافر دل ہے
بعدِ یک عمر وّرع، بار تو دیتا، بارے



آخر ما

آپ آتے تھے، مگر کوئی عناں گیر بھی تھا
اُس میں کچھ شائبہ خوبیِ تقدیر بھی تھا^۱
کبھی فراق میں تیرے کوئی نچیر بھی تھا؟^۲
ہاں، کچھ اک رنجِ گرانباریِ زنجیر بھی تھا
بات کرتے، کہ میں لب تشنّہِ تقریر بھی تھا
گر بگڑ بیٹھے، تو میں لائقِ تعزیر بھی تھا
نالہ کرتا تھا، ولیے طالبِ تاثیر بھی تھا
ہم ہی آشفته سروں میں وہ جوان میں بھی تھا^{۱۰}
آخر، اُس شوخ کے ترکش میں کوئی تیر بھی تھا

خ ہونی تاخیر، تو کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا
تم سے بیجا ہے، مجھے اپنی تباہی کا گلہ
تو مجھے بھول گیا ہو، تو پتا بتلا دوں
قید میں ہے، ترے وحشی کو، وہی زلف کی یاد
بجلی اک کوند گئی آنکھوں کے آگے، تو کیا؟
خ یوسف اُس کو کہوں، اور کچھ نکمے خیر ہونی
دیکھ کر غیر کو، ہو کیوں نہ کایجا ٹھنڈا؟
خ پیشے میں عیب نہیں، رکھیے نہ فرہاد کو نام
ہم تھے مرنے کو کھڑے، پاس نہ آیا، نہ سہی

- ۱ الف، ح کے علاوہ، گلا - ب، آخر ما، تو بیابان (سہو کاتب) - ۲ الف، مد، بار (سہو کاتب) -
۳ الف، ح کے علاوہ تمام نسخے، گلا - ۵ الف، ما، کیا ہو (سہو کاتب) - ب، قد، نچیر - ۶ ب، قد، میں کاتب ہے
ورنگہ لکھ دیا تھا - غالب نے اپنے قلم سے اسے کاٹ کر نیچے درج لکھا ہے - ۸ ب، مد کے علاوہ تمام نسخے، آذیر
(سہو کاتب) - ۱۰ الف، قد، پیشہ -

۱- نیز ملاحظہ ہو:

تیرے سوا بھی ہم پہ بہت سے ستم ہوئے
ہتکھنڈے ہیں چرخِ نیلیِ دام کے

تیری وفا سے کیا ہو تلافی کہ دھر میں
خسگی کا، تم سے کیا، شکوہ؟ کہ یہ

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق
آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی تھا؟ خ
ریختے کے تمہیں اُستاد نہیں ہو، غالب



آخر ما

ذکر اُس پریوش کا، اور پھر یساں اپنا
مے وہ کیوں بہت پیتے بزمِ غیر میں؟ یارب
منظر اک بلندی پر اور ہم بنا سکتے
دے وہ جس قدر ذلت، ہم ہنسی میں ٹالینگے
دردِ دل لکھوں کب تک؟ جاؤں، اُن کو دکھلا دوں
گھسنے گھسنے مٹ جاتا، آپ نے عبت بدلا
تا کرے نہ غمازی، کر لیا ہے دشمن کو
۱۰ ہم کہاں کے دانا تھے؟ کس ہنر میں بکتا تھے؟

بن گیا رقیب آخر، تھا جو رازداں اپنا خ
آج ہی ہوا منظور اُن کو امتحاں اپنا؟
عرش سے ادھر ہوتا، کاشکے! مکاں اپنا
بارے، آشنا نکلا، اُن کا پاسباں، اپنا
اُنکلیاں فگار اپنی، خامہ خوں چکاں اپنا خ
تنگِ سجدہ سے دیرے، سنگِ آستان اپنا
دوست کی شکایت میں، ہم نے، مہرباں اپنا
بے سبب ہوا، غالب، دشمن آسماں اپنا خ



آخر ما

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے، یہی انتظار ہوتا خ
ترے وعدے پر جیسے ہم، تو یہ جان، جھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جائے، اگر اعتبار ہوتا

۲ ب، م، زمانہ - ۳ ب، آخر ما، ہو گیا رقیب اپنا - ۵ الف، آخر ما، بنا لیتے - ۷ الف، آخر ما، اُن کو دکھلائے -
۸ ب، آخر ما، مج، تنگِ سجدے - ۹ ب، آخر ما، مہرباں (سہرکاتب) - ۱۲ الف، آخر ما، وعدہ - دیوان حیا، جانا -
چنانچہ حیا نے جنس میں اس کے قافیے ارماں، آساں اور جان قرار دیے ہیں - ب، دیوان حیا، مر نہ جانا -

۱ - یہی مضمون غالب نے فارسی میں اس طرح لکھا ہے (کلیاتِ فارسی: ۳۹۶):

غالب، نخورد چرخ فریب، ار ہزار بار گفتم: «بروزگار سختور چو منِ بسیت»

۲ - میرزا رحیم الدین بہادر حیا دہلوی، رامپوری نے اس غزل کی تخریس کی ہے،

جو اُن کے دیوان: ۱۸۳، مطبوعہ شوال ۱۲۷۰ھ (جولائی ۱۸۵۴ء) میں موجود ہے۔

کبھی تو نہ توڑ سکتا، اگر اُستوار ہوتا
 یہ خلش کہاں سے ہوتی، جو جگر کے پار ہوتا؟
 کوئی چارہ ساز ہوتا، کوئی غمگسار ہوتا
 جسے غم سمجھ رہے ہو، یہ اگر شرار ہوتا
 غم۔ عشق گر نہوتا، غم۔ روزگار ہوتا
 مجھے کیا بُرا تھا مرنا، اگر ایک بار ہوتا
 نہ کبھی جنازہ اُٹھتا، نہ کہیں مزار ہوتا
 جو دوئی کی بو بھی ہوتی، تو کہیں دوچار ہوتا
 تجھے ہم ولی سمجھتے، جو نہ بادہ خوار ہوتا

خ نری ناز کی سے جانا کہ بندھا تھا عہد بودا
 کوئی میرے دل سے پوچھے، ترے تیر نیمکش کو
 یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بیسے ہیں دوست ناصح؟
 رگِ سنگ سے ٹپکتا وہ لہو کہ پھر نہ تھمتا
 خ غم اگرچہ جاں گسل ہے، پہ کہاں پچیں؟ کہ دل ہے
 کہوں کس سے میں کہ کیا ہے؟ شبِ غم بُری بلا ہے
 ہوئے مر کے ہم جورُ سوا، ہوئے کیوں نہ غرقِ دریا
 خ اُسے کون دیکھ سکتا، کہ یگانہ ہے وہ یکتا
 یہ مسائلِ تصوف، یہ ترا، بیان، غالب



آخر ما

ڈبویا مجھ کو ہونے نے، نہوتا میں، تو کیا ہوتا؟
 نہوتا اگر جدا تن سے، تو زانو پر دھرا ہوتا
 وہ ہر یک بات پر کہنا کہ یوں ہوتا، تو کیا ہوتا؟

خ نہ تھا کچھ، تو خدا تھا، کچھ نہوتا، تو خدا ہوتا
 ہوا جب غم سے یوں بیخس، تو غم کیا سر کے کٹنے کا؟
 ہوئی مدت کہ غالب مر گیا، پر یاد آتا ہے

۲ الف، آخر ما، دیوان حیا، مرے دل سے کوئی - ۶ الف، دیوان حیا، کہیں کس سے ہم - ب، دیوان حیا، ہمیں کیا -
 ۱۲ ب، ج، مد، مراک -

۱ - نیز ملاحظہ ہو: کم جاتے تھے ہم بھی غم۔ عشق کو، پر اب

دیکھا، تو کم ہوئے پہ غم۔ روزگار تھا

۲ - مولانا حالی نے لکھا ہے: "سنا ہے کہ جس وقت یہ غزل مرزا نے بادشاہ کو
 سنائی، تو بادشاہ نے مقطع سنکر کہا: "بھئی، ہم تو جب بھی ایسا نہ سمجھتے"۔
 مرزا نے کہا: "حضور تو اب بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ مگر یہ اس لیے ارشاد
 ہوا ہے کہ میں اپنی ولایت پر مغرور نہ ہو جاؤں"۔ (یادگار غالب: ۱۴۰)۔

رکھو، یارب، یہ درِ گنجینہ گوہر کھلا !
اس تکلف سے کہ گویا بتکدے کا در کھلا
آستین میں کشتہ پنہاں، ہاتھ میں نشتر کھلا
پر یہ کیا کم ہے کہ مجھ سے وہ پری پیکر کھلا
خُلد کا اک در ہے، میری گور کے اندر، کھلا
زلف سے بڑھکر نقاب اُس شوخ کے مُنہ پر کھلا
جتنے عرصے میں مرا لپٹا ہوا بستر کھلا
آج ادھر ہی کو رہے گا، دیدہ اختر، کھلا
نامہ لاتا ہے وطن سے نامہ برا کر کھلا
واسطے جس شہ کے، غالب، گنبدِ بے در کھلا

بزمِ شاہنشاہ میں اشعار کا دفستر کھلا
شب ہوئی، پھر انجمِ رخشندہ کا منظر کھلا
گر چہ ہوں دیوانہ، پر کیوں دوست کا کھاؤں فریب؟
گو نہ سمجھوں اُس کی باتیں، گو نپاؤں اُس کا بھید
ہے خیالِ حُسن میں حُسنِ عمل کا سا خیال
مُنہ نہ کُھلنے پر، ہے وہ عالم کہ دیکھا ہی نہیں
در پہ رہنے کو کہا، اور کہکے کیسا پھر گیا !
کیوں اندھیری ہے شبِ غم؟ ہے بلاؤں کا نزول
کیا رہوں غربت میں خوش، جب ہو حوادث کا یہ حال
اُس کی اُمت میں ہوں میں، میرے سر ہیں کیوں کام بند؟

کہتے ہیں: "ہم نجمہ کو مُنہ دکھلائیں کیا؟"
ہو رہے گا کچھ نہ کچھ، گہرائیں کیا؟

تجور سے باز آئے، پر باز آئیں کیا؟
رات دن گردش میں ہیں سات آسمان

۲ ب. آخر کتاب شجرۂ نمرہ (رضا لائبریری لوہارو کلکٹن)، بخاڑے کا گویا۔ ۳ ب. قد، ماب، ہات۔ ۶ الف، قد، فج۔
مونہ۔ ۷ ب. قد، ماب عرصہ۔ ۱۱ الف، اردو بے معل، عود، آئیں پر۔ ب. قد، اردو بے معل، مونہ۔ عود، مونہ۔

۱۔ نیز ملاحظہ ہو: کبھی نیکی بھی اُس کے جی میں گر آجائے ہے مجھ سے
جفائیں کر کے اپنی یاد، شرما جائے ہے مجھ سے

۲۔ میرزا صاحب نے منشی نبی بخش حقیر کو ۳ اکتوبر ۱۸۵۴ع کو ایک خط لکھا تھا۔
اُس میں فرماتے ہیں: "یہاں بڑی بیماری پھیل رہی ہے.... آج تک انجام بخیر تھا۔
اب لوگ مرنے لگے۔ ہوا میں سمبیت پیدا ہوگئی۔ یہ قصے تو یوں رہے۔ بیت: (بانی)

لاگ ہو، تو اُس کو ہم سمجھیں لگاؤ
جب نہو کچھ بھی، تو دھوکا کھائیں کیا؟
خ ہولیسے کیوں نامہ بر کے ساتھ ساتھ؟
یارب، اپنے خط کو ہم پہنچائیں کیا؟

۲، ص، پونہ چائیں -

(بقیہ) رات دن گردش میں ہیں سات آسمان ہو رہے گا کچھ نہ کچھ، گہرائیں کیا؟
یہ ڈاک کا سررشتہ کیسا بگڑا! (نادر اتِ غالب: ۶۵)

مرزا حاتم علی مہر کو ایک خط میں لکھا ہے: " میں نے کتابیں جا بجا بہ سبیلِ پارسل
ارسال کی ہیں۔ اگرچہ پہنچنے کی خبر پائی ہے، مگر نوید قبول ابھی کہیں سے نہیں آئی ہے:
رات دن گردش میں ہیں الخ۔ دیکھنا، بھائی، اس غزل کا مطالع کیا ہے! " اور اس کے
بعد مطلع اور مقطع اور اُن کے بیچ میں دو اور شعر لکھ کر فرماتے ہیں کہ " غزل
نا تمام ہے۔ " (عودِ ہندی: ۱۱۲، اردو سے معنی: ۲۶۶ و خطوطِ غالب: ۱: ۳۱۱) -

مرزا رحیم بیگ، مولفِ ساطعِ برہان، کو ایک طویل خط میں، جو " نامہ غالب " کے نام سے
الگ بھی شائع ہو چکا ہے، لکھتے ہیں: " کہہ چکا ہوں کہ نہ مجھ کو مناظرے کا
دماغ، نہ ہجومِ امراضِ جسمانی و آلامِ روحانی سے فراغ۔ آگے جو ہمت نہیں ہاری
تھی، اور غیب سے توقعِ مددگاری تھی، تو اپنا یہ شعرِ اردو میرے وردِ زباں اور
اس ہنجار سے میں زمزمہ سنجِ فغان رہتا تھا۔ شعر:

رات دن گردش میں ہیں سات آسمان ہو رہے گا کچھ نہ کچھ، گہرائیں کیا؟
اب جو اصلاحِ حال و حصولِ مطالب سے دل مایوس ہے، تو طبیعت اسی غزل کی
اس بیت کے ترنم سے مانوس ہے۔ شعر:

عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ مر گئے پر، دیکھیے، دکھلائیں کیا
(عود: ۱۴۷)

موجِ خون سر سے گزر ہی کیوں نہ جائے آستانِ یار سے اُٹھ جاؤں کیا؟
عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ مر گئے پر، دیکھیے، دکھلائیں کیا؟

۱۔ مدہ ۵ (سہو کاتب) - ۲ الف - ادارت، علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، دیکھا کیے۔

۱۔ نیز ملاحظہ ہو: اُس فتنہ خو کے در سے اب اُٹھتے نہیں، اسد

اس میں ہمارے سر پہ قیامت ہی کیوں نہ ہو

۲۔ میرزا صاحب نے ۲۴ ستمبر ۱۸۵۵ ع کو حقیر کو لکھا ہے: ”زندگی بری بھلی جس طرح بنی، کافی۔ اب فکر یہ ہے کہ دیکھیں، موت کیسی ہوتی ہے، اور بعد موت کے کیا درپیش آتا ہے۔ بیت: عمر بھر دیکھا کیے الخ۔ (نادرۃ غالب: ۸۰) چودھری عبدالغفور سرور کو ایک خط میں لکھتے ہیں: ”میں تو اب روز و شب اس فکر میں ہوں کہ زندگی تو یوں گزری۔ اب دیکھیے، موت کیسی ہو۔ بیت: عمر بھر دیکھا کیا الخ میرا ہی شعر ہے اور میرے ہی حسبِ حال ہے۔“ (عودِ ہندی: ۳۲ و اردوئے معلیٰ: ۱۳۹)۔

قدر بلغرامی کو لکھتے ہیں: ”نثر فارسی لکھنی يك قلم موقوف۔ اردو، سو اُس میں بھی عبارت آرائی متروک۔ جو زباں پر آوے، وہ قلم سے نکلے۔ پانورکاب میں ہے، اور ہاتھ باگ پر۔ کیا لکھوں اور کیا کروں؟ یہ شعر اپنا پڑھتا ہوں۔ بیت: عمر بھر دیکھا کیا الخ۔ (اردوئے معلیٰ: ۴ طبع دسمبر ۱۹۰۷ء و خطوطِ غالب: ۱۷۷:۱)۔

صوفی منیری کو لکھتے ہیں: ”اکھنر برس کی عمر، پانویں سے اپاہج، کانوں سے بہرا۔ دن رات پڑا رہتا ہوں۔ دو سطریں لکھیں، بدن تھرایا، حرف سوجھنے سے رہا۔ قوتیں ساقط۔ غذا قلیل۔ بلکہ اقل۔ بیت: عمر بھر دیکھا کیے الخ۔ (علی گڑھ میگزین، غالب نمبر: ۹۸)۔

خ پوچھتے ہیں وہ کہ "غالب کون ہے؟" کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

۱۔ شوکت بلگرامی نے رسالہ اُردوے معلیٰ، علی گڑھ، ماہِ جولائی ۱۹۱۰ع میں لکھا ہے:

"میرے ایک بزرگ نے مجھ سے بیان فرمایا تھا کہ میں ایک دفعہ مع چند احباب کے دہلی میں غالب کی ملاقات کو گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ مرزا قوتِ سماعت سے بے بہرہ ہو چکے تھے، دوات، قلم، کاغذ ہر وقت سامنے رکھا رہتا تھا، اور جو حضرات ملنے آتے تھے وہ اپنا مدعا لکھ کر پیش کرتے تھے۔ چنانچہ جس وقت ہم لوگ اُن کی خدمت میں پہنچے، تو حسبِ عادت اُنہوں نے دوات، قلم، کاغذ آگے بڑھا دیا اور فرمایا: "ارشاد"۔ میں نے لکھا کہ ہم لوگ آپ کا کلامِ بلاغت نظام آپ کی زبانِ فیض ترجمان سے سُننا چاہتے ہیں۔ یہ دیکھ کر فرمایا: "بہت اچھا"، اور اس کے بعد "سمجھائیں کیا، دکھلائیں کیا، یہ غزل سُنائی شروع کی۔ اور جب یہ مقطع پڑھا کہ۔ پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے الخ۔ تو فرمایا: "کچھ سمجھئے بھی؟" ہم نے اس خیال سے کہ جو ہم سمجھتے ہیں اگر اُن کا منشا نہ ہوا، تو بگڑ بیٹھیں گے۔ عرض کیا کہ "مطلق نہیں سمجھئے"۔ اس پر مسکرا کر فرمایا: "ہاں نہیں سمجھئے ہو گے۔"

سنو۔ ایک زمانہ ہوا جب وہاں گئے تھے۔ جانتے ہو کہاں؟ عرض کیا: "نہیں"۔ کہنے لگے: "اجی وہیں اپنے معشوق کے پاس۔ مگر یہ اُس زمانے کا ذکر ہے جب ہم جیتے تھے، یعنی جوان تھے۔ سر پر بال تھے، گھنی داڑھی، تنہا ہوا سینا، بھرے بھرے بازو، چمپئی رنگ تھا۔ نگاہ اُنہا کر دیکھنے، تو درودینوار دھلتے تھے۔ اُس وقت کے گئے گئے پھر کب گئے۔ اب جب کہ آنکھوں میں نور، دل میں سرور نہ رہا۔"

سماعت میں فرق آگیا۔ کمر جھک گئی۔ اب ہم کو اس ہیئتِ کدائی میں دیکھ کر:

پوچھتے ہیں وہ کہ "غالب کون ہے؟" کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا۔

اگر یہ واقعہ صحیح ہے، تو اس مطلب کی حیثیت لطیفے کی سی ہونا چاہیے۔

خ دردِ منت کشِ دوا نہوا میں نہ اچھا ہوا، برا نہوا
جمع کرتے ہو کیوں رقیبوں کو؟ اک تماشا ہوا، گلا نہوا

۱۔ بابۂ عودہ گزلہ۔

۱۔ نیز ملاحظہ ہو: رنجِ نومیدیِ جاوید گوارا رہیوا
خوش ہوں، گر نالہ زبونی کشِ تاثیر نہیں
دیوارِ بارِ منتِ مزدور سے ہے ختم
اے! خانماں خراب، نہ احسان اُٹھائیے

اس غزل کے متعلق مرزا حاتم علی مہر کو لکھا ہے: "میرا کلام میرے پاس کبھی کچھ نہیں رہا۔ نواب ضیاء الدین خاں اور نواب حسین مرزا جمع کر لیتے تھے۔ جو میں نے کہا، اُنہوں نے لکھ لیا۔ اُن دونوں کے گھر لٹ گئے۔ ہزاروں روپے کے کتابخانے برباد ہوئے۔ اب میں اپنے کلام کے دیکھنے کو ترسنا ہوں۔ کئی دن ہوئے کہ ایک فقیر، کہ وہ خوش آواز بھی ہے اور زمزمہ پرداز بھی ہے، ایک غزل میری کہیں سے لکھوا لایا۔ اُس نے وہ کاغذ جو مجھ کو دکھایا، یقین سمجھنا کہ مجھ کو رونا آیا۔ غزل تم کو بھیجتا ہوں، اور صلے میں اس کے اس خط کا جواب چاہتا ہوں۔ (اردوے معلیٰ: ۲۵۹ و خطوطِ غالب: ۱: ۳۰۶)۔

نیز یہ غزل قج میں نہیں ہے، جو اگست ۱۸۵۲ع کے بعد کا مرتبہ ہے، اور گلستانِ سخن: ۲۸۳ میں اس کا ایک شعر انتخاب کیا گیا ہے، جو اپریل ۱۸۵۴ع سے قبل کی تالیف ہے۔ مزید برآں دیوانِ میرزا رحیم الدین بہادر حیا دہلوی: ۱۸۳ مطبوعہ جولائی ۱۸۵۴ع میں رمز دہلوی کی اسی زمیں کی غزل کا نسخہ پایا جاتا ہے۔ ان وجوہ سے میں اس غزل کو وسطِ ۱۸۵۲ع اور آغازِ ۱۸۵۴ع کے درمیان کی قرار دیتا ہوں۔

ہم کہاں قسمت آزمائے جائیں ؟
 کتنے شیریں ہیں تیرے لب ! کہ رقیب
 خ ہے خبر گرم اُن کے آنے کی
 کیا وہ نمرود کی خدائی تھی ؟
 جان دی، دی ہوتی اُسی کی تھی
 زخم گر دب گیا، لہو نہ تھما
 'رہزی' ہے کہ دِلستانی ہے !
 کچھ تو پڑھیے کہ لوگ کہتے ہیں:

تو ہی جب خنجر آزمائے ہوا
 گالیاں کھا کے بے مزا ہوا
 آج بھی گھر میں پوریا ہوا
 بندگی میں مرا بھلا ہوا
 حق تو یوں ہے کہ حق ادا ہوا
 کام گر رُک گیا، روا ہوا
 لے کے دل، دلستاں روانہ ہوا
 آج غالب غزل سرا ہوا



قد

خ در خورِ قہر و غضب، جب کوئی ہم سا، نہوا
 'بندگی میں بھی وہ آزادہ و خود ہیں کہ ہم
 سب کو مقبول ہے دعویٰ تری یکنائی کا

پھر غلط کیا ہے کہ ہم سا کوئی پیدا نہوا ؟
 اُلے پھر آئے، درِ کعبہ اگر وا نہوا
 روبرو کوئی 'بسترِ آتشہ' سیما نہوا

۲ ب. اردو سے نقل ۲۰۹، بے مزہ - ۶ الف، قد، مب، عود، تنہا - بچ تھپا -

۱۔ میرزا صاحب نے ۲۲ رمضان ۱۲۷۰ھ (۱۸ جون ۱۸۵۴ع) کے بعد، مگر اغلب یہ
 ہے کہ ماہِ عیدالْفطر کے اندر، منشی نبی بخش حقیر کو جو خط لکھا تھا، اُس میں
 فرمایا ہے کہ 'یہ جو آپ نے لکھا کہ تیرے وہ اشعار سُنے جاتے ہیں، کہ جو کبھی
 نہیں سنے تھے۔ حال یہ ہے کہ میں نے ان دنوں میں دو غزایں لکھی ہیں۔ ایک تو
 'دربیا نہوا، صحرا نہوا' سو وہ آپ کے پاس بھیج چکا: (نادرۃِ غالب: ۵۶)۔ اس
 سے معلوم ہوتا ہے کہ میرزا صاحب نے یہ غزل ۲۲ رمضان ۱۲۷۰ھ (۱۸ جون
 ۱۸۵۴ع) کے قریب کہی، اور اُس زمانے میں منشی نبی بخش کو بھیجی تھی۔

کم نہیں نازشِ ہمنامی چشمِ خوباب
سینے کا داغ ہے، وہ نالہ کہ لب تک نہ گیا
نام کا میرے ہے، جو دکھ کہ کسی کو نملا
ہر بُنِ موسیٰ، دمِ ذکر، نہ ٹپکے خوباب
قطرے میں دجلہ دکھائی دے، اور جزو میں گل
تھی خبر گرم کہ غالب کے اُزیر کے پُرزے

تیرا بیمار، بُرا کیا ہے، گر اچھا نہوا
خاکِ کارِ رُزق ہے، وہ قطرہ کہ دریا نہوا
کام میں میرے ہے، جو فتنہ کہ برپا نہوا
حمزہ کا قصہ ہوا، عشق کا چرچا نہوا
کھیل لڑکوں کا ہوا، دیدہ بینا نہوا
دیکھنے ہم بھی گئے تھے، پہ تماشا نہوا

ب



حاشیہ ق، قا

پھر ہوا وقت کہ ہو بال کشا موجِ شراب
پوچھ مت وجہِ سیہ مستیِ اربابِ چمن
جو ہوا غرقۂ ہے، بختِ رسا رکھتا ہے
۱۰ ہے یہ برسات وہ موسم کہ عجب کیا ہے، اگر
چار موج اُٹھتی ہے، طوفانِ طرب سے ہر سو:
جس قدر روحِ زانی ہے جگر تشنہ ناز
بسکہ دوزخِ ہرگزِ تاک میں، خون ہو ہو کر

دے بطرے کو دل و دستِ شنا، موجِ شراب
سایہ تاک میں ہوتی ہے، ہوا، موجِ شراب
سر سے گزرتے پہ بھی ہے بالِ ہما، موجِ شراب
موجِ ہستی کو کرے، فیضِ ہوا، موجِ شراب
موجِ گل، موجِ شفق، موجِ صبا، موجِ شراب
دے ہے تسکین، بدمِ آبِ بقا، موجِ شراب
شہرِ رنگ سے ہے بال کشا، موجِ شراب

۲ الف، فد، مب، سینہ - ۳ الف، مد، وہ دکھ - ب، مد، وہ فتنہ - م الف، بج، خوباب (سہو کاتب) - ۵ الف،
قطرہ - ۷ م، عوان، ردیف الباء الموحدة - بج، باب الباء - یہ نزل ق کے حاشیے میں مندرج ہے، مگر مرتب ح
ے اس کا ذکر نہیں کیا - ۹ الف، قب، کہتا ہے (سہو کاتب) - ب، حاشیہ ق، تھی یہ ہی بال (سہو کاتب) - ۱۰ قا، قطعہ -
مد، ق، بجائے قطعہ - ۱۱ الف، حاشیہ ق، موج گل اٹھتی (سہو کاتب) - قا، اٹھتی - قب، م، اٹھتی ہیں - ۱۲ الف، مد،
نار (سہو کاتب) -

موجہ گل سے چراغاں ہے، گزر گاہِ خیال
تسے کے پردے میں ہے محورِ تماشا ہے دماغ
میں ایک عالم یہ ہیں طوفانی کیفیتِ فصل
شرحِ ہنگامہ ہستی ہے؛ زہے! موسمِ گل
ہوش اُڑتے ہیں مرے، جلوۂ گل دیکھ، اسد

ہے تصور میں ز بس جلوہ نما، موجِ شراب
بسکہ رکھتی ہے سرِ نشو و نما، موجِ شراب
موجہ سبزۂ نوخیز سے تا موجِ شراب
رہبرِ قطرہ بدریا ہے؛ خوشا! موجِ شراب
پھر ہوا وقت کہ ہو بال کشا، موجِ شراب

ت

۵۰

ق، حاشیہ ق، قا

خ افسوس! کہ دندان کا کیا رزق فلک نے
میں کافی ہے نشانی، ترا چھائے کا ندینا
لکھنا ہوں، اسد، سوزِ دل سے سخنِ گرم
جن لوگوں کی، تھی درخورِ تقدیرِ گہر، انگشت
خالی بھے دکھلا کے، بوقتِ سفر، انگشت
تار کھ نہ سکے، کوئی مرے حرف پر، انگشت

۵۱

ق، حاشیہ ق، قا

آمدِ خط سے ہوا ہے سرد جو بازارِ دوست
دودِ شمع کشتہ تھا شاید، خطِ رخسارِ دوست

۱ ب، ق، جلوہ نما ہو جانا (سہو کاتب) - ۲ الف، مد کے علاوہ نشہ - پردہ - ب، م، نشو و نما (سہو کاتب) - ۳ الف، ق،
عالم میں - مگر مرتب ح نے اسے ظاہر نہیں کیا - گل، ق، ب، م، ما، ح، م - ۴ ق، ب، بدارد - الف، ق، قا، گل، شرح
کیفیت - مگر مرتب ح نے اسے ظاہر نہیں کیا - ب، ح، م، تصور میں ز بس جلوہ نما روحِ شراب (سہو کاتب) - ۵ م،
ہوان، ردیف النساء المتساءلہ الفوقانیہ - حج، باب النساء - الف، حج، دیدان (سہو کاتب) - قا، گل میں یہ شعر مقطع سے پہلے ہے -
ب، ح، کے تھیسے (سہو کاتب) - الف، م، ص، حج، گب ۱۸۸۸، ح، تری - ب، ق، بوقت (سہو کاتب) - م، دیکھلا کے
(قدیم رسم خط) - ۹ الف، ق، قا، نیم رنگی جلوہ ہے بزمِ تجلی زارِ دوست -

۱ - اس غزل کے مطلع کا دوسرا مصرع ق کا اور پہلا مصرع اور باقی شعر حاشیہ ق کے ہیں -

کون لاسکتا ہے تابِ جلوۂ دیدارِ دوست؟
صورتِ نقشِ قدم، ہوں رفتہ رفتارِ دوست
کشتہ دشمن ہوں آخر، گرچہ تھا بیمارِ دوست
دیدۂ پُر خون ہمارا، ساغرِ سرشارِ دوست
بے تکلف دوست ہو، جیسے کوئی، غمخوارِ دوست
مجھ کو دیتا ہے پیامِ وعدۂ دیدارِ دوست
سر کرے ہے وہ حدیثِ زلفِ عنبرِ دوست
ہنسکے، کرتا ہے بیانِ شوخیِ گفتارِ دوست
بایساں کیجے سپاسِ لذتِ آزارِ دوست؟
ہے ردیفِ شعر میں، غالب، زبں تکرارِ دوست

اے دلِ ناعاقبت اندیش، ضبطِ شوق کر
خانہ ویراں سازیِ حیرت تماشا کیجیے
عشق میں بیدارِ رشکِ غیر نے مارا مجھے
چشمِ ماروشن! کہ اُس یسرد کا دل شاد ہے
غیر، یوں کرتا ہے میری پریش اُس کے ہجر میں
نا کہ میں جانوں کہ ہے اس کی رسائی واں تِلک
جب کہ میں کرتا ہوں اپنا شکوۂ ضعفِ دماغ
چپکے چپکے مجھ کو روئے دیکھ پاتا ہے اگر
مہربانیاں دشمن کی شکایت کیجیے
۱۰ یہ غزل اپنی، مجھے جی سے پسند آتی ہے آپ

۳ الف، فب، عشق نے (سہو کاتب)۔ ۱۵ قا، قطعہ، مد، ق۔ الف، ح، لط، پرش مجھ سے اوس کے
ہجر میں۔ ۶ الف، فب، قبا، اوس کی۔ ۱۰ الف، ح، پسند آتی۔ لط، پسند آتی، اسد۔ فب، اب۔ فب،
آتی ہے اب (حرسہ سہو کاتب)۔

۱۔ نیز ملاحظہ ہو: نظارہ کیا حریف ہو اُس برقِ حسن کا
جوشِ بہارِ جلوے کو جس کے نقاب ہے
نظارے نے بھی کام کیا واں نقاب کا
مستی سے ہر نگہ ترے رخ پر بکھر گئی
ناکامیِ نگاہ ہے برقِ نظارہ سوز
تو وہ نہیں کہ تجھ کو تماشا کرے کوئی

خ رہا گر کوئی تا قیامت سلامت
 جگر کو مرے، عشقِ خونابہ مشرب
 علی الرغمِ دشمن شہیدِ وفا ہوں
 نہیں گر سر و برگِ ادراکِ معنی
 پھر اک روز مرنا ہے، حضرت سلامت
 لکھے ہے: «خداوندِ نعمت سلامت!»
 مبارک! مبارک! سلامت! سلامت!
 تماشاے نیرنگِ صورت سلامت!

خ مندگئیں، کھولتے ہی کھولتے، آنکھیں، غالب
 یار لانے مری بالیں پہ اُسے، پرکس وقت!

ج

گلشن میں بندوبستِ برنگِ دگر ہے آج
 من آتا ہے ایک پارۂ دل ہر فقاں کے ساتھ
 قہری کا طوق، حلقۂ بیرونِ در ہے آج
 تارِ نقس، کنسِ شکارِ اثر ہے آج
 سیلابِ گریہ، دریۂ دیوار و در ہے آج
 اے عافیت، کنارہ کر، اے انتظام، چل

۱ ب، قب، پر اک - قا، مرنا ہے (سہو کاتب) - ۲ الف، م، خونابہ - م، خونابہ - ج، ح، خونابہ (ہر سہ سہو کاتب) -
 ۳ الف، ق، قا، سوداے معنی - ۴ ب، ما، بالیں پر - ۵ م، عنوان، ردیف الجیم المعجمۃ الاسازیہ - ج، باب الجیم - الف، ق،
 قا، بضبط - ۸ الف، ح، لط، اے انتظار (سہو کاتب) - ب، ق، قا، دشمن دیوار - قب، دیدار در (سہو کاتب) - قب میں
 یہ شعر اگلی بیت کے بعد ہے -

۱ - نیز ملاحظہ ہو: مندگئیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں، ہے ہے!
 خوب وقت آئے تم اس عاشقِ بیمار کے پاس

لو، ہم مریضِ عشق کے بیمار دار ہیں اچھا اگر نہو، تو مسیحا کا کیا علاج خ

ح

نفس نہ انجمنِ آرزو سے باہر کھینچ
کمالِ گرمیِ سمی تلاشِ دیدِ بوجھ
بجھ سے بہانہِ راحت ہے انتظار، اے دل
• تری طرف ہے بحسرت، نظارہِ نرگس
بہ نیم غمزہ، ادا کر حقِ ودیعتِ ناز
مرے قدح میں ہے صبا سے آتشِ پنہاں

اگر شراب نہیں، انتظارِ ساغر کھینچ
برنگِ خار، مرے آئنے سے جوہر کھینچ
کیا ہے کس نے اشارہ کہ نازِ بستر کھینچ؟
بکوریِ دل و چشمِ رقیب، ساغر کھینچ
نیامِ پردہِ زخمِ جگر سے خنجر کھینچ
بروے سفرہ، کبابِ دلِ سمندر کھینچ

۱ الف، مد، او حم (سہو کاتب) - ۲ م، عنوان، جیم الفارسی - ج، باب جیم فارسی - الف، م، نہ، ندارد - صحت
نامہ م، بانجمن (ہر دو سہو کاتب) - ۳ الف، ق، تلاش جلوہ - ب، ق، قد، م، آئینہ - ج، آئینہ - م، ب، ق،
م، ما، فج، قد، م، ج، مد، اشارہ - قبا، م، تار بستر (سہو کاتب) - ۵ ح میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے - غالباً ق
کی ترتیب اشعار ان ہی ہیں تھی -

۱ - یہ غزل قا میں موجود تھی، مگر متعلقہ ورق کم ہو جانے کے باعث سوائے لفظ "نفس" کے جو رکاب ہے، اور کچھ باقی نہیں رہا۔

344

بلا سے، ہیں جو بہ پیشِ نظرِ در و دیوار
وُفُورِ اشک نے کاشانے کا کیا یہ رنگ
نہیں ہے سایہ، کہ سُن کر نویدِ مقدمِ بار
ہوئی ہے کس قدر ارزانیِ مے جلوہ ۱
جو ہے تجھے سرِ سودا سے انتظار، تو آ
ہجومِ گریہ کا سامان کب کیا میں نے
وہ آ رہا مرے ہمسایہ میں، تو سائے سے
نگاہِ شوق کو ہیں بال و پر، در و دیوار
کہ ہو گئے مرے دیوار و در، در و دیوار
گئے ہیں چند قدمِ بیشتر، در و دیوار
کہ مست ہے ترے کوچے میں، ہر در و دیوار
کہ ہیں دکانِ متاعِ نظر، در و دیوار
کہ گر پڑے نہ مرے پانو پر، در و دیوار
ہوے فدا در و دیوار پر، در و دیوار

- ۱، م، عنوان، ردیف الزام المہملہ، ج، باب الزام - الف، قب، م، ح، لط، جو یہ - مد، یہ جو - ۲ الف، ق، قا، جنون
اشک - قب، م، قد، م، ب، مع، کاشانہ - ۳ الف، ق، قا، کیا ہے تو نے مرے جلوہ کس قدر ارزانی - ب، قب، قد، م، ب،
کروچہ - ۴ الف، قب، م، تجھے (سہر کاتب) - ۵ الف، مد، ہم سائے - ب، گب، فدا ہوئے -

(بقیہ) اس میں ایک نہایت لطیف معنی پیدا ہوتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں کہ پہلا مصرع ہی
ساقی کی صلا کے الفاظ ہیں۔ اور اس مصرع کو وہ مکرر پڑھ رہا ہے۔ ایک دفعہ بلانے
کے لہجے میں پڑھتا ہے: "کون ہوتا ہے حریفِ مے" مردافکنِ عشق؟، یعنی کوئی ہے جو
مے" مردافکنِ عشق کا حریف ہو؟ پھر جب اس آواز پر کوئی نہیں آتا، تو اسی مصرع کو
مایوسی کے لہجے میں مکرر پڑھتا ہے: "کون ہوتا ہے حریفِ مے" مردافکنِ عشق؟،
یعنی کوئی نہیں ہوتا۔ اس میں لہجے اور طرزِ ادا کو بہت دخل ہے۔ کسی کو
بلانے کا لہجہ اور ہے، اور مایوسی سے چپکے چپکے کہنے کا اور انداز ہے۔
جب اس طرح مصرعِ مذکور کی تکرار کرو گے، فوراً یہ معنی ذہن نشین ہو جائیں گے۔

ہمیشہ روتے ہیں ہم، دیکھ کر در و دیوار
کہ ناچتے ہیں پڑے سر بسر، در و دیوار
حریفِ رازِ محبت، مگر در و دیوار

خ نظر میں کھٹکے ہے، بن تیرے، گھر کی آبادی
نہ چھہ بیخودی عیشِ مقدمِ سیلاب
نہ کہہ کسی سے کہ، غالب، نہیں زمانے میں

۵۹
ق. قا

میں ہوں وہ قطرۂ شبنم کہ ہو خارِ بیاباں پر
سفیدی دیدہ یعقوب کی پھرتی ہے زنداں پر
کہ بخون لام الف، لکھتا تھا دیوارِ دبستان پر
بہم گر صلح کرتے پارہ ہاے دل نمکداں پر
کہ پشتِ چشم سے جس کے نہو وے مہر، عنوان پر
کہ فرقت میں تری، آتش برستی تھی گلستان پر
قیامت اک، ہواے تُند، ہے خاکِ شہیداں پر
ہمارا بھی تو، آخر، زور چلنا ہے گریباں پر

لرزا ہے مرا دل، زحمتِ مہرِ درخشاں پر
کچھ نچھوڑی حضرتِ یوسف نے یاں بھی خانہ آرائی
فنا تعلیمِ درسِ بیخودی ہوں اُس زمانے سے
خ فراغت کس قدر رہتی مجھے، تشویشِ مرہم سے !
نہیں اقلیمِ الفت میں کوئی طومارِ ناز ایسا
کچھ مجھے اب، دیکھ کر ابرِ شفق آلودہ، یاد آیا
بجز پروازِ شوقِ ناز کیا باقی رہا ہوگا !
کچھ نہ لڑناصح سے، غالب، کیا ہوا، اگر اُس نے شدت کی؟

۱. ق، قا میں یہ بیت اگلے شعر سے بعد ہے۔ لظ میں سہواً لکھ دیا ہے کہ وقت انتخاب اس شعر کو حذف کر دیا گیا۔
۲. الف، ق، قا، قب، قبا، م، ما، قح، مب، کو۔ قد میں بھی یو نہیں لکھا گیا تھا۔ غالب نے چھل کر اصلاح کر دی ہے۔ قب،
قد، مب، حج، زمانہ۔ ۵. الف، ق، قا، گل، نہیں بند زلیخا نے تکلف ماہ کنعان پر حج، قب، نے لے یہاں خود آرائی (سہو کاتب)۔
ب، گل، بھری ہے۔ ۶. الف، قب، قد، مب، زمانہ۔ ب، قب، دیوان (سہو کاتب)۔ ۷. ب، قب، م، حج، پارہاے۔ ۸. الف،
م، آب۔ حج، اب (مرد دو سہو کاتب)۔ ب، گل، قب، برستی ہے۔ م، برتی، ما، برستی (مرد دو سہو کاتب)۔ ۱۰. الف،
قب، پروازِ ناز شوقِ باقی۔ م، نار (سہو کاتب)۔ ۱۱. الف، ق، قا، گل، اسد، اے ہے تحمل، عربہ بیجا ہے ناصح سے
(مگر گل میں سہواً لے ہے)۔ ب، ق، قا، گل، کہ آخر یکسوں کا۔

۱۔ میرزا صاحب نے اس خیال کو فارسی میں یوں نظم کیا ہے (کلیاتِ فارسی: ۳۶۷):
کفِ خاکیم، از ما برنخیزد جز غبارِ آنجا
فزون از صرصری نبود، قیامت، خاکساران را

صفائے حیرتِ آئینہ، ہے سامانِ رنگِ آخر
تغیرِ آبِ برجا ماندہ کا، پاتا ہے رنگِ آخر
نہ کی سامانِ عیش و جاہ نے تدبیر و حشمت کی
ہوا جامِ زُمرّد بھی، بجھے، داغِ رنگِ آخر

ستمکشِ مصلحت سے ہوں، کہ خوبانِ تجھ پہ عاشق ہیں
تکلیفِ ہر طرف، مل جائے گا تجھ سے ساقِ قریبِ آخر

جنوں کی دستگیری کس سے ہو، گر ہو نہ عربانی؟
ہر رنگِ کاغذِ آتشزدہ، نیرنگِ بیتابی
فلک سے ہم کو عیشِ رفتہ کا کیا کیا تقاضا ہے!
ہم اور وہ بے سبب رنج، آشنا دشمن کہ رکھنا ہے
فنا کو سوئپ، گر مشتاق ہے اپنی حقیقت کا
اسدِ بسمل ہے کس انداز کا؟ قاتل سے کہتا تھا
گر بیاں چاک کا حق ہو گیا ہے میری گردن پر
ہزار آئینہ دل باندھے ہے بالِ یکِ تپیدن پر
مناعِ بُردہ کو سمجھے ہوئے ہیں قرضِ رھزن پر
شعاعِ مہر سے، تہمت نگہ کی، چشمِ روزن پر
فُروغِ طالعِ خاشاک، ہے موقوفِ گلخن پر
کہ "مشقِ ناز کر، خونِ دو عالم میری گردن پر"

۱ الف، قب، رنگ (سہو کاتب) - ۲ الف، قب، سم گش (سہو کاتب) - قباء، م، نجمہ بر - گب ۱۸۸، مائل ہیں - ب، گب،
نجمے (سہو کاتب) - ۳، ۴، ۵، ۸، کو ح میں یہ نہیں بتایا کہ یہ حاشیہ ق کے شعر ہیں - ۵ ب، ح، لط، باندھا ہے - قب ۵،
ندارد (ہر دو سہو کاتب) - قباء، م، شیدن (سہو کاتب) - ۶ ب، گل، فلک کو ہم سے (سہو کاتب) - ق بخط غالب، تقضا (سہو
کاتب) - ۷ الف، ق، قا، ح، لط، دشمن کو - ۸ الف، ما، قد، م، ب، ح، سوئپ کر (سہو کاتب) -
۹ الف، ق، قا، قباء، قد، م، ب، ح، لط، کہتا ہے - حاشیہ لط میں لکھا ہے کہ حاشیے پر ۵، ۶ کی جگہ دہا لکھا ہے - لیکن
واقعہ یہ ہے کہ ق کے متن میں دہا اور حاشیے میں ۵، ۶ تحریر ہے - ب، ق پہلے، خون تھا - بقول لط، غل
اصلاح حاشیہ ہے - م، گردن (سہو کاتب) -

۱ - نیز ملاحظہ ہو: لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی

چمن، رنگار ہے آئینہ بادِ بہاری کا

خ کیوں جل گیا نہ، تابِ رخِ یار دیکھ کر؟
 آتش پرست کہتے ہیں اہلِ جہاں مجھے
 خ کیا آبروئے عشق، جہاں عام ہو جفا؟
 آتا ہے میرے قتل کو، پر جوشِ رشک سے
 ثابت ہوا ہے گردنِ مینا پہ خونِ خلق
 وا حسرتا! کہ یار نے کھینچا ستم سے ہاتھ
 خ یک جاتے ہیں ہم آپ متاعِ سخن کے ساتھ
 "زَنَار باندہ، سُبْحَةُ صد دانہ توڑ ڈال
 ان آبلوں سے پانو کے گھبرا گیا تھا میں
 کیا بدگماں ہے مجھ سے! کہ آئینے میں مرے

جلتا ہوں، اپنی طاقتِ دیدار دیکھ کر'
 سرگرمِ نالہ ہاے شرر بار دیکھ کر
 رکتا ہوں، تم کو بے سبب آزار دیکھ کر
 مرتا ہوں، اُس کے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر
 لڑے ہے موجِ مے، تری رفتار دیکھ کر
 ہم کو حریصِ لذتِ آزار دیکھ کر'
 لیکن عیارِ طبعِ خریدار دیکھ کر
 زہرو چلے ہے، راہ کو ہموار دیکھ کر
 جی خوش ہوا ہے، راہ کو پُر خار دیکھ کر
 طوطی کا عکس سمجھے ہے، زنگار دیکھ کر'^{۱۰}

۲ ب، یح، نالہاے۔ ۳ الف، قب، پھر (سہو کاتب)۔ ۴ الف، م، ہم اب (سہو کاتب)۔ ۱۰ الف، مد کے علاوہ آئینہ۔

۱۔ نیز ملاحظہ ہو دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آجائے ہے
 میں اُسے دیکھوں، بھلا کب مجھ سے دیکھا جائے ہے
 دیوانِ شیفہ (ورق ۱۸ ب) میں، جو ۱۲۴۷ ھ (۲۲-۱۸۳۱ ع) کا نوشتہ ہے،
 اس طرح کی غزل موجود ہے۔ اس سے میں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ غزل
 ۱۸۳۱ ع سے قبل لکھی گئی تھی۔

۲۔ نیز ملاحظہ ہو: اب جفا سے بھی ہیں محروم ہم، اللہ! اللہ!

اس قدر دشمنِ اربابِ وفا ہو جانا!

۳۔ نیز ملاحظہ ہو: بدگماں ہوتا ہے وہ کافر، نہوتا کاشکے!

اس قدر ذوقِ نوا ہے مرغِ بُستانی مجھے

گرفی تھی ہم پہ برقِ بجلی، نہ طور پر
دیتے ہیں بادہ، ظرفِ قدحِ خوار دیکھ کر خ
سر پھوڑنا وہ، غالبِ شوریدہ حال کا
یاد آگیا مجھے، تری دیوار دیکھ کر ۱

۶۴
آخر ما

گھر جب بنالیا ترے در پر، کہے بغیر
کہتے ہیں، جب رہی نہ مجھے طاقتِ سخن
۲ کام اُس سے آڑا ہے کہ جس کا جہان میں
جی میں ہی کچھ نہیں ہے ہمارے، وگرنہ ہم
چھوڑوں گا میں نہ اُس بتِ کافر کا پوجنا
مقصد ہے ناز و غمزہ، ولے گفتگو میں کام
ہر چند ہو مشاہدہٴ حق کی گفتگو
۳ بہرا ہوں میں، تو چاہیے دونا ہو التفات
غالب، نکر حضور میں تو بار بار عرض
جائے گا اب بھی تو نہ مرا گھر کہے بغیر؟
جانوں کسی کے دل کی میں کیونکر، کہے بغیر؟
۴ لیوے نہ کوئی نام، ستمگر کہے بغیر
سر جائے یا رہے، ترہیں پر کہے بغیر
چھوڑے نہ خلقِ گو، مجھے کافر کہے بغیر
چلنا نہیں ہے، کدشہ و خنجر کہے بغیر
۵ بتی نہیں ہے، بادہ و ساغر کہے بغیر
سُتسا نہیں ہوں بات، مکدر کہے بغیر
ظاہر ہے تیرا حال سب اُن پر، کہے بغیر

۶۵
فج

ہے بسکہ ہر اُن کے اشارے میں، زباں اور
یارب، وہ نہ سمجھے ہیں، نہ سمجھیں کے مری بات
کرتے ہیں نجات، تو گزرتا ہے کہاں اور ۱
دے اور دل اُن کو، جوندے مجھ کو زباں اور

۱ الف، مد، گرتی (سہو کاتب) - ۲ ب، آخر ما، م، کو - ۳ الف، قد میں م، کو قصداً بکسرۃ د، لکھا ہے - ۴ ب، مد،
رہی (سہو کاتب) - ۵ الف، آخر ما، ہر چند ہے (سہو کاتب) - ۶ ب، آخر ما، حال تو - ۷ ب، مد، کہاں (سہو کاتب) -

۱ - نیز ملاحظہ ہو: مرگیا پھوڑ کے سر غالب وحشی، ہے ہے!

بیٹھنا اُس کا وہ آکر تری دیوار کے پاس

۲ - میرزا صاحب نے اس غزل کے سات شعر (۱۱، ۹، ۵، ۳) کو چھوڑ کر (دو فارسی (باقی)

ابرو سے ہے کیا، اس نگہِ ناز کو، پیوند؟
 تم شہر میں ہو، تو ہمیں کیا غم؟ جب اُنہیں کے
 ہمسر چند سبکدست ہوئے بُت شکنی میں
 ہے خونِ جگر جوش میں، دل کھول کے روتا
 'مرتا ہوں اس آواز پہ، ہر چند سر اڑ جائے'
 لوگوں کو ہے خُرشیدِ جہاں تاب کا دھوکا
 لیتا، نہ اگر دل تمہیں دیتا، کوئی دم چین

ہے تیرے مقرر، مگر اس کی ہے کہاں اور
 لے آئیں گے بازار سے، جا کر، دل و جاں اور
 ہم ہیں، تو ابھی راہ میں ہے سنگِ گراں اور
 ہوتے جو کئی دیدہ خونابہ فشاں اور
 جلّاد کو، لیکن، وہ کہے جائیں کہ ہاں، اور
 ہر روز دکھاتا ہوں میں اک داغِ نہاں اور
 کرتا، جو نمرتا، کوئی دن آہ و فغاں اور

الف: مر گیا اوس (سہو کاتب) - ب: خطوط، اوس کی - ۴۱۰ ب: مد، اردو سے ملی، خونابہ (سہو کاتب) - گاہ الف، قد
 میں کاتب نے آواز، لکھ دیا تھا، غالب نے اسے اپنے قلم سے آواز، بنایا ہے -

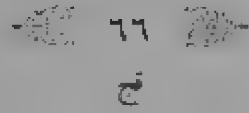
(۱۶) غزلوں اور ایک اردو غزل (اُس بزم میں مجھے نہیں بتی حیا کیے، ۶ شعر) کے
 ساتھ نواب سلائی کو اپنے حافظے کی تحویل سے نکال کر جون ۱۸۶۱ء میں بھیجے تھے
 (اردو سے معنی: ۴۰۱، خطوط: ۱: ۳۲۸)۔

۱- نیز ملاحظہ ہو - نہ کہ کہ گریہ بمقدارِ حسرتِ دل ہے
 مری نگاہ میں ہے جمع و خرج دریا کا

۲- میرزا صاحب نے قاضی عبدالجلیل جنون بریلوی کو ایک خط میں لکھا ہے کہ
 'یہ بہت لطیف تقریر ہے۔' 'لینا، کو ربط ہے 'چین، سے'، کرتا، مربوط ہے
 'آہ و فغاں، سے' - عربی میں تعقیدِ لفظی و معنوی دونوں معیوب ہیں - فارسی میں
 تعقیدِ معنوی عیب اور تعقیدِ لفظی جائز ہے، بلکہ فصیح اور ملیح - ریختہ تقلید ہے
 فارسی کی - حاصلِ معنی مصرعین یہ کہ اگر دل تمہیں نڈیتا، تو کوئی دم چین لیتا -
 اگر نہ مرتا، تو کوئی دن اور آہ و فغاں کرتا - (خطوط: ۱: ۱۲۶) -

یہ پوری غزل (اس ایک شعر کو چھوڑ کر) میرزا صاحب نے مرزا حاتم علی مہر کو بھی ارسال
 کی تھی (اردو سے معنی: ۲۶۶، عود: ۱۱۲، خطوط: ۱: ۳۱۱) - مگر ان کتابوں میں
 ترتیبِ اشعارد یوان سے مختلف ہے -

پاتے نہیں جب راہ، تو چڑھ جاتے ہیں نالے
ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
رکتی ہے مری طبع، تو ہوتی ہے رواں اور خ
کہتے ہیں کہ "غالب کا ہے اندازِ بیاں اور،



نہج

لازم تھا کہ دیکھو مرا رستا کوئی دن اور
مٹ جائے گا سر، گر ترا پتھر نہ گھسے گا
آئے ہو کل، اور آج ہی کہتے ہو کہ "جاؤں؟"
جائے ہو مے کہتے ہو: "قیامت کو ملیں گے"
ہاں، اے فلکِ پیر، جوان تھا ابھی عارف
تم ماہِ شبِ چاردم تھے، مرے گھر کے
تم کون سے تھے ایسے کھرے داد و ستد کے؟
مجھ سے تمہیں نفرت سہی، تسیر سے لڑائی
گزری نہ، بھر حال، یہ مدتِ خوش و ناخوش
ناداں ہو، جو کہتے ہو کہ "کیوں جیتے ہیں غالب؟"
تنہا گئے کیوں؟ اب رہو تنہا کوئی دن اور
ہوں در پہ ترے ناصیہ فرسا کوئی دن اور خ
مانا کہ ہمیشہ نہیں، اچھا کوئی دن اور
کیا خوب اقیامت کا ہے گویا کوئی دن اور ح
کیا تیرا بگڑتا، جو نمرتا کوئی دن اور؟
پھر کیوں نہ رہا گھر کا وہ نقشا کوئی دن اور؟
کرتا ملک الموت تقاضا کوئی دن اور
بچوں کا بھی دیکھا نہ تماشا کوئی دن اور؟
کرنا تھا، جوان مرگ، گزارا کوئی دن اور
قسمت میں ہے مرنے کی تمنا کوئی دن اور خ

۱ الف، ورد، پاتے ہیں - جڑھ (سہو کاتب) - ب، عود، رکھی (سہو کاتب) - د، ب، یادگار، مانا کہ نہیں آج سے
اچھا کوئی دن اور - ب، بچ، بگڑتا (سہو کاتب) - ۱۱ ب، بچ، کرنا تھا (سہو کاتب) - ۱۲ الف، عود، کہ
کہتے ہو - یادگار، جیتے ہو -

۱ - یہ غزل میرزا زین العابدین خان عارف کا مرثیہ ہے۔ انہوں نے جمادی الثانیہ ۱۲۶۴ھ
(اپریل ۱۸۵۲ء) میں سیل کے مرض سے انتقال کیا تھا (تاریخ لطیف: ۹۶ الف،
ذکر غالب ۱۰۸، طبع دوم)۔ اس لیے اس غزل کو تاریخِ مذکور کے متصل بعد کا
ہونا چاہیے۔

ز

۶۷

ق، حاشیہ ق، قا

مَن فارغ مجھے نجان، کہ مانندِ صبح و مہر ۵ ہے، داغِ عشق، زینتِ جیبِ کفنِ ہنوز
مَن ہے نازِ مفلکِ زر از دستِ رفتہ پر ۵ ہوں گل فروشِ شوخیِ داغِ کفنِ ہنوز
میخانہٴ جگر میں یہاں خاک بھی نہیں ۵ خیازہ کھینچے ہے بتِ بے داد فنِ ہنوز

۶۸

ق، حاشیہ ق، قا

حریفِ مطلبِ مشکل نہیں، فسوںِ نیاز ۵ دعا قبول ہو، یارب، کہ "عمرِ خضر دراز" ہے
نہو بہ کُرزہ، بیابانِ نوردِ و ہم وجود ۵ ہنوز تیرے تصور میں ہے نشیب و فراز
وصالِ جلوہ تماشا ہے، پر دماغِ کہاں؟ ۵ کہ دیجے آتشِ انتظار کو پرداز
ہمراہِ ذرۂ عاشق ہے آفتابِ پرست ۵ گئی نہ، خاک ہوے پر، ہواے جلوۂ ناز
نیوچہ وسعتِ میخانۂ جنوں، غالب ۵ جہاں یہ کاسۂ گردوں ہے ایک خاکِ انداز

۶۹

ق، قا، قب

کچ نہ گُلِ نغمہ ہوں، نہ پردۂ ساز ۵ میں ہوں اپنی شکست کی آواز

۱۔ م، عنوان، ردیف الزام المعجمہ - نیز یہ اشعار ایک دو غزلے سے جنسے گئے ہیں جن میں کا دوسرا پہلی غزل کا اور باقی دوسری کے ہیں - الف، ق، قا، گل، کہ جون صبح و آفتاب - قب، صبح مہر - ب، قبد، ما، قج، ح، لط، جیب و کفن (سہو کاتب) - مب میں بھی واو چھپا تھا، مگر غالب نے صحتِ نامے میں اس کی تصحیح کردی ہے - ۶ الف، ما، وصال جلوہ تماشا (بکسرۃ لام) - لط، پھر دماغ (سہو کاتب) - ۷ الف، ق، ذرہ (سہو کاتب) - ۹ ب، گل، ہوں میں -

۱ - میرزا صاحب نے اس بات کو فارسی میں یوں لکھا ہے (کلیاتِ فارسی: ۳۶۰):
دیگر ز سازِ بیخودیِ ما صدا بجو آوازے از گُستنِ تارِ خودیم ما

میں اور اندیشہ ہمارے دور دراز گنج
ہم ہیں اور راز ہمارے سینہ گداز گنج
ورنہ باقی ہے طاقت پرواز
ناز کھینچوں، بچا ہے حسرتِ ناز
جس سے مڑگاں ہوئی نہو گلاباز
اے ترا ظلم، سر بسر انداز
ریزشِ بجدۂ جبینِ نیاز
میں غریب اور تو غریب نواز
اے دریا! وہ رہنِ شاہد باز

تو اور آرایشِ خیم کا کُل
لافِ تمکین، فریبِ سادہ دلی
ہوں گرفتارِ الفتِ صیاد
وہ بھی دن ہوا کہ اُس ستگر سے
نہیں دل میں مرے وہ قطرۂ خوں
اے ترا غمزہ، بِکِ قلم انگیز
تو ہوا جلوہ گر، مبارک ہو
مجھ کو پوچھا، تو کچھ غضب نہوا
اسد اللہ خاں تمام ہوا



ق، قا

گزرے ہے آبلہ پا، ابرِ گہر بار ہوز
نقشِ پا میں ہے تب گرمی رفتار ہوز

۱۰ وسعتِ سعیِ کرم دیکھ، کہ سر تا سرِ خاک
بِکِ قلم کاغذ آتشزدہ ہے، صفحہٴ دشت



ج

کیونکر اُس بت سے رکھوں جان عزیز؟ کیا نہیں ہے مجھے ایمان عزیز؟

- ۱ الف، قا، خیم گیسو - ب، لط، میں و (سہو کاتب) - ج، مد، ح، لط، اندیشہ ہمارے - گل، قب، ح، لط، دور و دراز -
۲ ب، قب، م، آواز ہمارے (سہو کاتب) - م، ۵ کو ح میں سہو غیر مطبوعہ ظاہر کیا ہے - ۹ الف، ق پہلے
ترا جلوہ - لط میں سہو متن کے اندر جلوہ اور حاشیے میں غمزہ لکھ دیا ہے - قد، انگیز (سہو کاتب) - ۷ الف، ماہ
نو ہوا (سہو کاتب) - م، مبارک (سہو کاتب) - ب، ق، قا، ریشِ بجدۂ ہمارے اہل - ح میں ق کی اس قرأت کا ذکر نہیں
کیا گیا - ۸ الف، ق پہلے، پا علی، بِکِ نگاہ سوئے اسد، اس کے بعد پھر اسے بنایا، نگہ التفات سوئے اسد، اور قا میں
یہی الفاظ باقی رکھے - بعد ازاں موجودہ مقطع لکھا، تو سابق مقطع کا پہلا مصرع تبدیل کر دیا - ۹ الف، قب، اب تو غالب ہی
لے تمام ہوا - ۱۱ الف، مد، اِکِ قلم - ب، قب، م، ما، م، ج، مد، ح، لط، تب -

خ دل سے نکلا، پہ نہ نکلا دل سے ہے ترے تیر کا پیکان عزیز
تاب لانے ہی بنے گی، غالب واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

س

۷۲

حاشیہ ق، فا

مژدہ، اے ذوقِ اسیری! کہ نظر آتا ہے دامِ خالی، قفسِ مرغِ گرفتار کے پاس
جگرِ تشنہ آزار، تسلی نہوا جوئے خوں ہم نے بہانی بُنِ ہر خار کے پاس
۲، ۱۲، عنوان، ردیف السین المہملہ - حج، باب سین مہملہ - م تلف، ما، آزار تسلی (بکرۃ اضافت، سہو کاتب) - ب، م،
م نہیں (قدیم رسم خط) -

۱- میرزا صاحب نے تقریباً ۱۸۵۸ء میں علانی کو لکھا ہے: "بہائیوں سے پھر نہیں
ملا۔ بازار میں نکلتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔ جواہرِ خبردار، میرا سلام آخوین کو
اور اُن کا سلام مجھ کو پہنچا دیتا ہے۔ اسی کو غنیمت جانتا ہوں۔ تاب لانے ہی
بنے گی الخ (اردو سے معنی: ۲۹۳، و خطوط ۱: ۳۶۸) :

نیز ایک خط مورخہ ۸ جنوری ۱۸۶۶ء میں تفتہ کو لکھا ہے: "کیوں ترکِ لباس
کرتے ہو؟ پہننے کو تمہارے پاس ہے کیا جس کو اُتار پھینکو گے؟ ترکِ لباس سے
قیدِ ہستی مٹ نہ جائے گی۔ بغیر کھانے پیے گزارا نہوگا۔ سخی و سُستی، رنج و
آرام کو ہموار کردو۔ جس طرح ہو، اسی صورت سے بہر صورت گزرنے دو۔
تاب لانے ہی بنے گی، غالب واقعہ سخت ہے اور جان عزیز،
(اردو سے معنی ۱۰۸، و خطوط ۱: ۱۱۳) :

۲- نواب آلہی بخش خاں معروف دہلوی متوفی ۱۲۴۲ھ (۱۸۲۶ء) کے دیوان میں،
جو میری دانست میں ۱۸۲۰ء کے لگ بھگ مرتب ہوا تھا، اس زمین کی غزل ملتی ہے
(دیوانِ مطبوعہ: ۵۸)۔ نیز گلِ رعنا میں بھی اس کے ۵ شعر منتخب ہوئے ہیں۔

مُندگئیں، کھولتے ہی کھولتے، آنکھیں، ہے ہے !
میں بھی رُک رُک کے نرتا، جو زبان کے بدلے
دھن شیر میں جا بیٹھتے، لیکن، اے دل
دیکھ کر تجھ کو، چمن بسکہ تنمو کرتا ہے
مرگیا، پھوڑ کے سر، غالبِ وحشی، ہے ہے !

خوب وقت آئے تم اس عاشقِ بیمار کے پاس !
دشنہ اک تیز سا ہوتا مرے غمخوار کے پاس !
نہ کھڑے ہو جیسے خوبانِ دل آزار کے پاس !
خود بخود پہنچے ہے گل، گوشہ دستار کے پاس !
بیٹھنا اُس کا وہ، آ کر، تری دیوار کے پاس !

ش



ق، قا

نہ لیوے گر، خسِ جوہر، طراوت سبزِ خط سے
فُروغِ حسن سے ہوتی ہے حلّ مشکلِ عاشق

لگاوے خانہ آئینہ میں، روئے نگار، آتشِ ک
نہ نکلے شمع کے پاسے، نکالے گر نہ خار آتش

۱ الف، گل، مندھ - قا، گل، آنکھیں ایک بار - ۲ الف، قب، ہی - مرنا تو (سہو کاتب) - ب، قب، دستہ - تیر سا، تیرے
غمخوار (ہر دو سہو کاتب) - م، تیر سا (سہو کاتب) - ۳، قا میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے - ۴ الف، مد،
بجگو (سہو کاتب) - ب، ق، تمو (بقشدید وار) - ۵ الف، قب، مار کے سر - ب، مد، اگر (سہو کاتب) - ۶ م،
عنوان، ردیف الثین المعجمہ - حج، باب شین معجمہ - الف، مد وندہ ندارد (سہو کاتب) - ب، م، مد، لگادے - ۷، اس شعر کو ح
میں سہو آغیر مطبوعہ ظاہر کیا ہے - الف، قب، حل ہر مشکل - ب، ق، نکالے ہے ز پاسے شمع برجا ماندہ خار آتش
موجودہ مصرع حاشیہ ق کا ہے -

۱ - نیز ملاحظہ ہو: مُندگئیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں، غالب

بار لاتے مری بالیں پہ اُسے، پر کس وقت؟

۲ - میرزا صاحب نے اس مضمون کو فارسی میں یوں لکھا ہے (کلیاتِ فارسی: ۳۵۶):

گر بیانی مست ناگہ از درِ گلزارِ ما گل، زِ بالیدن، رسد تا گوشہ دستارِ ما

۳ - نیز ملاحظہ ہو: سر پھوڑنا وہ غالبِ شوریدہ حال کا

یاد آگیا بھٹے، تری دیوار دیکھ کر

ع

۷۴

ق. قا

جادو رہ مَخور کو وقتِ شام ہے، تارِ شمع چرخ وا کرتا ہے، ماونو سے، آغوشِ وداع

۷۵

ق. قا

مَن رخِ نگار سے ہے سوزِ جاودانیِ شمع
مَن زبانِ اہلِ زبان میں ہے مرگ، خاموشی
کرے ہے، صرف بائمانے شعلہ، قصہ تمام
مَن غم اس کو حسرتِ پروانہ کا ہے، اے شعلے
ترے خیال سے روحِ اہتزاز کھرتی ہے
نشاطِ داغِ غمِ عشق کی بہارِ نوجھ
جلے ہے، دیکھ کے بالینِ بار پر مجھ کو
ہوئی ہے، آتشِ گل، آبِ زندگیِ شمع
یہ بات بزم میں روشن ہوئی زبانِ شمع
بطرزِ اہلِ فنا ہے، فسانہ خوانیِ شمع
ترے لڑنے سے ظاہر ہے ناتوانیِ شمع
بجلوہ ریزیِ باد، وہ بہ پرفشانیِ شمع
شگفتگی، ہے شہیدِ گلِ خزانہِ شمع
نہ کیوں ہو دل پہ مرے داغِ بدگمانیِ شمع

ف

۷۶

ق. حاشیہ ق

مَن بہرِ رقیب سے نہیں کرتے وداعِ ہوش مجبور یاں تِلک ہوئے، اے اختیار، حیف!

۱. م، عنوان، ردیف العین المہملہ - ج، باب عین مہملہ - الف، قبا، سوز کو (سہو کاتب) - ۲. قد میں مطلع کے دونوں مصرعوں کی درمیانی خالی جگہ میں شجرف سے دم لکھا ہے جس کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ غزل ہذا مسلسل ہے - ۳. الف، ج، مرگ خاموشی (بکسرۃ اضافت - سہو کاتب) - ۴. الف، قب، اوس کی (سہو کاتب) - ۵. ما، مد، پروانے - ج، پرواز کا (مر دو سہو کاتب) - ۶. الف، قب، ما، دب لظہ، اہتزاز - قد، اہتزاز (مر دو سہو کاتب) - ۷. ب، م، خرابی شمع (سہو کاتب) - ۸. الف، قب، دیکھ کے (سہو کاتب) - ب، ق، قا، م، اسد ہے دل پہ - ۹. م، عنوان، ردیف الفاء - ج، باب الفاء -

جلتا ہے دل کہ کیوں نہ ہم اکبار جل گئے اے ناتمامیِ نفَسِ شعلہ بار، حیف اے

ک



ق، حاشیہ ق، قا

زخم پر چھڑکیں کہاں، طفلانِ بے پروا، نمک
گردِ رامِ یار، ہے سامانِ نازِ زخمِ دل
مجھ کو ارزانی رہے! تجھ کو مبارک ہو جیو!
° شورِ جولان تھا کنارِ بحر پر کس کا؟ کہ آج
داد دیتا ہے مرے زخمِ جگر کی، واہ واہ!
چھوڑ کر جانا تیرے مجروحِ عاشق حیف ہے!

کیا مزہ ہوتا، اگر پتھر میں بھی ہوتا نمک! غ
ورنہ ہوتا ہے جہاں میں کس قدر پیدا نمک!
نالہ بلبِل کا درد، اور خندہ گل کا نمک
گردِ ساحل، ہے بزخمِ موجِ دریا نمک
یاد کرتا ہے مجھے، دیکھے ہو وہ جس کا نمک
دل طلب کرتا ہے زخم، اور مانگے ہیں اعضا نمک

۱، قب، دکھ ندارد (سہرکاتب) - ۲، م، عنوان، ردیف الکاف تازیہ - ج، باب کاف تازی - الف، ق، قا، باندھ میں
کب - ۳، ح میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے - ب، ق، سینہ بلبِل کا زخم - مگر ح میں اسے ظاہر نہیں کیا - لظ میں
دکا درد ہے - ۴، قا میں یہ بیت پانچویں نمبر پر ہے - نیز اس کے کاتب نے غلطی سے دوسرے مصرع میں لکھ دیا تھا،
گردِ ساحل ہے مجھے دیکھے ہے وہ جس کا نمک - غالب نے اپنے قلم سے غلط الفاظ کاٹ کر اون کے اوپر وہ زخم موجِ دریا
لکھ دیا ہے - ب، م، ۵، قب (سہرکاتب) - ۶، قا میں یہ غزل کا ساتواں شعر ہے اور غالب نے اپنے قلم سے لکھا ہے -
۷، الف، قا، جانا (سہرکاتب) - قب، مانگے ہے - قد میں بھی یونہی تھا - غالب نے ۸، ۹ کو چھل کر اپنے قلم سے ۱۰، ۱۱
بایا ہے -

۱ - نیز ملاحظہ ہو: اُس شمع کی طرح سے جس کو کوئی بُجھا دے

میں بھی جلے ہووں میں ہوں داغِ ناتمامی

جی جلے ذوقِ فنا کی ناتمامی پر نہ کیوں؟

ہم نہیں جلتے، نفَسِ ہرچند آتشبار ہے

غیر کی مِنت نہ کھینچوں گا۔ تپے تو فیر درد ۵ زخم، مثلِ خندہ قاتل، ہے سرتا پا تک
گن باد ہیں، غالب۔ تجھے وہ دن کہ وجدِ ذوق میں زخم سے گرتا، تو میں پلکوں سے چلتا تھا تک

۷۸

ق. قا

آہ کو چاہیے اک عمر۔ اثر ہوتے تک ۵ کون جیتا ہے، تری زلف کے سر ہوتے تک؟
من دامِ ہر موج میں ہے، حلقہ صد گامِ تنگ دیکھیں۔ کیا گورے ہے قطرے پہ، گہر ہوتے تک
عاشقی صبرِ طلب، اور تمنا بیتاب دل کا کیا رنگ کروں، خونِ جگر ہوتے تک؟ ۵
گن ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے، لیکن خاک ہو جائیں گے ہم، تم کو خبر ہوتے تک
پر تو رُخور سے، ہے شبیم کو فنا کی تعلیم میں بھی ہوں، ایک عنایت کی نظر ہوتے تک
گن یک نظر بیش نہیں، فرصتِ ہستی، غافل گرمیِ بزم ہے، اک رقصِ شرر ہوتے تک
غمِ ہستی کا، آمد، کس سے ہو، جز مرگ، علاج؟ شمع ہر رنگ میں جلتی ہے، سحر ہوتے تک

۱ الف، ق، ح، نہ چھوڑو نگا۔ لظ کے حاشیے میں لکھا ہے کہ یہ شعر حاشیے پر یوں درج ہے، غیر - نہ چھوڑو نگا۔ ب، ق، قا۔
زخم دل جوں خندہ خوبان - ح، لظ، خوبان ہیں (سہو کاتب) - ۲ الف، ق، قا، گل، باد میں اے ہم نشین وہ دن کہ وجدِ ذوق میں
(گل، ذوق وجد میں) - ح میں جہاں یہ مصرع قدیم نقل کیا ہے۔ وہاں سہواً وجہ ذوق، چھاپ دیا ہے، اور جہاں متداول مقطع لکھا
ہے وہاں وفراط ذوق، کر دیا ہے۔ لظ میں بھی وفراط ذوق، ہی چھاپا ہے۔ ب، قب، گرتا تھا، میں - مد، تو پلکوں سے میر چلتا -
۳ الف، قد، ح، ایک - قب، گب ۱۸۹، ح، لظ، ہوتے تک - ۴ الف، قب، ہر موج میں حلقہ (سہو کاتب) - قا، گل، قب، صبح،
۴، ما، مد، ح، لظ، کام - (مگر ان میں سے اکثر میں گلف کے دونوں مرکوزوں کے نیکھنے کا التزام نہیں) - ب، مد، سے علاوہ قطرہ -
۵ الف، مد، اک نظر - ۸ ب، قح میں لفظ ۵۰ غائب نے اپنے قلم سے بڑھایا ہے - ۹، قح، وجہ ندارد -

۱ - اس غزل کو نواب الہی بخش خان معروف دہلوی نے بخش کیا تھا - چنانچہ اُن کے

مطبوعہ دیوان : ۱۶۲ میں یہ نسخہ موجود ہے -

گ

۷۹

ق، قا

گر تجھ کو ہے یقینِ اجابت، دعا نماںگ
آتا ہے، داغِ حسرتِ دل کا شمار، یاد
یعنی، بغیرِ یکِ دلِ بے مدعا نماںگ
مجھ سے مرے گنہ کا حساب، اے خدا، نماںگ

ل

۸۰

حاشیہ ق، قا

ہے کس قدر ہلاکِ قریبِ وفاے گل
بلبل کے کاروبار پہ ہیں، خندہ ہائے گل

۱. م، عنوان، کاف فارسی - ج، باب کاف فارسی - ۲. ب، ق، قا، حساب بے گنہی - ف، ق، م، میرے گنہ کا مجھ سے حساب - لط، گناہ (سہو کاتب) - ۳. م، عنوان، ردیف لام - ج، باب اللام - الف، گل، ہوائے گل - ب، م، قج، م، ج، مد، خندہ ہائے - قد میں بھی یونہی تھا - غالب نے اپنے قلم سے وہ بڑھائی ہے -

۱۔ نیز ملاحظہ ہو: نا کردہ گناہوں کی بھی حسرت کی ملے داد
یارب، اگر ان کردہ گناہوں کی سزا ہے

اسی مضمون کا یہ فارسی شعر بھی ہے (کلیاتِ فارسی: ۴۴۱):

اندران روز کہ پرسش رود از ہرچہ گزشت
کاش! با ما سخن از حسرتِ ما نیز کند
ایک فارسی رباعی میں بھی یہی مضمون باندھا ہے - فرماتے ہیں (کلیاتِ فارسی: ۵۴۶):
اے آن کہ دہی مایہ کم و خواہش بیش
آن روز کہ وقتِ باز پرس آید بیش
بگزار مرا کہ من خیالی دارم
با حسرتِ عیشاے ناکردہ خویش

۲۔ نیز ملاحظہ ہو: بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہائے گل

کہنے ہیں جس کو عشق، نخل ہے دماغ کا

آزادی نسیم مبارک! کہ ہر طرف
جو تھا، سو موج رنگ کے دھوکے میں رہ گیا
مخ خوش حال اُس حریف سیہ مست کا کہ جو
خ ایجاد کرتی ہے اسے تیرے لیے، بہار
م شرمندہ رکھتے ہیں مجھے باد بہار سے
سطوت سے تیرے جلوہ حسن غور کی
خ تیرے ہی جلوے کا ہے یہ دھوکا کہ آج تک
غالب، مجھے ہے اُس سے ہم آغوشی آرزو

ٹوٹے پڑے ہیں حلقہ دامِ ہوائے گل
امے وائے نالہ لبِ خونیں نوائے گل
رکھتا ہو، مثلِ سایہ گل، سرِ پیامے گل
میرا رقیب ہے، نفسِ عطر سائے گل
میناے بے شراب، و دلِ بے ہوائے گل
خون ہے مری نگاہ میں، رنگِ اداے گل
بے اختیار دوڑے ہے گل در قضاے گل
جس کا خیال، ہے گلِ جیبِ قباے گل

م

۸۱ ق. قا

بنالہ، حاصلِ دلہستگی فراہم کر
متاعِ خانہ زنجیر، جز صدا معلوم

۸۲ ق. قا

کنغ غم نہیں ہوتا ہے آزادوں کو پیش از یک نفس
محفلیں برہم کرے ہے، گنجفہ بازِ خیال
برق سے کرتے ہیں روشن شمعِ ماتم خانہ ہم
ہیں ورقگردانیِ نیرنگِ یک بُخاناہ ہم

۱ الف، ما، آبادی نسیم (سہو کاتب) - ۲ الف، مب، حج، مرگیا - ۳ الف، گل، کا، جو - ۴ الف، قب، تیرے بے (سہو کاتب) -
۵ الف، مد کے علاوہ، جلوہ - ۶ جاوہ گاہی پہ (سہو کاتب) - ۷ ب، گل، قبا، آج تک (سہو کاتب) - ۸ م، عنوان، ردیف المیم - ۹ ب، باب
المیم - ۱۰ یہ شعر ایک دو غزلے سے چنے گئے ہیں - پہلا اور آخری شعر پہلے کے اور باقی دوسری کے ہیں - ۱۱ الف، ما، پیش
(سہو کاتب) -

باوجود يك جہاں ہنگامہ، پیدائی نہیں
 ہیں چراغانِ شہستانِ دلِ پروانہ ہم
 ضعف سے ہے، نئے قناعت سے، یہ تركِ جستجو
 ہیں وصالِ تکیہ گاہِ صمتِ مردانہ ہم
 دائمُ الحبس اس میں ہیں لا کھوں تمنائیں، اسد
 جانتے ہیں سینہ پر خوں کو زنداں خانہ ہم

۸۳
 ق، ب

بچھ کو دیارِ غیر میں مارا، وطن سے دور
 رکھ لی مرے خدانے مری بیکسی کی شرم
 وہ حلقہ ہاے زلف کیں میں ہیں، اے خدا
 رکھ لیجو، میرے دعوئی وارسنگی کی شرم

ن

۸۴
 ق، قا

لوں وام بختِ خفتہ سے يك خوابِ خوش، ولے
 غالب، یہ خوف ہے کہ کہاں سے ادا کروں

۱ الف، ق، ح، قا، گل، ہنگامہ پر مہموم ہیں - ق، ب، یکہ - مد، پیدائی میں (ہر دو سہو کاتب) - ب، ق، قا، گل، جون چراغان -
 ح اور لط میں اس اختلاف کا ذکر نہیں کیا، نزح میں اس شعر کو سہو غیر مطووع، ظاہر کیا ہے - م، ہے چراغان (سہو کاتب) - ۲ الف،
 ق، قا، ضعف نے باندا ہے پہاں گراں خوابی، اسد - ق، قناعت ہے - م، نہ قناعت سے نہ (ہر دو سہو کاتب) - ۳ الف، ق،
 پہلے، شام غم میں سوز عشق شمع رویاں سے، اسد - عل اصلاح حاشیہ ہے - لط میں سہو پورے مقطع کو ق کے
 حاشیے میں مندرج بنایا ہے - ۴ الف، ح، بچ، حلقہ ہاے - ق، کیں ہے - م، کیں میں ہے (ہر دو سہو کاتب) - ۵ م،
 عنوان، ردیب النون - بچ، باب النون - الف، م، یوں وام (سہو کاتب) - مد، الہ - ق، م، گب ۱۸۸۹ ایک - مد، الہ - ۶ قا،
 خوش اسد - ۷ ق، قا، لیکن یہ ہم ہے - ح اور لط میں سہو متن کے اندر ہم لکھا ہوا ہے اور حاشیے میں یہ نہیں
 بنایا کہ اصل میں کیا تھا اور اصلاح کیا ہے -

غنچہ ناشگفتہ کو دُور سے مت دیکھا کہ یوں
 کُن پُرسشِ طرزِ دلبری کیجیے کیا؟ کہ یں کہے
 رات کے وقت مے پیے، ساتھ رقیب کو لیے
 وغیر سے رات کیا بنی؟ یہ جو کہا، تو دیکھیے
 بزم میں اُس کے روبرو، کیوں نہ خوش بیٹھیے؟
 گنج میں نے کہا کہ بزمِ ناز چاہیے غیر سے ہی،
 مجھ سے کہا جو یار نے: "جائے ہیں ہوش کس طرح؟"
 کُن کہ بچھے کو مے یار میں رہنے کی وضع یاد تھی؟
 گزرتے دل میں ہو خیال، وصل میں شوق کا زوال

بوسے کو بوجھتا ہوں میں، مہ سے بچھے بتا کہ یوں
 اُس کے ہر ایک اشارے سے نکلے ہے ادا کہ یوں
 آوے وہ یاں، خدا کرے، پر نہ کرے خدا کہ یوں
 سامنے آن بیٹھنا اور یہ دیکھنا کہ یوں
 اُس کی تو خاموشی میں بھی، ہے ہی مدعا کہ یوں
 سُن کے سَم ظریف نے مجھ کو اُنھا دیا کہ یوں
 دیکھ کے میری بیخودی، چلے لگی ہوا کہ یوں
 آئندہ دار بن گئی حیرتِ نقشِ پا کہ یوں
 موج، محیطِ آب میں مارے ہے دست و پا کہ یوں

۱ الف، م، مت دیکھا (قیم رسم خط) - ب، تمام نسخے، بوسہ - ۲ الف، م، کیجیے کہ (سہو کاتب) - ب، ج، مد،
 ج، ہر ایک تمام نسخے، اشارہ - ۳ لط میں لکھا ہے کہ اشعار نمبر ۳، ۶، ۷ اور ۸ حاشیے پر درج ہیں - اور ج میں بتایا ہے
 کہ ۳، ۷، ۸، ۹ حاشیے کے ہیں - ۴ الف، ف، قبا، م، ساتھ ایسے رقیب کو - ب، ج، مد، لط، آئے وہ - ج، آئے
 م الف، لط میں لکھا ہے کہ حاشیے پر رات سے غیر لکھا ہے - مگر یہ سہو معلوم ہوتا ہے - ۵ ب، قا، م، ج، لط،
 خاموشی - ۶ ب، گال، سن کر (سہو کاتب) - ۷ ب، ما، موج محیطِ آب میں یار ہے (سہو کاتب) -

۱- اس کی ہمطرح غزل دیوانِ معروف: ۱۰۳ میں بھی موجود ہے - نیز شار احمد فاروقی
 صاحب نے بحوالہ تذکرہ بے جگر مولفہ ۱۲۳۷ھ لکھا ہے کہ صاحبِ طبقاتِ سخن
 مولفہ ۱۲۳۲ھ کی روایت ہے کہ ایک بار شاہ نصیر میرٹھ آئے تھے اور یہاں کے
 شاعروں کو یہ مصرعِ طرح دیا تھا کہ غزلیں کہیں: "کردے چمن میں تو زرا
 بند قبا کو وا کہ یوں" - (نگار لکھتو، ستمبر ۱۹۵۹ء، ص ۴۱) -

۲- میرزا صاحب نے اس مضمون کو فارسی میں یوں ادا کیا ہے (کلیات فارسی: ۴۳۹):
 بلبل بہ چمن بگر و پروانہ بہ محفل شوق است کہ در وصل ہم آرام ندارد

جو یہ کہے کہ رنجتہ کیونکہ ہو رشکِ فارسی؟
گفتہ غالب ایکبار پڑھ کے اُسے سنا کہیوں

۸۶

ق. حاشیہ ق. قا

عہدے سے مدحِ ناز کے باہر نہ آسکا
حلقے، ہیں چشمِ سامے کشادہ بسوے دل
میں اور صد ہزار نوائے جگر خراش
ظالم، مرے گماں سے مجھے مُنفِیلِ نجات
گر ایک ادا ہو، تو اُسے اپنی قضا کہوں گے
ہر تارِ زلف کو نگہِ سرمہ سا کہوں گے
تو اور ایک وہ نشیدن کہ کیا کہوں اگے
تھے تھے! خدا نکر وہ، تجھے یوفا کہوں!

۸۷

ق. قا

ہم سے کھل جاؤ بوقتِ مے پرستی، ایک دن
غیرۂ اوجِ پناے عالمِ امکانِ نہو
قرض کی پینے تھے، لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں
ورنہ ہم چھڑیں گے، رکھ کر عُذرِ مستی، ایک دن
اس بلندی کے نصیوں میں ہے پستی، ایک دن
رنگِ لاوے کی ہماری فاقہ مستی ایک دن

۱. ب، ق، قا، شر اسد کے ایک دو پڑھ گئے۔ موجودہ الفاظِ ق ب سے ہیں۔ لظ و گفتہ ندارد۔ ۲. اس غزل کا دوسرا
شعر ق کے متن کا اور بقیہ حاشیے کے ہیں۔ مگر مرتب ح نے اسے ظاہر نہیں کیا۔ لظ میں البتہ اس کا ذکر ہے۔ ۳.
ج. لظ، بچ، مد، اک۔ ۴. گل میں ترتیب اشعار یہ ہے: ۱. م، ۲، ۳۔ الف، گل، حلقہ (سہر کاتب)۔ گل، کشودہ۔ ب، ق،
زلف لو (سہر کاتب)۔ ۲. ق، میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔ ب، گل، ایک اور وہ۔ ۶. ب، عا، ہنی
(سہر کاتب)۔ ۷. الف، ق، غرۂ رفعت۔ نیز ح میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔ ۸. الف، م، ۲۱، فرض لیے۔
۹. م، مے۔ لیکن سمجھتے (سہر کاتب)۔

۱۔ آزاد دہلوی نے آبِ حیات: ۵۲۶ میں لکھا ہے کہ "ایک دفعہ مرزا بہت
قرضدار ہو گئے۔ قرض خواہوں نے نالش کر دی۔ جوابدہی میں طلب ہوئے۔ مفتی
(صدر الدین) صاحب کی عدالت تھی۔ جس وقت پیشی میں گئے، یہ شعر پڑھا،"

مک نغمہ ہاے غم کو بھی، اے دل، غنیمت جانیے
بے صدا ہو جائے گا، یہ سازِ ہستی ایک دن
دھول دھپا، اُس سراپا ناز کا شیوہ نہیں
ہم ہی کر بیٹھے تھے، غالب، پیشدستی ایک دن

۸۸
ق، قا

جہاں تیرا نقشِ قدم دیکھتے ہیں
دلِ آشفگانِ خالِ گنجِ دہن کے
تیرے سروِ قامت سے، یکِ قسَدِ آدم
تماشا کہ، اے محورِ آئینہ داری
سراغِ کفِ نالہ لے داغِ دل سے
بنا کر فقیروں کا، ہم، بھیس، غالب
خیابانِ خیابانِ اِرم دیکھتے ہیں
سُودا میں سیرِ عدم دیکھتے ہیں
قیامت کے قفسے کو کم دیکھتے ہیں
تجھ سے کس تما سے ہم دیکھتے ہیں
کہ شبرو کا نقشِ قدم دیکھتے ہیں
تماشاے اہلِ کرم دیکھتے ہیں

۱ الف، ب، ح، نغمہ ہاے، م، جانتے (سہو کاتب) - ۲ الف، قا، گل، فب، م، گب ۱۸۹ دھپہ - قا، قدا، شیوا - ح اس (بدون
ضدہ، سہو کاتب) - ب، گن، دھیس، ندارد - ۳ الف، ما، گنج (سہو کاتب) - ۴ الف، م، گب ۱۸۹ ایک - ب، ح، مد، ح،
لطہ، ال - ب، قا، فب، م، ما، ح، فقه - ۵ الف، قا، آئینہ سازی - ح، اطہ، تماشا کر - ۶ ح میں اس شعر کو
از راہ سہو غیر مطبوعہ ظاہر کیا ہے - الف، قا، بے داغ (سہو کاتب) - ۸ الف، قدا، بنا کر (سہو کاتب) -

۱- نیز ملاحظہ ہو :
دلا، یہ درد و الم بھی تو مُغَنِّم ہے کہ آخر
نہ گریبۂ سحری ہے، نہ آوِ نیم شبی ہے
جب تک کہ نہ دیکھا تھا قدرِ یار کا عالم
میں معتقدِ قنسۂ محشر نہوا تھا
مقبری کفِ خاکستر، و بلبلِ قصرِ رنگ
اے نالہ، نشانِ جگرِ سوختہ کیا ہے ؟
۲- نیز ملاحظہ ہو :
۳- نیز ملاحظہ ہو :

ایک چکّر ہے مرے پانو میں۔ زنجیر نہیں
جادو، غیر از نگہ دیدہ تصویر، نہیں
جادو راہِ وفا۔ جز دمِ شمشیر نہیں
خوش ہوں، گر نالہ زبونی کشِ تاثیر نہیں
لذتِ سنگ، باندازہِ تقریر نہیں
کوئی تقصیر، بجز خجلتِ تقصیر نہیں
آپ بے بہرہ ہے، جو معتقدِ میر نہیں،

مانعِ دشتِ نوردی صکوئی تدبیر نہیں
شوقِ اُس دشت میں دوڑا ہے مجھ کو کہ جہاں
حسرتِ لذتِ آزار رہی جاتی ہے
رنجِ نومیدی جاوید گوارا رہیو
سر کھجاتا ہے جہاں زخمِ سراچھا ہو جاوے
جب گرمِ رختِ بیباکی و گستاخی دے
غالب، اپنا بسہ عقیدہ ہے بقولِ ناسخ:

تعجب سے وہ بولا: دیوں بھی ہوتا ہے زمانے میں؟
نکر سرگرم اُس کافر کو اُلفتِ آزمائے میں

قیامت ہے کہ سُن لیلیٰ کا دشتِ قیس میں آنا
دلِ نازک پہ اُس کے رحمِ آنا ہے مجھے۔ غالب

- ۱۔ ب، ما، چکر (سہو کاتب) - ۲۔ ب، قا، جادو غیر لگہ (سہو کاتب) - ۳۔ الف، دم، آزار (سہو کاتب) - ۴۔ ب، فب، خوش ہو - ۵۔ الف، ق، قا، گل، رینختے کا وہ ظہوری ہے بقولِ ناسخ - ق، رینختہ - ب، گل، اب بے (سہو کاتب) - ۸۔ یہ شعر ق کے حاشیے کا ہے، مگر مرتب ح نے اس کا اظہار نہیں کیا - لط میں سہو صرف پہلے مصرع کو حاشیے کا بنایا ہے - ب، گل، بونہی (سہو کاتب) - ۹۔ ب، ق، قا، نہ کر بیباک -

۱۔ نیز ملاحظہ ہو: اعجاب چارہ سازیِ وحشت نہ کر کے

زنداد میں بھی خیالِ بیباں نورد تھا۔

۲۔ نیز ملاحظہ ہو: دردِ مٹ کشِ دوا نہوا میں نہ اچھا ہوا۔ اُرا نہوا

ح نہیں ہے۔ زخم کوئی، بجھے کے درخور۔ مرے تَن میں
 ہوا ہے تارِ اشکِ یاسن، رشتہ، چشمِ سوزن میں
 مَن ہوئی ہے مانعِ ذوقِ تماشا، خانہ ویرانی
 کفِ سیلاب باقی ہے، برنگِ پنبہ، روزن میں
 تا ودیعتِ بیدادِ کاوشاے مژگانِ ہوں
 نگینِ نامِ شاہد ہے مرے، ہر قطرہِ خون، تَن میں
 سیاب کس سے ہو ظلمتِ گسری میرے شہستان کی؟
 شبِ مہ ہو، جو رکھدوں پنبہ دیواروں کے روزن میں
 نیکوہش، مانعِ بربطیِ شورِ جنوں آتی
 ہوا ہے، خندہِ احباب، بجھے کجیب و دامن میں
 ہوئے اس مہروش کے جلوۂ تمثال کے آگے
 پرافشادِ جوہر آئینے میں، مثلِ ذرہ روزن میں

۱ الف، مد کے علاوہ، بجھے - ۲ الف، ق، قا، ہوئی تقریب منع شوق دیدن خانہ ویرانی - گل، مانع شوق تماشا - نیز ق میں
 یہ شعر مقطع سے تیسرا ہے - ۳ ب، ح، مرا ہر قطرہ - ۴ الف، ق، شہستان میں - ۵ ب، تمام لہجے، رکھدوں -
 موجودہ اصلاح، انتخاب غالب میں کی گئی ہے - ۵ الف، ق، مانع دیوانگی ہے - ۶ ب، ق، سوز - ۷ ب، ق، قا، لگا یا خندہ
 ناصح نے بجھے - ۸ ب، ق، ما، ح، آئینہ -

- ۱ - نیز ملاحظہ ہو: ایک ایک قطرے کا، بجھے دینا پڑا حساب
 خونِ جگر، ودیعتِ مژگانِ بار تھا
- ۲ - نیز ملاحظہ ہو: کیا کہوں تاریکیِ زندانِ غم؟ اندھیر ہے
 پنبہ نورِ صبح سے کم جس کے روزن میں نہیں

نجانوں نیک ہوں یا بد ہوں، پر صحبت مخالف ہے

جو گل ہوں، تو ہوں گلخن میں، جو خس ہوں، تو ہوں گلشن میں

ہزاروں دل دے جوشِ جنوں عشق نے مجھ کو

سیہ ہو کر سویدا ہو گیا، ہر قطرہ خون، تن میں

اسد، زندانیِ تائیرِ اُفتہائے خوباں ہوں

ختمِ دستِ نوازش، ہو گیا ہے طوقِ گردن میں



ق. فا

| | |
|--------------------------------|-----------------------------|
| ہم بھی مضمون کی ہوا باندھے ہیں | تیرے توسن کو صبا باندھے ہیں |
| ہم بھی ایک اپنی ہوا باندھے ہیں | آہ کا، کس نے، اثر دیکھا ہے؟ |
| برق کو پا بہ حنا باندھے ہیں | تیری فرصت کے مقابل، اے عمر |
| اشک کو بے سرو پا باندھے ہیں | قیدِ ہستی سے رہائی معلوم |
| مست کب بندِ قبا باندھے ہیں؟ | نشہ رنگ سے ہے، واشدِ گل |
| لوگ نالے کو رسا باندھے ہیں | غلطیہائے مضامین مت پرچم |
| آبلوں پر بھی حنا باندھے ہیں | اہلِ تدبیر کی واماندگیاں |
| ہم سے پیارِ وفا باندھے ہیں | سادہ پرکار ہیں خوباں، غالب |

۱. ب، مد، جو جس (سہو کاتب) - ۲. گل میں یہ شعر سب سے پہلے ہے - ۳. یہ غزل ایک دو غزلے ت جنی گئی ہے - اس کا دوسرا شعر پہلی غزل کا اور باقی دوسری کے ہیں - گل میں ترتیب اشعار ہے، ۴. ۶، ۷، ۸، ۵، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳

خ برشکالِ گریبۂ عاشق ہے، دیکھا چاہیے
ک الفتِ گل سے، غلط ہے، دعویٰ وارسنگی
یکھل گئی، مانندِ گُل، سو جا سے دیوارِ چمن
سرو ہے، با وصفِ آزادی، گرفتارِ چمن

زمانہ سخت کم آزار ہے بجاتِ اسد
وگرنہ ہم تو توقع زیادہ رکھتے ہیں

دل لگا کر، لگ گیا اُن کو بھی تنہا بیٹھنا
میں زوالِ آمادہ، اجزا آفرینش کے تمام
بارے، اپنی یکسی کی ہم نے پائی داد، یاں
مہرِ گردوں، ہے چراغِ رہ گزارِ باد، یاں

وہ فراق اور وہ وصال کہاں؟
فرستِ کاروبارِ شوق کیسے؟
وہ شب و روز و ماہ و سال کہاں؟
ذوقِ نظارۂ جمال کہاں؟
دل تو دل، وہ دماغ بھی نہ رہا
شعورِ سوداے خط و خیال کہاں؟

۱۔ لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ق کے حاشیے کا شعر ہے۔ مگر ح نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ الف، ما، مج، برشکال (غلطی عوام)۔ ح، لط، دیدۂ عاشق، ق، قا، م، گریبۂ عاشق۔ موجودہ الفاظ: فب کے ہیں۔ ب، ح، لط، انتخاب، کھل (بضم کاف)۔ ۲۔ ب، گل، دعویٰ، (سہو کتاب)۔ ۳۔ الف، مد، کم آزار (سہو کتاب)۔ الف، ح، ان کو (سہو کتاب)۔ ب، ح، اپنے درد دل کی۔ لیکن ق میں اپنی یکسی، می ہے، اس لیے یہ مرتب ح کا سہو معلوم ہوتا ہے۔ الف، ق، قا، ہے مری وحشت عدوئے اعتبارات جہاں۔ موجودہ نرم فب کی ہے۔ ما، اجزا (سہو کتاب)۔ نیز ح میں اس کی جگہ اوس شعر کو حاشیے کا بنایا ہے جو گنجینۂ معنی میں صفحہ ۱۶۲ پر درج ہے۔ مگر لط کے مطابق حاشیے کے یہی شعر ہیں۔ ب، ما، ما، سال (سہو کتاب)۔ الف، گل، فب، می نہ رہا۔

۱۔ نیز ملاحظہ ہو: عاشق ہوئے ہیں آپ بھی ابک اور شخص پر
آخر ستم کی کچھ تو مُکافات چاہیے

تھی وہ اک شخص کے تصور سے اب وہ رعنائی خیال کہاں؟
ایسا آسار نہیں لہو رونا دل میں طاقت، جگر میں حال کہاں؟
ہم سے چھوٹا قارخانہ عشق وں جو جاویں، گیرہ میں مال کہاں؟
فکر دنیا میں سر کھیٹا ہو میں کہاں اور بسہ وبال کہاں!
مضمحل ہو گئے قوی، غالب وہ عناصر میں اعتدال کہاں؟

۹۷

حاشیہ ق، قا

مت مر دمک دیدہ میں سمجھو یہ نگاہیں ہیں جمع، سُویداے دلِ چشم میں، آہیں

۹۸

ما، قب

عشق، تاثیر سے نوید نہیں جانسپاری، شجرِ بید نہیں
سلطنت دست بدست آتی ہے جامِ مے، خاتم جمشید نہیں

الف، ق، قا، گل، خوبیاں ہی کے تصور سے - مگر مرتب ح نے اس کا اظہار نہیں کیا - م، ما، م، ب، ج، قد ایک - ب، ح
جائیں - ہ الف، ج، مد، ح کے علاوہ، قوا - الف، ق، قا - حسرت کش یک جلوتہ معنی ہیں - ح، حیرت کش - ج
یہ نگاہیں (سہو کتاب) ب، ق، قا، کہانچوں ہوں - ہے آہیں - ہ الف، مد، اتی ہے (سہو کتاب) -

۱- شاکر کو ایک خط میں لکھے ہیں: "بندہ نواز، زبانِ فارسی میں خطوں کا
لکھنا پہلے سے متروک ہے - پرانہ سری و ضعف کے صدموں سے محنت پڑوہی
و جگر کاوی کی قوت مجھ میں نہیں رہی - حرارتِ غریزی کو زوال ہے، اور یہ جال
ہے: مضمحل ہو گئے قوا، غالب الخ - (اردو سے معنی: ۲۱۵، عود: ۱۵۶) -

گنج ہے، تجلی تری، سامانِ وجود
مک رازِ معشوق نہ رُسا ہوا ہو جاے
گردشِ رنگِ طرب سے ڈرے
گنج کہے ہیں: جیتے ہیں اُمید پہ لوگ،
ذَرّہ، بے پَر توں خورشید نہیں
ورنہ مرجانے میں کچھ بھید نہیں
غمِ محرومیِ جاوید نہیں
ہم کو جیتے کی بھی اُمید نہیں

۹۹
قا

ہو گئی ہے، غیر کی شیریں بیاہی، کارگر
عشق کا، اُس کو، گماں ہم بیزبانوں پر نہیں

۱۰۰
قا، قب

گنج دیوانگی سے، دوش پہ زُتار بھی نہیں
مک دل کو نیازِ حسرتِ دیدار کر چکے
یعنی، ہمارے جیب میں اک تار بھی نہیں
دیکھا، تو ہم میں طاقتِ دیدار بھی نہیں

۱ الف، ج، ح، ذر ۷ -
م الف، قا، گل، جیتی ۷ اُمید پہ خالق، موجودہ لفظ لب ۷ ہیں ۷
ب ۷ ہا، ہماری ۷

۱ - نیز ملاحظہ ہو :

ہے کائنات کو حرکت تیرے ذوق سے
پَر تو سے آفتاب کے ذرے میں جان ہے
ہے وہی بدمستی ہر ذرہ کا خود عُذرِ خواہ
جس کے جلوے سے زمیں تا آسمان سرشار ہے

۲ - نیز ملاحظہ ہو :
منحصر مرنے پہ ہو جس کی اُمید
نا اُمیدی اُس کی دیکھا چاہیے

ملنا ترا اگر نہیں آسان، تو سہل ہے
بے عشق عمر کٹ نہیں سکتی ہے، اور یاں
شوریدگی کے ہاتھ سے ہے، سر، وبالِ دوش
گنجائشِ عداوتِ اغیارِ یک طرف
ذرِ نالہ ہائے زار سے میرے، خدا کو مان
دل میں ہے، بار کی صفِ مژگان سے روکشی
اس سادگی پہ کون نہ مر جائے، اے خدا؟
دیکھا اسد کو خلوت و جلوت میں بارہا

دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں
طاقت، بقدر لذتِ آزار بھی نہیں
صحرا میں، اے خدا، کوئی دیوار بھی نہیں
یاں دل میں، ضعف سے، ہوسِ یار بھی نہیں
آخر، نوائے مسرغِ گرفتار بھی نہیں
حالِ آنکہ طاقتِ خاشاکِ خار بھی نہیں
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں
دیوانہ گر نہیں ہے، تو ہشیار بھی نہیں

۱۰۱

قا۔ قب

مزے جہان کے، اپنی نظر میں خاک نہیں
سوائے خونِ جگر، سو جگر میں خاک نہیں

۲۔ ب۔ قا۔ طاقت حریف لذت موجود، انفاذ قب کے ہیں۔ ۳۔ الف، گپ ۱۸۹، ح، سر ہے وبالِ دوش۔ یہ شعر گل میں
مقطع سے پہلے ہے۔ ۴۔ الف، مد، ح، اک طرف۔ ۵۔ الف، ما، بچ، ح، نالہ ہے۔ ۶۔ ما ندارد۔ قا میں
یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔ الف، گل، دکی، ندارد (سہو کاتب)۔

۱۔ میرزا صاحب نے جنون بریلوی کو اس کی حسبِ ذیل تشریح لکھی ہے: "یعنی
اگر تیرا ملنا آسان نہیں، تو یہ امر مجھ پر آسان ہے۔ خیر، تیرا ملنا آسان نہیں
نہ سہی۔ نہ ہم مل سکیں گے، نہ کوئی اور مل سکے گا۔ مشکل تو یہ ہے کہ وہی تیرا
ملنا دشوار بھی نہیں۔ جس سے تو چاہتا ہے مل بھی سکتا ہے۔ ہجر کو تو ہم نے سہل
سمجھ لیا تھا، مگر رشک کو اپنے اوپر آسان نہیں کر سکتے، (خطوط ۱: ۱۲۶)۔

۲۔ نیز ملاحظہ ہو: کہاں تک روؤں اُس کے خیمے کے پیچھے؟ قیامت ہے!

مری قسمت میں، یارب، کیا نہ تھی دیوار پتھر کی؟

زمین کی غزل دیوانِ معروف: ۱۰۱ میں بھی ہے۔

وگر نہ ناب و تواں۔ بال و پر میں خاک نہیں
کہ غیرِ جلوۂ گل، رہگزر میں خاک نہیں
اثر، مرے نقسِ بے اثر میں خاک نہیں
شرا بخانے کے دیوار و در میں خاک نہیں
سوائے حسرتِ تعمیر، گھر میں خاک نہیں^۱
کُھلا کہ فائدہ عرضِ ہنر میں خاک نہیں

مگر غبار ہوے پر، ہوا اُڑا لے جائے
یہ کس بہشتِ شمائل کی آمد آمد ہے؟
بھلا اُسے نہ سہی، کچھ بھی کو رحم آنا
خیالِ جلوۂ گل سے خراب ہیں میکش
خُہوا ہوں، عشق کی غارتگری سے شرمندہ
مارے شعر ہیں اب صرف دل لگی کے، آس

۱۰۲

حاشیہ قا، فب

ہے گریباں نگِ پیرا ہن، جو دامن میں نہیں^۲
رنگ ہو کر اُڑ گیا، جو خوں کے دامن میں نہیں
ذّرے، اُس کے گھر کی دیواروں کے وزن میں نہیں^۳
پنبہ، نورِ صبح سے کم جس کے وزن میں نہیں^۴
انجمن بے شمع ہے، گر برقِ نخرن میں نہیں

خ آبرو کیا خاک اُس گل کی کہ گلشن میں نہیں!
ضعف سے، اے گریہ، کچھ باقی مرے تن میں نہیں
کچھ ہو گئے ہیں جمع، اجزائے نگارِ آفتاب
کیا کہوں تارِ یکیِ زندانِ غم، اندھیر ہے
رو نورِ ہستی ہے، عنقرِ خانہ ویراں ساز سے

- ۱ الف، قا، صبا ازا۔ ۲ ب، مد کے علاوہ، خانہ۔ ۳ الف، قا، آب (سہو کاتب)۔ ۴ ف، مد، شعر میں (سہو کاتب)۔
۵ الف، فب، ابرو (سہو کاتب)۔ ۶ ح، کی جو گلشن۔ ۷ الف، مد کے بن السطور میں مطلع لائی، لکھا ہے۔ ۸ ب، ج، اوڑ کیا
(سہو کاتب)۔ ۹ ب، فب، زرد۔ ۱۰ ب، مد کے علاوہ، ذرہ (سہو کاتب)۔ ۱۱ الف، فب، وزن ہستی (سہو کاتب)۔ ۱۲ م،
ما، ویراں ساز ہے (سہو کاتب)۔ لفظ عشق، قح میں غالب نے اپنے قلم سے لکھا ہے۔

۱- نیز ملاحظہ ہو: گھر میں تھا کیا کہ ترا غم اُسے غارت کرتا؟

وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرتِ تعمیر، سو ہے

۲- یہ غزل قا کے حاشیے پر اس عنوان سے درج ہے کہ "از باندہ رسیدہ"۔ اس
سے معلوم ہوتا ہے کہ کلکتے کے راستے میں کہی گئی تھی۔

۳- نیز ملاحظہ ہو: یہاں کس سے ہو ظلمت گستری میرے شبستان کی؟
شبِ مہ ہو، جو رکھدوں پنبہ دیواروں کے وزن میں

زخمِ سلوائے سے، مجھ پر چارہ جوئی کا ہے طعن
بسکہ ہیں، ہم، اک بہارِ ناز کے مارے ہوئے
قطرہ قطرہ، اک ہیولائی ہے تے ناسور کا
لے گئی ساقی کی تخت، قُلْزُمِ آشامی مری
° ہو فشارِ ضعف میں کیا ناتوانی کی نمود !
تھی وطن میں شان کیا غالب، کہ ہو غربت میں قدر ؟

غیر سمجھا ہے کہ لذتِ زخمِ سوزن میں نہیں
جلوۂ گل کے سوا، گردِ اپنے مدفن میں نہیں
خوں بھی، ذوقِ درد سے فارغ مرے تن میں نہیں
موجِ مے کی، آج، رگ، مینا کی گردن میں نہیں
قد کے جھکنے کی بھی گنجائش مرے تن میں نہیں
بے تکلف، ہوں وہ مُشتِ نخس کہ گلخن میں نہیں

۱۰۳

حاشیہ قا، نب

ذکر میرا، بہ بدی بھی، اُسے منظور نہیں
غیر کی بات بگڑ جائے، تو کچھ دور نہیں

۲ ب، ما، جلوۂ گل (سہو کاتب) - ۲ الف، قا، م، ہیولا - قب، ہیولا (سہو کاتب) - ب، قا، خالی مرے تن - موجودہ الفاظ
قب کے ہیں - ۳ قا، قب، قبا اور م میں یہ شعر مقطع سے پہلے ہے - الف، مد، آشامی (سہو کاتب) - ب، قا، موج
صہا کی رگ - موجودہ اصلاح گل کی ہے - قبا، م، مینا کے گردن (سہو کاتب) - ۵، ما میں یہ شعر قطرہ قطرہ الخ
سے پہلے ہے - الف، ح، نو (سہو کاتب) - ب، قب، وہی، ندارد - ۶ الف، قب، عبرت (سہو کاتب) - ب، قد میں
کاتب نے لکھا تھا - غالب نے اسے اپنے قلم سے گلخن، بنایا ہے - ۷ الف، م، پہ بدی (سہو کاتب) - ب، قب،
قا، م، بکر جاوے (سہو کاتب) -

۱ - نیز ملاحظہ ہو: رفوے زخم سے مطاب، ہے لذتِ زخمِ سوزن کی
سمجھو مت کہ پاسِ درد سے دیوانہ غافل ہے
۲ - نیز ملاحظہ ہو: ہے خیالِ حُسن میں حُسنِ عمل کا سا خیال
مُخلد کا اک در ہے، میری گور کے اندر، کُھلا
۳ - رگِ گردن یعنی دعویٰ - حاشیہ قبا -

۴ - نیز ملاحظہ ہو: فنا کو سونپ، گر مشتاق ہے اپنی حقیقت کا
فُروغِ طالعِ خاشاک، ہے موقوفِ گلخن پر

۵ - یہ غزل بھی حاشیہ قا پر درج ہے، اور »از باندہ رسیدہ« عنوان کی غزل کے
تحت شروع ہوتی ہے - نیز اس مطلع کے ساتھ ملاحظہ ہو: (باقی)

نخ وعدہ سیرِ گلستان ہے، خوشا! طالعِ شوق
ح شاہدِ ہستی مطلق کی کسر ہے، عالم
نخ فطرہ اپنا بھی حقیقت میں ہے دریا، لیکن
ک حسرت، اے ذوقِ خرابی، کہ وہ طاقت نہی
خ میں جو کتاہوں کہ ہم لیں گے قیامت میں تمہیں
ک ظلم کر ظلم، اگر لطفِ دریغ آتا ہو

مژدہ قتلِ مُقَدَّر ہے، جو مذکور نہیں^۱
لوگ کہتے ہیں کہ ہے، پر میں منظور نہیں^۲
ہم کو تقلیدِ تُنک ظرفیِ منصور نہیں
عشقِ پُر عَرَبَدہ کی گوں، نِ رنجور نہیں
کس رُعونت سے وہ کہتے ہیں کہ ہم حور نہیں^۳
تو تغافل میں کسی رنگ سے معذور نہیں

۱ الف، قب، وہ سیر (سہو کاتب) - ۲ ب، قب، منظور نہیں (سہو کاتب) - ۳ الف، گل، خرابی کی (سہو کاتب) - ۴ ہ، ب، م،
۵ اے، نذر (سہو کاتب) - ۶ الف، قب، ظلم کر ظلم - قب، قبا، م، مد، ھ - قج میں بھی وہ تھا - غالب نے اپنے
قلم سے اسے دہرا بنادیا ہے - ب، گل، تغافل ہے - گل، قب، قبا، قج، م، ما، مب، کسو - قد کے کاتب نے بھی یہی لکھا تھا -
غالب نے اپنے قلم سے دہری کر دیا ہے - گب ۱۱۸۹ طرح ہے - گل، رنگ میں (سہو کاتب) -

(بقیہ) دشمنی نے میری کھویا غیر کو کس قدر دشمن ہے! دیکھا چاہیے
۱۔ میرزا صاحب نے شاہ عالم مارہروی کو ایک خط میں لکھا ہے: «مشقی مکرمی
چودھری عبدالغفور صاحب کو میرا سلام شوق کہے گا اور یہ پیام پہنچائیے
گا کہ حضرت صاحبِ عالم کی تمنا میں دیدارِ بقیدِ مارہرہ کنایہ اس سے ہے کہ اور کسی
کا بھی دیدار مطلوب ہے۔ ع۔ خواہشِ وصلِ مقدر ہے جو مذکور نہیں۔» (اردو سے
معلیٰ: ۲۰۰، عود: ۲۵)

۲۔ نیز ملاحظہ ہو: ہستی کے مت فریب میں آجائیو، اسد
عالم تمام حلقہ دامن خیال ہے
ہاں، کھائیو مت فریبِ ہستی
ہر چند کہیں کہ ہے، نہیں ہے
ان پرزادوں سے این کے خلد میں ہم انتقام
قدرتِ حق سے، یہی، حوریں اگر واں ہو گئیں

صاف دُردی کُشِ پِچانہٴ جم ہیں، ہم لوگ
وایے! وہ بادہ کہ افشردہٴ انگور نہیں
ہوں ظہوری کے مقابل میں کھٹائی، غالب
میر سے دعوے پہ یہ حُجّت ہے کہ مشہور نہیں

۱۰۴

حاشیہ ف، ہ

نالہ، جُزِ حسنِ طلب، اے ستمِ ایجاد، نہیں
عشق و مزدوریِ عشرتِ گہِ خسرو، کیا خوب!
کم نہیں وہ بھی خرابی میں، پہ وسعت معلوم
اہلِ بندش کو ہے، طوفانِ حوادث، مکتب
وایے! محرومیِ تسلیم، و بدا! حالِ وفا
رنگِ تمکینِ گل و لالہ پریشان کیوں ہے؟
سبِ گل کے تلے بند کرے ہے گلچیں
ہے تقاضاے جفا، شکوہٴ یداد نہیں
ہم کو تسلیم، نکونامیِ فرہاد، نہیں
دشت میں ہے بھجے وہ عیش کہ گہریاد نہیں
لطمہٴ موج، کم از سبیلِ اُستاد نہیں
جاتا ہے کہ ہمیں طاقتِ فریاد نہیں
گر چراغانِ سیرِ رہگزرِ باد نہیں
مژدہ، اے مرغ، کہ گلزار میں صیاد نہیں

۱ الف، م، پِچانہٴ جم - ب، گل، افشردہ (ہر دو سہو کاتب) - ۲ ب، گل، دھوہ (سہو کاتب) - ۳ الف، فب، عشق
مزدوری - م، عشقِ مزدور ہے (ہر دو سہو کاتب) - ب، ما، تسلیم نکونامی (باضافت، سہو کاتب) - ۵ الف، گل، نہ وسعت، ما،
بوسعت، فب، قسا، م، یہ (ہر سہ سہو کاتب) - ب، گل، دست (سہو کاتب) - گل، بھجے راحت وہ کہ گہر - ۷ الف، فب، یہ
احوال (سہو کاتب) ۸ الف، بچ، تمکین (سہو کاتب) - ب، فبا، کہ - م، یداد (ہر دو سہو کاتب) - ۹ ف، قاندارد -

۱ - اس مضمون کو فارسی میں یوں نظم کیا ہے (کلیاتِ فارسی: ۳۹۳):

نادان، حریفِ مستیِ غالبِ مشو، کہ او
دُردی کُشِ پِسالہٴ جشیدِ بودہ است

۲ - اسی بات کو فارسی میں اس طرح کہا ہے (کلیاتِ فارسی: ۴۳۴):

از جوئے شیر و عشرتِ خسرو نشان نمائند
غیرت، هنوز طغیہ بہ فرہاد میند

خ تقی سے کرتی ہے، اثبات، تراوش، گویا
 اکم نہیں جلوہ گری میں ترے کوچے سے، بہشت
 من کرتے کس منہ سے ہو غربت کی شکایت، غالب

دی ہے جامے دھن اُس کو دمِ ایجاد، نہیں^۱
 یہی نقشہ ہے، ولے اس قدر آباد نہیں^۲
 تم کو بے مہری یارانِ وطن یاد نہیں؟

۱۰۵

قب

خ مہرباں ہو کے بلالو مجھے، چاہو جس وقت
 "ضعف میں طعنے اغیار کا شکوہ کیا ہے؟
 "زہر ملنا ہی نہیں مجھ کو، مستمگر، ورنہ

میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آ بھی نسکوں^۳
 بات کچھ سر تو نہیں ہے کہ اُٹھا بھی نسکوں^۴
 کیا قسم ہے ترے ماننے کی کہ کھا بھی نسکوں^۵

۱ الف، قب، کرنا ہے اثبات طروش (سہو کاتب) - قد، تقی سے ہیں (سہو کاتب) - ۲، فا ندارد - الف، قد، کوچہ -
 ب، مد، آباد (سہو کاتب) - ۲ الف، قب، کرتے کس منہ سے غریبی کی (سہو کاتب) - ب، فا، گل، تم کو دانگی زندان -
 موجودہ اصلاح قب کی ہے - مد، بھمرائی (سہو کاتب) - ۳ ب، قب، ہی نسکوں (تینوں شعروں میں) - ۵ الف، فج، شکوہ -

۱- اس شعر میں میرزا صاحب نے "اثبات" کو مونث لکھا ہے، حالانکہ خود
 ہی "ہر رنگ میں بہار کا اثبات چاہیے" بھی فرماتے ہیں۔ اس دو رنگی کا منشا
 سمجھ میں نہیں آیا۔ (آسی، شرح دیوانِ غالب: ۲۰۷)

۲- نیز ملاحظہ ہو: کیا ہی رضوان سے لڑائی ہوگی!

گھر ترا، مُخلد میں گر۔ یاد آیا

۳- اس غزل کے چند نئے اشعار اور اُن کی دریافت کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو
 یادگارِ نالہ، غزلیاتِ ردیفِ ن۔

۱۰۶
قب

کبھی صبا کو، کبھی نامہ بر کو دیکھتے ہیں
کبھی ہم اُن کو، کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں
یہ لوگ کیوں مرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہیں؟
ہم اوجِ طالعِ لعل و گھر کو دیکھتے ہیں

یہ ہم جو ہجر میں دیوار و در کو دیکھتے ہیں
وہ آئے گھر میں ہمارے، خدا کی قدرت ہے
نظر لگے نہ کہیں اُس کے دست و بازو کو
ترے جواہرِ طرفِ کُلمہ کو کیا دیکھیں؟

۱۰۷
ما

ہوتی آئی ہے کہ آچھوں کو بُرا کہتے ہیں^۱
کہتے جاتے تو ہیں، پر دیکھئے، کیا کہتے ہیں^۲
جو تم سے و نعمہ کو اندوہ رُبا کہتے ہیں^۳
اور پھر کون سے نالے کو رسا کہتے ہیں؟
قلیے کو، اہلِ نظر، قبلہ مُنما کہتے ہیں^۴

کی وفام سے، تو غیر اس کو جفا کہتے ہیں
آج ہم اپنی پریشانی خاطر اُن سے
اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ، انہیں کچھ نکھو
دل میں آجائے ہے، ہوتی ہے جو فرصت غش سے
ہے پرے سرحدِ ادراک سے، اپنا مسجود

۱ الف. کن ۱۲۷، وہ گھر میں آئے۔ ب. مد. گھر (سہو کاتب)۔ ۲ ب. مد. گھر (سہو کاتب)۔ ۳ الف. جب آجائے
(سہو کاتب)۔ ب. قد. جب، حج، نالہ کو۔ ۴ ب. قد. ما، جب، حج، قبلہ کو۔

۱۔ نیز ملاحظہ ہو: گوہر کو عقدِ گردنِ خوباں میں دیکھنا
کیا اوج پر ستارۂ گوہر فروش ہے

۲۔ دیوانِ عنایت رامپوری، متوفی ۱۲۶۴ھ (۱۸۴۸ ع) میں اس زمین کی غزل ملتی ہے۔
نیز حیا کے دیوان (مطبوعہ ۱۸۵۴ ع) میں بھی اس طرح کی غزل ہے جس کے
مقطیع میں غالب کا مصرع ”مرگیا غالب آشفہ نوا کہتے ہیں، تضمین ہوا ہے۔“

خارِ رہ کو ترے، ہم مہر گیا کہے ہیں
آگِ مطلوب ہے ہم کو، جو ہوا کہے ہیں
اُس کی ہر بات پہ، ہم نامِ خدا کہے ہیں
دہر گیا غالبِ آشفہ نوا کہے ہیں

❦ ۱۰۸ ❦

پائے افکار پہ، جب سے، تجھے رحم آیا ہے
اے شررِ دل میں ہے، اُس سے کوئی گہراے گا کیا؟
خ دیکھیے، لاتی ہے اُس شوخ کی نخوت کیا رنگ
وحشت و شیفہ اب مرثیہ کہیں شاید

اے چھیل ہے، وگرنہ مراد امتحان نہیں
پُرسش ہے، اور پائے سخن درمیاں نہیں
نامہرباں نہیں ہے، اگر مہرباں نہیں
آخر زباں تو رکھتے ہو تم، گر دہاں نہیں
ہر چند پشت گرمی تاب و توان نہیں
لب، پردہ سنجِ زمزمہ و آلاماں، نہیں
دل میں چھری چھو، مزہ گر خوں چکاں نہیں
ہے عارِ دل، آنکس اگر آذر فشان نہیں

خ ہم پر، جفا سے، ترکِ وفا کا گداں نہیں
کس مُنہ سے شکر کیجیے اس اطفِ خاص کا؟
ہم کو ستمِ عزیز، ستمگر کو ہم عزیز
بوسہ نہیں، ندیجیے، دشنام ہی سہی
ہر چند جانگدازیِ قہر و عتاب ہے
جان، مطربِ ترائے، ہل من تمیزید، ہے
خنجر سے چیر سینہ، اگر دل نہو دونیم
ہے تنگِ سینہ، دل اگر آتشکدہ نہو

- ۱ الف، گن ۲۱۸، جیسے (سہو کاتب) - ب، گن، تیرم (سہو کاتب) - ۲ الف، گن، اے (بکر الف و تشدید سین) -
۲ الف، گن، اس (سہو کاتب) - ۶ ب، ما، پائے طلب - موجودہ الفاظ ماب کے ہیں - ۸ الف، مد، ندیجیے (سہو کاتب) -
۹ ف، ما، ماب، ج، وفہ ندارد - مد، قطعہ - ۱۱ ب، ج، چھو (سہو کاتب) -

۱ - میر غلام علی خان ولد میر فرحت اللہ خان مراد آبادی، داماد مولوی رشید الدین خان دہلوی، و شاگردِ مومن خان، متوفی بعد ۱۸۵۷ ع (سخن شعرا: ۵۴۱ و یادگارِ غالب، طبع کراچی جلد اول: ۱۱۷) -

۲ - نواب محمد مصطفیٰ خان دہلوی والی جہانگیر آباد، شاعرِ مشہور، شاگردِ مومن و غالب، صاحبِ دیوان و مولفِ گلشنِ بیخار، متوفی ۱۲۸۶ ھ (۱۸۶۹ ع) (الامدۃ غالب: ۱۷۷) -

۳ - یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اس زمین کی ایک غزل دیوانِ شیفہ، نوشتہ ۱۲۴۷ ھ (۱۸۳۱-۳۲ ع) کے حاشیے پر درج ہے، اور خود یہ غزل دیوانِ غالب، مطبوعہ اکتوبر ۱۸۴۱ ع میں شامل نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سال کے بعد لکھی گئی تھی -

نقصان نہیں، جنوں میں بلا سے ہو گھر خراب
کہتے ہو کیا لکھا ہے تری سرنوشت میں؟
پانا ہوں اُس سے داد کچھ اپنے کلام کی
جان ہے ہمارے بوسہ ولے کیوں کہے ابھی؟
سو گز زمیں کے بدلے بیابانِ گراں نہیں
گویا جبین پہ سجده بُت کا نشان نہیں
روح القدس اگرچہ مرا ہمزبان نہیں
غالب کو جانتا ہے کہ وہ نیم جان نہیں

۱۰۹

۱۰

ملتی ہے خوئے یار سے، نار، التهاب میں
کب سے ہوں، کیا بتاؤں، جہانِ خراب میں؟
تا پھر نہ، انتظار میں، نیند آئے عسر پھر
قاصد کے آتے آتے، خط اک اور لکھ رکھوں
مجھ تک کب اُن کی بزم میں آتا تھا دورِ جام؟
جو مُنکرِ وفا ہو، فریب اُس پہ کیا چلے؟

۶ ب. ما، کر (سہو کاتب) - ۷ ب. مد، کرگنی (سہو کاتب) - ۸ الف، ما، م، ایک -

۱- اس مضمون کو فارسی میں یوں ادا کیا ہے (کلیاتِ فارسی: ۷۳)
سرمایہ خرد بخون دہ، کہ ابنِ کریم
۲- اس زمین میں کرامت علی شہیدی متوفی ۱۲۵۶ھ (۱۸۴۰ ع) کی بھی غزل ہے۔
ملاحظہ ہو دیوان شہیدی: ۱۲۰ -

۳- میرزا صاحب نے جنوری ۱۸۵۴ ع میں تفتہ کو اس کی شرح کرتے ہوئے لکھا
ہے: "یعنی اب جو کور مجھ تک آیا ہے، تو میں ڈرتا ہوں،" یہ جملہ سارا مقدر
ہے۔ میرا فارسی کام دیوان جو دیکھے گا، وہ جانے گا کہ جملے کے جملے مقدر
چھوڑ جاتا ہوں۔ مگر "ہر سخن وقے و ہر نکتہ مکانے دارد"۔ یہ فرق الہ
وجدانی ہے، بیانی نہیں، (خطوط: ۱: ۲۸) -

۴- نیز ملاحظہ ہو: رشک کہتا ہے کہ "اُس کا غیر سے اخلاص حیف،
عقل کہتی ہے کہ "وہ بیمار کس کا آشنا؟"

میں مضطرب ہوں وصل میں خوفِ رقیب سے
ج میں اور حَظِّ وصل، خدا ساز بات ہے
ہے تیوری چڑھی ہوئی اندر نقاب کے
لاکھوں لگاؤ، ایک چُسرانا نگاہ کا
وہ نالہ، دل میں خس کی برابر جگہ بناے !
وہ سحر، مدعا طلبی میں نہ کام آئے !
غالب چُھٹی شراب، پر اب بھی کبھی کبھی



ما

کل کے لیے، کر آج نہ خست شراب میں
ہیں آج کیوں ذلیل؟ کہ کل تک نہ تھی پسند
جاں کیوں نکلنے لگتی ہے تن سے دمِ سماع؟
رو میں ہے رخسِ عمر، کہاں، دیکھیے، تھمے
ج اُتسا ہی مجھ کو اپنی حقیقت سے بُعد ہے
اصلِ شہود و شاہد و مشہود ایک ہے
ہے مشتمل نمودِ صُور پر وجودِ بحر
شرم اک ادا ہے ناز ہے، اپنے ہی سے سہمی

ڈالا ہے تم کو وہم نے کس پیچ و تاب میں ؟
جاں نذر دینی بھول گیا اضطراب میں
ہے اک شکن پڑی ہوئی طرفِ نقاب میں
لاکھوں بناؤ، ایک بگڑنا عتاب میں
جس نالے سے شکاف پڑے آفتاب میں
جس سحر سے مفیدہ رواں دو سراب میں
بیتا ہوں روزِ ابر و شبِ ماہِ تاب میں

یہ، سُورِ ظن ہے، ساقی کوثر کے باب میں
گستاخیِ فرشتہ، ہماری جناب میں
گر وہ صدا سمائی ہے چنگ و رباب میں
نئے ہاتھ باگ پر ہے، نہ پا ہے رکاب میں
جتنا کہ وہمِ غیر سے ہوں پیچ و تاب میں
حیراں ہوں، پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں !
یاں کیا دھرا ہے قطرہ و دوج و حباب میں
ہیں کتنے بیحجاب کہ یوں ہیں حجاب میں ۱۵

- ۲ الف، ما، خط وصل (سہرکاتب) - ۳ الف، مد، چورائیا (قدیم رسم خط) - ۴ ب، ما، سیا - بگڑنا (سہرکاتب) -
۵ ب، مد کے علاوہ، نالہ - مد، پڑے (سہرکاتب) - ۶ الف، قد میں کاتب نے دائرہ لکھا تھا - غالب نے اپنے ہاتھ سے ہمزہ اور
اوس کا شوشہ دونوں چھل دیے ہیں - ۷ ب، تمام لکھے، مانتاب - مگر قد میں غالب نے اپنے قلم سے 'ما' تاب، بنایا
ہے - ۸ الف، قد، لکھتی (سہرکاتب) - ۹ الف، ما، ماب، تھمے - قح، تھمے - قد، تھمے - ج، تھکے (آخری سہرکاتب) -
۱۰ الف، ما، ماب، ایک - ۱۱ ب، ما، ماب، ج، کہ میں یوں - قد کے کاتب نے دیر، لکھا تھا - غالب نے اپنے قلم سے
دیر، بنایا ہے -

آرایشِ جمال سے فارغ نہیں ہنوز
ہے غیبِ غیب، جس کو سمجھتے ہیں ہم شہود
پیشِ نظر ہے آئینہ، دائم، نقاب میں
ہیں خواب میں ہنوز، جو جاگے ہیں خواب میں
غالب، ندیمِ دوست سے آتی ہے بوئے دوست
مشغولِ حق ہوں، بندگیِ بوتراب میں



آخر ما

حیراں ہوں، دل کو روؤں کہ پٹوں جگر کو میں
چھوڑا نہ رشک نے کہ ترے گھر کا نام لوں
جانا پڑا رقیب کے در پر ہزار بار
ہے کیا جو کس کے باندھیے؟ میری بلا ڈرے
لو، وہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بے تنگ و نام ہے،
چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک تیز رو کے ساتھ
۱۰ خواہش کو احمقوں نے پرستش دیا قرار
بھر بیخودی میں بھول گیا راہِ کوئے یار
اپنے پہ کر رہا ہوں قیاس اہلِ دہر کا
غالب، خدا کرے کہ سوارِ سمنہ ناز
مقدور ہو، تو ساتھ رکھوں فوجہ گر کو میں
ہریک سے پوچھتا ہوں کہ جاؤں کدھر کو میں
اے کاش! جانتا نہ ترے رہگزر کو میں
کیا جانتا نہیں ہوں تمہاری کمر کو میں؟
یہ جانتا اگر، تو لٹاتا نہ گھر کو میں
پہچانتا نہیں ہوں الہی راہبر کو میں
کیا پوجتا ہوں اُس بُتِ بیداد گر کو میں؟
جاتا، وگرنہ، ایک دن اپنی خبر کو میں
سمجھا ہوں دلپذیر متاعِ ہنر کو میں
دیکھوں علی بہادرِ عالی گھر کو میں

ب. آخر ما. ج. مد. ہر اک - دب میں ہیں یونہی تھا - غلط نامے میں غالب نے دیکھ بایا، مگر ج میں اس کی تعمیل نہ
موتی - ۶ ب. مد. تری - ۸ الف. آخر ما. وہیں ندارد (سہو کاتب) - ۹ الف. ج. ہر ایک - ۱۰ ب.
فج. پوجتا (سہو کاتب) - ۱۲ ب. آخر ما. ج. مد. دلپذیر -

۱ - مقطع میں نواب علی بہادر، والیِ باندہ کی طرف اشارہ ہے، جو نیمہ رمضان ۱۲۶۵ھ
(اگست ۱۸۴۹ ع) میں نواب ذوالفقار الدولہ بہادر کے انتقال پر حاکمِ باندہ ہوئے
تھے، اور بقولِ منیر (دیوان: ۵۳۵) ۱۲۹۰ھ (۱۸۷۳ ع) میں فوت ہوئے -

خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہیں ہوں میں
انسان ہوں، پیالہ و ساغر نہیں ہوں میں
لوحِ جہاں پہ حرفِ مُکَرَّر نہیں ہوں میں
آخر گناہگار ہوں، کافر نہیں ہوں میں
لعل و زُمُرد و زر و گوہر نہیں ہوں میں؟^۵
رتبے میں مہر و ماہ سے کتر نہیں ہوں میں
کیا آسمان کے بھی برابر نہیں ہوں میں؟
وہ دن گئے جو کہتے تھے: وہو کر نہیں ہوں میں،

خ دائم پڑا ہوا ترے در پر نہیں ہوں میں
کیوں گردشِ مدام سے گھبرا نہ جائے دل؟
خ یارب، زمانہ مجھ کو مٹاتا ہے کس لیے؟
'حد چاہیے سزا میں عُقوبت کے واسطے'
کس واسطے عزیز نہیں جاتے مجھے؟
رکھنے ہو تم قدم مری آنکھوں سے کیوں دریغ؟
کرتے ہو مجھ کو منعِ قدمبوس کس لیے؟
غالب، وظیفہ خوار ہو، دو شاہ کو دعا

خ دونوں جہاں دے کے وہ سمجھے یہ خوش رہا
یاں آپڑی یہ شرم کہ تکرار کیا کریں

۲ الف. مد. گردش (سہو کاتب) - ۳ ب. مد. مگر (سہو کاتب) - ۶ ب. علاوہ فج ۷. رتبہ - ۸ ب. آخر ما،
مب. ج. کہ کہتے - ۹ الف. قد، مد. ج. دونو -

۱- میرزا صاحب نے نواب کلہ علی خاں بہادر والی رامپور کو ۹ جون ۱۸۶۶ ع کو
لکھا ہے کہ جب بادشاہ دہلی نے مجھے نوکر رکھا اور خطاب دیا اور خدمتِ
تاریخ نگاریِ سلاطینِ تیموریہ مجھ کو تفویض کی، تو میں نے ایک غزل طرزِ تازہ
پر لکھی - میرزا صاحب کی نوکری اور خطاب کا واقعہ ۴ جولائی ۱۸۵۰ ع کا ہے۔
لہذا اس غزل کو تاریخِ مذکور کے بعد کا ہونا چاہیے۔
اس غزل کا نیا قطعہ 'یادگارِ نالہ' میں ملاحظہ کیجیے۔

تھک تھک کے ہر مقام پہ دو چار رہ گئے تیرا پتہ نہ پائیں، تو ناچار کیا کریں
کیا شمع کے نہیں ہیں ہوا خواہ، اہل بزم؟ ہو غم ہی جانگداز، تو غمخوار کیا کریں

۱۱۴

فج

سب کہاں، کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
یاد تھیں ہم کو بھی، رنگارنگ بزم آرائیاں
تھیں بناتُ العیشِ گردوں دن کو پردے میں نہاں
فید میں یقوب نے لی، گو، نہ یوسف کی خبر
سب رقیوں سے ہوں ناخوش، پرزنانِ مصر سے
جو بے خوں آنکھوں سے بہنے دو کہ ہے شامِ فراق
ان پر زادوں سے لیں گے خلد میں ہم انتقام
نہند اُس کی ہے، دماغ اُس کا ہے، راتیں اُس کی ہیں

خاک میں، کیا صورتیں دوں گی کہ پناہ ہو گئیں! -
لیکن اب نقش و نگارِ طاقِ نسیاں ہو گئیں
شب کو ان کے جی میں کیا آئی کہ عُریاں ہو گئیں؟
لیکن، آنکھیں روزِ دیوارِ زنداں ہو گئیں
ہے زلِ بخا خوش کہ بحرِ ماہِ کنعاں ہو گئیں
میں یہ سمجھوں گا کہ شمعیں دو فروزاں ہو گئیں
قدرتِ حق سے، یہی، حوریں اگر واں ہو گئیں
تیری زلفیں جس کے بازو پر پریشاں ہو گئیں

۱۰ الف، مد، رنگارنگ (سمو کاتب) - ۵ الف، فج کے علاوہ، پردہ - ۶ الف، فج، کیا آیا - ۷ الف، بیاض گرم : ۲۴، ہیں -
۹ الف، نادرات غالب ۲۷، نصیب اوس سے ہیں - بیاض گرم، نصیب اوس کا ہے - ۱۰ الف، مد، جس کی (سمو کاتب) -

۱۔ یہ غزل دہلی اردو اخبار، جلد ۱۴ نمبر ۳۲ مورخہ ۲۱ شوال ۱۲۶۸ ھ مطابق ۲۸ اگست ۱۸۵۲ ع، میں اس تمہید کے ساتھ شائع ہوئی تھی: "اس ہفتے میں جو شاعرہ جناب مرزا نور الدین بہادر دام اقبالہ المتخلص بہ شاہی نیرۃ جناب مرزا سلیمان شکوہ بہادر مرحوم نے کیا جو کہ لکھو سے تشریف لائے ہیں، غزلہاے شاعرانِ کثیر پڑھی گئیں۔ اور شاہزادۃ والا تبار اکثر رواق افروزِ محفلِ مشاعرہ تھے۔ ایک غزل جناب مرزا مے مدوح، یعنی میرِ مشاعرہ اور غزل جناب نجم الدولہ محمد اسد اللہ خان بہادر المتخلص بفصالب کی، راقمِ اخبار کے پاس پہنچی۔ سو درجِ اخبار ہوئی۔" (باقی)

میں چمن میں کیا گیا، گویا دبستان کھل گیا
وہ نگاہیں کیوں ہوتی جاتی ہیں، یارب، دل کے پار؟
بے سکر و کامیاب نے، اور سینے میں ابھریں پے بہ پے
واں گیا بھی میں، تو اُن کی گالیوں کا کیا جواب
جائزہ ہے بادہ، جس کے ہاتھ میں جام آ گیا
ہم موحّد ہیں، ہمارا کیش ہے ترکِ رسوم
رنج سے خوگر ہوا انسان، تو مٹ جاتا ہے رنج
یوں ہی گر روتا رہا غالب، تو اے اہل جہاں

بلبلیں، سن کر مرے نالے، غزلخواں ہو گئیں
جو، مری کوتاہی قسمت سے، مڑگاں ہو گئیں
میری آہیں، بخیہ چاکِ گریساں ہو گئیں
یاد تھیں جتنی دعائیں، صرف دریاں ہو گئیں
سب لکیریں ہاتھ کی، گویا، رگِ جاں ہو گئیں
ماتیں جب مٹ گئیں، اجڑاے ایماں ہو گئیں
مشکلیں مجھ پر پڑیں انی کہ آساں ہو گئیں
دیکھنا ان بستیوں کو تم کہ ویراں ہو گئیں

۳ الف، قد، مد، نج، سینہ - ریاضِ گرم، سینے سے - ۵ الف، مد، اگیا (سہو کاتب) -

(بقیہ) منشی نبی بخش حقیر کو اس غزل کے بارے میں لکھتے ہیں: "بھائی، خدا کے واسطے
غزل کی داد دینا! اگر ریختہ یہ ہے، تو میر و مرزا کیا کہتے تھے؟ اگر وہ ریختہ
تھا، تو پھر یہ کیا ہے؟ صورت اس کی یہ ہے کہ ایک صاحب شاہزادگانِ تیموریہ
میں سے لکھنو سے یہ زمین لائے۔ حضور نے خود بھی غزل کہی اور مجھے بھی
حکم دیا۔ سو میں حکم بجالایا اور غزل لکھی۔" (نادارتِ غالب: ۲۶)۔
مرتبِ نادارت نے اس خط کو اندازے سے مئی یا جون ۱۸۵۲ع کا قرار دیا ہے۔
مگر اردو اخبار کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ غزل اور خط دونوں ۲۸ اگست
۱۸۵۲ع کے قریب کے ہیں۔

۲۔ نیز ملاحظہ ہو: میں جو کہتا ہوں کہ "ہم ایں کے قیامت میں تھیں"

کس رُعونت سے وہ کہتے ہیں کہ "ہم حور نہیں"

۱۔ مجروح کے نام کے ایک خط میں مرزا صاحب نے اس مضمون کو نثر میں اس (باقی)

شبِ فراق سے، روزِ جزا، زیاد نہیں
بلا سے، آج اگر دن کو ابر و باد نہیں
جو جاؤں واں سے کہیں کو، تو "خیر باد" نہیں
کہ "آج بزم میں کچھ فتنہ و فساد نہیں"
گدا سے کوچہ میخانہ نامراد نہیں
دیا ہے ہم کو خدا نے وہ دل کہ شاد نہیں
یہ کیا کہ تم کہو اور وہ کہیں کہ "باد نہیں"

نہیں کہ مجھ کو قیامت کا اعتقاد نہیں
کوئی کہے کہ شبِ مہ میں کیا برائی ہے
جو آؤں سامنے اُن کے، تو "مرحبا، نکہیں
کبھی جو یاد بھی آتا ہوں میں، تو کہتے ہیں
"علاوہ عید کے، ملتی ہے اور دن بھی شراب
جہاں میں ہو غم و شادی بہم، ہمیں کیا کام؟
تم اُن کے وعدے کا ذکر اُن سے کیوں کرو، غالب؟

دل ہی تو ہے، نہ سنگ و خشت، درد سے بھر نہ آئے کیوں؟
روئیں گے ہم ہزار بار، کوئی ہمیں ستائے کیوں؟

الف۔ قد، مہ، وعدہ۔

ب۔ ب، مد، کدای (سہو کاتب)۔

(بقیہ) طرح لکھا ہے: "میر مہدی، صبح کا وقت ہے۔ جاڑا خوب پڑ رہا ہے۔ انگلیں
سامنے رکھی ہوئی ہے۔ دو حرف لکھتا ہوں، ہاتھ تپتا جاتا ہوں۔ آگ میں گرمی
سہی، مگر وہ آتشِ سیال کہاں کہ جب دو جُرعے پی لیے۔ فوراً رگ و پے میں دوڑ
گئی۔ دل توانا ہو گیا۔ نفسِ ناطقہ کو تواجد پہنچا۔ ساقِ کوثر کا بندہ اور آتش
لب، ہمارے غضب! ہمارے غضب!" (اردو سے معنی: ۱۷۷ و خطوط: ۱: ۲۵۹)۔

۱۔ یہ غزل بھی دہلی اردو اخبار، جلد ۱۵ نمبر ۷ مورخہ ۱۳ فروری ۱۸۵۳ء مطابق

۴ جمادی الاول ۱۲۶۹ھ میں اس تمہید کے ساتھ شائع ہوئی تھی:

• ایک محسن جناب صاحبِ عالم مرشدزادہ بہادر مرزا نور الدین المتخلص بہ شاہی، جن کے (باقی)

خ کبر نہیں، حرم نہیں، در نہیں، آستاب نہیں

بیٹھے ہیں رہگزر پہ ہم، غیر ہمیں اُٹھائے کیوں؟

جب وہ جمالِ دلقروز، صورتِ مہر نیمروز

آپ ہی ہو نظارہ سوز، پردے میں مُنہ چھپائے کیوں؟

خ کشتہ غمزہ جانتا، ناوکِ ناز بے پناہ

تیرا ہی عکسِ رخ سہی، سامنے تیرے آئے کیوں؟

• قیدِ حیات و بندِ غم، اصل میں دونوں ایک ہیں

مسوت سے پہلے، آدمی غم سے نجات پائے کیوں؟

• حُسن اور اُس پہ حُسنِ ظن، رہ گئی بُو الہسوس کی شرم

اپنے پہ اعتماد ہے، اور کو آزمائے کیوں؟ •

۲ ب، قد، مب، پردہ - مد، چھپائے (سور کاتب) • م الف، مب، ج، دونوں - قد سے کاتب نے بھی یونہی لکھا تھا - مگر غالب نے ایسے فلم سے وہ بڑھایا ہے - ہ الفہ قد، مد، بلہوس - ب، مب، ج، غیر -

(بقیہ) محامد اوصاف اخباراتِ گذشتہ میں لکھے تھے، تحقیق سنا گیا کہ بفرمودہ بندگانِ

حضورِ والا، جناب نجم الدولہ اسد اللہ خان غالبِ سحریان نے ایک غزل اسی ہفتے میر لکھی

تھی، اور اس مقصود سے وہ غزل کہوائی گئی تھی کہ مصرع لگانا جس میں دشوار

بلکہ ناممکن ہو - صاحبِ عالم بہادرِ مدوح نے ادنیٰ غور و تأمل میں کمالِ عجلت سے

مخمس طیار کر کے پڑھ دیا - حضورِ والا اور سب حضارِ دربارِ والا نے نہایت

پسند کیا - حضور نے پانچ دفعہ اس مخمس کو پڑھوایا اور بہت خوش ہوئے -

۱ - میرزا صاحب نے اس شعر کی شرح کرتے ہوئے جنونِ بریلوی کو لکھا ہے: (باقی)

وہ غرورِ عزّ و ناز، ہاں یہ حجابِ پاسِ وضع
 راہ میں ہم مابین کہاں؟ بزم میں وہ بُلائے کیوں؟
 ہاں۔ وہ نہیں خدا پرست، جاؤ، وہ بیوفا سہی
 جس کو ہو دین و دل عزیز، اُس کی گلی میں جاے کیوں؟
 غالبِ خستہ کے بغیر، کون سے کام بند ہیں؟
 روئے زار زار کیا، کیجیے ہاے ہاے کیوں؟

و

۱۱۷

ق، ق

حسد سے دل اگر افسردہ ہے، گرم تماشا ہو کہ چشمِ تنگ، شاید کثرتِ نظارہ سے وا ہو

۱۔ مح. عنوان، باب الواو۔ الف، ق، ق، ق۔ حسد بجانہ ہے دل عالم آت تماشا مر، ح، لط میں دیر کی جگہ سرا دے، چہ
 گیا ہو۔ ب، ق، تنگ ہے (مہو کاتب)۔

(بقیہ) مولوی صاحب، کیا لطیف معنی ہیں! داد دینا۔ حسنِ عارض اور حسنِ ظن دو صفیں
 محبوب میں جمع ہیں۔ یعنی، صورت اچھی ہے اور گمان اُس کا صحیح ہے، کبھی
 خطا نہیں کرتا۔ اور یہ گمان اُس کو بہ نسبت اپنے ہے کہ میرا مارا کبھی نہیں بچتا،
 اور میرا تیر غمزہ خطا نہیں کرتا۔ پس جب اُس کو اپنے اوپر ایسا بھروسا ہے، تو
 رقیب کا امتحان کیوں کرے؟ اور حسنِ ظن نے رقیب کی شرم رکھ لی۔ ورنہ یہاں
 معشوق نے مغالطہ کھایا تھا۔ رقیب، عاشقِ صادق نہ تھا، ہوس ناک آدمی تھا۔ اگر
 ہاے امتحان درمیان آتا، تو حقیقت کھل جاتی۔ (خطوط: ۱: ۱۲۶)۔

خ بقدر حسرتِ دل چاہیے، ذوقِ معاصی ابھی
بھروں یک گوشہ دامن۔ گر آبِ ہفت دریا ہو
کفرِ ہر خاکِ گلشن، شکلِ قری، نالہ فرسا ہو

۱۱۸

حاشیہ ق، قا

خ وارستہ اس سے ہیں کہ محبت ہی کیوں نہ ہو
کنج چھوڑا نہ مجھ میں ضعف نے رنگِ اختلاط کا
من ہے مجھ کو تجھ سے تذکرہ غیر کا گلہ
خ پیدا ہوئی ہے، کہتے ہیں »ہر درد کی دوا
ڈالا نہ یکسی نے کسی سے معاملہ
من ہے آدمی، بچا ہے خود، اک محشرِ خیال

کیجئے ہمارے ساتھ، عداوت ہی کیوں نہ ہو
ہے دل پہ بار، نقشِ محبت ہی کیوں نہ ہو
ہم چند بر سبیلِ شکایت ہی کیوں نہ ہو
یوں ہو، تو چارہ غمِ الفت ہی کیوں نہ ہو
اپنے سے کہینچتا ہوں، کجالات ہی کیوں نہ ہو
ہم انجمن سمجھتے ہیں، خلوت ہی کیوں نہ ہو

۱ الف، ق، قا، عیش معاصی - اط نے اس کا ذکر نہیں کیا - ب، لط، ایک گوشہ دامن اگر (سہو کاتب) - قبا، م، کہ آب
(سہو کاتب) - مد، ہفت کشور ہو (سہو کاتب) - ۲ الف، ق، اگر وہ سرو جاں بخش خرام اہواز آوے قا، اگر
وہ سرو جاں بخش خرام ناز آجاوے - ب، فب، مد، کفر ہر خاک - ج، گلشن (سہو کاتب) - ح میں اس غزل کو
اوس کلام کے ذمے میں درج کیا ہے، جس کا مصلح کوئی شعر فلمی نسخے میں نہیں، اور حال یہ ہے کہ ق نے
حاشیے میں یہ موجود ہے، جس کا خود مرتب نے بھی اپنے حاشیے میں ذکر کیا ہے - الف، فب، ہوں کہ - م الف،
ق، نہ مجھ ضعیف نے اختلاط (سہو کاتب) - ب، گل، عشق محبت (سہو کاتب) - ۵ الف، گب ۱۹۰ و مد کے
علاوہ، گلا، ما، کلا (سہو کاتب) - ب، م، ب، سبیل (سہو کاتب) - ۶ الف، فب، وہیں، ندارد (سہو کاتب) - ۷ الف، قا،
قا، فح، م، ما، م، کسو - ب، ق، ۷، ۷، ندارد - م، اسی سی (ہر دو سہو کاتب) - ۸ ب، مد، ایک (سہو کاتب) -

۱- نیز ملاحظہ ہو: دریاے معاصی، تُوںکِ آبی سے، ہوا خشک

میرا سر دامن بھی ابھی تر نہوا تھا

۲- نیز ملاحظہ ہو: قطع کیجئے نہ تعلق ہم سے کچھ نہیں ہے، تو عداوت ہی سہی

ہنگامہ زبونی ہمت ہے انفعال
وَارستگی بہانہ بیگانگی نہیں
مثلاً ہے فوتِ فرصتِ ہستی کا غم کوئی
اُس فتنہ خو کے در سے اب اُٹھتے نہیں۔ اسد

حاصل نکیچے دھر سے، عبرت ہی کیوں نہ ہو
اپنے سے کر، نہ غیر سے، وحشت ہی کیوں نہ ہو
عمرِ عزیز، صرفِ عبادت ہی کیوں نہ ہو گنج
اس میں ہمارے سر پہ قیامت ہی کیوں نہ ہو

۱۱۹

حاشیہ قا

و اں پہنچ کر جو غش آتا ہے ہم سے ہم کو
دل کو میں اور بچھے دل محوِ وفارکھتا ہے

صد رہ آہنگِ زمیں بوسِ قدم ہے ہم کو آگ
کس قدر ذوقِ گرفتاری ہم سے ہم کو آگ

۲۔ قبا، م، میں یہ شعر مقطع سے پہلے ہے۔ الف، ق، بہائے۔ ق، قا، سگی دل نہیں۔ ب، ق، و سے، و ندارد۔ ما،
گر (ہر دو سہو کاتب)۔ ۳ الف، مد، خوفِ فرصت (سہو کاتب)۔ ب، ق، قا، ہر چند عمر۔ مگر مراتب ح نے اس کا اظہار
نہیں کیا۔ موجودہ الفاظ گیل کے ہیں۔ فب میں اس شعر کے بعد ازراہ سہو دوسری زمین کے دو شعر لکھ دیے گئے ہیں۔
م الف، ما، ثر سے (سہو کاتب)۔ ہ الف، انتخابِ غالب کے کاتب نے حسب دستور، وہاں، لکھا تھا۔ غالب نے اسے
اپنے قلم سے روانہ بنایا ہے۔

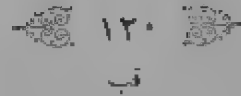
۱۔ نیز ملاحظہ ہو: موجِ خوب سر سے گزر ہی کیوں نہ جائے
آستانِ یار سے اُٹھ جائیں کیا؟

۲۔ یہ غزل قیامِ لکھنؤ کے دوران میں لکھی گئی تھی۔ میرزا صاحب ۲۶ ذیقعدہ ۱۲۴۲ھ
کو لکھنؤ سے روانہ ہوئے تھے (ذکرِ غالب: ۴۲ حاشیہ)۔ اُن کے مکتوب بنام سید
ابن حسن خاں بہادر (اردو ادب، جولائی ۱۹۵۲ء: ۹۷) سے معلوم ہوتا ہے
کہ کمائیش ۵ مہینے وہاں قیام رہا تھا، اس لیے رجب ۱۲۴۲ھ کے قریب ورودِ لکھنؤ
ہونا چاہیے۔ اس صورت میں اس غزل کی تاریخِ نظم رجب اور ذیقعدہ کے
درمیان واقع ہوگی۔

اس غزل کے ۲ مڑوک شعر یادگارِ نالہ میں آرہے ہیں۔

مک ضعف سے، نقشِ بے مور، ہے طوقِ گردن
 مک جانکر کیجئے تغافل، کہ کچھ اُمید بھی ہو
 مک رشکِ همطرحی و دردِ اثرِ بانگِ حزیں
 ' سر اُڑانے کے، جو، وعدے کو مکرر چاہا
 ' دل کے غم کو کرنے کی کیا وجہ؟ و لیکن ناچار
 ' تم وہ نازک کہ خموشی کو فغاں کہتے ہو
 ' لکھنو آنے کا باعث نہیں کھلتا، یعنی
 ' مقطعِ سلسلۂ شوق نہیں ہے، یہ شہر
 ' لیے جاتی ہے کہیں ایک توقع، غالب

تیرے کوچے سے کہاں طاقتِ رم ہے ہم کو
 یہ نگاہِ غلط انداز تو سہم ہے ہم کو
 نالۂ مرغِ سحر، تیغِ دو دم ہے ہم کو
 ہنس کے بولے کہ 'ترے سر کی قسم ہے ہم کو،
 پاسِ بیرونقی دیدہ، اہم ہے ہم کو
 ہم وہ عاجز کہ تغافل بھی سہم ہے ہم کو
 ہوسِ سیر و تماشا، سو وہ کم ہے ہم کو
 عزمِ سیرِ نجف و طوفِ حرم ہے ہم کو
 جادۂ رہ، کششِ کافِ کرم ہے ہم کو



قب

واں اُس کو ہولِ دل ہے، تو یاں میں ہوں شرمسار
 اپنے کو دیکھنا نہیں، ذوقِ سہم تو دیکھ
 یعنی یہ میری آہ کی تاثیر سے نہو^{۱۰}
 آئینہ ناکہ دیدۂ نخچیر سے نہو^{۱۱}

- ۱ ب. قا. گل قب، م. قد، م. کوچہ - ۲ الف، قب، ہم ظرفی دور و اثر (سمو کاتب) - ۳ الف، قا، گل، قب، م. ما،
 وعدہ - ۴ ب. قا، بولا - موجودہ الفاظ پہلی بار گل میں نظر آتے ہیں - ۵ ب. م. دیدۂ اہم (سمو کاتب) - ۶ ب.
 قب، تغافل ہی - ۷ قا، ابن السطور میں 'مقطع' - مد، ق - الف، قا، کھلتا، غالب - ۸ قد، مد ندارد - ۹ الف، قا،
 لاتی ہے مشد الدولہ بہادر کی اُمید - موجودہ اصلاح سب سے پہلے گل میں نظر آتی ہے - ۱۰ یہ غزل قبا کے حاشیے پر
 مندرج ہے - الف، قب، م. اوس کے - ۱۱ ب. قب، مد، ندارد - قح، قد، نخچیر -

- ۱- میرزا صاحب نے اس مضمون کو فارسی میں یوں لکھا ہے (کلیاتِ فارسی : ۵۰۸) :
 دانش در انتظار غیر، و نالم زار زار / اوای! من، گر رفتہ باشد خواہش از غوغای من
 ۲- تاکہ، جب تک - حاشیہ قبا -

۱۲۱
قب

رہیے اب ایسی جگہ چل کر، جہاں کوئی نہو
ہے در و دیوار سا اک گھر بنایا چاہیے
ہم سخن کوئی نہو، اور ہم زبان کوئی نہو
پڑیے گر بیمار، تو کوئی نہو بیمار دار
کوئی ہمسایہ نہو، اور پاسیاں کوئی نہو
اور اگر مرجائیے، تو توحہ خواں کوئی نہو

۱۲۲
قبا

دھوتا ہوں جب میں، پیئے کو، اس سیمین کے پانو
دی سادگی سے جان، پڑوں کوہکن کے پانو
بھاگے تھے ہم بہت، سو اسی کی سزا ہے یہ
مرہم کی جستجو میں پھرا ہوں جو دور دور
اللہ رہے! ذوقِ دشت نوردی کہ بعدِ مرگ
ہے جوشِ گل بہار میں یاں اک کہ ہر طرف
رکھتا ہے، ضد سے کھینچ کے، باہر لگن کے پانو
ہیات! کیوں نہ ٹوٹ گئے پیر زن کے پانو
ہو کر اسیر، دبتے ہیں راہزن کے پانو
تن سے سوا فگار ہیں، اس خستہ تن کے پانو
ہاتے ہیں خود بخود مرے، اندر کفن کے، پانو
اڑتے ہوئے، الجھتے ہیں مرغِ چمن کے پانو

۱. ب، مد، سخن کوئی (سہو کاتب) - ۲. الف، قج، بنانا - ب، قج، قد، مد، ہمسایا - ۳. م، قبا، قج میں یہ مطلع
نسانی ہے - ۴. قد میں اس کے بین السطور میں وہ مخفف مطلع لکھا ہے - نیز یہ اور اگلا شعر قبا میں کسی نے بعد کو
حاشیے میں لکھے ہیں - الف، م، سادہ گی (سہو کاتب) - ۵. الف، سراپا سخن ۳۴، سراب اوس کی - ۶. الف
سراپا سخن، شوقِ دشت - ۷. الف، مد، کل (سہو کاتب) - ب، قبا، گن ۲۱۸، اڑتے ہوئے اڑھانے - ۸. الف

- ۱۔ میرزا صاحب نے یہ شعر ۱۸۶۲ع کے ایک مکتوب بنامِ علانی میں نقل کیا ہے۔
فرماتے ہیں: ”مجھ کو رشک ہے جزیرہ نشینوں کے حال پر عموماً اور رئیسِ
فرخ آباد پر خصوصاً کہ جہاز سے اتر کر سر زمینِ عرب میں چھوڑ دیا۔ اھا ھا ھا!
بیت: پڑیے گر بیمار الخ (اردو سے معنی: ۴۱۱، خطوط: ۳۴۰:۱)۔
- ۲۔ اس غزل کا ایک متروک شعر یادگارِ نالہ میں آ رہا ہے۔

غالب: مرے کلام میں کیونکر مزا ہو؟
 دُکھتے ہیں۔ آج، اُس بتِ نازکِ بدن کے پانو
 پتھاروں دھوکے خسرو شیریں سخن کے پانو

۱۲۳

آخر ما

خ تم جانو، تم کو غیر سے جو رسم و راہ ہو
 بچنے نہیں مواخذۂ روزِ حشر سے
 کیا وہ بھی یگنہ کش و حق ناشناس ہیں؟
 ابھرا ہوا نقاب میں ہے اُن کے، ایک تار
 جب میکہ چھٹا، تو پھر اب کیا جگہ کی قید
 سننے ہیں جو بہشت کی تعریف، سب درست
 غالب بھی گم ہو، تو کچھ ایسا ضرر نہیں

مجھ کو بھی پوچھنے رہو، تو کیا گناہ ہو
 قاتل اگر رقیب ہے، تو تم گواہ ہو
 مانا کہ تم بشر نہیں، حشر شید و ماہ ہو
 مرتا ہوں میں کہ یہ نہ کسی کی نگاہ ہو
 مسجدِ حق ہو، مدرسہ ہو، کوئی خانقاہ ہو
 لیکن، خدا کرے، وہ ترا جلوہ گاہ ہو
 دنیا ہو، یا رب، اور مرا بادشاہ ہو

۱ الف، آثار، ۱۵۱:۲، فبا، فج، فج، م، ما، مب، کسو ہے۔ قد میں غالب نے اپنے قلم سے وکسو، کو وکسی، بنایا ہے۔ ۲ الف۔
 دیوان سالک ۳۰۸، مگر رسم و راہ ہو۔ ۳ الف، حج، ناسپاس۔ ۴ الف، آخر ما، نقاب میں اون سے ہے۔ ۵ الف، آخر
 ما، فج، مب، کسو۔ قد میں اب غالب نے اپنے قلم سے وکسی، بنایا ہے۔ ۶ الف، آخر ما، تو رہی کیا۔ ۷ الف،
 مد، کر (سہو کاتب)۔ ۸ ب، مد، بادشاہ۔

۱۔ نواب علائی کو ایک خط میں لکھا ہے: تمہارے دیکھنے کو دل بہت چاہا
 ہے۔ اور دیکھنا تمہارا موقوف اس پر ہے کہ تم یہاں آؤ۔ کاش! اپنے والدِ ماجد
 کے ساتھ چلے آتے اور مجھ کو دیکھ جائے۔۔۔۔۔ تم جانو، تم کو غیر سے جو
 رسم و راہ ہو، الخ (اردو میں معنی: ۴۳۶ و خطوط: ۳۲۱:۱)۔

کعبے میں جا رہا، تو ندو طعنہ، کیا کہیں
طاعت میں تار رہے نہ مے و انگیں کی لاگ
ہوں منحرف نہ کیوں رہ و رسمِ ثواب سے؟
غالب، کچھ اپنی سعی سے لہنا نہیں مجھے
بھولا ہوں حقِ صحبتِ اہلِ گزشت کو؟
دوزخ میں ڈالدو، کوئی لے کر بہشت کو؟
نیزھا لگا ہے قلمِ سرِ نوشت کو؟
خرمن جلے، اگر نہ ملخ کھا ہے کشت کو؟

گئی وہ بات کہ ہو گفتگو، تو کیونکر ہو
کے سے کچھ نہوا، پھر کہو، تو کیونکر ہو؟
الف، تمام نسخے، کہہ۔ ۲ ب، قد، مد، ٹھیرا۔ ب، ٹھیرا۔

- ۱۔ نیز ملاحظہ ہو: کیا زہد کو مانوں، کہ نہ ہو گرچہ ریائی
پاداشِ عمل کی طمعِ خام بہت ہے
- ۲۔ نیز ملاحظہ ہو: جانتا ہوں ثوابِ طاعت و زہد پر طبیعتِ ادھر نہیں آتی
۳۔ بمعنی فائدہ۔ حاشیہ قبا۔

۴۔ نیز ملاحظہ ہو: خوشی کیا، کہیت پر میرے اگر سو بار ابر آوے
سمجھتا ہوں کہ ڈھونڈھے ہے ابھی سے برقِ خرمین کو
مثال یہ مری کوشش کی ہے کہ مرغِ اسیر
کرے قفس میں فراہمِ خسِ آشیان کے لیے
اس غزل کا ابک متروک شعر یادگارِ نالہ میں آ رہا ہے۔

- ۵۔ دہلی اردو اخبار، جلد ۱۵، نمبر ۱۰، مورخہ ۲۵ جمادی الاول ۱۲۶۹ھ مطابق ۶ مارچ ۱۸۵۳ع میں، غزلہاے مشاعرۂ قلعہ کے زیرِ عنوان کئی اور غزلوں کے ساتھ
یہ غزل بھی شائع ہوئی تھی۔

کہ گر نہ ہو، تو کہاں جائیں، ہو، تو کیونکر ہو ؟
 جیا ہے اور یہی گو مگو، تو کیونکر ہو ؟
 بُتوں کی ہو اگر ایسی ہی خو، تو کیونکر ہو ؟
 جو تم سے شہر میں ہوں ایک دو، تو کیونکر ہو ؟
 وہ شخص دن نکلے رات کو، تو کیونکر ہو ؟
 ہماری بات ہی پوچھیں نہ تُو، تو کیونکر ہو ؟
 نمائے دیدہ دیدار جو، تو کیونکر ہو ؟
 یہ نیش ہو رگِ جاں میں فرو، تو کیونکر ہو ؟
 «فراقِ یار میں تسکین ہو، تو کیونکر ہو ؟»^۱

ہمارے ذہن میں، اس فکر کا ہے نام وصال
 ادب ہے اور یہی کشمکش، تو کیا کیجے ؟
 تمہیں کہو کہ گزارا صنم پرستوں کا
 الجھنے ہو تم، اگر دیکھتے ہو آئینہ
 جسے نصیب ہو روزِ سیاہ میرا سا
 ہمیں پھر اُن سے اُمید، اور انہیں ہماری قدر
 غلط نہ تھا، ہمیں خط پر گماں تسلی کا
 بناؤ اُس مڑہ کو دیکھ کر، کہ مجھ کو قرار
 مجھے جنوں نہیں، غالب، ولیے بقولِ حضور:

۱۲۶

قد

خ قفس میں ہوں، گر اچھا بھی نہجائیں میرے شیون کو
 مرا ہونا بُرا کیا ہے، نواسنجانِ گلشن کو ؟^۲

۱۔ ب۔ مد، کہاں (سہو کاتب)۔
 ۲۔ الف۔ دہلی اردو اخبار، کیجیے کیا۔ ۶۔ ب۔ قد میں ہی کو بکریہ
 مال لکھا ہے۔

۱۔ نیز ملاحظہ ہو :

میں نامراد دل کی تسلی کو کیا کروں ؟

مانا کہ تیرے رخ سے نگہ کامیاب ہے

۲۔ یہ مصرع بہادر شاہ ظفر کا ہے جو غالباً کسی شاعر نے اس طرح ہوا تھا۔

غالب کے مصرعِ اول میں «حضور» سے شامِ ظفر ہی مراد ہیں۔

۳۔ دہلی اردو اخبار، جلد ۱۵، نمبر ۱۹، مورخہ ۲۸ رجب ۱۲۶۹ ھ مطابق ۸ مئی ۱۸۵۳ ع

میں یہ غزل شاعر نے کی دوسری کئی غزلوں کے ساتھ درج ہے۔

نہیں گر ہمدی آسان، نہو، یہ رشک کیا کم ہے؟
 نہ دی ہوتی، خدایا، آرزوے دوست دشمن کو! خ
 نہ نکلا آنکھ سے تیری اک آنسو اُس جِ راحت پر
 کیا سینے میں جس نے خوں چکانِ مِزگانِ سوزن کو!
 خدا شرمائے ہاتھوں کو! کہ رکھتے ہیں کشاکش میں
 کبھی میرے گریباں کو، کبھی جاناب کے دامن کو!
 ابھی ہم قتلگہ کا دیکھنا آسان سمجھتے ہیں
 نہیں دیکھا یثناور، جوے خوں میں، تیرے نوسن کو!
 ہوا چسپا جو میرے پانو کی زنجیر بننے کا
 کیا یتاب کاب میں جنبشِ جوہر نے آہن کو!
 خوشی کیا، کھیت پر میرے اگر سو بار ابر آوے؟
 سمجھتا ہوں کہ ڈھونڈھے ہے ابھی سے برقِ خرمن کو!

۲ ب، قد، سپہ - ۵ الف، قد، م، مد، بنے (بتشدید نون) - ۶ ب، دہلی اردو اخبار، کہ ناکے ہے - مد
 ڈھونڈھے۔

- ۱ - اسی مضمون کو فارسی میں یوں لکھا ہے (کلیاتِ فارسی: ۲۸۲):
 یاد از عدو نیارم، وین ہم ز دور بینی است کاندز دلم گزشتن، با یار ہم نشینی است
- ۲ - نیز ملاحظہ ہو: غالب، کچھ اپنی سعی سے لہنا نہیں بچھے
 خرمن جلے، اگر نہ ملخ کھائے کشت کو
 مثال یہ مری کوشش کی ہے کہ مرغِ اسیر
 کرے قص میں فراہم خسِ آشیاں کے لیے

وفاداری بشرطِ اُستواری اصلِ ایمان ہے
 مرے بتخانے میں، او کبے میں گاڑھو بہرہمن کو
 شہادت تھی مری قسمت میں، جو دی تھی یہ خو مجھ کو
 جہاں تلوار کو دیکھا، جھکا دیتا تھا گردن کو
 خ نہ لٹا دن کو، تو کب رات کو یوں بیخبر سوتا؟
 رہا کھٹکا نہ چوری کا، دعا دیتا ہوں رھزن کو
 سخن کیا کہ نہیں سکتے، کہ جو یا ہوں جواہر کے؟
 جگر کیا ہم نہیں رکھتے، کہ کھودیں جا کے معدن کو؟
 مرے شاہِ سلیمان جاہ سے نسبت نہیں، غالب
 فریدون و جم و کیخسرو و داراب و بہمن کو۔



قد

کسی کو دیکھے دل، کوئی نواسنجِ فضاں کیوں ہو؟
 نہو جب دل ہی سینے میں، تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو؟

۱ ب' مد کے علاوہ 'بتخانہ' - کبہ - 'مب' 'مج' 'مد' گاڑو - 'ب' 'دہلی اردو اخبار' جا کے کھودیں - 'ب' 'مد' اردو
 مئی ۱۹۶۸ء، عود ۱۱۰، خطوط ۲۰۸، پہلو میں - 'قد' 'مب' 'مج' - سنہ -

۱ - نیز ملاحظہ ہو: ہوس گُل کا تصور میں بھی کھٹکا نہ رہا

عجب آرام دیا ہے یروپالی نے مجھے

۲ - میرزا صاحب نے منشی نبی بخش حقیر کو ۲۲ رمضان ۱۲۷۰ ھ مطابق ۱۸ جون (باقی)

وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے، ہم اپنی وضع کیوں چھوڑیں؟
 سُبُکِ سربن کے کیا پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو، خ
 کیا غمخوار نے رُسا۔ لگے آگ اس محبت کو
 نہ لاوے تاب جو غم کی، وہ میرا راز داں کیوں ہو؟

(۱۸۵۴ع کے بعد لکھا ہے کہ میں نے ان دنوں میں دو غزلیں لکھی ہیں۔ ایک تو
 ”دریا نہوا، صحرا نہوا۔ سو وہ آپ کے پاس بھیج چکا۔ دوسری غزل: ”رواں
 کیوں ہو، اور گماں کیوں ہو۔“ وہ اب بھیجتا ہوں۔ (نادرۃِ غالب: ۵۶)۔ اس
 سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس تاریخ سے کچھ قبل اُنہوں نے یہ غزل لکھی تھی۔
 نیز میرزا صاحب نے مہر کو ایک خط میں لکھا ہے: ”پہلے تم سے یہ پوچھا جانا
 ہے کہ برابر کئی خطوں میں تم کو غم و اندوہ کا شکوہ گزار پایا ہے۔ پس اگر
 کسی بیدرد پر دل آیا ہے، تو شکایت کی کیا گنجائش ہے؟ بلکہ یہ غم تو، نصیب
 دوستان، درخورِ افزائش ہے۔ بقولِ غالب، علیہ الرحمہ:

کسی کو دیکھے دل، کوئی نواسنجِ فضاں کیوں ہو؟
 نہو جب دل ہی پہلو میں، تو پھر مُنہ میں زباں کیوں ہو؟
 ہے ہا حسنِ مطلع:

یہ فتنہ، آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے؟
 ہوئے تم دوست جس کے، دشمن اُس کا آسماں کیوں ہو؟
 افسوس ہے کہ اس غزل کے اور اشعار یاد نہ آئے۔ اور اگر خداخواستہ باشد، غمِ دنیا
 ہے، تو، بھائی، ہمارے ہمدرد ہو۔ ہم اس بوجھ کو مردانہ اُٹھا رہے ہیں، تم بھی اُٹھاؤ۔
 اگر مرد ہو۔ بقولِ غالب مرحوم:

دلا، یہ درد و الم بھی تو مقننم ہے کہ آخر نہ گریۂ سحری ہے، نہ آہِ نیم شبی ہے
 (اردوئے معلیٰ: ۲۶۸، عود: ۱۱۰، خطوط: ۱: ۳۰۸)

۱ وفا کیسی؟ کہاں کا شوق؟ جب سر پھوڑنا ٹھہرا
 ۲ تو پھر، اے سنگدل، تیرا ہی سنگِ آستان کیوں ہو؟
 ۳ نفس میں مجھ سے رودادِ چمن کہے نہ ڈر، مہدم
 ۴ گری ہے جس پہ کل بجلی، وہ میرا آشیان کیوں ہو؟
 ۵ یہ کہہ سکتے ہو: "ہم دل میں نہیں ہیں"، پر یہ بتلاؤ
 ۶ کہ جب دل میں تمہیں تم ہو، تو آنکھوں سے نہاں کیوں ہو؟
 ۷ غلط ہے جذبِ دل کا شکوہ، دیکھو، جرم کس کا ہے؟
 ۸ نہ کھینچو گر تم اپنے کو، کشاکش درمیاں کیوں ہو؟
 ۹ یہ فتنہ، آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے؟
 ۱۰ ہوئے تم دوست جس کے، دشمن اُس کا آسماں کیوں ہو؟
 ۱۱ یہی ہے آزمانا، تو ستانا کس کو کہتے ہیں؟
 ۱۲ عُدو کے ہولے جب تم، تو میرا امتحان کیوں ہو؟
 ۱۳ کہا تم نے کہ "کیوں ہو غیر کے ملنے میں رسوائی؟"
 ۱۴ بچا کہتے ہو، سچ کہتے ہو، پھر کہو کہ "ہاں، کیوں ہو؟"
 ۱۵ نکالا چاہتا ہے کیا طعنوں سے تو، غالب؟
 ۱۶ ترے بیمار کہنے سے تو وہ نیم پر مہرباں کیوں ہو؟

۱ "فدا، فدا، مہ، ٹھہرا۔" ۲ "بہ فدا میں دشمن ہیں، لکھا گیا تھا۔" غالب نے اپنے قلم سے "تمہیں" بتایا ہے۔ ۳ "بہ فدا، مد، اوس کا دشمن۔" اردو نے "علی" عودہ ہوا تو دوست جس کا دشمن اوس کا۔

۱۲۸

ق، قا

از مہر تابہ ذرہ دل، و دل ہے آئنے طوطی کو، شش جہت سے، مقابل ہے آئنے

۱۲۹

حاشیہ ق، قا

ہے سبزہ زار، ہر در و دیوارِ غمگدہ * جس کی بہار یہ ہو، پھر اُس کی کھزاں پوچھ
ناچار بیکسی کی بھی حسرت اُٹھائیے دشواری رہ و ستم ہر ماں پوچھ

ی

۱۳۰

ق، قا

مد جلوہ روبرو ہے، جو مژگاں اُٹھائیے طاقت کہاں کہ دید کا احسان اُٹھائیے؟
ہے سنگ پر، براتِ معاشِ جنونِ عشق یعنی، هنوز ممتِ طفلان اُٹھائیے
دیوار، بارِ ممتِ مزدور سے ہے خم امے خائمان خراب، نہ احسان اُٹھائیے

۱. م. عنوان، ردیف الہاء - بج، باب الہاء - ب، قا، ہو آئنے - ۲ الف، ما، سبزہ زار ہر دو (باضافت، سہو کاتب) -

۳. م. عنوان، ردیف الیاء - بج، باب الیاء - الف، مد، مرگاں (سہو کاتب) - ب، قب، زیست کا (سہو کاتب) -

۱ - نیز ملاحظہ ہو: دردِ ممت کش دوا نہوا

میں نہ اچھا ہوا، بُرا نہوا

رنجِ نومیدی جاوید گوارا رہوا

خوش ہوں، گر نالہ زبونی کشِ تاثیر نہیں

مگر یا میرے زخمِ رشک کو رُسوا نہ کیجیے یا پردۂ تبسمِ پنہاں اُٹھائیے؟

۱۳۱

ق، قا

ہے بزمِ بتاں میں، سخن، آؤردہ لبوں سے
ہے، دورِ قدح، وجہِ پریشانیِ صبا
رندانِ درِ میکدہ گستاخ ہیں، زامد
خ بیدارِ وفا دیکھ، کہ جاتی رہی آخر
تسک آ رہے ہیں ہم ایسے خوشامد طلبوں سے
یکبار لگادو خُمِ مے میرے لبوں سے
زہار، ہونا طرفِ ان بے ادبوں سے
ہرچند مری جان کو تھا ربط لبوں سے

۱۳۲

ق، قا

غمرِ دنیا سے، گر باقی بھی، فرصت سر اُٹھانے کی
ح کھالے گا کس طرح مضمون مرے مکتوب کا، یارب؟
لپٹنا پر نیاں میں شعلۂ آتش کا آساں ہے
اُنہیں منظور اپنے زخموں کا دیکھ آنا تھا
خ ہماری سادگی تھی، التفاتِ ناز پر مرنا
لکد کو بے حوادث کا تحمل کر نہیں سکتی
ح کہوں کیا خوبیِ اوضاعِ اپنا مے زماں، غالب
فلک کا دیکھنا، تقریبِ تیرے یاد آنے کی
قسم کھاتی ہے اُس کافر نے، کاغذ کے جلانے کی
ولسے مشکل ہے حکمتِ دل میں سوزِ غم چھپانے کی
اُٹھے تھے سیرِ گل کو، دیکھنا شوخی بہانے کی
ترا آنا نہ تھا، ظالم، مگر تمہید جانے کی
مری طاقت کہ ضامن تھی بُتوں کے ناز اُٹھانے کی
بدی کی اُس نے جس سے ہم نے کی تھی بارہا نیکی

۳ ب، مد، ایکبار - ۴ ب، قب، قبح، م، اون - ۵ الف، قب، دیکھ کے - ۶ الف، م، پانی تھی -
ب، قب، فلک کو - ۷ الف، ح، پنہاں ہے (سہو کا تب) - ۸ الف، ق، قا، سے نہ سر بر ہو سکی آخر - ۹ ب، ق، قا،
وہی طاقت کہ ضامن تھی بتاں - ۱۰ میں اس اختلاف کا ذکر نہیں - نیز یہ بیت ق اور قا میں نمبر ۳ پر ہے -

۱ - نیز ملاحظہ ہو: ہوائے سیرِ گل، آئینۂ بيمہریِ قاتل

کہ اندازِ بخوبِ غلیدنِ بسمِ پسند آیا

بساطِ عجز میں تھا ایک دل، یک قطرہ خوں وہ بھی
 سو رہتا ہے بانداڑ چکیدن سرنگوں، وہ بھی گنج
 رہے اُس شوخ سے آزرده ہم چندے تکلف سے
 تکلف پر طرف، تھا ایک اندازِ جنوں وہ بھی
 خیال مرگ کب تسکین دل آزرده کو بخشے؟
 مرے دامِ تمنا میں ہے اک صیدِ زیوں وہ بھی
 نکرتا کاش! نالہ، مجھ کو کیا معلوم تھا، ہمد
 کہ ہوگا باعثِ افزائشِ دردِ دروں، وہ بھی
 نہ اتنا بُرشِ تبغِ جفا پر ناز فرماؤ
 مرے دریائے یتیمی میں ہے اک موجِ خوں وہ بھی
 مے عشرت کی خواہش، ساقِ گردوں سے کیا کیجے؟
 لیے بیٹھا ہے اک دو چار جامِ واژگون، وہ بھی
 مرے دل میں ہے، غالب، شوقِ وصل و شکوۂ ہجران
 خدا وہ دن کرے، جو اُس سے میں یہ بھی کہوں، وہ بھی

۱. ب. مد، اک فترہ۔ ۲. یہ اور اگلا شعر ق میں نہ اتنا برشہ کے بعد، اور کل میں صرف یہ بیت اگلے شعر کے
 ۳. ب. ق، اک صید۔ گلی، قب، م، ما، م، ق، ایک (سہو کاتب)۔ ۴. ب. ق، قیج، یک موج۔ م، ما، م، ق، ایک
 (سہو کاتب)۔ نیز ق میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔ ۵. یہ شعر ق میں نہیں ہے۔ ۶. م، قیج، یک دور، ما
 م، ایک (سہو کاتب)۔ ۷. ق، ق، اسد، ہے دل میں دردِ اشتیاق و۔

۱۔ نیز ملاحظہ ہو: ندے نامے کو اتنا طویل، غالب، مختصر لکھ دے
 کہ حسرت منج ہوں، عرضِ ستمہائے جدائی کا

۱۳۴

ق، حاشیہ ق، قا

حاصل سے ہاتھ دھویشم، اے آرزو خرامی
دل، جوشِ گریہ میں ہے ڈوبی ہوئی اسامی
اُس شمع کی طرح سے جس کو کوئی بُجھا دے
میں بھی، جلے ہووے میں، ہوں داغِ ناتمامی

۱۳۵

ق، حاشیہ ق، قا

کنج کیا تنگ ہم ستمزدگان کا جہان ہے
خ ہے کائنات کو حرکت، تیرے ذوق سے
حال آن کہ ہے یہ سیلیِ خارا سے لالہ رنگ
کی اُس نے گرم، سینہ اہلِ ہوس میں، جا
جس میں کہ ایک بیضہ مور، آسمان، ہے
پر تو سے آفتاب کے، دَڑے میں جان ہے
غافل کو میرے شیشے پہ مے کا گمان ہے
آوے نہ کیوں پسند، کہ ٹھنڈا مکان ہے

۱ ب، قا، ڈولی (سہو کاتب) - ۳ الف، قب، ما، ستمزدوں کا (سہو کاتب) - ۴ ب، قا، مد، ح کے علاوہ، فرد -
کاتب انتخاب نے بھی ہدفہ لکھا تھا - مگر غالب نے اپنے قلم سے وہ کو دیہ بنایا ہے - قب میں آفتاب کے مکرر لکھ دیا
گیا ہے - ۵ ب، مد کے علاوہ، شیشہ - ۶ ب، قا، ٹھنڈا، ح، ٹھنڈا (مردو سہو کاتب) -

۱ - نیز ملاحظہ ہو: جلنا ہے دل کہ کیوں نہ ہم اک بار جل گئے

اے ناتمامیِ نفسِ شعلہ بار، حیف!

جی جلیے ذوقِ فنا کی ناتمامی پر نہ کیوں؟

ہم نہیں جلیے، نفسِ ہر چند آتشبار ہے

ہے، تجلی تری، سامانِ وجود

دَڑے، بے پرتوِ خورشید نہیں

ہے وہی بدمستیِ ہر دَڑے کا خود غدرخواہ

جس کے جلوے سے، زمین تا آسمان سرشار ہے

۲ - نیز ملاحظہ ہو:

کیا خوب! تم نے غیر کو بوسہ نہیں دیا؟
 بیٹھا ہے جو کہ سایۂ دیوارِ یار میں
 ہستی کا اعتبار بھی غم نے مٹا دیا
 ہے بارے، اعتمادِ وفاداری اس قدر

۱۳۶

قہ حاشیہ ق، قا

بس چپ رہو، ہمارے بھی مُنہ میں زبان ہے گہ
 فرماں رواے کشورِ ہندوستان ہے
 کس سے کہوں کہ داغ، جگر کا نشان ہے؟
 غالب، ہم اس میں خوش ہیں کہ نا مہربان ہے کہ

درد سے میرے، تجھ کو بقراری، ہایا ہے
 تیرے دل میں گر نہ تھا آشوبِ غم کا حوصلہ
 کیوں مری غمخوارگی کا تجھ کو آیا تھا خیال؟
 عمر بھر کا تو نے پیمانِ وفا باندھا، تو کیا؟
 زہر لگی ہے مجھے آب و ہوائے زندگی
 ۱۰ گلفشانیا ہے نازِ جلوہ کو کیا ہو گیا؟
 شرمِ رسوائی سے جا چھپنا نقابِ خاک میں
 خاک میں ناموسِ پیمانِ حجتِ مسل گئی
 ہاتھ ہی تیغِ آزما کا کام سے جانا رہا

کیا ہوتی، ظالم، تری غفلت شعاری؟ ہایا ہے!
 تو نے پھر کیوں کی تھی میری غمگساری؟ ہایا ہے!
 دشمنی اپنی تھی، میری دوستداری، ہایا ہے!
 عمر کو بھی تو نہیں ہے پایداری، ہایا ہے!
 یعنی، تجھ سے تھی اسے ناسازگاری، ہایا ہے!
 خاک پر ہوتی ہے تیری لالہ کاری، ہایا ہے!
 ختم ہے الفت کی، تجھ پر، پردہ داری، ہایا ہے!
 اُٹھ گئی دنیا سے راہ و رسمِ باری، ہایا ہے!
 دل پہ اک، لگنے پایا، زخمِ کاری، ہایا ہے!

- ۱ الف، قا، بوسا - نیز یہ شعر ق، ح، گل میں اگلے شعر کے بعد ہے - ۲ الف، قب، م، جو کے (سہو کاتب) - نیز ف میں
 یہ بیت اگلے دو شعروں کے بعد ہے - ۳ الف، قح دکاء ندارد (سہو کاتب) - ب، ج، داغ جگر (باضات، سہو کاتب) -
 ۴ الف، قب، بار اعتماد (سہو کاتب) - ب، ق، قا، گل، ہم بھی اسی میں خوش ہیں کہ نامہربان ہے - نیز قا میں یہ غول کا
 چھٹا شعر ہے، اور گل میں مطلع کے بعد درج ہوا ہے - ۵ الف، م، پیمانا (سہو کاتب) - ۶ ب، م، یوں (سہو کاتب) -
 قب، م، اوے - ۱۰ ق، قا، میں یہ بیت اگلے دو شعروں کے بعد ہے - ۱۱ الف، قب دے ندارد - م، چھٹا، مد، چھٹا
 (ہر دو سہو کاتب) - ۱۲ ق، قا میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے - ج، ح، مل گئے - ۱۳ ب، قا، قب، م، ما، م، ابک -

۱- میرزا صاحب نے مہر کو اُن کی محبوبہ کی موت پر ۱۸۶۰ء میں لکھا ہے: "بھئی، مغلچے بھی
 غضب ہوئے ہیں۔ جس پر مرتے ہیں، اُس کو مار رکھتے ہیں۔ میں بھی مغلچہ ہوں۔ عمر
 بھر میں ایک بڑی ستم پیشہ ڈومنی کو میں نے بھی مار رکھا ہے۔ خدا اُن دونوں کو
 بخشے۔ اور ہم تم کو بھی، کہ زخمِ مرگِ دوست کھائے ہوئے ہیں، مغفرت کرے۔" (بانی)

۱ کس طرح کاٹے کوئی شبہا ہے تار پرشکال؟
 ۲ گوش مہجورِ پیام و چشم محسوسِ جمال
 عشق نے پکڑا نہ تھا، غالب، ابھی وحشت کا رنگ

۱ ہے۔ نظر۔ خو کردہ اختر شکاری، ہایا ہے۔
 ایک دل، یس پر یہ نا امیدواری، ہایا ہے!
 رہ گیا، تھا دل میں جو کچھ ذوقِ خواری، ہایا ہے!

۱۳۷

ق، قا

۱ سرگشتگی میں، عالمِ هستی سے یاس ہے
 ۲ لینا نہیں مرے دلِ آوارہ کی خبر
 کیجے یاں سرورِ تبِ غم کہاں تارک؟
 ۳ ہے وہ، غرورِ حسن سے، بیگانہ وفا
 ۴ پی، جس قدر ملے، شبِ مہتاب میں شراب
 ۵ ہریک مکان کو ہے مکین سے شرف، اسد

تسکین کو دے نوید کہ مرنے کی آس ہے
 اب تک، وہ جانتا ہے کہ، میرے ہی پاس ہے
 ۲ ہر مو، مرے بدن پہ، زبانِ سپاس ہے
 ۳ ہر چند اُس کے پاس دلِ حق شناس ہے
 ۴ اس بلفیضی مزاج کو گرمی ہی راس ہے
 ۵ بختوں جو مر گیا ہے، تو جنگلِ اداس ہے

۱۳۸

ق، حاشیہ ق، قا

۱ گر خاموشی سے فائدہ اٹھائے حال ہے
 ۲ کس کو سناؤ حسرتِ اظہار کا گلہ؟

خوش ہوں، کہ میری بات سمجھنی محال ہے
 دل، فردِ جمع و خراجِ زبانہا سے لال ہے

- ۱ الف، قب، ما، ج، پرشکال - ۲، پرشکال (ہر دو سو کاتب) - ۳، ب، فج، دن - قب، تسکین بھی - ۴، ق، قا، گر مصیبت تھی، تو غربت میں اولہا لینا، اسد میری دل ہی میں ہوتی تھی یہ خواری، ہایا ہے! - ۵، ق، ح، اوٹھالیں - ۶، قب، عشق نے پکڑا تھا، غالب وحشت کا رنگ (سو کاتب) - ۷، الف، قب، م، ما، مد، ح، تب - ۸، الف، قد، مد، ندارد - ۹، الف، قب، م، مد، اوس (سو کاتب) - ۱۰، الف، قا، قب، م، خاموشی - ۱۱، الف، قا، ح کے علاوہ گملا - ۱۲، قب، ما، مد، ح، خراج (سو کاتب) -

(قب) چالیس یا اسی برس کا یہ واقعہ ہے۔ با آنکہ یہ کوچہ چھٹ گیا، اس فن میں بیگانہ
 محض ہو گیا، لیکن اب بھی کبھی کبھی وہ ادائیں یاد آتی ہیں۔ اُس کا مرنا زندگی بھر
 نہ بھولوں گا۔ (خطوط ۳۱۵:۱ عود ۱۱۶)

کس پردے میں ہے آئہ پرداز؟ اے خدا
 رحمت، کہ عذر خواہ لبِ بے سوال ہے گنج
 ہے! خدا نخواستہ، وہ اور دشمنی
 اے شوقِ مُنْضِعِل، یہ تجھے کہا خیال ہے؟
 مُشکین، لباسِ کعبہ، علی کے قدم سے جان
 نافِ زمین ہے، نہ کہ نافِ غزال ہے؟
 وحشت پہ میری، عرصۂ آفاق، تنگ تھا
 دریا، زمین کو عرقِ انفعال ہے
 ہستی کے مت فریب میں آجائیو، اسد
 عالم تمام، حلقۂ دامِ خیال ہے گنج

۱ الف، مد کے علاوہ، پردہ - قب، پر اے خدا (سہو کاتب) - ب، قب، رحمت کے - نیز گمل میں یہ شعر اگلی بیت کے بعد ہے -
 ۲ ب، ح، ذوق - ۳ ق، قا، ح میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے - الف، قب، قج، قدم کو (سہو کاتب) - م الف،
 ق، قا، عالم باطل دعوت دیوانگی نہیں - ہ الف، ق، قا، گمل، آجائیو کہیں - نیز ق میں یہ مقطع حاشیے کا ہے - اس سے
 یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ غالب نے ق میں گمل کے بعد تک ترمیمیں کی ہیں - نیز ق اور قا میں یہ غزل کا ٹیسرا
 شعر ہے -

۱ - نیز ملاحظہ ہو: ظالم، مرے گماں سے مجھے مُنْضِعِلِ نچاہ

ہے! خدا نکر دہ، تجھے بیوفا کہوں!

۲ - اس مضمون کو فارسی میں یوں لکھا ہے (کلیاتِ فارسی: ۱۸۹):

از مکرمتش، نافِ زمین، نافِ غزالست مشکینِ زچہ شد، ورنہ، لباسِ حرم آیا؟

۳ - نیز ملاحظہ ہو: ہاں، کھائیو مت فریبِ ہستی

ہر چند کہیں کہ ہے، نہیں ہے

جز نام نہیں صورتِ عالم مجھے منظور

جز وہم نہیں ہستیِ اشیا مرے آ کے

ح تم اپنے شکوے کی باتیں نہ کھود کھود کے پوچھو
 حذر کرو مرے دل سے، کہ اس میں آگ دبی ہے
 دلا، یہ درد و الم بھی تو مُفْتَنَم ہے، کہ آخر
 نہ گریہ سحری ہے، نہ آوِ نیم شبی ہے

خ رفتارِ عمر، قطعِ دمِ اضطراب ہے اس سال کے حساب کو، برقِ آفتاب ہے
 میناے مے ہے، سرو، نشاطِ بہار سے بالِ کدرو، جلوۂ موجِ شراب ہے
 گنجِ زخمی ہوا ہے، پاشنہ پائے ثبات کا نے بھاگنے کی گوں، نہ اقامت کی تاب ہے

۱ الف، ح کے علاوہ، شکوہ - قب، پوچھ (سہو کاتب) - ۲ الف، ق، قا، اسد، یہ درد و الم - قب، دکھ، ندارد (سہو کاتب) -
 ۳ الف، ج، بہار مے (سہو کاتب) - ب، گل، شراب سے (سہو کاتب) - ۴ الف، مد، پانی ثبات (سہو کاتب) - ۵، فا،
 م، بھاگنے کوں (سہو کاتب) - قب، م، نہ (دونوں جگہ) -

۱- نیز ملاحظہ ہو: ہوں سراپا سازِ آہنگِ شکایت، کچھ پوچھ

ہے یہی بہتر کہ لوگوں میں نہ چھیڑے تو مجھے

پُر ہوں میں شکوے سے یوں، راگ سے جیسے باجا

اک زرا چھیڑے، پھر دیکھیے، کیا ہوتا ہے

۲- نیز ملاحظہ ہو: نغمہ ہمارے غم کو بھی، اے دل، غنیمت جانیے

بے صدا ہو جائے گا، یہ سازِ ہستی ایک دن

۳- نیز ملاحظہ ہو: ہوئے ہیں پانو ہی پہلے نبردِ عشق میں زخمی

نہ بھاگا جائے ہے مجھ سے، نہ ٹھہرا جائے ہے مجھ سے

جادادِ بادہ نوشیِ رنداں ہے، شش جہت
نظارہ کیا حریف ہو اُس برقِ حسن کا؟
میں نامراد دل کی تسلیٰ کو کیا کروں؟
گزرا، اسد، مسرتِ پیغامِ یار سے

غافل گماں کرے ہے کہ گیتی خراب ہے
جوشِ بہار، جلوے کو جس کے نقاب ہے
مانا کہ تیرے رُخ سے نگہ کامیاب ہے
قاصد پہ مجھ کو رشکِ سوال و جواب ہے

۱۴۱

ف، حاشیہ ق، قا

ہے آرمیدگی میں نکوہش بجا مجھے
ڈھونڈ ہے اُس مغنیِ آتشِ نفس کو، جی
مستانہ طے کروں ہوں رہِ وادیِ خیال
کرتا ہے، بسکہ باغ میں تو، بیججایاں
کھٹا کسی پہ کیوں مرے دل کا معاملہ؟

صبحِ وطن، ہے خندہ دندانِ فنا مجھے
جس کی صدا، ہو جلوۂ برقِ فنا مجھے
تا بازگشت سے رہے مُدعا مجھے
آنے لگی ہے نکتِ گل سے جیا مجھے
شعروں کے انتخاب نے رُسا کیا مجھے

۱ الف، قا، جا دادہ (سہو کاتب) - ۲ الف، گن، اس - ب، ح کے علاوہ تمام نسخے، جلوہ - ۳ الف، بچ، نامراد
دل (باضافت، سہو کاتب) - ۴ الف، ما، مد، ڈھونڈے - قا میں دھ، غالب نے اپنے قلم سے بڑھایا ہے - ۵ ب، مد،
بازگشت (سہو کاتب) - ۶ الف، قب، تولے جٹایاں (سہو کاتب) - ب، م، ما، قد، مب، انتخاب، نکت (سہو کاتب) -
۷ الف، ق، کھاتے کر - معاملے - مگر مرتب ح نے اس کا اظہار نہیں کیا - قا، قب، قج، قد، م، ما، مب کو - ۸
میں یوں یونہی تھا - غالب نے اپنے قلم سے دکی، بنایا ہے - م، معاملہ -

۱ - نیز ملاحظہ ہو: ناکامیِ نگاہ ہے برقِ نظارہ سوز

تو وہ نہیں کہ نجم کو تماشا کرے کوئی

نظارے نے بھی کام کیا وابِ نقاب کا

مستی سے ہر نگہ ترے رُخ پر بکھر گئی

۲ - اس مضمون کو فارسی میں یوں ادا کیا ہے (کلیاتِ فارسی: ۳۰۸):

بازگشتے نبود، گر ہم، ہوشم بخشد
راہِ صحرایِ خیالِ تو چو مستانِ رقم

۱۴۲

ق

ج جنوں، نہمت کش تسکین نہو، گر شادمانی کی
کشا کشا ے ہستی سے کرے کیا سعی آزادی
پس از مردن بھی، دیوانہ، زیارتگاہِ طفلان ہے
نمک پاشِ خراشِ دل ہے، لذتِ زندگانی کی
ہوئی زنجیر، موجِ آب کو، فرصتِ روانی کی
شرارِ سنگ نے تربت پہ میری گلفشانی کی

۱۴۳

ق، حاشیہ ق، قا

نکو مش، ہے سزا فریادی بیدارِ دلبر کی
مبادا! خندہ دندانِ نما ہو، صبحِ محشر کی
رگِ لیلیٰ کو، خاکِ دشتِ جنوں، ریشگی بخشے
اگر بودے بجائے دانہ، دھقار، نوکِ نشتر کی
پر پروانہ، شاید، بادبانِ کشتی مے تھا
ہوئی مجلس کی گرمی سے، روانی دورِ ساغر کی
مک کروں بیدارِ ذوقِ پریشانی عرض، کیا قدرت!
کہ طاقت، اڑگئی اڑنے سے پہلے، میرے شہر کی
مک کہاں تک روؤں اُس کے خیمے کے پیچھے؟ قیامت ہے!
میری قسمت میں، یارب، کیا نہ تھی دیوارِ پتھر کی؟

۱ الف، ق، قا، قب، م، گو۔ مگر ق کے بارے میں مرتب ح نے اس کا اظہار نہیں کیا۔ ب، مدہ زندگانی (سہو کاتب)۔
۲ ب، ما، زنجیر موج آب (بتوال اضافات، سہو کاتب)۔ ۳ ب، مدہ، میرے (سہو کاتب)۔ ۴ الف، قب، ردکی (سہو کاتب)۔
۵ الف، مد کے علاوہ، خیمہ۔ قج، قیامت میں (سہو کاتب)۔

۱۔ نیز ملاحظہ ہو: شوریدگی کے ہاتھ سے ہے سر و بالِ دوش
صحرا میں، اے خدا، کوئی دیوار بھی نہیں

۱۴۴ ق

تو فسر دگی نہاں ہے بکمینِ بیزبانی^۱ خ
کبھی کودکی میں جس نے نہ سنی مری کہانی^۲
کہ مرے عدو کو، یارب، ملے میری زندگانی^۳۔

جو نہ تقدیرِ داغِ دل کی کرے، شعلہ پامبانی
مجھ سے اُس سے کیا توقعِ زمانہ جوانی
یوں ہی دُکھ کسی کو دینا نہیں خوب، ورنہ کہنا

۱۴۵ ق، قا

طاقتِ بیدارِ انتظار نہیں ہے کخ
نشہ باندازہ خمار نہیں ہے^۱
ہاے! کہ رونے پہ اختیار نہیں ہے^۲
خاک میں عشاق کی غبار نہیں ہے^۳
غیرِ گل، آئینہ بہار، نہیں ہے^۴
واے! اگر عہدِ استوار نہیں ہے کخ
تیری قسم کا کچھ اعتبار نہیں ہے^۵

آ، کہ مری جان کو قرار نہیں ہے
دیتے ہیں جست، حیاتِ دہر کے بدلے
گریہ نکالے ہے تری بزم سے مجھ کو
ہم سے عبث ہے، گمانِ رنجشِ خاطر
دل سے اُٹھا لطفِ جلوہ ہاے معانی
قل کا میرے کیا ہے عہد تو، بارے
تو نے قسم میکشی کی کہانی ہے، غالب؟^{۱۰}

۱ الف، مد، جو تقد - کرے (سہو کاتب) - ۲ الف، فب، قج، قد، قج، م، ما، مب، کسو - قد میں بھی اسی طرح تھا - غالب نے اپنے قلم سے تصحیح کی ہے - ۳ الف، مد، میری - ہ ب، تمام نسخے، نقشہ (بتشدد شین) - ۴ الف، کا تب نے نقشہ لکھا تھا - غالب نے اپنے ہاتھ سے مرزہ چھل کر شین پر تشدید بنائی ہے - ۵ الف، ما، ہے - ندارد - ج، جلوہ ہاے - ۶ الف، ح، میرے عہد تو کیا ہے (سہو کاتب) - ۷ ب، قد، تری قسم (سہو کاتب) -

۱ - یہ غزل اُس قصیدے سے نکالی گئی ہے جو گنجینۂ معنی: ۹ میں شامل ہے - چونکہ قا آخر سے ناقص ہے، اس لیے اُس میں یہ اشعار موجود نہیں -

۱۴۶

ق. حاشیہ ق. قا

۱ مجھ پر غم سے یاں تک سرنگونی مجھ کو حاصل ہے
 کہ تارِ دامن و تارِ نظر میں فرق مشکل ہے
 کہ رفوے زخم سے مطلب ہے لذت زخمِ سوزن کی *
 سمجھو مت کہ پاسِ درد سے دیوانہ غافل ہے
 'وہ گل جس گلستار میں جلوہ فرمائی کرے، غالب
 چٹکا غنچہ گل کا۔ صدائے خندہ دل ہے

۱۴۷

ق. قا

۱ نقشِ نازِ بُتِ طَنازِ باغوشِ رقیب
 'تو وہ بدخو کہ تحیرِ کو تماشا جانے
 وہ تبِ عشقِ تمنا ہے کہ پھر، صورتِ شمع
 پائے طاؤس، بے خامۂ مانی مانگے
 غم وہ افسانہ کہ آشفتمہ ییانی مانگے *
 شعلہ۔ تا نبضِ جگر ریشہ دوانی مانگے

۱۴۸

ق. قا

ک پا بدامن ہو رہا ہوں، بسکہ میں صحرا نورد
 خارِ پا ہر جوہرِ آئینہ زانو مجھے

۱ الف، فح، گل جو - ۲. ق، قا میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے - الف، قا، نفس (سہو کاتب) - فح، نقش بازوب
 بہ اغوش - قد، مب، باغوش (ہر دو سہو کاتب) - ہ الف، قب و تحیرہ ندارد - ب، ق، قا، گل، قب، م، دل وہ - ۶ الف، قا،
 فح، قب، فح، مب، حج، مد، ج، تب - ما، بت عشق (سہو کاتب) - ق، قا، قب، م، جون رشتہ شمع - قب، فح، م، چوں - ب،
 قب، فح، م، تا مغر جگر -

۱ - نیز ملاحظہ ہو:
 زخم سلوائے سے، مجھ پر چارہ جوئی کا ہے طعن
 غیر سمجھا ہے کہ لذت زخمِ سوزن میں نہیں

ہے نگاہِ آشنا، تیرا سر ہر مُو، مجھے
ہے یہی بہتر کہ لوگوں میں پھیلے تو مجھے

دیکھنا حالت مرے دل کی، ہم آغوش کے وقت
ہوں سراپا سازِ آہنگِ شکایت، کچھ نہ بوجھ

۱۴۹

ق. ق.

امتحان اور ابھی باقی ہو، تو یہ ابھی نہ سہی
شوق، گلچینِ گلستانِ تسلی نہ سہی
ایک دن گزر نہوا بزم میں ساقی، نہ سہی
گر نہیں شمعِ سیہ خانہ کیلی، نہ سہی
نوحہ غم ہی سہی، نغمہ شادی نہ سہی
گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی، نہ سہی
نہوئی، غالب، اگر عمرِ طبعی، نہ سہی

نہوئی گر مرے مرنے سے تسلی، نہ سہی
خارِ خارِ المِ حسرتِ دیدار تو ہے
مے پرستان، خمِ مے منہ سے لگائے ہی بنے
نفسِ قیس کہ ہے چشم و چراغِ صبحِ صبحِ صبح
ایک ہنگامے پہ موقوف ہے گھر کی رونق
نہ ستائش کی تمنا، نہ صلے کی پروا
عشرتِ صحبتِ خوبیاں ہی غنیمت سمجھو

۱۵۰

ق. ق.

اگر پہلو تہی کیجے، تو جا میری بھی خالی ہے
بھرے ہیں جس قدر جام و سبو، میخانہ خالی ہے

۱۰ تغافل دوست ہوں، میرا دماغِ عجزِ عالی ہے
رہا آباد عالم، اہلِ ہمت کے نہ ہونے سے

م ب، مد، شوقِ گلچین (باضافت)۔ ہ الف، قا، گل، قب، قج، م۔ انگالو یعنی - ق میں ہیں یہی لفظ ہوں کے۔ مگر ح
میں اے ظاہر نہیں کیا۔ ۲ الف، مد کے علاوہ، مگم۔ ۸ الف، فت، م، ج، صلہ۔ ب، ق، پہلے، نوے
گر مرے۔ اصلاحِ حاشیے پر ہے۔ گل، نہیں ہے۔ ۱۰ الف، مد، میری جا۔

۱۔ نیز ملاحظہ ہو: تم اپنے شکوے کی باتیں نہ کہو کہو کے پوچھو

حذر کرو مرے دل سے، کہ اس میں آگِ دہی ہے

پُر ہوں میں شکوے سے یوں، راگ سے جیسے باجا

اک زرا چھڑے، پھر دیکھو، کیا ہوتا ہے

۲۔ اس خیال کو فارسی میں یوں تحریر کیا ہے (کلیاتِ فارسی: ۲۵۷):

در آغوشِ تغافل، عرضِ یکرنگی توان دادن
تہی تا میکنی پہلو، بما بنمودہ جا را

۱۵۱

ق، حاشیہ ق، قا

من رحم کر، ظالم، کہ کیا بود چراغِ کشته ہے !
نصیر بیمارِ وفا، دودِ چراغِ کشته ہے
دل لگی کی آرزو بے چین رکھتی ہے ہمیں
ورنہ یان بیروتی، سودِ چراغِ کشته ہے

۱۵۲

ق، قا

گلشن کو تری صحبت، از بسکہ خوش آئی ہے
هر غنچے کا گل ہونا، آغوش کشائی ہے
وان کنگرِ استغنا، ہر دم ہے بلندی پر
یاں نالے کو اور اُٹا دعوایِ رسائی ہے
از بسکہ سکھاتا ہے غم ضبط کے اندازے
جو داغِ نظر آیا، اک چشم نمائی ہے

۱۵۳

ق، قا

سحاب، پشت گرمی آئینہ دینے ہے، ہم
حیراں کیے ہوئے ہیں، دلِ بیکرار کے
آغوشِ گل، کُشودہ برائے وداع ہے
اے عندلیب، چل کہ چلے دن بہار کے

۲ الف، قب، کی، ندارد (سہو کاتب) - ۳ ب، مد کے علاوہ غنچہ - ۴ ب، مد کے علاوہ نالہ - فج، فد، م، مد، دعوی - ۵ الف، قب، فج، م، درد کے - ۶ ب، ق، قا، داغوں کا نظر آنا خود - قب، ارب - ۷ ب، قب، دے، ندارد (سہو کاتب) -

۱۔ نیز ملاحظہ ہو :
چھڑ کے ہے شبنم آئینہ برگِ گل پہ آب
اے عندلیب، وقتِ وداعِ بہار ہے

ہجومِ نالہ، حیرت عاجزِ عرضِ یک افغان ہے
تکلفِ برطرف، ہے جانستانِ تر لطفِ بدخویاں
ہونی یہ کثرتِ غم سے تلف، کیفیتِ شادی
دل و دیں نقد لا، ساقی سے گرسودا کیا چاہے
غم، آغوشِ بلا میں پرورش دیتا ہے عاشق کو
خوشی، ریشہ صد کیستان سے، خس بدندان ہے
نگاہِ بحجابِ ناز، تیغِ نیزِ عریاں ہے
کہ صبحِ عیدِ مجھ کو بدتر از چاکِ گریاں ہے
کہ اس بازار میں ساغر، متاعِ دستگرداں ہے
چراغِ روشن اپنا، قلمِ صرصر کا مرجان ہے

ہے، وصل، ہجرِ عالمِ تمکین و ضبط میں
اُس لب سے مل ہی جائے گا بوسہ کبھی تو، ہاں
معشوقِ شوخ و عاشقِ دیوانہ چاہیے
شوقِ فضول و جرأتِ زندانہ چاہیے

چاک کی خواہش، اگر وحشت، بگریانی کرے
صبح کے مانند، زخمِ دل، گریانی کرے

۱۔ یہ غزل ایک دو غزلے سے چنی گئی ہے۔ اس کا دوسرا اور تیسرا شعر پہلی غزل کا اور باقی دوسری کے ہیں۔
۲۔ الف، م، پر۔ ما، خویاں۔ ب، ح، پار تیغ۔ ۳۔ الف، ق، پیرے، اسد، یہ فرطِ غم نے کی۔ ۴۔ گل میں یہ بیت
اگلے شعر کے بعد ہے۔ ۵۔ گل میں یہ شعر اگلی بیت کے بعد ہے۔ ۶۔ الف، قا، مل جایگا بوسے (سہو کاتب)۔
ب، فب، حیرت۔ ما، اصول (سہو کاتب)۔

۱۔ نیز ملاحظہ ہو : نہ آتی سطوتِ قاتل بھی مانعِ میرے نالوں کو
لیا دانتوں میں جو تنکا، ہوا ریشہ کیستان کا

جلوے کا تیرے وہ عالم ہے کہ گر کیجیے خیال
ہے شکستن سے بھی دل نو مید، یارب، کب تلک
میکدہ، گر چشم مستِ ناز سے پاوے شکست
ح خطِ عارض سے لکھا ہے، زلف کو الفت نے، عہد
دیدہ دل کو زیارت گاہِ حیرانی کرے
آبگینہ، کوہ پر عرضِ گرانجانی کرے؟
موے شیشہ، دیدہ ساغر کی مڑگانی کرے
یک قلم منظور ہے، جو کچھ پریشانی کرے

۱۵۷

ق. حاشیہ ق، قا

چشمِ خوبان، خامشی میں بھی نوا پرداز ہے
پیکرِ عُشاق، سازِ طالعِ ناماز ہے
دستگاہِ دیدہ، خونبارِ بجنوں دیکھنا
سُرمہ، تو کوے کد دودِ شعلہ آواز ہے
نالہ، گویا، گردشِ سیارہ کی آواز ہے
یک بیابانِ جلوة گل، فرشِ پانداز ہے

۱۵۸

ق

کچھ ہر قدم، دوریِ منزل ہے نمایاں مجھ سے
درسِ عنوانِ تماشا، بتغافل خوشستر
کچھ وحشتِ آتشِ دل سے، شبِ تنہائی میں
میری رفتار سے، بھاگے ہے بیابانِ مجھ سے
ہے، نگہ، رشتہ شیرازہِ مڑگانِ مجھ سے
صورتِ دود، رہا سایہ گریزاں مجھ سے

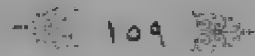
۱. قا میں یہ شعر مقطع سے پہلے ہے۔ الف، ما، مد سے علاوہ، جلوہ - ح' ہے اگر کیجیے۔ ۲ الف
قا، دل مایوس۔ ۳ الف، ق، قا فب، فبج، م' ما، ح' یار۔ ب' فب، م' موے مینا۔ م' مڑگانی۔ مد' مڑگانی (ہر دو
سہر کاتب)۔ م' ب' فب منظور ہو۔ ۴ الف، ق، چشمِ خوبان سے فروش نشہ زار ناز ہے۔ ب' ق، سرمہ گویا،
موجِ دود۔ ۵ قد میں اس شعر کے دونوں مصرعوں کے بیچ میں 'م' لکھا ہے جو مطلع کا عطف ہے۔ ب' مد' انہ۔
۶ یہ غزل بھی ایک دو غزل سے چنی گئی ہے۔ اس کا چوتھا شعر پہلی غزل کا اور باقی دوسری کے ہیں۔ گل' نمایاں بھگو
سے بیابانِ مجھ کو (سہر کاتب)۔ ۷ الف، م' عنوان کا تماشا۔ قا، پتر۔ ب' ما، عنوان (سہر کاتب)۔ ۸ ب' ق،
قا، گل' فب، فبج، فبج، ق، م' ما، دود کی طرح۔ م' میں بھی یہی تھا۔ مگر اس کے غلط نامے میں غالب نے تصحیح کر دی ہے۔

۱۔ نیز ملاحظہ ہو: سایہ میرا، مجھ سے، مثلِ دود بھاگے ہے، آمد

پاس مجھ آتش بجاں کے کس سے ٹھہرا جاوے ہے؟

کس قدر خانہ آئینہ ہے ویراں مجھ سے
صورتِ رشتہ گوهر، ہے چراغاں مجھ سے
پُر ہے سائے کی طرح، میرا شہستان مجھ سے
ہو نگہ، مثلِ گلِ شمع، پریشان مجھ سے
سایہ، خورشیدِ قیامت میں ہے پنہاں مجھ سے
آئینہ داری یک دیدہ حیراں، مجھ سے
ہے چراغاں، خس و خاشاکِ گلستان، مجھ سے

غمِ عشاق، نہو سادگی آموزِ ہنس
اثرِ آبلہ سے، جادۂ صحراۓ جنوں
بیخودی، بسیرِ تمہیدِ فراغت ہو جو !
شوقِ دیدار میں، گر تو مجھے گردن مارے
بیکسیہاۓ شبِ ہجر کی وحشت، ہے ہے !
گردشِ ساغرِ صد جلوة رنگیں، نجمہ سے
نگہِ گرم سے اک آگِ پکنتی ہے، آس



ق، حاشية في، ق

ایک جا حرفِ وفا لکھا تھا، سو بھی مٹ گیا
 ظاہراً، کاغذِ ترے خط کا، غلط بردار ہے
 جی جلیے ذوقِ فنا کی ناتمامی پر نہ کیوں؟
 ہم نہیں جلتے، تفسِ ہر چند آشبار ہے

۱ الف، م، بیاض (سمو کاتب) - ب، ق، قا، آرزو خانہ آمینہ - ۲ الف، ق، قا، گل، اثر آبلہ کرتا ہے بیابان روشنی
ب، ق، قا، گل، جادو جوں - ۳ ب، ق، م، ما، سایہ - ۴ ب، ق، قا، جوں
گل شمع، ہو نثارو - ۵ ب، ق، م، ما، اثر آبلہ کے بعد ہے - الف، ق، قا، وحشت مت بوجہ -
۶ ج میں اسے غیر مطبوعہ ظاہر کیا ہے - الف، قا، ق، ق، م، ما، م، ایک - ۷ قا میں ترتیب اشعار یہ ہے: ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷
اور گل میں ۸، ۹، ۱۰ - ۹ الف، ق، چلے -

۱۔ نیز ملاحظہ ہو : جلتا ہے دل کہ کیوں نہ ہم اک بار جل گئے

اے ناتمامی نفسِ شعلہ بار، حیف !

اُس شمع کی طرح سے جس کو کوئی بچھا دے
میں بھی جلے ہووں میں، ہوں داغِ ناتمامی

مگر آگ سے پانی میں بجھتے وقت اُنہی ہے صدا
 ہے وہی بدمستی ہر ذرہ کا خود عذر خواہ
 کچھ سے مت کہہ دو ہمیں کہتا تھا اپنی زندگی،
 مگر آنکھ کی تصویر سرنامے پہ کھینچی ہے کہ تا
 ہر کوئی، درماندگی میں، نالے سے ناچار ہے
 جس کے جلوے سے، زمین تا آسمان سرشار ہے
 زندگی سے بھی، مرا جی ان دنوں، بزار ہے
 تجھ پہ کھل جاوے کہ اس کو حسرت دیدار ہے

۱۶۰

ق. حاشیہ ق. ق

کچھ تپش سے میری، وقف کشمکش، ہر تارِ بستر ہے
 مرا سر رنجِ بالیں ہے، مرا تن بارِ بستر ہے
 خ سرشکِ سرِ بصرِ دادہ، نورالینِ دامن ہے
 دلِ بیدست وہا اُفتادہ، برخوردارِ بستر ہے
 خ خوشا اقبالِ رنجوری، عیادت کو تم آئے ہو
 فروغِ شمعِ بالیں، طالعِ بیدارِ بستر ہے

۱ الف. م. ال. مد. سی (سہو کاتب) - ب. ق. و مد کے علاوہ، نالہ - ق. ق. گل، مجبور ہے - (یہ دراصل اوس غزل کا شعر تھا جو گنجینہ معنی کے صفحہ ۱۰۰ پر درج ہے - غالب نے قافیہ بدل کر بیان داخل کر لیا ہے) - ح سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شعر ق کے حاشیے کا ہے - لیکن میری دانست میں یہ ترمیم ق کی اصل میں ہوئی ہے - ۲ ب. ق. م. ما، جلوہ - ۳ ب. ق. سے ہے - ۴ الف. ق. م. ب. ح. سرنامہ - ب. ق. ق. گل، کہ یاں تک حسرت - ۵ ب. ق. م. م. تن - گل، غارِ بستر ہے - ۶ الف. ما، سرشار (سہو کاتب) - ق. ق. نور چشم دامنہا - ح کے مطابق ق میں پہلے 'نورالین' دامنہا تھا - اصلاح صرف دامن ہے، مرقی - ۷ الف. ق. ق. عیادت بسکہ تجھے گرمی بازارِ بستر ہے - ح، تم آئے ہو -

۱ - نیز ملاحظہ ہو :

ہے تجلی تری، سامانِ وجود

ذرہ، بے پرتوِ خورشید نہیں

ہے کائنات کو حرکت، تیرے ذوق سے

پرتو سے آفتاب کے، ذرے میں جان ہے

بہ طوفان گاہِ جوشِ اضطرابِ شامِ تنہائی
 شمعِ آفتابِ صبحِ محشر، تارِ بستر ہے گنج
 ابھی آتی ہے بوِ بالتر سے اُس کی زلفِ مشکین کی
 ہماری دیدِ صکو، خوابِ زلیخا، عاریِ بستر ہے
 کہوں کیا، دل کی کیا حالت ہے ہجرِ یار میں، غالب؟
 کہ یتیمی سے، ہر یک تارِ بستر، خارِ بستر ہے

۱۶۱

ق، قا

خطر ہے، رشتہ الفت، رگِ گردن نہو جاوے
 سبجہ اس فصل میں کوتاہی نشوونما، غالب
 غرورِ دوستی آفت ہے، تو دشمن نہو جاوے
 اگر گل، سرو کے قامت پہ: پیراں نہو جاوے

۱۶۲

ق، قا

کرے ہے، بادہ ترے لب سے، کسبِ رنگِ فروغ
 کبھی تو اس سرِ شوریدہ کی بھی داد ملے
 خطِ پیالہ، سراسر، نگاہِ گلچیں ہے
 کہ ایک عمر سے حسرت پرستِ بالیں ہے
 کہ گوشِ گل، نغمِ شبنم سے پنہ آگین ہے
 مقامِ ترکِ حجاب و وداع تمکین ہے
 اسد ہے نزع میں، چل، بیوفا، براے خدا!

۱ الف، ق، پہلے، اضطراب و حشت شبہا - ح، اضطراب و شام (سہو کاتب) - قا، گل، اضطراب - ۲ الف، ق، قا
 اسد، جوش بہار دیدہ بیدار کے صدقے - ح، کبھی آتی - ب، قب، قبیح، م، ہمارے ذوق - ب، قب، خار بستر (سہو کاتب) -
 ۲ ب، م، ما، ہر ایک - مد، ح، ہراک - یہ شعر پہلی بار قب میں نظر آتا ہے - نیز قب سے ازراہ سہو «خار بستر» حذف ہو گیا ہے -
 ۳ الف و ب، ح، نہو جائے (تینوں جگہ) - ۵ ح میں اس شعر کو سہو آ غیر مطبوعہ ظاہر کیا ہے - ۶ ح میں اس
 غزل کو ازراہ سہو اون غزلوں کے ساتھ درج کیا ہے جن کا مصطرح کوئی شعر دیوان متداول میں موجود نہیں - ۷ ح ندارد -
 قا میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے - الف، مب، حج، دل - قد میں بھی یہی لفظ تھا - غالب نے اسے جھیل کو دسرا
 بنایا ہے - نیز یہ شعر اور مقطع بظاہر حاشیے کے ہیں - مگر ح میں اس کا اظہار نہیں ہوا - ۸ الف، ما، حج، قد، مب
 حج، مد، نالہائی - ب، قب و سے، ندارد - ۹ ح ندارد - الف، ما، نزعے میں - قد کے کاتب نے براہِ خدا لکھا تھا -
 غالب نے اپنے فلم سے وہ کو دی، بنایا ہے - ب، ق، قا، قب فحج، م، کہ وقت ترک -

۱۶۳

ق، حاشیہ ق، قا

گل کیوں نہو، چشمِ بتاں، محورِ تغافل، کیوں نہو؟
 ' مرنے مرنے دیکھنے کی آرزو رہ جائے گی
 عارضِ گل دیکھ، روئے یار یاد آیا، آسد
 یعنی، اس بیمار کو نظارے سے پرہیز ہے
 وائے! ناکامی کہ اُس کافر کا خنجر تیز ہے
 جوشِ فصلِ بہاری، اشتیاقِ انگیز ہے

۱۶۴

ق، قا

خ یاد ہے، شادی میں بھی، ہنگامہ ' یارب' مجھے
 ہے کشادِ خاطرِ وابستہ، درِ رهنِ سخن
 یارب، اس آشفگی کی داد کس سے چاہیے؟
 طبع ہے مشتاقِ لذتِ حیرت، کیا کروں؟
 دل لگا کر آپ بھی، غالب، مجھی سے ہو گئے
 سُبحۂ زاہد ہوا ہے، خندہ زیرِ لب، مجھے
 تھا طلیسمِ قفلِ ابجد، خانۂ مکتب مجھے
 رشک، آسائش پہ ہے زندانیوں کی اب مجھے
 آرزو سے ہے، شکستِ آرزو، مطلب مجھے
 عشق سے آتے تھے مانع، میرزا صاحب مجھے

۱ الف، قا، مست تغافل - ب، ح، مد کے علاوہ، نشارہ -
 (سہو کاتب) - ح، اس کافر (سہو کاتب) - ۳ الف، ق، قا، قب، قج، م، جلوۂ گل - ۴ الف، ق، قا، میں عقد نالۃ
 یارب - قب، بھی، ندارد - ۵ الف، قج، مد، کشادہ (سہو کاتب) - ح، وابستہ در، رهن (سہو کاتب) - ۶ ب، م، ما،
 زندانیوں (سہو کاتب) - ۸ الف، ما، آپ ہی (سہو کاتب) -

۱۔ مولانا نجم الغنی خان نے بحر الفصاحت: ۲۵۵ میں لکھا ہے: 'توجیہ کے اختلاف کا نام اقوا ہے، جیسے گل بالضم کا قافیہ چل بالفح سے کرنا، اور یہ عیوب میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس طرح کا قافیہ لانا ناروا ہے، جیسے عندلیب عجم مرزا غالب کے کلام میں ایک جگہ واقع ہوا ہے۔ لکھتے ہیں: عشق سے آتے تھے مانع میرزا صاحب مجھے۔ لفظ 'صاحب' کی جگہ حُطّی باعتبار قواعد صرف کے مکسور ہے، اور 'لب' و 'یارب' میں لام اور رے مفتوح - (باقی)

زِ بسکہ، مشقِ نماشا، جنوں علامت ہے کشاد و بستِ مژہ، سیلِ تداامت ہے
 نجانوں، کیونکہ مٹے داغِ طعنِ بدعہدی نبھے کہ آتہ بھی ورطۂ ملامت ہے
 بہ بیچ و تابِ ہوس، سلکِ عافیت مت توڑ نگاہِ عجز، سررشتہ سلامت ہے

۲. ق میں یہ شعر اگلے دو شعروں کے بعد اور ق میں صرف ایک کے بعد ہے۔ الف، قا، بجانوں۔ ب، قا، سلامت
 (ہر دو سہرکاتب)۔ ۳ الف، قب، بیچساب۔ ب، ق، قا، نگاہ خفہ۔

(قب) اگر کوئی کہے کہ محاورے میں صاحب کی حائے حُطی بھی مفتوح ہے، تو ہم
 جواب دیں گے کہ انشا و قلق وغیرہ نے بکسرِ حائے حُطی لکھا ہے۔ انشا:
 ہیں فارسی میں کلاک صاحب وہ خاص حضور کے صاحب
 قلق:

کہے تو، آپ کون صاحب ہیں؟ کونسی شے کے مجھ سے طالب ہیں؟
 اور راقم نے (۱۳۰۲ھ میں) نواب مرزا خاں صاحب داغ سے اس باب میں استفسار کیا،
 تو جواب دیا کہ غالب نے مقولہ غیر بیان کیا ہے، اور مثال میں یہ شعر ناظم کا پڑھا:
 غلطی غیر کی گفتار کی دیکھی، ناظم؟ واں میں جانا ہوں، تو کہتا ہے، نواب آتے ہیں
 اور حق یہ ہے کہ اب روزمرہ اردو میں صاحب، اعلام کے ساتھ بفتح حائے حُطی
 بیشتر مستعمل ہے۔ ہم کو اس سے کیا مطلب؟ کسی زبان میں کچھ ہو۔ جو الفاظ ہم لوگوں
 کی زبان پر جاری ہوں گے، وہ ہی صحیح سمجھے جاویں گے۔ ہاں، جس وقت
 عربی عبارت میں لکھیں، یا تلفظ کریں، اُس وقت اُن کی زبان کی پابندی لازم ہے۔
 البتہ صحتِ لفظی ضرور ہے۔

تیز ملاحظہ ہو کتابِ مذکور، طبعِ ثانی ۱۹۱۷ع صفحہ ۲۹۳۔

وفا مقابل، و دعوای عشق بے بنیاد جنوںِ ساختہ و فصلِ گل، قیامت ہے ؟

۱۶۶ ق. قا

من نشہا شادابِ رنگ، و سازها مستِ طرب شیشہٴ مے، سرورِ سبزِ جویبارِ نغمہ ہے
ہمنشین، مت کہہ کہ "برہم کر نہ بزمِ عیشِ دوست" و ان تو، میرے نالے کو بھی، اعتبارِ نغمہ ہے

۱۶۷ ق. حاشیہ ق، قا

کنخِ عرضِ نازِ شوخیِ دندان، برائے خندہ ہے دعویٰ جمعیتِ احباب، جاے خندہ ہے
من ہے عدم میں، غنچہ، محورِ عبرتِ انجامِ گل یک جہاں زانو تا مل، در قفای خندہ ہے
کلفتِ افسردگی کو عیشِ یتیمی حرام ورنہ، دندان در دل افشردن، بناے خندہ ہے
کنخِ شورشِ باطن کے ہیں احبابِ منکر، ورنہ یاں دل، محیطِ گریہ و لب، آشناے خندہ ہے

۱ الف، ما، مقابل دعوای (سہو کاتب) - ۲ الف، قد میں "نشہ" پر تشدید خود غالب کے قلم کی معلوم ہوتی ہے - قب
وہ ندارد (سہو کاتب) - ۳ الف، ق، قا، گل، قب، فج، م، ح، عیش یار - ب، گل، مد کے علاوہ، نالہ
۴ الف، ق پہلے شوخی اظہارِ دندانہا - ب، گل، دعویہ - قب، دعوت - ۵ الف، ق، پہلے ہیں - غنچہ ہا عبرت
کش - م، عبرت (سہو کاتب) - نیز م میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے - ۶ الف، ق، قا، عیشِ یتیمی حرام کلفت
افسردگی - م، خرام (سہو کاتب) - ب، ق، قا، عرض دندان - ج، الف، م، ب، ج، ح، شورش - گل، ارباب -

۱- نیز ملاحظہ ہو: دورِ چشمِ بد تری بزمِ طرب سے! واہ، واہ!
نغمہ ہو جاتا ہے، و ان گر نالہ میرا جاے ہے

آئیں، زانوئے فکرِ اختراعِ جلوہ ہے
چشمِ وا گردیدہ، آغوشِ وداعِ جلوہ ہے

حسنِ بے پروا، خریدارِ متاعِ جلوہ ہے
تا کجا، اے آگہی، رنگِ تماشا باختن؟

مشکل کہ تجھ سے راہِ سخن وا کرے کوئی غ
کب تک خیالِ طُورۂ لیلِ کرے کوئی؟
ہاں، دردِ بن کے دل میں، مگر، جا کرے کوئی غ
آخر، کبھی تو عقدۂ دل وا کرے کوئی غ
کیا فائدہ کہ جیب کو رسوا کرے کوئی؟ گن
تا چند باغبانیِ صحرا کرے کوئی؟
تو وہ نہیں کہ تجھ کو تماشا کرے کوئی؟ گن
نقصان نہیں جنوں سے جو سودا کرے کوئی؟

جب تک دھانِ زخم نہ پیدا کرے کوئی
عالم، غبارِ وحشتِ مجنوب ہے، سر بسر
افسردگی، نہیں طربِ انشاءِ التفات
رونے سے، اے ندیم، ملامت نہ کر مجھ سے
چاکِ جگر سے، جب دمِ پرشش نہ وا ہوئی
لختِ جگر سے ہے، رگِ ہر خار، شاخِ گل
ناکامیِ نگاہ، ہے برقِ نظارہ سوز
۱۰ ہر سنگ و خشت، ہے صدفِ گوہرِ شکست

- ۲ ب، ب، وا گردیدہ آغوش و داغ جلوہ (سہو کاتب) - ۳ یہ غزل ایک دو غزلے سے چنی گئی ہے - اس سے اشعار
۱-۵، ۹، ۱۱، ۱۲ پہلی کے اور باقی دوسری کے ہیں - ۶ ب، ق، قا، جون درد میرے دل - مگر مرتب ح نے اسے
ظاہر نہیں کیا - ۸ الف، ق، قا، لخت دل سے جون مڑ - قد، رگ شاخ خار کل (سہو کاتب) - ۹ ق میں یہ
بیت اگلے شعر کے بعد ہے - ۱۰ ح میں یہ ظاہر نہیں کیا کہ یہ حاشیہ ق کا شعر ہے - ب، قد، کہ سودا -

۱ - فارسی میں اس مضمون کو یوں کہا ہے: (کلیاتِ فارسی: ۴۹۳)

آغشته ایم ہر سیرِ خارے بخونِ دل قانونِ باغبانیِ صحرا نوشتہ ایم

۲ - نیز ملاحظہ ہو: اے دلِ ناعاقبتِ اندیش، ضبطِ شوق کر

کون لاسکتا ہے تابِ جلوۂ دیدارِ دوست؟ (باقی)

سربر ہوئی نہ وعدہ صبر آزما سے عمر
 ہے، وحشتِ طبیعتِ ایجاد، یاس خیز
 لکھ بیکاری جنوں کو ہے سر پیشے کا شغل
 حسنِ فروغِ شمعِ سخن دور ہے، اسد
 فرصت کہاں کہ تیری تمنا کرے کوئی؟
 یہ درد وہ نہیں کہ نہ پیدا کرے کوئی
 جب ہاتھ ٹوٹ جائیں، تو پھر کیا کرے کوئی؟
 پہلے دلِ گداختہ پیدا کرے کوئی

۱۷۰

ق، حاشیہ ق، قا

گنچ باغ، پا کر خرقائی، یہ ڈراتا ہے مجھے
 جوہرِ نیلغیرا بسرچشمہ دیگر معلوم!
 مدعا، محورِ تماشا ہے شکستِ دل ہے
 نالہ، سرمایہ یک عالم و عالم، کفِ خاک
 زندگی میں تو وہ محفل سے اٹھادیتے تھے
 سایہ شاخِ گل، افعی نظر آتا ہے مجھے
 ہوں میں وہ سبزہ کہ زہراب اگاتا ہے مجھے
 آتھ خانے میں کوئی لیے جاتا ہے مجھے
 آسمان، بیضہ قری نظر آتا ہے مجھے
 دیکھوں، اب مرگئے پر کون اٹھانا ہے مجھے

۱۷۱

ق، قا

کوہ کے ہوں بارِ خاطر، گر صدا ہو جائیے
 بے تکلف، اے شرارِ جستہ، کیا ہو جائیے؟
 ۱ الف، قب، صبر آزما سے عمر (سہو کاتب) - ۲ الف، ق، نالہ خیز - قب، یاس غیر (سہو کاتب) - ب، قب، ہ کہ
 پیدا کرے کوئی - ۳ ب، قب، قیج، م، جاویں - ۵، یہ شعر حاشیہ ق کا ہے - مگر ح میں اس کا ذکر نہیں - ۷ ب، قب،
 ۴ ما، مد، ح کے علاوہ، خانہ - ۸، ق، قا میں یہ شعر مطلع کے بعد ہے - ۹ الف، قب، م، تو اونٹھائے تھے وہ
 محفل سے مجھے - قب، اونٹھادیتے ہیں (سہو کاتب) - یہ شعر سب سے پہلے قب میں نظر آتا ہے -

(بفہ) نظارہ کیا حریف ہو اُس برقی حسن کا؟

جوشِ بہار، جلوے کو جس کے نقاب ہے

نظارے نے بھی کام کیا واں نقاب کا

مستی سے ہر نگہ ترے رخ پر بکھر گئی

۲- نیز ملاحظہ ہو: نقصان نہیں جنوں میں، بلا سے ہو گھر خراب

سو گز زمیں کے بدلے بیابان گراں نہیں

بیضہ آسا، تنگ بال و پر پہ ہے کنجِ قفس از سرِ نو زندگی ہو، گر رہا ہو جائیے

۱۷۲

ق. ق.

مستی، بذوقِ غفلتِ ساقی، هلاک ہے موجِ شراب، يكِ مِثْرَة خوابناك ہے
جُز زخمِ تیغِ ناز، نہیں دل میں آرزو جیبِ خیال بھی، ترے ہاتھوں سے جاک ہے
جوشِ جنوں سے کچھ نظر آتا نہیں، اسد صحرا ہماری آنکھ میں يكِ مشتملِ خاک ہے

۱۷۳

ق. ق.

کارگاہِ ہستی میں لالہ، داغِ سامان ہے برقِ خرمینِ راحت، خونِ گرمِ دھقان ہے

۱ الف، ح، تنگ بال و پر ہے یہ - بچ پر ہے یہ - ب، م، مد کے علاوہ، ہو کر - قن کے کاتب نے ذکر، لکھا تھا -
عالم نے اپنے ہاتھ ت مرکب چھل دی ہے - ۲ ح میں سہوا اس غزل کو غیر مطبوعہ ظاہر کیا ہے - ب، مد، ک -
۳ ب، ق، خیال ہی - ۴ ب، ح، الک مشتمل -

۱ - نیز ملاحظہ ہو: مری تعمیر میں مُضمّر ہے، الک صورتِ خرابی کی

ہیولی برقِ خرمین کا ہے، خونِ گرمِ دھقان کا

اس شعر کی تشریح کرتے ہوئے میرزا صاحب نے شا کر کو لکھا ہے: "داغِ سامان، مثلِ
انجم انجمن، وہ شخص کہ داغِ جس کا سرمایہ و سامان ہو - موجودیتِ لالے کی منحصر
نمایشِ داغ پر ہے - ورنہ رنگ تو اور پھولوں کا بھی لال ہوتا ہے - بعد
اس کے یہ سمجھ لیجئے کہ پھول کے درخت یا غلہ جو کچھ بویا جاتا ہے، دھقان کو
جو تپے، بونے، پانی دینے میں مشقت کرنی پڑتی ہے، اور ریاضت میں لہو گرم ہو جاتا
ہے - مقصود شاعر کا یہ ہے کہ وجودِ محضِ رنج و غنا ہے - مزارع کا وہ لہو
جو کشت و کار میں گرم ہوا ہے، وہی لالے کی راحت کے خرمین کا برق ہے -
حاصلِ موجودیتِ داغ اور داغ، مخالفِ راحت اور صورتِ رنج - (عود: ۱۵۹)

غنچہ نا شگفتہا، برگِ عافیت معلوم! با وجودِ داجمعی، خوابِ گل، پریشان ہے
م سے رنجِ بیتابی کس طرح اُٹھایا جائے؟ داغ، پشتِ دستِ عجز، شعلہ، خسِ بدندان ہے

۱۷۴

ق، قا

کتابِ عیسیٰ کی جذبش کرتی ہے گہوارہ جنباتی قیامت، کشتہ لعلِ بُناں کا خوابِ سنگیں ہے

۱۷۵

ق، قا

خ آمدِ سیلابِ طوفانِ صداے آب ہے نقشِ پا، جو کان میں رکھتا ہے انگلی جادہ سے

۱ الف، قب۔ نا شگفتہا - ما، شگفتہا (سہو کاتب) - ۲ الف، ق اور قا میں اس مصرع کی جگہ تھا: اے ہوس، مبارک ہو، کارِ عشق آسان ہے - مگر یہ دوسرا مصرع تھا - موجودہ مثنیٰ سب سے پہلے قب میں ملتا ہے - ب، قب، پشتِ دست (سہو کاتب) - ۲ الف، قب، جناتی (سہو کاتب) - ب، قا، کی خواب - ۳ الف، ق، قا، باترابِ سیل طوفان - ۴ آمدی (سہو کاتب) - م، قب، سیلاب و طوفان - ب، ق، قا، کھینچے ہے - مگر ح میں اس کا ذکر نہیں ہوا - ب، مد، ح کے علاوہ، شیشہ -

۱۔ اس شعر کی حسبِ ذیل تشریح کی ہے: "کلی جب تھی نکلے، بصورتِ قلبِ صنوبری نظر آئے۔ اور جب تک پھول بنے برگِ عافیت معلوم۔ یہاں "معلوم" بمعنی معدوم ہے۔ اور برگِ عافیت بمعنی مایہ آرام - ع: برگِ عیشے بگورِ خویش فرست - برگ اور سرو برگ بمعنی ساز و سامان ہے - خوابِ گل، شخصیتِ گل، باعتبارِ خوشی و برجا ماندگی - پریشانی ظاہر ہے، یعنی شگفتگی: وہی پھول کی پنکھڑیوں کا بکھرا ہوا ہونا - غنچہ بصورتِ دل جمع ہے - با وصفِ جمعیتِ دل گل کو خوابِ پریشان نصیب ہے" - (عود: ۱۵۹)

۲۔ اسی خط میں تیسرے شعر کا یہ مطلب بتایا ہے: "پشتِ دست صورتِ عجز - اور "خسِ بدندان و کاہِ بدندانِ گرفتن، بھی اظہارِ عجز ہے - پس جس عالم میں کہ داغ نے پشتِ دست زمین پر رکھ دی ہو، اور شعلے نے تنکا دانتوں میں لیا ہو، م سے رنجِ اضطراب کا تحمل کس طرح ہو؟" - (عود: ۱۵۹)

بزمِ مے، وحشتکدہ ہے کس کی چشمِ مست کا؟
شیشے میں، نبضِ پری، پنہاں ہے، وجہِ بادہ سے

۱۷۶

ق. حاشیہ ق. قا

جس جا، نسیم شانہ کشِ زلفِ یار ہے
کس کا سُراغِ جلوہ ہے، حیرت کو، اے خدا؟
ہے ذرّہ ذرّہ، تگی جا ہے، غبارِ شوق
دل مُدّعی، و دیدہ بنا مُدّعی عَلَیْہ
چھڑکے ہے شبنم، آئینہ برگِ گل پہ، آب
بیچ آہڑی ہے وعدہ دلدار کی مجھے
بے پردہ سوے وادیِ بجنوں گزر نکر
اے عندلیب، یک کفِ خس بہرِ آشیان
۱۰ دل مت گنوا، خبر نہ سہی، سیر ہی سہی

نافہ، دماغِ آہوے دشتِ تار، ہے
آئینہ، فرشِ شش جہتِ انتظار ہے
گر دام یہ ہے، وسعتِ صحرا شکار ہے
آنظارے کا مُسَقِّدِ مہ پھر روبکار ہے
اے عندلیب، وقتِ وداعِ بہار ہے
وہ آئے یا نہ آئے، یہ یاں انتظار ہے
ہر ذرّے کے نقاب میں، دل بقرار ہے
طوفانِ آمد آمدِ فصلِ بہار ہے
اے بیدماغ، آئینہ تمثال دار ہے

۲۔ یہ غزل ایک دو غزلے سے چنی گئی ہے۔ اس کے شعر ۲، ۳ اور ۵ ق کی پہلی غزل کے اور باقی دوسری کے ہیں۔
قا کے لحاظ سے ۲ - ۴ پہلی کے اور باقی دوسری کے ہیں۔ ب، ج، آہو دشت (سہو کاتب) - ۵ الف، گل، دل
مدعی ہے - ب، مد کے علاوہ، نظارہ - ۶ الف، ج، گل پر - ۷ ب، قا، گل، قب، م، آوے یا نہ آوے -
کب، ما، م، ج، آئے یا نہ آئے - قد میں بھی اسی طرح تھا۔ لیکن غالب نے اپنے ماتم سے ہمزہ اور شوشہ دونوں چھل
دیے ہیں - قب، یہاں انتظار - ۸ ب، مد، ما کے علاوہ، ذرہ - ۹ الف، مد، اک - ۱۰، قا میں یہ شعر دے پردہ
سے پہلے ہے۔

۱ - نیز ملاحظہ ہو: دل و مڑگاں کا جو مقدمہ تھا آج پھر اُس کی روبکاری ہے
۲ - نیز ملاحظہ ہو: آغوشِ گل، کُشودہ رائے وداع ہے
اے عندلیب، چل کہ چلے دن بہار کے

خ غفلت کفیلِ عُمر، و آسَد ضامنِ نشاط
اے مرگِ ناگہاں، تجھے کیا انتظار ہے؟

الف، ق، فاء، ضامن وفا۔

۱۔ اس مقطّع کا دوسرا مصرع، میرزا صاحب نے میرزا تفتہ کے خط میں یہ کہہ کر نقل کیا ہے کہ "میرا حال اس فن میں اب یہ ہے کہ شعر کہنے کی روش اور اگلے کہے ہوئے اشعار سب بھول گیا۔ مگر، ہاں اپنے ہندی کلام میں سے ڈیڑھ شعر، یعنی ایک مقطّع اور ایک مصرع یاد رہ گیا ہے۔ سو گاہ گاہ جب دل اُٹھے لگتا ہے، تب دس پانچ بار یہ مقطّع زبان پر آجاتا ہے: زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری، غالب الخ۔ پھر جب سخت گھبراتا ہوں، اور تنگ آتا ہوں۔ تو یہ مصرع پڑھ کر چپ ہو جاتا ہوں: اے مرگِ ناگہاں الخ" (عود: ۱۰۰، اردو سے معنی: ۱۲۴، خطوط: ۱: ۲۸) نیز ۳ جولائی ۱۸۶۳ء کو علاقائی کو لکھتے ہیں: "میری حقیقت سنو۔ مہینا بھر سے زیادہ کا عرصہ ہوا، بائیں پانو میں ورم، کفر پا سے پشتِ پا کو گھبراتا ہوا پنڈلی تک آماس۔ کھڑا ہوتا ہوں، تو پنڈلی کی رگیں پھٹے لگتی ہیں۔ خیر، نہ اُٹھا۔ روٹی کھانے محلِ سرا نہ گیا۔ کھانا یہیں منگالیا۔ پیشاب کو کیونکر نہ اُٹھوں؟ حاجتی رکھ لی۔ بغیر اُکڑو بیٹھے بات نہیں بنتی۔ پاخانے کو اگرچہ دوسرے تیسرے دن جاؤں، مگر جاؤں تو سہی۔ یہ سب موقعے خیال میں لا کر سوچ لو کہ کیا گزرتی ہوگی۔ آغازِ فتنِ مزید علیہ یا مستزاد۔ پری و صد عیب، چنین گفته اند۔ اپنا یہ مصرع بار بار چپکے چپکے پڑھتا ہوں: اے مرگِ ناگہاں، تجھے کیا انتظار ہے؟ مرگ اب ناگہاں کہاں رہی؟ اسباب و آثار سب فراہم ہیں۔ ہاں! الہی بخشِ خان مغفور کا کیا مصرع ہے! آہ! جی جاؤں، نکل جائے اگر جان کہیں" (اردو سے معنی: ۴۲۲، خطوط: ۱: ۳۵۳)۔

۱۷۷

ق. قا

نگاہ، دل سے ترے سرمہ ما نکلتی ہے
صبا، جو غنچے کے پردے میں جا نکلتی ہے
کہ زخمِ روزِ در سے ہوا نکلتی ہے

خوشیوں میں تماشا ادا، نکلتی ہے
فشارِ تنگیِ خلوت سے، بنتی ہے شبنم
نہوچہ سینہ عاشق سے آبِ تیغِ نگاہ

۱۷۸

ق. قا

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ ما کہیں جسے؟
گلدستہ نگاہ، سُوبدا کہیں جسے
افسوسِ انتظار، تما کہیں جسے
وہ ایک مُشتِ خاک کہ صبرا کہیں جسے
شوقِ عیاں گسیختہ، دریا کہیں جسے
صبحِ بہار، پنبہ مینا کہیں جسے
ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے؟

آئینہ کیوں ندوں، کہ تماشا کہیں جسے؟
حسرت نے لا رکھا تری بزمِ خیال میں
پھونکا ہے کس نے گوشِ نجات، اے خدا؟
سر پر هجومِ دردِ غریبی سے، ڈالے
ہے چشمِ تر میں، حسرتِ دیدار سے نہاں
درکار ہے شگفتنِ گلہائے عیش کو
۱۰ غالب، برا نہ مان، جو واعظِ برا کہے

۲ الف، ق، قا، صحت سے ہوتی ہے - م، پہلوں (سہو کاتب) - ح، آئی ہے (سہو کاتب) - ب، قا، مد کے علاوہ، غنچہ - ق، قا،
کی خلوت میں جا - قا، قد، پردہ - ۶ ب، قب، انوس (سہو کاتب) - ۹، ق، قا میں یہ بیت اوپر کے تین شعروں سے ہائے
ہے - الف، ق، قا، ہے تار و پود ورس تبسم بزمِ عیش - موجودہ صورت پہلی بار قب میں نظر آئی ہے - ۱۰ الف،
اردو سے معنی ۲۳، دشمن برا کہیں -

۱ - میرزا صاحب نے سیاح کے خط میں یہ شعر قدرے تغیر کے ساتھ نقل کیا ہے -
فرماتے ہیں: "تم برا نہ مانو - کس واسطے کہ اگر میں برا ہوں، تو اُس نے سچ کہا -
اور اگر میں اچھا ہوں اور اُس نے برا کہا، تو اُس کو خدا کے حوالے کرو -
بیت: غالب، برا نمان جو دشمن برا کہیں - الخ - (اردو سے معنی: ۲۳)

داغِ دلِ بیدرد، نظرِ گاہِ حیا ہے
 آئینہ، بدستِ بُتِ بدمستِ حیا ہے
 جی، کس قدر افسردگیِ دل پہ جلا ہے
 آئینہ، باندا زِ گل، آغوشِ کشا ہے
 اے نالہ، نشانِ جگرِ سوختہ کیا ہے ۱
 معشوق و بیحوصلگی، طرفہِ بلا ہے
 دستِ تہِ سنگِ آمدہ، بیانِ وفا ہے
 تیغِ ستم، آئینہٴ تصویرِ نما ہے
 سائے کی طرح، ہم پہ عجب وقت پڑا ہے
 یارب، اگر ان کردہ گناہوں کی سزا ہے ۲
 کوئی نہیں تیرا، تو، مری جان، خدا ہے

شبنم، بگلِ لالہ، نہ خالی زِ ادا ہے
 دل، خوں شدہٴ کشمکشِ حسرتِ دیدار
 گنجِ شعلے سے نہوتی، ہوسِ شعلہ نے جو کی
 مںِ مثال میں تیری ہے وہ شوخی کہ بصد ذوق
 'قری کفرِ خاکستر، و بلبلِ قفسِ رنگ
 'خوئے تری افسردہ کیا وحشتِ دل کو
 مجوری و دعوایِ گرفتاریِ الفت
 معلوم ہوا حالِ شہیدانِ گزشتہ
 خاے پرتوِ خورشیدِ جہانتاب، ادھر بھی
 گنجِ ناکردہ گناہوں کی بھی حسرت کی ملے داد
 بیگانگیِ خلق سے بیدل نہو، غالب

- ۱۔ یہ غزل قاسم، بوجہ نقصانِ اوراق، ندارد ہے۔ ۲۔ الف، ق، ح، کشمکش کثرتِ اظہار۔ ۳۔ الف، ق، م، م، ب، ج، شعلہ سے۔
 ب، ق، م (سہو کاتب)۔ نیز یہ اور دوسرے بھولدار شعرِ گل میں بڑھائے گئے ہیں۔ ۴۔ الف، ق، ب، ق، ق، ب، ص، شوق۔
 ۵۔ الف، مد، قفسی (سہو کاتب)۔ ب، گل، جز نالہ۔ ق، ب، نفس سوختہ۔ ۶۔ الف، مد، خونی (سہو کاتب)۔ ۷۔ ب، ق،
 ح، دامن۔ احرام وفا۔ ۸۔ ق میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔ ۹۔ الف، م، ایدھر (قدیم رسم خط)۔ ب، مد، ح
 کے علاوہ سایہ۔ ۱۰۔ الف، مد، ملی داد (سہو کاتب)۔ ب، فد میں وان، کو اتقباس دور کرنے کے لیے، پکسر الف لکھا ہے۔

سُراغِ تَفِ نالہ لے داغِ دل سے
 کہ کُشَبَرُو کا نقشِ قدم دیکھتے ہیں
 آتا ہے، داغِ حسرتِ دل کا شمار، یاد
 مجھ سے مرے گنہ کا حساب، اے خدا، نمازگ

۱۔ نیز ملاحظہ ہو:

۲۔ نیز ملاحظہ ہو:

یہوں پاس آنکھ، قبلہ حاجات، چاہیے خ
آخر، ستم کی کچھ تو مُکافات چاہیے
ہاں، کچھ نہ کچھ تلافیِ مافات چاہیے
تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیے
اگ کو نہ بیخودی مجھے دن رات چاہیے
خاموشی ہی سے نکلے ہے، جو بات چاہیے
ہر رنگ میں بہار کا اثبات چاہیے
رُو، سوئے قبلہ وقتِ مناجات چاہیے
عارف، ہمیشہ مستِ مے ذات چاہیے

مسجد کے زیرِ سایہ، خرابات چاہیے
عاشق ہوئے ہیں آپ بھی ایک اور شخص پر
دے داد، اے قلک، دلِ محسرت پرست کی
سیکھئے ہیں، مہ رُخوں کے لیے ہم مصوری
مے سے غرض نشاط ہے، کس روسیاء کو؟
نشو و نما ہے اصل سے، غالب، فُروع کو
ہے رنگِ لالہ و گل و نسرین جدا جدا
متر، پائے کُٹم پہ چاہیے ہنگامِ بیخودی
یعنی، بحسبِ گردشِ پیمانہ صفات

۱۰ مری ہستی، فضائے حیرت آبادِ ثنا ہے

جسے کہتے ہیں نالہ، وہ اسی عالم کا عَنفا ہے

۱۔ ح میں یہ غزل اوس کلام کے ذمے میں چھپی ہے، جس کا مطروح کوئی شعر قلمی نسخے میں نہیں، حالانکہ یہ ق کے حاشیے
میں موجود ہے۔ نیز یہ غزل بھی قا سے ساقط ہو گئی ہے۔ ۲ الف، گل، اور ایک۔ حج، مد، ح، اک۔ ۳۔ ح ندارد۔
ب، قب، آفات (مرد و سہو کاتب)۔ ۴ الف، ق وہمہ ندارد (سہو کاتب)۔ ۵ الف، م، دہ، ندارد (سہو کاتب)۔ ب، ما، ماب
ایک۔ ۶، قب، م، ما، حج، ح میں وق، با نقطہ نہیں ہے، اسی لیے ان میں (م، ماب کے علاوہ) یہ شعر غزل کے آخر میں
درج ہوا ہے۔ الف، گل، م، فروغ (سہو کاتب)۔ الف، گل، قب، م، گل نسرین۔ ب، ق، دکا، ندارد (سہو کاتب)۔
۸ الف، ق، وہ، ندارد (سہو کاتب)۔ قب، فح، م، کیجیے۔ ق، قا، گل، کھنچے۔ مگر مرتب ح نے اس کا ذکر نہیں
کیا۔ ۱۰۔ یہ غزل بھی ایک دو غزلے سے چنی گئی ہے۔ اس کا دوسرا شعر پہلی غزل کا اور باقی دوسری کے ہیں۔
الف، ق، نوائے (سہو کاتب)۔

۱۔ اس خیال کو فارسی میں یوں لکھا ہے (کلیاتِ فارسی: ۵۰۱):

خود را منی بنقش طرازی علم کنم تا با تو خوش نشینم و نظارہ ہم کنم

گلِ کھراں کیا؟ فصلِ گل کہتے ہیں کس کو؟ کوئی موسم ہو

وہی ہم ہیں، قفس ہے اور ماتمِ بال و پر کا ہے

وفا ہے دلبراب ہے اتفاق، ورنہ، اے مہم

اثرِ فریادِ دلہائے محزین کا کس نے دیکھا ہے؟

نہ لائی، شوخی، اندیشہ، تابِ رنجِ نویدی

کفرِ افسوس ملنا، عہدِ تجدید تمنا ہے

۱۸۲

حاشیہ ق، فا

گلِ عشق مجھ کو نہیں، وحشت ہی سہی
'قطع کیجئے نہ تعلق ہم سے
میرے ہونے میں ہے کیا رسوائی؟
ہم بھی دشمن تو نہیں ہیں اپنے
اپنی ہستی ہی سے ہو، جو کچھ ہو
مہری وحشت، تری شہرت ہی سہی
کچھ نہیں ہے، تو عداوت ہی سہی
اے وہ مجلس نہیں، خلوت ہی سہی
غیر کو نجم سے محبت ہی سہی
آگہی گر نہیں، غفلت ہی سہی

۱۔ ب، ق، وہ ہم (سہو کاتب) - ۲۔ الف، مد، ح، نہ لائی - فا، درد نویدی - ب، ق، افسوس سودن - ۴۔ ح میں یہ غزل اس کلام کے دسرے میں چھپی ہے جس کا مہرچ کرئی شعر قلبی نسخے میں نہیں، حالانکہ یہ حاشیہ ق میں موجود ہے - ۶۔ ب، ح، فج، قد اور مد میں اے، کو قصداً بکر الف لکھا ہے - ۸۔ فا میں یہ شعر چھلے غیر ہے -

۱۔ نیز ملاحظہ ہو: آہ کا کس نے اثر دیکھا ہے؟ ہم بھی ایک اپنی ہوا باندھتے ہیں

۲۔ نیز ملاحظہ ہو: وارستہ اس سے ہیں کہ محبت ہی کیوں نہو
کیجئے ہمارے ساتھ، عداوت ہی کیوں نہو

عمر۔ ہر چند کہ ہے برقِ خرام
دل کے خون کرنے کی فرصت ہی سہی
ہم کوئی ترکِ وفا کرتے ہیں
نہ سہی عشق، مصیبت ہی سہی گنج
کچھ تو دے، اے فلکِ ناانصاف
آہ و فریاد کی رخصت ہی سہی
ہم بھی تسلیم کی کُحو ڈالیں گے
بے نیازی، بری عادت ہی سہی
یار سے چھوڑ چلی جاے، اسد
گر نہیں وصل، تو حسرت ہی سہی اُمو

۱۸۳

حاشیہ ق، قا

سیاہی جیسے گرجاوے دمِ تحریر کاغذ پر
مری قسمت میں یوں تصویر ہے شبہاے ہیراں کی خ

۱۸۴

آخر ق، قا

دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آجائے
میں اُسے دیکھوں، بھلا کب مجھ سے دیکھا جائے؟ خ

۱۔ ق، قا، ق، م میں یہ شعر مقطع سے پہلے ہے۔ الف، ق، ب د، ہ، ندارد (سہرکاتب)۔ ۲۔ ق، قا، فح میں یہ شعر مقطع سے پہلے ہے۔ ۳۔ ق، قا میں یہ شعر آٹھویں نمبر پر ہے۔ ۴۔ الف، ق، قا، چھوڑ خوبیاں سے۔ ب، ق، کہ نہیں (سہرکاتب)۔ ۵۔ ح میں یہ غزل اوس کلام کے زمرے میں چھپی ہے جس کا مضمرح کوئی شعر قلمی نسخے میں نہیں حالانکہ یہ ق کے آخر میں موجود ہے۔

۱۔ مرزا صاحب کا ایک فارسی مصرع ہے: "داد از حاکمانِ ناانصاف"۔ اس کے لفظِ ناانصاف کے بالمقابل کلیاتِ فارسی (مخطوطہ لوہارو، نمبر ۳۱ ص ۲۷) کے حاشیے پر اپنے قلم سے لکھتے ہیں: "یہ لفظ جائز ہے، اور اس کے نظائر بہت ہیں۔ غالب ۱۲۔"

۲۔ قدر بلگرامی نے اس شعر کی ردیف "سہی" کا فارسی میں ترجمہ پوچھا تھا۔ اُس کے جواب میں لکھا ہے: "یہ روز مرہ اردو ہے۔ اسی مطلب کے مطابق فارسی عبارت یوں ہو سکتی ہے: وصل اگر نیست، حسرت نیز عالمی دارد" (خطوط: ۱: ۱۸۰)۔ (باقی)

ہاتھ دھو دل سے، یہی گرمی گر اندیشے میں ہے

آبگینہ، تیری صبا سے بگھلا جاے ہے

خ غیر کو، یارب، وہ کیونکر منع گستاخی کرے؟

گر حیا بھی اُس کو آتی ہے، تو شرما جاے ہے

شوق کو یہ کت کہ ہر دم نالہ کہینچے جائے

دل کی وہ حالت، کہ دم لینے سے گھبرا جاے ہے

دور چشم بد تری بزمِ طرب سے! واہ! واہ!

نغمہ ہو جاتا ہے، وارِ گر نالہ میرا جاے ہے

گرچہ ہے، طرزِ تغافل، پردہ دارِ رازِ عشق

پر ہم ایسے کھوے جاتے ہیں کہ وہ پا جاے ہے

خ اُس کی بزمِ آرائیاں سُن کر، دلِ رنجور یاب

مثلاً نقشِ مدعاے غیر، پینھا جاے ہے

۱ الف، قاف، قد، مد کے علاوہ اندیشہ - ۲ الف، مد کے علاوہ، نالہ - ف، قیج، م، جاے ہے - ب، قد، دلگی (سوکاتب) -

(نقہ) ۳ - نیز ملاحظہ ہو: تکلف بر طرف، نظارگی میں بھی سہی، لیکن

وہ دیکھا جاے، کب یہ ظلم دیکھا جاے ہے مجھ سے؟

۱ - اس خیال کو فارسی میں یوں کہا ہے (کلیاتِ فارسی: ۳۸۱):

مینای می، از تندیِ این می، بگدازد پیغامِ غمت، در خورِ تحویلِ صبا نیست

۲ - نیز ملاحظہ ہو: ہم نشین مت کہہ کہ ہر دم کر نہ بزمِ عیشِ دوست،

واں تو، میرے نالے کو بھی اعتبارِ نغمہ ہے

ہو کے عاشق، وہ پری رُخ اور نازک بن گیا
 رنگ کھلتا جاے ہے، جتنا کہ اُڑتا جاے ہے
 نقشِ صُکو اُس کے، مصور پر بھی کیا کیا ناز ہیں!
 کھینچتا ہے جس قدر، اُتسا ہی کھینچتا جاے ہے
 سایہ میرا، مجھ سے، مثلِ دود، بھاگے ہے، اُسد
 پاس مجھ آتشِ بجاہ کے کس سے ٹھہرا جاے ہے؟

۱۸۵

آخر ق، فا

گرمِ فریاد رکھا شکلِ نہالی نے مجھے
 ۱۔ نسیہ و نقدِ دو عالم کی حقیقت معلوم
 کثرتِ آرائی وحدت، ہے پرستاری و ہم
 ہوسِ گل کا تصور میں بھی کھٹکا نہ رہا
 تب اماں ہجر میں دی بردِ کیالی نے مجھے
 لے لیا مجھ سے مری ہمتِ عالی نے مجھے
 کر دیا کافر ان اصنامِ خیالی نے مجھے
 عجب آرام دیا بے پروبالی نے مجھے

۱۸۶

آخر ق، فا

چاہیے اچھوڑ کو، جتنا چاہیے
 صحبتِ رنداں سے واجب ہے حذر
 ۱۔ چاہئے کو تیرے کیا سمجھا تھا دل؟
 یہ اگر چاہیں، تو پھر کیا چاہیے؟
 جاے مے اپنے کو کھینچا چاہیے
 بارے، اب اس سے بھی سمجھا چاہیے

۱ الف، ق، پریش۔ غالب نے 'وش' سے اوپر بغیر اوس کو قلمزد کیے 'رخ' لکھا ہے، مگر مرتب ح نے اس کا اظہار نہیں کیا۔
 ۲ الف، م، آثار ۱۵۱:۲، قب، م، گن، ناز ہے۔ ب، ح، اتسا، فا، آثار، ما، قج، قد، گن، مب، کھینچا۔ م، کھینچا (سہو کاتب)۔
 ۳ ب، قب، قج، م، آتش زباں۔ قب، گن، ٹھہرا۔ فا، م، ما، قد، ٹھہرا۔ ۴، یہ غزل بھی ح میں اوسی کلام کے زمرے میں چھپی ہے، جس کا مصطح کوئی شعر قلمی نسخے میں نہیں، سالانکہ یہ ق سے آخر میں موجود ہے۔
 ۵ ب، قب، وانہ ندارد۔ قج، اس (سہو کاتب)۔ ۸، ح میں اس غزل کی نوعیت بھی مثل غزل سابق ہے۔ الف، ق، فا، خواباں کو، مگر مرتب ح نے اسے ظاہر نہیں کیا۔ م، جینا چاہیے (سہو کاتب)۔ ۱۰ الف، قب، قج، م، چاہئے تیرے کو۔

۱۔ نیز ملاحظہ ہو: نہ لٹتا دن کو، تو کب رات کو یوں بیخبر موتا؟
 رہا کھٹکا نہ چوری کا، دعا دیتا ہوں رھزن کو

مر چاک مت کر کجیب ہے ایام گل
 گنج دوستی کا پردہ ہے بیگانگی
 خ دشمنی نے میری کھوبا غیر کو
 من اپنی رسوائی میں کیا چلتی ہے سعی؟
 گنج منحصر مرنے پہ ہو جس کی اُمید
 کچھ ادھر کا بھی اشارا چاہیے
 منہ چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیے
 کس قدر دشمن ہے دیکھا چاہیے
 بار ہی ہنگامہ آراغ چاہیے
 نا اُمیدی اُس کی دیکھا چاہیے

۱۔ ب، ق، م، ح، ادھر (سہو کاتب) - ۲۔ ق، ا میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے - ۳۔ الف، گل، کب چلتی - ب، گل، بار - ما، یاد (مر دو سہو کاتب) - ۴۔ ب، گل، دیکھا (سہو کاتب) -

- ۱۔ اس خیال کو فارسی میں یوں لکھا ہے (کلیات فارسی: ۴۲۰):
 ی دی از من و خلقی بگمانست ز تو بی محابا شو و بنشین کہ گمان برخیزد
- ۲۔ نیز ملاحظہ ہو: ذکر میرا، بہ بدی بھی، اُسے منظور نہیں
 غیر کی بات بگڑ جائے، تو کچھ دور نہیں
- ۳۔ نیز ملاحظہ ہو: کہنے ہیں: جیسے ہیں اُمید یہ لوگ،
 ہم کو جیسے کہ بھی اُمید نہیں

میرزا صاحب نے منشی نبی بخش حقیر کو ۱۰ جنوری ۱۸۵۰ ع کو لکھا ہے: "کیا کروں؟
 سخت غمزدہ اور ملول رہتا ہوں۔ مجھ کو اب اس شہر کی اقامت ناگوار ہے۔ اور
 موانع اور عوائق ایسے فراہم ہوئے ہیں کہ نکل نہیں سکتا۔ خلاصہ میرے رنج
 و الم کا یہ ہے کہ میں اب صرف مرنے کی توقع پر جیتا ہوں۔ ہیبت! منحصر
 مرنے پہ ہو، الخ (نادرات غالب: ۵):

ایک اور خط میں یوسف مرزا کو لکھا ہے کہ "بھائی، میں پہلے ہی جانتا تھا کہ یہ
 املاک قتل ہوئی اور وہ سوا لاکھ روپیہ، جو علاوہ ذر مقررہ ملا ہے، وہ دلتی کی (باقی)

چاہئے ہیں خوب رویوں کو آسد ن آپ کی صورت تو دیکھا چاہیے
غافل، ان مہ طلعتوں کے واسطے چاہئے والا بھی اچھا چاہیے

❦ ۱۸۷ ❦

آخر ق، قا

وہ، آ کے خواب میں، تسکینِ اضطراب تو دے ولے مجھے تپشِ دل۔ مجالِ خواب تو دے 'خ

۱. ق کی ترتیب یہی ہے، مگر مرتب ح نے بچ کے انبعاث میں او سے پلٹ دیا۔ م، مہ، حج، ح وقہ ندارد۔ ب، قب، صورت کی۔
فج، صورت کو (ہر دو سہو کاتب)۔ ۲. ح میں یہ غزل بھی اوسے کلام کے ذمے میں چھپی ہے، جس کا مصطرح کوئی شعر قلمی
نسخے میں نہیں، حالانکہ یہ ق کے آخر میں موجود ہے۔ ب، قب، ہے۔ گندارد (سہو کاتب)۔

(بقیہ) املاک کا خوں بہا ہے۔ پرسوں ناظر جی کے نام کے سرنامے میں فردِ فہرستِ مجموع

املاک بھیج چکا ہوں۔ خیر، یہ وار بھی خالی گیا۔ مولانا غالب، علیہ الرحمہ، خوب
فرماتے ہیں: منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید، الخ (اردو سے معنی: ۳۴۷، خطوط:
۱: ۱۶۶)

چودھری عبدالغفور سرور کے خط میں صاحبِ عالم صاحب مارہروی کو مخاطب
کر کے لکھا ہے: "حضرت، سچ تو یوں ہے کہ غمہائے روزگار نے مجھے گہر
لیا ہے۔ سانس نہیں لے سکتا، اتنا تنگ کر دیا ہے۔ ہر بات سو طرح سے خیال میں
آتی، پر دل نے کسی طرح تسلی نہ پائی۔ اب دو باتیں سوچتا ہوں: ایک تو یہ ہے کہ
جب تک جیتا ہوں، یوں ہی رویا کرونگا۔ دوسری یہ، آخر ایک نہ ایک دن مرونگا۔
یہ صغریٰ و کبریٰ دلنشین ہے۔ نتیجہ اس کا تسکین ہے۔ ہیات! منحصر مرنے پہ
ہو جس کی امید الخ، (اردو سے معنی: ۱۴۷)۔

۱۔ اس غزل کی شانِ نظم کے بارے میں میرزا صاحب نے ۲۷ جولائی ۱۸۶۲ ع کو علائی
کو لکھا ہے: "پچاس برس کی بات ہے کہ الہی بخش خان مرحوم نے ایک زمین تی
نکالی۔ میں نے حسبِ الحکم غزل لکھی۔ بیت الغزل یہ: پلا دے اوک سے ساقی الخ
مقطع یہ: آسد خوشی سے الخ۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ مطلع اور چار شعر کسی نے
لکھ کر اس مقطیع اور اس، بیت الغزل کو شامل اُن اشعار کے کر کے غزل بنالی (باقی)

گن کرے ہے قتل، لگاوٹ میں تیرا رو دینا تری طرح کوئی تیغ نگہ کو آب تو دے
۱۔ م میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔ الف، ق، و، ندارد (سہ کاتب)۔

(قبہ) ہے، اور اُس کو لوگ گاتے پھرتے ہیں۔ مقطع اور ایک شعر میرا، اور پانچ شعر کسی اُلّو کے۔ جب شاعر کی زندگی میں گانے والے شاعر کے کلام کو مسخ کر دیں، تو کیا بعید ہے کہ دو شاعر مُتَوَفّی کے کلام میں مطربوں نے خلط کر دیا ہو۔
(اردو سے معنی: ۴۴۲، خطوط: ۱: ۲۴۳)۔

میرزا صاحب نے اس خط میں غزلِ مذکور کے جن پانچ شعروں سے اپنی برأت ظاہر کی ہے، وہ صاحبِ عالم صاحبِ مارہروی کے روزنامچے میں (مع ان دو شعروں کے: پلادے اوک سے ساقی، اور، اسد خوشی سے الخ) غالب کے نام سے درج ہیں۔ اس روزنامچے میں، جو حبیب گنج کلکشن (مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ) میں نمبر ۳۲: ۷۸ پر رکھا ہوا ہے، ۲۳ جولائی سنہ ۱۸۵۳ ع کے اندراجات کے تحت حاشیے پر یہ عنوان "اسد اللہ خان غالب دہلوی، یہ سات شعر تحریر کیسے گئے ہیں، جن میں تیسرا ذوق کا اور پانچواں، چھٹا، ساتواں غالب کا ہے۔ پانچواں شعر صرف نسخہ قا میں ہے:

دلِ خراب بھی رہنے دے، کچھ جواب تو دے
پر ایک بوسہ مجھے تو علی الحساب تو دے
دلِ شہید، پڑا چپ ہے، کچھ جواب تو دے
اودھر کہے ہے فرشتہ: "مجھے حساب تو دے"
کبھی زمانہ مرادِ دلِ خراب تو دے
پیالہ گر نہیں دیتا، ندے، شراب تو دے
وہ ہنس کے بولا: "ذرا میرے پانو داب تو دے"

نہ بوسہ دے مجھے، میرا دلِ خراب تو دے
ہزار بوسے ہیں تجھ پر مرے حساب کی رو
زبانِ خنجرِ قاتل نے کیا کہا تجھ سے؟
ابدھر تو گور میں چپ ہوں غمِ جدائی سے
یہ کون کہے ہے: "آباد کر ہمیں"، لیکن
پلادے اوک سے، ساقی، جو ہم سے نفرت ہے
اسد، خوشی سے مرے ہاتھ پانو پھول گئے
یہ غزل معراج دھولپوری مرحوم نے بھی "باغِ مرہ" نامی بیاض سے نقل کر کے "ہماری

زبان، (۱۸ اگست ۱۹۶۱ ع) میں اشعار کی کمی بیشی کے ساتھ چھاپی ہے۔

۱۔ نیز ملاحظہ ہو: نہیں معلوم، کس کس کا لہو پانی ہوا ہوگا
قیامت ہے، سرشکِ آلودہ ہونا تیری میزگان کا

دکھا کے جنبش لب ہی، تمام کر ہم کو
پلا دے اوک سے، ساقی، جو ہم سے نفرت ہے
آسد، خوشی سے مرے ہاتھ پانو پھول گئے
نڈے جو بوسہ، تو منہ سے کہیں جواب تو دے 'خ
یسا لہ گر نہیں دیتا، نڈے، شراب تو دے گئے
کہا جو اُس نے زرا میرے پانو داب تو دے، 'ہ

۱۸۸

آخر ق، قا

پھر کچھ اک، دل کو، بقراری ہے
پھر جگر کھودنے لگا ناخپ
قلہ مقصدِ نگاہِ نیاز
چشم، دلالِ جنسِ رسوائی
وہی صد رنگ نالہ فرسائی
دل، ہوائے خرامِ ناز سے پھر
سینہ، جو بامِ زخمِ کاری ہے گنج
آمدِ فصلِ لالہ کاری ہے 'ہ
پھر وہی پردہِ عماری ہے
دل، خریدارِ ذوقِ خواری ہے 'ہ
وہی صد گونہ اشکباری ہے 'ہ
محشرستانِ بقراری ہے 'ہ

۱ الف، م، دیکھا (قدیم رسم خط) - ۲ ب، انتخابِ غالب، عبدالرزاق: ۱، ۲، ۳ ب، قا، قح، ما، مب، مد، ح، ذوا۔
قد میں بھی اس طرح لکھا گیا تھا - غالب نے اپنے ہاتھ سے ذال کا سر پھیل کر زے بنایا ہے - م، ح میں یہ غزل بھی
اوسے کلام کے زمرے میں چھپی ہے، جس کا مطرح کوئی شعر قلمی نسخے میں نہیں، حالانکہ یہ ق کے آخر میں موجود
ہے - الف، ما، مب، ایک - ۷، قا میں اسے قصہ فرار دیا گیا ہے - ۸ الف و ب، گل، قب، م، گن، ح، وہی -
الف، گل، گن، لالہ - م، مد، فرسا ہے - ب، ما، وہی - ۹ الف، قب، بار سے (سہو کاتب) -

۱ - نیز ملاحظہ ہو: مرگیا صدمہ يك جنبش لب سے غالب
ناتوانی سے، حریفِ دمِ عیسیٰ نہ ہوا
۲ - نیز ملاحظہ ہو: غنچہ پھر لگا کھلے، آج ہم نے اپنا دل
خوں کیا ہوا دیکھا، گم کیا ہوا پایا

من جلوہ، پھر عرضِ ناز کرتا ہے روزِ بازارِ جانسپاری ہے
 کچھ پھر اُسی بیوفا پہ مرتے ہیں پھر وہی زندگی ہماری ہے
 من پھر کُھلا ہے درِ عدالتِ ناز ق گرم، بازارِ فوجداری ہے
 ' ہو رہا ہے جہان میں اندھیر زلف کی پھر سرِ شہ داری ہے
 ' پھر دیا پارہٴ جگر نے سوال ایک فریاد و آہ و زاری ہے
 ' پھر ہوئے ہیں گواہِ عشق طلب اشکباری کا حُکم جاری ہے
 دل و مژگاں کا جو مُقَدِّمہ تھا آج پھر اُس کی روبکاری ہے
 کچھ بیخودی بے سبب نہیں، غالب کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے



آخر ق، قا

ح کبھی نیکی بھی، اُس کے جی میں، گر آجائے ہے مجھ سے
 جفائیں کر کے اپنی یاد، شرما جائے ہے مجھ سے^۲

۲ ب، بچ، م، ووی (سہو کاتب) - ۳ ق، م، م، قطعہ، ندارد - ۴ الف، عمدۃ متخبہ، پھر ہوا ہے - ۵ ب، مد، مردشتہ (سہو کاتب) - ۶ ب، ق، ق، فاد، عمدہ، یقارای کا - مگر مرتب ح
 نے اس کا اظہار نہیں کیا - ۷ ح میں یہ غزل بھی اسی کلام کے زمرے میں چھپی ہے، جس کا ہمنطرح کوئی شعر
 قلمی نسخے میں نہیں ہے، حالانکہ یہ ق کے آخر میں موجود ہے - الف، ما، اون کے -

۱- نیز ملاحظہ ہو: دل مدّعی و دیدہ بنا مدّعی علیہ

نظارے کا مقَدِّمہ پھر روبکار ہے

۲- نیز ملاحظہ ہو: کجور سے باز آئے، پر باز آئیں کیا؟

کہتے ہیں: 'م تجھ کو منہ دکھلائیں کیا؟'

اس مضمون کو فارسی میں بھی لکھا ہے - فرماتے ہیں (کلیاتِ فارسی: ۴۴۱):

دلستان بجل اند، ارچہ وفا نیز کنند از وفا کی نکردند، حیا نیز کنند

خدایا، جذبہٴ دل کی مگر تاثیر اُلتی ہے ؟

کہ جتنا کھینچتا ہوں، اور کھینچتا جاے ہے مجھ سے

وہ بد خو، اور میری داستانِ شوق طولانی

عبارت مختصر، قاصد بھی گہرا جاے ہے مجھ سے

ادھر وہ بدگمانی ہے، ادھر یہ ناتوانی ہے

نہ پوچھا جاے ہے اُس سے، نہ بولا جاے ہے مجھ سے

منہلے دے مجھے، اے ناامیدی، کیا قیامت ہے !

کہ دامنِ خیالِ یار چھوٹا جاے ہے مجھ سے

تکلفِ بر طرف، نظارگی میں بھی سہی، لیکن

وہ دیکھا جاے، کب یہ ظلم دیکھا جاے ہے مجھ سے

ہوے ہیں پانو ہی پہلے، نبردِ عشق میں، زخمی

نہ بھاگا جاے ہے مجھ سے، نہ ٹھہرا جاے ہے مجھ سے

قیامت ہے کہ ہووے مدعی کا ہمسفر، غالب

وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جاے ہے مجھ سے

۱ ب، م، ما، کھینچتا - کھینچتا - قا، فج، قد، مب، ج، کھینچتا - گل، کھینچتا (سہو کاتب) - قب، کھینچتا (سہو کاتب) - ۲ الف،

مب، ج، ح، داستانِ عشق - ۳ الف، قد، اودھر یہ (سہو کاتب) - قب، ایدھر (قدیم رسم خط) - فج، ادھر یہ - ب، ح

مجھ سے نہ بولا (سہو کاتب) - ۴ الف، قب، فج، م، اے ناتوانی - ۵، ق ندارد - ب، قا، قب، فج، م، کب یہ

نقہ - ۶ ب، قب، ٹھہرا - قا، م، ما، فج، قد، مب، ٹھہرا - ۷ الف، قب، ہوئے -

۱ - نیز ملاحظہ ہو : دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آ جاے ہے

میں اُسے دیکھوں، بھلا کب مجھ سے دیکھا جاے ہے

گنجِ مدّت ہوئی ہے، یار کو مہماں کیے ہوئے
 کرتا ہوں جمع، پھر، جگرِ لختِ لخت کو
 پھر، وضعِ احتیاط سے رُکنے لگا ہے دم
 پھر، گرمِ نالہ ہاے شربار ہے نفس
 پھر، برسرِ جراحتِ دل کو چلا ہے عشق
 پھر، بھر رہا ہوں خامۂ مژگاں بخونِ دل
 باہر گر ہوئے ہیں دل و دیدہ پھر رقیب
 دل، پھر، طوافِ کوئے ملامت کو جاے ہے
 پھر، شوق کر رہا ہے خریدار کی طلب
 دوڑے ہے، پھر، ہر ایک گل و لالہ پر خیال
 پھر چاہتا ہوں اَنامۂ دلدار کھولنا
 گنجِ مانگے ہے، پھر، کسی کو لبِ بام پر، ہوس
 چاہے ہے، پھر، کسی کو مقابل میں، آرزو

جوشِ قدح سے بزمِ چراغاں کیے ہوئے
 عرصہ ہوا ہے، دعوتِ مژگاں کیے ہوئے
 برسوں ہوئے ہیں چاکِ گریاں کیے ہوئے
 مدت ہوئی ہے سیرِ چراغاں کیے ہوئے
 سامانِ صد ہزار نمکداں کیے ہوئے
 سازِ چمن طرازیِ داماں کیے ہوئے
 نظّارہ و خیال کا سامان کیے ہوئے
 پندار کا صنمکدہ ویراں کیے ہوئے
 عرضِ متاعِ عقل و دل و جان کیے ہوئے
 صدِ گلستانِ نگاہ کا سامان کیے ہوئے
 جانِ نذرِ دلفریبیِ عنوان کیے ہوئے
 زلفِ سیاہ رُخ پہ پریشاں کیے ہوئے
 سرمے سے تیز دشتِ مژگاں کیے ہوئے

۱۱ ح میں یہ غزل بھی اوسے کلام کے زمرے میں چھپی ہے، جس کا مہترح کوئی شعر قلی نسخے میں نہیں، حالانکہ یہ ق کے آخر میں موجود ہے۔ ب، ما، بزمِ چراغاں (بکسرۃ اضافت سہو کاتب)۔ ۲، گل میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔
 ۱۲ ق ندارد۔ الف، ما، حج، نالہاے۔ قح دے ندارد۔ ب، قد، سیرِ سیاہاں (ہر دو سہو کاتب)۔ ۶ الف، حج، ح، پھر رہا ہے (سہو کاتب)۔ ب، قح، چمن طرازی۔ ۷ الف، ما، قریب (سہو کاتب)۔ ب، قب، م، نظّارۂ خیال (سہو کاتب)۔
 ۹ ب، قبا، عقلِ دل (سہو کاتب)۔ ۱۰ الف، قبا، م، گلِ لالہ (سہو کاتب)۔ ۱۲ الف، ق، قا، گل، ڈھونڈے۔ قب دے ندارد (سہو کاتب)۔ حج، مد کے علاوہ، کو۔ قد میں بھی لفظ تھا۔ مگر غالب نے اپنے قلم سے دیکھی بنا دیا ہے۔ نیز یہ شعر گل میں اگلے شعر کے بعد ہے۔ ۱۳ الف، ق، قا، گل، مانگے۔ ق، قا، قح، قد، م، ما، مب، کو۔ قد میں غالب نے اپنے قلم سے دیکھ کر دیکھی کر دیا ہے۔ ب، قا، قح، مد کے علاوہ، سرمہ۔ قب دے ندارد (سہو کاتب)۔

اے کو بہارِ ناز کو تاکے ہے، پھر، نگاہ
پھر، جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑے رہیں
جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن
غالب، ہمیں نہ چھوڑ کہ پھر جوشِ اشک سے
چہرہ، قُروغِ مے سے گلستان کیسے ہوئے گ
سر زیرِ بارِ منتِ دریاں کیسے ہوئے
بیٹھے رہیں اُصوَرِ جاناں کیسے ہوئے
بیٹھے ہیں ہم تہیۂ طوفان کیسے ہوئے

۱۹۱

قا

بے اعتدالیوں سے، سَبُّکِ سب میں ہم ہوئے
پناہاں تھا، دام، سخت قریب آشیان کے
ہستی ہماری، اپنی فنا پر دلیل ہے
سختی کشانِ عشق کی، پوچھے ہے کیا خبر؟
جتنے زیادہ ہو گئے، اُتے ہی کم ہوئے
اُڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے گ
یاں تَک مٹے کہ آپ ہم اپنی قسم ہوئے
وہ لوگ رفتہ رفتہ سراپا الم ہوئے

۱ الف، ق، قا، چا ہے۔ پھر۔ موجودہ لفظ گل کے ہیں۔ ۲ ف میں یہ بیت مقطع سے پہلے ہے۔ الف، ق، قا، گل، پھر
دل۔ ق، فاء، گل، قج، قج، قید م، ما، مہ، کو۔ قد میں غالب نے اپنے قلم سے دیکھ کر دیکھی بنایا ہے۔ ۳ الف، ما،
مہ، ج، ڈھونڈتا۔ ب، ح، رہ (سہرکاتب)۔ ۴ ب، ف، ہم، ندارد (سہرکاتب)۔ ق ب میں اس شعر کے بعد لکھا
ہے: وتمام شدن دیوان ریختہ و آغاز شدن منتخب قصیدہ در منقبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ ۵ الف، ما، دام سخت
(بکسرۃ اضافت)۔ ۶ ب، ح، آپ ہی اپنی۔

۱۔ اس شعر کا مطلب مجروح کو یہ بتایا ہے: پہلے یہ سمجھو کہ قسم کیا چیز ہے۔
قد اُس کا کتنا لمبا ہے، ہاتھ پانوں کیسے ہیں، رنگ کیسا ہے۔ جب یہ نہ بتا سکو گے،
تو جانو گے کہ قسم، جسم و جسمانیات میں سے نہیں۔ ایک اعتبارِ محض ہے۔ وجود
اُس کا صرف تعقل میں ہے۔ سیمرغ کا ما اُس کا وجود ہے۔ یعنی، کہنے کو ہے،
دیکھنے کو نہیں۔ پس شاعر کہتا ہے کہ جب ہم آپ اپنی قسم ہو گئے، تو گویا اُس
صورت میں ہمارا ہونا ہمارے نہ ہونے کی دلیل ہے۔ (خطوط: ۱: ۲۸۶)

خ نیری وفا سے کیا ہو تلافی؟ کہ دھر میں
گنچ لکھتے رہے جنوں کی حکایاتِ خوں چکاں
من اللہ رہے! نیری تندیِ خو، جس کے بیم سے
اہلِ ہوس کی فتح ہے، ترکِ تَبَرَدِ عشق
لغِ نالے، عدم میں، چند ہمارے سُپرد تھے
چھوڑی، اسد، نہ ہم نے گدائی میں دل لگی

تیرے سوا بھی، ہم پہ بہت سے ستم ہوئے
ہر چند اس میں ہاتھ ہمارے قلم ہوئے
اجزائے نالہ، دل میں مرے رزقِ ہم ہوئے
جو پانو اُٹھ گئے، وہی اُن کے عَلم ہوئے
جو واں نہ کھنچ سکے، سو وہ یاں آ کے دم ہوئے
سائل ہوئے، تو عاشقِ اہلِ کرم ہوئے



فا

خ عجب نشاط سے جملاد کے، چلے ہیں ہم، آگے
کہ اپنے سائے سے، سر، پانو سے ہے دو قدم آگے
خ قضا نے تھا مجھے چاہا خرابِ بادۃ الفت
قط «خراب» لکھا، بس نہ چل سکا قلم آگے

۲ الف، قد، خوں جگاں (سہو کاتب) - ب، م، قج، ہاتھ اس میں ہمارے - ۳ الف، قب، «خو» ندارد - م، نیر تندی
(ہر دو سہو کاتب) - گل، نیری خو - مد، جس کی - فا، وم سے - ۵، گل میں یہ شعر لکھتے رہے جنوں میں، سے پہلے
۶ - ب، فا، قج، قد، م، ما، مب، ج، مد، کھج - ۷ ب، مد کے علاوہ سایہ - قب، سے، ندارد -

۱ - نیز ملاحظہ ہو :
تم سے بیجا ہے، مجھے اپنی تباہی کا گلہ
اُس میں کچھ شائبۂ خوبیِ تقدیر بھی تھا

خستگی کا تم سے کیا شکوہ؟ کہ یہ
ہتکھنڈے ہیں چرخِ نیلی فام کے

۲ - نیز ملاحظہ ہو :
مقتل کو کس نشاط سے جانا ہوں میں؟ کہ ہے
پُر گل، خیالِ زخم سے، دامنِ نگاہ کا

غمِ زمانہ نے جھاڑی نشاطِ عشق کی! مستی
 وگرنہ ہم بھی اُٹھاتے تھے لذتِ الم آگے
 خدا کے واسطے! داد اس جنونِ شوق کی دینا
 کہ اُس کے در پہ پہنچتے ہیں نامہ بر سے، ہم آگے
 ہ، عمر بھر، جو پریشانیوں اُٹھاتی ہیں ہم نے
 تمہارے آئیو، اے طُہرہ ہائے خمِ بزمِ آگاہ
 دل و جگر میں پر افشاں جو ایک موجہٴ خوں ہے
 ہم، اپنے زعم میں، سمجھے ہوئے تھے اس کو دم آگے
 ° قسم جنازے پہ آنے کی میرے کھاتے ہیں، غالب
 ہمیشہ کھاتے تھے جو میری جان کی قسم آگے

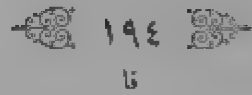


جس زخم کی ہو سکتی ہو تدبیرِ رفو کی لکھ دیجیو، یارب، اُسے قسمت میں عدو کی!
 اپٹھا ہے سرانگشتِ حنائی کا تصوّر دل میں نظر آتی تو ہے اک بوندِ لہو کی
 کیوں ڈرتے ہو عشاق کی بیحوصلگی سے؟ یارب تو کوئی سنا نہیں فریادِ کسو کی

۱ الف، مد، جھاڑی (سہو کاتب) - ۲ الف، قب، قج، م، اوس - مد، جنونِ عشق - نیز یہ شعر قا اور گل میں مفلح
 سے پہلے ہے - ۳ الف، قب، اولہائیں - ب، م، ج، طرہائے - قب، دہائے، ندارد (سہو کاتب) - نیز قا میں یہ شعر جوئے نے
 پر ہے - ۴ ب، قب، قج، م، مد اوس - ۵ الف، قب، ما، قج، قد، م، ج، جنازہ - گل، میرے، ندارد (سہو کاتب) -
 ب، قد میں وکی، غالب نے اپنے قلم سے بڑھایا ہے - ۶ الف، قب، ہوسکی (سہو کاتب) - ۷ الف، قد میں و، ہے، غالب
 نے اپنے قلم سے بڑھایا ہے - ۸ ب، قا، گل، صاحب کوئی سنا - قب، نہیں سنا میں (سہو کاتب) -

۱ - اس بات کو فارسی میں یوں ادا کیا ہے (کلیاتِ فارسی: ۲۸۱):
 دربوزہ راحت توان کرد زیرِ مرہم غالب، ہمہ تن خستہ یار است، گدا نیست

صد حیف! وہ ناکام کہ اک عمر سے، غالب
دشنے نے کبھی 'منہ نہ لگایا ہو جگر کو
حسرت میں رہے، ایک بتِ عربدہ جو کی
خنجر نے کبھی بات نیوچھی ہو گلو کی



فا

خ فریاد کی کوئی آے نہیں ہے
کیوں بولتے ہیں باغبان توبے؟
خ ہرچند ہر ایک شے میں تو ہے
"ہاں، کھائیو مت فریبِ ہستی!"
شادی سے گزر، کہ غم نہ رہوے
خ کیوں رڈِ قدح کرے ہے، زاہد؟
نالہ، پابند نے نہیں ہے
گر باغ گداے مے نہیں ہے
پر تجھ سی کوئی شے نہیں ہے
ہرچند کہیں کہ ہے، نہیں ہے
اُردی جو نہو، تو دے نہیں ہے
مے ہے، یہ مگس کی قے نہیں ہے

۱۔ 'م' 'مب' 'ج' 'ح' قطعہ ندارد۔ اسی لیے م اور مب کے علاوہ اور نسخوں میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔ 'ب' 'ما' 'فج' عربدہ ہو۔ ۲۔ 'الف' 'فج' دشنہ۔ 'ب' 'قب' 'کبھو' بات۔ ۳۔ 'الف' 'مد' 'کوئی' کے (سہرکاتب)۔ ۴۔ 'ب' 'ح' 'بر' 'تجھ' سی تو۔ 'ج' 'تجھے'۔ 'ما' 'مب' 'تجھی'۔ 'مد' 'تجھے'۔ لیکن قد کے کاتب نے اپنے دستور کے مطابق 'سی' کو یکسرہ سین لکھ کر التباس دور کر دیا ہے۔ ۵۔ 'الف' 'قب' 'ہے' ندارد۔ 'م' 'مب' 'ج' 'ح' نہ ہووے۔

۱۔ نیز ملاحظہ ہو:
شاہدِ ہستی مطلق کی کمر ہے، عالم
لوگ کہتے ہیں کہ ہے، پر ہمیں منظور نہیں
ہستی کے مت فریب میں آجائیو، اسد
عالم تمام، حلقہ دامنِ خیال ہے
تجز نام، نہیں صورتِ عالم مجھے منظور
تجز وہم نہیں، ہستی اشیا، مرے آ کے

ہستی ہے، نہ کچھ عدم ہے، غالب آخر تو کیا ہے، آئے نہیں، ۱۹۵

۱۹۵
قا، قب

نیوچھ نسخہ مرہم جراحی دل کا کہ اُس میں ریزہ آلماس جزوِ اعظم ہے کخ
بہت دنوں میں تغافل نے تیرے پیدا کی وہ اک نگہ کہ بظاہر نگاہ سے کم ہے

۱۹۶
قا، قب

روئے سے، اور عشق میں بیساک ہو گئے دھوئے گئے ہم اتے کہ بس پاک ہو گئے کخ
صرف بہائے مے ہوئے، آلاتِ میسکی تھے یہ ہی دو حساب، سو یوں پاک ہو گئے
رسوائے دھر گو ہوئے، آوارگی سے، تم بارے، طلیعتوں کے تو چالاک ہو گئے
کہتا ہے کون نالہ بلبل کو بے اثر؟ پردے میں گل کے، لاکھ جگر چاک ہو گئے
پوچھے ہے کیا وجود و عدم اہل شوق کا؟ آپ اپنی آگ کے خس و خاشاک ہو گئے
کرنے گئے تھے اُس سے تغافل کا، ہم گلہ کی ایک ہی نگاہ کہ بس خاک ہو گئے کخ
اس رنگ سے اٹھانی کل اُس نے اسد کی نعر دشمن بھی جس کو دیکھ کے غمناک ہو گئے

۱۹۷
قا

ہوں میں بھی تماشاںِ نیرنگِ تنّا مطلب نہیں کچھ اس سے کہ مطلب ہی برآوے کخ

- ۲۔ ب، ح، اس (بکرۃ الف)۔ قب، اسم اعظم (سہو کاتب)۔ ۳۔ ب، قب، وہ کہ، ندارد (سہو کاتب)۔ ۴۔ ب، گب، ایسے۔
۵۔ یہ شعر گل میں مقطع سے پہلے ہے۔ الف، قا، اسبابِ میسکی۔ ب، م، قج، وہ حساب (سہو کاتب)۔ قد میں وہ یوں، تھا۔ غالب
نے اپنے قلم سے وہ کو دسوا بنایا ہے۔ ۶۔ ب، ما، سے تو۔ گل و طلیعتوں سے ندارد (سہو کاتب)۔ ۷۔ ب، گل، پردے۔
۸۔ یہ شعر پہلی بار قب میں نظر آتا ہے۔ اس کی جگہ جو شعر قا میں ہے، وہ یادگار سالہ میں ملاحظہ کیجیے۔ الف، م، وجود
عدم (سہو کاتب)۔ ب، گل، آپ اپنے شعلے۔ ۹۔ الف، مد سے علاوہ، گلا۔ ۱۰۔ الف، قب، قج، م، مد، لاش۔
ب، قب، یں اوس کو۔ ۱۱۔ ح ندارد۔

- ۱ دیکھ کر درپردہ گرم دامن افشانی مجھے
 ۲ بن گیا تیغِ نگاہِ یار کا سنگِ فساد
 ۳ کچ کیوں نہو بے التفانی؟ اُس کی خاطر جمع ہے
 ۴ میرے غمخانی کی قسمت جب رقم ہونے لگی
 ۵ بدگماں ہونا ہے وہ اکافر، ہوتا کاشکے!
 ۶ گئے والے! واں بھی شورِ محشر نے نہ دم لینے دیا
 ۷ کچ وعدہ آنے کا وفا کیجے، یہ کیا انداز اے؟
 ۸ ک ہاں، نشاطِ آمدِ فصلِ بہاری، واہ، واہ!
 ۹ دی مرے بھائی کو حق نے از سرِ نو زندگی
 ۱۰ کر گئی وابستہ تن، میری عربانی، مجھے^۱
 ۱۱ مرحبا! میں، کیا مبارک ہے گرانجانی مجھے
 ۱۲ جاتا ہے محیو پرشہاے پنهانی مجھے^۲
 ۱۳ لکھ دیا منجمۃ ایابِ ویرانی مجھے
 ۱۴ اس قدر ذوقِ نواے مرغِ بُستانی مجھے^۳
 ۱۵ لے گیا تھا گور میں، ذوقِ تن آسانی مجھے
 ۱۶ تم نے کیوں سوئی ہے میرے گھر کی درباری مجھے
 ۱۷ پھر ہوا ہے نازہ، سوداے غزلخوانی مجھے^۴
 ۱۸ میرزا یوسف ہے، غالب، یوسفِ ثانی مجھے

۱۔ گل میں ترتیب اشعار یہ ہے: ۲، ۴، ۶، ۸، ۱۰، ۱۲، ۱۴، ۱۶، ۱۸، ۲۰، ۲۲، ۲۴، ۲۶، ۲۸، ۳۰، ۳۲، ۳۴، ۳۶، ۳۸، ۴۰، ۴۲، ۴۴، ۴۶، ۴۸، ۵۰، ۵۲، ۵۴، ۵۶، ۵۸، ۶۰، ۶۲، ۶۴، ۶۶، ۶۸، ۷۰، ۷۲، ۷۴، ۷۶، ۷۸، ۸۰، ۸۲، ۸۴، ۸۶، ۸۸، ۹۰، ۹۲، ۹۴، ۹۶، ۹۸، ۱۰۰، ۱۰۲، ۱۰۴، ۱۰۶، ۱۰۸، ۱۱۰، ۱۱۲، ۱۱۴، ۱۱۶، ۱۱۸، ۱۲۰، ۱۲۲، ۱۲۴، ۱۲۶، ۱۲۸، ۱۳۰، ۱۳۲، ۱۳۴، ۱۳۶، ۱۳۸، ۱۴۰، ۱۴۲، ۱۴۴، ۱۴۶، ۱۴۸، ۱۵۰، ۱۵۲، ۱۵۴، ۱۵۶، ۱۵۸، ۱۶۰، ۱۶۲، ۱۶۴، ۱۶۶، ۱۶۸، ۱۷۰، ۱۷۲، ۱۷۴، ۱۷۶، ۱۷۸، ۱۸۰، ۱۸۲، ۱۸۴، ۱۸۶، ۱۸۸، ۱۹۰، ۱۹۲، ۱۹۴، ۱۹۶، ۱۹۸، ۲۰۰، ۲۰۲، ۲۰۴، ۲۰۶، ۲۰۸، ۲۱۰، ۲۱۲، ۲۱۴، ۲۱۶، ۲۱۸، ۲۲۰، ۲۲۲، ۲۲۴، ۲۲۶، ۲۲۸، ۲۳۰، ۲۳۲، ۲۳۴، ۲۳۶، ۲۳۸، ۲۴۰، ۲۴۲، ۲۴۴، ۲۴۶، ۲۴۸، ۲۵۰، ۲۵۲، ۲۵۴، ۲۵۶، ۲۵۸، ۲۶۰، ۲۶۲، ۲۶۴، ۲۶۶، ۲۶۸، ۲۷۰، ۲۷۲، ۲۷۴، ۲۷۶، ۲۷۸، ۲۸۰، ۲۸۲، ۲۸۴، ۲۸۶، ۲۸۸، ۲۹۰، ۲۹۲، ۲۹۴، ۲۹۶، ۲۹۸، ۳۰۰، ۳۰۲، ۳۰۴، ۳۰۶، ۳۰۸، ۳۱۰، ۳۱۲، ۳۱۴، ۳۱۶، ۳۱۸، ۳۲۰، ۳۲۲، ۳۲۴، ۳۲۶، ۳۲۸، ۳۳۰، ۳۳۲، ۳۳۴، ۳۳۶، ۳۳۸، ۳۴۰، ۳۴۲، ۳۴۴، ۳۴۶، ۳۴۸، ۳۵۰، ۳۵۲، ۳۵۴، ۳۵۶، ۳۵۸، ۳۶۰، ۳۶۲، ۳۶۴، ۳۶۶، ۳۶۸، ۳۷۰، ۳۷۲، ۳۷۴، ۳۷۶، ۳۷۸، ۳۸۰، ۳۸۲، ۳۸۴، ۳۸۶، ۳۸۸، ۳۹۰، ۳۹۲، ۳۹۴، ۳۹۶، ۳۹۸، ۴۰۰، ۴۰۲، ۴۰۴، ۴۰۶، ۴۰۸، ۴۱۰، ۴۱۲، ۴۱۴، ۴۱۶، ۴۱۸، ۴۲۰، ۴۲۲، ۴۲۴، ۴۲۶، ۴۲۸، ۴۳۰، ۴۳۲، ۴۳۴، ۴۳۶، ۴۳۸، ۴۴۰، ۴۴۲، ۴۴۴، ۴۴۶، ۴۴۸، ۴۵۰، ۴۵۲، ۴۵۴، ۴۵۶، ۴۵۸، ۴۶۰، ۴۶۲، ۴۶۴، ۴۶۶، ۴۶۸، ۴۷۰، ۴۷۲، ۴۷۴، ۴۷۶، ۴۷۸، ۴۸۰، ۴۸۲، ۴۸۴، ۴۸۶، ۴۸۸، ۴۹۰، ۴۹۲، ۴۹۴، ۴۹۶، ۴۹۸، ۵۰۰، ۵۰۲، ۵۰۴، ۵۰۶، ۵۰۸، ۵۱۰، ۵۱۲، ۵۱۴، ۵۱۶، ۵۱۸، ۵۲۰، ۵۲۲، ۵۲۴، ۵۲۶، ۵۲۸، ۵۳۰، ۵۳۲، ۵۳۴، ۵۳۶، ۵۳۸، ۵۴۰، ۵۴۲، ۵۴۴، ۵۴۶، ۵۴۸، ۵۵۰، ۵۵۲، ۵۵۴، ۵۵۶، ۵۵۸، ۵۶۰، ۵۶۲، ۵۶۴، ۵۶۶، ۵۶۸، ۵۷۰، ۵۷۲، ۵۷۴، ۵۷۶، ۵۷۸، ۵۸۰، ۵۸۲، ۵۸۴، ۵۸۶، ۵۸۸، ۵۹۰، ۵۹۲، ۵۹۴، ۵۹۶، ۵۹۸، ۶۰۰، ۶۰۲، ۶۰۴، ۶۰۶، ۶۰۸، ۶۱۰، ۶۱۲، ۶۱۴، ۶۱۶، ۶۱۸، ۶۲۰، ۶۲۲، ۶۲۴، ۶۲۶، ۶۲۸، ۶۳۰، ۶۳۲، ۶۳۴، ۶۳۶، ۶۳۸، ۶۴۰، ۶۴۲، ۶۴۴، ۶۴۶، ۶۴۸، ۶۵۰، ۶۵۲، ۶۵۴، ۶۵۶، ۶۵۸، ۶۶۰، ۶۶۲، ۶۶۴، ۶۶۶، ۶۶۸، ۶۷۰، ۶۷۲، ۶۷۴، ۶۷۶، ۶۷۸، ۶۸۰، ۶۸۲، ۶۸۴، ۶۸۶، ۶۸۸، ۶۹۰، ۶۹۲، ۶۹۴، ۶۹۶، ۶۹۸، ۷۰۰، ۷۰۲، ۷۰۴، ۷۰۶، ۷۰۸، ۷۱۰، ۷۱۲، ۷۱۴، ۷۱۶، ۷۱۸، ۷۲۰، ۷۲۲، ۷۲۴، ۷۲۶، ۷۲۸، ۷۳۰، ۷۳۲، ۷۳۴، ۷۳۶، ۷۳۸، ۷۴۰، ۷۴۲، ۷۴۴، ۷۴۶، ۷۴۸، ۷۵۰، ۷۵۲، ۷۵۴، ۷۵۶، ۷۵۸، ۷۶۰، ۷۶۲، ۷۶۴، ۷۶۶، ۷۶۸، ۷۷۰، ۷۷۲، ۷۷۴، ۷۷۶، ۷۷۸، ۷۸۰، ۷۸۲، ۷۸۴، ۷۸۶، ۷۸۸، ۷۹۰، ۷۹۲، ۷۹۴، ۷۹۶، ۷۹۸، ۸۰۰، ۸۰۲، ۸۰۴، ۸۰۶، ۸۰۸، ۸۱۰، ۸۱۲، ۸۱۴، ۸۱۶، ۸۱۸، ۸۲۰، ۸۲۲، ۸۲۴، ۸۲۶، ۸۲۸، ۸۳۰، ۸۳۲، ۸۳۴، ۸۳۶، ۸۳۸، ۸۴۰، ۸۴۲، ۸۴۴، ۸۴۶، ۸۴۸، ۸۵۰، ۸۵۲، ۸۵۴، ۸۵۶، ۸۵۸، ۸۶۰، ۸۶۲، ۸۶۴، ۸۶۶، ۸۶۸، ۸۷۰، ۸۷۲، ۸۷۴، ۸۷۶، ۸۷۸، ۸۸۰، ۸۸۲، ۸۸۴، ۸۸۶، ۸۸۸، ۸۹۰، ۸۹۲، ۸۹۴، ۸۹۶، ۸۹۸، ۹۰۰، ۹۰۲، ۹۰۴، ۹۰۶، ۹۰۸، ۹۱۰، ۹۱۲، ۹۱۴، ۹۱۶، ۹۱۸، ۹۲۰، ۹۲۲، ۹۲۴، ۹۲۶، ۹۲۸، ۹۳۰، ۹۳۲، ۹۳۴، ۹۳۶، ۹۳۸، ۹۴۰، ۹۴۲، ۹۴۴، ۹۴۶، ۹۴۸، ۹۵۰، ۹۵۲، ۹۵۴، ۹۵۶، ۹۵۸، ۹۶۰، ۹۶۲، ۹۶۴، ۹۶۶، ۹۶۸، ۹۷۰، ۹۷۲، ۹۷۴، ۹۷۶، ۹۷۸، ۹۸۰، ۹۸۲، ۹۸۴، ۹۸۶، ۹۸۸، ۹۹۰، ۹۹۲، ۹۹۴، ۹۹۶، ۹۹۸، ۱۰۰۰، ۱۰۰۲، ۱۰۰۴، ۱۰۰۶، ۱۰۰۸، ۱۰۱۰، ۱۰۱۲، ۱۰۱۴، ۱۰۱۶، ۱۰۱۸، ۱۰۲۰، ۱۰۲۲، ۱۰۲۴، ۱۰۲۶، ۱۰۲۸، ۱۰۳۰، ۱۰۳۲، ۱۰۳۴، ۱۰۳۶، ۱۰۳۸، ۱۰۴۰، ۱۰۴۲، ۱۰۴۴، ۱۰۴۶، ۱۰۴۸، ۱۰۵۰، ۱۰۵۲، ۱۰۵۴، ۱۰۵۶، ۱۰۵۸، ۱۰۶۰، ۱۰۶۲، ۱۰۶۴، ۱۰۶۶، ۱۰۶۸، ۱۰۷۰، ۱۰۷۲، ۱۰۷۴، ۱۰۷۶، ۱۰۷۸، ۱۰۸۰، ۱۰۸۲، ۱۰۸۴، ۱۰۸۶، ۱۰۸۸، ۱۰۹۰، ۱۰۹۲، ۱۰۹۴، ۱۰۹۶، ۱۰۹۸، ۱۱۰۰، ۱۱۰۲، ۱۱۰۴، ۱۱۰۶، ۱۱۰۸، ۱۱۱۰، ۱۱۱۲، ۱۱۱۴، ۱۱۱۶، ۱۱۱۸، ۱۱۲۰، ۱۱۲۲، ۱۱۲۴، ۱۱۲۶، ۱۱۲۸، ۱۱۳۰، ۱۱۳۲، ۱۱۳۴، ۱۱۳۶، ۱۱۳۸، ۱۱۴۰، ۱۱۴۲، ۱۱۴۴، ۱۱۴۶، ۱۱۴۸، ۱۱۵۰، ۱۱۵۲، ۱۱۵۴، ۱۱۵۶، ۱۱۵۸، ۱۱۶۰، ۱۱۶۲، ۱۱۶۴، ۱۱۶۶، ۱۱۶۸، ۱۱۷۰، ۱۱۷۲، ۱۱۷۴، ۱۱۷۶، ۱۱۷۸، ۱۱۸۰، ۱۱۸۲، ۱۱۸۴، ۱۱۸۶، ۱۱۸۸، ۱۱۹۰، ۱۱۹۲، ۱۱۹۴، ۱۱۹۶، ۱۱۹۸، ۱۲۰۰، ۱۲۰۲، ۱۲۰۴، ۱۲۰۶، ۱۲۰۸، ۱۲۱۰، ۱۲۱۲، ۱۲۱۴، ۱۲۱۶، ۱۲۱۸، ۱۲۲۰، ۱۲۲۲، ۱۲۲۴، ۱۲۲۶، ۱۲۲۸، ۱۲۳۰، ۱۲۳۲، ۱۲۳۴، ۱۲۳۶، ۱۲۳۸، ۱۲۴۰، ۱۲۴۲، ۱۲۴۴، ۱۲۴۶، ۱۲۴۸، ۱۲۵۰، ۱۲۵۲، ۱۲۵۴، ۱۲۵۶، ۱۲۵۸، ۱۲۶۰، ۱۲۶۲، ۱۲۶۴، ۱۲۶۶، ۱۲۶۸، ۱۲۷۰، ۱۲۷۲، ۱۲۷۴، ۱۲۷۶، ۱۲۷۸، ۱۲۸۰، ۱۲۸۲، ۱۲۸۴، ۱۲۸۶، ۱۲۸۸، ۱۲۹۰، ۱۲۹۲، ۱۲۹۴، ۱۲۹۶، ۱۲۹۸، ۱۳۰۰، ۱۳۰۲، ۱۳۰۴، ۱۳۰۶، ۱۳۰۸، ۱۳۱۰، ۱۳۱۲، ۱۳۱۴، ۱۳۱۶، ۱۳۱۸، ۱۳۲۰، ۱۳۲۲، ۱۳۲۴، ۱۳۲۶، ۱۳۲۸، ۱۳۳۰، ۱۳۳۲، ۱۳۳۴، ۱۳۳۶، ۱۳۳۸، ۱۳۴۰، ۱۳۴۲، ۱۳۴۴، ۱۳۴۶، ۱۳۴۸، ۱۳۵۰، ۱۳۵۲، ۱۳۵۴، ۱۳۵۶، ۱۳۵۸، ۱۳۶۰، ۱۳۶۲، ۱۳۶۴، ۱۳۶۶، ۱۳۶۸، ۱۳۷۰، ۱۳۷۲، ۱۳۷۴، ۱۳۷۶، ۱۳۷۸، ۱۳۸۰، ۱۳۸۲، ۱۳۸۴، ۱۳۸۶، ۱۳۸۸، ۱۳۹۰، ۱۳۹۲، ۱۳۹۴، ۱۳۹۶، ۱۳۹۸، ۱۴۰۰، ۱۴۰۲، ۱۴۰۴، ۱۴۰۶، ۱۴۰۸، ۱۴۱۰، ۱۴۱۲، ۱۴۱۴، ۱۴۱۶، ۱۴۱۸، ۱۴۲۰، ۱۴۲۲، ۱۴۲۴، ۱۴۲۶، ۱۴۲۸، ۱۴۳۰، ۱۴۳۲، ۱۴۳۴، ۱۴۳۶، ۱۴۳۸، ۱۴۴۰، ۱۴۴۲، ۱۴۴۴، ۱۴۴۶، ۱۴۴۸، ۱۴۵۰، ۱۴۵۲، ۱۴۵۴، ۱۴۵۶، ۱۴۵۸، ۱۴۶۰، ۱۴۶۲، ۱۴۶۴، ۱۴۶۶، ۱۴۶۸، ۱۴۷۰، ۱۴۷۲، ۱۴۷۴، ۱۴۷۶، ۱۴۷۸، ۱۴۸۰، ۱۴۸۲، ۱۴۸۴، ۱۴۸۶، ۱۴۸۸، ۱۴۹۰، ۱۴۹۲، ۱۴۹۴، ۱۴۹۶، ۱۴۹۸، ۱۵۰۰، ۱۵۰۲، ۱۵۰۴، ۱۵۰۶، ۱۵۰۸، ۱۵۱۰، ۱۵۱۲، ۱۵۱۴، ۱۵۱۶، ۱۵۱۸، ۱۵۲۰، ۱۵۲۲، ۱۵۲۴، ۱۵۲۶، ۱۵۲۸، ۱۵۳۰، ۱۵۳۲، ۱۵۳۴، ۱۵۳۶، ۱۵۳۸، ۱۵۴۰، ۱۵۴۲، ۱۵۴۴، ۱۵۴۶، ۱۵۴۸، ۱۵۵۰، ۱۵۵۲، ۱۵۵۴، ۱۵۵۶، ۱۵۵۸، ۱۵۶۰، ۱۵۶۲، ۱۵۶۴، ۱۵۶۶، ۱۵۶۸، ۱۵۷۰، ۱۵۷۲، ۱۵۷۴، ۱۵۷۶، ۱۵۷۸، ۱۵۸۰، ۱۵۸۲، ۱۵۸۴، ۱۵۸۶، ۱۵۸۸، ۱۵۹۰، ۱۵۹۲، ۱۵۹۴، ۱۵۹۶، ۱۵۹۸، ۱۶۰۰، ۱۶۰۲، ۱۶۰۴، ۱۶۰۶، ۱۶۰۸، ۱۶۱۰، ۱۶۱۲، ۱۶۱۴، ۱۶۱۶، ۱۶۱۸، ۱۶۲۰، ۱۶۲۲، ۱۶۲۴، ۱۶۲۶، ۱۶۲۸، ۱۶۳۰، ۱۶۳۲، ۱۶۳۴، ۱۶۳۶، ۱۶۳۸، ۱۶۴۰، ۱۶۴۲، ۱۶۴۴، ۱۶۴۶، ۱۶۴۸، ۱۶۵۰، ۱۶۵۲، ۱۶۵۴، ۱۶۵۶، ۱۶۵۸، ۱۶۶۰، ۱۶۶۲، ۱۶۶۴، ۱۶۶۶، ۱۶۶۸، ۱۶۷۰، ۱۶۷۲، ۱۶۷۴، ۱۶۷۶، ۱۶۷۸، ۱۶۸۰، ۱۶۸۲، ۱۶۸۴، ۱۶۸۶، ۱۶۸۸، ۱۶۹۰، ۱۶۹۲، ۱۶۹۴، ۱۶۹۶، ۱۶۹۸، ۱۷۰۰، ۱۷۰۲، ۱۷۰۴، ۱۷۰۶، ۱۷۰۸، ۱۷۱۰، ۱۷۱۲، ۱۷۱۴، ۱۷۱۶، ۱۷۱۸، ۱۷۲۰، ۱۷۲۲، ۱۷۲۴، ۱۷۲۶، ۱۷۲۸، ۱۷۳۰، ۱۷۳۲، ۱۷۳۴، ۱۷۳۶، ۱۷۳۸، ۱۷۴۰، ۱۷۴۲، ۱۷۴۴، ۱۷۴۶، ۱۷۴۸، ۱۷۵۰، ۱۷۵۲، ۱۷۵۴، ۱۷۵۶، ۱۷۵۸، ۱۷۶۰، ۱۷۶۲، ۱۷۶۴، ۱۷۶۶، ۱۷۶۸، ۱۷۷۰، ۱۷۷۲، ۱۷۷۴، ۱۷۷۶، ۱۷۷۸، ۱۷۸۰، ۱۷۸۲، ۱۷۸۴، ۱۷۸۶، ۱۷۸۸، ۱۷۹۰، ۱۷۹۲، ۱۷۹۴، ۱۷۹۶، ۱۷۹۸، ۱۸۰۰، ۱۸۰۲، ۱۸۰۴، ۱۸۰۶، ۱۸۰۸، ۱۸۱۰، ۱۸۱۲، ۱۸۱۴، ۱۸۱۶، ۱۸۱۸، ۱۸۲۰، ۱۸۲۲، ۱۸۲۴، ۱۸۲۶، ۱۸۲۸، ۱۸۳۰، ۱۸۳۲، ۱۸۳۴، ۱۸۳۶، ۱۸۳۸، ۱۸۴۰، ۱۸۴۲، ۱۸۴۴، ۱۸۴۶، ۱۸۴۸، ۱۸۵۰، ۱۸۵۲، ۱۸۵۴، ۱۸۵۶، ۱۸۵۸، ۱۸۶۰، ۱۸۶۲، ۱۸۶۴، ۱۸۶۶، ۱۸۶۸، ۱۸۷۰، ۱۸۷۲، ۱۸۷۴، ۱۸۷۶، ۱۸۷۸، ۱۸۸۰، ۱۸۸۲، ۱۸۸۴، ۱۸۸۶، ۱۸۸۸، ۱۸۹۰، ۱۸۹۲، ۱۸۹۴، ۱۸۹۶، ۱۸۹۸، ۱۹۰۰، ۱۹۰۲، ۱۹۰۴، ۱۹۰۶، ۱۹۰۸، ۱۹۱۰، ۱۹۱۲، ۱۹۱۴، ۱۹۱۶، ۱۹۱۸، ۱۹۲۰، ۱۹۲۲، ۱۹۲۴، ۱۹۲۶، ۱۹۲۸، ۱۹۳۰، ۱۹۳۲، ۱۹۳۴، ۱۹۳۶، ۱۹۳۸، ۱۹۴۰، ۱۹۴۲، ۱۹۴۴، ۱۹۴۶، ۱۹۴۸، ۱۹۵۰، ۱۹۵۲، ۱۹۵۴، ۱۹۵۶، ۱۹۵۸، ۱۹۶۰، ۱۹۶۲، ۱۹۶۴، ۱۹۶۶، ۱۹۶۸، ۱۹۷۰، ۱۹۷۲، ۱۹۷۴، ۱۹۷۶، ۱۹۷۸، ۱۹۸۰، ۱۹۸۲، ۱۹۸۴، ۱۹۸۶، ۱۹۸۸، ۱۹۹۰، ۱۹۹۲، ۱۹۹۴، ۱۹۹۶، ۱۹۹۸، ۲۰۰۰، ۲۰۰۲، ۲۰۰۴، ۲۰۰۶، ۲۰۰۸، ۲۰۱۰، ۲۰۱۲، ۲۰۱۴، ۲۰۱۶، ۲۰۱۸، ۲۰۲۰، ۲۰۲۲، ۲۰۲۴، ۲۰۲۶، ۲۰۲۸، ۲۰۳۰، ۲۰۳۲، ۲۰۳۴، ۲۰۳۶، ۲۰۳۸، ۲۰۴۰، ۲۰۴۲، ۲۰۴۴، ۲۰۴۶، ۲۰۴۸، ۲۰۵۰، ۲۰۵۲، ۲۰۵۴، ۲۰۵۶، ۲۰۵۸، ۲۰۶۰، ۲۰۶۲، ۲۰۶۴، ۲۰۶۶، ۲۰۶۸، ۲۰۷۰، ۲۰۷۲، ۲۰۷۴، ۲۰۷۶، ۲۰۷۸، ۲۰۸۰، ۲۰۸۲، ۲۰۸۴، ۲۰۸۶، ۲۰۸۸، ۲۰۹۰، ۲۰۹۲، ۲۰۹۴، ۲۰۹۶، ۲۰۹۸، ۲۱۰۰، ۲۱۰۲، ۲۱۰۴، ۲۱۰۶، ۲۱۰۸، ۲۱۱۰، ۲۱۱۲، ۲۱۱۴، ۲۱۱۶، ۲۱۱۸، ۲۱۲۰، ۲۱۲۲، ۲۱۲۴، ۲۱۲۶، ۲۱۲۸، ۲۱۳۰، ۲۱۳۲، ۲۱۳۴، ۲۱۳۶، ۲۱۳۸، ۲۱۴۰، ۲۱۴۲، ۲۱۴۴، ۲۱۴۶، ۲۱۴۸، ۲۱۵۰، ۲۱۵۲، ۲۱۵۴، ۲۱۵۶، ۲۱۵۸، ۲۱۶۰، ۲۱۶۲، ۲۱۶۴، ۲۱۶۶، ۲۱۶۸، ۲۱۷۰، ۲۱۷۲، ۲۱۷۴، ۲۱۷۶، ۲۱۷۸، ۲۱۸۰، ۲۱۸۲، ۲۱۸۴، ۲۱۸۶، ۲۱۸۸، ۲۱۹۰، ۲۱۹۲، ۲۱۹۴، ۲۱۹۶، ۲۱۹۸، ۲۲۰۰، ۲۲۰۲، ۲۲۰۴، ۲۲۰۶، ۲۲۰۸، ۲۲۱۰، ۲۲۱۲، ۲۲۱۴، ۲۲۱۶، ۲۲۱۸، ۲۲۲۰، ۲۲۲۲، ۲۲۲۴، ۲۲۲۶، ۲۲۲۸، ۲۲۳۰، ۲۲۳۲، ۲۲۳۴، ۲۲۳۶، ۲۲۳۸، ۲۲۴۰، ۲۲۴۲، ۲۲۴۴، ۲۲۴۶، ۲۲۴۸، ۲۲۵۰، ۲۲۵۲، ۲۲۵۴، ۲۲۵۶، ۲۲۵۸، ۲۲۶۰، ۲۲۶۲، ۲۲۶۴، ۲۲۶۶، ۲۲۶۸، ۲۲۷۰، ۲۲۷۲، ۲۲۷۴، ۲۲۷۶، ۲۲۷۸، ۲۲۸۰، ۲۲۸۲، ۲۲۸۴، ۲۲۸۶، ۲۲۸۸، ۲۲۹۰، ۲۲۹۲، ۲۲۹۴، ۲۲۹۶، ۲۲۹۸، ۲۳۰۰، ۲۳۰۲، ۲۳۰۴، ۲۳۰۶، ۲۳۰۸، ۲۳۱۰، ۲۳۱۲، ۲۳۱۴، ۲۳۱۶، ۲۳۱۸، ۲۳۲۰، ۲۳۲۲، ۲۳۲۴، ۲۳۲۶، ۲۳۲۸، ۲۳۳۰، ۲۳۳۲، ۲۳۳۴، ۲۳۳۶، ۲۳۳۸، ۲۳۴۰، ۲۳۴۲، ۲۳۴۴، ۲۳۴۶، ۲۳۴۸، ۲۳۵۰، ۲۳۵۲، ۲۳۵۴، ۲۳۵۶، ۲۳۵۸، ۲۳۶۰، ۲۳۶۲، ۲۳۶۴، ۲۳۶۶، ۲۳۶۸، ۲۳۷۰، ۲۳۷۲، ۲۳۷۴، ۲۳۷۶، ۲۳۷۸، ۲۳۸۰، ۲۳۸۲، ۲۳۸۴، ۲۳۸۶، ۲۳۸۸، ۲۳۹۰، ۲۳۹۲، ۲۳۹۴، ۲۳۹۶، ۲۳۹۸، ۲۴۰۰، ۲۴۰۲، ۲۴۰۴، ۲۴۰۶، ۲۴۰۸، ۲۴۱۰، ۲۴۱۲، ۲۴۱۴، ۲۴۱۶، ۲۴۱۸، ۲۴۲۰، ۲۴۲۲، ۲۴۲۴، ۲۴۲۶، ۲۴۲۸، ۲۴۳۰، ۲۴۳۲، ۲۴۳۴، ۲۴۳۶، ۲۴۳۸، ۲۴۴۰، ۲۴۴۲، ۲۴۴۴، ۲۴۴۶، ۲۴۴۸، ۲۴۵۰، ۲۴۵۲، ۲۴۵۴، ۲۴۵۶، ۲۴۵۸، ۲۴۶۰، ۲۴۶۲، ۲۴۶۴، ۲۴۶۶، ۲۴۶۸، ۲۴۷۰، ۲۴۷۲، ۲۴۷۴، ۲۴۷۶، ۲۴۷۸، ۲۴۸۰، ۲۴۸۲، ۲۴۸۴، ۲۴۸۶، ۲۴۸۸، ۲۴۹۰، ۲۴۹۲، ۲۴۹۴، ۲۴۹۶، ۲۴۹۸، ۲۵۰۰، ۲۵۰۲، ۲۵۰۴، ۲۵۰۶، ۲۵۰۸، ۲۵۱۰، ۲۵۱۲، ۲۵۱۴، ۲۵۱۶، ۲۵۱۸، ۲۵۲۰، ۲۵۲۲، ۲۵۲۴، ۲۵۲۶، ۲۵۲۸، ۲۵۳۰، ۲۵۳۲، ۲۵۳۴، ۲۵۳۶، ۲۵۳۸، ۲۵۴۰، ۲۵۴۲، ۲۵۴۴، ۲۵۴۶، ۲۵۴۸، ۲۵۵۰، ۲۵۵۲، ۲۵۵۴، ۲۵۵۶، ۲۵۵۸، ۲۵۶۰، ۲۵۶۲، ۲۵۶۴، ۲۵۶۶، ۲

ظلمتکدے میں میرے، شبِ غم کا جوش ہے اک شمع ہے دلیلِ سحر، سو خموش ہے

۱ الف، قا، قح، مد کے علاوہ، ظلمتکدہ۔ دیوان سالک ۳۰۹، میں ایسے۔ نیز اس غزل کا ایک شعر یادگار نالہ میں ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ عبدالرزاق شاہ کو اس شعر کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے: "اک شمع ہے دلیلِ سحر

سو خموش ہے، یہ خبر ہے۔ پہلا مصرع: ظلمتکدے میں میرے شبِ غم کا جوش ہے،

یعنی اندھیرا ہی اندھیرا۔ ظلمت غلیظ۔ سحر ناپیدا۔ گویا خلق ہی نہیں ہوئی۔ ہاں، ایک

دلیل صبح کے وجود پر ہے، یعنی، بجھی ہوئی شمع، اس راہ سے کہ شمع و چراغ صبح کو

بچھ جایا کرتے ہیں۔ لطف اس مضمون کا یہ ہے کہ جس شے کو دلیلِ صبح ٹھہرایا ہے،

وہ خود ایک سبب ہے منجملہ اسبابِ تاریکی کے۔ پس دیکھا چاہیے، جس گھر

میں علامتِ صبح مویدِ ظلمت ہوگی، وہ گھر کتنا تاریک ہوگا، (عود: ۱۵۸)۔

اس مطلب پر شاہ کے کوئی دوست معترض ہوئے۔ انہوں نے میرزا صاحب کے پاس وہ

اعتراض لکھ بھیجا۔ اس کے جواب میں لکھتے ہیں: "مولوی نظامی گنجوی علیہ الرحمہ

کا ایک شعر طالب علموں کے ہاتھ پڑا۔ انہوں نے از روئے قواعدِ نحو اُس میں کلام کرنا

شروع کیا۔ مولوی کے پاس جب وہ کلمات پہنچے، تو فرمایا کہ "یاران، شعرِ مرا

بمدرسہ کہ برد؟" جو صاحب یہ فرماتے ہیں کہ مجموع پہلا مصرع مبتدا نہیں ہو سکتا،

اُن سے پوچھا چاہیے کہ کیا آپ اُسی پہلے مصرع میں سے "ظلمتکدے میں میرے"

اس کو مبتدا اور "شبِ غم کا جوش ہے" اس کو خبر ٹھہراتے ہیں؟ پس اگر یوں

ہے، تو بھی مدعا حاصل ہے۔ دوسرا مصرع، دوسری خبر سہی۔ آخر یہ بھی تو

مسلماتِ فتنِ نحو میں سے ہے کہ ایک مبتدا کی دو بلکہ زیادہ خبریں ہو سکتی ہیں۔ (بانی)

نئے مژدہ وصال، نہ نظارہ جمال
مے نے کیا ہے حُسنِ خود آرا کو بیحجاب
گوہر کو عقدِ گردنِ خوباب میں دیکھنا
دیدارِ بادہ، حوصلہ ساقی، نگاہ مست
گنچ اے نازہ واردانِ بساطِ ہوا مے دل ق
' دیکھو مجھے، جو دیدہ عبرت نگاہ ہو
' ساقی بجلوہ، دشمنِ ایمان و آگہی
' یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشہ بساط
' لطفِ خرامِ ساقی، و ذوقِ صدا مے چنگ
مست ہوتی کہ آشتیِ چشم و گوش ہے
اے شوق، ہاں، اجازتِ تسلیمِ ہوش ہے
کیا اوج پر ستارہ گوہر فروش ہے
بزمِ خیال، میکہدہ بیخروش ہے
زہار! اگر تمہیں ہوسِ نالے و نوش ہے
میری سنو، جو گوشِ نصیحتِ نبوش ہے
مطربِ بغمہ، رہزنِ تمکین و ہوش ہے
دامانِ باغبان و کفِ گافروش ہے
یہ جنتِ نگاہ، وہ فردوسِ گوش ہے

۱. ق، قب، قج، م، ما، قج میں اس کے بعد ایک شعر ہے جو یادگار سالہ میں آ رہا ہے۔ ۲. ب، ج، یاں (سہو کاتب)۔
۳. الف، و، ب، ما اور مد میں دیدارِ بادہ اور خیالِ میکہدہ کو باضافت چھاپا ہے۔ نیز ما میں نگاہِ مست، بھی بکسرۃ اضافت
ہے (سہو کاتب)۔ ۴. م، قج، ما، م، ب وقہ ندارد۔ قد میں غالب نے اپنے قلم سے وقہ لکھا ہے۔ ما، فاونوش (سہو کاتب)۔
۵. الف، قج، قب، م، نگاہ ہوں۔ ۶. ق، ندارد۔ ب، گل، وہ جنتِ نگاہ۔ قد، ہوش (ہر دو سہو کاتب)۔

(نہ) ہاں ایک قاعدہ اور ہے۔ یعنی، جملہ فعلیہ کے ماقبل جو عبارت ہوتی ہے، اُس کو
مبتدا نہیں کہتے۔ اس مطلع کا مصرعِ ثانی جملہ اسمیہ ہے۔ اپنے ماقبل مبتدا کو قبول
کرتا ہے۔ اگر ہم نے نظر اس دستور پر مصرعِ اول کو مبتدا کہا، تو بھی قباحت لازم
نہیں آتی۔ بہر حال، جو وہ صاحب اس پہلے مصرع کو قرار دیں، وہ مجھے قبول ہے۔
مگر شعر میرا مہمل نہیں۔ زیادہ اس سے کیا لکھوں،۔ (عود: ۱۶۲)

۱۔ نیز ملاحظہ ہو: ترے جواہرِ طرفِ کلسہ کو کیا دیکھیں؟
ہم اوجِ طالعِ لعل و گہر کو دیکھتے ہیں

یا صُبحدم جو دیکھیے آکر، تو بزم میں
داغِ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی
آتے ہیں غیب سے، یہ مضامین، خیال میں
نئے وہ سُرو و سُور، نہ جوش و خروش ہے کُج
اک شمع رہ گئی ہے، سو وہ بھی خوش ہے
غالب، صریرِ خامہ، نوائے سرور ہے

۲۰۰

حاشیہ کا

کب وہ سنا ہے کہانی میری!
خلشِ غمزہ خونریز نہ پوچھ
کیا بیاں کر کے مرا روئیں کے بار؟
ہوں زِ خود رفتہ بیدارِ خیال
مقابل ہے، مُقابل میرا
قدرِ سنگِ سرِ رہ رکھتا ہوں
اور پھر وہ بھی زبانی میری من
دیکھ! خونابہ فشانی میری گنج
مگر آشفہ یانی میری
بھول جانا، ہے نشانی میری من
رُک گیا، دیکھ روانی میری گنج
مخت ارزاں ہے، گرانِ میری من

- ۱ الف، قب، آ کرے بزم میں - ب، گل، انتخاب، نہ وہ - گل، قب، شور - ب، انتخاب، سوز - ۲ ب، ج، ابک -
۳ ب، قب، مضامین کے خیال - ۴ الف، قا، عمدہ ۹۴، کب سنسے ہے وہ - موجودہ متن گل کا ہے - ۵ ب، گل، داغ،
مد، خونابہ (سہو کاتب) - ۶ الف، عمدہ، روئیں کے لوگ - ۷ ب، م، بھول جانا (سہو کاتب) - ۸ الف، قج،
م، کہتا ہوں (سہو کاتب) - ۹ ب، گل، ۱۰ ہے، ندارد (سہو کاتب) - نیز گل میں یہ اگلے شعر کے بعد ہے -

۱۔ شا کر کو ابک خط میں میرزا صاحب نے اس شعر کا مطلب اس طرح لکھا ہے:
"تقابل و تضاد کو کون نہ جانے گا۔ نور و ظلمت، شادی و غم، راحت و رنج، و وجود
و عدم۔ لفظ "مقابل" اس مصرع میں بمعنی مرجع ہے، جیسے حریف کہ بمعنی دوست
بھی مستعمل ہے۔ مفہوم شعر یہ کہ ہم اور دوست، از روئے خوئے و عادت، ضمد
ہمدرگ ہیں۔ وہ میری طبع کی روانی دیکھ کر رُک گیا، (عود: ۱۵۸)۔

۲۔ فارسی میں یہی مضمون اس طرح نظم کیا ہے (کلیات فارسی: ۲۹۸):
نا کس، زِ تو مندیِ ظاہر، نشود کس
چون سنگِ سرِ رہ کہ گرانست و گران نیست

مں گردبادِ رہِ بیتابی ہو ۱ صرصرِ شوق، ہے بانی میری
مخ دھن اُس کا جو نہ معلوم ہوا کھل گئی ہیچمدانی میری
مں کر دیا ضعف نے عاجز، غالب تنگ پیری ہے، جوانی میری



گل رعنا، قب

خ سادگی پر اُس کی، مرجانے کی حسرت دل میں ہے
بس نہیں چلتا کہ پھر خنجرِ کفرِ قاتل میں ہے
نک دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے ۵
مخ گرچہ ہے کس کس برائی سے، ولے با اس ہمہ
ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اُس محفل میں ہے
مں بس ہجومِ ناامیدی، خاک میں مل جائے گی
یہ جو اک لذت ہماری سعیٰ یی حاصل میں ہے ۶
رنج رہ کہوں کہنچیسے؟ واماندگی کو عشق ہے
اَللہ نہیں سکتا، ہمارا جو قدم منزل میں ہے

۱ الف، مد، گرد باد رہ (سہو کاتب) - ۴۔ یہ غزل قا میں نہیں، مگر اس کا گل میں ہونا اس کی علامت ہے کہ یہ قا سے
نوآم نسخے میں موجود تھی - قا سے لوجہ نقصان اوراق ساقط ہو گئی ہے - ۵ ب، فح، م، یہ چاہا (سہو کاتب) -
۸ الف، قب، کیا کیجیے -

۱۔ میرزا صاحب نے ۱۷ جنوری ۱۸۶۵ع کو مجروح کو لکھا ہے: "کیا کہوں کہ کیا حال
ہے؟ پیش ازیں اپنا یہ شعر پڑھا کرنا تھا: بس ہجومِ ناامیدی الخ۔ اب اس زمزمے کا
بھی محل نہ رہا۔ یعنی، سعیٰ یی حاصل کی لذت خاک میں مل گئی۔ انا لله وانا الیہ راجعون۔"
(اردو سے معنی: ۱۶۰، خطوط: ۱: ۲۸۹)۔

جلوہ زارِ آتشِ دوزخ، ہمارا دل سہی

فتنہ شورِ قیامتِ کس کی آب و گل میں ہے؟

ہے دلِ شوریدہ غالبِ طلسمِ پیچ و تاب

رحم کر اپنی تمنا پر کہ کس مشکل میں ہے

۲۰۲

قُب

گھر میں تھا کیا کہ ترا غم اُسے غارت کرتا

وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرتِ تعمیر سو ہے خ

۲۰۳

قُب

پیتس میں گرنے ہیں جو کوچے سے، وہ، میرے

کندھا بھی کماروں کو بدلے نہیں دیتے

۳ الف، مد، کیا تھا - اردو، عود، خطوط، جو ترا - ب، قج، م، تعمیر ہوئے (میں کانٹ) - م الف، قج، فدا، م، کوچہ، گن ۲۱۹، جو وہ کوچے سے -

۱ - میرزا صاحب نے مہر کو ایک خط میں، جو ۱۸۵۹ع کا ہے، لکھا ہے:

»جناب مرزا صاحب، دلی کا حال تو یہ ہے: گھر میں تھا کیا، جو ترا غم اُسے

غارت کرتا الخ - یہاں دھرا کیا ہے جو کوئی لوٹے گا - وہ خبر محض غلط ہے -

اگر کچھ ہے، تو بدیں غلط ہے کہ چند روز گوروں نے اہل بازار کو ستایا تھا -

اہل قلم اور اہل فوج نے باتفاقِ رائے ہمدگر ایسا بندوبست کیا کہ وہ فساد مٹ

گیا» (اردو سے معنی: ۲۷۰، عود: ۱۳۴، خطوط: ۱: ۳۱۴) -

نیز ملاحظہ ہو: ہوا ہوں، عشق کی غارتگری سے، شرمندہ

سوائے حسرتِ تعمیر، گھر میں خاک نہیں

۲۰۴

ق

خ اُگ رہا ہے در و دیوار سے سبزہ، غالب
ہم یاباں میں ہیں، اور گھر میں بہار آئی ہے ۱

۲۰۵

ق

خ دل سے، تری نگاہ، جگر تک اتر گئی
' شق ہو گیا ہے سینہ، خوشا! لذتِ فسراغ
وہ بادۂ شبانہ کی سرمستیاں کہاں؟
خ اُڑتی پھرے ہے، خاکِ مری، کوئے یار میں
دیکھو تو، دلفریبی اندازِ نقشِ پا
ہر بوالسہوس نے حُسن پرستی شعار کی
خ نظارے نے بھی کام کیا واں نقاب کا
' فردا ویدی کا تفسر کہ یکبار مٹ گیا
مارا زمانے نے، اسد اللہ خاں، تمہیں

دونوں کو اک ادا میں رضامند کر گئی
تکلیفِ پردہ داریِ زخیمِ جگر گئی
اُنہیے بس اب، کہ لذتِ خوابِ سحر گئی
بارے اب، اے ہوا، ہوسِ بال و پر گئی ۵
موجِ خرامِ یار بھی کیا گل کتر گئی
اب آبروے شیوۂ اہلِ نظر گئی
مستی سے ہر نگہ ترے رخ پر بکھر گئی
کل تم گئے کہ ہم پہ قیامت گر گئی
وہ ولولے کہاں؟ وہ جوانی کدھر گئی؟ ۱۰

۲ ب. ق. ما. گن ۲۲۱. دونو. قج. قد. ایک - ۷ ب. ق. کب (سہو کاتب) - ۸ الف. تمام نسخے. نظارہ -
۹ الف. قد. الہ بار - ب. قد. گل تم (سہو کاتب) - ۱۰ الف. مد کے علاوہ. زمانہ -

۱ - نیز ملاحظہ ہو: جب وہ جمالِ دلفروز، صورتِ مہرِ نیمروز

آپ ہی ہو نظارہ سوز، پردے میں منہ چھپائے کیور؟

ناکامی نگاہ، ہے برقِ نظارہ سوز

او وہ نہیں کہ تجھ کو تماشا کرے کوئی

نظارہ کیا حریف ہو اُس برقِ حسن کا؟

جوشِ بہار، جلوے کو جس کے نقاب ہے

جان، کالبَدِ صورتِ دیوار میں آوے خ
تو اس قدر دلکش سے جو گلزار میں آوے
جب لختِ جگر، دیدہِ خونبار میں آوے
کچھ نجم کو مرا بھی مرے آزار میں آوے
طوطی کی طرح آئینہ گفتار میں آوے خ
اے آبلہ پا وادی پر خار میں آوے
آغوشِ کھمِ حلقہ زُنار میں آوے خ
کیوں شاہدِ گل باغ سے بازار میں آوے؟
جب اے کَفَسِ اُلجھا ہوا ہر تار میں آوے خ
اے واہ! اگر معرضِ اظہار میں آوے
جو لفظ کہ، غالب، مرے اشعار میں آوے

جس بزم میں تو ناز سے گفتار میں آوے
سائے کی طرح ساتھ پھریں، سرو و صنوبر
تب نازِ گرائیگی اشکِ بجا ہے
دے مجھ کو شکایت کی اجازت، کہ ستمگر
اُس چشمِ فسونگر کا، اگر پائے، اشارہ
کاٹوں کی زباں سوکھ گئی پیاس سے، یارب!
مرجاؤں نہ کیوں رشک سے؟ جب وہ تنِ نازک
غارتِ گرِ ناموس نہو، گر، ہوسِ زر
تب چاکِ گریباں کا مرا ہے، دلِ نالان
آتشکدہ ہے سینہ مرا، رازِ نہاں سے
گنجینہ معینی کا طیسیم اُس کو سمجھیے

ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے!

زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری، غالب

- ۲ الف، ما کے علاوہ، سایہ ۔ ب، فب، گلزار (سہو کاتب) ۔ ۵ الف، تمام نسخے، اشارہ ۔ ۶ ب، فح، قد، مہ، مد،
۷ علاوہ، ایک ۔ ۸ الف، فح، ہو کر (سہو کاتب) ۔ ۹ الف، قد، دل نادان ۔ ب، فح، یک ۔ ق، م، خار ۔
۱۲ الف، گب، اس رنگ سے ۔ روزنامہ صاحبِ عالم مارہروی، ۲۴ جون و ۱۸ جولائی ۱۸۵۳ع: اسی طرح جو ۔ عود ۔ ۱۱۰۰
اسی ڈھب سے ۔ ب، قد، جو خدا ۔

۱۔ یہ شعر ق ب میں نہیں، جو ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۴۸ھ (۱۶ اپریل ۱۸۳۳ع) کا مرتبہ
ہے، اور گلشنِ بیخار مولفہ آخر سنہ ۱۲۵۰ھ (اپریل ۱۸۳۵ع) میں پایا جاتا ہے (باقی)

۲۰۸

حاشیہ قبا

تا ہم کو شکایت کی، بھی باقی نہ رہے، جا
غالب، ترا احوال سُنادیں گے ہم اُن کو
سُن لیتے ہیں، گو ذکر ہمارا نہیں کرتے خ
وہ سُن کے بُلا لیں، یہ اجارا نہیں کرتے ۔

۲۰۹

حاشیہ قبا

ہم، رشک کو اپنے بھی گوارا نہیں کرتے
در پردہ اُنہیں غیر سے ہے ربطِ نہانی
مرتے ہیں، مگر اُن کی تمنا نہیں کرتے خ
ظاہر کا یہ پردہ ہے کہ پردا نہیں کرتے

۲۔ ب۔ مد کے علاوہ، ولے۔ قبا، قج۔ م، اوس کی۔ م۔ ب۔ حج، قد، م، م، ب، حج، مد، پردا ہے۔ قبا، پردہ نہیں کرتے۔

(بقیہ) لہذا اسے مذکورہ بالا تاریخوں کے درمیان کا ہونا چاہیے۔

میرزا تقی کے نام کے ایک خط مورخہ ۱۸ جولائی ۱۸۵۸ ع میں لکھا ہے: "میرا حال اس فن میں یہ ہے کہ شعر کہنے کی روش اور اگلے کہے ہوئے اشعار سب بھول گیا۔ مگر ہاں اپنے ہندی کلام میں سے ڈیڑھ شعر، یعنی ایک مقطع اور ایک مصرع یاد رہ گیا ہے۔ سو گاہ گاہ جب دل اُلٹے لگتا ہے، تب دس پانچ بار یہ مقطع زبان پر آ جاتا ہے: زندگی اپنی جب اس الخ۔ پھر جب سخت گھبراتا ہوں اور تنگ آتا ہوں، تو یہ مصرع پڑھ کر چپ ہو جاتا ہوں: اے مرگِ ناگیاں، تجھے کیا انتظار ہے؟" (اردو میں معنی: ۱۲۳، عود: ۹۹، خطوط: ۱: ۲۷)۔

اس مقطع کے ساتھ کے دو شعر جو صرف قبا کے متن میں مندرج ملے، یادگارِ نالہ میں آ رہے ہیں۔

نیز اس بات کو میرزا صاحب نے فارسی میں یوں لکھا ہے:

گفتنی نیست کہ بر غالبِ نا کام چہ رفت
میتوان گفت کہ این بندہ خداوند نداشت

یہ باعثِ نومیدیِ اربابِ ہوس ہے غالب کو برا کہئے ہو، اچھا نہیں کرتے

۲۱۰

حاشیہ قبا

لاغر اتنا ہو کہ گھر تو بزم میں جا دے مجھے
میرا ذمہ، دیکھ کر گر کوئی بتلا دے مجھے
گیا تعجب ہے، جو اُس کو دیکھ کر آجائے رحم؟
واب تملک کوئی کسی حیلے سے پہنچا دے مجھے
منہ نہ دکھلاوے، نہ دکھلا، پر بہ اندازِ عتاب
کھول کر پردہ، ذرا آنکھیں ہی دکھلا دے مجھے
یاں تملک میری گرفتاری سے وہ خوش ہے کہ میں
ذلف گر بن جاؤں، تو شانے میں الجھا دے مجھے

۲۱۱

ما

نوبہ امن ہے، یدادِ دوست، جاں کے لیے رہی نہ، طرزِ ستم کوئی، آسمان کے لیے

۲ الف. جب. ج. کہ اوس - ب. م. فج. قد. حیلہ - ۳ ب. م. ما. پردا - م کے علاوہ، ذرا - ۵ الف. آثار ۱۵۱:۲
خوش ہے کہ بس - ب. م. جب. ج. قد. شانہ - انتخاب میں بھی اسی طرح تھا - لیکن غالب نے اپنے قلم سے وہ کوئی
سے بدل دیا ہے - ۶ ب. م. رہے -

۱۔ آزاد دہلوی نے دیوانِ ذوق: ۲۲۵ میں لکھا ہے کہ یہ زمین نواب اصغر علی خاں
بہادر رامپوری، مقیم دہلی، کے مشاعرے میں طرح ہوتی تھی۔ دیوانِ غالب کے نسخہ
گراچی نوشتہ ۳۰ اگست ۱۸۴۵ء میں یہ غزل نہیں، اور اس غزل میں نواب تاج محل حسین خاں
فرخ آبادی متوفی ۹ نومبر ۱۸۴۶ء کا ذکر ہے، لہذا اسے ان دو تاریخوں کے درمیان
کا ہونا چاہیے۔ اکرام صاحب نے آثارِ غالب: ۸۱ میں اسے ۱۸۴۵ء کا بتایا ہے۔

خ بلا سے، گر مژہ بار تشنہ خوب ہے
وہ زندہ ہم ہیں کہ ہیں رو شناسِ خلق، اے خضر
رہا بلا میں بھی، میں مبتلا ہے آفتِ رشک
فلک، نہ دور رکھ اُس سے مجھے، کہ میں ہی نہیں
مثال یہ مری کوشش کی ہے کہ مرغِ اسیر
گدا سمجھ کے وہ چپ تھا، مری جو شامت آئے
بقدرِ شوق نہیں، ظُرفِ تنگنا ہے غزل
دیا ہے خلق کو بھی، نا اُسے نظر نہ لگے
زبان پہ، بارِ خدا یا، یہ کس کا نام آیا؟
نصیرِ دولت و دیں، اور مُعینِ مِلّت و ملک
زمانہ، عہد میں اُس کے، ہے محورِ آرایش

رکھوں کچھ اپنی بھی مڑگانِ خو نقشاں کے لیے
نہ تم کہ چور بنے عمرِ جاوداں کے لیے
بلا ہے جاں ہے، ادا تیری، اک جہاں کے لیے
دراز دستیِ قاتل کے امتحاں کے لیے
کرے قفس میں فراہم خسِ آشیاں کے لیے
اُٹھا اور اُٹھ کے قدم، میں نے، پاسباں کے، لیے
کچھ اور چاہیے وسعت، مرے بیاں کے لیے
بنا ہے عیشِ نجمِ حسینِ خان کے لیے
کہ میرے نطق نے بو سے مری زباں کے لیے
بنا ہے چرخِ بریں، جس کے آستان کے لیے
بنیں گے اور ستارے اب آسماں کے لیے

۱۔ مد، بلا ہے (سہو کاتب) - ۲۔ الف، قح، چرخِ اسیر (سہو کاتب) - ۳۔ الف، بج، مری خوشامد سے (سہو کاتب) - ۴۔ ب، مد، میری اُطلق (سہو کاتب) -

۱۔ نیز ملاحظہ ہو: قہر ہو یا بلا ہو، جو کچھ ہو
کاشکے! تم مرے لیے ہونے
غالب، کچھ اپنی سعی سے آہنا نہیں مجھے
خرمنِ جلے، اگر نہ ملخ کھاے کشت کو
خوشی کیا، کہیت پر میرے اگر سو بار ابر آوے؟
سمجھتا ہوں کہ ڈھونڈے ہے ابھی سے برقِ خرمین کو

۳۔ میرزا صاحب نے اس مضمون کو فارسی میں یوں لکھا ہے (کلیاتِ فارسی: ۱۸۳):
نا نامِ کی و ساقیِ کوثرِ بزبانِ رفت صد رہ، لہم، از ہر یوسیدِ زبانِ را

ورق تمام ہوا، اور مدح باقی ہے سفینہ چاہیے، اس بحرِ بیکراں کے لیے
ادائے خاص سے، غالب ہوا ہے نکتہ سرا صلائے عام ہے، بارانِ نکتہ داں کے لیے

۲۱۲
آخر ما

تسکین کو ہم نروئیں، جو ذوقِ نظر ملے حورانِ خلد میں تری صورت، مگر، ملے
اپنی گلی میں مجھ کو نکر دفن، بعدِ قل میرے پتے سے خلق کو کیوں تیرا گھر ملے؟
ساقیگری کی شرم کرو آج، ورنہ ہم ہر شب پیا ہی کرتے ہیں مے، جس قدر ملے
تجھ سے تو کچھ کلام نہیں، لیکن اے ندیم میرا سلام کہیو، اگر نامہ بر ملے

ہ الف، قد کے کاتب نے ورنہ آج مہ لکھا تھا۔ غالب نے لفظ ورنہ کو چھل کر دوبارہ آج، کے بعد لکھا ہے۔

- ۱۔ قرآن السعدین، جلد ۳، نمبر ۱۳، ص ۴۹، مورخہ ۲۷ مارچ ۱۸۴۸ع میں آزرده کا ایک دو غزلہ اس زمین کا شائع ہوا ہے۔ بعید نہیں کہ یہ غزل بھی اُسی زمانے کی ہو۔
- ۲۔ اس شعر کا مطالب جنون بریلوی کو یہ لکھا ہے: ”یہ مضمون کچھ آغاز چاہتا ہے۔ یعنی، شاعر کو ایک قاصد کی ضرورت ہوتی۔ مگر کھٹکا یہ کہ قاصد کہیں معشوق پر عاشق نہوجائے۔ ایک دوست اس عاشق کا ایک شخص کو لایا، اور اُس نے عاشق سے کہا کہ ”یہ آدمی وضعدار اور معتمد علیہ ہے۔ میں ضامن ہوں کہ یہ ایسی حرکت نہکرے گا۔“ خیر، اُس کے ہاتھ خط بھیجا گیا۔ قضا را، عاشق کا گمان سچ ہوا۔ قاصد مکتوب الہ کو دیکھ کر والہ و شیفہ ہو گیا۔ کیسا خط؟ کیسا جواب؟ دیوانہ بن، کپڑے پہناؤ، جنگل کو چل دیا۔ اب عاشق اس واقعے کے وقوع کے بعد ندیم سے کہتا ہے کہ ”غیب داں تو خدا ہے۔ کسی کے باطن کی کسی کو کیا خبر۔ اے ندیم، تجھ سے کچھ کلام نہیں۔ لیکن اگر نامہ بر کہیں مل جائے، تو اُس کو میرا سلام کہیو کہ کیوں، صاحب، تم کیا کیا دعوے عاشق نہونے کے کر گئے تھے، اور انجامِ کار کیا ہوا۔“ (خطوط: ۱: ۱۲۶)۔

تم کو بھی ہم دکھائیں کہ جنوں نے کیا کیا ۲۱۱
خ لازم نہیں کہ خضر کی ہم پروی کریں
اے ساکنانِ کوچہ دلدار، دیکھنا
فرصت، کشا کشِ غم پنہاں سے گر، ملے
جانا کہ اک بزرگ ہمیں ہمسفر ملے
تم کو کہیں جو غالبِ آشفہ سر ملے

۲۱۲

آخر ما

خ کوئی دن گر زندگانی اور ہے
آتشِ دوزخ میں یہ گرمی کہاں؟
بارہا دیکھی ہیں اُن کی رنجشیں
خ دیکے خط، منہ دیکھنا ہے نامہ بر
قاطعِ اعمار ہیں، اکثر نجوم
ہو چکیں، غالب، بلائیں سب تمام
اپنے جی میں ہم نے نہانی اور ہے
سوزِ غمہائے نہانی اور ہے
پر کچھ اب کے سرگیرانی اور ہے
کچھ تو پیغامِ زبانی اور ہے
وہ بلاے آسمانی اور ہے
ایک مرگِ ناکہانی اور ہے

۱ ب، آخر ما، ہم نے اپنے جی - ۶ الف، آخر ما، مد، دیکھیں ہیں - ب، مد، اب کی -

۱- جنوں بریلوی کو اس کا مطلب یہ لکھا ہے: "اس میں کوئی اشکال نہیں۔ جو لفظ
ہیں، وہی معنی ہیں۔ شاعر اپنا قصد کیوں بتانے کہ میں کیا کروں گا۔ مہم کہتا ہے
کہ کچھ کروں گا۔ خدا جانے شہر میں یا نواحِ شہر میں تکیہ بنا کر، فقیر ہو کر، بیٹھ
رہے، یا دیس چھوڑ، پردیس چلا جائے۔" (خطوط: ۱: ۱۲۷)۔

۲- نواب انور الدولہ بہادر شفیق کو لکھتے ہیں: "یہ دن مجھ پر بُرے گزرتے ہیں۔
گرمی میں میرا حال بعینہ وہ ہوتا ہے جیسا زبان سے پانی پینے والے جانوروں کا،
خصوصاً اس تموز میں کہ غم و ہم کا هجوم ہے۔ آتشِ دوزخ میں یہ گرمی الخ۔"
(اردو سے معنی: ۳۱۱، عود: ۵۶، خطوط: ۱: ۱۴۳)

۲- میر مہدی مجروح کو ۲۶ جولائی ۱۸۶۱ء کے ایک خط میں تحریر کیا ہے: "وہا (بانی)

کوئی اُمید بر نہیں آتی کوئی صورت نظر نہیں آتی خ
موت کا ایک دن مُعین ہے نیند کیوں رات بھر نہیں آتی •
آگے آتی تھی، حالِ دل پہ، ہنسی اب کسی بات پر نہیں آتی •
جاتا ہوں ثوابِ طاعت و زہد پر طبیعت ادھر نہیں آتی •
ہے کچھ ایسی ہی بات، جو چُپ ہوں ورنہ، کیا بات کر نہیں آتی •
کیوں نہ چیخوں؟ کہ یاد کرنے ہیں میری آواز، گر، نہیں آتی

۲ الف، آخر ما، مقرر ہے - ۳ ب، فج، مب، کسو - قد میں بھی دیکھ ہی تھا - غالب نے اپنے ہاتھ سے تصحیح کر دی ہے - ۴ ب، اشرف الاخبار، مب، یہ (سہو کاتب) -

(نقہ) کو کیا پوچھتے ہو؟ قدر اندازِ قضا کے ترکش میں یہی ایک تیر باقی تھا - قل
ایسا عام لوٹ ایسی سخت اکال ایسا بڑا! وبا کیوں نہو؟ لسان الغیب نے دس برس
پہلے فرمایا ہے: ہو چکیں، غالب، بلاتین سب تمام الخ - میان، سنہ ۱۲۷۷ھ کی بات
غلط نہ تھی - مگر میں نے وبا سے عام میں مرنا اپنے لائق نہ سمجھا - واقعی، اس میں
میری کسرِ شان تھی - بعدِ رفعِ فسادِ ہوا سمجھ لیا جائے گا - (اردو سے معنی:
۱۸۶، عود: ۹۰، خطوط: ۱: ۲۷۲) -

۱ - یہ غزل اشرف الاخبار دہلی، جلد ۱ نمبر ۷، مطبوعہ یکم دسمبر روزِ شنبہ سنہ ۱۸۶۶ع
مطابق ۲۳ رجب المرجب سنہ ۱۲۸۳ھ میں بھی شایع ہوئی تھی -

نیز ملاحظہ ہو: ہوں مُنحیرف نہ کیوں رہ و رسمِ ثواب سے ؟
ٹیڑھا لگا ہے قلم، سرفروش کو

۲ - یہ محاورہ میر محمد اثر دہلوی کے یہاں بھی موجود ہے - فرماتے ہیں - (دیوان: ۳۸):
حالِ دل، مثلِ شمع، روشن ہے گو بجھے بات کر نہیں آتی

داغِ دل گر نظر رہا نہیں آتا بُو بھی، اے چارہ گر، نہیں آتی؟
 تُم وہاں ہیں، جہاں سے ہم کو بھی کچھ ہماری خبر نہیں آتی
 'مرتے ہیں آرزو میں مرنے کی موت آتی ہے، پر نہیں آتی'
 کبے کس مُنہ سے جاؤ گے، غالب؟ شرمِ نم کو مگر نہیں آتی



آخر ما

ح دلِ نادان، تجھے ہوا کیا ہے؟ آخر اس درد کی دوا کیا ہے؟
 'ہم ہیں مشتاق، اور وہ بیزار یا الہی، یہ ماجرا کیا ہے؟
 'میں بھی مُنہ میں زبان رکھتا ہوں کاش! پوچھو کہ 'مُدعا کیا ہے؟'

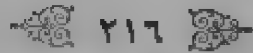
۲ الف. تمام نسخے، کہہ۔ ب الف، اردوے معلیٰ، خطوط، م بھی۔ رکھتے ہیں۔ ب، ایضاً، ایضاً، ماجرا کیا ہے۔

۱۔ میرزا صاحب نے لطیف احمد بلگرامی کو لکھا ہے: 'غفرِ ایجاد و تکوین، مولانا فضل حق ایسا دوست مرجائے، غالبِ نیمِ مردہ، نیمِ جان رہ جائے: 'مرتے ہیں آرزو الخ، آگے آتی تھی حالِ دل پہ ہنسی الخ۔ اگر جوان ہوتا اور بیمار، تو آپ سے دعاے خیریت چاہتا۔ اسی برس کا بڈھا ہونے آیا ہوں۔ دعاے مغفرت کا امیدوار ہوں۔ شرابِ کبخت اب بھی چھوٹی، نہیں۔ نماز کا اب بھی عادی ہوتا نہیں۔ جاتا ہوں ثوابِ طاعت الخ، کبے کس مُنہ سے جاؤ گے الخ'۔ (اردوے معلیٰ: ۲۳، مطبوعہ دسمبر ۱۹۰۷ء، و ۴۲۰، لاہور ایڈیشن)۔

۲۔ میر مہدی مجروح کو ایک خط میں لکھتے ہیں: 'قرة العین، میر مہدی و میر سرفراز حسین مجھ سے ناخوش اور گاہ مند ہونگے، اور کہتے ہونگے کہ دیکھو میں خط نہیں لکھتا۔

ہم بھی مُنہ میں زبان رکھتے ہیں کاش! پوچھو کہ 'ماجرا کیا ہے؟'
 ماجرا یہ ہے کہ تمہارا بھی تو کوئی خط نہیں آیا، میں جس کا جواب لکھتا،۔ (اردوے معلیٰ: ۱۶۰، خطوط: ۲۸۹:۱)۔

جب کہ تجھ میں نہیں کوئی موجود ق پھر یہ ہنگامہ، اے خدا، کیا ہے ؟ خ
 یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہیں ؟ غمزدہ و عشوہ و ادا کیا ہے ؟
 شکنِ زلفِ عنبریں کیوں ہے ؟ نگہ چشمِ سرمہ سا کیا ہے ؟
 سبزہ و گل کہاں سے آئے ہیں ؟ ابر کیا چیز ہے ؟ کوا کیا ہے ؟
 ہم کو اُن سے وفا کی ہے اُمید جو نہیں جانتے، وفا کیا ہے ؟
 "ہاں، بھلا کر، ترا بھلا ہوگا" اور درویش کی صدا کیا ہے ؟
 جان تم پر تار کرتا ہوں میں نہیں جانتا، دعا کیا ہے ؟
 میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالب مفت ہاتھ آئے، تو بُرا کیا ہے ؟ خ



آخر ما

کہنے تو ہو تم سب کہ بُترِ غالیہ مو آئے یک مرتبہ گہرا کے کہو کوئی کہ "وو آئے"، خ

۱. کسی نسخے میں اس کا قطعہ ہونا ظاہر نہیں کیا گیا۔
 ۲. ب. آخر ما، قد، نگہ (سہو کاتب)۔ ۹. ب. ص.
 لکرتبہ (سہو کاتب)۔ نادرات، اک۔ آخر ما، کہے کوئی۔

۱۔ مرزا صاحب نے منشی نبی بخش حقیر کو ایک خط میں لکھا ہے: "ایک بات تم کو یہ معلوم رہے کہ جب حضور میں حاضر ہوتا ہوں، تو اکثر بادشاہ مجھ سے ریختہ طلب کرتے ہیں۔ سو وہ کہی ہوئی غزلیں تو کیا پڑھوں؟ تنی غزل کہہ کر لے جاتا ہوں۔ آج میں نے دوپہر کو ایک غزل لکھی ہے۔ کل یا پرموں جا کر پڑھوں گا۔ تم کو بھی لکھتا ہوں۔ داد دینا کہ اگر ریختہ پایۂ سحر یا اعجاز کو پہنچے، تو اُس کی یہی صورت ہوگی، یا کچھ اور شکل؟ کہنے تو ہو تم سب الخ، (نادراتِ غالب: ۱۲) (باقی)

خ ہوں کشمکشِ نزع میں، ہاں، جذبِ محبت
 ' ہے صاعقہ و شعلہ و سیلاب کا عالم
 ' ظاہر ہے کہ گہرا کے نہ بھاگیں گے نکیرین
 ' جلاد سے ڈرتے ہیں، نہ واعظ سے جھگڑتے
 ' ہاں، اہلِ طلب، کون سُنے طعنے نایافت؟
 ' اپنا وہ نہیں شیوہ کہ آرام سے بیٹھیں
 ' کی ہمنفسوں نے اثرِ گریہ میں، تقریر
 ' اُس انجمنِ ناز کی کیا بات ہے، غالب!

کچھ کہ نسکوں، پر وہ مرے پوچھنے کو آئے
 آنا ہی سمجھ میں مری آتا نہیں، گو آئے
 ہاں، 'منہ سے مگر بادۂ دوشینہ کی بو آئے
 ہم سمجھے ہوئے ہیں اُسے، جس بھیس میں جو آئے
 دیکھا کہ وہ ملتا نہیں، اپنے ہی کو کھو آئے
 اُس در پہ نہیں بار، تو کبے ہی کو ہو آئے
 اچھے رہے آپ اُس سے، مگر مجھ کو ڈبو آئے
 ہم بھی گئے واں، اور تری تقدیر کو رو آئے



آخر ما

ت حسنِ مہ، گرچہ ہنگامِ کال، اچھا ہے اُس سے میرا مہِ خورشیدِ جمال اچھا ہے

الف، مد، ہو کشمکش (سہو کاتب) - ب، قد، کہ (سہو کاتب) - آخر ما، دیکھنے کو - ۲ الف، مد، ۳ زلزلہ و
 صرصر و سیلاب کا عالم - ب، مد، آنا - مرے (سہو کاتب) - آخر ما، نادرات، آنا ہی (سہو کاتب) - ۴ ب، آخر
 ما وجوہِ نادر (سہو کاتب) - نادرات، سمجھے ہوئے ہیں ہم اوے - ۵ ب، آخر ما، ٹٹا (سہو کاتب) - ۶ الف، انتخاب سے
 علاوہ، نہیں وہ شیوہ - انتخاب میں خود غالب نے یہ ترمیم کی ہے - ب، مد سے علاوہ، کتبہ - دہلی اردو اخبار میں بھی
 کتبہ ہی ہے - ۷ الف، آخر ما، گریہ کی - ب، آخر ما، ولسے مجھ - ۸ ب، آخر ما، شہ خورشید -

(بقیہ) مرتبِ نادرات کے خیال میں یہ خط اپریل تا جولائی ۱۸۵۱ ع کی کسی تاریخ کو
 لکھا گیا تھا - چونکہ یہ غزل، دہلی اردو اخبار، جلد ۱۳ نمبر ۱۹، صفحہ ۴، مورخہ
 ۸ رجب ۱۲۶۷ ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۸۵۱ ع میں اس تمہید کے ساتھ چھپی ہے، اس
 ہفتے میں ایک غزل جناب نواب امجد اللہ خان صاحب بہادر المتخلص بغالب کی ہمارے
 ہاتھ آئی، سو درجِ اخبار ہوئی، اس لیے اس خط کو اپریل ہی کا ہونا چاہیے -

جی میں کہتے ہیں کہ مفت آئے تو مال اچھا ہے ۔
 ساغرِ جم سے، مرا جامِ سفال، اچھا ہے ۔
 وہ گدا، جس کو ہو خوئے سوال، اچھا ہے ۔
 وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے ۔
 اک برہمن نے کہا ہے کہ یہ سال اچھا ہے،
 جس طرح کا کہ کسی میں ہو کال، اچھا ہے ۔
 کام اچھا ہے وہ، جس کا کہ مال اچھا ہے ۔
 شاہ کے باغ میں، یہ تازہ نہال اچھا ہے ۔
 دل کے خوش رکھنے کو، غالب، یہ خیال اچھا ہے ۔

بوسہ دیتے نہیں، اور دل پہ ہے ہر لحظہ نگاہ
 اور بازار سے لیے آئے، اگر ٹوٹ گیا
 بے طلب دیں، تو مزا اُس میں سوا ملتا ہے
 اُن کے دیکھے سے جو آ جاتی ہے رونق منہ پر
 دیکھیے، پاتے ہیں عشاق بتوں سے کیا فیض !
 ہمسخن، تیشے نے فرہاد کو شیریں سے، کیا
 قطرہ دریا میں جو مل جائے، تو دریا ہو جائے
 خضر سلطان کو رکھے، خالقِ اکبر، سرسبز
 ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت، لیکن

۲۱۸
 آخر ما

۱۰ شکوے کے نام سے، بیمبر، خفا ہوتا ہے
 یہ بھی مت کہہ، کہ جو کہیے، تو گلا ہوتا ہے ۔

- ۱ ب. آخر ما، فد، مد، آئے (سہو کاتب) - ۲ الف، آخر ما، قد، مد، آئے (سہو کاتب) - ۳ الف، مب، فج، مد، پر رونق -
 ۴ ب. آخر ما، کہا ہے نہ دارد (سہو کاتب) - ۵ الف، تمام نسخے، تیشہ - ۶ ب. آخر ما، فج، کو - ۷ مب میں بھی یونہی
 تھا - غالب نے غلط نامے میں تصحیح کردی ہے - ۸ الف، آخر ما، مد، جائے (سہو کاتب) - ۹ الف، مد کے علاوہ، شکوہ -
 ۱۰ ب. قد، کہ (سہو کاتب) -

۱ - خضر سلطان، ظفر کے بیٹھے اور غالب کے شاگرد تھے - ۱۸۳۱ع میں ان کی
 ولادت ہوئی، اور ۲۳ ستمبر ۱۸۵۷ع کو میجر ہڈسن کی گولی سے مارے گئے -
 (تلامذہ غالب: ۱۰۲) - چونکہ یہ غزل ۱۸۴۷ع کے بعد کی ہے، اس لیے اس شعر
 کو خضر سلطان کی پیدائش سے متعلق نہ سمجھا جائے -

خُبر ہوں میں شکوے سے یوں، راگ سے جیسے باجا

اے ذرا چھڑیے، پھر دیکھیے، کیا ہوتا ہے!

الف، مدح علاوہ، شکوہ۔ آخر ما، جیسے جانا (سہو کاتب)۔ ب، تمام نسخے، ذرا۔

۱۔ میرزا صاحب نے شفق کو لکھا ہے: »پیر و مرشد، بارہ بجے تھے۔ میں تنگا اپنے پلنگ پر لیٹا ہوا حقہ پی رہا تھا کہ آدمی نے آکر خط دیا۔ میں نے کھولا، پڑھا۔ بھلے کو انگرکھا یا کُرتا گلے میں نہ تھا۔ اگر ہوتا، تو میں گریبان پھاڑ ڈالتا۔ حضرت کا کیا جاتا؟ میرا نقصان ہوتا۔ سرے سے سُنیے۔ آپ کا قصیدہ بعدِ اصلاح بھیجا۔ اُس کی رسید آئی۔ کئی کئی ہوئے شعر اُٹے آئے۔ اُن کی قباحت پوچھی گئی۔ قباحت بتائی گئی۔ الفاظِ قبیح کی جگہ بے عیب الفاظ لکھ دیے گئے۔ لو، صاحب، یہ اشعار بھی قصیدے میں لکھ لو۔ اس نگارش کا جواب آج تک نہیں آیا۔ شاہ اسرار الحق کے نام کا کاغذ اُن کو دیا۔ جواب میں جو کچھ اُنہوں نے زبانی فرمایا، آپ کو لکھا گیا۔ حضرت کی طرف سے اس تحریر کا بھی جواب نہ ملا۔ پُر ہوں میں شکوے الخ۔ سوچتا ہوں کہ دونوں خط پیرنگ گئے تھے۔ تلف ہونا کسی طرح متصور نہیں۔ خیر، اب بہت دن کے بعد شکوہ کیا لکھا جائے۔«
(اردوئے معلیٰ: ۳۰۳، عود: ۶۰، خطوط: ۱: ۱۴۱)۔

نیز اس سلسلے میں ملاحظہ ہو: تم اپنے شکوے کی باتیں نہ کہو کہو کے پوچھو
حذر کرو مرے دل سے، کہ اس میں آگ دبی ہے

ہوں سراپا سازِ آہنگِ شکایت، کچھ نبوچم
ہے یہی بہتر کہ لوگوں میں بچھڑے تو مجھے

گو سمجھتا نہیں، پر حسنِ تلافی دیکھو
 شکوۂ جُور سے، سرِ گرم جفا ہوتا ہے
 عشق کی راہ میں، ہے چرخِ مُکوکب کی وہ چال
 سُست رُو جیسے کوئی آبلہ پا ہوتا ہے
 کیوں نہ ٹھہریں ہدفِ ناوکِ یسداد؟ کہ ہم
 آپ اُنہا لائے ہیں، گر تیر خطا ہوتا ہے
 خوب تھا، پہلے سے ہوتے جو ہم اپنے بدخواہ
 کہ بھلا چاہتے ہیں، اور بُرا ہوتا ہے
 نالہ جانا تھا پرے عرش سے میرا، اور اب
 لبِ تک آنا ہے، جو ایسا ہی رسا ہوتا ہے
 خامہ^۱ میرا کہ وہ ہے باربدِ بزمِ سخن
 شاہ کی مدح میں یوں نغمہ سرا ہوتا ہے

ن

اے شہشاہِ کواکب سپہِ مہرِ عِلم
 تیرے اکرام کا حق کس سے ادا ہوتا ہے؟
 سات اقلیم کا حاصل جو فراہم کیجے
 تو وہ لشکر کا ترے نعل پہا ہوتا ہے
 ہر مہینے میں جو یہ بدر سے ہوتا ہے حلال
 آستان پر ترے، مہ، ناصیہ سا ہوتا ہے

۳ الف، آخر ما، ثمرے (سہو کاتب) - قد، مد، مب، ٹھہریں - ۵ الف، گن، پر اب - ۶ الف، قد، مب، حج، مد، باربد
 (بضم با - یہ خود غالب کا سہو ہے) - ۷، مب اور آخر ما میں اس کا قطعہ ہونا ظاہر نہیں کیا - ۸ الف، آخر ما، ہکا، ندارد (سہو کاتب) - ب، قد، تو (بفتح نا) - ۹ ب، آخر ما، ترے یہ (سہو کاتب) -

میں جو گستاخ ہوں، آئیں غزلخوئی میں
 یہ بھی تیرا ہی کرم ذوق فزا ہوتا ہے
 رکھو، غالب، مجھے اس تلخ نوائی میں مُعاف
 آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے



آخر ما

ع ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ "تو کیا ہے؟"
 "نہ شعلے میں یہ کرشمہ، نہ برق میں یہ ادا"
 تمہیں کہو کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے؟
 کوئی بناو کہ وہ شوخ مُتند خو کیا ہے؟

۱۔ ب، آخر ما، ناصبہ سا ہوتا ہے۔ مد، یہ ترا ہی کرم ذوق (ہر دو سہو کاتب)۔ ۲ الف، دیوان مبدلے ۱۷۴، ہر ایک بات
 میں کہتے ہیں مجھ سے۔ ۸ الف، آخر ما، قح، قد، ص، ب، شعلہ۔ آخر ما وہیں ندارد (سہو کاتب)۔ آخر ما، وہ کرشمہ۔
 وہ ادا۔ دیوان مبدلے، نہ برق میں وہ کرشمہ نہ شعلہ۔ ب، آخر ما، بنائے۔

۱۔ میرزا تقی کے نام کا ایک خط اس شعر سے شروع کیا گیا ہے۔ (اردوے معلیٰ: ۱۲۳، عود: ۹۹، خطوط: ۳۷:۱)۔

۲۔ یہ غزل مر نے ۱۸۵۹ ع میں میرزا صاحب سے مانگی تھی۔ انہوں نے غزل بھیج کر
 مر کو لکھا: "اگر ہم فقیر سچے ہیں، اور اس غزل کے طالب کا ذوق پکا ہے،
 تو یہ غزل اس خط سے پہلے پہنچ گئی ہوگی" (اردوے معلیٰ: ۲۵۳، خطوط:
 ۱: ۲۱۴)۔ نیز منشی شیو نراین آرام کو اس کے نو شعر (سوائے شعر نمبر ۲ کے)
 لکھ کر فرمایا ہے: "یہ تمہارا اقبال ہے کہ نو شعر یاد آ گئے۔ ایک غزل یہ اور
 دو غزلیں وہ جو آیا چاہتی ہیں، تین ہفتے کا گودام تمہارے پاس فراہم ہو گیا،
 (اردوے معلیٰ: ۳۷۰، خطوط: ۱: ۳۹۴) اس خط سے جو ۱۹ اپریل ۱۸۵۹ ع کا
 ہے، معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب اپنا کلام شیو نراین کے اخبار میں چھپوایا
 کرتے تھے۔

و گرنہ خوفِ بد آموزیِ عدو کیا ہے؟
 ہمارے جیب کو اب حاجتِ رفو کیا ہے؟
 کریدنے ہو جو اب را کہم، جستجو کیا ہے؟
 جب آنکھ سے ہی نہ ٹپکا، تو پھر لہو کیا ہے؟
 سوائے بادۂ گلفامِ مُشکو کیا ہے؟
 بہ شیشہ و قدح و کوزہ و سَبُو کیا ہے؟
 تو کس اُمید پہ کہے کہ آرزو کیا ہے؟
 و گرنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے؟

بہ رشک ہے کہ وہ ہوتا ہے ہمسخن تم سے
 چپک رہا ہے بدن پر لہو سے، پیراھن
 جلا ہے جسم جہاں، دل بھی جل گیا ہوگا
 رگوں میں دوڑتے پھرتے کے ہم نہیں قائل
 وہ چیز، جس کے لیے ہم کو ہو بہشت عزیز
 پیوں شراب، اگر کُھم بھی دیکھ لوں دوچار
 رہی نہ طاقتِ گفتار، اور اگر ہو بھی
 ہوا ہے شہ کا مُصاحب، پھرے ہے اِراتا



آخر ما

میرے دُکھ کی دوا کرے کوئی خ
 ایسے قاتل کا کیا کرے کوئی؟
 دل میں ایسے کے، جا کرے کوئی
 وہ کہیں اور سُنا کرے کوئی
 کچھ نہ سمجھے، خدا کرے، کوئی
 نہ کہو، گر بُرا کرے کوئی

ابنِ مریم ہوا کرے کوئی
 شرع و اُئین پر مدار سہی
 چال جیسے کڑی کمان کا تیر
 بات پر واں زبان کٹی ہے
 بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
 نہ سنو، گر بُرا کہے کوئی

۱ الف، اردو میں معنی ۲۷۰، نجم سے ۲ ب، مد، ہماری جیب۔ ۳ الف، دیوان ہیدرآلے، ڈورے (سہو کاتب)۔ ۴ ب، دیوان ہیدرآلے، گر آنکھ۔ ۵ الف، اردو میں معنی لیے ہو ہیں۔ ۶ الف، آخر ما، شاہ کا نوکر۔ ۷ الف، قد میں دگو، لکھا گیا تھا۔ بوقت تصحیح غالب نے واو چھل کر ورہ بنادی ہے۔ ۸ ب، آخر ما، فحج کہے کوئی (سہو کاتب)۔ ۹ ب میں ہیں، یونہی تھا، مگر غالب نے غلط نامے میں تصحیح کردی ہے۔

۱۔ مرزا صاحب نے اس مضمون کو فارسی میں یوں باندھا ہے (کلیاتِ فارسی: ۳۷۱):
 بہ تن چسپید بازم، از نمرِ خونابہ، پیراھن
 خراشِ سینہ، سطرِ بخیہ شد چاکِ گریان را

بخش دو، گر خطا کرے کوئی
کس کی حاجت روا کرے کوئی؟
اب کسے رہنما کرے کوئی؟
کیوں کسی کا گلا کرے کوئی؟

روک لو، گر غلط چلے کوئی
کون ہے جو نہیں ہے حاجتمند؟
خ کیا کیا خضر نے سکندر سے!
جب توقع ہی اٹھ گئی، غالب

۲۲۱
آخر ما

پٹھیا رہا، اگرچہ اشارے ہوا کیے
میں، اور جاؤں در سے ترے بن صدا کیے!
مدت ہوئی ہے، دعوتِ آب و ہوا کیے
حضرت بھی کل کہیں گے کہ "ہم کیا کیا کیے!"
تو نے وہ گنجہاے گرانمایہ کیا کیے؟
کس دن ہمارے سر پہ نہ آ رہے چلا کیے؟
دینے لگا ہے بوسہ، بغیر التجا کیے
بھولے سے اُس نے سینکڑوں وعدے وفا کیے
مانا کہ تم کہا کیے اور وہ سنا کیے

خ اُس بزم میں مجھے نہیں بنتی حیا کیے
دل ہی تو ہے، سیاستِ دربار سے ڈر گیا
رکھتا پھروں ہوں، خرقہ و سجّادہ رہنمے
خ تبصرہ ہی گزرتی ہے، ہو گرچہ عمرِ خضر
مقدور ہو، تو خاک سے پوچھوں کہ، "اے لئیم
کس روز تہمتیں نہ تراشا کیے عدو؟
صحت میں غیر کی نہ پڑی ہو، کہیں، یہ خو
خ ضد کی ہے اور بات، مگر خو بری نہیں
غالب، تمہیں کہو کہ ملے گا جواب کیا؟

الف، مدد کر (سہو کاتب)۔ م ب، آخر ما، فتح کسو کا۔ قد میں بھی یونہی تھا، مگر غالب نے اپنے قلم سے ترمیم کر دی
۱۲ ب، قد، مد، سیکڑوں۔ آخر ما، م ب، وعدہ (سہو کاتب)۔

۱۔ میرزا صاحب نے حقیر کو اس غزل کے متعلق تقریباً جولائی ۱۸۵۴ ع میں لکھا
ہے کہ: "کہا کیے، اور ہوا کیے، یہ غزل پرانی ہے۔" (نادارتِ غالب: ۵۹)۔

میں اُنہیں چھڑوں اور کچھ نہ کہیں !
 قہر ہو با بلا ہو، جو کچھ ہو
 میری قسمت میں غم، گر اتنا تھا
 آ ہی جاتا وہ راہ پر، غالب
 چل نکلے، جو مے پیے ہوتے
 کاشکے ! تم مرے لیے ہوتے
 دل بھی، یارب، کئی دے ہوتے
 کوئی دن اور بھی جیسے ہوتے !

منظور تھی یہ شکل، تجملی کو، نور کی
 اک خوں چکان کفن میں کڑوڑوں بناو ہیں
 واعظ، نہ تم پیو، نہ کسی کو ہلا سکو
 لڑتا ہے مجھ سے حشر میں قاتل، کہ کیوں اُٹھا؟
 آمد بہار کی ہے، جو بلبل ہے نغمہ سنج
 ۱۰ گو واں نہیں، پہ واں کے نکالے ہوئے تو ہیں
 قسمت کھلی، ترے قد و رخ سے، ظہور کی
 پڑتی ہے آنکھ، تیرے شہیدوں پہ، حور کی
 کیا بات ہے تمہاری شرابِ ظہور کی
 گویا، ابھی سُنی نہیں آوازِ صُور کی
 اُڑتی سی اک خبر ہے، زبانی طُور کی
 کبے سے، ان بتوں کو بھی، نسبت ہے دور کی

۵ ب، ج، رخ کے (سہو کاتب)۔ ۶ الف، مد، کروڑوں۔ آخر ما، لگاؤ ہیں (سہو کاتب)۔ ۹ ب، آخر ما، کچھ
 خبر ہے۔ ۱۰ الف، م، م، گر۔ قد اور انتخاب میں یہیں پرہیزی تھا۔ غالب نے اپنے قلم سے دونوں جگہ تصحیح کی ہے۔
 ب، آخر ما اور مد سے علاوہ، کتبہ۔

- ۱۔ یہ شعر میرزا صاحب نے دو اور شعروں کے ساتھ سیاح کے خط میں نقل کیا
 ہے۔ وہ دو شعر یہ ہیں: "کیا فرض ہے کہ سب کو ملے، الخ اور "گو، واں نہیں،
 پہ واں کے نکالے ہوئے تو ہیں، الخ۔ (اردو سے معنی، لاہور ایڈیشن: ۳۸۶)۔
- ۲۔ سیاح کے مذکورہ بالا خط میں لکھے ہیں: "دیکھو، یہ "پر، کا مخفف "پہ، ہے
 بمعنی لیکن۔"

ع کا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب؟ آؤ نہ، ہم بھی سیر کریں کوہِ طور کی
گرمی سہی کلام میں، لیکن نہ اس قدر کی جس سے بات، اُس نے شکایت ضرور کی
غالب، گر اس سفر میں مجھے ساتھ لے چلیں حج کا ثواب نذر کروں گا حضور کی



فج

حضورِ شاہ میں، اہلِ سخن کی آزمائش ہے
چمن میں، خوشنویانِ چمن کی آزمائش ہے
ع قد و گیسو میں، قیس و کوہکن کی آزمائش ہے
جہاں ہم ہیں، وہاں دار و رسن کی آزمائش ہے
' کریں کے کوہکن کے حوصلے کا امتحان، آخر
ابھی اُس خستہ کے نیروے تن کی آزمائش ہے
نسیم مصر کو کیا پیرِ گنبار کی ہوا خواہی؟
اُسے یوسف کی بوے پہن کی آزمائش ہے

۱۔ ب، آخر ما، آؤ تو ۔ ۵ الف، ہ کی، اور ب دوہاں، فج میں غالب کے فلم سے ہیں۔ ۶ ب، فج میں دے، بقلم غالب ہے۔

- ۱۔ میرزا صاحب نے یہ شعر بھی گزشتہ خط میں نقل کیا ہے۔
- ۲۔ اکرام صاحب نے آثارِ غالب: ۹۸ میں لکھا ہے کہ دسمبر ۱۸۵۱ ع میں ریزیڈنٹِ دہلی نے رپورٹ بھیجی تھی کہ بادشاہ بیمار اور زندگی سے بیزار ہے، اور حج کے لیے مکہ معظمہ جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ غالباً اسی موقع پر غالب نے یہ غزل لکھی تھی۔

وہ آیا بزم میں، دیکھو، نہ کہو پھر کہ غافل تھے

شکب و صبرِ اہلِ انجمن کی آزمائش ہے ۲

رہے دل ہی میں تیر، اچھا، جگر کے پار ہو، بہتر

غرض کُشتِ بُتِ ناوِکِ فکن کی آزمائش ہے

نہیں کچھ، سُبْحہ و زُنار کے پھندے میں، گیرائی

وفاداری میں، شیخ و برہمن کی آزمائش ہے

پڑا رہ، اے دلِ وابستہ، یقینی سے کیا حاصل؟

مگر پھر تابِ زلفِ پُر شکن کی آزمائش ہے؟

رگ و پے میں جب اُترے زہرِ غم، تب دیکھو کیا ہو

ابھی تو تلخیِ کام و دھن کی آزمائش ہے ۳

وہ آویں کے مرے گھر، وعدہ کیسا، دیکھنا، غالب

تسے قنوں میں اب چرخِ کہن کی آزمائش ہے



فج

یہ رنج کہ کم ہے مے گلغام، بہت ہے ۴

ہے یوں کہ بچھے دُردِ نو جام بہت ہے

گوشے میں قفس کے، بچھے آرام بہت ہے

غم کھانے میں بودا، دلِ ناکام، بہت ہے

کہتے ہوئے ساقی سے حیا آتی ہے، ورنہ

تے تیر کاں میں ہے، نہ صیاد کیں میں

۲ الف، مد، جکر - ب، قد، فکن (مر دو سہو کاتب) - ۳ الف، بج، کبر آتی (سہو کاتب) - ۴ ب، فج، گلغام (سہو کاتب) -

۹ ب، قد، مب، ج، گوٹ -

۱ - میرزا صاحب نے اس بات کو فارسی میں یوں لکھا ہے (کلیاتِ فارسی: ۴۳۹)

رَوِ تَن بہ بلا دہ، کہ دگر بیمِ بلا نیست مرغِ قصے کشمکشِ دام ندارد

باداشِ عمل کی طمعِ خام بہت ہے
 پابستگیِ رسم و روہ عام بہت ہے
 آلودہ بہ مےِ جامۃِ احرام، بہت ہے
 انکار نہیں، اور مجھے ابرام بہت ہے
 رہنے دے مجھے یاں، کہ ابھی کام بہت ہے
 شاعر تو وہ اچھا ہے، یہ بدنام بہت ہے

کیا زہد کو مانوں؟ کہ نہو گرچہ ریائی
 میں اہلِ خرد کس روشِ خاص پہ نازاں؟
 زہم ہی پہ چھوڑو، مجھے کیا طوفِ حرم سے؟
 ہے قہر، گر اب بھی نہ بنے بات، کہ اُن کو
 خوں ہو کے جگر آنکھ سے ٹپکا نہیں، اے مرگ
 ہوگا کوئی ایسا بھی کہ غالب کو نجانے؟



قد

خ لکھ چیں ہے، غمِ دل اُس کو سُنائے نہ بنے
 کیا بنے بات، جہاں بات بنائے نہ بنے؟

م الف، قد، مد، کہ اب بھی (سہو کاتب) - ہ الف، یح، ابرک (سہو کاتب) -

۱- نیز ملاحظہ ہو: طاعت میں تا، رہے نہ مے و انگیں کی لاگ
 دوزخ میں ڈال دو کوئی، لے کر بہشت کو

۲- یہ غزل مرتبِ نادارتِ غالب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۳ پر خط نمبر ۱۰ کے آخر
 میں درج کی ہے۔ اس خط میں میرزا صاحب نے صرف ایک غزل کے بھیجنے کا
 ذکر کیا ہے، اور وہ ہے: ”کہنے تو ہو تم سب کہ بُترِ غالیہ مو آئے۔“
 مرتب کے نزدیک یہ خط اپریل - جولائی ۱۸۵۱ ع کی کسی تاریخ کو لکھا گیا تھا۔
 زیرِ بحث غزل پہلی بار قد میں شامل کی گئی ہے، جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ
 یہ ۱ اگست ۱۸۵۲ ع کے بعد کہی گئی تھی۔ چونکہ ۸ جون سنہ ۱۸۵۳ ع کے خط میں
 میرزا صاحب نے انہیں اس شعر کا مطلب سمجھایا ہے، اور ظاہر ہے کہ حقیر نے (باقی)

میں بلانا تو ہوں اُس کو، مگر، اے جذبہ دل
 اُس پہ بن جائے کچھ ایسی، کہ بن آئے نہ بنے
 کھیل سمجھا ہے، کہیں چھوڑ نہ دے، بھول نہ جائے
 کاش! یوں بھی ہو کہ بن میرے ستائے نہ بنے
 غیر پھرتا ہے لیے یوں ترے خط کو کہ اگر
 کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے؟ تو جھپٹے نہ بنے
 اس نزاکت کا بُرا ہو؛ وہ بھلے ہیں، تو کیا؟
 ہاتھ آویں، تو انہیں ہاتھ لگائے نہ بنے
 کہ سکے کون کہ یہ جلوہ گری کس کی ہے؟
 پردہ چھوڑا ہے وہ اُس نے کہ اُٹھائے نہ بنے
 موت کی راہ نہ دیکھوں؟ کہ بن آئے نہ
 تم کو چاہوں؟ کہ نہ آؤ، تو بلائے نہ بنے

ہم الف، قد، بھلے میں (سہو کاتب) - ب، نادات، نقوش، آئیں -

(بقیہ) اس غزل کو پا کر مبینوں بعد مطلب کہی نہ پوچھا ہوگا، لہذا اسے ۸ جون ۱۸۵۳ء سے کچھ قبل کا ہونا چاہیے۔

۱۔ اس شعر کا مطلب میرزا صاحب نے حقیر کو اس طرح سمجھایا ہے: ”بھائی، مجھ کو تم سے بڑا تعجب ہے کہ اس بیت کے معنی میں تم کو قائل رہا۔ اس میں دو استفہام آ پڑے ہیں کہ وہ بطریق طعن و تعریض معشوق سے کہے گئے ہیں۔ ”موت کی راہ نہ دیکھوں؟“ کیوں نہ دیکھوں؟ میں تو دیکھوں ہی گا۔ کہ بن آئے نہ رہے، کیوں کہ موت کی شان میں سے یہ بات ہے کہ ابک دن آئے ہی گی۔“ (باقی)

بوجھ وہ سر سے گرا ہے کہ اُٹھائے نہ اٹھے
کام وہ آن پڑا ہے کہ بنائے نہ بنے
عشق پر زور نہیں، ہے یہ وہ آتش، غالب
کہ لگائے نہ لگے، اور بُجھائے نہ بنے



خ دیا ہے دل اگر اُس کو، بشر ہے، کیا کیسے؟
ہوا رقیب، تو ہو، نامہ بر ہے، کیا کیسے؟

(فیہ) انتظار ضائع نہ جائے گا۔ » تم کو چاہوں؟ « کیا خوب! کیوں چاہوں؟
» کہ نہ آؤ، تو بلائے، نہ بنے، « یعنی، اگر تم آپ سے آئے، تو آئے، اور اگر نہ
آئے، تو پھر کیا بجال کہ کوئی تم کو بلا سکے۔ گویا، یہ عاجز معشوق سے کہتا ہے
کہ اب میں تم کو چھوڑ کر اپنی موت کا عاشق ہوا ہوں۔ اس میں یہ خوبی ہے
کہ یہ بلائے بغیر آئے نہیں رہتی۔ تم کو کیوں چاہوں؟ کہ اگر نہ آؤ، تو تم کو
بلا نہ سکوں۔

بات یہ ہے کہ پڑھنے میں » تم کو چاہوں کہ نہ آؤ « یہ جملہ ملا ہوا سمجھ میں
آتا ہے تو آدمی حیران ہوتا ہے۔ » تم کو چاہوں « الگ ہے، کہ نہ آؤ، تو
بلائے نہ بنے « یہ جملہ الگ ہے۔ تم نے غور نہ کی، ورنہ خود بخود کیفیت اس
تعلیض و استفہام کی حاصل ہو جاتی۔ (نادراتِ غالب: ۳۰)

۱۔ میرزا صاحب نے حقیر کو اپریل ۱۸۵۳ء میں لکھا ہے: » بھائی، یہاں بادشاہ نے قلعے میں
مشاعرہ مقرر کیا ہے۔ ہر مہینے میں دوبار مشاعرہ ہوتا ہے، پندرہویں کو اور اُتیسویں
کو۔ حضور فارسی کا ایک مصرع اور ریختے کا ایک مصرع طرح کرتے ہیں۔ اب کے (باقی)

یہ ضد کہ آج نہ آوے، اور آئے ہیں نہ
 قضا سے شکوہ ہمیں کس قدر ہے، کیا کہے؟
 رہے ہیں گہ و بیگہ، کہ کوئے دوست کو اب
 اگر نہ کہے کہ دشمن کا گھر ہے، کیا کہے؟
 رہے کرشمہ، کہ یوں دے رکھا ہے ہم کو فریب
 کہ یہ کہے بھی انہیں سب خبر ہے، کیا کہے؟
 سمجھ کے کرتے ہیں بازار میں وہ پُرسشِ حال
 کہ بسہ کہے کہ "سر رہگزر ہے، کیا کہے؟"
 تمہیں نہیں ہے سرِ رشتہ وفا کا خیال
 ہمارے ہاتھ میں کچھ ہے، مگر ہے کیا؟ کہے

الف۔ دہلی اردو اخبار۔ نادرات غالب ۳۷، نہ آئے اور آئے۔ ب۔ م۔ ج۔ کہے ہی۔ نادرات، میں سب۔

(ب)۔ مجاہدی الثانی کی تیسویں کو جو مشاعرہ دوا، اُس میں مصرعِ فارسی یہ تھا: "زین تماشا گاہ
 گریبانِ میروء"۔ ریختے کا مصرع یہ تھا: "خمارِ عشق ہمیں کس قدر ہے، کیا
 کہے؟" نظر ہے، کیا کہے، خبر ہے، کیا کہے۔ میں نے ایک غزل فارسی اور
 ایک ریختہ موافق طرح کے اور دوسرا ریختہ اسی طرح میں سے ایک اور صورت
 نکال کر لکھا۔ وہ تینوں غزلیں تم کو لکھنا ہوں۔ پڑھ لینا اور میاں تفتہ کو بھی
 دکھا دینا۔ (نادرات: ۳۵)

غزلِ مذکور، سب سے پہلے دہلی اردو اخبار (تتمہ) جلد ۱۵، نمبر ۱۷، مورخہ
 ۱۴ رجب ۱۲۶۹ مطابق ۲۴ اپریل ۱۸۵۳ ع میں مشاعرے کی اور غزلوں کے
 ساتھ چھپی تھی۔

ج انہیں سوال پہ زعم جنوں ہے، کیوں لڑے؟
 ہمیں جواب سے قطع نظر ہے، کیا کیے؟
 حسد سزائے کالِ سخن ہے، کیا کیجے؟
 ستم، یہاں متاعِ ہنر ہے، کیا کیے؟
 کہا ہے کس نے کہ غالب بُرا نہیں؟ لیکن
 سوائے اس کے کہ آشفہ سر ہے، کیا کیے؟



ج کہوں جو حال، تو کہتے ہو: "مُدعا کیے۔"
 "نہ کہو طعن سے پھر تم کہ ہم ستمگر ہیں،"
 وہ بیشتر سہی، پر دل میں جب اُتر جاوے
 خ نہیں ذریعہ راحت، جراحتِ پیکان
 تمہیں کہو کہ جو تم یوں کہو، تو کیا کیے؟
 بھڑے تو خو ہے کہ جو کچھ کہو "بجا کیے؟"
 نگاہِ ناز کو پھر کیوں نہ آشنا کیے؟
 وہ زخمِ تیغ ہے، جس کو کہ دلکشا کیے

۱ الف، مد، لڑ کے (سہو کاتب) - نادرات، کڑھبے - ۲ الف، مد، سزا ہے (سہو کاتب) - ۳ الف، مد، کیا ہے (سہو کاتب) -
 ۴ الف، مد، اُردو اخبار، کہا یہ کس نے - ۵ الف، مد، سہی (سہو کاتب) - نادرات غالب ۳۸، اتر جاتے۔
 ۶ الف، مد، پیکان (سہو کاتب) -

۱- اس غزل کے متعلق میرزا صاحب نے مہر کو لکھا ہے "کہ کیا کیے، بھلا کیے"
 یہ زمین ایک بار یہاں طرح ہوئی تھی - مگر بحر اور ہی تھی: کہوں - و حال الخ
 رہے نہ جان الخ سفینہ جب کہ الخ (اردو سے معنی ۲۶۸، عود ۱۱۱، خطوط ۱: ۳۰۹) -
 نادراتِ غالب کے گزشتہ اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۳۰ جمادی الثانی سنہ ۱۲۶۹ھ
 (۹ اپریل ۱۸۵۳ع) کے شاہی مشاعرے میں میرزا صاحب نے جو طرحی غزل پڑھی
 تھی، اُس زمین سے یہ دوسری زمین خود نکالی تھی -

جو مُدّعی بیے، اُس کے نہ مُدّعی بیے
 کہیں حقیقتِ جانکاهیِ مرض لکھیے
 کبھی شکایتِ رنجِ گراں نشیں کیجیے
 رہے نہ جان، تو قاتل کو خون بہا دیجیے
 نہیں نگار کو الفت، نہو، نگار تو ہے
 نہیں بہار کو فرصت، نہو، بہار تو ہے
 سفینہ جب کہ کنارے پہ آگیا، غالب

جو ناسزا کہیے، اُس کو نہ ناسزا کہیے
 کہیں مصیبتِ ناسازیِ دوا کہیے
 کبھی حکایتِ صبرِ گریزا کہیے
 کئے زبان، تو خنجر کو مرجھا کہیے
 روائیِ روش و مستیِ ادا کہیے
 طراوتِ چمن و خوبیِ ہوا کہیے
 خدا سے کیا ستم و جورِ ناخدا کہیے



قد

بازچہ اطفال ہے، دنیا، مرے آگے
 اک کھیل ہے، اورنگِ سلیمان، مرے نزدیک

ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے
 اک بات ہے، اعجازِ مسیحا، مرے آگے

ب۔ ب۔ ج۔ کہیں (سہو کاتب) نادرات، شکایتِ صبر (سہو کاتب) ۴ الف، اردو سے مغل ۲۶۸، رہے بھان (سہو کاتب) ۵ الف، نادرات، نہو نگار میں الفت ۶ الف، نادرات، نہو بہار ۷

۱۔ اس غزل کے متعلق حقیر کو جولائی ۱۸۵۴ ع کے قریب لکھا ہے کہ ۵ اس (غزل) پر ابھی ایک سال گزر چکا ہے۔ قلعہ مبارک کے مشاعرے کی غزل ہے، (نادرات: ۵۹)۔ دہلی اردو اخبار (تتمہ)، جلد ۱۵، نمبر ۲۱، مورخہ ۱۳ شعبان ۱۲۶۹ھ مطابق ۲۲ مئی ۱۸۵۳ ع میں یہ غزل اس تمہید کے ساتھ چھپی ہے: ۵ منگل کے دن صبح کو شعرا قلعہ مبارک اور شہر کے، دیوانِ خاص میں مجتمع ہوئے۔ حضورِ اقدس اعلیٰ برآمد اور جلوہ فرمائے تخت ہوئے۔ جناب حضرت ولیعہد بہادر زیب افزائے کرسی اور مرزا مغل بہادر اور مرزا خضر سلطان بہادر اور مرزا جوان بخت بہادر اور شاہزادگان والا تبار بعدِ باریابیِ مجرا حسبِ الحکمِ قضا توأم شرفِ نشست سے حسبِ مراتبِ مقام معزز و مکرم ہوئے۔ بارہ پر ایک بجے تک حضورِ اقدس جلوہ فرما رہے۔ ۵

جُز نام، نہیں ہستیِ اشیا، مرے آگے
 گھستا ہے جبینِ خاک پہ، دریا مرے آگے
 تو دیکھ کہ کیا رنگ ہے تیرا مرے آگے
 بیٹھا ہے بُتِ آئینہ میا مرے آگے
 رکھ دے کوئی پیمانہ صبا مرے آگے
 کیوں کر کہوں: "لو نام نہ اُن کا مرے آگے؟"
 کعبہ مرے پیچھے ہے، کلیسا مرے آگے
 مجنوں کو بُرا کہتی ہے لیلِ مرے آگے
 آتی شبِ ہجران کی تمنا مرے آگے
 آتا ہے ابھی، دیکھیے، کیا گیا مرے آگے؟^{۱۰}

جُز نام، نہیں صورتِ عالم مجھے منظور
 ہونا ہے نہاں گرد میں، صحرا، مرے ہوتے
 مت بوجھ کہ کیا حال ہے میرا تیرے پیچھے
 سچ کہتے ہو، خود بین و خود آراہوں، نہ کیوں ہوں؟
 پھر دیکھیے اندازِ گل افشانیِ گفتار
 نفرت کا گماں کر رہے ہے، میں رشک سے گزرا
 ایمان مجھے روکے ہے، جو کھینچے ہے مجھے کفر
 عاشق ہوں، پہ معشوق فریبی ہے مرا کام
 خوش ہوتے ہیں، پر وصل میں یوں مر نہیں جاتے
 "ہے موجزن اک قَلْزَمِ خوں، کاش! یہی ہو"

۹ ب. مد. آئے (سہو کاتب)۔ ۱۰ الف. ج. ایک۔

شامدِ ہستیِ مطلق کی کمر ہے، عالم
 لوگ کہتے ہیں کہ ہے، پر ہمیں منظور نہیں
 ہستی کے مت فریب میں آجائیو، اسد
 عالم تمام، حلقہٴ دامِ خیال ہے
 ہاں، کھائیو مت فریبِ ہستی!
 ہر چند کہیں کہ ہے، نہیں ہے

۱- نیز ملاحظہ ہو:

۲- مجروح کے نام کے خط مورخہ ۷ فروری ۱۸۵۸ع میں میرزا صاحب نے لکھا ہے:
 "میرا حقیقی بھائی، میرزا یوسف خان دیوانہ، بھی مر گیا۔ کیسا پسن اور کہاں
 اُس کا ملنا۔ یہاں جان کے لالے پڑے ہیں۔ ہے موجزن اک قَلْزَمِ خوں الخ۔"
 (اردو سے معنی: ۱۵۶، خطوط: ۱: ۲۳۴)۔

گو ہاتھ کو جذب نہیں، آنکھوں میں تو دم ہے رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے
ہم پیشہ و ہم مشرب و ہمراز ہے میرا غالب کو برا کیوں کہو، اچھا، مرے آگے؟



فد

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان، لیکن پھر بھی کم نکلے
ڈرے کیوں میرا قائل؟ کیا رہے گا اُس کی گردن پر
وہ خوب، جو چشمِ تر سے عمر بھر یوں دہم نکلے
نکلنا خلد سے آدم کا سقے آئے ہیں، لیکن
بہت بے آبرو ہو کر، ترے کوچے سے ہم نکلے
بہم کھل جائے، ظالم، تیرے قامت کی درازی کا
اگر اس طرۃ پر بیچ و خم کا بیچ و خم نکلے
مگر لکھوائے کوئی اُس کو خط، تو ہم سے لکھواوے
ہوئی صبح اور گھر سے کان پر رکھ کر قلم نکلے

۱ ب، قد، جسم تر (سہو کاتب) - ۵ ب، قد، کوچہ - ۷ الف، ج، مد، م سے لکھوائے -

۱۔ یہ شعر میرزا صاحب نے علائی کے خط میں یہ کہہ کر نقل کیا ہے کہ گو
مندرجہ دیوان ہے، مگر حسبِ حال ہونے کے باعث لکھا گیا۔ (اردو سے معنی: ۳۹۳،
خطوط: ۱: ۳۶۸) - نیز یہ غزل بھی شاہی مشاعرے کی ہے، اور تنہا دہلی اردو
اخبار، جلد ۱۵، نمبر ۲۵، مورخہ ۱۱ رمضان ۱۲۶۹ھ مطابق ۱۹ جون ۱۸۵۳ع میں
دوسری غزلوں کے ساتھ شائع ہوئی تھی۔

خ ہوئی اس دور میں منسوب مجھ سے، بادہ آشامی
 پھر آیا وہ زمانہ، جو جہاں میں جامِ جم نکلے
 'ہوئی جن سے توقعِ خستگی کی داد پانے کی
 وہ ہم سے بھی زیادہ خستہ تیغِ ستم نکلے
 'محبت میں نہیں ہے فرق جیتے اور مرنے کا
 اُسی کو دیکھ کر جیتے ہیں جس کافر پہ دم نکلے
 'کہاں میخانے کا دروازہ، غالب، اور کہاں واعظ !
 پر اتنا جاتے ہیں، کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے



۔۔

| | |
|------------------------------------|---------------------------------|
| غیر لیں محفل میں بوسے جام کے | ہم رہیں یوں تشنہ لب پیغام کے ! |
| خستگی کا تم سے کیا شکوہ؟ کہ یہ | ہٹکھنڈے ہیں، چرخِ نبی فام کے |
| خ خط لکھیں گے، گرچہ مطلب کچھ نہ ہو | ہم تو عاشق ہیں تمہارے نام کے |
| رات پی زمزم پہ مے اور صُبحدم | دھوے دھبیے جامۃِ احرام کے |
| دل کو آنکھوں نے پھنسیا، کیا مگر | یہ بھی، حلقے ہیں تمہارے دام کے؟ |

۱۔ ب، قد، زمانہ - مد، بھرایا (سہر کاتب) - ۲ الف، قد، ص، حج، میخانہ - ۳ ب، ع، تمہارے - ۴ الف، ص، ستایا (سہر کاتب) -

۱۔ نیز ملاحظہ ہو :
 تم سے بیجا ہے مجھے اپنی تباہی کا گلہ
 اُس میں کچھ شائبہ خوبیِ تقدیر بھی تھا
 تیری وفا سے کیا ہو تلافی ؟ کہ دھر میں
 تیرے سوا بھی، تم پہ بہت سے ستم ہوئے

شاہ کے ہے، غسلِ صحت کی خبر دیکھیے، کب دن پھرں حمام کے
عشق نے، غالب، نکمّا کر دیا ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے^۱

۲ الف، اردو سے معنی ۱۰۰، خطوط ۸۵:۱، رسالہ دہلی سوسائٹی نمبر ۱، ۱۸۶۶ء، سرو ریاض ۲۳، ضعف نے (مگر یہ تغیر بلحاظ مقام کیا گیا ہے) -

۱۔ اس شعر کا پہلا مصرع بدل کر، نواب یوسف علی خاں بہادر، ناظم، والی رامپور کو آخرِ سنہ ۱۸۶۴ء میں لکھا ہے: ”دیکھیے، کب غسل فرمائے ہیں آپ؟“۔ بادشاہ عیدِ شوال ۱۲۶۹ھ (جولائی ۱۸۵۳ء) سے بیمار ہو کر ۲۳ ماہِ مذکور (۲۱ جولائی ۱۸۵۳ء) تک علیل رہے۔ شفا ہوئی، تو غسلِ صحت کی ٹھہری۔ مگر غالباً ضعف کے باعث یہ تقریب ٹلنی رہی، تا آنکہ دہلی اردو اخبار، جلد ۱۵، نمبر ۱۹، مورخہ ۲ ربیع الثانی ۱۲۷۰ھ مطابق ۴ دسمبر ۱۸۵۳ء کی حسبِ اطلاع ۲۱ صفر کو غسلِ صحت فرمایا۔ اور ۲۲ کو دیگر شعرا کے ساتھ میرزا صاحب نے بھی قصیدہٴ تہنیت پیش کیا۔

۲۔ میرزا صاحب نے ۲۱ ستمبر ۱۸۶۰ء کو مولوی احمد حسن قنوجی کو لکھا ہے: ”یہ درویشِ گوشہ نشین تمہارا دوست اور تمہارا دعا گو ہے۔ تمہاری نثر کی طرزِ پسند۔ تمہاری خواہش مقبول۔ جناب حکیم سید احمد حسن صاحب کی خدمت گزاری منظور۔“ عشق نے، غالب الخ۔ ۶۵ برس کی عمر ہوئی۔ اضمحلالِ قوا، ضعفِ دماغ، فکرِ مرگ، غمِ عقیبی۔ جو آپ مجھے دیکھ گئے ہیں، میں اب وہ نہیں ہوں۔ (اردو سے معنی: (۲۳۹)۔ میرزا تقی کے خطِ مورخہ ۲۷ نومبر ۱۸۶۲ء میں بتغیرِ لفظ یہ شعر لکھا ہے۔ فرماتے ہیں: ”بھائی، مجھ میں کچھ باقی نہیں ہے۔ برسات کی مصیبت گزر گئی۔ لیکن بڑھاپے کی شدت بڑھ گئی۔ تمام دن پڑا رہتا ہوں۔ بیٹھ نہیں سکتا۔ اکثر لیٹے لیٹے لکھتا ہوں.... ضعف نے، غالب نکمّا کر دیا الخ۔ (اردو سے معنی: ۱۰۰، خطوط : ۸۵:۱)۔ (باقی)

کہ ہوے، مہر و مہ، تماشائی
 اس کو کہتے ہیں عالم آرائی
 روکشِ سطحِ چرخِ مینائی
 بن گیا، دروے آب پر، کافی
 چشمِ رنگس کو دی ہے مینائی
 بادہ نوشی ہے، بادِ پیمائی
 شامِ دیندار نے شفا پائی

خ پھر اس انداز سے بہار آئی
 دیکھو، اے ساکنانِ خطۂ خاک
 کہ زمیں ہو گئی ہے سرتاسر
 سبزے کو جب کہیں جگہ نہ ملی
 سبزہ و گل کے دیکھنے کے لیے
 ہے کوا میں شراب کی تاثیر
 کیوں نہ دنیا کو ہو خوشی، غالب

۱۱ الب، قد، م، ب، ج، سبزہ۔ ۶ ب، مد، باد، پیمائی (سہرکاتب)

(تقریباً) ۱۱ اگست ۱۸۶۵ء کو دہلی سوسائٹی کے جلسے میں میرزا صاحب نے ایک مضمون پڑھا تھا۔ اُس میں بھی فرماتے ہیں: "بوڑھا ہوں، ناتوان ہوں۔ سچ اگر پوچھیے، تو نیم جان ہوں۔ بیت: ضعف نے، غالب الخ۔" (رسالۃ دہلی سوسائٹی، نمبر ۱، سنہ ۱۸۶۶ء: ۲۳)۔ ریاض الدین امجد سندیلوی متخلص بہ ریاض نے اپنے سفرنامے موسومہ بہ سرورِ ریاض: ۲۳ (مطبع حیدری آگرہ ۱۸۶۰ء) میں غالب سے ۶ محرم ۱۲۷۷ھ مطابق ۲۶ جولائی ۱۸۶۰ء کی اپنی ملاقات کے تحت لکھا ہے کہ "میں نے یہ شعر اُن کے سامنے پڑھا، تو فرمایا: "بھئی، چپ رہو۔ یوں کہو کہ ضعف نے غالب نکمّا کر دیا، یا، دھر نے غالب نکمّا کر دیا۔ عشق کیسا، عاشق کا وہ زمانہ نہ رہا۔" صغیر بلگرامی نے جلوةِ خضر ۲: ۶۰ میں لکھا ہے کہ برکات حسن مارہروی بھی غالب کی ملاقات کو دہلی گئے اور حضرت نے کچھ اپنا کلام سنایا۔ اس قطع کو بھی پڑھا: ضعف نے غالب نکمّا کر دیا۔ حضرت برکات حسن نے کہا کہ دیوان میں تو عشق نے غالب الخ لکھا ہے۔ فرمایا: یہ عشق کا لفظ اُس زمانے کے واسطے تھا۔ اب اس لفظ سے شرم آتی ہے۔"

۲۳۳

قد

اتراے کیوں نہ، خاکِ سرِ رہ گزار کی
لوگوں میں کیوں نمود نہو لالہ زار کی؟
کیونکر نہ کھائیے؟ کہ ہوا ہے بہار کی

۲۳۴

ع

غلامِ ساقی کوثر ہوں، مجھ کو غم کیا ہے؟
رقیب پر ہے اگر لطف، تو سہم کیا ہے؟
یقین ہے ہم کو بھی، لیکن اب اُس میں دم کیا ہے؟

روندی ہوئی ہے کوکۂ شہربار کی
جب اُس کے دیکھنے کے لیے آئیں بادشاہ
بہو کے نہیں ہیں سیرِ گلستان کے ہم، ولے

بہت سہی غمِ گینی، شراب کم کیا ہے؟
تمھاری طرز و روش، جاتے ہیں ہم، کیا ہے
تحن میں خامۂ غالب کی آتش افشانی

۲ الف، مد، پادشاہ۔

۱۔ اس غزل کا مطلعِ اوّل اور مقطعِ میرزا صاحب نے مہر کے خط میں نقل کیا ہے۔
(اردوے معلیٰ: ۲۴۸، خطوط: ۱: ۲۹۵) نیز اس کے بارے میں علاقائی کو ۲۲ ستمبر
۱۸۶۵ء کے خط میں لکھا ہے کہ ”تم نے اشعارِ جدید مانگے۔ خاطر تمھاری عزیز۔
ایک مطلع صرف دو مصرعے آگے کے کہے ہوئے، یاد آگئے کہ وہ داخلِ دیوان
بھی نہیں۔ اُن پر فکر کر کے ایک مطلع اور پانچ شعر لکھ کر، سات بیت کی ایک
غزل تم کو بھیجتا ہوں۔“

بھائی، کیا کہوں کہ کس مصیبت سے یہ چھ بیتیں ہات آئی ہیں، اور وہ بھی بلندِ رتبہ
نہیں.... لو صاحب، تمھارا فرمانِ قضا تو آمان بجا لایا۔ مگر اس غزل کا مسودہ
میرے پاس نہیں ہے۔ اگر بااحتیاط رکھو کے اور اردو کے دیوان کے حاشیے
پر چڑھا دو کے، تو اچھا کرو گے۔“ (اردوے معلیٰ: ۳۹۳، خطوط: ۱: ۳۶۸)۔
عرشی عرض کرتا ہے کہ اردوے معلیٰ میں اس مطلع کے مصرعوں میں تقدم و تاخر ہے۔
نیز وہ چار شعر جو مطبوعہ دیوان سے زائد ہیں، یادگارِ نالہ میں آرہے ہیں۔

رباعیات



ق

مشکل ہے، زبیں، کلام میرا، اے دل
آساں کہے کی، کرتے ہیں فرمایش
سُن سُن کے اُسے مخنورانِ کامل
"گویم مشکل، و گر نگویم مشکل"



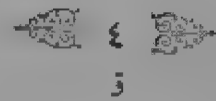
ق

بَعْد از اِتمامِ بزمِ عیدِ اطفال
آہنجے ہیں تا سوادِ اِقلیمِ عدم
ایامِ جوانی رہے ساغرِ کُثرِ حال
اے عمرِ گزشتہ، یک قدم استقبال!



ق

تَا شَبِ زُلف و رُخِ عَرَقِ فِشاں کا غم تھا
"رویا میں ہزار آنکھ سے صبح تِلک
کیا شرح کروں؟ کہ طرفہ تر عالم تھا"
ہر قطرۂ اشک، دیدۂ پُرِ غم تھا



ق

دل تھا کہ جو جانِ درد تمہید سہی
م اور فسردن، اے تجلی، افسوس!
بیابانیِ رشک و حسرتِ دید سہی
تکرارِ روا نہیں، تو تجسّدِ سہی

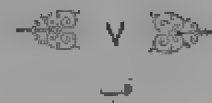
۱۔ ب۔ عمدۂ منتخبہ: ۱۹۴، ارمغانِ غالب ۱۴۶، ہوتے ہیں ملول اوس کو سن کے جاعل
چشم، چشم نہ تھا۔ قب، نقطۂ اشک
۲۔ الف، ما، درد تمہید (بکسرۃ اضافت)۔
۳۔ ب۔ ق۔ ہر فطرۂ اشک



ہے خلقِ حسدِ قماش لڑنے کے لیے ۵ وحشکدہ تلاش لڑنے کے لیے
یعنی، ہر بار صورتِ کاغذِ باد ملے ہیں یہ بدعاش لڑنے کے لیے



آتش بازی ہے جیسے شغلِ اطفال ۶ ہے سوزِ جگر کا بھی اسی طور کا حال
تھا موجدِ عشق بھی قیامت کوئی لڑکوں کے لیے کیا ہے کیا کھیل نکال!



دل، سخت آنرند ہو گیا ہے، گویا ۷ اُس سے گلہ مند ہو گیا ہے، گویا
پر یار کے آگے بول سکتے ہی نہیں غالب، منہ بند ہو گیا ہے، گویا



دکھ، جی کے پسند ہو گیا ہے، غالب ۸ دل، رُک رُک کر، پسند ہو گیا ہے، غالب
واللہ، کہ شب کو نیند آتی ہی نہیں! سونا، سو گند ہو گیا ہے، غالب

۲ الف، ق، مغرور و فانیو کہ جو کاغذِ باد - قب، فج، قد، م، ما، فج، قد، مب، مد، کاغذِ باد کی طرح - ۳ ب، قب، فج، م، کچھ ایسا ہی حال - ما، قد، فج، اسی طرح کا - قد میں بھی برہنہ تھا - غالب نے اپنے قلم سے طرح، کو طور، بابا ہے - ۶ الف، م، یاد کے آگے (سحر کاتب) -

۱۔ اس رباعی کے دوسرے مصرع میں میرزا صاحب نے از رام سہو ایک رکن بڑھا دیا ہے۔ ملاحظہ ہو شرح طباطبائی: ۳۶۲



حاشیہ قبا

خ بھیجی ہے جو، مجھ کو شاہِ جمجاء نے دال ہے لطف و عنایتِ شہنشاہ پہ دال^۱
 ' یہ شاہ پسند دال، بے بحث و جدال ہے دولت و دین و دانش و داد کی دال



حاشیہ قبا

ہیں شہ میں صفاتِ ذوالجلالی باہم؟ آثارِ جلالی و جمالی باہم
 ہوں شاد نہ کیوں، مافل و عالی باہم؟ ہے اب کے شبِ قدر و دیوالی باہم^۲



فج

حق، شہ کی بقا سے، خلق کو شاد کرے! تا شاہ، شیوعِ دانش و داد کرے
 بہ، دی جو گئی ہے رشتہ عمر میں، گانٹھ ہے صفر کہ افزائشِ اعداد کرے



فج

اس رشتے میں لاکھ تار ہوں، بلکہ سوا! اتنے ہی برس شمار ہوں، بلکہ سوا!

۱ ب، ج، ضایات - ۲ الف، م، فج، اسفل - ۳ ب، مد، اب کی - ۴ ب، شب قدر والی (- سو کاتب) - ۵ الف، فج،
 قد، ب، ج، رشتہ - ۶ ب، مد، اوتی ہی (- سو کاتب) -

۱۔ بادشاہ کے ہاں مونگ کی دال پکا کرتی تھی، جو "بادشاہ پسند" کہلاتی تھی۔ یہ
 رباعی اُس کے شکرے میں لکھی گئی ہے۔ (یادگارِ غالب: ۱۷۲)۔

۲۔ یہ رباعی ۲۷ رمضان ۱۲۵۷ھ (۱۲ نومبر ۱۸۴۱ء) مطابق ۱۴ کانک بدی سمت
 (۱۸۹۸) سے دو چار دن پہلے کہی گئی تھی، کیونکہ مذکورہ بالا تاریخوں کو
 شبِ قدر اور دیوالی ایک ساتھ واقع ہوئی تھیں۔

ہر سینکڑے کو ایک گِرہ فرض کریں ایسی گِرہیں ہزار ہوں، بلکہ سوا!

۱۳

قد

سامانِ خور و خواب کہاں سے لاؤں؟ آرام کے اسباب کہاں سے لاؤں؟
روزہ مرا ایمان ہے، غالب، لیکن خس خانہ و برفاب کہاں سے لاؤں؟

۱۴

قد

کہتے ہیں کہ اب وہ مردم آزار نہیں عشاق کی پُرسش سے اُسے عار نہیں
جو ہاتھ کہ ظلم سے اُٹھایا ہوگا کیونکر مانوں کہ اُس میں تلوار نہیں

۱۵

قد

ہم گرچہ بنے سلام کرنے والے کرتے ہیں درنگ، کام کرنے والے خ

۱ الف، م، ی، سینکڑہ - ۲ الف، نادرات غالب ۵۳ میں یہ دوسرا مصرع ہے - ۳ الف، نادرات غالب ۷۱، گرچہ ہوئے -

۱ - میرزا صاحب نے حقیر کے نام کے خط میں جو ۴ جون ۱۸۵۴ ع کا نوشتہ ہے، یہ رباعی اور ایک قطعہ لکھ کر کہا ہے کہ "یہ رباعی اور یہ قطعہ کل حضور میں پڑھا تھا۔ بہت ہنسے اور خوش ہوئے"۔ (نادرات: ۵۳)

۲ - میرزا صاحب نے ۸ مارچ ۱۸۵۵ ع کو حقیر کے نام کے خط میں لکھا ہے: "ان دنوں میں دو رباعیاں اردو میں لکھیں ہیں۔ اُن کو بنظرِ اصلاح دیکھو: کہتے ہیں کہ اب الخ"۔ (ایضاً: ۷۱)

۳ - محوۃ بالا خط میں یہ رباعی دوسرے نمبر پر درج ہے۔

خ کہے ہیں: "کہیں خدا سے"۔ اللہ، اللہ! وہ آپ ہیں صبح و شام کرنے والے



قد

ان سیم کے بیجوں کو کوئی کیا جانے؟
بھیجے ہیں جو ارمغان، شہِ والا نے
گن کر دیوں گے ہم دعائیں سو بار
فیروزے کی تسبیح کے، ہیں یہ، دانے

۳۔ یہ قد، مہ، مچ، فیروزہ -

۱۔ بادشاہ نے سیم کے بیجوں کا سالن بھیجا ہے، اُس کے شکرے میں یہ رباعی لکھی
ہے۔ بڑا فیروزہ جو بیضوی شکل کا ہوتا ہے، وہ سیم کے بیج سے بہت مشابہ
ہوتا ہے۔ (یادگارِ غالب: ۱۷۳)۔

حقیرِ عرشی کی رائے میں بادشاہ نے سیم کے بیج بھیجے ہوں گے، ورنہ غالب اس کا
اظہار کرنے کہ شاہ کی طرف سے ارمغان میں سیم کے بیجوں کا سالن آیا تھا۔

خاتمه

دیدن سیده سحری از تیره شب سوادِ اوراق، بفَرّ فروغ گسری
 عبارتِ تقریظ که پیدائی آن اثریست از آثارِ خرامِ خامه دلربا برادر.
 بدل نزدیکِ بجانِ برابر، عالی دودمانِ والا گهر،
 نواب ضیاء الدین احمد خان بهادر، سَلَمَةُ اللهِ تَعَالٰی

بنامیزد سہی بالا ناظورہ ایست، از قدسی خانوادہ فکر سربرزده، گرم جلوه گری۔
 لا اُبالی خرام محبوبہ ایست، مقنعہ از رخ برداشته و دامن بکمر زده، در اندازِ پرده دری۔
 یوسفستانی است حورا نژادانِ معانی در وی دوش بر دوش۔ عہرزاریست جلوه گاہِ
 حیرتبانِ باخته ہوش۔ پناور پرنڈیست، ماتندِ سپرِ ثوابت، گوہر آگین۔ خورتق روق
 ۱۰ شارسانیست، بارنامہ شکنِ صد نگار خانہ چین۔ فروغانی چراغیست پری پروانہ۔
 سماوی ہیکلی ست حرزِ بازوئے فرزانه۔ گونی میکائیل نوالِ موکلی فراخِ سماطی نہادہ
 است، و گرُمنہ چشمانِ سخن را صلائی عام دردادہ۔ بیتِ اللہ تقدس معبدیست کہ کلیدش
 بدستِ فہمِ درست دادہ اند، و درش بر احرامِ بندانِ مُردِلَفَہ دل کشادہ۔ سومنائیست بِک
 صنمستانِ زَنارِ بندانِ خیال در وی جبین سای۔ آرتسگیست بنایشِ نقشہای بدیعِ پشتِ دستِ
 ۱۵ مانی و آرژنگ بر زمین سای۔ ہر صفحہ ازین اوراق، برہنہیست بیدِ خوان۔ ہر ورق
 ازین کتابِ موہبی است اُستادان۔ آئینہ خانہ ایست گیتی نما۔ صَفَوَنکدہ ایست مصفا۔

- ۱۱ م، عنوان، تقریظ۔ ما، نثر۔ ما، بفرع (سہو کاتب)۔ ۱۵ م، نواب محمد۔ ۱۶ م، میں یہاں سے ہے۔
 ۱۶ م، آثار، ناظورہ (سہو کاتب)۔ قبا، سربر کردہ۔ ۱۷ م، ولا و بالی۔ قب، م، ما، آثار، محبوبہ۔ م، برکمر۔ ما، م،
 آثار، بر زده۔ قبا، مستند پرده دری۔ ۱۸ م، یوسف ثانی است۔ م، آثار، قبا، بدوش۔ ۱۹ م، حیرتبان
 (سہو کاتب)۔ ما، پنا پرنڈیست۔ ۲۰ م، کارنامہ شکن۔ ۲۱ م، موکل۔ ۲۲ م، قبا، برگرنہ۔ م، قبا، مرہ
 ندارد۔ ۲۳ م، مد، ویکہ ندارد۔ ۲۴ م، قبا، مانی و ہزاد۔ آثار، مرہ، ندارد۔

پرده گیانند حجله نشین سُرآیدقِ مریم کرداری - شوخ چشمانند پرده درتر از شاهدانِ بازاری -
 نهدستانند توانگر دل - آزادگانند پادرِ گل - عشاق طینتاند بخویشتن مائل - ساده پیکرانند
 نگارین دل - هاروت پیشگانند زهره فن - بیرینی گوهرانند بایل مسکن - سمندرانند قُلزُم گش -
 نهنگانند سینه پُر آتش - پریشانگانند پخته مغز - هم بمغز پخته و هم پیوست نغز - بساده آشامانند
 سیه مست - از خود رفگانند با یکدگر همدست - هندی صمانند پارسی گردد - دهلی
 ژادانند صفاهان پرورد -

هان و هان، ترسم که آنچه سُرودم تَنسُخته باشی - همانا، منتخبِ دیوانِ اردو زبان
 است رِیختَه کَلکِ مسیحی فرتابِ مُخدّامِ قُسطاسِ دانش، اُسْطُرابِ ینش، جوهرِ آئینه آفرینش،
 معیارِ تقدیرِ گرانمایگی، معراجِ سُلْمِ بلند پایگی، قهرمانِ قلمروِ معنی پروری، فرمانفرمایِ گِهانِ سختوری،
 گیتی خدایگانِ نوآمین نگاری، جهان سالارِ تازه گفتاری، روانِ بخشِ کالبدِ سخن گسری،
 ۱۰ بینایِ افزای چشمِ دیده‌وری، فرازندهِ لَوای شوکتِ خامه، فروزندهِ چراغِ دوده آمه، آیه
 ناسخِ شهرتِ همدستانان، سرخیلِ انجمنِ نکته دانان - مثنوی:

| | |
|-----------------------------|----------------------------------|
| سخن را از خِیالش آرجندی | معانی را ز فکرش سربلندی |
| صریرِ خامه اش بس دلپذیر است | بهشتی اندلیبان را صغیر است |
| مِهینِ فرزندِ نه آبایِ علوی | ۱۵ یهینِ شاگردِ عقلِ کُلّیِ عالی |
| جهان را بیدریغ آموزگار است | گرینِ معنی شناسِ روزگار است |
| سر و سردقتر شیوه یانان | درین فن، افتخارِ همربانان |
| بحولا نگاهِ معنی یکنه تازم | فلاطونِ فطرت، حکمتِ رازم |
| ز کلکش ریزشِ گنجِ معانی | چو ابرِ آذری، در دُرُفشان |

۱۱ م، مد، حرم بجای مریم - ما، ب، پرده تر - ۲ م، ما، آثار الصادید، قد، مب، توگر - ۳ م، بر یعنی (سهر کاتب) -
 ۴ م، بر آتش - م، پخته، ندارد (هر دو سهر کاتب) - ۵ م، قبا، به سخته - قد، مب، ناسخته - ۱۱ م، ما، مب، مد،
 نوا - قبا، مینا فزای (سهر کاتب) - ۱۲ قد، همدستانان، - م، آثار، لفظ مثنوی، ندارد - قبا، ابیات بجای
 مثنوی - ۱۳ الف، ما، مب، مد، دلپذیر - ۱۵ الف، قد، نم (سهر کاتب) - ب، م، دم روح القدس در کشف
 معنی - آثار، یهین شاگرد روح القدس عالی - ۱۶ مد، از روزگار (سهر کاتب) - ۱۸ ب، مب، فطرت - م، آثار، قبا، طراز -

زِ صہای سخن، سرشار گشته ورق، از فکر او، گلزار گشته
 موحد کیش صافی مینش، ستوده خوی فروہیدہ کیش، بزرگ نہاد پا کیزہ گوہر، فرشتہ سرشت
 آرم گستر، کین گزارِ مہر پرور، خورشید فروغ کیوان فر، نکوہش نکوہ ستایش ستای، کشور
 معنی را دہ خدای، سر تا سر وفا و فتوت، دیدہ تا دل حیا و مرآت،

دَرْكِ مُصَوِّر، رُوحِ مُجَسِّم عالمِ جان، و جانِ عالم

والا حسب، عالی نسب، سَمْسِ وَصِّی وَاپسین وَخْشُور، آداسِ حضرتِ چارمین دستور، اغی
 استادی، مرشدی، مولائی، اغی، میرزا اسد اللہ خان بہادر غالب۔ اَللّٰهُمَّ کَمِّلِ الْکَلَامَ
 بِدَائِمُوْمَةٍ بَقَائِهِ، وَ حَصِّلِ الْمَرَامَ بِحَيَوْنَةٍ لِّقَائِهِ !

پوزش آئین نیاز گستر، ضیا الدین کثیر، از دیرباز والاقی اندیشہ پست در آن اندیشیدے
 ۱۰ و گیرانی قدرِ سُبُک اندران سنجیدے، کہ این گرامی برادرزادہ ہا را، کہ بگان بگان
 خلف الصدق دومانِ ضمیر، بل ابوالآبای مضامینِ دلپزیر است، بتعلیمِ نوآموزانِ نکو از
 بد شناس برانگیزد، و این ارزندہ جواہر پارہ ہا را، کہ ہر یک ازان سیمین ساعدی شخصِ خرد را
 یارہ، و نازنین پیکرِ ہوش را گوشوارہ است، بر شمشہ پیش طاقِ شناسانی برآویزد۔

بارے، کارسازِ ایزدِ بزرگ را ہزاران سپاس کہ درین زمان کہ سنۃ مقدسہ ہجریہ نبویہ،
 ۱۵ عَلٰی صَاحِبِهَا اَفْضَلُ التَّحِيَّاتِ وَ اَکْمَلُ الصَّلَوَاتِ، بہ یکہزار و دو صد و ہفتاد و یک
 رسیدہ، آن دیرین تسبیح و دلنشین آرزو، بمسادتِ روزگارِ راست ہنجار، و قَلَاوُزِ بختِ یدار،
 خوشتر ازان کہ میخواستہم، روائی گرفت۔ شادکامی در دل جا گرید، و اندوہ تَرَدُّدِ

- ۲، ما، موجہ کیش (سہو کاتب) - م، ستودہ خوی و فرخندہ کیش (سہو کاتب) - قبا، فرخندہ - ۳، ما، آثار، آرم - ۵، الق،
 مد، دَرْكِ ندارد - ب، مد و جان ندارد (ہر دو سہو کاتب) - ۶، م، مہ، اداس - ۷، آثار، استادی - م، و مولائی -
 ۸، قبا، المخلص بہ - ۹، م، قبا و گسترہ ندارد (سہو کاتب) - ۱۰، م، ما، آثار، مہ، محمد ضیا الدین - مد، دیر یاز (سہو کاتب) - ۱۱، قبا،
 برادر زادہ ہا را در حیطۃ شمار آورده، و این جواہر پارہ ہا را کہ ہر یکے آویزۃ گوش ہوش است بر شمشہ آہ - ۱۲، ما، ارزندہ - مد،
 پارہا را - ۱۳، م، ہر یکے - ما، خرد یارہ (سہو کاتب) - ۱۴، م، یارہ - م، ما، قد، مد، بہ شمشہ - ۱۵، قبا، ما، سنہ ۱۲۵۴ -
 مد، سنہ ۱۲۶۱ - ۱۶، قد، بہہ ندارد - قبا، م، ما، آثار، و دوست و پیچہ و چار - ۱۷، م، پیچ - ما، پیچ -
 قبا، از ہمساعت تا ہمدرفتہ ندارد - ۱۸، م، تَرَدُّدِ ندارد -

بگرد آوری بدر رفت -

چون به احصای افراد این همایون صحیفه شتاقم، همگی اشعارِ شعریِ شعاریِ غزل و قصیده و قطعه و مثنوی و رباعی یکمزار و هفصد و نود و اند یافتیم -

آلا، یا توانا هوشان، هوشه! و شنوا گوشان، گوشه! بر شاهراه شناخت فراوانی نیکو معانی باید رفت، نه در پیغوله پیغاره زنی خورده بر قلست ایسات گرفت - چنانکه آن والا آموزگار، در گزارش این هنجار، پاریسی نامه خویشان در پرده ساری آن گفتار خود می سراید - آری، راست میفرماید - بیت:

نگویم، تا نباشد نغز، غالب ^{بگویم} چه غم، گر هست اشعار من اندک؟
از من یادگار می و برای دیگران یادگار می باد!

- ۱، م، گراوری (سپو کاتب) - ۲، قبا، این ندارد - قبا، نثری نثار بجای شعری شعاره - ۳، قبا، م، ما، آثار، قد، م، م، مثنوی ندارد - قبا، هزار و بیست و هفت - آثار، یک هزار و هفتاد و اند - م، هزار و نود و هشت اند - ما، یک هزار و یک صد و اند - قد، م، و شصت و نود و اند - ۴، م، الا (بتشدید لام، سپو کاتب) - م، که بر - قبا از سطر ۲ تا ۶ ندارد - ۵، ما، پیغوله پیغاره (سپو کاتب) - ۶، م، ما، م، م، م، خود آن - ۷، م، م، خورده ندارد - م، بیت ندارد - ۸، فرد - آثار، شعر - ۹، م، از ما - و بر - قبا، بر - آمین یارب العالمین -

دیوانِ غالبؔ

حصہ سوم

یادگارِ نالہ

نالہ دل نے دیے اوراقِ لختِ دل بے
یادگارِ نالہ، یک دیوانِ بے شیرازہ تھا

قطعات



نسکہ فعالِ مایرید ہے آج
 گھر سے بازار میں نکلتے ہوئے
 چوک جس کو کہیں، وہ مقل ہے
 شہرِ دہلی کا ذرہ ذرہ خاک
 کوئی واں سے نہ آسکے یاں تک
 میں نے مانا کہ مل گئے، پھر کیا؟
 گاہ جل کر کیا کیے شکوہ
 گاہ رو کر کہا کیے بامم
 اس طرح کے وصال سے، یارب!

ہر سلحشور انگلستان کا
 زہرہ، ہوتا ہے آب، انسان کا
 گھر، بنا ہے نمونہ زنداں کا
 تشنہ خوب ہے، ہر مسلمان کا
 آدمی، واں نہ جاسکے، یاں کا
 وہی رونا تن و دل و جاں کا
 سوزشِ داغہاے پنہاں کا
 ماجرا دیدہ ہاے گریاں کا
 کیا مٹے دل سے داغ ہجراں کا؟

۱ الف، مہر، چل کر (مہرکاتب) - ۲ الف، مہر، وصال سے، غالب (سہرکاتب) -

۱۔ یہ قطعہ اردوے معلیٰ: ۱۰۴ میں علائی کے نام کے ایک خط کے ساتھ بغیر کسی حوالے کے چھپا ہے۔ مضمون سے اندازہ ہوتا ہے کہ ۱۸۵۷ ع کے ہنگامے سے متعلق ہے۔ نیز ملاحظہ ہو مولانا مہر کی کتاب، غالب: ۳۳۰



اُنھا اک دن بگولا سا جو کچھ، میں، جسوشِ وحشت میں
پہرا آسیمہ سر، گہرا گیا تھا جی سیابان سے

۱ الف. مخزن، دشت و حشت - ب. مخزن، دل سیابان -

۱- یہ قطعہ رسالۃ مخزن اپریل ۱۹۰۷ء میں اس تمہید کے ساتھ شائع ہوا تھا:
”تھوڑے دن ہوئے میجر سید حسن صاحب بلگرامی سے تذکرۃ شعرا ہو رہا تھا،
جس میں اُنہوں نے غالب کا ایک قطعہ سنایا۔ قطعے کے عمدہ ہونے میں کاشک ہے۔
مگر اس کے ساتھ ہی اُن کے اس بیان نے کہ یہ قطعہ اُن کے والدِ مرحوم سے
اُن کو پہنچا اور اب تک غالب کے کسی کلام میں شایع نہیں ہوا، اس کی خوبی
زیادہ کردی۔ میں نے اُن سے لکھ لیا اور اُن کی اجازت سے مخزن کو بھیجتا
ہوں۔ شیدا، از کیمبرج۔“

مولانا نظامی بدایونی مرحوم نے اپنی شرحِ دیوانِ غالب: ۲۴۸ میں اس قطعے اور قطعۃ
نمبر ۳ کے متعلق لکھا ہے کہ سب سے پہلے ان قطعات کا اضافہ طبعِ سوم میں اس
رباعی کے ساتھ ہوا تھا کہ بعض نقادانِ سخن ان قطعات کے طرزِ بیان کو حضرتِ غالب
کے رنگ سے جداگانہ سمجھتے ہیں۔ اس پر طبعِ سوم کے ناظرین میں سے
بعض اہل الرائے حضرات نے شکایت کی کہ ان قطعات کو دیوانِ غالب میں جگہ دینا
غالب کے کلام کی توہین کرنا ہے۔ ہم نے نواب عماد الملک (میجر سید حسن
بلگرامی کے بھائی) سے ان کے متعلق دریافت کیا۔ وہ فرمائے لگے کہ وہ یقین
کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یہ غالب کے مصنفہ ہیں۔ اُنہوں نے اپنے ایک بزرگ سے
سُننے تھے، جو ان کو غالب سے منسوب کرتے تھے۔ ممکن ہے کہ یہ غالب کا
ابتدائی کلام ہو۔“

تَظَر آیا مجھے اِک طائرِ مجروحِ پَر بستہ

پٹکتا تھا سرِ شوریدہ دیوارِ گلستان سے

کہا میں نے کہ "او گمنام، آخر ماجرا کیا ہے؟"

پڑا ہے کامِ تجھ کو کس سنگِ آفتِ جان سے؟

ہنسا کچھ کھل کھلا کر پہلے، پھر مجھ کو جو پہچانا

تو یہ رویا کہ جوے خوں بہی ہلکوں کے داماں سے

کہا: "میں صید ہوں اُس کا کہ جس کے دامِ گیسو میں

پھنسا کرتے ہیں طائرِ روز آکر باغِ رضوان سے

اُسی کے زُلف و رُخ کا دھیان ہے شام و سحر مجھ کو

نہ مطلبِ کفر سے ہے، اور نہ ہے کچھ کامِ ایمان سے

پچشمِ غور جو دیکھا، مرا ہی طائرِ دل تھا

کہ جل کر، ہو گیا یوں خاکِ میری آہِ سوزان سے



یوں کہا: "آتی نہیں کیوں اب صداۓِ عندلیب؟"

ایک اہلِ درد نے سُنسان جو دیکھا قفس

یہ نشانی رہ گئی ہے اب بجائےِ عندلیب

بال و پر دو چار دکھلا کر، کہا صیاد نے:



مسلمانوں کے میلوں کا ہوا قُفلُ مجھے ہے جوگِ مایا اور دیسی

۲ الف، غزن، او ناکام - ۳ ب، غزن، تو یوں - اشکوں سے - ۴ ب، غزن، اپنی آہ - ۵ ب، اصل میں دمایہ ہے -

۱ - یہ قطعہ فریادِ دہلی، ۸۰، نظامی پریس، ہدایوں، ۱۹۳۱ع میں بھی شائع ہوا ہے۔

۲ - یہ ایک مندر ہے قطب صاحب کی لائبریری کے پاس سرحدِ یوسف سرائے پائے مینار

میں۔ اور یہ ایک دیسی ہے جس کی ہندو پوجا کرتے ہیں۔ اس مندر میں ایک پتھر ہے۔ (باقی)

نشان باقی نہیں ہے سلطنت کا مگر، ہاں، نام کو اورنگ زیبی



جب کہ سید غلام بابا نے مسندِ عیش پر جگہ پائی

(بہ) اُس کے گرد سنگِ مرمر کا تھولہ بنا رکھا ہے، اور اُس کی پرستش کرتے ہیں۔ اور
راجہ پتھورا کے وقت سے جس کو آٹھ سے سوا آٹھ سے برس کے قریب عرصہ
گذرا، اس پتھر کی پرستش ہوتی ہے۔

کوئی ہندو اس دیسی کا بخوبی حال نہیں بتا سکتا کہ یہ کون دیسی ہے۔ مگر ہندو لوگ
ایسا کہتے ہیں کہ کرشن اوتار کی جوگ مایا بہن تھی۔ بسبب آپس کی لڑائی کے کہ
اُس کا قصہ مشہور ہے، وہ بچلی بن کر الوپ ہو گئی اور یہاں آن پڑی۔ جب سے
یہ مکان جوگ مایا جی کا استھان ہو گیا۔

مکانات اس مندر کے کچھ عمدہ نہیں ہیں، رسمی مکان بنے ہوئے ہیں۔ لیکن ہندوؤں
کی بڑی پرستش گاہ ہے۔ اور ہر ہفتے میں ایک دن میلے کا مقرر ہے۔ یہاں کے
پوجاری اس دیسی کو کالکا دیسی سے اچھا جانتے ہیں کہ وہاں تو جیو چڑھتا ہے
اور یہاں پھول پنکھڑی۔ آثارالصنادید ۲۰۰:۱

دیسی سے مراد کالی دیسی ہیں جن کا استھان دلی سے کوئی ۶ کوس کے فاصلے
پر جنوب کی طرف موضع بہاپور میں واقع ہے، اور ہندوؤں کی بڑی پرستش گاہ
ہے۔ تفصیل کے لیے آثارالصنادید ۱۷:۱ ملاحظہ ہو۔

آخر میں یہ عرض کردوں کہ نواب صاحب لوہارو کے کتابخانے میں دبستانِ مذاہب
کا ایک مخطوطہ ہے۔ اُس کے آخری صفحے پر میرزا صاحب کے نام سے یہ
قطعہ لکھا ہوا ملتا ہے، اور پہلی بار نسخۂ عرشی میں شایع ہو رہا ہے۔

۱۔ میرزا صاحب نے سہ شنبہ ۳۱ جولائی ۱۸۶۰ ع (۱۱ محرم ۱۲۷۶ ھ) کو نواب (باقی)

ایسی رونق ہوئی برات کی رات کہ کوا کب ہوئے تماشائی



ہزار شکر کہ سید غلام بابا نے
زمین پہ ایسا تماشا ہوا برات کی رات
فرازِ مستدرِ عیش و طرب جگہ پانی
کہ آسمان پہ کوا کب بنے تماشائی



اس کتابِ طرب نصاب نے جب آب و تابِ انطباع کی پائی

(بقیہ) سید غلام بابا خان رئیسِ سورت کا قطعہ تاریخِ نکاح نہ لکھنے کا عذر کرتے ہوئے سیاح کو لکھا ہے: »بھائی، تمہاری جان کی اور اپنے ایمان کی قسم کہ میں فنِ تاریخ گوئی و معنی سے بیگانہ محض ہوں۔ اردو زبان میں کوئی تاریخ دیری نہ سنی ہوگی۔ فارسی دیوان میں دوچار تاریخیں ہیں۔ اُن کا حال یہ ہے کہ مادہ اوروں کا ہے اور اشعار دیرے ہیں۔ تم سمجھو کہ میں کیا کہتا ہوں؟ حساب سے میرا جی گھبراتا ہے، اور مجھ کو جوڑ لگانا نہیں آتا ہے۔ جب کوئی مادہ بناؤں گا، حساب درست نہ پاؤں گا۔ یہ جو لکھتے ہو کہ سید غلام بابا کسی بحر میں نہیں آتا، کیوں نہیں آتا؟ بیت: جب کہ سید الخ دوسری بحر سنو۔ بیت: ہزار شکر الخ۔ اس بحر میں سماتا ہوا کوئی مادہ بہم پہنچاؤ۔ تاریخ کہہ لو۔ وہ دوست جو مادہ ڈھونڈ دیتے تھے، وہ جنت کو سدھارے۔ میں جیسا کہ اوپر کہہ آیا ہوں، معذور اور مجبور ہوں، (اردو سے معنی: ۳۸۶، لاہور ایڈیشن)

۱۔ یہ قطعہ تاریخ، جس سے ۱۲۷۷ نکلتے ہیں، میرِ محسن علی محسن لکھنوی متوفی قبل سنہ ۱۲۸۸ھ (۱۸۷۱ع) کے تذکرہ سراپا سخن کے انطباع کا ہے، اور اس کتاب کے صفحہ ۲۹۳ پر اس عنوان کے ساتھ چھپا ہے: قطعہ تاریخ مرزا اسد اللہ خان صاحب غالب دہلوی۔

فکرِ تاریخِ سال میں، مجھ کو
 ہند سے پہلے سات سات کے دو
 اور پھر ہند سے تہا بارہ کا
 سالِ ہجری تو ہو گیا معلوم
 مگر، اب ذوقِ بذلہ سنجی کو
 سات اور سات ہوتے ہیں چودہ
 غرض اس سے ہیں چار دہ معصوم
 اور بارہ امام ہیں، بارہ
 اُن کو، غالب، یہ سال اچھا ہے

ایک صورت تھی نظر آتی
 دیے ناگاہ مجھ کو دکھلائی
 با ہزاراں ہزار زیبائی
 ہے شمولِ عبارت آرائی
 ہے جداگانہ کار فرمائی
 بامیدِ سعادت افرائی
 جن سے ہے چشمِ جاں کو بینائی
 جن سے ایمان کو ہے توانائی
 جو ائمہ کے ہیں تولائی



سایم خان کہ وہ ہے نورِ چشمِ واصلِ خان
 حکیمِ حاذق و دانا ہے، وہ لطیفِ کلام^{۱۰}

۱۰۔ اے (بشید سین، قدیم رسم خط) - ب، سراپا سخن، جس سے - ۸، سراپا سخن، جس سے -

۱۔ یہ قطعہ حکیم محمد سلیم خان بن حکیم محمد عظیم خان بن حکیم عبداللطیف خان دہلوی
 کی کتاب موسوم بہ »تکشیفِ حکمت« کے اختتام کی تاریخ کا ہے۔ اس کے مادّہ
 تاریخ سے ۱۲۷۹ھ (۱۸۶۲ع) نکلے ہیں۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۲۸۵ھ (مارچ ۱۸۶۹ع)
 میں اور دوسری بار جولائی ۱۸۸۵ع میں منشی نولکشور کے مطبع میں چھپ کر
 شایع ہوئی تھی۔ یہاں یہ قطعہ پہلی طباعت کے صفحہ ۱۸۸ سے نقل کیا گیا ہے۔
 اس میں قطعے کا عنوان ہے: »قطعہ تاریخِ اختتامِ کتاب از نتائجِ افکارِ سرآمدِ
 فارسی دانانِ ایران، سلطان الشعراءِ ہندوستان، اعنی نجم الدولہ دیرالملک اسد اللہ خان
 بہادر نظام جنگ المشہور مرزا نوشہ دہلوی متخلص بآسد و غالب«۔

کسی کو باد بھی لقمان کا نہیں ہے نام
 ہوئی ہے، مُبدعِ عالم سے، اس قدر انعام
 ہزار بار فلاطون کو دے چکے الزام
 کہ جس میں حکمت و طب ہی کے مسئلے ہیں تمام
 نہیں کتاب، ہے اک معدنِ جواہر کام
 کمالِ فکر میں دیکھا، خرد نے، بے آرام
 لکھا ہے «نسخۂ تحفہ»، یہی ہے سالِ تمام»
 (۱۲۷۹ء) (۱۸۶۲ء)

تمام دھر میں اُس کے مطب کا چرچا ہے
 اُسے فضائلِ علم و ہنر کی افزائش
 کہ بحثِ علم میں، اطفالِ آبجدی اُس کے
 عجیب نسخۂ نادر، لکھا ہے، ایک، اُس نے
 نہیں کتاب، ہے اک منبعِ نکاتِ بدیع
 کل، اُس کتاب کے سالِ تمام میں، جو مجھے
 کہا یہ جلد کہ «تو اس میں سوچنا کیا ہے؟»



ہیں بادۂ ناب اور آم کھائیں

خوشی ہے یہ، آنے کی برسات کے

الف، تکشیف، طبع اول، مسئلہ نادر - تکشیف، طبع دوم، اک - ب، تکشیف، طبع دوم، مسئلہ ہی (سہو کتاب) -
 ہ الف، تکشیف، طبع دوم، اک نکتہ نکات -

۱ - یہ قطعہ نواب علاء الدین احمد خان بہادر علائی والی لوہارو کی بیاض (ورق ۴۳
 الف) سے نقل کیا گیا ہے۔ وہاں عنوان ہے: «از مولانا غالب بہ علائی بسوے
 لوہارو»۔ اس کے بعد فارسی کا یہ قطعہ درج ہے:

خوانی بسوی خویش و ندانی کہ مردہ ام دانی کہ مردہ رارہ و رسمِ خرام نیست
 فی شیخ سَدّو ام، نہ الہ بخش، مرگِ من از عالمِ جنابت و مرگِ حرام نیست
 اس کے بعد لکھا ہے: «جواب از مولانا علائی بحضرتِ غالب»:

خوشی ہے ہمیں آنے کی آپ کے کہ باہم ہیں بادہ اور آم کھائیں
 سرآغازِ موسم میں کیا خوب ہے کہ دلی سے حضرت لوہارو کو آئیں
 عجب لطف ہے یاں کی برسات میں کہ کیچڑ کہیں نام کو بھی نہ پائیں
 سرولی کے وہ ڈاک پر سبز آم وہ دلی کے انگور ہر شام آئیں (انی)

کہ دلتی کو چھوڑیں، لوہارو کو جائیں
تہ وارِ آم پائیں، نہ انگور پائیں
ابھی جا کے پوچھو کہ کل کیا پکائیں؟
وہ کڑوے کرلیے کہاں سے منگائیں؟
کہو، اُس کو، کیا، کھا کے ہم، حظ اُنھائیں؟

سراغازِ موسم میں، اندھے ہیں ہم
سواِ ناج کے، جو ہے مقلوبِ جان
ہوا حکمِ باورچیوں کو کہ ماں
وہ کھٹے، کہاں پائیں، املی کے پھول
فقط گوشت، سو بھیڑ کا ریشے دار

۱ الف، مہر، آندھی میں م - ۲ الف، مہر، ناج ۷ جو کہ مطلوب جان - ۵ الف، مہر، ریشہ دار -

ابھی جا کے ہر چیز جلدی پکائیں
وہ جنگل سے کڑوے کرلیے منگائیں
کہ کیا کیا اُسے کھا کے ہم حظ اُنھائیں
لوہارو وہ اس بات پر بھی نہ آئیں

(نہ) کریں حکمِ باورچیوں کو کہ ماں
وہ لیں باغ سے جا کے املی کے پھول
وہ بے ریشہ بکری کا لحمِ طری
کہیں اُن کو بے مہر و کاهل، اگر

قطعه

دائم کہ بہرِ چون تو نے منعِ خرام نیست
مرگش چو شیخِ سدو ز راہِ حرام نیست

خواند سوی خویش و گر چند مردہ
پندارم چو حسنِ تجلیِ لال بیگ

اس بیاض کی نقل میں جو نواب صاحب لوہارو کے پاس محفوظ ہے، علاقے کے قطعے
کے پہلے شعر پر کسی نے حاشیہ لکھا ہے: "واللہ باللہ، برای تفریحِ خاطرِ مرزا
غالب فرمودہ اند و خود بری اند ازین۔" یعنی علاقے شراب نہیں پیتے تھے۔

ان قطعات کی تاریخ معلوم نہ ہو سکی۔ بیاض کے اندراجات میں ترتیبِ تاریخی کا
محافظ نہیں ہے، چنانچہ ان سے پہلے ۲۷ جنوری ۱۸۶۷ ع کا اور ان کے بعد
۵ اپریل ۱۸۶۵ ع کا اندراج ملتا ہے۔ اس لیے انہیں تقریباً اسی زمانے کا مان لیا ہے۔
مرزا غالب کا قطعہ مولانا مہر کی کتاب، غالب: ۳۹۴ طبع سوم پر بھی درج ہے۔

۱۰

رہا ہے زور سے، ابرِ ستارہ بار، برس
 «یار»، لائے گلزارگوں، «یار»، برس
 درِ حضور پر، اے ابر، بار بار برس
 «امیر کلبِ علی خان جیوں ہزار برس»
 کئی ہزار برس، بلکہ بیشمار برس
 بڑے عذاب سے کاٹے ہیں پانچ چار برس
 خدا کرے کہ یہ ایسا ہو سازگار برس!

مقامِ شکر ہے۔ اے ساکنِ خطّہ خاک
 کہاں ہے ساقِ مہوش؟ کہاں ہے ابرِ مطہر
 خدا نے تجھ کو عطا کی ہے گوہر افشانی
 ہر ایک قطرے کے ساتھ آئے جو مَلّک، وہ کہیے:
 فقط ہزار برس پر کچھ انحصار نہیں
 جنابِ قبلۂ حاجات، اس بلا کس نے
 شفا ہو آپ کو، غالب کو بندِ غم سے نجات

۱۱

عاشق ہے اپنے حاکمِ عادل کے نام کی
 مسٹر کوان صاحبِ عالی مقام کی

گزگانیوں کی ہے جتنی رعیت، وہ یک قلم
 سو نابہ نظر فروزِ قلمدان نذر ہے

م الف، بخط غالب، فقرہ -

- ۱۔ یہ قطعہ میرزا صاحب نے ۱۱ اگست ۱۸۶۵ء کے خط کے ساتھ نواب کلبِ علی خان بہادر والی رامپور کی خدمت میں بھیجے ہوئے لکھا ہے: «اگرچہ ہاں میں اسی قدر برسا ہے کہ جس کے باقی سے زمیندار حاصلِ فصلِ ربیع سے ہاتھ دھولیں، مگر چونکہ فرمانِ ازلی میرے رزق کی برات آپ پر ہے، اور آپ کے ملک میں بارش خوب ہوئی ہے، ابرِ رحمت کے شکرے میں ایک قطعہ ملفوف اس عرضی کے بھیجتا ہوں۔
 بظریہ اصلاحِ نظم و اصلاحِ حال ملاحظہ ہو۔» مکاتیبِ غالب ۴۰، طبع چہارم۔
- ۲۔ مولفِ خنخانہ جاوید (۱: ۸۰ و ۸۱) نے لکھا ہے کہ «راے بہادر ماسٹر پیارے لال آشوب (جو مولف کے چچا تھے) غالب مرحوم کی پہلی ملاقات کا تذکرہ اس طرح فرماتے ہیں کہ «جب ہم گوڑ گانویں میں ہیڈ ماسٹر تھے، تو وہاں کے اسسٹنٹ (باقی)

ہندوستان کی بھی عجب سر زمین ہے جس میں وفا و مہر و محبت کا ہے 'وَفُور'
جیسا کہ آفتاب نکلتا ہے شرق سے اخلاص کا ہوا ہے اسی ملک سے ظہور
ہے اصلِ تخمِ ہند سے، اور اس زمین سے پھیلا ہے سب جہان میں یہ میوہ دُور دُور

(غیہ) کشر کووان صاحب بہادر کی تبدیلی کا موقع پیش آیا۔ صاحبِ موصوف ہمارے
حال پر خاص نظرِ عنایت رکھتے تھے۔ اُن کی مفارقت کے متعلق جو جلسہ قرار
پایا، اُس میں لوگوں کی رائے ہوئی کہ صاحبِ مدوح کو کوئی چیز بطورِ یادگار نذر
دینی چاہیے۔ چنانچہ کمیٹی کی رائے سے چاندی کا ایک قلمدان تجویز ہوا۔ قلمدان
پر کوئی شعر بھی کندہ کرادینا قرار پایا۔

رائے صاحب فرماتے ہیں کہ اُس وقت تک مرزا صاحب سے ہمیں خاص تعارف نہ تھا۔
ہم اس شعر کے واسطے اپنے ایک دوست کے ساتھ مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر
ہوئے۔ اُسی وقت سے روز افزوں تعارف کی بنیاد پڑی۔ مرزا صاحب نے قلمدان کے
واسطے جو قطعہ موزوں فرمایا وہ یہ ہے۔

مسٹر جے ایل کوان صاحب فروری ۱۸۶۶ء میں دہلی سوسائٹی کے رکن بنائے گئے،
تو وہ اُس وقت تک گوڑ گانویں ہی میں اسسٹنٹ کمشنر تھے۔ ملاحظہ ہو رسالہ دہلی
سوسائٹی، نمبر ۳ ص ۹۔ لہذا اس قطعے کو تاریخِ مذکور کے بعد کا ہونا چاہیے۔
۱۔ یہ قطعہ رسالہ دہلی سوسائٹی کے تیسرے شمارے میں سوسائٹی کے سکرٹری پیارے لال
کے 'مضمون در بابِ راہ و رسمِ صاحبانِ انگریز و ہندوستانی' میں اس عبارت کے
ذیل میں بطورِ استشہاد مندرج ہوا ہے: 'اس ملک کے آدمی احسان فراموش نہیں ہیں۔
جو شخص ان سے ذرہ سی محبت کرتا ہے، یہ اُس سے سہ چند محبت کرنے کو تیار
ہیں، بقولِ جناب اسد اللہ خان بہادر غالب بیت: ہندوستان کی بھی الخ۔'

جناب ڈاکٹر عبدالستار صدیقی صاحب نے اپنے مقالے 'دہلی سوسائٹی اور
مرزا غالب'۔ میں اسے نقل کیا ہے۔ مقالے کے لیے ملاحظہ ہو احوالِ غالب:

ہند میں اہلِ کسّتن کی ہیں دو سلطنتیں
رامپور، اہلِ نظر کی ہے نظر میں وہ شہر
حیدرآباد بہت دور ہے؛ اس ملک کے لوگ
رامپور آج ہے وہ بُقعہ معمور کہ ہے
۵ رامپور ایک بڑا باغ ہے، از روئے مثال،
جس طرح باغ میں ساون کی گھٹائیں برسیں
ابرِ دستِ کرمِ کلبِ علی خاں سے مُدام
صبحدم باغ میں آجائے، جسے ہو نہ یقین
حَبَّذَا! باغِ ہمایونِ تَقَدّسِ آثار
۱۰ مَسْلُکِ شرع کے، ہیں، راہرو و راہ شناس
مدح کے بعد دعا چاہیے، اور اہلِ سخن
حق سے کیا مانگیے؟ ان کے لیے جب ہو موجود
ہم نہ تبلیغ کے مائل، نہ غلو کے قائل
یا خدا، غالبِ عاصی کے خداوند کو دے
۱۵ اولاً، عمرِ طبعی بدوامِ اقبال

۶ الف، بخط غالب، گھٹائیں (سہو کتابت) -

حیدرآبادِ دکن، رشکِ گلستانِ اِرم
کہ جہاں ہشت بہشت آکے ہوئے ہیں باہم
اُس طرف کو نہیں جاتے ہیں؛ جو جاتے ہیں، تو کم
مَرَجِع و مَجْمَعِ اَشْرَافِ نَزادِ اَدَم
دلکش و تازہ و شاداب و وسیع و مُخَرَّم
ہے اسی طور پہ یاں دجلہِ فشان، دستِ کرم
دَرِ شہوار ہیں، جو گرتے ہیں قطرے پنہم
سبزہ و برگِ گل و لالہ پہ دیکھے شبنم
کہ جہاں چرنے کو آتے ہیں غزالانِ حرم
خضر بھی یاں اگر آجائے، تولے اُن کے قدم
اس کو کرتے ہیں، بہت بڑھ کے بہ اغراق، رقم
ملک و گنجینہ و خیل و سپہ و کُوس و عِلْم
دو دعائیں ہیں کہ وہ دیتے ہیں نَوَاب کو ہم
دو وہ چیزیں کہ طلبکار ہے جن کا، عالم
ثانیاً، دولتِ دیدارِ شہنشاہِ اُم

۱۔ یہ قطعہ میرزا صاحب نے نواب کلب علی خاں بہادر کی خدمت میں اپنے خط مورخہ
۵ رجب سنہ ۱۲۸۴ ھ (۳ نومبر ۱۸۶۷ ع) کے ساتھ بھیجا تھا۔ ملاحظہ ہو
مکاتیبِ غالب: ۷۵، (طبع چہارم)۔

مثنویات



ایک دن۔ مثلِ پتنگِ کاغذی لے کے، دل، سررشتہ آزادگی
خود بخود کچھ م سے گئیانے لگا اس قدر بگڑا کہ سر کھانے لگا

۱۔ اس مثنوی کے بارے میں مولانا حالی نے لکھا ہے: ”مثنیٰ بہاری لال مشتاق کا بیان ہے کہ لالہ کنہیا لال ایک صاحب آگرے کے رہنے والے، جو مرزا صاحب کے ہم عمر تھے، ایک بار دلی میں آئے اور مرزا صاحب سے ملے، تو اثنائے کلام میں اُن کو یاد دلایا کہ جو مثنوی آپ نے پتنگ بازی کے زمانے میں لکھی تھی، وہ بھی آپ کو یاد ہے؟ اُنہوں نے انکار کیا۔ لالہ صاحب نے کہا: ”وہ اردو مثنوی میرے پاس موجود ہے۔“ چنانچہ اُنہوں نے وہ مثنوی مرزا کو لا کر دی، اور وہ اُس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اُس کے آخر میں یہ فارسی شعر کسی اُستاد کا پتنگ کی زبان سے لاحق کر دیا تھا:

رشتہ در گردنم افکند دوست می کشد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست
لالہ صاحب کا بیان تھا کہ مرزا صاحب کی عمر جب کہ یہ مثنوی لکھی تھی، آٹھ نو برس کی تھی۔ (یادگار: ۱۰۷ حاشیہ) (باقی)

میں کہا : اے دل، ہوا میرے دلبراں بسکہ تیرے حق میں رکھتی ہے زبان

۱ ب، حسن خیال : کہتی ہے زبان ۔

(بقیہ) رسالہ اردو، جولائی ۱۹۳۱ء میں »مرزا غالب کی ایک تضمین« کے عنوان سے یہ مثنوی شائع کی گئی، تو اُس کے ساتھ ایڈیٹر نے یہ تمہید لکھی: »صفدر مرزا پوری مرحوم نے مرزا غالب کے بچپن کی ایک تضمین مجھے بھیجی تھی، جو میرے کاغذوں میں پڑی رہ گئی اور اب شائع کی جاتی ہے..... ایڈیٹر«۔

اس تمہید کے بعد صفدر مرزا پوری کی حسبِ ذیل عبارت نقل کی ہے، جس سے اس مثنوی کی سندی حیثیت پر روشنی پڑتی ہے: »کسی تذکرے میں کسی نے مرزا غالب کے حالات میں لکھا ہے کہ اُن کو بچپن میں پتنگ اڑانے کا بہت شوق تھا۔ اکبر آباد میں اُن کی پتنگ بازی کا شہرہ تھا۔ اُس زمانے میں مرزا نے پتنگ کے تلازمے میں فارسی کے اس مشہور شعر پر: رشتہ در گردنم الخ بطورِ ترکیب بند چند شعر اردو میں لکھے تھے۔ لیکن وہ ترکیب بند کسی کے ہاتھ نہ لگا، نہ کسی نے نقل کیا۔ محترمی مولانا حضرت زاہد سہارنپوری کے جتدِ امجد مرحوم حاجی و زائر سید اکبر علی صاحب بلیغ، ابو ظفر شاہ، آخری تاجدارِ دہلی کے معتمد اور وکیل تھے، اور بادشاہ کی پلشن کا مقدمہ جو کہیں سے لڑ رہا تھا، اُس میں اوّل سے آخر تک وکیلِ شاہی کی حیثیت سے اُس زمانے میں برابر اکبر آباد میں عدالتِ عالیہ ہونے کی وجہ سے آتے جاتے رہتے تھے۔ خود بھی اچھے شاعر اور ذی علم تھے۔ اُن کی بیاض میں یہ ترکیب بند لکھا ہوا ملا، جو دلدادگانِ کلامِ غالب کے لیے نعمتِ غیر مرقبہ ہے، جسے ہمارے محترم بزرگ حضرت زاہد، مدظلہ، نے ہماری جدید تالیف »حسن خیال« کے لیے نقل فرما کر بھیج دیا ہے۔ مثنوی کے لیے حسن خیال از صفدر مرزا پوری: ۱۶۶ کے علاوہ غالب از مولانا مہر: ۴۵۰ حاشیہ (طبع سوم) بھی ملاحظہ ہو۔ (باقی)

پیچ میں ان کے نہ آنا، زینہار!۔
گورے پنڈے پر، نہ کر، ان کے، نظر
اب تو مل جانے کی تیری ان سے ساتھ
سخت مشکل ہوگا سلجھانا تجھے
یہ جو محفل میں بڑھاتے ہیں تجھے
ایک دن تجھ کو لڑا دیں گے کہیں
دل نے سن کر، کانپ کر، کھا پیچ و تاب
درشتہ در گردنم افگندہ دوست

یہ ہیں ہیں کے کسو کے بارِ غار
کھینچ لیتے ہیں یہ، ڈورے ڈال کر
لیکن آخر کو پڑے گی ایسی گاتھ
قہر ہے، دل ان سے الجھانا تجھے
بھول مت اس پر، اڑاتے ہیں تجھے
مفت میں ناحق کٹادیں گے کہیں
غوطے میں جا کر، دیا کٹ کر جواب
می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست



مژدہ! اے رروانِ راہِ سخن پایہ سنجانِ دستگاہِ سخن

۱ الف، مہر، نہ ان کے کر نظر۔ ۲ الف، مہر، اون سے تیری۔ ۳ الف، مہر، تیرا (سہو کاتب)۔ ۴ الف، مہر، بڑھاتے ہیں (سہو کاتب)۔ ۵ الف، مہر، اڑا دیں گے۔ ۶ الف، مہر، غوطہ۔ ۷ الف، مہر،

(ف) میرزا صاحب نے خود بھی منشی شیورائن کے نام کے ایک خط مورخہ ۱۹ اکتوبر ۱۸۵۸ع میں اپنی پتنگ بازی کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں: ہماری بڑی حویلی وہ ہے کہ جو اب لکھی چند سیٹھ نے مول لی ہے۔ اُس کے دروازے کی سنگین بارہ دری پر میری نشست تھی۔ اور پاس اُس کے ایک دکھیا والی حویلی، اور سلیم شاہ کے تکیے کے پاس دوسری حویلی، اور مکالے محل سے لگی ہوئی ایک اور حویلی، اور اُس سے آگے بڑھ کر ایک کٹرا کہ وہ گڈریوں والا، مشہور تھا، اور ایک کٹرا کہ وہ دکشیرن والا، کہلاتا تھا۔ اُس کٹرے کے ایک کولہے پر میں پتنگ اڑاتا تھا، اور راجا بلوان سنگھ سے پتنگ لڑا کرتے تھے، خطوط ۳۸۰:۱۔

۱۔ یہ مثنوی قاضی عبدالودود صاحب نے مآثرِ غالب میں اس تمہید کے ساتھ شائع کرائی تھی: "بیچ آہنگ کی اشاعتِ اول کے نسخے نہایت (بانی)

آں پہنچی ہے منزلِ مقصود
دیکھیے، چل کے، نظمِ عالمِ شر
چشمِ بینش ہو جس سے نورانی
جلوۂ مُدعا نظر آیا
مطبعِ بادشاہِ دہلی ہے
گل و ریحان و لالہ رنگا رنگ
بارور جس کا سرو، گل بے خار
نہیں ایسی کتاب، عالم میں
اخذ کرنا ہے آسمان کا دیر
جَذا۱ رسم و راہِ آشاری

طے کروا راہِ شوق زودا زود
پاس ہے، اب، سوادِ اعظمِ شر
سب کو اُس کا سوادِ ارزانی!
یہ تو دیکھو کہ کیا نظر آیا
ہاں، یہی شامِ رامِ دہلی ہے
مطبع ہو رہی ہے پنج آہنگ
ہے یہ وہ گلشنِ ہمیشہ بہار
نہیں، اس کا جواب، عالم میں
اس سے اندازِ شوکتِ تحریر
مرجبا! طرزِ انفسِ گفتاری

(بقہ) کیاب ہیں۔ اس کا منظوم اشتہار اسعدالانخبار آگرہ (۱۲ مارچ ۱۸۴۹ ع) میں چھپا تھا۔ اس سے پہلے اور اس کے بعد علی الترتیب یہ عبارتیں تھیں (۱) نقلِ اشتہارِ منظومِ طبعِ پنج آہنگ مصنفہ حضرت مرزا اسد اللہ خان صاحب بہادر غالب۔ جو اپریل کے مہینے میں قیمت بھیج دے تین روپے اور جو بعد اس کے بھیجے گا چار روپے دینے پڑیں گے (۲) غنّیٰ ترھے کہ یہ اشتہار دہلی سے بہ میلِ ذاک میرے ایک مخدوم والا شان نے واسطے درج کرنے اخبار کے میرے پاس بھیجا۔ غلام نجف خان جن کے نام سے یہ اشتہار ہے، غالب کے شاگرد تھے (خطوط ۱: ۲۲۴ و ۲۳۲)۔ لیکن یہ تلمذ ظاہراً فارسی پڑھنے تک محدود تھا۔ شاعر کی حیثیت سے اُن کا ذکر کہیں نظر نہیں آیا۔ اشتہارِ غالب کی طرز میں ہے، اور قریب بہ یقین ہے کہ اُنہیں کا لکھا ہوا ہے۔ غالب کے لیے خود ستائی کوئی نئی بات نہیں۔ اور اشتہار کی تو ذمہ داری بھی اُن کے سر نہیں۔ (مآثرِ غالب ۷ و ۴۵، و رسالۃ جامعہ دہلی، فروری ۱۹۶۱ ع)۔

شرِ مدحت سراے ابراہیم
اُس کے فقروں میں کون آتا ہے؟
تین ثنروں سے کام کیا نکلے؟
ورزشِ قصۂ کہن کب تک؟
تا کجا درسِ تشرہائے کہن؟
تھے ظہوری و عرفی و طالب
نہ ظہوری ہے اور نہ طالب ہے
قولِ حافظ کا ہے بجا، اے دوست:
کل وہ سرگرمِ خود نمائی تھے
آج یہ قدر دانِ معنی ہے
شرِ اس کی، ہے کارنامۂ راز
دیکھو اس دفترِ معانی کو
اس سے جو کوئی بہرہ ور ہوگا
ہو سخن کی جیسے طلبگاری

ہے مقررِ جو، اب، بے تعلیم
کیا کہیں، کیا وہ راگ گاتا ہے
اُن کے پڑھنے سے نام کیا نکلے؟
داستانِ شہِ دکن کب تک؟
تازہ کرتا ہے دل کو، تازہ سخن
اپنے اپنے زمانے میں غالب
اسدِ اللہ خانِ غالب ہے
دہر کرا پنج روزِ نوبتِ اوست،
شمعِ بزمِ سخنِ سرائی تھے
بادشاہِ جہانِ معنی ہے
نظمِ اس کی، نگارِ نامۂ راز
سیکھو آئینِ نکتہ دانی کو
سینہ، گنجینہ گہر ہوگا
کرے اس نسخے کی خریداری

۸ ب. دیوانِ حافظ، ہر کیے پنج روزہ -

۱- دیوانِ حافظ (طبعِ بمبئی و نولکشور ۱۲۷۹ھ و نامی لکھنؤ ۱۳۰۸ھ و نامی کانپور ۱۳۲۰ھ و چاپخانۂ مجلسِ تہران، ۱۳۲۰ھ ش، مگر اس آخری دیوان میں روزہ کی جگہ روز ہے) میں مصرع یوں ہے: ہر کسی پنج روزہ نوبتِ اوست۔ اور اس کا پہلا مصرع ہے: دورِ بخونِ گذشت و نوبتِ ماست۔

آج جو دیدہ ور کرے درخواست
منطع جب کہ ہو چکے گی کتاب
چار سے، پھر نہوگی، کم قیمت
جس کو منظور ہو کہ زر بھیجے
وہ بہارِ ریاضِ مہر و وفا
میں جو ہوں درپے حصولِ شرف
ہے یہ، القصہ، حاصلِ تحریر
چشمۂ انطباع جاری ہے

تین بھیجے رہے، وہ بے کم و کاست
زرِ قیمت کا ہوگا اور حساب
اس سے لیوں کے کم، نہ ہم، قیمت
احسنِ اللہ خاں کے گھر بھیجے
جس کو کہتے ہیں عُمَدَةُ الْحُکْمَا
نامِ عاصی کا ہے۔ غلامِ نجف
کہ نہ ارسالِ زر میں ہو تاخیر
ابتدایے ورقِ شماری ہے



قادر نامہ

(قادر) اور (اللہ) اور (یزدان) خدا
پیشواے دیں کو کہتے ہیں (امام)
ہے (نبی، مُرْسَل، پیمبر) رہنا
وہ رسولِ اللہ کا قائم مقام

۱۔ یہ مثنوی جو خالق باری کی طرز پر لکھی گئی ہے، قادر نامے کے نام سے
پہلے مطبعِ سلطانی دہلی سنہ ۱۲۷۲ھ (۱۸۵۶ء) میں، اور پھر عجبس پریس دہلی میں
کنہیا لال کے اہتمام سے ۲۲ محرم سنہ ۱۲۸۰ھ (جولائی ۱۸۶۳ء) کو چھپی تھی۔
رضا لاہوری رامپور میں دوسرا ایڈیشن بالاصل اور پہلے ایڈیشن کی نقلِ مطبوعہ کراچی
محفوظ ہے۔ میرزا صاحب کے اپنے کلام میں قادر نامے کا تذکرہ نہیں ملتا۔ لیکن
اس کے کلامِ غالب ہونے میں کسی طرح کا شبہ نہیں، کیوں کہ یہ کتاب اُن کی
زندگی میں اُن کے نام سے دوبار شائع ہو چکی تھی۔ علاوہ ازیں ہماری زبان،
۸ اگست ۱۹۶۱ء میں حسبِ ذیل اشعار شائع ہوئے ہیں: (باقی)

جمع اُس کی، یاد رکھ، (اصحاب) ہے
نیک بختی کا (سعادت) نام ہے
(لیل) یعنی رات، دن اور روز (یوم)
جس کے پڑھنے سے ہو راضی، بے نیاز
اور (تَجَادَد) بھی گویا ہے وہی
(کعبہ، مکہ) وہ، جو ہے (بَیتُ الحرام)

ہے (صحابی) دوست، خالص (ناب) ہے
بدگی کا، مان، (عبادت) نام ہے
کھولنا (افطار) ہے، اور روزہ (صوم)
ہے (صلوٰۃ)، اے مہربان، اسمِ نماز
جانماز اور پھر (مُصَلّا) ہے وہی
(اسم) وہ ہے، جس کو تم کہتے ہو نام

ختم شد عباس نامہ، مرحبا
غالب سحرالبیان جادو سخن
من تبع کردہ ام، اے نورچشم
ہر دورا انگار تنگِ شہد و شیر

(بہ) از کرہامے الہی، رفعتا
از کلام حضرت استاد من
ہست براین نہج قادر نامہ نظم
آن کلام و این کلام یاد گیر

یہ اشعار مولوی محمد عباس رفعت بھوپالی کے عباس نامے کے خاتمے کے ہیں، جو غالب
کے شاگرد تھے۔ اس لیے اُن کا قادر نامے کو غالب کی تالیف قرار دینا ہوائی بات
نہیں ہو سکتی۔

شوکت بھوپالی نے بھی انشائے نور چشم: ۴۶ میں اسے غالب کی تصنیفات میں شمار کیا ہے۔
امیر مینائی مرحوم بڑے ثقہ راوی اور غالب کے معاصر ہیں۔ وہ ایک خط میں لکھتے ہیں کہ
”مرزا غالب مرحوم کا قادر نامہ میری نظر سے گزرا ہے“ (خطوطِ امیر: ۲۸۶)
نیز انہوں نے انتخابِ یادگار: ۲۴۱ میں بھی اسے بذیلِ تالیفاتِ غالب درج کیا ہے۔
مولوی عبدالحق مرحوم نے مین صاحب پر ایک مقالہ رسالہ اردو (جولائی ۱۹۳۶ ع)
میں لکھا تھا۔ اس میں انہوں نے مین صاحب کے حوالے سے لکھا ہے کہ میرزا
صاحب نے یہ کتاب باقر علی خاں اور حسین علی خاں کے لیے لکھی تھی
اذکر غالب: ۲۱۵ طبع چہارم)۔

گرد پھرنے کو کہیں کے ہم (طواف)
 پھر (فلک، چرخ) اور (گردون) اور (سیہر)
 (مہر) سورج، چاند کو کہتے ہیں (ماہ)
 (غرب) پچھم، اور پورب (شرق) ہے
 آگ کا (آتش) اور (آدر) نام ہے
 (نیخ) کی ہندی اگر تلوار ہے
 نیولا (راسو) ہے اور (طاؤس) مور
 (خُم) ہے مٹکا، اور ٹھلیا ہے (سبو)
 (چاہ) کو کہتے ہیں ہندی میں گڑواں
 ۱۰ دودھ جو پینے کا ہے وہ (شیر) ہے
 (سینہ) جھان، (دست) ہاتھ، اور (پامے) پانو
 (ماہ) چاند، (اختر) میں بارے، رات (شب)
 (اُسٹخوان) ہڈی ہے، اور ہے (پوست) کھال
 تل کو (کُنجد) اور (رُخ) کو گال کہہ
 ۱۵ کینکڑا (سرطان) ہے، کچھوا (سنگ پُشت)
 ہے (شکم) پیٹ، اور بغل (آغوش) ہے
 ہندی میں (عقرب) کا بچھو نام ہے
 ہے وہی (کڑدُم)، جیسے (عقرب) کہیں
 ہے، لڑائی (حرب) اور (جنگ) ایک چیز

بیشم رہنا گوشے میں ہے (اعتکاف)
 آسمان کے نام ہیں، اے رشکِ مہر
 ہے محبت (مہر)، لازم ہے نباہ
 (ابر) بدلی، اور بجلی (برق) ہے
 اور انگارے کا (آخگر) نام ہے
 فارسی پگڑی کی بھی (دستار) ہے
 (کَبک) کو ہندی میں کہتے ہیں چکور
 (آب) پانی، (بجر) دریا، نہر (جُو)
 (دود) کو ہندی میں کہتے ہیں دھواں
 (طفل) لڑکا، اور بوڑھا (پیر) ہے
 (شاخ) ٹہنی، (برگ) پتہ، (سایہ) جھانو
 دانت (دنداں)، ہونٹ کو کہتے ہیں (لب)
 (مگ) ہے کُتا اور گدڑ ہے (شغال)
 گال پر جو تِل ہو، اُس کو (خال) کہہ
 (ساق) پنڈلی، فارسی مُٹھی کی (مُشت)
 کُھنی (آرنج) اور کندھا (دوش) ہے
 فارسی میں بھوں کا (آبرو) نام ہے
 (نیش) ہے وہ، ڈنک جس کو سب کہیں
 (کعب) ٹخنا اور (شالنگ) ایک چیز

۵ لقب، نسخہ دہلی و کانپور دونوں میں ذال منقطہ سے ہے۔ مگر یہ غالب سے پسندیدہ املے سے خلاف ہے۔ ملاحظہ ہو
 فاطمہ برہان و درفش کاویانی - ۹ ب، نسخہ دہلی، دھواں - ۱۱ الف، نسخہ دہلی، مات - ۱۵ الف، نسخہ
 کانپور، کیکڑا - ۱۹، نسخہ کانپور میں یہ بیت یہاں سے بجائے اس شعر سے بدل ہے: (انگین، شہد) اور (عل) یہ، اے عزیز

ناک (بینی)، (پَرہ) تھنا، (گوش) کان
(چشم) ہے آنکھ، اور (مڑگان) ہے پلک
منہ پہ گر جھری پڑے، (آژنگ) جان
مسا (آژخ) اور چھالا (آبلہ)
اونٹ (اُسْتُر)، اور (اُسْفُر) سیہ ہے
ہے (زَنخ) ٹھوڑی، گلا ہے (حَجَرہ)
ہے (زَنخ) ٹھوڑی۔ (ذَقَن) بھی ہے وہی
بھر (غَلِیواز) اُس کو کہیے، جو ہے چیل
لومڑی (روبہاء)، اور (آدو) مہرَن
(اسب) جب ہندی میں گھوڑا نام پائے
(گرہ) بلی، (موش) چوہا، (دام) جال
(خَر) گدھا، اور اُس کو کہتے ہیں (اُلَاغ)
ہندی چڑیا، فارسی (کُنِجَشک) ہے
(تابہ) ہے، بھائی، تو ہے کی فارسی
نام مکڑی کا (کَسلاش) اور (عَنکبوت)
(پَنّہ) مچھر، اور مکھی ہے (مَگس)
بھڑیا (گُرگ) اور بکری (گوسپند)
نام (گل) کا پھول، (شبنم) اوس ہے
(سَف) چھت ہے، (سگ) پتھر، اینٹ (خشت)
(خار) کاٹا، (داغ) دھبّا، (نغمہ) راگ

کُت کی کو (تَرَمہ) ہے، اے مہربان
آنکھ کی ٹپکی کو کہیے (مَرْدَمک)
فارسی چھینکے کی تو (آوَنگ) جان
اور ہے (دانی) جناں (قایلہ)
گوشت ہے (لَحْم)، اور چربی (یہ) ہے
سانپ ہے (مار)، اور جھینگر (زَنجَرہ)
(خاد) ہے چیل، اور (زَغَن) بھی ہے وہی
چیونٹی ہے (مور) اور ہاتھی ہے (پیل)
(شمس) سورج، اور (شُعاع) اُس کی کِرن
(نازیانہ) کیوں نہ کوڑا نام پائے
(رِشتہ) تاگا، (جامہ) کپڑا، (قحط) کال
(دیگداں) چولہا، جسے کہیے (اُجاغ)
مینگنی جس کو کہیں، وہ (پَشک) ہے
اور (یہو) ہے کیوے کی فارسی
کہتے ہیں مچھلی کو (ماہی) اور (حوت)
(آشیانہ) گھونسلا، پنجرہ (قَفَس)
(میس) کا ہے نام بھڑ، اے خود پسند
جس کو تقارہ کہیں، وہ (کُوس) ہے
جو بُرا ہے، اُس کو ہم کہتے ہیں (زشت)
(سیم) چاندی، (مس) ہے تابا، (بخت) بھاگ

(موز) گیلا، اور گکڑی ہے (خیار)
 (احق) اور (نادان) کو کہتے ہیں اُوت
 (شوے) خاوند، اور ہے (آباغ) سوت
 (صرصر) آندھی، (سِل) نالا، (باد) پاؤ
 بھینس کو کہتے ہیں، بھائی، (گاومیش)
 (سی) اگر کہیے، تو ہندی اُس کی تیس
 (نامیدی) یاس، اور (اُمید) آس
 (آرد) آٹا اور (غلّہ) ہے اناج
 اور بھائی کو (برادر) جاتا
 فارسی (کاه) اور ہندی گھاس ہے
 خشک ہو جاتی ہے، تب کہتے ہیں (کاه)
 فارسی میں دھپے کا (سلی) ہے نام
 (بادفر) پھر کی ہے، اور ہے (دزد) چور
 نام کو ہیں تین، پر ہے ایک چیز
 (مے) شراب، اور پینے والا (میگار)
 آم کو کہتے ہیں (آنبہ) سُن رکھو
 قلعہ (دژ)، کھائی کا (خندق) نام ہے
 اور تر بُز (ہندوانہ) لاکلام
 (سرزنش) بھی فارسی جھڑکی کی ہے

(زر) ہے سونا، اور (زرگر) ہے سُنا
 (ریش) داڑھی، موچھ (سبَلت) اور (بُروت)
 زندگی ہے (حیات)، اور (مرگ) موت
 (جملہ) سب، اور (نصف) آدھا، (رُبع) پاؤ
 ہے (جراحت) اور (زخم) اور گھاؤ (ریش)
 (ہفت) سات، اور (ہشت) آٹھ، اور (بست) بیس
 ہے (چیل) چالیس، اور (پنجہ) پچاس
 (دوش) کل کی رات، اور (امروز) آج
 چاہیے ہے ماں کو (مادر) جاتا
 ۱۰ پھاوڑا (پیل) اور دراتی (داس) ہے
 سبز ہو جب تک، اُسے کہتے (گیاہ)
 (چکسہ) پڑیا، (یکسے) کا تھیلی ہے نام
 (آخسگندو) جھنجھٹا (نیرو) ہے زور
 (انگیں، شہد) اور (عل)، یہ، اے عزیز
 ۱۵ (آجُل) اور (آروغ) کی ہندی ڈکار
 روئی کو کہتے ہیں (پنبہ) سُن رکھو
 (خانہ) گھر ہے، اور کوٹھا (بام) ہے
 ہے پنولا (پنبہ دانہ) لاکلام
 گر (درپچہ) فارسی کھڑکی کی ہے

۲ الف، نسخہ دہلی، ریش دماڑی۔ ۶ الف، نسخہ دہلی، ہفت ساتھ۔ ۷ الف، نسخہ دہلی، پنجہ۔ ۹ الف، نسخہ
 دہلی، ماکو۔ ۱۰ الف، نسخہ دہلی، داتی۔ ۱۲ الف، نسخہ دہلی، کیہ۔ ۱۳ الف، نسخہ دہلی، دجہ۔ ۱۴ الف، نسخہ
 دہلی، کانپور، اخلکندو۔

ہے کہانی کی (فسانہ) فارسی
(نعل در آتش) اُسی کا نام ہے
(رست) اور سٹو کو کہتے ہیں (سوبق)
(تار) تانا، (بُود) پانا، یاد رکھ
(بوسہ) مچھی، چاہنا ہے (خواستن)
خوش رہو، ہنسے کو (خندیدن) کہو
ہے (ہراسیدن) بھی ڈرنا، کیوں ڈرو؟
ہے گزرنے کی (گزشتن) فارسی
وہ (سُرودن) ہے، جسے گانا کہیں
(زیستن) کو، جاتے من، جینا کہو
دوڑنے کی فارسی ہے (تاختن)
(دوختن) سینا، (دریدن) پھاڑنا
(کاشتن) بونا ہے، اور (کشتن) بھی ہے
ہے ٹپکنے کی (چکیدن) فارسی
کودنا (جسن)، (بُریدن) کاٹنا
دیکھنا (دیدن)، (رمیدن) بھاگنا
(آمدن) آنا، پانا (ساختن)
(سوختن) جلنا، چمکنا (تافتن)
باندھنا (بستن)، (کشادن) کھولنا
تولنے کو اور (سنجیدن) کہو

اور شعلے کی (زبانہ) فارسی
جو کہ بے چین اور بے آرام ہے
(ژرف) اور گہرے کو کہتے ہیں (عمیق)
(آزمودن) آزمانا یاد رکھ
کم ہے (اندک)، اور گھٹانا (کاستن)
گر ڈرو، ڈرنے کو (ترسیدن) کہو
اور (جنگیدن) ہے لڑنا، کیوں لڑو؟
اور پھرنے کی ہے (گشتن) فارسی
ہے وہ (آوردن)، جسے لانا کہیں
اور (نوشیدن) کو تم پینا کہو
کھیلنے کی فارسی ہے (باختن)
(کاشتن) بونا ہے، (رفتن) جھاڑنا
کاتنے کی فارسی (رشتن) بھی ہے
اور سُنے کی (شنیدن) فارسی
اور (یسیدن) کی ہندی چائنا
جان لو، (بیدار بودن) جاگنا
ڈالنے کی فارسی (انداختن)
ڈھونڈھنا (جستن) ہے، پانا (یافتن)
(داشتن) رکھنا ہے، (بستن) تولنا
پھر خفا ہونے کو (رنجیدن) کہو

۱ ب. نسخہ دہلی، شعلہ کی زبانہ - ۲ ب. نسخہ دہلی، ژرف اور گہرے کو - ۵ ب. نسخہ کاپور، کم ہے تھوڑا اور گھٹا - ۸ الف. نسخہ دہلی، گزرنے کی گزشتن - ۱۳ ب. نسخہ دہلی، اور سننے کی (بشدید نون) - ۲۰ الف. نسخہ کاپور، تولنا سختن اور سنجیدن کہو

فارسی ۱۲ سونے کی (خفتن) جانیے
 کھینچنے کی ہے (کشیدن) فارسی
 اونگھنا، پوچھو، (غودن) جان لو
 ہے قلم کا فارسی میں (خامہ) نام
 کس کو کہتے ہیں غزل؟ ارشاد ہو
 صبح سے دیکھیں گے رستا یار کا
 وہ چراوے باغ میں میوہ جسے
 پل ہی پر سے پھیر لائے ہم کو لوگ
 شہر میں چھڑیوں کے میلے کی ہے بھیڑ
 لال ڈگنی پر کرے گا جا کے کیا؟
 گر نہ ڈر جاؤ، تو دکھلاؤ تمہیں
 واہ بے لڑکے، پڑھی اچھی غزل
 لو سنو کل کا سبق، آجاؤ تم
 چھلنی کو (غربال، پرویزن) کہو
 ۱۵ (چہ) کے معنی کیا، (چگویم) کیا کہوں
 (باز خواہم رفت) میں پھر جاؤں گا
 فارسی کیوں کی (چرا) ہے، یاد رکھ
 (دشت)، (صحرا) اور جنگل ایک ہے
 جس کو (نادان) کہے وہ انجان ہے

منہ سے کچھ کہنے کو (گفتن) جانیے
 اور اُگنے کی (دَمیدن) فارسی
 مانجھنا چاہو، (زُدودن) جان لو
 ہے غزل کا فارسی میں (چامہ) نام
 ہاں، غزل پڑھیے، سبق گریاد ہو
 غزل جمعے کے دن وعدہ ہے دیدار کا
 پھاند جانا، یاد ہو، دیوار کا
 ورنہ، (تھا اپنا ارادہ یار کا
 آج عالم اور ہے بازار کا
 پل پہ چل، ہے آج دن اتوار کا
 کاٹ، اپنی کاٹھ کی تلوار کا
 شوق، ابھی سے ہے تجھے، اشعار کا
 پوزی (آفسار) اور دمچی (پارڈم)
 چھید کو تم (رخنہ) اور (روزن) کہو
 (من شوم خاموش) میں چپ ہو رہوں
 (نہ خواہم خورد) روٹی کھاؤں گا
 اور گھٹالا (درا) ہے، یاد رکھ
 پھر (سہ شنبہ) اور منگل ایک ہے
 فارسی بینگن کی (بادِ نجان) ہے

۱ ب، نسخہ دہلی، مرنہ سے۔ ۳ نسخہ کانپور میں اس کی جگہ یہ شعر ہے: اونگھنے کی ہے غودن فارسی مانجھنے کی ہے

زودودن فارسی ۶ الف، نسخہ دہلی، رستہ۔ ب، نسخہ دہلی، جمعہ۔ ۹ الف، نسخہ کانپور، میلے کی ہے دوم۔

۱۱ ب، نسخہ دہلی، کاٹ کی تلوار۔ ۱۳ ب، نسخہ کانپور، پارہ دم۔ ۱۴ الف، نسخہ کانپور، غربال و پرویزن۔

ب، نسخہ کانپور، چھید کو رخہ پھر اور روزن کہو ۱۵ ب، نسخہ کانپور، اور گھٹنے کی درا ہے، یاد رکھ

جس کو کہتے ہیں جمائی، (فازہ) ہے
(بارہ) کہتے ہیں کڑے کو، ہم سے پوچھ
جس طرح گہنے کی (زبور) فارسی
بھڑکی، بھائی، فارسی (زبور) ہے
فارسی (آئینہ)، ہندی آرسی
ہینگ (آنگوزہ) ہے، اور (آریزیر) رانگ
(زوجہ) جوڑو، (یزنہ) بھنوی کو جان
لوہے کو کہتے ہیں (آهن) اور (حیدر)
ہے (آوا) آواز، سامان اور اول
(سیر) لہسن، (ترب) مولیٰ، (تہرہ) ساگ
روٹی کی پونی کا ہے (پاغند) نام
(گنی) اور (گیہاں) ہے دُنیا، یاد رکھ
(کوہ) کو ہندی میں کہتے ہیں پہاڑ
تکہ (بالیش)، اور بچھونا، بستر
یسترا بولیں سپاہی اور فقیر
(پیر) بوڑھا اور (برنا) ہے جوان
اینٹ کے گارے کا نام (آرڈ) ہے
(پند) کو (آندرز) بھی کہتے ہیں، ہاں
کہا ہے (ارض) اور (مرز)، تم سمجھے؟ (زمین)

جو ہے انگڑائی، وہی (آخیازہ) ہے
پھاڑ ہے (تالار)، ایک عالم سے پوچھ
اُس طرح ہنسی کی (پرگر) فارسی
دسپنا (آنبر) ہے اور (آنبور) ہے
اور ہے کنگھے کی، (شانہ)، فارسی
(ساز) باجا، اور ہے آواز (بانگ)
(خشم) غصے اور بدخون کو جان
جو سی ہو چیز، اُسے کہتے (جدید)
(یرخ)، (قیمت) اور (بہا) یہ سب ہیں مول
کہا (بخور)، برخیز اُنہ، (بگریز) بھاگ
(دوک) تکلے کو کہیں گے لاکلام
اور ہے (آداف) دھنیا، یاد رکھ
فارسی (گلخن) ہے، اور ہندی ہے بھاڑ
اصل (بستر) ہے، سمجھ لو تم زرا
ورنہ (یستر) کہتے ہیں برنا و پیر
جان کو البتہ کہتے ہیں (رواب)
ہے (نصیحت) بھی وہی، جو (پند) ہے
(ارض) ہے، پر (مرز) بھی کہتے ہیں، ہاں
(عُتق) گردن، اور پیشانی (آجین)

۲ ب، نسخہ کانپور، اک عالم - ۳ الف، نسخہ کانپور، بھڑکی، دیکھو، فارسی زبور ہے - ۶ الف، نسخہ دہلی، ہینگ ہے
انگوزہ، ہے آریزیر رانگ - ۷ ب، نسخہ دہلی، غصہ - ۸ ب، نسخہ کانپور، جوٹی ہے چیز - ۱۱ الف، نسخہ کانپور، باغندہ -

(آس) چگئی، (آسیا) مشہور ہے
 بانسلی (نئے) اور (آجلجل) جہانجھ ہے
 (کُحل) سُرمہ، اور سلائی (میل) ہے
 پایا قادر نامے نے آج اختتام
 شعر کے پڑھنے میں کچھ حاصل نہیں غزل
 علم سے ہی قدر ہے انسان کی
 کیا کہیں کھائی ہے حافظ جی کی مار؟
 کس طرح پڑھتے ہو، رُک رُک کر، سبق؟
 جس نے قادر نامہ سارا پڑھ لیا
 اور (فوقل) چھالیا مشہور ہے
 پھر (سسترون) اور (عقیقہ) بانجھ ہے
 جس کو جھولی کہیے، وہ (زنبیل) ہے
 اک غزل تم اور پڑھ لو، والسلام!
 ماتا، لیکن ہمارا دل، نہیں
 ہے وہی انسان، جو جاہل نہیں
 آج ہنستے آپ جو کھل کھل نہیں
 ایسے پڑھنے کا تو میں قائل نہیں
 اُس کو آمد نامہ کچھ مشکل نہیں



۱۱۰ اے جہاں آفریں، خدائے کریم
 نام مکلوڈ جن کا ہے مشہور
 صانعِ ہفت چرخ و ہفت اقلیم
 یہ ہمیشہ بصد نشاط و سرور

۳۱۱ الب، نسخۃ دہلی، قادر نامہ -

۱۔ یہ مثنوی میرزا غالب کے مرتبہ اُس بے نام اُردو کتابچے کے دیاچے کے آخر میں
 ملتی ہے، جو اُنہوں نے ہندوستان میں مقیم انگریزوں کو اردو سکھانے کے لیے
 اپنے منتخب رقعات اور اشعار پر مشتمل ترتیب دیا تھا۔ میرزا صاحب نے یہ کتابچہ
 جس زمانے میں میکلوڈ صاحب کی نذر کیا ہے، اُس زمانے میں وہ پنجاب کے فائنل
 کمشنر تھے۔ تاریخ پنجاب مصنفہ دیسی برشاد: ۱۹۷ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰
 جنوری ۱۸۶۵ء کو منٹگمری نے پنجاب کی گورنری سے استعفا دیا، تو اُن کی جگہ
 میکلوڈ صاحب کا تقرر کیا گیا۔ لہذا اس کتابچے کو کم از کم ۱۸۶۴ء میں مرتب
 ہونا چاہیے۔ (باقی)

عمر و دولت سے شادمان رہیں اور غالب پہ مہربان رہیں۔

(فہ) اس کی اصل ڈاکٹر عبدالستار صدیقی صاحب (الہ آباد) کے پاس محفوظ ہے وہ اپنے مکتوب بنام مالک رام صاحب مورخہ ۸ فروری سنہ ۱۹۵۴ع میں تحریر فرماتے ہیں: «رقعاتِ غالب (انتخاب) میرے پاس بہت مدت سے ہے۔ جب وہ نسخہ میری ملک میں آیا تھا، اُسی دوران میں ایک صاحب نے اُسے مستعار لے کر نقل کر لیا (چھوٹا سا تو رسالہ ہے) اور چھپوا ڈالا۔ جو شخص میرے ہاتھ بیچ رہا تھا، اُس نے مجھے خبر کی۔ میں نے باوجود اس سانچے کے اُسے لے لیا۔ بعد کو چھپا ہوا نسخہ دیکھا۔ غارت کر کے چھپوایا تھا۔ پھر ایک شخص نے اُن حضرت کی اجازت سے لاہور میں چھپوایا۔ صورت بہتر، لیکن غلط جیسا وہ تھا ویسا یہ۔ اب میں خود چھپوانے کا ارادہ کر رہا ہوں۔»: نقوش، خطوط نمبر ۳: ۶۶، بابت اپریل مئی ۱۹۶۸ع۔

ڈاکٹر صاحب کا اشارہ محمد عبدالرزاق حیدرآبادی متوفی ۱۵ دسمبر ۱۹۶۷ع کی طرف ہے، جنہوں نے اس کتابچے کو انتخابِ غالب کے نام سے سنہ ۱۳۴۵ھ میں حیدرآباد سے شائع کیا تھا۔

یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ کتابچہ مرزا غالب کی حیات میں بھی چھپا تھا یا نہیں۔ لیکن مرزا صاحب نے اسی قسم کا ایک کتابچہ فارسی سکھانے کے لیے بھی «نکات و رقعات» کے نام سے مرتب کیا تھا، اور وہ فروری سنہ ۱۸۶۷ع میں مطبعِ سراجی دہلی میں چھپ کر شائع ہوا تھا۔ اس کے پیش نظر بعید نہیں کہ یہ اردو کتابچہ بھی اُن کی زندگی میں چھپ چکا ہو۔ بہر حال چند درسی کتابوں کی ترتیب پر اُنہیں دربارِ گورنری میں موردِ تحسین قرار دیا گیا تھا۔ ملاحظہ ہو تعارفِ نکات و رقعات از اکبر علی خاں۔

قصائد



ملاذِ کشور و لشکر، پناہِ شہر و سپاہ جنابِ عالی ایلن برون والا جاہ

۱۔ یہ قصیدہ میرزا صاحب نے منشی شیونراین کی طرف سے مسٹر ایلن برون کے یہاں پیش کیا ہونے کی مبارکباد پر لکھا تھا۔ چنانچہ منشی جی کو خط میں لکھنے میں: مکمل آپ کا خط آیا۔ رات بھر میں نے فکرِ شعر میں خونِ جگر کھایا۔ ۲۱ شعر کا قصیدہ کہہ کر تمہارا حکم بجالایا۔ میرے دوست، خصوصاً میرزا تقی، جانتے ہیں کہ میں فنِ تاریخ کو نہیں جانتا۔ اس قصیدے میں ایک روشِ خاص سے سنہ ۱۸۵۸ع کا اظہار کر دیا ہے۔ خدا کرے، تمہارے پسند آوے۔ تم خود قدردانِ سخن ہو، اور نین استاد اس فن کے تمہارے یار ہیں۔ میری محنت کی داد مل جائے گی۔ (اردو میں معنی: ۳۵۰، و خطوط ۱: ۲۷۵)۔

مدوح کا نام اردو میں معنی اور خطوط دونوں میں ایلن برون ہے۔ اس نام کے کسی انگریز افسر کا جھوٹا نہ چل سکا۔ ایک مشہور شخصیت ایلن برو گورنر جنرل کی ہے۔ مگر وہ اُس زمانے میں انگلستان میں بورڈ آف کنٹرول کے صدر تھے۔ بظاہر شیونراین کا اُن سے ایسا تعلق نہ ہونا چاہیے کہ یہ اُنہیں انگلستان تک مبارکباد کا قصیدہ لکھوا کر بھیجیں۔ ہاں، اگر یہ قصیدہ ملکہ وکٹوریا کی مدح میں ہوتا، تو اُن کے توسط سے ملکہ کی خدمت میں پیش ہونا تسلیم کرایا جاتا، جس طرح میرزا صاحب نے ۱۸۴۵ع میں وکٹوریا کی مدح کا قصیدہ اُن کے پاس انگلستان بھیج کر پیش کرایا تھا۔

بلند رتبہ وہ حاکم، وہ سرفراز امیر
وہ تحضرتِ رحمت و رافت، کہ بہرِ اہلِ جہاں
وہ عینِ عدل کہ دہشت سے جس کی پُرسش کی
زمین سے سُودۂ گوہر اُٹھے، بجائے غبار
وہ مہرباں ہو، تو انجم کہیں: "آہی، شکر!"
یہ، اُس کے عدل سے اَضداد کو ہے، آمیزش
ہزبر، پنجے سے لینا ہے کام شانے کا
نہ آفتاب، ولے آفتاب کا ہم چشم
خدا نے اُس کو دیا ایک خوبرو فرزند
یہ! ستارۂ روشن، کہ جو اُسے دیکھے
خدا سے ہے یہ تَوَقُّع کہ عہدِ طفلی میں
جوان ہو کے کرے گا، یہ، وہ جہانبانی
کے گی خلقِ اِسے: "داورِ سپہر شکوہ،
عطا کرے گا خداداوندِ کارساز اِسے
ملے گی اِس کو وہ عقلِ نہفتہ داں کہ اِسے
یہ، تُرکناز سے، برہم کرے گا کِشورِ روس
سینِ عیسوی اُٹھارہ سو اور اُٹھاون
یہ جتنے سینکڑے ہیں، سب ہزار ہو جاویں
اُمیدوارِ غنایات، شیو ناراین

کہ، باج تاج سے لینا ہے، جس کا طرفِ کلاہ
نیابتِ دَمِ عیسیٰ کرے ہے، جس کی نگاہ
بنے ہے، شعلۂ آتش، انیسِ پَرۂ کاہ
جہاں ہو، تو سنِ حُشمت کا اُس کے جولاں گاہ
وہ خشمگین ہو، تو گردوں کہے: "خدا کی پناہ!"
کہ دشت و کوہ کے اطراف میں، بہرِ سرِ راہ
کبھی جو، ہوتی ہے اُلجھی ہوتی، دَمِ روباہ
نہ بادشاہ، ولے مرتبے میں کھمسرِ شاہ
ستارہ جیسے چمکتا ہوا بہ پہلوئے ماہ
شُعاعِ مہرِ درخشاں ہو، اُس کا تارِ نگاہ
بنے گا، شرق سے تا غرب، اِس کا بازی گاہ
کہ تابع اِس کے ہوں روز و شبِ سپید و سیاہ
لکھیں گے لوگ اِسے: "خسروِ ستارہ سپاہ،
روانِ روشن و خوئے خوش و دلِ آگاہ
پڑے نہ، قطعِ خصوصیت میں، احتیاجِ گواہ"
یہ لے گا، بادشہ چیں سے، چھین تخت و کلاہ
یہ چاہتے ہیں جہاں آفریں سے، شام و پگاہ
دراز اِس کی ہو عمر اس قدر، سخن کوتاہ
کہ آپ کا ہے نَمکِ خوار اور دولت خواہ

۶. اردو سے معنی ۳۵۰، خطوط ۲۷۵۵۱، حقہ ندارد۔
۷. الف، اردو سے معنی، خلاط، پیچہ۔
۸. ب، اردو سے معنی، مرتبہ۔
۱۸. الف، اردو سے معنی، سینکڑیں۔

یہ چاہتا ہے کہ دنیا میں عِزّ و جاہ کے ساتھ تمہیں اور اس کو سلامت رکھے سدا، اللہ !



گنی ہیں سال کے رشتے میں بیس بار گیرہ ابھی حساب میں باقی ہیں، سو ہزار گرہ

۲ الف، طاہر، رشتہ -

۱۔ یہ قصیدہ راجہ شیودان سنگھ والی الور کی شان میں لکھا گیا ہے۔ مصرعِ اوّل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت اُن کی ۲۰ ویں سالگرہ کا جشن منایا جا رہا تھا۔ چونکہ وہ، راجہ بینی سنگھ کے ۱۸۵۷ ع میں مرنے پر، ۱۳ برس کی عمر میں مسند نشین ہوئے، اور ستمبر ۱۸۶۳ ع میں بلوغ کو پہنچ کر بااختیار کیے گئے (ریاض الامرا مصنفہ مولوی رحمت علی خان: ۹۴، طبع نولکشور ۱۸۷۳ ع)، اس حساب سے یہ قصیدہ اسی مہینے میں لکھ کر پیش کیا گیا ہو گا۔

رہی اس کی اشاعت، تو یہ سب سے پہلے رسالۂ اردو، اکتوبر ۱۹۲۵ ع میں شائع ہوا تھا۔ علاوہ ازیں یہ دیوانِ غالب کے طاہر ایڈیشن: ۱۴۰ (مطبوعہ ۱۹۳۶ ع) میں بھی شامل ہے۔ طاہر ایڈیشن کی بنیاد ایک ایسا مخطوطہ ہے جو حسین میرزا ابنِ حسام الدین حیدر خان نے غالب کی حیات میں پنجشنبہ ۶ جمادی الثانی ۱۲۷۷ھ مطابق ۲۰ دسمبر ۱۸۶۰ ع کو کتابت کر کے تمام کیا ہے اور غالب کی نظر سے گزر چکا ہے۔ لیکن اس میں کچھ ایسا کلام بھی ہے جو متداول دیوان سے زیادہ ہے۔ اس کے بارے میں آغا طاہر مرتبِ طاہر ایڈیشن نے یہ نہیں بتایا کہ یہ کلام انہیں مستعملہ مخطوطے میں ملا یا دوسرے ذرائع سے جمع کیا گیا۔ چونکہ یہ کلام اس ایڈیشن کی طباعت سے پہلے مخالف رسائل و اخبارات میں شائع ہو چکا تھا، اس لیے ہو سکتا ہے کہ یہ سب حسین میرزا کے مخطوطے میں نہ ہو۔ تاہم اس قصیدے کے شعر: متاعِ عیش کا ہے الخ اور آئندہ قصیدے کے شعر: بزمِ گہ میں امیرِ شاہ نشان الخ سے پہلے لفظ 'تمہ' لکھا ہوا ہے۔ یہ لفظ تازہ کلام کے حاشیے پر اضافے کی صورت میں جگہ ختم ہو جانے کے بعد بقیہ حصّہ کلام دوسرے صفحے کے حاشیے پر درج (بانی)

ہوا کرے گی ہر اک سال آشکار، گرہ
 یہ کہکشاں ہے، کہ ہیں اس میں بے شمار گرہ
 کہ ہر گرہ کی گرہ میں ہیں، تین چار گرہ
 کہ »دیکھ کتنی، اُٹھالائے گا یہ تار، گرہ«
 جو یاں گزین کے، تو پاویں کے نو ہزار گرہ
 کرے گا سینکڑوں، اس تار پر شمار، گرہ
 رواں ہو تار پہ فی الفور، دانہ وار، گرہ
 کہ لائے غیب سے غنچوں کی، نو بہار، گرہ
 ہوا میں بوند کو، ابرِ تگرگ بار، گرہ
 کہ ہو گئے ہیں، گہرے شاموار، گرہ
 کہ بن گئے ہیں، ثمرے شاخسار، گرہ
 تجھے بتاؤں کہ کیوں کی ہے اختیار، گرہ؟

گرہ کی ہے بھی گنتی کہ تا بروز شمار
 یقین جان، برس گانٹھ کا جو تاگا ہے
 گرہ سے اور گرہ کی اُمید کیوں نہ بڑھے؟
 دکھا کے رشتہ، کسی جوتشی سے پوچھا تھا
 کہا کہ »چرخ پہ ہم نے گنتی ہیں نو گرہیں
 خود آسمان ہے مہارائے راجہ پر صدقے
 وہ راتِ راجہ بہادر کہ حکم سے جن کے
 اُنہیں کی سالگرہ کے لیے ہے سال بسال
 اُنہیں کی سالگرہ کے لیے بنانا ہے
 اُنہیں کی سالگرہ کی یہ شام مانی ہے
 اُنہیں کی سالگرہ کے لیے ہے یہ توقیر
 سن، اے ندیم، برس گانٹھ کے، یہ، تاکے نے

- ۱ ب، طاہر، پیشکار - ۲ الف، طاہر، جو ہے تاگا - ۳ الف، طاہر، کیوں نہ پڑے - ۴ ب، اردو، پاٹن کے -
 ۵ الف، اردو، مہاراجہ راو - ۶ ب، اردو، سیکڑوں - ۷ الف، اردو، وہ راجہ راو بہادر - ۸ الف، طاہر، انہی آئندہ
 انتظار میں ہیں یہی املا ہے -

(بقیہ) کرنے سے پہلے لکھ دیا جاتا ہے تاکہ تسلسل معلوم ہو جائے۔ چنانچہ دیوانِ
 غالب فارسی (رضالائبریری، لوہارو کلکشن) کے ورق ۱۰۴ الف کے حاشیے پر
 میرزا غالب نے اپنا قصیدہ »تاجہ زینگ است این کاندز جہان آورده اند« اضافہ
 کرتے ہوئے اس صفحے پر جگہ تمام ہو جانے کی وجہ سے قصیدے کا بقیہ حصہ
 ورق ۱۰۴ ب پر نقل کیا تو اس سے پہلے لفظ »تمہ« لکھا۔ اس سے یہ سمجھا
 جاسکتا ہے کہ طاہر ایڈیشن میں یہ قصیدے کسی رسالے سے نقل نہیں کیے
 گئے ہیں، بلکہ خود حسین میرزا کے نسخے کے حاشیے میں موجود تھے۔
 ۱۔ ماخذوں میں یونہی ہے مگر میری دانست میں صحیح لفظ »توفیر« ہے۔

لگے گی، اس میں، ثواب کی اُسوار گرہ
بلا مبالغہ، درکار ہے ہزار گرہ
کہ چھوڑنا ہی نہیں، رشتہ، زینہار گرہ
پچی نہ، از پئے بندِ نقابِ یار، گرہ
کہ جادہ رشتہ ہے، اور ہے شترِ قطار گرہ
کڑوڑوں ڈھونڈ کے لانا یہ خاکسار گرہ
پڑی ہے، غم کی، مرے دل میں، پیچدار گرہ
زبان تک آ کے، ہوئی اور اُسوار گرہ
بُری طرح سے ہوئی ہے گلے کا ہار گرہ
کبھی کسی سے کُھلے گی نہ، زینہار گرہ
پڑی ہے یہ جو بہت سخت نابکار گرہ
خدا کرے کہ کرے اس طرح اُبھار گرہ

ہے دعاے بقاے جنابِ فیض مآب
ہزار دانے کی تسبیح چاہتا ہے بسے
عطا کیا ہے خدا نے وہ جاذبہ اُس کو
کشادہ رُخ نہ بھرے کیوں؟ کہ اس زمانے میں
متاعِ عیش کا، ہے، قافلہ چلا آتا
خدا نے دی ہے وہ، غالب کو، دستگاہِ سخن
کہاں مجالِ سخن؟ سانس لے نہیں سکتا
گرہ کا نام لیا، پر نہ کر سکا کچھ بات
کُھالے یہ گاتھم، تو البتہ دم نکل جاوے
۱۰ ادھر نہوگی، توجہ حضور کی جب تک
دعا یہ ہے کہ مخالف کے دل میں، از رہِ بُغض
دل اُس کا پھوڑ کے نکلے، بشکل پھوڑے کے



مرحبا! سالِ فسرّخی آئیں عیدِ شوال و ماہِ فروردیں

- ۱ الف، طاہر، نص، (سہو کاتب) - ۲ الف، طاہر، دانہ - طاہر، چاہتا ہے یہی - ۳ الف، طاہر، یہ جاذبہ -
۴ الف، طاہر، جب اس زمانہ - اردو، طاہر، بجسے (سہو کاتب) - ۶ ب، اردو، کردوں، طاہر، کروڑ - ۷ ب،
طاہر، دل میں مرے غم کی - ۹ الف، اردو، جاوے - ۱۱ الف، طاہر، دعا ہے یہ - ۱۳ ب، طاہر، شوال ماہ -

۱ - یہ قصیدہ مرزا سعید الدین احمد خان بہادر طالب دہلوی جاگیردار ریاستِ لوہارو
کے ذریعے سے رسالۃ کمال دہلی کی اشاعتِ جنوری ۱۹۱۰ع میں شایع ہوا تھا۔ اس
کے بعد البلاغ کلکتہ، ۱۷ مارچ ۱۹۱۶ع اور دبدبہ سکندری رام پور، ۱۷ اپریل
۱۹۱۶ع میں چھپا۔ مولانا نظامی بدایونی نے بھی اپنے مرتبہ دیوانِ غالب کے آخر
میں اسے غیر مطبوعہ کلام کے تحت درج کیا، اور یہ بھی لکھا کہ یہ قصیدہ نواب
کلب علی خان بہادر والی رامپور کے غسلِ صحت کی مبارک تقریب میں لکھا گیا
تھا۔ اُن کی یہ اطلاع رسالۃ کمال کے تمہیدی نوٹ پر مبنی تھی جس میں پیارے لال (انی)

مہ و سال، اشرفِ شہور و سینیں
لیک، بیش از سہ ہفتہ بعد نہیں
بجلیں، جا بجا، ہوئیں رنگیں
باغ میں سو بسو، گل و نسریں
باغ، گویا، نگار خانہ چیں
جمع ہرگز ہوئے نہوں کے کہیں
منعقد، محفلِ نشاطِ قریں
رونی افزائے مسندِ تمکین
رزمگہ میں، حریفِ شیر کہیں
خیرخواہِ جناب، دولت و دیں
جن کی خانم کا، آفتاب، نگین
آسمان، ہے گدائے سایہ نشین

شب و روز، افتخارِ لیل و نہار
گرچہ ہے بعدِ عید کے نوروز
سو، اس اگنیس دن میں، ہولی کی
شہر میں، کو بکو، غیر و گلال
شہر، گویا، نمونہ گلزار
تین تیوہار اور ایسے خوب
پھر ہوئی ہے اسی مہینے میں
محفلِ غسلِ صحتِ نواب
بزمگہ میں، امیرِ شاہِ نثار
پیشگاہِ حضور، شوکت و جاہ
جن کی مسند کا، آسمان، گوشہ
جن کی دیوارِ قصر کے نیچے

۷ الف، کمالِ البلاغ، ہولی کے - ۶ الف، کمال، طاہر، تہوار - ۸ ب، طاہر، مسند و تمکین - ۱۰ الف، طاہر، پیشکار - ۱۱ ب، طاہر، جن کے (سہو کاتب) -

(قبہ) رونق ایڈیٹر کمال نے سہو اس قصیدے کو خلد آشیان (نواب کلب علی خاں بہادر) کی مدح میں قرار دیا تھا۔ در اصل یہ نواب یوسف علی خاں بہادر ناظم کے جشنِ صحت کے موقع پر لکھا گیا تھا۔ اس لیے کہ اس میں عید، نوروز اور ہولی کا جمع ہونا تحریر ہے۔ امیر مینائی کے قطعہ تاریخ (انتخابِ یادگار: ۵۰ و مرآۃ الغیب: ۳۴۰) سے معلوم ہوتا ہے کہ تیوہاروں کا یہ اجتماع نواب ناظم کے غسلِ صحت کے وقت ہوا تھا۔ امیر مینائی کے قطعے کا آخری مصرع یہ ہے: ”مہینا عید کا، نوروز کا دن، روزِ صحت ہے۔“ نیز منشی سیل چند کے نام میرزا صاحب کے مکتوب مورخہ ۱۹ جنوری ۱۸۶۵ ع سے پتا چلتا ہے کہ یہ قصیدہ ۲۵ دسمبر ۱۸۶۴ ع اور ۸ جنوری ۱۸۶۵ ع کے درمیان لکھا گیا تھا۔ مرض اور افاقے سے متعلق مکاتیبِ غالب، طبعِ چہارم، میں خطوط ۳۶ - ۴۴ و ۱۲۲ - ۱۲۴ اور اُن کے متعلقہ حواشی ملاحظہ ہوں۔

نہوئی ہو کبھی بروے زمین
نور مے، ماہ ساغرِ سیمیں
ہے وہ بالائے سطحِ چرخِ بریں
یہ، ضیا بخشِ چشمِ اہلِ یقین
کہ جہاں گدیہ گر کا نام نہیں
زالہ آسا، پچھے ہیں، دُرّ تمیں
جلوۃ لولیانِ ماہ جبین
یاں، وہ دیکھا پچشمِ صورتِ یں
بکمالِ تجمل و تزئین
اور بالِ پری ہے، دامنِ زین
بن گیا، دشت، دامنِ گلچیں
رہروں کے مَشاہ، عطر آگین
فوج کا ہر پیادہ، ہے فرزین
جس طرح ہے سپہر پر، پروں
ران پر داغِ تازہ دے کے، وہیں
خاص بہرام کا ہے زیبِ سُریں
مَدعا، عرضِ فتنِ شر نہیں
گر کہوں بھی، تو کس کو آئے یقین
ہو گیا ہوں نزار و زار و حزیں

دھر میں اس طرح کی بزمِ سرور
انجمِ چرخ، گوہر آگین فرش
راجہ اندر کا جو اکھاڑا ہے
وہ نظر گاہِ اہلِ وہم و خیال
واں کہاں یہ عطا و بذل و کرم
یاں زمین پر نظر جہاں تک جاے
نغمۃ مطربانِ زُمرہ نوا
اُس اکھاڑے میں جو کہ ہے مظنون
سرورِ مہرِ فر ہوا جو سوار
سب نے جانا کہ ہے پری توسن
نقشِ سُمِ سہند سے، یکسر
فوج کی گردِ راءِ مُشکِ فشان
بسکہ بخشی ہے فوج کو عزت
مَوکِبِ خاص، یوں زمین پر تھا
چھوڑ دینا تھا گور کو، بہرام
اور داغِ آب کی غلامی کا
بندہ پرور، شاطرِ رازی سے
آپ کی مدح اور میرا مُنہ
اور پھر اب، کہ ضعفِ پری سے

۲ الف، طاہر، اکھاڑہ۔ ۵ ب، طاہر، داد گر کا نام (سہو کاتب)۔ ۶ ب، طاہر، بولیان (سہو کاتب)۔
۷ کال، ہدایوں، طاہر، وقہ ندارد۔ ۸ الف، البلاغ، سہند ہے (سہو کاتب)۔ ۹ کال، ہدایوں وقہ ندارد۔
۱۰ ب، کال، آئے کسی کو۔

پیری و نیستی، خدا کی پناہ !
 صرف، اظہار ہے، ارادت کا
 مدح گستر نہیں، دعا گو ہے
 دعا بھی یہی کہ دنیا میں
 دستِ خالی و خاطرِ غمگین
 ہے قلم کی، جو سجدہ ریز، جبین
 غالبِ عاجزِ نیاز آگین
 تم رہو زندہ جاوداں، آمین !



۱۰ کرتا ہے، چرخ، روز بصدِ گوئے احترام
 فرمانروائے کشورِ پنجاب کو، سلام

۲ ب، کال، ہدایوں، ارمغانِ غالب، ہے قلم کو (کال، کی) جو سجدہ ریز زمیں - طاہر، ہے قلم کے جو سجدہ ریز جبین ۲ ب، طاہر، نیاز گزین -

۱۔ مرزا غالب مرحوم کا ایک غیر مطبوعہ قصیدہ کے عنوان سے مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے اخبار الہلال ۱۷ جون ۱۹۱۴ء میں ایک مضمون لکھا تھا، جسے رسالۂ زمانہ کانپور، جولائی ۱۹۱۴ء، میں بھی نقل کیا گیا۔ اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصیدہ لارڈ کیننگ کے دربارِ آگرہ منعقدہ ۱۳ جنوری سنہ ۱۸۶۰ء کے موقع پر میرزا صاحب نے لکھا تھا۔ لیکن میری دانست میں یہ تاریخ درست نہیں۔ اول اس بنا پر کہ اس میں میکلوڈ صاحب کو فرمانروائے پنجاب بتایا ہے، اور وہ ۱۰ جنوری سنہ ۱۸۶۵ء کو منٹگمری کے مستعفی ہونے کے بعد، فائشل کشنری پنجاب کے عہدے سے ترقی پا کر، لفٹنٹ گورنر پنجاب ہوئے تھے۔ (تاریخ پنجاب از منشی دیسی پرشاد: ۱۹۷، مطبع نولکشور لکھنؤ ۱۸۷۲ء)۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ اس کے ۱۹ ویں شعر میں ریل کے کھلنے کا ذکر ہے۔ اور اس کا واقعہ یہ ہے کہ سنہ ۱۸۵۷ء میں ایسٹ انڈیا ریلوے کلکٹنے سے رانی گنج تک، جو ۱۲۰ میل کا فاصلہ ہے، جاری تھی۔ تعمیر کا کام برابر دلی تک جاری رہا۔ پہلے (باقی)

نَوَابِ مُسْتَطَاب، امیرِ شہ احتشام
تُرکِ فَلَک کے ہاتھ سے، وہ، چھین لیں حُسام
وان، آسمانِ شیشہ بنے، آفتاب جام
دل نے کہا کہ یہ بھی ہے تیرا خیالِ خام
حضرت کا عِزّ و جاہ رہے گا عَلٰی الدَّوام،
دریائے نور ہے، فَلَکِ آبِ گینہ فام
حق کے تَقَضُّلات سے، ہو مرجعِ اَنام
تحریر ایک، جس سے ہوا بندہ تلخ کام

حق گوئے و حق پرست و حق اندیش و حق شناس
حُجْم رَبِّہ مِکْلُوڈ بہادر کہ وقتِ رزم
جس بزم میں کہ ہو اُنہیں آہنگِ مِکشی
چاہا تھا میں نے، تم کو مہِ چارہ کہوں
۵ دو رات میں تمام ہے، ہنگامہ ماہ کا
سچ ہے تم آفتاب ہو، جس کے فُروغ سے
میری سنو، کہ آج تم اِس سرزمین پر
اخبارِ لودھیانہ میں میری نظر پڑی

۲ الف، الملال، مکلوڈ۔ طاہر، مگلوڈ۔ ۳ الف، الملال، ارمان غالب، آئین میکشی۔ ۴ طاہر، حق، ندارد۔
۸ الف، طاہر، لدھیانہ (سہو کاتب)۔

(بقیہ) آگرے سے جہنا کے غربی کنارے کے ساتھ ساتھ داغ بیل ڈالی گئی۔ شورشِ ۱۸۵۷ع
کے بعد اُس کی جگہ ٹونڈلا جنکشن سے علی گڑھ ہوتی ہوئی جہنا کے مشرقی کنارے
چولا تک کا حصہ سنہ ۱۸۶۴ع میں کھولا گیا۔ اُس وقت جہنا کا پل بن رہا تھا۔ سنہ
۱۸۶۶ع کے آخر میں یہ پل بن کر تیسرا ہوا اور یکم جنوری ۱۸۶۷ع کو پہلی بار
اس پر سے ریل گزری۔ (واقعاتِ دارالحکومتِ دہلی ۷۴۳:۱ و ۲۲۳:۲)۔
تیسرے اس وجہ سے کہ ۱۳ ویں شمار میں میرزا صاحب نے اپنی عمر ۷۰ برس
کی بتائی ہے۔ چونکہ اُن کا سالِ پیدائش ۱۲۱۲ھ (۱۷۹۷ع) ہے، اور ان میں ۷۰
کا اضافہ کیا جائے، تو ۱۲۸۲ھ (۱۸۶۷ع) ہوتے ہیں۔ اس صورتِ حال کے
پیش نظر یہ قصیدہ جنوری ۱۸۶۷ع کے پہلے کا نہیں ہو سکتا۔ اور چونکہ اس
کے ۱۴ ویں شمار میں ۱۳ جنوری کا ذکر ہے، لہذا اس تاریخ کے بعد کا ہونا چاہیے۔

نکڑے ہوا ہے، دیکھ کے تحریر کو، جگر
وہ فرد، جس میں نام ہے میرا غلط لکھا
سب صورتیں بدل گئیں، ناگاہ، یک قلم
ستر برس کی عمر میں یہ داغِ جانگسداں
اُٹھی، جنوری مہینے کی تاریخ، تیرہویں
اُس بزمِ پُرفُروغ میں، اُس تیرہ بخت کو
سمجھا اُسے گراب، ہوا پاش پاش، دل
عزت پہ، اہلِ نام کی ہستی کی، ہے، بنا
تھا ایک گونہ ناز جو اپنے کال پر
آیا تھا، وقت ریل کے کُھلنے کا بھی، قریب
اس کشمکش میں آپ کا مداحِ دردمند
جو واں نہ کہہ سکا، وہ لکھا ہے حضور کو
ملک و سپہ بہو، تو نہو، کچھ ضرر نہیں
و کُٹوریا کا، دھر میں جو، مدح خوان ہو
خود، ہے تدارک اس کا، گورنٹ کو ضرور
امرِ جدید کا، تو نہیں ہے مجھے، سوال

کاتب کی آستیں ہے، مگر، تیغ کا نیام
جب یاد آگئی ہے، کایا لیا ہے تھام
لمبر رہا، نہ نذر، نہ خلعت کا انتظام
جس نے، جلا کے، راکھ بچھے کر دیا تمام
استادہ ہو گئے لبر دریا پہ جب خیام
لمبر ملا نشیب میں، از روئے اہتمام
دربار میں جو، مجھ پہ چلی، کُشمکِ عوام
عزت جہاں گئی، تو نہ ہستی رہی، نہ نام
اُس ناز کا، فلک نے لیا مجھ سے، انتقام
تھا بارگاہِ خاص میں خلعت کا ازدحام
آقاے نامور سے نہ کچھ کرسکا کلام
دیں آپ میری داد، کہ ہوں قاتِلُ المرام
سلطانِ بَر و بحر کے درکا، ہوں میں، غلام
شاہانِ عصر، چاہیے، این عزت اُس سے وام
بے وجہ کیوں ذلیل ہو، غالب ہے جس کا نام
بارے قدیم قاعدے کا، چاہیے، قیام

- ۱ ب، الہلال، ارمغان غالب، تیغ بے نیام (سہو کاتب) - ۲ ب، طاہر، ارمغان غالب، کلیچہ (سہو کاتب) - ۳ ب، الہلال، طاہر، ارمغان غالب، نمبر (سہو کاتب) - ۴ ب، طاہر، جو خیام - ۵ الف، طاہر، بزمِ فروغ (سہو کاتب) - ۶ الف، طاہر، بزمِ فروغ (سہو کاتب) - ۷ الف، طاہر، بزمِ فروغ (سہو کاتب) - ۸ الف، الہلال، ارمغان غالب، نام کے - ۹ الف، طاہر، کی تھی - ۱۰ ب، ارمغان غالب، طاہر، ازدحام (سہو کاتب) - ۱۱ الف، الہلال، ارمغان غالب، نہ کرسکا تھا وہ لکھا حضور کو - ۱۲ الف، طاہر، امرِ جدید کا نہیں ہے سوال (سہو کاتب) - ۱۳ الف، طاہر، قاعدہ - ۱۴ الف، طاہر، قاعدہ - ۱۵ الف، ارمغان غالب، گورنٹ (سہو کاتب) - ۱۶ الف، طاہر، امرِ جدید کا نہیں ہے سوال (سہو کاتب) - ۱۷ الف، طاہر، قاعدہ -

چاہیں اگر حضور۔ تو مشکل نہیں یہ کام
یعنی، دعا یہ مدح کا، کرتے ہیں اختتام
اقلیم۔ ہند و سند سے تا ملکِ روم و شام

ھے بندے کو اعادۂ عزّت کی آرزو
دستورِ فنِ شعر یہی ھے۔ قدیم سے
ھے یہ دعا کہ زیرِ نگین آپ کے رہے

۱ الف، طاهر، ارمان غالب، بندہ - ۲ الف، طاهر، نہیں ہے قدیم سے (سہو کاتب) - ۳ ب، الہلال، طاهر، ہندوستان - (سہو کاتب) -

مرثیہ

۱

ہاں، اے نفسِ یادِ محسّر، شعلہ فشاں ہو اے دجلۂ خون، چشمِ ملائک سے رواں ہو
اے زمزمۂ قَم، لبِ عیسیٰ پہ فغاں ہو اے ماتمیانِ شہِ مظلوم کہاں ہو؟
بگڑی ہے بہت بات، بنائے نہیں بتی
اب گھر کو بغیر آگ لگائے نہیں بتی

۱ الف، بیاض علاقہ: ۱۱۱ ب، یاد صبا - ب، بیاض، ملائک میں - رد واقعات انیس: ۲۸ میں یہ بند کا تیسرا مصرع ہے -
۲ ب، جلوة خضر، رد واقعات، شہ معصوم - لیکن سرور بیاض میں مظلوم ہی ہے -

۱- خواجہ حالی نے یادگارِ غالب: ۹۱ میں لکھا ہے کہ: ایک بار غالباً مجتہد العصر
سید محمد صاحب مرحوم و مغفور نے مرزا سے اس بات کی خواہش کی
کہ اردو میں جنابِ سید الشہداء کا مرثیہ لکھیں - چونکہ مرزا اُن کی بہت تعظیم
کرتے تھے اور اُن کے سوال کو رد کرنا نہیں چاہتے تھے، اُن کے حکم کی تعمیل
کے لیے مرثیہ لکھنے بیٹھے - چونکہ اس کوچے میں کبھی قدم نہ رکھا تھا، اور
فرمائش ایسی چیز کی ہوتی تھی جس کو اور لوگ حدِ کمال تک پہنچا چکے تھے
اور قوا میں انحطاط شروع ہو گیا تھا، مشکل سے مسدس کے تین بند لکھے، جن میں
سے پہلا بند ہم کو یاد ہے اور یہاں نقل کیا جاتا ہے.... ایک یہ اور دو بند اور
لکھ کر مجتہد العصر کی خدمت میں بھیج دیے اور صاف لکھ بھیجا کہ یہ تین بند
صرف امثالِ امر کے لیے لکھے ہیں، ورنہ میں اس میدان کا مرد نہیں ہوں۔ (باقی)

نابِ محض و طاقۃ غوغا نہیں ہم کو ماتم میں شہِ دیں کے ہیں، سودا نہیں ہم کو
گھر پھونکنے میں اپنے، مٹایا نہیں ہم کو گر چرخ بھی جل جائے، تو پروا نہیں ہم کو
یہ خرگہ نہ پایہ جو مدت سے پسا ہے
کیا خیمۂ شبیر سے رتبے میں سوا ہے؟

۳ الف، سرو ریاض، جلوۂ خضر، رد واقعات، بجا - ب، جلوۂ خضر، رتبہ -

(بقیہ) یہ اُن لوگوں کا حصہ ہے جنہوں نے اس وادی میں عمریں بسر کی ہیں۔ مجھ کو
اُن کے درجے تک پہنچنے کے لیے ایک دوسری عمر درکار ہے۔ پس مجھے
اس خدمت سے معذور و معاف رکھا جائے۔

ریاض الدین امجد سندیلوی متخلص بریاض نے اپنے سفرنامے میں لکھا ہے کہ..... پھر چاندنی چوک
میں ہوتا ہوا بلی ماروں میں ہو کر شیرافکن خان کی بارہ دری میں، جہاں اسد اللہ خان غالب
عرف مرزا نوشاہ رہتے تھے، گیا۔ مرزا کی ملاقات سے شرفیابِ سعادت ہوا....
بعدہ مرزا نے تین بند مرثیے کے اپنی تصنیف کے سنائے۔ لوگ روئے پیشے چلائے
وہ بند میں نے طلب کیے۔ مرزا نے اپنے دستِ خاص سے لکھ کر دیے۔...
مرزا خود فرماتے تھے کہ یہ حصہ دیر کا ہے۔ وہ مرثیہ گوئی میں فوق لے گیا
ہے۔ ہم سے آ کے نہ چلا۔ ناتمام رہ گیا، (سرو ریاض: ۲۳ تا ۲۷)

یہ واقعہ ۶ محرم ۱۲۷۷ھ مطابق ۲۶ جولائی ۱۸۶۰ ع کا ہے۔

صغیر بلگرامی ۱۲۸۲ھ میں میرزا صاحب سے ملنے دلی گئے تھے۔ وہ جلوۂ خضر
(۱: ۲۲۴-۲۲۵) میں لکھتے ہیں کہ ایک دن مرثیے کا ذکر آ گیا۔ فرمانے
لگے کہ: میں نے بھی ایک مرثیہ شروع کیا تھا۔ تین بند کھکھر دیکھا، تو واسوخت
ہو گیا۔ وہ بند یہ ہیں.... پھر فرمایا واقعی یہ حق مرزا دیر کا ہے۔ دوسرا اس راہ میں
قدم نہیں اُٹھا سکتا۔

کچھ اور ہی عالم ہے، دل و چشم و زبان کا کچھ اور ہی نقشہ، نظر آتا ہے، جہاں کا
کیسا فلک؟ اور مہر جہانتاب کہاں کا؟ ہو گا دل بے یثاب کسی سوختہ جاں کا

اب صاعقہ و مہر میں کچھ فرق نہیں ہے

گرتا نہیں، اس رُوم سے کہو، برق نہیں ہے

۱ الف و ب، ریاض علائی، اب اور ہی نقشہ ہے دل و چشم و زبان کا اب اور ہی عالم نظر آتا ہے جہاں کا سرو ریاض
و جلوة خضر، کچھ اور ہی عالم نظر آتا ہے جہاں کا کچھ اور ہی نقشہ ہے دل و چشم و زبان کا رد واقعات میں بھی
اسی طرح ہے، لیکن وہاں مصرع ثانی تہرا مصرع قرار پا گیا ہے - ۲ الف، سرو ریاض، جلوة خضر، رد واقعات،
ب مہر میں اور برق - ب، رد واقعات، اس رو سے کہ وہ (سہو کاتب) -

سَلَام



سَلَام اُسے کہ اگر بادشا کہیں اُس کو
 نہ بادشاہ، نہ سلطان، یہ کیا ستائش ہے؟
 خدا کی راہ میں شاہی و خسروی کیسی؟
 خدا کا بندہ، خداوندگار بندوں کا

نو پھر کہیں کہ کچھ اس سے سوا کہیں اُس کو
 کہو کہ خایمیں آلِ نبیا کہیں اُس کو
 کہو کہ رہبرِ رامِ خدا کہیں اُس کو
 اگر کہیں نہ خداوند، کیا کہیں اُس کو؟

۱ الف، دستور العمل، پادشاہ، ارمغان غالب : ۲۷۵، بادشاہ (سہرکاتب) - ب، دستور العمل، اے (بقشدید سین قدیم رسم خط) -
 ۲ الف، دستور، پادشاہ -

۱ - رامپور رضا لائبریری میں ایک مخطوطہ "دستور العملِ اودھ" کے نام سے محفوظ ہے۔ اُس میں مجتہد العصر مولانا سید محمد لکھنوی کی شاہِ اودھ کے سامنے پیش کی ہوئی تحریریں اور اُن پر شاہ کی توجہیں منقول ہیں۔ اسیر لکھنوی، جو شاہ کے میں منشی تھے، اس کتاب کے مرتب معلوم ہوتے ہیں۔ یہ سلام اُس دستور العمل میں مجتہد العصر کے مکتوب مورخہ ۴ ذیقعدہ ۱۲۷۰ھ (۲۰ جولائی ۱۸۵۴ ع) کے متصل بعد (۱۸۴ ب) نقل کیا گیا ہے۔ جس سے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ان تاریخوں کے کچھ ہی بعد میرزا صاحب کی طرف سے موصول ہوا ہوگا۔ سلام کا عنوان ہے "بالسداۃ الغالب، اور خاتمے پر میرزا صاحب کی مُہر (اسد اللہ الغالب) بھی نقل کردی گئی ہے۔

نُروغِ جوہرِ ایمان، حسین ابنِ علی
 کفیلِ بخششِ اُمت ہے، تین نہیں پڑتی
 مسیح جس سے کرے اخذِ فیضِ جان بخشی
 وہ جس کے ماتمیوں پر ہے، تسلیل، تسلیل
 عدو کے سمعِ رضا میں جگہ نہاے وہ بات
 بہت ہے، پایہ گزرد زہِ حسین، بلند
 نظارہ سوز ہے یاں تک، ہر ایک ذرّہ خاک
 ہمارے درد کی، یارب، کہیں دوا نہ ملے؟
 ہمارا اُمّہ ہے کہ دیں اُس کے حُسنِ صبر کی داد؟
 زمامِ ناغہ، کفِ اُس کے میں ہے کہ اہلِ یقین
 وہ ریگِ تفتہ وادی پہ گام فرسا ہے
 امامِ وقت کی یہ قدر ہے کہ اہلِ عناد
 یہ اجتہاد عجب ہے کہ ایک دشمنِ دین
 بزیّد کو تو نہ تھا اجتہاد کا پایہ
 علی کے بعد حسن اور حسن کے بعد حسین
 نبی کا ہو نہ جسے اعتقاد، کافر ہے
 بھرا ہے غالبِ دلخستہ کے کلام میں، درد

کہ شمعِ انجمنِ کسبِ ریا کہیں اُس کو
 اگر نہ شافعِ روزِ جزا کہیں اُس کو
 ستم ہے، کشتہ تیغِ جفا کہیں اُس کو
 شہیدِ تشنہ لبِ کربلا کہیں اُس کو
 کہ جن و انس و ملک سب بچا کہیں اُس کو
 بقدرِ فہم ہے، گر کیا کہیں اُس کو
 کہ لوگ جوہرِ تیغِ قضا کہیں اُس کو
 اگر نہ درد کی اپنے دوا کہیں اُس کو
 مگر نبی و علی مرجع کہیں اُس کو
 پس از حسینِ علی، پیشوا کہیں اُس کو
 کہ طالباتِ خدا رہنا کہیں اُس کو
 پیادہ لے چلیں اور ناسزا کہیں اُس کو
 علی سے آگے لڑے اور خطا کہیں اُس کو
 بُرا نمائیے، گر ہم بُرا کہیں اُس کو
 کرے جو اُن سے بُرائی، بھلا کہیں اُس کو؟
 رکھے امام سے جو بُغض، کیا کہیں اُس کو؟
 غلط نہیں ہے کہ خونیں نوا کہیں اُس کو

۳ الف، دستور، جسے (بقشود سین قدیم رسم خط) -

۹ الف، دستور، مونہ - ۱۱ الف، دستور، پر

۱۳، متفرقات غالب میں یہ شعر قصداً شامل نہیں کیا گیا تھا -

کفیلِ بخششِ امت کہیں نہیں مرے

۷ الف، متفرقات، کہ نونِ جوہر -

۱۲ الف، دستور، دیکھ (سہو کاتب) -

۱۷ ب، دستور، غوی نوا -

۲ الف، متفرقات غالب ۱۳۲

۵ الف، دستور، حکم -

(سہو کاتب) -

۱۵ ب، متفرقات، ان سے -

سہرا



خوش ہو، اے بخت، کہ ہے آج ترے سرسہرا
کیا ہی اس چاند سے مکھڑے پہ بھلا لگتا ہے!
سر پہ چڑھنا تجھے پہتا ہے؛ پر اے طرفِ کلاہ
نساؤ بھر کر ہی، پروئے گئے ہوں کے موتی
سات دریا کے فراہم کیے ہوں کے موتی
رُخ پہ دولہا کے جو، گرمی سے، پسینہ ٹپکا

باندھ، شہزادہ جوان بخت کے سر پر، سہرا
ہے ترے حسنِ دل افروز کا زیور، سہرا
مجھ کو ڈر ہے کہ نہ چھینے ترا مہر، سہرا
ورنہ، کیوں لائے ہیں کشتی میں لگا کر سہرا
تب بنا ہو گا اس انداز کا گو بھر سہرا
ہے رگِ ابرِ گُہر بار سراسر، سہرا

۱. ب، ح، طاہر، حسرت، بدایوں، دیوان ذوق (آزاد) ۲۹۱، شہزادے۔ ۳. الف، چمن بینظیر ۲۹۵، سر پہ سہرا تجھے پہتا ہے پر اے
طرفہ کلاہ (سہو کاتب)۔ نگارستانِ سخن ۱۶۳، مجھے زیبا ہے۔ چمن، مجھے ڈر ہے۔ طاہر، ارمدان غالب، ح، نور
(سہو کاتب)۔ ۵. الف، دہلی اردو اخبار، سات دریا کے کیے ہوئے فراہم گوہر نگارستان اور چمن میں ہیں اسی
طرح ہے، مگر ان میں گوہر کی جگہ موتی ہے۔ ۶. الف نگارستان، رخ دولہ سے جو گرمی میں پسینا ٹپکا، بدایوں، پسینہ
دہلی اردو اخبار، دیوان ذوق، دولہ۔ چمن، حسرت، دولہہ۔ ح، گرمی میں۔

۱۔ سہرے کی شانِ نظم کے سلسلے میں ملاحظہ ہو صفحہ ۱۳۵ کا حاشیہ نمبر ۱۔ یہ سہرا سب
سے پہلے دہلی اردو اخبار اور قرآن السعدین میں، بعد ازاں چمن بینظیر میں، پھر
نگارستانِ سخن میں اور اس کے بعد آبِ حیات اور دیوانِ ذوق مرتبہ آزاد میں شائع
ہوا تھا۔ جہاں تک میرا علم ہے سہرا ردیف کے ساتھ غالب سے پہلے کسی نے
کوئی نظم نہیں لکھی۔ اگر یہ صحیح ہے، تو مسیرزا صاحب اس نوع کی نظم
کے موجد قرار پاتے ہیں۔

جوان بخت اپنے والد کے ہمراہ برما بھیج دیے گئے تھے۔ وہاں مولین میں ۱۹ دسمبر
۱۸۸۴ء کو اُن کا انتقال ہو گیا۔ رسالہ صبح، دہلی: ۶۱، شمارہ ۳، ۴ بابت ۱۹۶۳ء۔

یہ بھی اے ادبی تھی کہ قبا سے بڑھ جائے
جی میں اترائیں نہ موتی کہ ہمیں ہیں اے چیز
جب کہ اپنے میں سماویں نہ، خوشی کے مارے
رخ روشن کی دمک، گوہر غلطان کی چمک
نار ریشم کا نہیں، ہے یہ رگ ابر بہار
ہم، سخن فہم ہیں، غالب کے طرفدار نہیں

۲

رہ گیا، آن کے دامن کے برابر، سہرا
چاہیے، پھولوں کا بھی ایک، مقدر، سہرا
گوند ہے پھولوں کا، بھلا پھر کوئی کیونکر، سہرا؟
کیوں نہ دکھلاوے فروغِ مد و اخیر سہرا؟
لاے گا تابِ گرانباری گوہر، سہرا؟
دیکھیں، اس سہرے سے کہدے کوئی بڑھ کر سہرا

چرخ تک دھوم ہے، کس دھوم سے آیا سہرا!
جسے کہتے ہیں خوشی، اُس نے بلائیں لے کر
رشک سے لڑتی ہیں، آپس میں الجھ کر لڑیاں
صاف آتی ہیں نظر آبِ گہر کی لہریں

چاند کا دائرہ لے، زہرہ نے گایا سہرا
کبھی چوما، کبھی آنکھوں سے لگایا سہرا
باندھنے کو جو ترے سر پہ، اُٹھایا سہرا
جنبشِ بادِ سحر نے جو ہلایا سہرا

الف، نگارستان، بھڑ جائے چمن، بڑھ کر، (ہردوسہو کاتب) - ب، چمن، رہ گیا اون کے جو (سہو کاتب) - دیوان ذوق، رنگ گیا - ۲ الف،
نگارستان، اترائے - ب، ح، حسرت، طاہر، ہدایوں، ارمغان، مکرو (سہو کاتب) - ۳ الف، دیوان ذوق، سہاویں، ب، چمن، گوند ہے (سہو کاتب) -
۴ ب، حسرت، ہدایوں، ارمغان، چمن، دیوان ذوق، کیوں نہ دکھلائے - ۶ ب، ہدایوں، دیکھیں کہدے کوئی - نگارستان، چمن،
ح، حسرت، ارمغان، بہتر سہرا - ۶ ب، رسومِ دہلی، کے دائرہ پر - ۹ ب، لال تلے کی ایک جھلک میں الفاظ و کلام جو
نہیں نہیں ہیں -

۱- سید ناصر ندیر فراق دہلوی مرحوم نے اپنی کتاب "لال قلعے کی ایک جھلک" میں
قلعہ معلیٰ کی ایک ملازمہ تھی خانم کے "ملفوظات" مرتب کیے ہیں - تنہی خانم
کی ساس زنانے محل کے باورچی خانے کی بکاول تھیں - اور یہ اپنی ساس کے
ساتھ قلعے جایا کرتی تھیں - تنہی خانم کا بیان ہے کہ: "جب میاں غلام نظام الدین
(ابن میاں غلام نصیر الدین عرف کالے صاحب) کا بیاہ ہونے لگا، تو مرزا نوشا نے
ایسا سہرا لکھا جو ولی عہد کے سہرے سے اچھا تھا - مگر میں بھول گئی - دو ایک
شعر یاد رہ گئے ہیں وہ سنائے دیتی ہوں، چرخ تک دھوم اٹھ - لال قلعے کی ایک
جھلک: ۳۱ - یہ سہرا، رسومِ دہلی: ۱۱۷ (طبع کراچی) از سید احمد دہلوی میں
بھی دوسرے اور چوتھے شعر کے اضافے کے ساتھ سہرے کی مثال کے طور پر (باقی)

بزمِ شادی ہے فالت. کاد کشاں ہے سہرا
 ہے تو کشتی میں، ولے بحرِ رواں ہے سہرا

ہم نشیں تارے ہیں، اور چاند شہاب الدین خاں
 ان کو لڑیاں نہ کہو، بحر کی موجیں سمجھو

(بقیہ) درج ہوا ہے۔ مگر اس میں غالب کا نام نہیں۔

۱۔ یہ شعر مولانا مہر نے اس قلمی نسخہ دیوانِ غالب سے نقل کیے ہیں۔ جو بیگم
 مرزا شجاع الدین احمد خاں تباباں دہلوی کی ملکیت میں تھا۔ مالکِ رام صاحب نے
 لکھا ہے کہ انہوں نے بیاضِ علائی میں بھی انہیں دیکھا ہے۔ مگر بیاضِ علائی
 سے متعلق میری یادداشتوں میں ان کا حوالہ نہیں۔ بظاہر یہ پورے سہرے کے
 دو شعر ہیں۔ ورنہ اتنا مختصر سہرا تو کسی معمولی دولہا کا بھی نہیں ہوتا۔

مختس

۱

کہنے کہتے، ہافو میں زنجیر آدھی رہ گئی
مرگنے پر، قبر کی تعمیر آدھی رہ گئی
سب ہی پڑھا، کاش! کیوں تکبیر آدھی رہ گئی؟
کھنچ کے، قاتل، جب تری شمشیر آدھی رہ گئی

غم سے، جانِ عاشقِ دلگیر، آدھی رہ گئی ۔

۲۔ دہلی اردو اخبار، کھنچ۔

۱۔ یہ مختس تسمہ دہلی اردو اخبار جلد ۱۵ نمبر ۱۶ مورخہ ۷ رجب ۱۲۶۹ مطابق
۱۷ اپریل ۱۸۵۳ع میں شایع ہوا تھا، اور بظاہر اسی زمانے میں لکھا بھی گیا تھا۔
مولوی احتشام الدین دہلوی (متوفی ۱۴ مئی ۱۹۴۵ع) کا ایک مضمون غالب کے غیر مطبوعہ
اشعار اور لطیفے، مامر نو، کراچی، فروری ۱۹۵۰ع میں چھپا تھا جس میں وہ لکھتے ہیں:
مہادر شاہ کی سواری ایک دن ملکہ باغ (کوئٹہ گارڈن) کے اندر سے ہو کر گزر گئی۔
اس وقت بیگم کا باغ کھلاتا تھا۔ باغ کی حالت نہایت خراب خستہ دیکھ کر حضور
کو افسوس ہوا۔ قلعے میں واپس جا کر ریڈیڈنٹ کے نام شقہ جاری ہوا کہ مابہدولت کو
باغ کی حالت دیکھ کر بہت افسوس ہوا کہ ایسا عمدہ باغ ایسی خراب حالت میں ہے۔
آن فدوی جلد تر اس کو درست کروا کر مطلع کریں۔ خرچ درستی کا خزانہ عامرہ
سلطانی سے ادا کیا جائے گا۔ (باقی)

بیٹھ رہنا، لے کے چشم پر ہم، اُس کے روبرو
کیوں کہا تو نے کہ: "کہہ دل کا غم اُس کے روبرو؟"
بات کرنے میں نکلتا ہے دم، اُس کے روبرو
کہہ کے ساری حقیقت نہ ہم، اُس کے روبرو

ہم نشیں، آدھی ہونے، تقریر، آدھی رہ گئی

۴. دیوان ظفر ۳۶۸، دہلی اردو اخبار، ہم نہ - (لیکن میں نے یہ تقریر اس لیے روا رکھا ہے کہ غالب نے پرہم، غم اور دم فانیے لکھے ہیں) -

(بقیہ) صاحب ریڈیڈنٹ نے چند ماہ کے اندر انجیر کی معرفت باغ کے جھاڑ جھنکار کٹوا کر
روشیں وغیرہ برآمد کر کے مرمت کروائی، اور پھولوں کی تازہ کیاریاں آراستہ
کر کے حضور میں مغروضہ کیا کہ حسب الحکم درستی ہو گئی ہے۔ حضور تشریف
لا کر ملاحظہ فرمائیں۔ تشریف آوری کے لیے ایک دن مقرر ہوا، اور باغ کے اُس
وسیع میدان میں جو ہارڈنگ لائبریری کی جانب جنوب واقع ہے بادشاہ اور بیگمات
کے لیے خیمے نصب کیے گئے۔ ایک بڑا خیمہ دربار کے لیے لگا، جس میں دربار
منعقد ہوا۔ شہزادوں اور امرا نے نذریں گزرائیں۔ شاعروں نے قصیدے سنائے،
طائفوں نے ناچ گانے سے حاضرین کو محظوظ کیا۔ مرزا غالب نے بادشاہ کی اس غزل کو:
دل نے کی ساری خرابی لے گیا مجھ کو، ظفر

واں کے جانے میں مری توقیر آدھی رہ گئی

تضمین کیا تھا، روبرو پیش ہو کر تخت کے آگے آ کر سناٹا۔ مقطع کے بند کے ہر مصرع
میں بادشاہ کا تخلص جو اُن کا نام بھی تھا بار بار واقع ہوا تھا۔ اُس کو ادا کرتے
وقت مرزا غالب ادباً جھک جاتے تھے۔ (ایسا نہیں ہے مقطع کے بند میں نہ ف
ایک جگہ بادشاہ کا تخلص آیا ہے۔ عرشی۔) (باقی)

تو نے دیکھا؟ مجھ پہ کیسی بن گئی، اے رازدار
 خواب و بیداری پہ، کب ہے، آدمی کو اختیار!
 مثلِ زخم، آنکھوں کو سی دیتا، جو ہوتا ہوشیار
 کھینچتا تھا، رات کو میں خواب میں، تصویرِ یار
 جاگ اٹھا، جو کھینچنی تصویرِ آدھی رہ گئی ۱۰

غم نے جب گھیرا، تو چاہا ہم نے یوں، اے دنواں
 مستیِ چشمِ سیہ سے، چل کے، ہوویں چارہ ساز
 تو صدائے پا سے جاگا، تھا جو محورِ خوابِ ناز
 دیکھتے ہی، اے ستمگر، تیری چشمِ نیم باز
 کی تھی پوری ہم نے جو تدبیر، آدھی رہ گئی ۱۰

اس بُترِ مغرور کو کیا ہو کسی پر التفات؟
 جس کے حسنِ روز افزوں کی یہ اک ادنیٰ ہے بات
 ماہِ نو نکلے پہ، گوری ہوں گی رانیں پان سات
 اُس رُخِ روشن کے آگے ماہِ یکِ ہفتہ کی رات
 تباہیِ خورشید پر تصویرِ آدھی رہ گئی ۱۰

۱۰. دیوان ظفر، جاگ اٹھا میں۔ ۱۲، دہلی اردو اخبار، ادنا۔ ۱۴، دیوان ظفر، یکِ ہفتہ کی طرح۔ (اور یہی درست بھی ہے۔
 غالب نے مصرع جس طرح لکھا ہے اوس سے کلام بے معنی ہو جاتا ہے)۔ ۱۵، دہلی اردو اخبار، خورشید۔

(نقد) اس دربار میں میرے والد بھی موجود تھے۔ حافظہ اُن کا قوی تھا، آخری بند پورا یاد
 تھا۔ یہ تضمین مرزا کے کلام میں کہیں نظر نہیں آتی۔ وہ آخری بند بھی جو والد
 صاحب کو یاد تھا، اُن کے ساتھ دفن ہو گیا۔ میں نے مکرر سنا تھا، مگر یاد نہیں رہا۔
 شاید یہ تضمین منانے کے بعد بادشاہ کی خدمت میں پیش کردی گئی۔ بادشاہ کے کاغذات
 غدر میں غارت ہوئے۔ وہ مثل ہوئی کہ آں دفتر را گاؤ خورد، و گاؤ را قصاب بُرد۔

تا جھلے پہنچاے کاش۔ بختِ بد ہے گہات میں
ہاں، فراوانی اگر کچھ ہے، تو ہے آفات میں
جُز غم و رنج و الم، گہانا ہے ہر یک بات میں
کم نصیبی اس کو کہنے میں کہ میرے ہات میں

آئے ہی، خاصیتِ اِکسیرِ آدھی رہ گئی ۵

سب سے، یہ گوشہ، کنارے ہے، گلے لگ جا مرے
آدھی کو کیوں پکارے ہے؟ گلے لگ جا مرے
سر سے گر چادر اُتارے ہے، گلے لگ جا مرے
مانگ کیا بیٹھا سوارے ہے؟ گلے لگ جا مرے

وصل کی شب، اے بُتر بے پیر، آدھی رہ گئی ۱۰

میں یہ کیا جانوں کہ وہ کس واسطے ہوں پھر گئے؟
پر نصیب اپنا، اُنہیں جاتا سنا جوں پھر گئے
دیکھنا قسمت، وہ آئے اور پھر یوں پھر گئے
آکے آدھی دُور، میرے گھر سے وہ کیوں پھر گئے؟

کیا کشش میں دل کی اب تاثیر آدھی رہ گئی؟ ۱۵

ناگہاں یاد آگئی ہے بچہ کو، بارب، کب کی بات؟
کچھ نہیں کہنا کسی سے، سُن رہا ہوں سب کی بات
کس ایسے تجھ سے چہاؤں، ہاں، وہ پرسوں شب کی بات؟
نامہ بر، جلدی میں تیری وہ جو تھی مطلب کی بات

خط میں آدھی ہوئی تحریر، آدھی رہ گئی ۲۰

۱. دہلی اردو اخبار، ہر اک - ۳، دیوان ظفر، اوس کو کہتے ہیں - ۱۰، دیوان ظفر، رات باقی، اے - ۱۹، دہلی اردو اخبار، میری -

ہر تجلی برق کی صورت میں، ہے یہ بھی غضب
ہاں، چہ گھٹتے کی تو، فرصت عیش و طرب
شام سے آئے، تو کیا اچھی گزرتی رات سب!
پاس میرے وہ جو آئے بھی، تو بعد از نصف شب

نکلی آدھی حسرت، تقریر، آدھی رہ گئی^۵

تم جو فرمائے ہو: "دیکھ، اے غالب آشفہ سر
م نہ تجھ کو منع کرتے تھے؟" کیا کیوں اس کے گھر؟
جان کی پاؤں اماں! بانیں یہ سب سچ ہیں، مگر
دل نے کی ساری خرابی، لے گیا مجھ کو، ظفر

واں کے جانے میں، مری توقیر آدھی رہ گئی^{۱۰}

۵۔ دہلی اردو اخبار، حسرتیں تقریر - دیوان ظفر، حسرت اے تقریر (ہرداس پبلکیشنز) -
۱۰۔ دہلی اردو اخبار، دعاں - دیوان ظفر، آئے تھے -

غزلیات

الف



جگر سے ٹوٹے ہوئے مُو کی، ہے سناں پیدا دھانِ زخمِ میں، آخر، ہوئی زباں پیدا



سات جلدوں کا پارسل پہنچا . واہ! کیا خوب بر محل پہنچا

۱۔ یہ شعر اور دوسرے وہ سب جو عمدہ کے حوالے سے آئندہ درج کیے گئے ہیں، سرور کے تذکرہ شعرا میں اردو موسوم بہ "عمدہ منتخبہ" سے ماخوذ ہیں۔ یہ تذکرہ ۱۲۱۶-۱۲۲۶ھ (۱۴ مئی ۱۸۰۱ تا ۱۵ جنوری ۱۸۱۲ع) میں مرتب ہوا تھا۔ مگر اس میں بعد کو بھی اضافے ہوتے رہے ہیں۔ آج کل اس کے تین خطی نسخے ملتے ہیں، ایک انڈیا آفس لائبریری میں، دوسرا پیرس کے قومی کتابخانے میں، اور تیسرا انجمن ترقی اردو کراچی کی لائبریری میں۔ پہلے یادگار نالہ میں یہ اشعار رسالہ معیار پشہ جلد ۱ نمبر ۳ اور علی گڑھ میگزین کے غالب نمبر سے نقل ہوئے تھے۔ اب اُس نسخے سے نقل کیے جا رہے ہیں جو دہلی یونیورسٹی کے شعبہ اردو کی طرف سے چھپ گیا ہے۔

۲۔ میرزا صاحب نے ۲۰ نومبر ۱۸۵۸ع کے خط بنام میرزا حاتم علی مہر میں لکھا ہے: "بھائی جان، کل جو جمعہ روزِ مبارک و سعید تھا، گویا میرے حق میں روزِ عید تھا۔ چار گھڑی دن رہے نامہ فرحت فرجام اور چار گھڑی کے بعد وقتِ شام، بیت: سات جلدوں الخ، (خطوط ۱: ۳۰۷)۔"

ہاتفِ غیب سن کے یہ چرخا اُن کی تاریخ، میرا تاریخا

ان دلفریبیوں سے نہ کیوں اُس پہ پیار آئے؟ روٹھا جو بے گناہ، تو بے عُذر من گیا

۱۔ الف، ادبی خطوطِ غالب، مکانیبِ غالب، مہر، شب کو یوں چرخا، انتخابِ لاجواب، اس طرح چرخا۔
ب۔ انتخابِ لاجواب، اوس کی۔

۱۔ نکاتِ غالب مرتبہ نظامی بدایونی: ۷۱ میں بذیلِ اطائف لکھا ہے:
”میرزا صاحب نے حضرت صاحبِ عالم مارہروی سے اُن کا سنہ ولادت دریافت کیا۔
انہوں نے لکھا، میرا سال ولادت لفظ ”تاریخ“ سے نکلتا ہے جس کے عدد ۱۲۱۱
ہوتے ہیں۔ میرزا کی ولادت ۱۲۱۲ھ میں واقع ہوئی تھی، چنانچہ اس کے جواب میں
میرزا نے یہ شعر لکھ بھیجا: هاتفِ غیب الخ۔“

نکاتِ غالب کے انتساب پر ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ (مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۲۰ع) تاریخِ درج
ہے، جس سے پتا چلتا ہے کہ کتابِ مذکور اس تاریخ تک مرتب ہو چکی تھی۔

نیز ملاحظہ ہو: ہفتہ وار انتخابِ لاجواب لاہور، مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۲۹ع، ادبی خطوطِ غالب
مرتبہ مرزا محمد عسکری: ۲۹۸، مکانیبِ غالب مرتبہ احسن مارہروی: ۳۵، و غالب از مہر: ۲
۲۔ میرزا صاحب نے ۷ مارچ ۱۸۶۴ع کو بیخبر کو تحریر کیا ہے: ”جنابِ عالی، ایک شعر
استاد کا مدت سے تحویلِ حافظہ چلا آتا ہے، شعر:

ظالم، تو میری سادہ دلی پر تو رحم کر روٹھا تھا تجھ سے آپ ہی اور آپ من گیا

میں نے از رامِ تصرف اس شعر کی صورت بدل ڈالی۔ شعر: ان دل فریبیوں الخ۔ تم
اخوان الصفا میں سے ہو۔ تمہاری آزدگی اوروں کی مہربانی سے خوشتر ہے۔ (عود: ۱۲۴)۔

یہ شعر، جس میں میرزا صاحب نے تصرف کیا ہے، قائم چاندپوری کا ہے، جو

رامپور کے استاذ الشعرا ہیں۔ دیوانِ قائم، جلد اول، مرتبہ پروفیسر اقداس حسن: ۳۲۔ (بانی)



تھا تو خط، پر، نہ تھا جواب طلب کوئی اُس کا جواب کیا لکھا



خوشی جینے کی کیا، مرنے کا غم کیا ہماری زندگی کیا، اور ہم کیا

(نقہ) دوسرے مصرع کے اختلافات کے لیے ملاحظہ ہو، حواشی کتاب مذکور: ۲۸۹۔

۱۔ یہ شعر عودِ ہندی: ۳۸ میں سرور کے نام کے خط میں لکھا ہے۔ خط کا آغاز ہے: ”چودھری صاحب، عنایت نامہ سابق بیت: تھا تو خط الخ۔“

۲۔ یہ شعر دیباچہ خطوطِ منشی امیر احمد مرتبہ مولوی احسن اللہ خان ثاقب صفحہ ۱۷ کے حاشیے سے ماخوذ ہے۔ ثاقب نے نواب یوسف علی خان بہادر ناظم کے بارے میں اپنے دیباچے میں لکھا ہے: ”نواب ناظم کا پہلا دیوان، جو عرصہ ہوا چھپا تھا اور اب کیاب ہے، مرزا غالب کا دیکھا ہوا ہے۔ شادابی خیال، نوی ترکیب، جدتِ مضمون، لطافتِ زبان اور متانتِ بیان اس دلفریب کا زیور ہے۔ دیوان نہیں، معنی زارِ خوبی اور نگارستانِ محبوبی ہے۔ اس دیوان میں ایک یہ بات مرزا کے اردو کلام سے زیادہ ہے کہ اغلاق نہیں۔ خیال اچھوتا، زبان پاکیزہ، طرزِ ادا دلشین ہے، یہ سخن سرائی، معنی آرائی سزاوارِ صد ہزار آفرین ہے۔“

اس عبارت کے خاتمے پر یہ حاشیہ لکھا ہے: ”خاکسار کو جولائی ۱۹۰۸ ع میں خواہندگانِ زہت گاہِ تقدس کی توجہ اور، رباعی:

فرخندہ جہانِ بے مثالی مدوحِ ادائی و اعلیٰ
پیرایہ صدق و مایہ فضل شمس اللہ صاحبِ حالی

کا اشتیاقِ زیارت پای پت لے گیا۔ میں ایک روز یہ مسودہ اُن کو سنارھا تھا۔ جب اس مقام پر پہنچا، تو مولانا نے فرمایا کہ نواب مصطفیٰ خان شیفتہ فرماتے ہیں کہ:

”ایک روز مرزا غالب نے مجھے یہ مطلع سنایا۔ میں نے بہت تعریف کی، تو فرمایا (بانی)



دورنگیاں بہ زمانے کی، جیتے جی ہیں سب کہ مُردوں کو نہ، بدلتے ہوئے کفن، دیکھا



پہری میں بھی کمی نہ ہوئی تاک جہانک کی روزن کی طرح، دید کا آزار رہ گیا
وہ مرغ ہے خزاں کی صعوبت سے بے خبر آئندہ سال تک جو گرفتار رہ گیا



معلوم ہوا خیر کہ ٹھینگا باجا^۲



وصل میں ہجر کا ڈر یاد آیا عینِ جنت میں سقر یاد آیا^۳

۲۔ الف، مالک ایڈیشن، تانک جہانک۔

(فہ) کہ بھیا، میں تو یہ شعر ناظم کو دے چکا۔ چوں کہ دیوانِ ناظم میں شعرِ مذکور نہیں پایا جاتا، اس لیے میں نے غالب کے نام پر لکھ دینا مناسب جانا اور یہاں اندراج کر لیا۔

۲۱۔ جنابِ مالک رام کے مرتبہ دیوانِ غالب میں یہ اشعار بیاضِ علائی کے حوالے سے نقل ہوئے ہیں۔ مگر اس بیاض سے متعلق میری یادداشتوں میں ان شعروں کا حوالہ نہیں۔

۳۔ یہ مصرع مرزا صاحب نے نوابِ علائی کے نام ایک خط میں لکھا ہے، جس کے آخر میں تاریخِ تحریر اس طرح درج ہے »چهار شنبہ ۱۸ مئی ۱۸۶۴ع بقولِ عوام باسی عید کا دن، صبح کا وقت«۔ اردوے معلیٰ: ۴۴۷ و خطوط: ۳۵۷۔

۴۔ قاضی معراج دھولپوری مرحوم کے پاس »باغِ مہر« نام کی ایک کتاب محفوظ تھی، (باقی)

ب



ملے۔ دو مرشدوں کو قدرتِ حق سے، ہیں دو طالب

نظام الدین کو خسرو، سراج الدین کو غالب



کرنی اس کا جواب دو صاحب سائلوں کا ثواب لو صاحب



خوشنودی احباب کا طالب، غالب

(بقہ) جسے میر مہر علی اکبر آبادی نے ۷ صفر ۱۲۷۵ھ مطابق ۱۵ اگست ۱۸۶۱ع روزِ پنجشنبہ کو تمام کیا تھا۔ اس میں اشعارِ متفرق کے تحت ۷ شعر »مرزا نوشہ« کے نام سے درج کیے تھے۔ یہ شعر انہیں میں کا ہے۔ قاضی صاحب نے تبرکاتِ غالب کے عنوان سے ہفتہ وار ہماری زبان علی گڑھ کے شمارہ ۸ اگست ۱۹۶۱ع میں یہ ساتوں اشعار شایع بھی کرادیے تھے۔

۱۔ خواجہ حالی نے لکھا ہے کہ »مرزا اکثر مواقع پر بادشاہ کے خوش کرنے کو اس قسم کے اشعار دربار میں پڑھا کرتے تھے۔ ایک روز سلطان نظام الدین قدس سرہ اور امیر خسرو کی خصوصیت کا ذکر دربار میں ہو رہا تھا۔ مرزا نے اسی وقت یہ شعر اٹھا کر پڑھا«۔ (یادگار: ۷۷)۔

۲۔ یہ شعر لطائفِ غیبی: ۲۳ میں درج ہوا ہے جو اہل تحقیق کے نزدیک خود میرزا صاحب نے لکھ کر میاں دادخان سیاح کے نام سے چھپوائی تھی۔

۳۔ یہ مصرع مرزا صاحب کے خط بنامِ قدر بلگرامی کے آخر میں پایا جاتا ہے (خطوط ۱۹۳: ۱) نیز مرزا حاتم علی مہر کی مشوی شعاعِ مہرہ کی تقریظ میں (باقی)



خدا سے میں بھی چاہوں از رہِ مہر "فروغِ میرزا حاتم علی مہر"



نیازِ عشق، خرمِ سوزِ اسبابِ ہوس بہر جو، ہو جاوے تارِ برق، مشتِ خار و خس، بہر

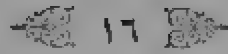
(بقیہ) میرزا صاحب نے لکھا ہے، "لو صاحب، تقریظ کو تمام کرتا ہوں اور اس مصرع پر ختمِ کلام کرتا ہوں: خوشنودی احباب الخ"

۱۔ مہر نے اپنی مثنوی "شاعِ مہر" کا کچھ حصہ میرزا صاحب کو بھیجا تھا۔ اُسے پڑھکر میرزا صاحب نے اُنہیں لکھا: "مثنوی کے اشعار جو میں نے دیکھے، کیا کہوں، کیا حظ اُٹھایا۔ اگر اسی انداز پر انجام پائے گی، تو یہ مثنوی کارنامہ اردو کہلائے گی۔ (خطوط، ۱: ۳۱۴)۔ اس کے بعد پوری مثنوی مہر نے بھیجی، تو لکھا: "مثنوی پہنچی۔ جھوٹ بولنا میرا شعار نہیں۔ کیا خوب بول چال ہے! انداز اچھا۔ بیان اچھا۔ روز مرہ صاف۔ اس مثنوی نے اگلی مثنویوں کو تقویم پارینہ کر دیا۔ (ایضاً، ۱: ۲۹۷)۔ اس مثنوی کا آٹھواں شعر تھا:

ہمیشہ خوش رہوں، چاہیں یہ مہ چہر فروغِ میرزا حاتم علی مہر
میرزا صاحب نے پہلے مصرع کو بدل دیا۔ یہ مثنوی مطبعِ حیدری آگرہ میں ۵ دسمبر ۱۸۶۰ع (۲۱ جمادی الاول ۱۲۷۷ھ) کو چھپ کر شایع ہوئی تھی۔ اس ایڈیشن کا ایک نسخہ رام پور رضا لائبریری میں محفوظ ہے۔

۲۔ ملاحظہ ہو، عمدہ: ۱۱۷۔

س



سنینِ عمر کے ستر، ہوئے شمار، برس بہت جیوں، تو جیوں اور تین چار برس

ط



یاد آیا جو وہ کہنا کہ نہیں، واہ غلط، کی، تصور نے بصر اے ہوس راہ، غلط

۲- صفیر بلگرامی کے پوتے، سید وصی احمد بلگرامی کا ایک مضمون بعنوان "سش ص" ماہنامہ ندیم گیا کے بہار نمبر ۱۹۳۶ع میں شائع ہوا تھا۔ مضمون نگار نے اس میں صفیر بلگرامی کے نام میرزا صاحب کا ایک خط درج کیا ہے۔ میرزا صاحب لکھتے ہیں: "آج میں نے لیٹے لیٹے حساب کیا کہ یہ ستر وائ برس مجھے جاتا ہے۔ ہاں، سنینِ عمر کے الخ۔ مضمون نگار کا بیان ہے کہ "حضرتِ غالب کے شعر کا جواب صفیر بلگرامی نے یہ بھیجا:

سنا: صفیر؟ یہ کہتے ہیں حضرتِ غالب: "بہت جیوں تو جیوں اور تین چار برس"
مگر یہ پہلے سے اعدادِ غیب کی ہے دعا: "خدا کرے، مرا غالب جیسے ہزار برس"

اس مضمون کی اشاعت ثانی کے لیے ملاحظہ ہو: ماہنامہ قومی زبان، کراچی، اکتوبر ۱۹۶۸ع۔

۲۔ ملاحظہ ہو: عمدہ: ۱۱۷۔

دیکھنے میں ہیں گرچہ دو، پر ہیں یہ دونوں یار ایک
 وضع میں گو ہوئی دوسر، تیسع ہے ذوالفقار ایک
 م سخن اور ہمزباب، حضرت قاسم و طیار
 ایک طیش کا جانشین، درد کا بادلگار ایک
 قدر سخن کے واسطے، ایک عیار آگہی
 شعر کے فن کے واسطے، مایہ اعتبار ایک
 ایک وفا و مہر میں، تازگی بساطِ دہر
 لطف و کرم کے باب میں، زینتِ روزگار ایک
 گلکدہ تلاش کو، ایک ہے رنگ، ایک بُو
 رینختے کے نقاش کو، بُود ہے ایک، تار ایک

۵ ب، متفرقات: ۱۰۵ رجحہ

۱۔ یہ غزل میرزا صاحب کے قیامِ کلکتہ کے زمانے کی ہے اور متفرقات غالب میں
 شایع ہو چکی ہے۔ طیار کا نام مرزا احمد یگ خاں دہلوی ہے اور انہوں نے
 مارچ ۱۸۳۲ء (شوال ۱۲۴۷ھ) میں انتقال کیا ہے (علی گڑھ میگزین، غالب نمبر،
 مآثر غالب ۵۴-۵۶)۔

قاسم کا پورا نام، بہادر شاہ کے روز نامچے (شایع کردہ خواجہ حسن نظامی) کے
 اس اندراج سے معلوم ہوتا ہے: ۱۲ دسمبر سنہ ۱۸۴۵ء کو مصلح
 الدولہ سید ابو القاسم خاں مرحوم وقائع نگارِ سلطانی نے بمرضِ وبا (ہیضہ) ایک
 دن میں انتقال کیا۔

ملکتِ کمال میں، ایک امیرِ نامور
 عرصہ قیل و قال میں، خسرو نامدار ایک
 گلشنِ اتفاق میں، ایک بہارِ بے خزان
 مہکدہِ رِفاق میں، بادۂ بے خمار ایک
 زندہ شوقِ شعر کو، ایک چراغِ انجمن
 کشتہ ذوقِ شعر کو، شمعِ سرِ مزار ایک
 دونوں کے دل حق آشنا، دونوں رسول پر فدا
 ایک مُحبِّبِ چار یار، عاشقِ ہشت و چار ایک
 جانِ وفا پرست کو، ایک شمیمِ توہمار
 فرقِ سبزہ مست کو، ابرِ تگرگ بار ایک
 لایا ہے، کہکے یہ غزل شائبہ ریا سے دُور
 کر کے دل و زبان کو، غالبِ خاکسار، ایک



ولی عہدی میں شاہی ہو مبارک! عنایاتِ الہی ہو مبارک!

۱۔ یہ شعر میرزا صاحب نے علاقائی کو ۳۰ مئی ۱۸۶۳ء سے پہلے ایک خط میں بطور
 سرنامہ لکھ کر بھیجا تھا، اور اس کے بعد لکھا تھا: "اس امرِ فرخ و ہمایوں
 کی شہرت میں کوشش بے حوصلگی ہے۔ اور اس کے اخفا میں مبالغہ خفقان۔
 تم اپنی زبان پر نہ لاؤ۔ اگر اور کہے، مانع نہ آؤ۔ نہ اشتہار، نہ استار۔ (خطوط
 - (۳۴۹:۱)

ل

۲۰

پرو و مرشد، معاف کیجئے گا میں نے جتنا کا کچھ نہ لکھا حال

م

۲۱

خدا کے بعد نبی، اور نبی کے بعد امام یہی ہے مذهب حق، والسلام والا کرام

۱۔ میرزا صاحب نے جمعرات ۲۹ ذیحجہ ۱۲۷۶ھ (۱۹ جولائی ۱۸۶۰ء) کو جو خط نواب انور الدولہ بہادر شفق کو لکھا ہے، اُس کے متن مطبوعہ عودِ ہندی: ۵۵ میں یہ شعر سر آغاز نامہ ہے۔ مگر اردوے معلیٰ: ۳۱۱ میں 'پرو و مرشد، معاف کیجئے گا میں نے جتنا کا حال کچھ نہ لکھا' ہے۔ اس کے بعد میرزا صاحب فرماتے ہیں: 'یہاں کبھی کسی نے اس دریا کی کوئی حکایت ایسی نہیں کی کہ جس سے استبعاد اور استعجاب پایا جائے۔ پرسش کے بعد بھی کوئی نئی بات نہیں مئی۔ سنیے تو سہی، موسم کیا ہے۔ گرمی، جاڑا، برسات، تین فصلیں اکٹھی۔ تگرگ باری علاوہ۔ اگر ایک بحرِ رواں کی حقیقت متغیر ہو جائے، تو محلِ استعجاب کیوں ہو؟ اور یہ بات کہ دلی میں تغیر نہ ہو، اور پورب میں ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں جتنا باانفراد بہرہی ہے۔ اور وہاں کہیں 'دکین' اور کہیں کوئی اور ندی، کہیں گنگا باہم مل گئی ہیں۔ مجمع البحار ہے۔'

۲۔ میرزا صاحب نے مجروح کو مئی ۱۸۶۱ء میں ایک خط لکھا تھا۔ اس کے آخر میں فرماتے ہیں: 'فقہ پڑھ کر کیا کرے گا؟ طب و نجوم و ہیئت و منطق و فلسفہ پڑھ جو (باقی)



شمع ساں میں تو دامنِ صبا جاتا ہوں
جس گزرگاہ سے، میں آبلہ پا جاتا ہوں
کہ بہ یک جنبش لب، مثل صدا، جاتا ہوں

مجلسِ شعلہ عذاراں میں جو آجاتا ہوں
ہووے ہے، جادۂ رہ، رشتہ گوہر ہر گام
سرگراں مجھ سے سب کسرو کے، نہ رہنے سے رہو



ہے حیا مانعِ اظہار، کہوں یا نکہوں؟
میں بھی ہوں محرمِ اسرار، کہوں یا نکہوں؟
اپنی ہستی سے ہوں بیزار، کہوں یا نکہوں؟
جب نپاؤں کوئی غمخوار، کہوں یا نکہوں؟
ہوں اک آفت میں گرفتار، کہوں یا نکہوں؟
گوش ہیں در پس دیوار، کہوں یا نکہوں؟
حسبِ حال اپنے پھر اشعار، کہوں یا نکہوں؟

اپنا احوالِ دلِ زار کہوں یا نکہوں؟
نہیں کرنے کا، میں، تقریرِ ادب سے باہر
شکر سمجھو اسے، یا کوئی شکایت سمجھو
اپنے دل ہی سے، میں، احوالِ گرفتاریِ دل
دل کے ہاتھوں سے، کہ ہے دشمنِ جانی میرا
میں تو دیوانہ ہوں، اور ایک جہاں ہے غمّاز
آپ سے وہ مرا احوالِ نیوچھے، تو، اسد

- ۱ الف، رسالۃ معیار پشہ اپریل ۱۹۳۶ء: ۴۳، و علی گڑھ میگزین، غالب نمبر: ۱۰۴، محفل شمع عذاراں۔ ۲ الف، معیار و
علی گڑھ میگزین، ہوئے۔ ۳ ب، معیار و علی گڑھ میگزین، دین میں
اسے کوئی روایت سمجھو (سہو کاتب)۔ ۴ جمن بینظیر: ۲۵۰، شکوہ سمجھو۔
سویدا بھی سیہ پوش و عزاداری دل۔ ۵ الف، جمن، جانی اپنا۔
۶ الف، گلستہ: ۲۱۳، شکر جو سمجھو یا
۷ الف، گلستہ: عزاداری دل۔ جمن، ۵
۸ الف، جمن، جانی اپنا۔ ۹ الف، جمن، آپ سے وہ میرا جو احوال

(نہی) آدمی بنا چاہے۔ خدا کے بعد نبی آہ۔ (خطوط ۲۷۱:۱)۔

۱۔ یہ اشعار عمدہ: ۱۱۷ سے ماخوذ ہیں۔

۲۔ میرزا صاحب کی یہ غزل دیوانِ نواب الہی بخش خان معروف دہلوی متوفی (بالق)

اس قدر ضبط کہاں ہے کہی آ بھی نہ سکوں ستم اتنا تو نہ کیجے کہ اُنھا بھی نہ سکوں

الف. ریاض رشکی، ہی نہ سکوں، تمام جگہ (سہو کاتب)۔

(بقیہ) ۱۲۴۲ھ (۱۸۲۲ع) کے ایک شخص (۱۶۱) میں ملتی ہے۔ نیز چمن بینظیر: ۲۵۰ مرتبہ ۱۲۶۴ھ (۱۸۴۸ع) میں بھی شامل ہے۔ میں نے دیوان معروف مخطوطہ رام پور رضا لائبریری سے نقل کر کے رسالہ نیرنگ دہلی بابت جنوری فروری ۱۹۳۴ع میں شائع کرائی تھی۔ چونکہ یہ معروف کے دیوان میں موجود ہے، اس لیے لازماً ۱۸۲۶ع سے پہلے کی کہی ہوئی ہے۔

۱۔ اس غزل کے سلسلے میں مولانا حامد حسن قادری مرحوم نے بہت دلچسپ اطلاع بہم پہنچائی ہے۔ اپنے مکتوب بنام حیرت شملوی مرحوم میں رقم طراز ہیں: "میرے پاس بزرگوں کے وقت کا دیوان غالب ہے، مطبوعہ ۱۸۶۳ع جو مطبع مفید خلافت آگرہ میں منشی شیونرائن کے اہتمام سے چھپا تھا۔ اس میں میرے والد مرحوم کے قلم سے (نیرنگ میں لکھا ہے کہ ان اشعار کے کاتب و ناقل دونوں صادق علی صاحب ہیں۔ عرشی) دو شعر یہ لکھے ہوئے ہیں، جو کسی مطبوعہ دیوان میں نہیں ملتے: لگ گئی آگ آگ، تم نہ آؤ گے، تو الخ۔ غزل کے تین مطبوعہ شعر ہر دیوان میں موجود ہیں۔ میں نے غالباً ۱۹۳۰ع (صحیح خاص نمبر جنوری ۱۹۲۸ع ہے۔ عرشی) میں عزیر اللہ خان رام پوری مرحوم کے رسالہ نیرنگ میں ان اشعار کے متعلق ایک مختصر مضمون چھپوایا تھا۔ اُس میں لکھا تھا:

"ان اشعار کے ناقل مولوی صادق علی تاباں ساکن گڑھ مکینسر ضلع میرٹھ انسپکٹر حکمت نمک ہیں۔ مولوی صاحب غالب کے زمانے کے بزرگ تھے۔ غالب سے چند

لگ گئی آگ اگر گھر کو، تو اندیشہ کیا شعلہ دل تو نہیں ہے کہ بجھا بھی نہ سکوں

الف۔ سچی کہانیاں، آگ لگ جائے اگر۔

بار ملے تھے۔ خود اچھے شاعر اور عمدہ سخن سنج تھے۔ گورنمنٹ سے سالہا سال پنشن لے کر ۱۹۰۹ء یا ۱۹۱۰ء میں انتقال کیا۔ میری تحقیق کے مطابق اس بات کا قوی قرینہ ہے کہ مولوی صاحب نے خود غالب سے با اُسی زمانے کے کسی شخص سے یہ اشعار نقل کیے ہیں۔ ممکن ہے کہ غالب نے دیوان کی طباعتِ آخری کے بعد یہ شعر کہے ہوں۔ دونوں شعر بالکل اُسی رتبے کے ہیں جیسے پہلے تین شعر ہیں، اور ایسے نہیں ہیں کہ پانچوں شعر ایک ساتھ کہنے کے بعد غالب کاٹ دیتے اور پہلے تین شعر باقی رکھتے۔ اب نقادانِ غالب فیصلہ کریں اور اس اضافے سے لطف اندوز ہوں۔

اس کے ایک عرصے کے بعد میں نے یہی مضمون دوسری طرح لکھ کر رسالہ سب رس، حیدر آباد دکن، بابت مارچ سنہ ۱۹۴۲ء میں چھوایا تھا۔ سب رس والا مضمون مولوی عبد الماجد صاحب دریابادی کی نظر سے گذرا، تو انہوں نے مجھے لکھا: "ان میں سے ایک شعر کوئی تیس سال قبل سنا ہوا، میرے حافظے میں ان الفاظ میں ہے:

تم نہ آؤ گے، تو مر رہنے کی سو راہیں ہیں موت کچھ تم تو نہیں ہو کہ بلا بھی نہ سکوں
ایک یہ بھی اچھی طرح یاد ہے کہ اُس وقت یہ شعر میں نے جالب کی جانب منسوب سنا تھا۔ سید جالب دہلوی سے تو آپ واقف ہوں گے۔ ہمد لکھنؤ کے ایڈیٹر، حالی کے شاگرد اور اس طرح غالب کے شاگرد در شاگرد۔ آپ کی اطلاع اور تحقیق مزید کے لیے لکھ رہا ہوں۔

تم نہ آؤ گے، تو مرنے کی ہیں سو ندیریں موت کچھ تم تو نہیں ہو کہ بلا بھی نہ سکوں

الف، دریابادی، مرنے کی سو راہیں ہیں۔

اس کے بعد مجھے مزید تحقیق کا موقع نہیں ملا کہ سید جالب کے کلام میں تلاش کرتا، یا اُن کے درستوں سے پوچھتا۔ اب یہ بھی ممکن ہے کہ دوسرا شعر بھی جالب ہی کا ہو۔ عبد الماجد صاحب نے ایک سنا، ایک نہ سنا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک شعر میں غالب و جالب کو توارد ہو گیا ہو، اس لیے کہ قافیہ سوچتے وقت جب "بلا بھی نہ سکوں" ذہن میں آئے گا، تو ایسی دو ہی چیزیں ہیں موت اور دوست، اس لیے یہ مصرع تو بنا رکھا ہے: "موت کچھ تم تو نہیں ہو کہ بلا بھی نہ سکوں" اب پہلے مصرع میں وہی بات کہنے کی تھی جو دونوں نے کہی۔ لیکن اپنے اپنے الفاظ میں کہی۔ میرے خیال میں غالب کی یہ زبان نہیں ہے، "مر رہنے کی سو راہیں ہیں۔"

۳۰ حال اب آپ جانیں اور عرشی صاحب جانیں۔ میرا سلام کہیے گا۔

مولانا حامد حسن قادری کے اس بیان کے علاوہ ایک اور شہادت بھی ہمارے سامنے ہے۔ اس سے جہاں اس خیال کو تقویت پہنچتی ہے کہ زیر بحث اشعار غالب ہی کے ہیں وہاں مطلع اور شعر "ہنس کے بلوائے" الخ مزید دریافت ہوئے ہیں۔

کلیات اقبال کے مرتب عبدالرزاق راشد حیدر آبادی مرحوم نے رسالہ "تحفہ" حیدر آباد کی جلد ۶ شمارہ ۸، ۹ بابت شعبان، رمضان ۱۳۴۴ھ میں ایک نوٹ کے ساتھ یہ مکمل غزل شائع فرمائی تھی۔ انہوں نے اس کے متعلق جو معلومات "کلام غالب غیر مطبوعہ" کے زیر عنوان درج کی تھیں، انہیں یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

"میرزا غالب کا یہ کلام جسے ہم ذیل میں تبرکاً درج کرتے ہیں ہیں اُن کے ایک شاگرد

ہنس کے بلوائیے، مٹ جانے گا سب دل کا گلہ کیا تصوّر ہے تمہارا کہ مٹا بھی نہ سکوں

قاضی عنایت حسین مرحوم کی بیاض سے دستیاب ہوا ہے۔ مولانا حسرت موہانی اپنے مرتبہ دیوان میں غالب کے شاگردوں کا ذکر کرتے ہیں، لیکن قاضی مرحوم کا نام نہیں لیتے۔ شعرا کے تذکروں میں بھی جو ہماری نظر سے گزرے ہیں اُن کے حالات کا پتہ نہیں چلتا۔ ہم اپنی معلومات کی بنیاد پر چند باتیں یہاں بیان کرتے ہیں۔

خاندان بنی حمید کے ایک بزرگ علی تقی الدین کے بیٹے قاضی عنایت حسین مرحوم ہدایوں کے رہنے والے تھے۔ رشکی تخلص کرتے تھے، اچھے خاصے شعر کہتے تھے۔ ملازمت کے تعلق سے ہندوستان کے مختلف شہروں میں قیام کیا۔ کچھ عرصے تک ریاست ٹونک میں ملازم رہے۔ اسی مقام پر مرزا غالب سے تلمذ اختیار کیا۔ (مرزا صاحب کا سفر ٹونک محلّ نظر ہے۔ عرشی)۔ جبکہ والی ٹونک کی خواہش پر اُن سے ایک دو دفعہ ملنے گئے تھے۔ ۱۸۸۳ع میں حیدر آباد آئے اور ۱۹۰۸ع تک یہیں مقیم رہ کر رودِ موسیٰ کی مشہور طغیانی کے زمانے میں وطنِ مالوف چلے گئے، مگر وہاں اُن کا جی نہ لگا۔ ۱۹۱۲ع میں پھر ملازمِ دکن ہوئے۔ دکن پہنچ کر جام باغ کے محلے میں سکونت اختیار کی۔ ۱۹۱۸ع میں قضا اُن کو ہندوستان کھینچ لیے گئی۔ وہیں پیوندِ خاک ہوئے اور ایک اگلے وقتوں کی صورت مٹ گئی۔

اس امر کی نسبت کہ ذیل کے شعر غالب کے ہیں، ہم نے علامہ سید علی حیدر نظم طباطبائی نواب حیدر نواز جنگ سے (جن کی غالب شناسی بہت مشہور ہے اور جن کے دیوان غالب کی شرح لکھنے کے بعد غالب پر سے مہمل گوئی کا الزام اُٹھا) تحقیق چاہی، اور دیگر صاحبانِ ذوق سے بھی استفسار کیا۔ یہ سب اصحابِ علامہ طباطبائی کے اس جواب سے اتفاق کرتے ہیں کہ: "بیاض رشکی میں سے تین شعر (صحیح: چار۔ عرشی) (بانی)

جس دن سے کہ ہم غمزدہ زنجیر پسا ہیں کپڑوں میں جویں بجھے کے ٹانگوں سے سوا ہیں^۱

الف، آبِ حیات: ۵۲۷، م غمزدہ جس دن سے گرفتار بلا ہیں۔ ارمغانِ غالب، جس دن سے کہ ہم غمزدہ گرفتار بلا ہیں۔
ب، کلامِ عاصی، بجھے۔

(ف) جو مرزا غالب کے نام سے لکھے ہوئے ہیں، یہ مجھے بھی بلا شبہ غالب کا کلام معلوم ہوتا ہے۔ خود ہماری نظر جہاں تک کام دیتی ہے، ہم اس کو غالب ہی کا کلام سمجھتے ہیں۔ اگر کسی صاحب کو اس میں شک و شبہ ہو، تو امید ہے کہ وہ معقول وجوہ و دلائل کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار فرمائیں گے۔

رشکی کی بیاض میں یہ غیر مطبوعہ کلام جس طرح لکھا ہوا ہے ہم اُس کو بجنسہ یہاں نقل کرتے ہیں۔

اس نوٹ کے بعد یہ ایک سطر بھی رسالہ "تحفہ" میں غزل سے پہلے درج ہے جو بیاضِ مذکورہ ہی سے نقل ہوئی ہے کہ: "یہ غزل مرزا صاحب، پوری، دیوان میں طبع نہیں ہوئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بیاض میں اندراج کرنے والے کو اس بات کا علم تھا کہ اس غزل کے تین شعر پہلے سے دیوانِ غالب میں موجود ہیں اور یہ کہ ابھی تک یہ مکمل شکل میں کہیں شائع نہیں ہوئی ہے۔

ان سارے بیانات کے پیشِ نظر یہ بات قابلِ تحقیق ہو جاتی ہے کہ نو دریافت شعر بھی غالب ہی کے ہیں اور اُن کا انتساب غالب یا کسی دوسرے شخص کی طرف صحیح ہے یا غلط۔ نیز دیکھیے سچی کہانیاں: ۳۰۹ حاشیہ و ضمیمہ نسخہٴ عرشی مرتبہ اکبر علی خان، نقوش لاہور نومبر ۱۹۶۴ع، و سہ ماہی شیرازہ سری نگر جولائی ۱۹۶۵ع۔

۱۔ یہ شعر کلامِ گہنشیام لال عاصی: ۲۶۴، مطبوعہ سنہ ۱۹۳۹ع اور آبِ حیات: ۵۲۷ میں ملتا ہے۔
عاصی اس کی شانِ نظم میں لکھتا ہے کہ "مرزا نوشہ شاعر بے بدلِ دہلی، رند مشربِ المختلص (باقی)

تم سلامت رہو قیامت تک! دولت و عزّو جاہ، روز افزوں!

درم و دام اپنے پاس کہاں؟ جیل کے گھونسلے میں ماس کہاں؟

۱۔ خط بنام صفیر بلگرامی: جلوة خضر ۳: ۳۲۵، صحت و لطف طبع۔

(فیہ) بہ اسد و غالب سے فیض الحسن خاں کو تو الٰہی دہلی کو ناحق عداوت پیدا ہو گئی اور اُس نے بعلتِ قاربازی اُن کو قید کرادیا بہت سے رئیس اور شرفا اس حرکت سے ناراض ہوئے اور عدالت میں برامت کے ساعی ہوئے۔ مگر قید ہوئی گئی۔ ایک روز مسٹر راس صاحب، سول سرجن دہلی، قیدیانِ جیل خانہ کو ملاحظہ کرنے کرنے حضرت کے پاس تک پہنچ گئے اور حال دریافت کیا۔ آپ نے فی البدیہہ یہ فرمایا۔

آزاد کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کو ایک آفتِ ناگہانی کے سبب سے چند روز جیل خانے میں اس طرح رہنا پڑا کہ جیسے حضرت یوسف کو زندانِ مصر میں۔ کپڑے میلے ہو گئے، جوئیں پڑ گئی تھیں۔ ایک دن بیٹھے اُن میں سے جوئیں جن رہے تھے۔ ایک رئیس وہیں عیادت کو پہنچے۔ پوچھا: کیا حال ہے؟ آپ نے یہ شعر پڑھا۔

۱۔ اس شعر کا پہلا مصرع میرزا صاحب نے نواب یوسف علی خاں بہادر ناظم کے نام کے خط مورخہ ۱۵ فروری ۱۸۵۷ع میں اور پورا شعر انہیں کے نام کے خط مورخہ ۱۴ اگست ۱۸۶۳ع میں لکھا ہے۔ (مکاتیبِ غالب ۶ و ۲۶، طبع چہارم)۔

۲۔ اس شعر کی شانِ نظم آزاد نے یہ لکھی ہے کہ حسین علی خاں چھوٹا لڑکا ایک دن کھیلتا کھیلتا آیا کہ دادا جاں مٹھائی، منکادو۔ آپ نے فرمایا کہ پیسے نہیں۔ وہ

۲۸

میں قائلِ خدا و نبی و امام ہوں بندہ خدا کا، اور علی کا غلام ہوں^۱

۲۹

در پر امیرِ کلبِ علی خان کے ہوں مقیم ق شایستہ گدائیِ ہر در نہیں ہوں میں^۲
بوڑھا ہوا ہوں، قابلِ خدمت نہیں، اسد خیرات خوارِ محض ہوں، نوکر نہیں ہوں میں

۳۰

مکن نہیں کہ بھول کے بھی آرمیدہ ہوں میں، دشتِ غم میں، آہوے صیّادِ دیدہ ہوں^۳

۳ الف، ارمان غالب ۳۰۶، مہر، ۳۰ (طبع اول)، مکن نہیں ہے۔

(بقیہ) صندوقچہ کھول کر ادھر ادھر پیسے ٹٹولے لگا۔ آپ نے فرمایا: (آبِ حیات: ۵۲۷)۔
۱۔ صفیر بلگرامی کے نام ایک خط میں جو چار شنبہ ۷ ذیحجہ ۱۲۸۱ھ (۳ مئی ۱۸۶۵ع) کو لکھا ہے، مرزا صاحب فرماتے ہیں: اس نسبتِ عام سے کہ ہم اور آپ مومن ہیں سلام، اور اس نسبتِ خاص سے کہ آپ میرے دوستِ روحانی کے فرزند ہیں دعا، اور اس نسبتِ انحصار سے کہ آپ میرے خداوند کی اولاد میں سے ہیں بندگی۔ میں قائل الخ۔ جلوۂ خضر ۲: ۲۲۵۔

۲۔ میرزا صاحب نے اس زمین میں اپنی غزل، (نوائے سروش: ۱: ۲۳۷) کا مقطع حذف کر کے اور آخر میں یہ دو شعر بڑھا کر، نوابِ کلبِ علی خان بہادر والی رامپور کی خدمت میں ۹ جون ۱۸۶۶ع کو بھیجی تھی اور لکھا تھا: جب بادشاہِ دہلی نے مجھ کو نوکر رکھا اور خطاب دیا اور خدمتِ تاریخ نگاریِ سلاطینِ تیموریہ مجھ کو تفویض کی، تو میں نے ایک غزل طرزِ نازہ پر لکھی۔ مقطع اُس کا یہ غالب، وظیفہ خوار ہو الخ۔ اب مقطع کی صورت بدل کر حضور کی نذر کرتا ہوں۔ خدا کرے کہ حضرت کے پسند آئے۔ مکاتیبِ غالب: ۵۲، ۵۳ (طبع چہارم)۔

۳۔ یہ غزل میرزا صاحب نے اپنے مکتوب بنام علّانی مورخہ ۳ مارچ ۱۸۶۷ع کے (باقی)

گہ نالہ کشیدہ، گہ اشک چکیدہ ہوں
از بسکہ تلخی غم ہجراں چشیدہ ہوں
میں معرضِ مثال میں، دستِ بریدہ ہوں
نئے دانہ فادہ ہوں، نئے دام چیدہ ہوں
میں، یوسفِ بقیمتِ اول (۹) خریدہ ہوں
ہوں میں کلامِ نغز، ولے ناشیدہ ہوں
پر عاصیوں کے زمرے میں، میں برگزیدہ ہوں

ہوں درد مند، جبر ہو یا اختیار ہو
جان لب پہ آئی، تو بھی نہ شیریں ہوا دهن
نئے سبجہ سے علاقہ، نہ ساغر سے واسطہ
ہوں خاکسار، پر نہ کسی سے مجھ کو لاگ
جو چاہیے، نہیں وہ، مری قدر و منزلت
ہرگز کسی کے دل میں نہیں ہے، مری جگہ
اہلِ ورع کے حلقے میں۔ ہر چند، ہوں ذلیل

- الف، نقوش، مکاتیب نمبر ۱۰۶:۱۱، ساغر سے رابطہ۔
- الف، نقوش، حلقہ۔ ب، بیاض و نقوش، نہ - نہ (دونوں جگہ)۔
- الف، نقوش، حلقہ۔ ب، بیاض، طاہر، فرقہ میں - نقوش، فرقے۔
- مہر، زمرہ۔

(بقیہ) ساتھ بھیجی تھی۔ خط میں فرمایا ہے "اے میری جان، کس وقت میں مجھ سے غزل مانگی ہے کہ میرے واسطے نکیرین کے جواب دینے کا زمانہ قریب آ گیا۔ میرا حال اب جس کو دریافت کرنا ہو وہ اہلِ محلہ سے دریافت کر لے۔ تمہاری خاطر عزیز ہے۔ فکر کی۔ بارے نفسِ ناطقہ نے بُری بھلی طرح مدد دی۔ نو شعر پہنچے ہیں، لیکن نہ شاعرانہ، نہ عارفانہ۔"

یہاں یہ غزل بیاضِ علائی، نسخۂ جدید ورق ۳۸ الف سے آلی گئی ہے۔ نسخۂ قدیم میں ورق ۳۹ الف پر درج ہے۔ یہ سب سے پہلے الہلال کلکتہ ج ۵ شمارہ ۱ بابت ۱۹۱۴ع میں چھپی تھی۔ پھر ماسنامۂ ادیبِ اردو لکھنؤ جون ۱۹۲۱ع میں نواب اکھن صاحب نے اس تمہید کے ساتھ چھپوائی تھی: "یہ غزل غالب نے اپنے قلم سے لکھ کر نثر الدین سخن صاحب مؤلفِ سروشِ سخن کو دی تھی۔ اصل جناب نواب سعید الدین خاں طالب رئیسِ دہلی کے پاس موجود ہے۔" ادیبِ اردو میں غزل سے پہلے یہ شعر بھی ہے "مسجد کے زیرِ سایہ الخ"۔ معراج دھولپوری مرحوم نے تمہیدی عبارت، فرد اور غزل، یہاں سے نقل کر کے تبرکاتِ غالب کے عنوان سے ہماری زبان ۸ اگست ۱۹۶۱ع میں چھپوائی ہے۔ نیز ملاحظہ ہو: اردو جولائی ۱۹۲۹ع (بالی)

پانی سے سنگ گزیدہ ڈرے جس طرح، آسد ڈرتا ہوں آئیے سے کہ مردم گزیدہ ہوں^۱

۳۱

میں بھولا نہیں تجھ کو، اے میری جان کروں کیا؟ کہ یاں گر رہے ہیں مکاں^۲

۳۲

جو معشوق زلفِ دوتا باندھتے ہیں مرے سر سے کالی بلا باندھتے ہیں^۳

۱۔ ب. طاہر، ارمغان، مہر، آئینہ سے۔

(ف) غالب از مولانا مہر (طبع اول) ۳۰۵ و نقوش لاہور، مکاتیب نمبر، جلد ۱: ۱۰۶۔

۱۔ یہ مضمون صائب کے اس شعر سے لیا گیا ہے: (دیوان ۱۹ الف)

چون سنگ گزیدہ کہ نیارد در آب دید آئینہ میگرد من آدم گزیدہ را

۲۔ میرزا صاحب نے اس شعر کو مجروح کے نام کے خط مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۸۶۲ع

میں لکھنے کے بعد تحریر فرمایا ہے: «برسات کا حال نہ پوچھو۔ خدا کا

قہر ہے۔ قاسم جان کی گلی، سعادت خاں کی نہر ہے۔ میں جس مکان میں رہتا ہوں،

عالم یگ خاں کے کٹرے کی طرف کا دروازہ گر گیا۔ مسجد کی طرف کے

دالان کو جاتے ہوئے جو دروازہ تھا، وہ گر گیا۔ سیڑھیاں گرا چاہتی ہیں۔

صبح کے بیٹھنے کا حجرہ جھک رہا ہے۔ چھتیں چھانیاں ہو گئی ہیں۔ مینہ گھڑی

بھر برسے، تو چھت گھٹشا بھر برسے۔ فرش پر کہیں لگن رکھا ہوا، کہیں چلمچی

دھری ہوئی۔ خط لکھوں کہاں بیٹھ کر؟۔ اردو سے معنی: ۱۷۹ و خطوط ۲۷۹:۱

۳۔ یہ شعر بھی معراج دھولپوری مرحوم نے باغِ مہر سے نقل کر کے ہماری زبان میں شائع کرایا تھا۔

نسخہ سوزشِ دل، در خورِ عتابِ نہیں
 ہمت و حوصلہ شورشِ شبنم معلوم
 سر سودا زدہ، آشکدہ تاب نہیں
 قلمِ اشک، نم دیدہ خوناب نہیں
 شبِ تاریک، خیالِ دلِ مہتاب نہیں
 شبنمِ تاریک، خیالِ دلِ مہتاب نہیں
 ہدیہ پارہ دل، نازشِ جلاب نہیں
 پرشِ عشق سے ہے اُن کو فراغت مقصود

۲۔ ب۔ ماہ نو، خونتاب (سہو کاتب)۔

۱۔ اس غزل کا پہلا اور چوتھا شعر سب سے پہلے رسالۃ الناظر لکھنؤ بابت مارچ ۱۹۲۹ء میں اس تمہید کے ساتھ شائع ہوا تھا: ”مولوی عبد الرزاق صاحب ایڈیٹر رسالۃ تحفہ، حیدر آباد دکن، موافق کلیاتِ اقبال نے عرصہ ہوا از راہِ کرم الناظر میں شائع ہونے کے لیے اشعارِ بالا ارسال فرمائے تھے، اور اُن کے متعلق اپنے گرامی نامے میں تحریر فرمایا تھا کہ۔ یہ شعر بھوپال کے مطبوعہ نسخے میں نہیں ہیں، اور نہ کہیں چھپے ہیں۔ میرے کتب خانے میں دیوانِ غالب کے مختلف نسخے ہیں۔ ایک نسخہ نولکشمور کا مطبوعہ ہے۔ اُس کے حاشیے پر اشعارِ بالا اس تقریب کے ساتھ کسی صاحب نے لکھے ہیں کہ مرزا غالب کے قلمی دیوان سے یہ غزل نقل کی گئی۔ دو شعروں کے علاوہ غزل کے اور شعر بھی ہیں۔ لیکن بیدرد جلد ساز نے حاشیہ کاٹ دیا ہے، جس کے سبب سے بعض مصرع بالکل کٹ گئے ہیں، اور بعض پڑھے نہیں جاتے۔ کہیں اور پتا چلے، تو بقیہ اشعار بھی ارسال کروں گا۔“

بعد ازاں یا شعر ماہِ نو فروری ۱۹۵۳ء میں مع چند اضافوں کے اس تمہید کے ساتھ چھپے: ”پچھلے صفحے پر غالب کی جو مینہ غزل درج ہے، ہمیں جناب ناظر عالم نے حیدر آباد دکن سے ارسال کی ہے۔ موصوف نے اس سلسلے میں ایک خط بھی لکھا ہے جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ کس حد تک مستند ہے۔“ (باقی)

()
 ممت و شوقِ طلبِ گاری مقصود کہاں؟
 ()
 گلشنِ ہستی عالم، ہے دبستانِ نشاط
 ()
 شمعِ بہ، زیبِ دو مجلسِ احباب نہیں
 برقِ خرمین زنِ بستانِ سیلاب نہیں
 تارِ تمکین، حریفِ سرِ مضراب نہیں
 نقشِ گل، رونقِ بے مشقی طُلاب نہیں
 غمِ ہی اک چیز ہے دنیا میں، جو کیاب نہیں

(بقیہ) خط میں ناظرِ عالم صاحب نے اس غزل کی دریافت اور ضائع شدہ حصوں کے بارے میں عبد الرزاق راشد صاحب کا یہ بیان نقل کیا ہے۔ موصوف نے کہا کہ "میاں داد خان سیاح شاگردِ میرزا غالب کے ایک رشتہ دار ظفریاب خان نامی ریاست حیدر آباد کے صیغۂ تعمیرات میں ملازم تھے۔ آج سے ۴۲،۴۰ سال پہلے رسالۂ ادیب نکالتے تھے۔ خانِ موصوف کے کتب خانے میں ایک جلد کتاب ملی، جس کے اندر دیوانِ غالب اور دیوانِ ذوق کے علاوہ ناسخ، آتشِ آباد کا کلام تھا۔ دیوانِ غالب کے ایک حاشیے پر غزلِ غیر مطبوعہ غالبِ دہلوی، عنوان سے ۹ شعر لکھے تھے۔ مگر کسی بیدرد جلد ساز نے جلد بنانے وقت حاشیے کا ایک حصہ اس بری طرح کتر دیا تھا کہ چار مصرع کٹ گئے۔ جو اشعار اور مصرع باقی تھے اُن کی نقل کر لی گئی۔ اس تحقیق کے لیے کہ یہ کلام میرزا غالب ہی کا ہے، ظفریاب خان ایڈیٹر ادیب سے رجوع کیا گیا۔ خان صاحبِ موصوف نے اثبات میں جواب دیا اور کہا کہ غالب کے سوا ایسے شعر اور کون تصنیف کر سکتا ہے....."

تحقیق کا دوسرا ذریعہ یہ تھا کہ حضرت استاذی علامہ نظم طباطبائی شارحِ غالب سے رجوع کیا جائے۔ موصوف نے غزل دیکھ کر فرمایا کہ یہ یقینی مرزا غالب کا کلام معلوم ہوتا ہے۔

۳۴

دیکھتا ہوں اُسے، تھی جس کی تمنا مجھ کو
آج بیداری میں ہے خوابِ زلیخا مجھ کو

۳۵

شمیرِ صافِ یار، جو زہراب دادہ ہو
وہ خطِ سبز ہے کہ برخسارِ سادہ ہو

۳۶

بیچارہ کتنی دور سے آیا ہے، شیخ جی
کعبے میں، کیوں دبائیں نہ ہم برہن کے پانو؟

۳۷

آئی اگر بلا، تو جگہ سے نلے نہیں
ایراہی دے کے ہم نے پچایا ہے کشت کو

۳۸

نتیجہ اپنی آہوں کا ہے شکلِ مستوی پورا
ہیولی صورتِ کابوس پھر خوابِ گراں کیوں ہو

۱ و ۲۔ یہ دونوں شعر عمدۂ منتخبہ: ۱۱۶ سے لیے گئے ہیں۔

۳۔ یہ شعر قبا اور م دونوں میں تھا۔ بعد کو حذف کر دیا گیا۔ نیز تذکرۂ سراپا سخن: ۳۴۷ میں

میرزا صاحب کی پانو کی ردیف والی غزل میں بھی مندرج ہے۔ بقول مرتبِ تذکرہ یہ

غزل اُن کے پاس شیخ فدا حسین فدا سا کنِ قصبۂ ڈبائی نے اپنے خط کے ساتھ بھیجی تھی۔

۴۔ یہ شعر یادگارِ غالب: ۱۵۳ سے لیا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے مولانا حالی کے پاس کوئی

نسخۂ دیوان ایسا تھا جس میں یہ شعر شامل تھا۔ اس زمین کے متداول اشعار کے

لیے ملاحظہ ہو: نوائے سروش: ۱:۲۴۸

۵۔ یہ شعر فاضل زیدی صاحب نے رسالۂ طوفان، نواب شاہ کے شمارۂ جولائی ۱۹۵۱ع (پانچویں)

جویا مے حالِ دہلی و الور، سلام لو

گانی تھیں شَمرو کی بیگم، تننا ہا یا ہو دودھ میں پگے تھے شلغم، تننا ہا یا ہو

میں اس تمہید کے ساتھ شائع کیا تھا: سید احمد حسین میکش شاگردِ غالب جو بعدِ غدر بے جرم و خطا انگریز کے عتاب کا نشانہ بنے، غدر سے قبل کچھ دنوں پانڈی میں مقیم رہے ہیں۔ میر امید علی رئیس شاہ پور (پانڈی) اور اُن کے درمیان رشتہ اخلاص و محبت تھا، اور اُنہیں کی کشش اُن کو پانڈی کھینچ لائی تھی۔ میکش نے اپنے استاد کی مشہور غزل: "سب کہاں، کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں" اور، "کسی کو دے کے دل کوئی نواسنجِ فغان کیوں ہو، میر صاحب کو بطور تحفہ نقل کر کے دی تھیں، جو اُن کے صاحبزادے حکیم حبیب حسین کی ملکیت رہیں۔ اور اب حکیم مرحوم کے لواحقین کے پاس ہیں۔ آخر الذکر غزل میں مروجہ غزل سے ایک شعر زائد ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غالب نے یہ شعر بعد میں غزل سے خارج کر دیا۔ میکش کو یہ اتفاقاً زبانی یاد تھا، اس لیے اُنہوں نے لکھ دیا اور محفوظ رہ گیا۔

۱۔ یہ مصرع مرزا صاحب کے خط بنام میر مہدی مجروح کا سرنامہ ہے۔ خط کے آخر میں تاریخ یوں درج ہے: "منگل کا دن ۲۳ جمادی الثانی (۱۲۸۹ھ) ۱۶ دسمبر (۱۸۶۲ع) ۳۳ دن چڑھے، ملاحظہ ہو، اردو مے معلیٰ: ۱۶۲ و خطوط ۲۸۲:۱۔

۲۔ مولوی احتشام الدین مرحوم نے اپنے مضمون "غالب کے بعض غیر مطبوعہ اشعار اور لطیفے" میں لکھا ہے: "یہ مطلع بھی مرزا کی ایک مہمل غزل کا ہے جو (باقی)

۴۱

ہوا ہے مُوجبِ آرامِ جان و تن، تکیہ
کہ بن گیا ہے، ختمِ جَعَدِ پُر شکن تکیہ
ہوا ہے دستہٴ نسرین و نسرین، تکیہ
جو رختِ خواب ہے پرویں، تو ہے پَرَن تکیہ
رکھے جو بیچ میں، وہ شوخِ سیمَن، تکیہ
اُٹھا سکا نہ تراکت سے، گلبدن، تکیہ
اگرچہ زانوے نل پر رکھے، دمن، تکیہ
کہ ضربِ تیشہ پہ رکھنا تھا، کوہکن، تکیہ

شبِ وصال میں، مونس گیا ہے بن، تکیہ
خراجِ بادشہ چیں سے کیوں نہ مانگوں آج؟
بنا ہے تختہٴ گُٹھایا ہے ریاستیں، بستر
فُروغِ حسن سے روشن ہے، خوابگاہ تمام
د مزا ملے کہو، کیا خاک ساتھ سونے کا؟
اگرچہ تھا یہ ارادہ، مگر خدا کا شکر!
ہوا ہے، کاٹ کے چادر کو، ناگہاں غائب
بِضربِ تیشہ وہ اس واسطے ہلاک ہوا

ب۔ طاہر، رفتِ خواب ہے، تو پرَن (سہو کاتب)۔

(بقیہ) بچتوں کے جھولے میں گانے کے ایسے موزوں فرمائی تھی۔ باقی اشعار مجھے یاد

نہیں رہے۔ ماہِ نو فروری ۱۹۵۰ع۔

۱۔ یہ غزل سب سے پہلے میرزا صاحب کی زندگی میں گلستہٴ انجمن (مخزنۃٴ پنجاب یونیورسٹی

لائبریری، لاہور) میں شائع ہوئی تھی، جسے ۱۲۸۴ھ (۱۸۶۷ع) میں محمد عبد الکرم

نے مرتب کر کے مطبعِ اکبری دہلی میں چھپوایا تھا۔ بارہواں شعر اُسی گلستے سے ماخوذ

ہے۔ بطورِ تعارف غزل سے پہلے یہ عبارت بھی ہے: غزلِ جنابِ مستطاب نواب نجم الدولہ

دبیر الملک اسد اللہ خان بہادر نظام جنگِ المتخلص بہ غالب سلمہ اللہ تعالیٰ تہرکاً و تیعناً

بقالبِ تحریر در آمد۔ ملاحظہ ہو ڈاکٹر وحید قریشی کا مقالہ: پنجاب یونیورسٹی کے

دو گلستے، ماہِ نو، کراچی، مارچ ۱۹۶۵ع۔ (باقی)

یہ رات بھر کا ہے ہنگامہ، صبح ہوتے تک
 اگرچہ پھینک دیا تم نے دور سے، لیکن
 غش آگیا جو، پس از قتل، میرے قاتل کو
 جو بعدِ قتل مرا دشت میں مزار بنا
 شبِ فراق میں یہ حال ہے اذیت کا
 روا رکھو نہ رکھو، تھا جو لفظِ "تکیہ کلام"
 رکھو نہ شمع پہ، اے اہلِ انجمن، تکیہ
 اٹھائے کیونکہ، یہ رنجورِ خستہ تن، تکیہ
 ہوئی ہے، اُس کو مری لاشِ بے کفن، تکیہ
 لگا کے بیٹھتے ہیں اُس سے راہزن، تکیہ
 کہ سانپ فرش ہے، اور سانپ کا، ہے، مَن تکیہ
 اب اُس کو کہتے ہیں اہلِ سخن "سُخَن تکیہ"
 ہم اور تم، فلکِ پیر جس کو کہتے ہیں
 فقیرِ غالبِ مسکین کا ہے کہن تکیہ

۱ الف، ہمدرد، رسالہ اردو، اکتوبر ۱۹۲۵ء، طاہر، ہونے تک (سہو کاتب)۔
 ۲ ب، طاہر، ہوئی پھر اسکو۔
 ہمدرد، الہلال، اردو، طاہر، ارمنان، نمش بے کفن۔
 ۵ ب، طاہر، اب اس کو۔

(بقہ) اس کے بعد روزنامہ ہمدرد دہلی جلد ۱ شمارہ ۳ بابت چہار شنبہ ۴ جون ۱۹۱۳ء کے
 سرورق پر مندرجہ ذیل تمہید کے ساتھ شائع کی گئی:
 "نواب سعید احمد خان صاحب عرف نواب احمد سعید خان صاحب کی بدولت آج
 ہم مرزا غالب کی ایک غزل "ہمدرد" کے پہلے صفحے پر شائع کر رہے ہیں جو
 اب تک کہیں شائع نہیں ہوئی تھی۔ غالبِ مغفور، نواب احمد سعید خان صاحب کے پھوپھا
 تھے، اور اگر اُن کی زندگی کے بچے کھچے موقی کہیں مل سکتے ہیں، تو نواب
 صاحب موصوف ہی کے کتب خانے سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ ہم سے نواب صاحب
 نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ غالب کی زندگی کے متعلق بہت سی معلومات وقتاً فوقتاً
 "ہمدرد" کے لیے عطا فرمایا کریں گے۔ اور ہمیں امید ہے کہ ہمارے ناظرین کو
 کچھ زیادہ عرصے تک ستم کشِ انتظار نہ رہنا پڑے گا۔
 یہ غزل جو آج ہم شائع کر رہے ہیں ایک واقعے سے متعلق ہے جس کا درج کرنا ناظرین
 کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔ (باقی)

ی

۴۲

ہنستے ہیں، دیکھ دیکھ کے، سب، ناتواں مجھے
یہ رنگِ زرد، ہے چمنِ زعفران مجھے

۴۳

دیکھ وہ برقِ تبسم، بس کہ، دل بیتاب ہے
کھول کر دروازہ میخانہ، بولا میفروش
دیدہ گریبان مرا، فوارہ سیاب ہے
اب شکستِ توبہ میخواروں کو فتح الباب ہے

۴۴

اک گرم آہ کی، تو ہزاروں کے گھر جلے
رکھتے ہیں عشق میں یہ اثر، ہم جگر جلے
ہ پروانے کا نہ غم ہو، تو پھر کس لیے، آس
ہر رات، شمع، شام سے لے تا سحر جلے؟

(بقہ) نواب یوسف علی خاں عزیز لکھنوی، دہلی، حکیم محمود خاں صاحب سے علاج کرانے کی غرض سے تشریف لائے ہوئے تھے اور مرزا صاحب کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ دورانِ گفتگو میں کئی دفعہ اُن کی زبان سے لفظِ "تکیہ" ادا ہوا۔ غالبِ مغفور نے دریافت کیا کہ حضرت، یہ آپ نے کیا فرمایا؟ انہوں نے کہا: "لکھنؤ میں 'تکیہ کلام' کے بجائے 'سخن تکیہ' بولا جاتا ہے۔ شاہِ سخن کے سخن آشنا کا ان کو یہ ترکیب کچھ ایسی بھلی معلوم ہوئی کہ اس ردیف اور قافیے میں ایک غزل لکھ ڈالی۔ یہ وہی غزل ہے جو آج ہمدرد اپنے ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔

خود تکیہ کے متعلق مرزا صاحب نے عزیز کو لکھا ہے کہ: تکیہ لفظ عربی الاصل ہے، فارسی و اردو میں مستعمل۔ دونوں زبانوں میں ہم بمعنی بالاش اور ہم بمعنی مکانِ فقیر آتا ہے۔ ایران میں تکیہ صائب مشہور ہے۔ خطوط: ۱۷۲:۱

۱۔ یہ اور آئندہ پانچ شعر عمدۂ منتخبہ: ۱۱۶-۱۱۸ سے لیے گئے ہیں۔

۴۵

ماہِ نو ہوں، کہ فلک عجز سکھاتا ہے مجھے
عمر بھر ایک ہی پہلو پہ سلاتا ہے مجھے

۴۶

طرزِ بیدل میں ریختہ کہنا
اسدِ اللہ خاں قیامت ہے

۴۷

زخمِ دل تم نے دکھایا ہے کہ جی جانے ہے
ایسے ہنسنے کو رُلیا ہے کہ جی جانے ہے

۴۸

صبا، لگا وہ طہانچے طرف سے بلبل کی
کہ روئے غنچہ گل سوئے آشیان پھر جاے

۴۹

اور تو رکھنے کو ہم دھر میں کیا رکھتے تھے
اُس کا یہ حال کہ کوئی نہ ادا سنج ملا
فقط اک شعر میں اندازِ رسا رکھتے تھے
آپ لکھتے تھے ہم اور آپ اُنہار رکھتے تھے

- ۱۔ اس مقطع کو میرزا صاحب نے اپنے ایک مکتوب بنام مولوی عبدالرزاق شاہ کر میں اس تمہید کے ساتھ نقل کیا ہے: "قبلہ، ابتداءے فکرِ سخن میں بیدل و اسیر و شوکت کی طرز پر ریختہ لکھنا تھا، چنانچہ ایک غزل کا مقطع یہ تھا۔ (عود: ۱۵۹)
- ۲۔ یہ اور اگلا شعر دونوں خوب چند ذکا کے تذکرۂ عیار الشعرا سے ماخوذ ہیں۔ یہ تذکرہ ۱۲۱۳ھ (۱۷۹۸ع) میں شروع ہوا، اور تقریباً ۱۲۴۸ھ (۱۸۳۲ع) تک اس میں اضافے ہوتے رہے۔ اس کے ایک نسخے (مخزونة انڈیا آفس لائبریری) کا عکس جناب مالک رام کے پاس ہے۔ یہ اشعار اُسی سے لیے گئے ہیں۔
- ۳۔ یہ دو شعر نسخۂ قبا کے متن میں اُس مقطع کے ساتھ مندرج ہیں جو نوائے سروش: ۱۱:۳۰۸ (باقی)

۵۰

یہ خط نہیں آو اور کیا ہے؟

۵۱

روز اس شہر میں اک حکم نیا ہوتا ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کیا ہوتا ہے؟

۵۲

دیکھیے کیا جو ب آتا ہے؟

(بقیہ) پر گزر چکا ہے۔

۱۔ برہان قاطع کا وہ نسخہ جس کے حاشیوں پر ابتداءً مرزا صاحب نے اپنے اختلافی نوٹ لکھے اور جو بعد کو قاطع برہان کے نام سے مرتب ہو کر چھپے، لوہارو کلکشن، رضا لائبریری میں محفوظ ہے۔ لفظ "خسک" پر حاشیہ لکھتے ہوئے یہ مصرع بھی مرزا صاحب کے قلم سے نکل گیا ہے۔

۲۔ میرزا صاحب نے یہ شعر اپنے خط بنام مجروح مورخہ ۲ فروری ۱۸۵۹ع میں لکھا ہے۔ خط کے شروع میں اپنا میرٹھ جانا، اور شیفتہ سے جو حال ہی میں قیدِ فرنگ سے چھوٹے تھے، ملنا بیان کر کے یہ شعر لکھا ہے اور پھر فرماتے ہیں: "میرٹھ سے آکر دیکھا کہ یہاں بڑی شدت ہے، اور یہ حالت ہے کہ گوروں کی پاسبانی پر قناعت نہیں ہے۔ لاہوری دروازے کا تھانیدار مونڈھا بیچھا کر سڑک پر بیٹھتا ہے الخ۔"

۳۔ مرزا صاحب نے مجروح کے نام ایک خط مورخہ ۱۳ دسمبر ۱۸۵۹ع میں لکھا ہے: "مجھے تو دربار و خلعت کے لالے پڑے ہیں، تم کو پنسن کی فکر ہے۔ یہاں کے حاکم نے میرا نام دربار کی فرد میں نہیں لکھا۔ میں نے اس کا اپیل لفٹنٹ گورنر کے یہاں کیا ہے دیکھیے کیا الخ۔ بہر حال جو کچھ ہوگا تم کو لکھا جائے گا۔" خطوط ۱: ۲۵۹

جو حسدِ تقویٰ ادا نہ ہووے، تو اپنا مذہب یہی ہے، غالب
ہوس نہ رہ جائے کوئی باقی، گناہ کیجئے، تو خوب کیجئے^۱

تو، توبہ کرو تم کیا ہو؟ جب اِدبار آتا ہے تو یوسف سا حسین، بکنے سرِ بازار آتا ہے^۲

- ۱- رامپور رضا لاہیری میں شعرا کا ایک تذکرہ، گلزارِ سخن مولفہ جگن ناتھ فیض محفوظ ہے، جو ۱۹۰۸ع میں نولکٹور پریس میں طبع ہوا ہے۔ اس کے صفحہ ۲۹۷ پر غالب کا تذکرہ ہے۔ اس صفحے کے زیر حاشیے میں چنّی لال عاصی نے مطالعہ کرتے وقت غالب کے تحت یہ شعر لکھا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو: ضمیمہ نسخہ عرشی مرتبہ اکبر علی خاں، مشمولہ نقوش لاہور نومبر ۱۹۶۴ع و سہ ماہی شیرازہ سری نگر جولائی ۱۹۶۵ع۔
- ۲- یہ شعر مولوی احتشام الدین صاحب دہلوی کے محولہ قبل مضمون سے نقل کیا گیا ہے۔ یہ مطلع انہیں ایک صاحب وجہ الدین خاں کی مملوکہ بیاض میں ملا تھا۔ اس بیاض میں مرزا صاحب کی غزل ”کہا ہے تو سہی، رہا ہے تو سہی بھی“ درج تھی۔ وہ لکھتے ہیں کہ ”اس کے ساتھ کوئی دوسرا شعر نہیں ہے۔ وجہ الدین خاں نے غزلِ مذکور کے ہاتھ آنے کی حکایت یہ بیان کی ہے کہ اُن کے والد ماجد مرحوم نے مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن کے کلام کی اپنی بیاض میں لکھنے کے لیے استدعا کی۔ مرزا نے فرمایا کہ یہ غزل دیوان میں طبع ہونے سے رہ گئی ہے، تم لے جاؤ۔ غالباً اُسی کے ساتھ یہ مطلع بھی عنایت ہوا ہوگا، کیونکہ اس بیاض میں غالب کے نام سے درج ہے، کسی مطبوعہ دیوان میں نہیں پایا جاتا۔“

۵۵

مزد تو جب ہے کہ اے آوِ تارسا، ہم سے وہ خود کہے کہ: "بتا تیری آرزو کیا ہے؟"

۵۶

حالتِ ترے عاشق کی یہ اب آنِ بنی ہے اعضا شکنی ہو چکی، اب جاں شکنی ہے

۵۷

گھر سے نکالنا ہے اگر، ہاں نکالیے
ناحق کی 'حجین نہ، مری جاں، نکالیے
اب بوسہ، یا مصیبتِ ہجران بیاں کریں
الکُم نہ ہے، کون کون سے ارماں نکالیے

۵۸

۵ ذرا کر زور سینے پر، کہ تیرے پر ستم نکلے جو وہ نکلے، تو دل نکلے، جو دل نکلے، تو دم نکلے

۵۹

اگر ہوتا تو کیا ہوتا، یہ کہہے نہ ہونے پر ہیں یہ باتیں دہن کی

- ۱۔ یہ اور اگلے تین شعر بھی باغِ مہر میں مرزا نوشہ نام کے تحت مندرج ہیں۔
- ۲۔ یہ شعر جناب شیخ محمد اکرام نے ارمغانِ غالب: ۳۰۸ میں بے حوالہ نقل کیا ہے۔ مولانا مہر نے اپنی کتابِ غالب: ۳۰۴ (طبع اول) میں دیوانِ غالب قلمی، مملوکہ بیگم صاحبہ میرزا شجاع الدین احمد خاں تاباں (حاشیہ ص ۱۳۸) سے اسے نقل کیا۔ تو اُس کے ساتھ یہ شعر بھی لکھا:
- خدا کے واسطے، پردہ نہ کہے کا اُٹھا، واعظ کہیں ایسا نہو، یاں بھی وہی کافر صنم نکلے
- مگر طبعِ دوم سے اس شعر کو اس لیے حذف کر دیا کہ یہ شاعرِ ظفر کا ہے، اور نسخہ مذکورہ میں سہواً درج ہو گیا تھا۔ ملاحظہ ہو، دیوانِ ظفر ۴: ۱۴۷۔
- ۳۔ یہ شعر ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی صاحب نے رسالہ اردو سے معنی دہلی کے غالب نمبر (۱۱۱)

یہ بھی، یا حضرت ایوبؑ گلا ہے تو سہی
 ذہن میں، خوبی تسلیم و رضا، ہے تو سہی
 نہ ملے داد، مگر روزِ جزا ہے تو سہی
 نہ سہی؛ لیکِ نغما ہے دوا ہے تو سہی
 نہ سہی ہم سے، پر اُس بت میں وفا ہے تو سہی
 کچھ نہ کچھ روزِ ازل تم نے لکھا ہے تو سہی
 شہرہ تیزی ششہیرِ قضا ہے تو سہی

آپ نے 'مَسْنَوِی الضَّرَّہ' کہا ہے تو سہی
 رنج، طاقت سے سوا ہو، تو نہ پٹنوں کیوں کر؟
 ہے غنیمت کہ بائید گزر جائے گی عمر
 دوست گر کوئی نہیں ہے، جو کرے چارہ گری
 غیر، سے، دیکھیے، کیا خوب نباھی اُس نے
 نقل کرنا ہوں اُسے نامۂ اعمال میں، میں
 کہی آجائے گی؛ کیوں کرنے ہو جلدی، غالب؟

۲ ب. طاهر، نہ ملی داد۔

۲ الف، ارمغان، کیوں سر۔

۵ الف، ارمغان۔

ب. ارمغان، مہر، نیک نغما ہے۔

۱ ب. مہر، اے حضرت ایوب۔

۴ الف، ارمغان، مہر، دوست ہی۔

مہر، بانی اس نے۔

(۴۹) حصہ دوم ۱۹۶۰ع میں چھاپا ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میرے ایک بزرگ تھے
 سید عنایت حسین صاحب، جو بھوپال میں ملازم تھے۔ نواب صدیق حسن خان سے اُن
 کے خصوصی تعلقات تھے۔ نواب صاحب کے بھائی سید احمد حسن (متوفی ۱۲۷۷ھ
 مطابق ۱۸۶۰ع) غالب کے شاگرد تھے اور عرشی تخلص کرتے تھے۔ سید
 عنایت حسین صاحب نے اپنے منتخب اشعار کی ایک بیاض چھوڑی ہے۔ اُس میں
 پہلے عرشی کا یہ شعر لکھا ہے:

کہیں کچھ ہے، دعا دو گالیوں کو بنالی بات باتوں میں دہن کی
 اس کے بعد غالب کا یہ شعر درج کیا ہے۔ اگر ہوتا الخ۔

۱۔ یہ غزل مولانا مہر نے غالب: ۳۰۴ (طبع اول) میں دیوانِ غالب کے مخطوطہ
 یکم ناباں (حاشیہ ص ۱۰۷) سے نقل کی ہے۔ نیز یہ رسالہ آجکل دہلی بابت
 ۱۵ جون ۱۹۴۳ع میں بھی شائع ہو چکی ہے۔

تم ہو بیداد سے خوش، اس سے سوا اور سہی
ہیں ہوس پیشہ بہت، وہ نہوا اور سہی
تم خداوند ہی کہلاؤ، خدا اور سہی
آپ کا شیوہ و انداز و ادا اور سہی
کعبہ ایک اور سہی، قبلہ نما اور سہی
خلد بھی باغ ہے، خیر آب و ہوا اور سہی
سیر کے واسطے تھوڑی سی نضا اور سہی
زہر کچھ اور سہی، آبِ بقا اور سہی
ایک بیداد گر رنج فرا اور سہی

میں ہوں مشتاقِ جفا، مجھ پہ جفا اور سہی
غیر کی مرگ کا غم کس لیے، اے غیرتِ ماہ؟
تم ہو بت، پھر تمہیں پندارِ خدائی کیوں ہے؟
حُسن میں حور سے بڑھ کر نہیں ہونے کے کبھی
تیرے کوچے کا ہے مائل، دلِ مضطر میرا
کوئی دنیا میں مگر باغ نہیں ہے، واعظ؟
کیوں نہ فردوس میں دوزخ کو ملالیں، یارب؟
مجھ کو وہ دو کہ جیسے کھا کے نہ پانی مانگوں
مجھ سے، غالب، یہ علائی نے غزل لکھوائی

کوئی بتاؤ کہ وہ زلفِ خم بنم کیا ہے؟
کسے خبر ہے کہ واں جنبشِ قلم کیا ہے؟

۱۰۔ کیٹے نو شب کہیں، کاٹے، تو سانپ کہلاوے
لکھا کرے کوئی احکامِ طالعِ مولود

۵ الف۔ اردو سے مدلی ۳۸۹، کرچہ۔ ب۔ ارمقان، اک اور۔ ۷ الف۔ شرح حسرت ۱۵۷۔ خلد میں کہوے تو، دوزخ میں ملالیں۔ یارب، طالع، کیوں نہ فردوس کو دوزخ میں ملالیں، یارب ب۔ اردو سے مدلی، فرا اور سن (-ہو کاتب)۔

- ۱۔ میرزا صاحب نے یہ غزل نواب امین الدین احمد خاں بہادر والی لوہارو کے لیے لکھی تھی۔ چنانچہ ۲ ربیع الاول ۱۲۸۲ھ مطابق ۲۶ جولائی ۱۸۶۵ع کو انہیں لکھنے ہیں۔ وکیلِ حاضر باشِ دربارِ اسد اللہی، یعنی علائی مولائی، نے اپنے موکل کی خوشنودی کے واسطے فقیر کی گردن پر سوار ہو کر ایک اردو کی غزل لکھوائی۔ اگر پسند آئے، مطرب کو سکھائی جائے، جھنجوٹی کے اونچے سروں میں راہ رکھوائی جائے۔ اگر جیتا رہا، تو جاڑوں میں آکر میں بھی سن لوں گا۔ اردو سے مدلی ۳۸۹
- ۲۔ میرزا صاحب نے یہ غزل بھی علائی کی فرمائش پر لکھ کر اس خط کے ساتھ

نہ حشر و نشر کا قاتل، نہ کیش و ملت کا
وہ داد و دیدِ گرانمایہ شرط ہے، ہمدم
خدا کے واسطے! ایسے کی پھر قسم کیا ہے؟
وگر نہ، مہر سلیمان و جامِ جم کیا ہے؟



لطفِ نظارۂ قاتل، دمِ بسمل، نے
جان جانے، تو بلا سے، پہ کہیں دل آئے

(بقیہ) بھیجی تھی، جو نوائے سروش : ۳۳۸ میں اس غزل کے متداول اشعار کے ساتھ
حاشیے میں منقول ہے۔ جیسا کہ وہاں بتایا جا چکا ہے، یہ خط مع غزل اردو سے
معلیٰ : ۳۹۴ میں جمعہ ۲۲ دسمبر ۱۸۶۵ء تاریخ کے ساتھ پہنچا ہے۔ مگر وہاں یہ
درج ہونے سے رہ گیا کہ مرتبہ خطوط نے اسے ۲۲ دسمبر اور ۲۶ دسمبر کے
درمیان جگہ دی ہے، اور ۲۶ کو اگلے خط کی تاریخ بتایا ہے جو بالکل درست ہے۔
۱۔ یہ غزل میرزا صاحب نے اپنے دوسرے سفرِ رامپور میں ۲۸ دسمبر ۱۸۶۵ء کو
یہاں سے رخصت ہونے سے پہلے کہی تھی۔ اُس زمانے میں کلبِ تلی خاں
بہادر رامپور کے نواب تھے۔ اس لیے مولانا نظامی کا دیوان غالب مع شرح :
۲۵۴ میں نواب سے یوسف علی خاں بہادر ناظم مراد لینا درست نہیں۔ تفصیل کے لیے
ملاحظہ ہو مکاتیبِ غالب، دیباچہ : ۱۲۳، طبع چہارم۔ یہاں یہ غزل شرحِ حسرت :
۱۵۷ سے ماخوذ ہے۔

حکیم سید حسن علی ابر مقلدِ میر و غالب کی ادارت میں لکھنؤ سے ایک ادبی
ماہنامہ معیار شایع ہوتا تھا۔ اُس کی جلد ۲، شمارہ ۱، ۱۹۰۸ء میں شرحِ غالب
مرتبہ حسرت سے غالب کے وہ غیر معروف اشعار نقل کیے گئے تھے، جو
مولانا حسرت موہانی نے اپنے مملوکہ مخطوطۂ گلِ رعنا نیز دوسرے ماخذوں سے انتخاب
کر کے شرحِ مذکور کے آخر میں درج فرمائے تھے۔ ان غیر معروف اشعار پر
بابِ تنقید کے تحت معیار کی مذکورہ جلد کے شمارہ ۲ میں ابوالعلا ناطق نے ایک
ریویو لکھا ہے۔ اس ریویو کو پڑھ کر سید حامد حسین اوج نے ۲۶ مارچ ۱۹۰۸ء کو (باقی)

دوست جو ساتھ مرے تالِبِ ساحل آئے
ساتھ حُجَّاج کے اکثر کئی منزل آئے
لو، وہ برہم زور ہنگامہٴ محفل آئے
دل کے ٹکڑے بھی کئی، خون کے شامل آئے

ان کو کیا علم کہ کشتی بہ مری کیا گزری؟
وہ نہیں ہم کہ چلے جائیں حرم کو، اے شیخ
آئیں جس بزم میں وہ، لوگ پکار اُٹھتے ہیں
دیدہ خونبار ہے مَدّت سے؛ ولیے آج، ندیم

۱ الف، شرح حسرت، گزری۔ ۲ الف، معیار، حرم میں۔

(بقیہ ایک خط ایڈیٹر معیار کے نام بھیجا تھا، جو شمارہ ۳ بابت مارچ ۱۹۰۸ء میں شامل ہے۔ خط میں وہ لکھتے ہیں:

غالب کا غیر مطبوع کلام نہایت شوق سے دیکھا، تنقید کو پڑھا۔ رامپور کے مشاعرے کی غزل بھی جس کا مطلع یہ ہے: لطفِ نظارۃ قاتل الخ میں نے دیکھی۔ غالب ریاست رامپور سے وظیفہ پاتے تھے اور یہاں آتے تھے۔ ایک مرتبہ اُن کی موجودگی میں یہ مشاعرہ ہوا تھا۔ شاعرانِ موجودۃ ریاست شریک تھے۔ صاحبزادہ معظم تلی خاں صاحب بہادر بھی جو والدِ ماجدِ مرحوم کے شاگرد ہیں، شریکِ مشاعرہ تھے۔ آج بھی مجھ سے اُن کی ملاقات ہوتی۔ اس کے تذکرے پر مجھ سے فرمایا کہ میری موجودگی میں مرزا نوشہ نے یہ غزل پڑھی تھی۔ جناب والدِ مرحوم نے اپنے قلم سے یہ غزل آخر میں حاشیۃ دیوانِ غالب پر لکھی تھی۔ افسوس کہ دیوان میرے پاس سے جاتا رہا۔ اگر ہوتا، تو ضرور ان اشعار کا مقابلہ کرتا۔ اس غزل کے پانچ شعر مجھے یاد رہ گئے ہیں۔ من جملہ اُن کے مطلع، مقطع آب نے درج پرچہ فرما دیا ہے۔ ایک شعر میں دآئیں، پرچے میں لکھا ہوا ہے، اور والد صاحب نے دآئے، لکھا تھا۔ وہ شعر یہ ہے: دآئے جس بزم میں الخ۔ اب وہ شعر، وہ پرچے میں نہیں ہیں اور مجھے یاد رہ گئے ہیں، وہ یہ ہیں: موت بس الخ، بن گیا الخ۔ عرشی عرض کرتا ہے کہ محولہ اشعار مقطع سے پہلے درج کر دیے گئے ہیں۔ نیز یہ امر واضح کرنا ہے کہ مکتوب نگار کا صحیح نام سید عابد حسین اوج ہے۔ یہ سید احمد علی رسا رامپوری کے بیٹے اور شاگرد تھے۔

۱۔ مرزا صاحب نے تالِبِ ساحل کی ترکیب سے متعلق ایک خط میں اپنے شاگرد میراسگم کو (بانی)

سامنا، حور و پری نے نہ کیا ہے، نہ کریں
موت بس اُن کی ہے جو مر کے وہیں دفن ہوئے
بن گیا سُبحہ وہ زَنار، خدا خیر کرے!
اب ہے دلی کی طرف کوچ ہمارا، غائب
عکس تیرا ہی، مگر، تیرے مقابل آنے
زیست اُن کی ہے جو اُس کو جیسے سے گھایاں آنے
وہ جو نازک ہے کمر اُس پہ بہت دل آنے
آج ہم حضرتِ نواب سے بھی رمل آنے

(نہ) لکھا ہے :

پانی، لبِ ساحل، کی سند پر یہ شعر ہے طالبِ آملی کا :
مَدّتے آن گداے خونین دل برد تبخالہ لبِ ساحل
لبِ بام، لبِ فرش، لبِ گور، لبِ چاہ، لبِ دریا، لبِ ساحل یعنی کنارے کے ہے،
مستعملِ اہلِ ایران۔ لبِ بام اُس مقام کو کہتے ہیں کہ جہاں (سے) ایک قدم آکے
بڑھائے، تو دھم سے انگنائی میں آنے۔ پس لبِ دریا اُسے سمجھیے جہاں
سے قدم بڑھائے، تو پانی میں جائے۔ لبِ ساحل وہ ہوا جہاں سے آکے بڑھے، تو
دریا میں گرے۔ لبِ دریا سے پانو پانی پر رکھا جانا ہے، جیسا نہانے کے واسطے۔
اور لبِ ساحل سے دریا میں کودتے ہیں، جس طرح سلطان جی کی باولی ہیں
لبِ بام سے تیراک کودتے ہیں۔ اسی طرح تیراک جہاں دریا کا پانی نشیب میں ہوتا
ہے وہاں کڑاڑے کے کنارے پر سے کودتے ہیں۔ کڑاڑا ساحل، اور کڑاڑے
کا کنارہ لبِ ساحل۔ جو صاحب کہ لبِ ساحل کو صحیح نہیں جانتے، کیا وہ
طالبِ آملی کو بھی نہیں مانیں گے؟ اور اس لفظ پر اعتراض کرنے کا سبب یہ ہے
کہ ان بے چاروں نے سوائے گلستان، بوستان کے کوئی فارسی کی کتاب نہیں دیکھی۔
اگر مَدّت تک قدما کی تصدیقات نظر میں رکھیں گے، تو یقین ہے کہ دیکھ لیں گے۔
اردو سے معنی : ۳۹۷، لاہور ایڈیشن۔

مسجد کے زیر سایہ، اک گھر، بنالیا ہے یہ بندہ کینہ ہمایہ خدا ہے

آج یک شنبے کا دن ہے، آؤ کے؟ یا فقط رستا ہمیں بتلاؤ کے؟

۲ الف، خیمخانہ، یکشنبہ۔ ب، خیمخانہ، رستہ۔

۱۔ یہ شعر میرزا صاحب نے اپنے مکان واقع محلہ بلی ماران کے متعلق کہا تھا۔ مولانا حالی کے بیان کے مطابق یہ حکیم محمود خان مرحوم کے دیوان خانے کے متصل مسجد کے عقب میں تھا، اور اسی میں اُن کا انتقال ہوا تھا (یادگار: ۸)۔ مولانا مہر کی رائے ہے کہ اس میں میرزا صاحب جنوری ۱۸۶۶ء کے بعد منتقل ہوئے تھے۔ ملاحظہ ہو غالب: ۸۵ (طبع سوم)۔ مکان کی نشاندہی وہ یوں کرتے ہیں: دکوچہ بلی ماران میں سے گلی قاسم جان میں مڑیں، تو عین موڑ پر بائیں ہاتھ مسجد ہے۔ اس مسجد کے سامنے کا مکان، جو ہندوستانی دواخانے کی موجودہ عمارت کا ایک حصہ ہے، غالب کا مکان تھا۔

۲۔ خیمخانہ جاوید: ۸۱؛ ۱ میں نقل کرتے ہوئے لالہ سری رام نے اس شعر کی شانِ نظم یہ لکھی ہے کہ: ”راے صاحب ماسٹر پیارے لال آشوب دہلی میں ہوتے تھے، تو کوئی ہفتہ ملاقات سے خالی نہ جاتا۔ کبھی اتفاق سے دیر ہو جاتی، تو بارہا مرزا صاحب ایک نہ ایک شعر لکھ کر راے صاحب کے پاس بھیج دیتے، جس کا مضمون حسن طلب ہوتا۔ چنانچہ ایک شعر جناب کو اب تک یاد ہے۔“

تحریر ہے، یہ غالبِ یزداد پرست کی تاریخ اس کی، آج نویں ہے اگست کی

دمِ واپس بر سرِ راہ ہے عزیزو، اب اللہ ہی اللہ ہے!

۱۔ یہ شعر بھی خنخانہ جاوید ۸۲:۱ میں اس شانِ نظم کے ساتھ درج ہوا ہے کہ "مبصر فلر صاحب عربی، فارسی، اردو کے خوب ماہر تھے۔ کلکتہ یونیورسٹی سے جو سررشتہ تعلیم کے متعلق سالانہ سوالات آیا کرتے تھے، اُن کے جواب مبصر فلر صاحب خود لکھا کرتے اور اُن میں اکثر رائے بہادر صاحب سے مدد لیتے تھے ایک مرتبہ کلکتہ یونیورسٹی سے یہ سوال آیا کہ "مسجع و مقفی عبارت میں کیا فرق ہے؟ مع مثال بیان کرو۔" حسبِ معمول یہ سوال بھی رائے صاحب کے پاس بھیجا۔ رائے صاحب نے یہ سوال بحسنہ مرزا غالب کے پاس بھیج دیا، اور اُنہوں نے اُس کا جواب مع امثال نظم میں لکھ کر دیا، جس کا آخری شعر یہ تھا۔"

۲۔ مرزا صاحب نے ایک خط میں فرزند علی اکبر کو خطاب کرتے ہوئے لکھا ہے: "قبلاً حاجات، میرا حال کیا پوچھتے ہیں۔ زندہ ہوں مگر مُردے سے بدتر۔ جو حالت میری آپ اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرما گئے تھے، اب تو اُس سے بھی بدتر ہے۔ مرزاپور کیا آؤں، اب سوائے سفرِ آخرت اور کسی سفر کی نہ بچھ میں طاقت ہے نہ جرأت۔ جوان ہوتا، تو احباب سے دعاے صحت کا طلبگار ہوتا۔ بوڑھا ہوں، تو دعاے مغفرت کا خواہاں ہوں۔ دمِ واپس الخ۔"

سچ تو یہ ہے کہ قوتِ ناطقہ پر وہ تصرف اور قلم میں وہ زور نہ رہا۔ طبیعت میں وہ مرزا، سر میں وہ سودا کہاں۔ پچاس پچپن برس کی مشق کا کچھ ملکہ باقی رہ گیا ہے۔ اس سبب سے فتنِ کلام میں گفتگو کر لیتا ہوں۔ حواس کا بھی بقیہ میرے اس شعر کا مصداق ہے: (باقی)

(بقیہ) مضمحل ہو گئے قوی، غالب وہ عناصر میں اعتدال کہاں؟
حوادثِ زمانہ و عوارضِ جسمی سے نیم جان ہوں۔ اس سر اے فانی میں اور کچھ
دنوں کا مہمان ہوں:

ہو چکیں، غالب، بلاتیں سب تمام ایک مرگِ ناگہانی اور ہے
جب تک جیتا ہوں، نامہ و پیام سے شاد، بعد میرے دعاے مغفرت سے یاد فرمانے
رہیے گا، - مرقعِ ادب، حصہ دوم: ۲۱ -

مرزا صاحب کے مرضِ موت کی کیفیت بیان کرتے ہوئے مولانا حالی نے لکھا ہے:
”مرنے سے چند روز پہلے بے ہوشی طاری ہو گئی تھی۔ پھر پھر دو دو پھر کے بعد
چند منٹ کے لیے افاقہ ہو جاتا تھا۔ پھر بے ہوش ہو جاتے تھے۔ جس روز
انتقال ہوگا، اُس سے شاید ایک دن پہلے میں اُن کی عیادت کو گیا تھا۔ اُس وقت
کئی پھر کے بعد افاقہ ہوا تھا اور نواب علاؤالدین احمد خاں مرحوم کے
خط کا جواب لکھوا رہے تھے۔ اُنہوں نے اُوہارو سے حال پوچھا تھا۔ اُس
کے جواب میں ایک فقرہ اور ایک فارسی شعر جو غالباً شیخ سعدی کا تھا لکھوایا۔
فقرہ یہ تھا کہ ”میرا حال مجھ سے کیا پوچھتے ہو؟ ایک آدھ روز میں ہمسایوں
سے پوچھنا۔ اور شعر کا پہلا مصرع مجھے یاد نہیں رہا۔ دوسرا مصرع یہ تھا:
”نکرد ہجر مدارا بمن، سر تو سلامت۔“ مرنے سے پہلے اکثر یہ شعر وردِ زبان
رہتا تھا: دمِ واپسین الخ۔ یادگار: ۹۹-۱۰۰۔

آبِ حیات: ۶۹ء میں مولانا محمد حسین آزاد نے لکھا ہے کہ ”مرنے سے چند روز
پہلے یہ شعر کہا تھا اور اکثر یہی پڑھتے رہتے تھے۔“ مگر یہ قول درست
نہیں، جیسا کہ انگریز کے نام کے خط سے ظاہر ہوتا ہے۔

رباعیات



جن لوگوں کو ہے مجھ سے عداوت گہری
دھری کیونکر ہو، جو کہ ہووے صوفی ؟
کہتے ہیں وہ مجھ کو رافضی اور دھری
شیعی کیونکر ہو، مآوراۃ النہری ۱۴



اصحاب کو جو کہ ناسزا کہتے ہیں
سمجھا تھا نبی نے اُن کو اپنا ہدم
سمجھیں تو زرا دل میں کہ کیا کہتے ہیں
ہے، ہے ! نہ کہہ، کہے بُرا کہتے ہیں !



یارِ انبِ رسول، یعنی اصحابِ کبار
ان چار میں ایک سے ہو جس کو انکار
ہیں گرچہ بہت، خلیفہ اُن میں ہیں چار
غالب، وہ مسلمان نہیں ہے زہار

۱۔ ب۔ یادگار کہتے ہیں مجھ سے وہ ۔

۱۔ خواجہ حالی نے یادگار : ۷۶ میں لکھا ہے کہ «ایک بار بہادر شاہ نے دربار میں یہ کہا کہ
ہم نے سنا ہے کہ مرزا اسد اللہ خان غالب شیعی المذہب ہیں۔» مرزا کو بھی اطلاع
ہو گئی۔ چند رباعیاں لکھ کر حضور کو سنائیں، جن میں تشیع اور رفض سے
نحاشی کی تھی۔ ان میں سے ایک رباعی جو بہت لطیف ہے، مجھ کو یاد رہ گئی
ہے، جو یہاں لکھی جاتی ہے..... دھریّت اور تصوّف میں جو کون بعد ہے وہ
ظاہر ہے۔ دھری خدا کے وجود ہی کا قائل نہیں۔ اور صوفی صرف خدا ہی (بانی)



یارانِ نبی میں تھی لڑائی کس میں؟ الفت کی نہ تھی جلوہ نمائی کس میں؟
وہ صدق، وہ عدل، وہ حیا (اور) وہ علم بتلاو کوئی کہ تھی برائی کس میں؟



یارانِ نبی سے رکھ تو لا، باللہ! ہر يك ھے کمالِ دین میں یکتا باللہ!
وہ دوست نبی کے اور تم اُن کے دشمن لا اَحَوْلَ و لا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ!

(نقہ) وجود جاتا ہے اور ماسوا کو ہیچ سمجھنا ہے۔ پس صوفی دھری کیوں کر ہو سکتا ہے؟ چوتھے مصرع کا مطلب یہ ہے کہ مَاوَرَاءُ النَّہْرِ یعنی ترکستان کے لوگ متعصب سُنی ہونے میں ضرب المثل ہیں۔ یہاں تَك کہ شیعہ اُن کو ناصبی اور خارجی کہتے ہیں۔ چونکہ مرزا کی اصل مَاوَرَاءُ النَّہْرِ سے تھی، اس لیے کہتے ہیں کہ ایک مَاوَرَاءُ النَّہْرِ، رافضی یا شعی کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ رباعیاں تعداد میں پانچ تھیں، اور سراج الاخبار دہلی، جلد ۸ شمارہ ۲۸ مورخہ من ابتداء یوم شنبہ یازدہم محرم الحرام ۱۲۶۷ھ مطابق ۱۶ نومبر ۱۸۵۰ء لغایت جمعہ ۱۷ ہلالی میں صفحہ ۴ کالم ۲ پر ”یوم شنبہ چہار دہم محرم“ عنوان کے تحت اس تمہید کے ساتھ شائع ہوئی تھیں۔ ”چون بہ نسبت نجم الدولہ اسد اللہ خان غالب تخلص ہیچ کس غماز (...) سمت لا مذہبی و مذہبش مذہبِ امامی و نمودہ بود، لہذا بیستے چند بطور رباعی بکمالِ متانت و خوش ادائی پیشِ بندگانِ قدسی ادا نمودند۔ از خیلی پسند افتادگی ایمای طبع فرمودند۔ یہ اخبار قاضی معراج دھولپوری مرحوم کے پاس تھا، اور اُنہوں نے اُس کی ایک نقل مجھے عطا کی تھی۔



رفقے کا جواب کیوں نہ بھیجا تم نے؟ ثاقب، حرکت یہ کی ہے بیجا تم نے
حاجی کدو کو دے کے بے وجہ جواب غالب کا پکادیا کلیجا تم نے



اے روشنی دیدہ شہاب الدین خاں کتنا ہے ہنس، کس طرح سے رمضان؟
ہوئی ہے تراویح سے فرصت کب تک؟ سنے ہو تراویح میں کتنا قرآن؟



اے منشی خیرہ سر، سخن ساز نہو تُصفور ہے تو، مقابلِ باز نہو
آواز تری نکلی اور آواز کے ساتھ لالھی وہ لگی کہ جس میں آواز نہو



(.....) (.....)
(.....) (.....)
کہانا نہ انہیں کہ یہ پرائے ہیں آم

الف. اردو سے مملی : ۷۹۵، رفقہ - ۸ ب، جلوۂ خضر : ۱ = (سہو کاتب) -

۱-۲۔ یہ دونوں رباعیاں گویا دو منظوم خط ہیں جو مرزا صاحب نے

نواب شہاب الدین احمد خاں ہمدانی ثاقب کو لکھے تھے۔ مولوی ہمیش پرشاد

مرتب خطوط غالب کی رائے میں یہ ۱۸۶۲ء کے بعد کی معلوم ہوتی ہیں۔

۳۔ یہ رباعی لطائفِ غیبی صفحہ ۱۵ میں مندرج ہے۔

۴۔ یہ میرزا صاحب کی رباعی کا چوتھا مصرع ہے۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ صفیر (بانی)

(بقیہ) بلگرامی ۱۲۸۲ھ (۱۸۶۵) میں غالب سے ملنے دہلی گئے تھے۔ انہوں نے ان کی بڑی خاطر تواضع کی، اور نواب ضیاء الدین احمد خاں بہادر نقیر کے یہاں ٹھہرایا۔ کھانے کے ساتھ آم آئے، تو وہ بقولِ صغیر صورتِ حرام نظر آئے۔ بالکل کھتے۔ میں پورب کے آم کھاتے ہوئے تھا، بڑی نفرت ہوئی۔ اپنے ساتھ کے آم نکال کر کھائے، اُس سے کہیں بہتر پائے۔ پھر تو میں نے نصف ٹوکرا حضرت غالب کی خدمت میں بھیجا۔ وہاں سے تھوڑی دیر کے بعد ایک رباعی لکھ کر آئی، جس کا آخری مصرع مجھے یاد ہے، اور سب آم منگالیے۔ (جلوۂ خضر ۱: ۲۴۴)

کتاب خانہ غالب

حصہ چہارم

باواورد

غزلیات

الف



اسد، افسردگی آوارہ کفر و دیں ہے یادِ روزے کہ نفس در گرو دیا رب، تھا



فرو پیچیدنی ہے فرش بزمِ عیش گستر کا خطِ نوخیز کی، آئینے میں دی کس نے، آرایش؟
 دریا، گردشِ آموزِ فلک ہے دور ساغر کا کہ ہے نہ بندی پرہاے طوطی رنگ جوہر کا
 خطوطِ روے قالین، نقش ہے پشتِ کبوتر کا گیا جو نامہ بر، واں سے برنگِ باخته آیا
 شکستِ گوشہ گیراں، ہے فلک کو حاصلِ گردش ۵
 فزون ہوتا ہے ہر دم جوشِ خونباری، تماشا ہے
 نفس کرتا ہے رگہاے مژہ پر کام نشتر کا
 خیالِ شربتِ عیسیٰ گدازِ تر جبینی ہے
 اسد، ہوں مست دریا بخشی ساقی کوثر کا

۶ ب، پہلے یہ مصرع یوں تھا: "نفس کرتا ہے از رگہاے مژگان کام نشتر کا۔"

۱۔ ابھی نسخۂ عرشی کی طباعت جاری تھی کہ ۵ اپریل سنہ ۱۹۶۹ع کو بھوپال سے دیوانِ غالب کا قدیم ترین مخطوطہ بطور گنجِ بادآورد ملا، جس کا متن تمام و کمال میرزا صاحب کے قلم سے نقل ہوا ہے۔ اسی مخطوطے سے یہ اور اس حصے کے دیگر اشعار، غزلیات اور رباعیات نقل کی جا رہی ہیں۔ چونکہ زیر بحث مخطوطے کے دو شعر عمدہ منتخبہ کے حوالے سے یادگارِ نالہ، غزلیات، نمبر ۱ و ۴۵، پر پہلے ہی جگہ پاچکے ہیں، اس لیے انہیں یہاں ترک کیا جاتا ہے۔ مخطوطے کے دیگر کوائف کے لیے مقدمہ مرتب کی جانب رجوع کیا جائے۔ اس کا عکس "نسخۂ عرشی زادہ" کے نام سے شائع بھی ہو گیا ہے۔

۳

خاکِ عاشق، بسکہ، ہے فرسودہ پروازِ شوق جادہ ہر دشت، تارِ دامنِ قاتلِ هوا

۴

تک ظرفوں کا رتبہ جہد سے برتر نہیں ہوتا
عجب، اے آبلہ پایاںِ صحرائے نظر بازی
خوشا، عجز ہے کہ عاشق جل بچھے جوں شعلہ خامش
تماشاے گل و گلشن ہے مفتِ سر بچیبی ہا
زکھ چشمِ حصولِ نفع، صحتہائے مسک سے
نہ دیکھا کوئی ہم نے آشیانِ بلبل کا گلشن میں
صفا کب جمع ہو سکتی ہے غیر از گوشہ گیری ہا

حجابِ عمے بصد بالیدی ساغر نہیں ہوتا
کہ تارِ جادہ رہ رشتہ گوہر نہیں ہوتا
کہ کم از سرمہ اُس کا دشتِ خاکستر نہیں ہوتا
بہ از چاکِ گریباں، گلستان کا در، نہیں ہوتا
لبِ خشکِ صدفِ آبِ گہر سے تر نہیں ہوتا
کہ جس کے در پہ غنچہ شکلِ قفلِ زر نہیں ہوتا
صدفِ بنِ قطرۂ نیساں، اسد، گوہر نہیں ہوتا

۵

وہ فلکِ رتبہ کہ بر توسنِ چالاک چڑھا
نشہ عمے کے اُتر جانے کے غم سے انگور
بوسۂ لب سے ملی طبع کو کیفیتِ حال
میں جو گردوں کو میزانِ طبیعتِ تولا

ماہ پر، ہالہ صفت، حلقۂ قراک چڑھا
صورتِ اشک بہ مزگانِ رگِ تاک چڑھا
عمے کشیدن سے مجھے نشہ تریاک چڑھا
تھا یہ کم وزن کہ ہنسکِ کفرِ خاک چڑھا

اے اسد، وا شدنِ عقدۂ غم گر چاہے
حضرتِ زلف میں، جوں شانہ، دلِ چاک چڑھا

۶

خط جو رخ پر جانشینِ ہالہ مہ ہو گیا
حلقۂ کیسو کھلا دورِ خطِ رخسار پر

ہالہ دودِ شعلۂ جوالۂ مہ ہو گیا
ہالہ دیگر بہ گردِ ہالہ مہ ہو گیا

شب کہ مست دیدنِ مہتاب تھا وہ جامہ زیب پارہ چاکِ کتاب، پرکالہ مہ ہو گیا
شب کہ وہ گُلِ باغ میں تھا جلوہ فرما، اے آند
داغِ مہ، جوشِ چمن سے، لالہ مہ ہو گیا



دلِ بیتاب کہ سینے میں دمِ چند رہا بدمِ چند گرفتارِ غمِ چند رہا
زندگی کے ہوئے ناگہ نفسِ چند تمام کوچہ یار جو مجھ سے قدمِ چند رہا
لیکھ سکا میں نہ اُسے شکوہ پیاب شکنی لا جرم توڑ کے، عاجز، قلمِ چند رہا
الفتِ زر ہمہ نقصاں ہے، کہ آخر قاروں زیر بارِ غمِ دام و درمِ چند رہا
عمر بھر ہوش نہ یک جا ہوئے میرے کہ، آند میں پرستندہ روئے صنمِ چند رہا



بانِ سبزہ رگِ خواب ہے زبانِ ایجاد کرے ہے خامشی احوالِ بیخوداں پیدا
صفا و شوخی و اندازِ حسن یا بہ رکاب خطِ سیاہ سے ہے گردِ کارواں پیدا
انہیں ہے آہ کو ایمانے تیر باریدن وگرنہ ہے خمِ تسلیم سے کماں پیدا
نصیبِ تیرہ، بلا گردش آفریں ہے، آند زمیں سے ہوئے ہیں حد دامن آسماں پیدا

۴ الف، ضمیمہ، کی ہوتیں ناگہ نفسیں - ۶ الف، ضمیمہ، کہ اب تک قاروں - ۷ الف، ضمیمہ، نہ پر جا رہے -
۱۰ الف، اصل، بالیدن (سہر کتابت)

۱۔ یہ غزل ضمیمہ نسخہ عرشی مرتبہ اکبر علی خاں میں ایک خمس کی شکل میں داغِ مہر اور ہاری
زبان کے حوالے سے شائع ہوئی تھی۔ لیکن یادگارِ نالہ میں اس لیے شامل نہ کی جا سکی کہ
خوشگئی نے اپنے تذکرے، گلشنِ ہمیشہ بہار میں اسے میرامانی آند شاگردِ سودا کی طرف
منسوب کیا تھا۔ اب نو دریافت مخطوطے نے بالکل مطمئن کر دیا کہ یہ غزل میرزا صاحب ہی کی ہے،
۲۔ اس غزل کا مطلع یادگارِ نالہ میں تحتِ غزلیات، نمبر ۱، نقل ہو چکا ہے۔

۹

نہاں کیفیتِ تم میں ہے سامانِ حجاب اُس کا
اگر اُس شعلہ رو کو دوں پیامِ مجلسِ افروزی
عیاں کیفیتِ میخانہ ہے جوئے گلستاں میں
اُنہائے میں جو میں افتادگی میں مستصلِ صدمے
بنا ہے پنبہ مینا سے ساقی نے نقاب اُس کا
زبانِ شمعِ تخلوتخانہ دیتی ہے جواب اُس کا
کہ تم عکسِ شفق ہے، اور ساغر ہے حجاب اُس کا
کروں گا اشکِ ہائے واچکیدہ سے حساب اُس کا

اسد کے واسطے رنگے بروئے کار ہو پیدا

غبار، آوارہ سرگشتہ ہے، یا بو تراب، اُس کا

۱۰

ز بس ہے ناز بردارِ غرورِ نشہ صہبا
در آبِ آئینہ از جوشِ عکسِ گیسوئے مشکین
کہاں ہے دیدہ روشن کہ دیکھے بے حجابانہ
ندیکھے پاسِ ضبطِ آبرو، وقتِ شکستن بھی
رگِ بالیدہ گردن ہے موجِ بادہ در مینا
بہارِ سنباستان جلوہ گر ہے آن سوئے دریا
نقابِ یار ہے از پردہ ہائے چشمِ نابینا
تحمّلِ پیشہ تمکین رہیے آئینہ آسما

اسد، طبعِ متین سے گر نکالوں شعرِ برجستہ

شرر، ہو قطرۂ خونِ فسرده در رگِ خارا

ج

۱۱

رنگِ بر جسم و جاں نے از مُختسانِ عدمِ خرقۂ ہستی نکالا ہے پرنگِ احتیاج

ر

۱۲

ناتوانی نے نہ چھوڑا بسکہ بیش از عکسِ جسمِ مفتِ وا گستردنی ہے، فرشِ خواب، آئینے پر

۱۳

دندان کا خیال، چشم تر، کر ہر دائۃ اشک کو گہر کر
آتی نہیں نیند، اے شبِ تار افسانۂ زلفِ یار سر کر
اے دل، بخیالِ عارضِ یار یہ شامِ غمِ آپ پر سحر کر
ہر چند اُمید دور تر ہو اے حوصلے، سعی بیشتر کر
میں آپ سے جاچکا ہوں، اب بھی اے پیغمبری، اُسے خبر کر
افسانہ، اسد، بایں درازی اے غمزدہ، قصہ مختصر کر

م

۱۴

یاں اشک جدا گرم ہے، اور آہ جدا گرم
اُس شعلے نے گلگوں کو جو گلشن میں کیا گرم
وا کر سکے یاں کون بجز کاوشِ شوخی
اگر ہے سرِ در یوزگی جلوۂ دیدار
یہ آتشِ مسابہ کہیں گہر نہ جلادے
غیروں سے اُسے گرم سخن دیکھ کے، غالب

حسرت کدۂ عشق کی ہے آب و ہوا گرم
پھولوں کو ہوئی بادِ بہاری وہ آہوا گرم
جوب برق ہے پچیدگی بندِ قبا گرم
جوں پنجنۂ خورشید ہو، اے دستِ دعا، گرم
کی ہے دلِ سوزاں نے مرے پہلو میں جا گرم
میں رشک سے، جوں آتشِ خواہوش، رہا گرم

ن

۱۵

سرابِ یقین ہیں پریشاں نگاہاں اسد کو گر از چشم کم دیکھتے ہیں
کہ ہم بیضۂ طوطیِ ہند، غافل تہِ بالِ شمعِ حرم دیکھتے ہیں

۶ الف، پہلے یہ مصرع یوں تھا: غیروں سے اسد، گرم سخن دیکھ کے اوس کو۔ پھر اسے قلمزد کر کے متن کا مصرع حاشیے پر لکھ دیا ہے۔

۱۶

برنگِ سایہ سروکارِ انتظار نہ پوچھ سراغِ خلوتِ شبِ ہائے نادر رکھتے ہیں

۱۷

ادب نے سوئی ہمیں سرمہ ساقِ حیرت زبانِ بستہ و چشمِ کشادہ رکھتے ہیں

۱۸

ضمانِ جادہ رویاندن ہے خطِ جامِ مے نوشاں وگرنہ منزلِ حیرت سے کیا واقف ہیں خاموشاں ؟
نہیں ہے، ضبط، جزِ مشاطہ گہائے غم آرائی کہ میلِ سرمہ چشمِ داغ میں ہے، آہِ خاموشاں
بہکامِ تصوّرِ ساغرِ زانو سے پیتا ہوں مے، کیفیتِ خیازہ ہائے صبحِ آغوشاں
نشانِ روشنیِ دل نہاں ہے تیرہ بختوں کا نہیں محسوس، دودِ مشعلِ بزمِ سیہ پوشاں
پریشانی، آس، در پردہ ہے سامانِ جمعیت کہ ہے آبادیِ صحرا، هجومِ خانہ بر دوشاں

۱۹

نہیں ہے بے سبب قطرے کو، شکلِ گوہر، افسردن گرہ ہے حسرتِ آجے بروئے کار آوردن
مے نو سے ہے، رہزن وار، نعلِ وازگوں باندھا نہیں ممکن بچولاں ہائے گردوں دخلِ پے بردن
خمارِ ضبط سے بھی نشۂ اظہار پیدا ہے تراوشِ شیرۂ انگور کی ہے مفتِ افسردن
غرابِ آبادِ غربت میں عبث، افسوسِ ویرانی گلِ از شاخ دور افتادہ ہے نزدیکِ پژمردن
فغان و آہ سے حاصلِ بجزِ دردِ سرِ یاراں خوشا! اے غفلتِ آگاہاں، نفسِ دزدیدن و مردن
دریغ! بستانِ رختِ سفر سے ہو کے میں غافل رہا پامالِ حسرتِ ہائے فرشِ بزمِ گستردن
آس، ہے طبعِ مجبورِ تمنا آفرینی ہا فغان! بے اختیاری و فریبِ آرزو خوردن

۱۳ الف، پہلے یہ مصرع یوں تھا "دریغاً ہوئے از بستانِ رختِ سفر غافل"۔ پھر اسے بدل کر متن سے مطابق کر دیا۔

۲۰

سازشِ صلحِ بتاں میں ہے نہاں جنگیدن
بسکہ شرمندہ ہوئے خوشِ گلِ رویاں ہے
نغمہ و چنگ، ہیں جوں تیر و کماں فہمیدن
نکھتِ گل کو ہے غنچے میں نفسِ دُزدیدن
شعلہ شمع، پرافشانِ بخود لرزیدن
گرہِ غنچہ، ہے، سامانِ چمنِ بالیدن
چمنِ دہر میں ہوں سبزہ بیکانہ، آسد
وایے! ایے بیخودی و نہمتِ آرامیدن

و

۲۱

منتقار سے رکھتا ہوں ہم چاکِ قفس کو
بیابانِ ہوں از بسکہ یازارِ محبت
تا گلِ زرِ جگر زخم میں ہے راہِ نفس کو
سمجھا ہوں زرہ جوہرِ شمشیرِ عس کو
چھڑو نہ بچھ افسردہ دُزدیدہ نفس کو
فرسودنِ پایے طلب و دستِ ہوس کو
کہتے ہیں کہ تاثیر ہے فریادِ جرس کو
۱۰ نالان ہو، آسد، تو بھی سرِ راہ گزرا پر

۵

۲۲

اشکِ چکیدہ، رنگِ پریدہ
گو، یادِ بچھ کو کرتے ہیں خوباں
ہر طرح ہوں میں از خود رمیدہ
لیکن بسانِ دردِ کشیدہ
ماترِ نبضِ دستِ پریدہ
ہے شانہ بکسرِ دستِ گزیدہ
خالِ سیاہِ رنگیں رُخاں سے
۱۵

۱۔ یہاں اور دیگر مقامات پر بھی غالب نے ذ لکھی ہے۔ ۲۔ یہاں اور دوسری جگہوں پر بھی غالب نے ط لکھی ہے۔

جوشِ جنوں سے جوں کسوتِ گل سر تا پہا ہوں جیبِ دریدہ
بارو، اسد کا نام و نشان کیا؟ یسدل، فقیرِ آفتِ رسیدہ

۲۳

خوشا! طوطی و کُنجِ آشیانہ نہاں در زیرِ بالِ آئینہ خانہ
سرشکِ بر زمین افتادہ آسا اُٹھایاں سے نہ میرا آب و دانہ
حریفِ عرضِ سوزِ دل نہیں ہے زباں ہرچند ہو جاوے زبانہ
دلِ نالاں سے ہے بے پردہ پیدا نواے بریط و چنگ و چغانہ
کرے کیا دعویٰ آزادیِ عشق گرفتارِ المہارے زمانہ
اسد، اندیشہ شدر مُدن ہے نہ پھرے مہرہ ساں خانہ بخانہ

۲۴

اے درینا! کہ نہیں طبعِ نزاکتِ سامان ورنہ کانٹے میں ٹکے ہے سخنِ سنجیدہ
ی

۲۵

کرے ہے رہرواں سے خضرِ رامِ عشقِ جِلّادی ہوا ہے موجِ ریگِ رواں شمشیرِ فولادی
نظرِ بندِ تصورِ ہے قفسِ میں، لطفِ آزادی شکستِ آرزو کے رنگ کی کرنا ہوں صیادی
کرے ہے حسنِ ویراں کارِ روئے سادہ رُویاں پر غبارِ خط سے تعمیرِ بناے خانہ بربادی
چنارِ آساعدم سے با دلِ پُر آتش آیا ہوں ہی آغوشِ دستِ تمنا کا ہوں فریادی
اسد، از بسکہ فوجِ درد و غم سرگرمِ جولان ہے غبارِ رامِ ویرانی ہے ملکِ دل کی آبادی

۲۶

بزلقِ مہ و شانِ رہتی ہے، شب، بیدار، ظاہر ہے زبانِ شانہ سے تعبیر صد خوابِ پریشان کی

۲۷

تھکا جب قطرۂ بے دست و پا بالا دویدن سے زہرِ یادگاری ما گیرہ دینا ہے گوہر کی

۲۸

آنکھوں میں انتظار سے جاں پُرشتاب ہے آتا ہے آ، وگرنہ یہ پا درِ رکاب ہے
حیراں ہوں، دامنِ مزہ کیوں جھاڑنا نہیں خطِ صفحہ عذار پہ گردِ کتاب ہے
جوں نخلِ ماتم، ابر سے مطلب نہیں بچھے رنگِ سیاہِ نیل، غبارِ سحاب ہے
ممکن نہیں کہ ہو دلِ خوباں میں کارگر تاثیرِ جستنِ اشک سے نقشِ بر آب ہے
دیکھ، اے اسد، بدیدۂ باطن کہ ظاہر
ہر ایک ذرہ غیرتِ صد آفتاب ہے

۲۹

بہارِ شوخ، و چمنِ تنگ، و رنگِ گل دلچسپ نسیم، باغ سے پا درِ حنا نکلتی ہے

۳۰

نقشِ سطرِ صد تبسم ہے بر آبِ زیرِ گاہ حُسن کا خط پر نہاں خندیدنی انداز ہے

۳۱

از دلِ ہر درد مندے جوشِ بیتابیِ زدن اے ہمہ اے مددِ غائی، یک دعا ہو جائے

۱۔ اس غزل کا دوسرا شعر گنجینۂ معنی صفحہ ۸۱، لغزل نمبر ۱۴۰، سطر ۸ پر درج ہو چکا ہے، اس لیے یہاں نقل نہیں کیا گیا۔

۳۲

نجم کو، اے غفلت نسب، پروا ہے مشاقاں کہاں ! ان نگہ آلودہ ہے دستارِ بادامی تری

۳۳

نہیں ہے، حوصلہ، پا مردِ کثرتِ تکلیف جنوں ساختہ، حرزِ فسوںِ دانائی

۳۴

جورِ زلف کی تقریرِ پیچتابِ خاموشی ہند میں آسدِ نالان، نالہ درِ صفاہاں ہے

۳۵

نقشِ رنگینیِ سعیِ قلمِ مافیٰ ہے بکمرِ دامنِ صد رنگِ گلستانِ زدہ ہے

۳۶

کرنا ہے گل جنوںِ تماشا کہیں جسے گلدستہ نگاہِ سویدا کہیں جسے

۳۷

نمکِ برداغِ مشکِ آلودہ وحشتِ تماشا ہے سوادِ دیدہ آمو شبِ بہتابِ ہوجاوی

۳۸

اُس قامتِ رعنا کی جہاں جلوہ گری ہے تسلیمِ فروشی، روشِ کبکِ دری ہے
شرمندہ اُلفتِ ہوہِ مداواِ طلبی سے ہر قطرہ شربتِ بھوے اشکِ شکری ہے
سرمایہِ وحشت ہے، دلا، سایہ گلزار ہر سبزہ نو خاستہ بابِ بالِ پری ہے
روشن ہوئی یہ بات دمِ نزع کہ آخر فانوس، کفنِ بہرِ چراغِ سحری ہے

ہم آئے ہیں، غالب، رہ اقلیم عدم سے
یہ تیرگی حال لباسِ سفری ہے

۳۹

وہ نہا کر آبِ گل سے سایۂ گل کے تلے بال کس گرمی سے سُکھانا تھا سنبُل کے تلے ؟
گہرتِ جوشِ سویدا سے نہیں تل کی جگہ خال کب مشاطہ دے سکتی ہے کاکل کے تلے
بسکہ خوباں باغ کو دیتے ہیں وقتِ شکست بال اُس جاتا ہے شیشے کا رگِ گل کے تلے
ہے پر افشائِ تپید نہا بے تکلیفِ ہوس ورنہ صد گلزار ہے یک بالِ بلبل کے تلے
بے مقصد بُردنی ہے خضرِ مے سے، اے اسد
جادۂ منزل ہے خطِ ساغرِ گل کے تلے

۴۰

نوجھ کچھ سروسامان و کاروبارِ اسد جنوں معاملہ، بدل، فقیر مسکین ہے

۴۱

روتا ہوں بسکہ درِ ہوسِ آرمیدگی جوں گوہر، اشک کو ہے فراموش چکیدگی
بر خاکِ اوفتادگیِ کشتگانِ عشق ہے سجدۂ سپاسِ بمنزلِ رسیدگی
انسان نیازمندِ ازل ہے کہ جوں کان مطلب ہے ربط سے رگِ وپے کی خمیدگی
ہے بسمِ اداے چمنِ عارضان، بہار گلشن کو رنگِ گل سے ہے درخونِ تپیدگی
دیکھا نہیں ہے م نے بعشقِ بتان، اسد
غیر از شکستہ حالی و حسرتِ کشیدگی

۴۲

بدست آوردنِ دل گوہرِ دریاے شامی ہے وگرنہ خاتمِ دستِ سلیمانِ فلسِ شامی ہے

الف، پہلے یہ مصرع یوں تھا : آئے ہیں اسد ہم رہ اقلیم عدم سے، پھر اسے قلمزد کر کے حاشیے پر متن کا مصرع لکھ دیا ہے۔

سخن تار يك طبعوں کا، ہے اظہارِ کثافتِ ہا کہ رنگِ خامۂ فولاد، مانا ہے سیاہی ہے
 خمیدن نشۂ مے میں، ہے شرمِ زشتِ اعمالی دماغِ زہد میں آخرِ غرورِ بے گناہی ہے
 نہیں ہے خالی آرایش سے بے سامانی عاشق شکستِ حال، اندازِ آفرینِ کج کلاہی ہے
 اسد، خواباں بھی دورِ چرخ سے رنجیدہ خاطر ہیں
 گریباں چاکی گلیاں نشانِ داد خواہی ہے

۴۳

بچوڑو محفلِ عشرت میں جا، اے مے کشاں، خالی کیں گاہِ بلا ہے، ہو گیا شیشہ کجاں خالی ۵
 نہ دوڑا ریشۂ دیوانگی سخنِ بیاباں میں کہ تارِ جادہ سے ہے لُجۂ رنگِ رواں خالی
 دکانِ ناولکِ تاثیر ہے، از خود تہی ماندن سراسر عجزِ ہو، کر خانہ مانند کجاں خالی
 محبت ہے نواسازِ فقاں در پردۂ دلہا کرے ہے مغز سے مانند کئے کے استخوان خالی
 عبت ہے، خطِ ساغرِ جلوہ، طوقِ گردنِ قری مے الفت سے ہے مینا ہے سرورِ بوستاں خالی
 نہ پھولو ریشِ اعداد کی قطرہ فشاں پر عزیزاں، ہے برنگِ صفرِ جامِ آسماں خالی ۱۰
 اسد، ہنستے ہیں میرے گریہ ماے زار پر مردُم بھرا ہے دھر بے دردی سے، دل کیجے کہاں خالی

۴۴

ہوئے یہ رھرواں دلخستہ شرمِ نارمائی سے کہ دستِ آرزو سے يك قلم یاے طلب کاٹے

۴۵

تماشا ہے جہاں مفتِ نظر ہے کہ یہ گلزارِ باغِ رھگزر ہے
 جہاں شمعِ خموشی جلوہ گر ہے پر پروانگاہاں بالِ شرر ہے
 بچیبِ اشکِ چشمِ سرمہ آلود مسی مالیدہ دندانِ گہر ہے ۱۵
 شفق ساں موجۂ خوں ہے، رگِ خواب کہ مژگانِ کثودہ نیشتر ہے
 کرے ہے روے روشن آفتابی غبارِ خطِ رُخ، گردِ سحر ہے
 موتی يك عمر صرفِ مشقِ نالہ اثرِ موقوفِ بر عمرِ دگر ہے

اسد، ہوں میں پرافشانِ رمییدن
سوادِ شعر در گردِ سفر ہے

۴۶

اے اسد، مایوس مت ہو از درِ شاہِ نجف صاحبِ دلہا وکیلِ حضرتِ اللہ ہے

۴۷

سمجھاؤ اُسے۔ یہ وضع چھوڑے
تقریر کا اُس کی حال مت پوچھ
نذرِ مژہ کر دل و جگر کو
عاشق کو یہ چاہیے کہ ہرگز
آجا لبِ بام، کوئی کب تک؟
جاتے ہیں رقیب کو خط اُس کے
غم خوار کو ہے قسم کہ زہار
حسرت زدہ طرب ہے یہ شخص
پانی نہ چوائے اس کے منہ میں

جو چاہے کرے، یہ دل نہ توڑے
معنی ہیں بہت، تو لفظ نہوڑے
چیرے ہی سے جانیں کے یہ پھوڑے
اندوہ سے (اپنا) منہ نہ موڑے
دیوار سے اپنے سر کو پھوڑے
کاغذ کے دوڑتے ہیں گھوڑے

غالب کو نہ تشنہ کام چھوڑے
دم جب کہ بوقتِ نزع توڑے
گل کے میں بھگو بھگو پھوڑے

۳ الف، اصل، پونچھ (سہو کاتب)
۱۱ ب، اصل، بھگو بھگو (سہو کاتب)

۳ الف، یہ غزل مخطوطے کے حاشیے پر بخط غیر نقل ہوئی ہے۔
۶ الف، اصل، چاہیے ہے (سہو کاتب)۔ ب، اپناہ اصل میں نہیں ہے۔

رباعیات



بے گریہ کمالِ ترجینی ہے مجھے در بزمِ وفا خجل نشینی ہے مجھے
محرومِ صدا رہا بغیر از یک بار ابریشمِ ساز، موے چینی ہے مجھے



گلخن، شررِ اہتمامِ بستر ہے آج یعنی تبِ عشقِ شعلہ پرور ہے آج
مورِ دردِ ہلالِ نامہ برنگ سے بیمار قارورہ مرا خونِ کبوتر ہے آج

هَوَا اِنْ غَالِبَ

استدراك

مرتبه

عرشی زاده

گزارش

تقریباً پانچ مہینے کی بات ہے کہ غالب کے اردو دیوان کا قدیم ترین مخطوطہ دریافت ہوا ہے۔ یہ تمام و کمال بخط غالب ہے، اور اس کی تکمیل کتابت کے بعد خود غالب ہی نے اس میں جگہ جگہ اصلاحیں اور ترمیمیں بھی کی ہیں۔ غالب کے اس مخطوطے کی اہمیت کا اندازہ صرف اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اردو کے کسی استاد شاعر کے اپنے قلم کا نقل کیا ہوا کوئی مجموعہ تاحال دریافت نہیں ہوا۔ غالب اس معاملے میں بھی سب سے سبقت لے گیا ہے۔ اس مخطوطے کی اہمیت ویسے بھی کچھ کم نہ تھی۔ غالب صد سالہ یادگار کے موقع پر اس کا ظہور اور بھی اہمیت اختیار کر گیا، اور ایسے وقت میں کہ غالب کا نام برصغیر ہی کے گوشے گوشے میں نہیں، ساری ادبی دنیا میں گونج رہا ہے، یہ روغنائی کرامت سے کم نہیں۔ گویا مخطوطے کو اسی دن کا انتظار تھا۔ وہ روپوش اسی ایسے ہوا تھا کہ غالب صدی میں روغنا ہو۔ میرے لیے تو یہ دریافت میری ادبی زندگی کا سب سے بڑا مژدہ اور انعام ہے۔ اس لیے کہ میں برسوں سے غالب کے قلم کی اصل تحریریں جمع کرنے کے دلچسپ کام میں لگا ہوا ہوں، اور ابھی چند ماہ قبل اسی تلاش و جستجو کے ایک سفر سے واپس ہوا ہوں۔ اس سفر سے واپسی پر گھر میں قدم رکھتے ہی مجھے پہلی خبر یہ ملی کہ غالب نے مجھے نیا ارمغان بھیجا ہے۔

میں نے غالب کے اس خود نوشت دیوان کو حتی الامکان بڑی محنت سے مرتب کیا، اور اس کی قدر و قیمت کے شایانِ شان عکسی طباعت کا اہتمام کر کے چند روز قبل "نسخۂ عرشی زادہ" کے نام سے اہل ذوق کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔

نسخۂ عرشی زادہ نے پہلی بار غالب کی پچیس غیر معروف غزلوں اور دو رباعیوں کا تحفہ دیا ہے۔ ان میں سے ایک غزل کئی سال ہوئے ضمیمہ نسخۂ عرشی میں شامل کی جا چکی تھی۔ مگر بعد ازاں تذکرہ ہمیشہ بہار میں میر امانی اسد کے نام سے ملی، تو میں نے نسخۂ عرشی کے حصہ سوم، یادگارِ نالہ، میں اسے شامل نہ ہونے دیا۔ لیکن اب یہ غزل متنِ نسخۂ عرشی زادہ میں بخط غالب لکھی ملی، تو اس کے کلام غالب ہونے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ رہی۔ ان غزلوں اور رباعیوں کے علاوہ معروف غزلوں میں بھی تیس شعر تھے نکلے۔ اور بہت سے اشعار کی وہ قراءت بھی علم میں آئی جو نسخۂ بھوپال سے قبل کی تھی۔ نیز متعدد ایسی اصلاحوں کا پنا چلا جنہیں آکے چل کر نسخۂ بھوپال کے متن میں جگہ ملی ہے۔ غرض کیف و کم دونوں حیثیتوں سے نسخۂ عرشی زادہ کی معلومات بے بدل ثابت ہوئیں۔

نسخہ عرشی، غالب کی زندگی میں تیار ہونے والے دیوانِ اردو کے خطی اور مطبوعہ نسخوں کے اختلافات کی مستند دستاویز ہے۔ نسخہ عرشی زادہ کی دریافت کے بعد لازم تھا کہ اس مخطوطے کا نو دریافت کلام اور تمام اختلافات نسخہ عرشی میں شامل کیے جائیں۔ لیکن نسخہ عرشی کا سارا متن چھپ چکا تھا، صرف یادگارِ نالہ کا آخری جز چھپنا باقی تھا۔ اس لیے نو دریافت کلام کا متن میں داخل کرنا یا متن کے اشعار سے متعلق اختلافاتِ قراءت کو حواشی میں درج کرنا ممکن نہ رہا تھا۔ بنابرین یہ فیصلہ کیا گیا کہ نو دریافت کلام کو نسخہ عرشی کے حصہ چہارم کی شکل میں مرتب کر دیا جائے۔ چنانچہ یہ حصہ وباد آورد، کے عنوان سے نسخہ ہذا میں شامل ہے۔ اب رہے اختلافات، تو انہیں استدراک کے تحت نسخہ عرشی کے صفحات و اشعار کے حوالوں کے ساتھ جمع اور مرتب کر دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں میں نے اصلاحوں اور اضافوں پر بار بار غور کیا ہے، اور استدراک کے لیے ضبطِ تحریر میں لاتے ہوئے پوری احتیاط برتی ہے، اور ان اطلاعات کا حوالہ معزز نشان سے دیا ہے۔

نسخہ عرشی زادہ کی بعض املاتی خصوصیات کا تذکرہ یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے، اس لیے کہ تکرار کے خیال سے انہیں استدراک میں نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ استدراک کا مطالعہ کرتے وقت یہ مثالیں سامنے رہیں اور تمام مقامات کو انہیں پر قیاس کیا جائے۔

غالب کے عہد تک ٹ کے لیے کوئی ایک شکل متعین نہیں ہوئی تھی۔ کچھ لوگ صرف ت لکھتے تھے اور سیاق و سباق کی مدد سے ٹ تلفظ کر لیتے تھے۔ کچھ ت کے دو نقطوں پر ط بھی بنا دیتے تھے۔ کچھ چار نقطوں کا استعمال کرتے تھے۔ بالکل یہی صورت ڈ اور ژ کی بھی تھی۔ غالب نے ٹ لکھتے ہوئے ہمیشہ چار نقطوں کا استعمال کیا ہے، اور ط کبھی نہیں بنائی۔ اسی طرح ڈ اور ژ پر چار نقطے کبھی نہ لگائے، ہمیشہ ط استعمال کی۔ غالب کی تحریر کی یہ نمایاں خصوصیت ہے، جس سے نسخہ عرشی زادہ میں بھی انحراف نہیں ہوا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ بالکل ابتدا ہی سے غالب نے ٹ اور ڈ، ژ کے درمیان یہ امتیاز برتا ہے۔

ژ کو غالب ز لکھا کرتے تھے، مثلاً مزہ اور مزگان بجائے مزہ اور مزگان۔ اسی طرح گ کا دوسرا مرکز بھی نہیں لگاتے تھے مثلاً گردش اور گفتار۔

اعراب کا کام زیرِ زیرِ پیش کے علاوہ کبھی حرفون سے بھی لیتے تھے۔ چنانچہ اعراب بالحروف کی اکثر مثالیں نسخہ عرشی زادہ میں ہیں، مثلاً اوگا، اوڑایا، اونہایا، پہوچے، ایدھر، اودھر۔ نسخہ عرشی زادہ کے زمانہ کتابت تک اُن لفظوں میں بھی ی لکھتے تھے جن

میں ی بولی نہیں جاتی، مثلاً اِک کی جگہ اِیک، تِرا کے بجائے تیرا اور آئنه کے عوض آئینہ وغیرہ۔ مگر بعد میں جدید طرزِ املا اختیار کر لی تھی۔ اسی طرح حذفِ الف والے مقامات پر نسخۂ عرشی زادہ میں الف موجود ہے، مثلاً نگہ کے بجائے نگاہ۔ آئندہ اس کا بھی لحاظ رکھنے لگے تھے۔ واں اور یاں کو بھی بہائے مخلوط التلفظ وہاں اور یہاں لکھتے اور اسی طرح ہوتے تھے۔ مگر آخری زمانے کی ایسی مثالیں بھی موجود ہیں جہاں اُنھوں نے کاتب کی اصلاح کرتے ہوئے ہ کو اپنے آپ چھیل دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں اُن کا تلفظ بدل گیا تھا۔ تاہم نسخۂ عرشی زادہ میں پہلی صورت ہی ہے۔ مجھ کو اور مجکو، تجھ کو اور تجکو، مجھ سے اور مجسے، تجھ سے اور تجسے، وغیرہ دونوں شکلیں آخرِ عمر تک غالب کے قلم سے نکلی ہیں۔ سبہ ہا، میخانہ ہا وغیرہ کو سینہ اور میخانہ لکھا ہے۔ مگر بعد میں یہ روش ترک کر دی تھی۔ اور بالعموم تلفظ کے مطابق لکھا کرتے تھے، مثلاً جہاں دیوانہ کو دیوانے بولا جاتا ہے، وہاں ی لکھتے تھے۔ لیکن ایسے مقامات کی بھی کمی نہیں جہاں تلفظ کے خلاف لکھا گیا ہے۔ ان میں اِیک مقام تو ایسا تھا جہاں بغیر ی کے مصرع غلط ہو گیا ہے۔ نسخۂ عرشی زادہ میں لکھا ہے:

گل کھلے غنچہ چٹکنے لگے اور صبح ہوئی

یہاں غنچہ کی جمع مراد ہے جو ی کے بغیر متصور نہیں ہو سکتی۔

غالب فارسی الفاظ میں دال اور طوے کے قائل نہ تھے۔ لیکن اُن کا یہ نظریہ نسخۂ عرشی زادہ کی تاریخِ کتابت کے بعد کا ہے۔ اس لیے نسخۂ عرشی زادہ میں گذرا، گذر گاہ، گذشتن وغیرہ الفاظ کو ذال سے لکھا ہے، زے سے نہیں لکھا۔ تپیدن کے تمام مشتقات کو نسخۂ عرشی زادہ کی حد تک بالعموم طوے سے لکھا ہے، مگر اِیک دو مثالوں میں اس کے خلاف ت لکھی گئی ہے، جیسے مندرجہ ذیل دو مصرعوں میں:

تپش ہے شرم بقدر چکیدن عرفے

اور

کہ جو، اسد، تپشِ نبضِ آرزو جانے

گنجائش، کشائش، قائم، مایل، طائر وغیرہ الفاظ میں ی سے کام لیا ہے، ہمزہ کہیں بھی نہیں لگائی۔ نیز غالب خورشید کو بحذفِ واو لکھنے کے قائل تھے، مگر نسخۂ عرشی زادہ کے بعد یہ عقیدہ اختیار کیا تھا، اس لیے اس میں واو موجود ہے۔

نسخۂ عرشی زادہ کے مقدمے میں میں نے ان خصوصیات کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ بہتر ہو اگر وہ جٹ بھی سامنے رکھی جائے۔

ترتیب استدرک کے دوران احساس ہوا کہ نسخہ بھرپال سے متعلق مولانا عرشی کی یادداشتیں پورے طور پر استعمال نہیں ہوئیں۔ اسی طرح میں نے لاہور جا کر نسخہ شیرانی کے مخطوطے کو ڈاکٹر محمد باقر صاحب کی مہربانی سے دیکھا تھا اور اپنے مطالعے کے نتائج لکھتا گیا تھا۔ یہ مسالا بھی یونہی رکھا رہ گیا تھا۔ استدرک مرتب کرنے وقت میں نے ان یادداشتوں کو بھی نکالا اور حسبِ موقع ان کا اندراج کر دیا ہے۔ چنانچہ ق سے نسخہ بھرپال کی اور ق سے نسخہ شیرانی کی انہیں یادداشتوں کا حوالہ نظر آئے گا۔ نسخہ عرشی کے علاوہ نسخہ بھرپال کے کلام کی تین اشاعتیں ہوئی ہیں: نسخہ حمیدہ مرتبہ مفتی انوار الحق مرحوم، دیوان غالب مرتبہ ڈاکٹر سید عبد اللطیف، نسخہ حمیدہ مرتبہ پروفیسر حمید احمد خاں۔ میں نے ان تینوں کو از سر نو دیکھا اور حسبِ ضرورت استدرک میں استعمال کیا ہے، اور ح سے مرتبہ مفتی انوار الحق، ط سے مرتبہ ڈاکٹر عبد اللطیف اور حم سے مرتبہ پروفیسر حمید احمد خاں کی درج کردہ معلومات کا حوالہ دیا ہے۔

ق کے صفحے کا نامکمل عکس نسخہ حمیدہ میں مفتی انوار الحق مرحوم نے شائع کیا تھا۔ نامکمل اس لیے کہ شاید نسخہ حمیدہ کے ساز کا لحاظ رکھتے ہوئے اوپر کا کچھ حصہ کاٹ دیا گیا ہے۔ اس خیال کا ثبوت یہ ہے کہ نسخہ حمیدہ ۱۱ سطری مسطر پر لکھا گیا تھا، اور دو غزلوں کے درمیان کی ایک سطر سادہ چھوڑ دی گئی تھی، اس لیے فی صفحہ ۱۱ شعر یا جن پر دو غزلوں کے اشعار تھے اُن صفحات پر ۱۰ شعر درج ہوئے تھے۔ مشمولہ عکس ایسے صفحے کا ہے جس پر دو غزلوں کے اشعار ہیں، اس لیے دس شعر ہونا چاہیے تھے۔ مگر اس میں صرف سات شعر ہیں۔ نیز اوپر کے حصے میں باریکا بھی نہیں ہے۔ اگر یہ مکمل صفحے کا عکس ہوتا تو باریکا بھی لازماً ہوتا۔ یہ عکس اس بار نسخہ عرشی میں بھی شامل کیا جا رہا ہے۔ میں نے اس نامکمل عکس کے پیشِ نظر کاتبِ مخطوطہ کی چند خصوصیات متعین کرنے کی کوشش کی ہے جو پیشِ خدمت ہیں۔

کاتب بہت خوش خط اور جاذبِ نظر انداز کا مالک ہے۔ اُس نے خطاطی کے حسن و جمال کا پورا پورا خیال رکھا ہے۔ ان میں سے ایک اہم بات یہ ہے کہ دو حرفوں کے نقطوں کو آپس میں ملا دیا ہے۔ یہ انداز قدیم خطاطوں کے یہاں عموماً پایا جاتا ہے اور خطاطی کے نقطۂ نظر سے حسن شمار ہوتا ہے۔ جس شخص کی نظر میں خطاطوں کی یہ روش نہ ہو، وہ سمجھے گا کہ دو حرفوں میں سے کسی ایک حرف کے نقطے سہواً ترک ہو گئے ہیں یا کوئی غلط حرف لکھ دیا گیا ہے۔ مثلاً ب اور ی کے نقطے اس طرح ملا دیے گئے ہیں کہ اس

روش سے بے خبر آدمی پ پڑھے گا، ملاحظہ ہو: پسر و سامانی، پر بطنی۔
 پ اور ی کے نقطوں کا بھی یہی معاملہ ہے، جیسے: پرهستان، پوسہ، پراہن۔
 اسی طرح ج اور ی کے نقطے بھی مخلوط ہیں، جیسے: زنجیری۔
 ش اور ق کے نقطوں میں بھی یہی کفایت شعاری دکھائی گئی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:
 عشو۔

کاتب نے ہ کا زیریں شوشہ (۱) بہت کم استعمال کیا ہے۔ چنانچہ زیرِ نظر عکس کے تیرہ
 الفاظ میں ہ کا شوشہ ہونا چاہیے تھا، مگر یہ گیارہ میں ندارد اور دو میں موجود ہے۔ جن
 میں موجود ہے وہ الفاظ یہ ہیں: اہل، تہی۔

جن میں زیریں شوشہ نہیں لکایا گیا، وہ یہ ہیں:

پوچہ، ہوں، پوس، پرهستان، پراہن، ندیکہا، فہم اور لفظ 'ہے' جو چار مقامات پر لکھا
 گیا ہے، مگر ہر جگہ زیریں شوشے سے محروم ہے۔

اس آخری لفظ میں مذکورہ شوشے کی غیر حاضری نے دلچسپ شوشے چھوڑے ہیں۔ یعنی
 نسخۂ حمیدہ میں بہت سے الفاظ غلط پڑھے اور جھاپے گئے ہیں۔ مندرجہ ذیل مثالوں سے میرے
 اس خیال کی تائید ہوتی ہے:۔

(۱) ق میں 'ہے' تھا، مگر 'ے' پڑھا گیا، ملاحظہ ہو:

جراغ گل سے ڈھونڈے (سے) چمن میں شمع خار اپنا
 (صحیح: ہے)

(۲) اس کے برعکس بھی ہوا، یعنی ق میں 'ے' لکھا تھا، مگر 'ہے' پڑھا گیا، جیسے:

سبہ مستی ہے اہلِ خاک کو ابرِ بہاری (ہے)
 (صحیح: سے)

(۳) 'ہے' کو یاے اضافی سمجھ کر صرف 'ی' لکھا گیا، مثلاً:

جوں جادہ سر بکوعے (تمناے) بیدلی
 (صحیح: تمنا ہے)

(۴) 'ے' کو یاے اضافی جان کر محض 'ی' نقل کیا گیا، یعنی:

رج گیا جوشِ (صفاے) زلف کا اعضا میں عکس
 (صحیح: صفا سے)

(۵) اس کے بر خلاف کہیں صرف یاے اضافی تھی، مگر نقل ہوتی تو 'ے' بن گئی، مثلاً:

گدازِ سعی بینش شست و (شو سے) نقشِ خود کامی
 (صحیح: شوے)

(۶) کچھ اور اغلاط کا باعث بھی اسی قسم کی غلط فہمی معلوم ہوتی ہے، مثلاً: م کو ہ
 پڑھا گیا ہے، جیسے: پنبہ (مینائی ہی) رکھ لو تم اپنے کان میں، درارِ حائے کہ یہ مینا ہے،
 تھا۔

(۷) کبھی اس کے برخلاف ہ کو م سمجھ لیا گیا ہے، جیسے:

ریگِ روان و (مر تپش) درسِ تسلیِ شعاع جب کہ صحیح لفظ ”ہر“ ہے۔

(۸) اسی طرح ہ کو س بھی قرار دے دیا گیا ہے، جیسے:

(سر رشتہ) چاکِ جیب کا تارِ نظر ہے آج درست یہ ہے کہ مصرع کے ابتدائی الفاظ ”ہر رشتہ“ تھے۔

ایک اور قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ کاتبِ مرکباتِ توصیفی و اضافی میں ی کے ساتھ کبھی مزہ اور کبھی کسرہ لکھتا ہے۔ مثلاً: زنجیری بے ربطیِ دل، اور بویِ یوسف۔

نسخۂ بھوپال اور نسخۂ شیرانی کے علاوہ تین چار اور ماخذوں میں غالب کے قدیم کلام کے نمونے مل جاتے ہیں۔ ان میں تذکرۂ عمدۂ منتخبہ، یادگارِ غالب اور خدا بخش خاں کی مرتبہ فہرستِ کتب ”محبوب الالباب فی تعریف الکتب والکتاب“ بھی ہیں۔ عمدۂ منتخبہ کے اشعار اس تذکرے کے عکس سے نقل کیے گئے تھے، مگر ایک شعر کی غلط قرات عمدۂ منتخبہ کے بجائے دوسرے ماخذ کے مطابق چھپ گئی۔ میں نے استدراک میں عمدۂ منتخبہ کی صحیح قرات درج کر دی ہے۔ یادگارِ غالب میں ردیفِ الف کے کئی منسوخ شعر مولانا حالی نے مثال میں پیش کیے تھے۔ اُن کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا حالی کے پیشِ نظر جو روایت تھی وہ نسخۂ بھوپال سے قدیم تر تھی۔ اور یہ بھی پتا چلتا ہے کہ یادگارِ غالب کے زمانے تک منسوخ کلام روپوش نہیں ہوا تھا۔ محبوب الالباب میں بھی دو منسوخ شعروں کی موجودگی کے پیشِ نظر کچھ اسی قسم کا گمان ہوتا ہے۔ میں نے استدراک میں ان قراءتوں کا بھی حوالہ دیدیا ہے۔

غالب کے دیوانِ اردو کا ایک مخطوطہ نواب احمد سعید خاں طالب کے پاس تھا۔ اس میں غالب کا کچھ غیر معروف کلام بھی حاشیوں پر درج ہوا تھا۔ یہ کلام مولانا محمد تلی جوہر رامپوری اور مولانا ابولکلام آزاد نے ہمدرد اور الہلال کے ذریعے عام کر دیا ہے۔

دیوانِ غالب کا ایک مخطوطہ بیگم شجاع الدین احمد خاں تاباں کی ملکیت تھا۔ اس سے مولانا مہر نے کچھ غیر معروف کلام اپنی تصنیف ”غالب“ میں نقل فرمایا ہے۔ کیونکہ اُس بت سے رکھوں جان عزیز الخ یہ تین شعر بھی نسخۂ تاباں کے حاشیے پر لکھے ہوئے تھے۔ بیگم تاباں کے نسخے کی بھی وہی کیفیت ہے جو طالب کے نسخے کی، اس لیے بظنِ غالب یہ دونوں مخطوطے ایک ہی تھے۔ اس مخطوطے کے حواشی پر مندرج کلام کی ایک فہرست میری نظر سے گزری ہے، جس میں اس مخطوطے کے صفحات کا حوالہ بھی موجود تھا۔ میں نے یہ حوالے نقل کر لیے

تھے۔ اُن میں سے کچھ متن کے ساتھ حواشی میں اور باقی استدراک میں درج کر دیے ہیں۔ جناب خیر بھوروی کی عنایت سے انجمنِ رقیِ اردو کے لیے سید ہاشمی فرید آبادی مرحوم کے مرتب کردہ دیوانِ غالب کا مسودہ بھی دیکھنے کو ملا۔ اس کی تیاری میں مرتب نے نسخہ طالب سے کام لیا تھا۔ میں نے نسخہ ہاشمی سے بھی کار آمد مواد استدراک میں شامل کر لیا ہے۔

غرض استدراک کو زیادہ سے زیادہ کار آمد بنانے کے لیے "تمتع ز ہر گوشہ یافتہ" پر پورا عمل کرنے کی کوشش کی ہے۔

نسخوں کے اختلافِ قراءت کے علاوہ مختلف اشعار سے متعلق بعض ضروری معلومات بھی میں نے اس حصے میں شامل کر دی ہیں۔ نیز مولانا عرشی کے دو تین نوٹ بھی حسبِ موقع نقل کر دیے گئے ہیں۔ یہ بھی عرض کرنا ضروری ہے کہ طباعتِ دیوان کا بڑا حصہ مولانا عرشی کی موجودہ علالت کے دوران میں انجام پایا ہے، اور اس کے پروف میں نے پڑھے ہیں۔ اس زمانے میں ڈاکٹروں کی ہدایت کی وجہ سے میں بعض دریافت طلب مقامات کے بارے میں مولانا عرشی سے ہدایت بھی نہ لے سکا تھا، اس لیے کچھ غلطیاں میری وجہ سے بھی پا گئیں۔ مگر نسخہ عرشی زادہ کی ترتیب کے کام نے بہت سے پردے اُٹھا دیے اور وہ اغلاط بڑی حد تک سمجھ میں آ گئیں۔ میں ان کی بھی تصحیح کرتا گیا ہوں۔ اس لیے اگر حواشی اور استدراک میں کوئی فرق نظر آئے، تو استدراک کو درست سمجھا جائے۔

آخر میں یہ عرض کرنا بیجا نہ ہوگا کہ استدراک کی ترتیب میں یہ تمنا شامل رہی ہے کہ اس بہانے نسخہ عرشی میں میرے نام کی شمولیت ہو جائے گی، اور قافیہ گل ہونے کی سعادت کے ساتھ نسخہ عرشی کی اس خدمت کے طفیل اہلِ علم کی نظر میں کچھ اعتبار بھی حاصل کر لوں گا۔ اس سے کون انکار کر سکے گا کہ مولانا عرشی کے اندازِ کار کا ہلکا سا عکس بھی اہلِ علم و اربابِ نظر کو میرے کام میں نظر آجائے، تو یہ میری بہت بڑی کامیابی اور میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔

عرشی

گنجینہ معنی

(آئندہ عبارت میں پہلا ہندسہ صفحے کا اور دوسرا شعر کا ہے۔ نیز الف سے مصرع اول اور ب سے مصرع ثانی مراد ہے۔)

۴ الف، قا، روائیہاے (سہو کاتب)۔ مگر غالب نے «ت» کے دونوں نقطوں کو ملا کر «ن» کا نقطہ بنا دیا ہے۔ کاتب سے یہی سہو قا کے گزشتہ صفحہ پر بھی ہوا ہے جہاں یہ لفظ بطور رکاب موجود ہے۔

۵ ب، ح، لط، بر (سہو کاتب)۔

۹ قا میں یہ شعر «بازی خور فریب» الخ سے پہلے ہے، مگر ح میں نقل نہ ہوا۔

ص ۸:۱۳ الف، ح، لط، خیال اُس کا (سہو کاتب)۔

ص ۱۱:۱۴ الف، عز، سیحۃ واماندگی (سہو کاتب)۔

۱۲ الف، عز، آبلہ ماے تیخال۔

ص ۱۱:۱۵ الف، عز، داغ اے حاجتِ بیدرد کہ در۔

۱ ب، عز، آئینہ پر (سہو کاتب)

۳ الف، عز، آئینہ پردازِ تمنا معلوم۔

۶ الف، عز، پہلے «وہ نفس ہوں کہ اسد زمزمہ فرصت نے»۔ پھر اسے قلزد کر کے مصرع ثانی کے نیچے یہ مصرع تجویز کیا: «وہ نفس ہوں کہ اسد مطربِ دل نے مجھ سے»۔

۶ ب، عز، پہلے درشتہ بر ساز ہے نغمۃ

ص ۱۱:۲ الف، عز، پہلے سہو آ «عرض، ترک ہو گیا تھا۔ اس لفظ کا اضافہ کرنے کے لیے ایک بار «افسون» کے «فسو» کو «عر» بنایا۔ لیکن پھر «ن» کو جس کا نقطہ اب بھی موجود ہے، «ض» بنا کر پہلے لکھے ہوئے «فسو» کو برقرار رکھا اور اُس کے قبل و بعد الف اور نوں بنائے۔ پھر «ف» کے اوپر «عر» لکھا اور اس طرح «افسونِ عرض» شکل دے دی۔

۲ ب، عز، نعل در آتش۔ نخبیر۔

۳ الف، عز، «عجز و قالب» کے اوپر بین السطور میں «خست» لکھا اور پھر اسے قلزد کر دیا۔

۴ ب، عز، جز (اور یہی درست ہے)۔

۵ ب، قا، زنجیر ہی (سہو کاتب)۔

۶ الف، عز، یہ استقبالِ تمثالِ زماہ اختر فشاں شوخی۔

۷ الف، عز، تغافل بدگمانی ما نظر بر سخت جانی ما۔

ص ۱۲:۲ عز، میں یہ شعر مطلع کے بعد ہے۔

۲ ب، عز، برقِ حاصلِ سعی۔ ح، لط، پسند آیا (سہو کاتب)۔

بیدل باندھا۔ پھر ہر ساز، قلزد کر کے مصرع کے آغاز میں ساز پر لکھ دیا ہے۔
۶ ب، ق، رشتہ (سہو کاتب)۔

۱۱ الف، عز، تھی، بجائے تھیں (سہو کاتب)۔
۱۲ الف، عز، جوشِ یادِ نغمۂ دمسازِ مطرب سے (اس کے بعد اسد کے لیے بیاض ہے)۔
۱۲ ب، عز، ہر سرِ تار۔

۱۳ الف، عز، میں پہلے دیکھتے تھے ہم وہ سہو لکھ گیا تھا۔ پھر وہ کو بچشم میں تبدیل کر دیا۔

ص ۲:۱۶ الف، عز، محشر آباد۔
۷ ب، ق، پہلے، میں گردِ راہ، پھر گرد کے اوپر غبار بنا یا ہے۔
۱۰ الف، عز، جہاں رہ جائے۔

۱۱ الف، ق کے کاتب سے ہے ترک ہو گیا تھا، اسے بعد میں بڑھایا ہے۔
۱۱ ب، عز، مغرور۔

۱۲ اس شعر کی اصلاحی شکل ص ۱۶۷ پر ملاحظہ ہو۔

ص ۴:۱۷ ب، عز، دعویٰ۔
۸ ق، اس ردیف و قافیے کی کوئی غزل نہیں ہے۔

ص ۵:۱۸ الف، عز، ذوق بسمل کا۔
۶ الف، عز، پہلے نگاہ از چشمِ حاسد وام کرے تھا۔ پھر از اور بعد ازاں کرے کو قلزد کر کے اس کے اوپر لے بنا دیا ہے۔
ق، لے، کو سہو الی، لکھا گیا ہے۔

۷ الف، عز، پہلے، شرارِ فرصتِ سرمایۂ چندیں چراغاں تھا۔ پھر اس مصرع کو قلزد کر کے بین السطور میں شررِ فرصت نگہ سامانِ یک عالم چراغاں ہے، تجویز ہوا۔

۹ الف، عز، اسد افسوس و دردِ ناشناسی ہائے گمراہاں (اسد کے لیے بیاض ہے)۔
۱۰ الف، عز، کہیں دار۔

۱۱ الف، عز، بدرجستہ۔ ق میں یہاں حاشیے پر مقابلہ کردہ شد لکھا ہے (حم)۔
۱۲ ب، عز، ق، ارادا۔

۱۳ الف، عز، چہ ظاہر چہ باطن تکلف تاسف ص ۴:۱۹ الف، ق، تراے (سہو کاتب)۔
۷ ب، عز، پہلے دکہ برق از شعلہ نشتر ہے۔ پھر دکہ قلزد کر کے جنوں لکھا اور از شعلہ مٹا دیا، یعنی جنوں برقِ نشتر۔

۸ الف، ق، اس مصرع کے مقابل حاشیے پر لکھا ہے بحرۃ عبدالصمد مظهر (حم)۔
ص ۸:۲۰ الف، ق، پہلے نازِ نمکین دے۔ غالب نے نمکین پر لا لکھ کر دائیں حاشیے میں ویگا۔ بنایا ہے، یعنی گر وہ مستِ ناز دے دے گا۔

۸ ب، عز، خارِ گلبن در دہان۔
ص ۲:۲۱ الف، عز، قنہ ریز۔

۳ الف، عز، سیاہاں۔ ق، ساہاں (بدون نقاطِ یا)۔
۴ الف، عز، ق میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔

۵ الف، عز، حالِ نا افسردگان۔

۶ الف، عز، «جس نے» کتابت سے رہ گیا تھا۔ بعد میں بین السطور میں اضافہ ہوا ہے۔

۶ ب، عز، تر زبان لطف عام ساقی۔

۸ الف، عز، شمع رویاں۔

۹ ب، عز، شعلہ رویاں جب ہوئے۔ ح میں بھی یہ شکل موجود ہے، مگر لط میں نہیں۔

۱۰ ب، عز، دل ز آتش خیزی۔

ص ۱:۲۲ الف، عز، پہلے سہواً جہاں

دادنکاء لکھا تھا۔ بعد میں داد کے اوپر «گا» اضافہ کر کے «دادگانکاء» بنایا۔ عز، گداز تر۔

۲ الف، عز، بوادی حسرت شبانہ روز۔

۴ الف، عز، ہوں میں۔

۵ الف، قا کے کاتب نے «آئینہ» لکھ دیا تھا۔

غالب نے اسے «آبلہ» بنایا ہے۔

۵ ب، عز، کس تنگی۔

۶، یہ شعر عز کے متن اور ق کے حاشیے

میں ہے۔ اگر یہ ترك سہواً نہیں تھا، تو اسے

انتخاب میں رجوع کی مثال قرار دیا جا سکتا

ہے۔

۷، عز میں یہ شعر «عالم بے سروسامانی، الخ

کے بعد ہے۔

۸ الف، عز، پہلے «حیرت» لکھا تھا۔ پھر

اُسی کو «حسرت» بنا دیا۔

۱۰ الف، عز، جلوہ بساط۔

۱۰ ب، عز، پہلے سہواً «پر باد» لکھا تھا۔

پھر اُسے «مرباد» بنا دیا۔

۱۴ الف، عز، نقش بندی جہاں۔

۱۴ ب، عز، پہلے، «از صریر خامہ پیداء» تھا۔ پھر اُسے قلزد کر کے اوپر متن کے الفاظ لکھے ہیں۔

ص ۱:۲۳ الف، عز، غنچہ خاطر نے

رنگِ صد۔

۱ ب، عز، گردۂ تصویر گلشن۔

۲ الف، عز، یادِ ایام کے دردِ سینہ ریشی

سے اسد۔

۲ ب، عز، دست پر دل۔

۵ الف، عز، سیلِ ہا جز جانبِ دریا۔

۵ ب، عز، پہلے «دو عالم دیدہ» تھا۔ پھر

«دو عالم» کو قلزد کر کے «ہمیشہ» لکھ دیا۔

۶ الف، عز، بے تقایبِ بخود۔

۶ ب، عز، پہلے «ز مژگانِ خم آگین» تھا۔ پھر

اُسے قلزد کر کے «سرشک آگین مژہ سے» بنا

دیا۔

۷ الف، عز، لایلا۔

۷ ب، عز، سیاہ از حلقہ ہاے۔

۸، یہ شعر یادگار غالب میں بھی نقل ہوا ہے۔

۹ الف، عز، میخانیا پر فرق پاشیدن۔

۹ ب، عز، خوشا روزے کہ آب از ساغر

مے تا برائو تھا۔

۱۱ الف، عز، پہلے «اُگی چشم سفید از بنہ

روزن تماشا ہے» تھا۔ پھر اس پر خط کھنچ

کر گنجینہ معنی میں مندرج مصرع لکھ دیا۔

اصلاحی مصرع کے الفاظ «سفید آخر» کہی

جلد بندی کے وقت کٹ گئے ہیں۔

ص ۱۰۲۴، یہ شعر یاد گار غالب میں بھی نقل ہوا ہے۔

۲۔ یہ شعر یاد گار غالب میں بھی نقل ہوا ہے۔

۳ ب، عز، مگر دینے بدامان۔

۴ الف عز، مسکن ہے۔

۵ الف عز، طاقتِ شوخی۔ ح، نزاکت سے (سہو کاتب)۔

ب، عز، چشم جستہ (اور یہی صحیح ہے)۔

۶ ب، عز، یکسر تار جستہ (اور یہی صحیح ہے)۔

۸ الف عز، اسد کے لیے بیاض ہے۔ یہ شعر یاد گار غالب میں بھی نقل ہوا ہے۔

۱۲ الف عز، فریب، (اور یہی صحیح ہے)۔ نیز عز میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔

۱۴ الف عز، اسد کے لیے بیاض ہے۔

ص ۲۰۲۵ ب، عز، یاد گار غالب، بیروں ز قالبا (اور یہی صحیح ہے)۔

۳۔ عز میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔

۳ ب، عز، کرتے ہیں (اور یہی صحیح ہے)۔

۴ الف عز، نہیں در پردہ حسن از کوششِ مشاطگی غافل۔

۵ الف عز، حسرت (اور یہی صحیح ہے)۔

۶ الف عز، پہلے مطلب ازہ تھا۔ پھر اُسے قلزد کر کے بین السطور میں عالم بنایا ہے۔

ب، عز، ہے (اور یہی صحیح ہے)۔

۷ ب، عز، شرر در سنگ۔

۸ ب، قا، ریزی (سہو کاتب)۔

۹ الف عز، پیدا ہے۔

۹ ب، عز، دیوے گا۔ مگر ق میں لایا ہے،

تھا۔ بعد کو رجوع کر کے حاشیہ ق پر دوبارہ عز کے مطابق قراءت تجویز ہوئی۔

۱۰۔ عز میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔

۱۲ الف عز، میں ہے تسلیم۔

ص ۱۰۲۶ الف عز، در گرہ۔

۳۔ عز میں یہ بیت غزل کا پانچواں شعر اور پردہ درد دل الخ کے بعد ہے۔

۲ ب، عز، قا، تماشا چمن مطاب۔

۶، عز میں اس شعر کے بعد وہ نو دریافت مطالع ہے جو باد آورد میں نمبر ۱ پر درج ہوا ہے۔

۶ الف قا، چوں۔

۱۱ ب، عز، پہلے »در نظر ہا« تھا۔ پھر »در«

کو »ہر« بنایا اور »ہا« قلزد کر کے اُس کے اوپر »میں« لکھا، یعنی »ہر نظر میں«۔

۱۲ الف عز، شب کہ باندھا بار نے بیان در خواب آمدن۔

۱۳ ب، عز، بچکو شوخی افسانہ۔

۱۴ ب، عز، گونیا۔ اسی قراءت کے ساتھ یہ

شعر یادگار غالب میں نقل ہوا ہے۔

ص ۱۰۲۸ الف عز، ساعد و دستِ حنا آلودہ کو۔

۲ الف عز میں اس مقطع کی جگہ یہ مقطع ہے:

۹ الف، عز، آئینہ کی دوسری ہمزہ اور خانہ میں ترکِ ہمزہ سہو ہے۔

۱۰ ب، عز، در سر۔ در دل۔ قا کے کاتب نے »ہو اے صحرا« لکھ دیا تھا، غالب نے اسے »غار« بنایا، مگر سہو اے کا »ہو« لکھا رہ گیا۔

۱۱ ب، عز، پہلے »یکسر صرفِ دام« تھا۔ پھر »یکسر« کو قلزد کر کے »صرف« کے بعد »قاش« بڑھا دیا۔

۱۳ الف، ح، از بحر (سہو کاتب)۔

۱۴ الف، عز، بجائے بادہ (سہو کاتب)۔

۱۵ الف، عز، »اسد« کے لیے بیاض ہے۔ ص ۲۹: ۱ ب، عز، پہلے »اندازہ« تھا۔

پھر »« قلزد کردی ہے۔

۲، قا میں یہ اور اس کے بعد کے شعر چوتھے، پانچویں اور چھٹے نمبر پر ہیں۔

۳ ب، ح، خون (سہو کاتب)۔

۴ الف، عز، سینہاے۔

۵، قا میں یہ اور اس کے بعد کا شعر دوسرے اور تیسرے نمبر پر ہیں۔

۵ الف، عز، میں یہ اور اس کے بعد کے دو شعر غزل نمبر ۳۷ کے ہیں اور ان کا متن یوں ہے:-

۱، ہوا نے۔ خور بے نقاب رنگ بستہا۔

۲، تکلف عاقبت ہیں۔ نفسا بعد وصل دوست

تاوان گسستہا۔

۳، اسد، ہر اشک ہے یک حلقہ بر زنجیر افروغن

اے اسد، رویا جو دشتِ غم میں حیرت زدہ آئینہ خانہ ز سبیلِ اشک ہر ویرانہ تھا
۳ ب، عز، پہلے »در پیرامن« پھر »در« قلزد کر کے »نا« لکھ دیا ہے۔

۶ الف، عز، پہلے »از نفس گرمیِ سحرِ شعلہ آوازِ یار« تھا۔ موجودہ صورت بین السطور میں درج ہوئی ہے۔

۷، عز، قا میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔ نیز یہ یادگارِ غالب میں بھی نقل ہوا ہے۔

۸ الف و ب، عز،

انتظارِ زلف میں شمشادِ ہمدستِ چنار

نقش بندِ شکلِ مژگاں از نمودِ شانہ تھا

۹، عز میں یہ غزل کا تیسرا شعر ہے اور داغ مہر الخ کے بعد درج ہوا ہے۔

۹ الف، عز، پہلے »حیرت از شورِ فغانِ بے اثر غفلت ہوئی« تھا۔ بعد ازاں اسے قلزد کر کے بیچے موجودہ مصرع درج کیا ہے۔

۱۰ ب، قا، زہر آب (سہو کاتب)۔

۱۱ الف، عز، نیز ق میں پہلے، اضطراب اندیش۔

۱۱ ب، عز، بسمل کا طپیدن۔ قا، تڑپنا۔

ص ۲۸: ۱ الف، عز، طلب جوشی۔

۱ ب، عز، میں ہے (سہو کاتب)۔

۳ الف، عز، ندی خورشید نے فرصت بقدرِ شبنمستانے۔

۴ الف، عز، »اسد« کے لیے بیاض ہے۔

۷ ب، عز، نورِ چشمِ بچنوں۔

بہ بند - امید رستہا -

۶ الف، عز، قا، عاقبت ہیں (اور یہی درست ہے)۔

۷ ب، عز، قا، رستن (اور یہی درست ہے)۔
۱۰ ب، عز، نخجیر۔

۱۱ ب، عز، بالِ طاؤس۔

۱۴ الف، عز، شوقِ سبکِ نازِ شہادت۔
ص ۶:۳۰ عز، ندارد۔

۷ ب، قا، جسم (سمو کاتب)۔

۸ الف، عز، «اسد» کے لیے بیاض ہے۔

۱۰ الف، قا کے کاتب نے «صدای» لکھا تھا،
غالب نے اپنے قلم سے ی کے سرے میں ہ
کا اضافہ کر کے «صدا» بنا دیا۔

۱۰ ب، عز، قا، ہوں (اور یہی درست ہے)۔
۱۲ ب، عز، از خرمینِ مہ خوشہ۔

۱۴ ب، عز، پہلے سمو آ «رکھے» لکھا گیا
تھا۔ تصحیح کے وقت الف بڑھا کر «رکھا» بنا
دیا، مگر «ے» قلزد ہونے سے رہ گئی۔ عز،
قا، اسبند۔ قا، ے (بدون نقطہ، جو سمو کاتب
ہے)۔

۱۵ الف، ق، جلی بد خط میں اصلاحی مصرع
حاشیے پر لکھا ہے (حم)۔

ص ۱:۳۱ عز، میں اس غزل کا جو دوسرا
شعر ہے، وہ ق وغیرہ میں شامل نہیں کیا گیا
ہے۔ اُسے باد آورد میں نمبر ۳ پر ملاحظہ
فرمائیے۔

۲ عز میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔

۶ عز میں اس غزل سے پہلے ایک لفظ
لکھا گیا ہے جو پڑھا نہ جا سکا۔

۷ ب، عز، ے سو۔

۹ الف، عز، نہ بیانِ طالبِ کام (اور یہی
درست ہے)۔

۱۰ الف، عز، «اسد» کے لیے بیاض ہے۔

۱۰ ب، عز، قافلۂ پا (اور یہی درست ہے)۔
ص ۱:۳۲ ب، عز، برگِ گل صفت۔

۲ عز میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔

۴ ب، عز، «اسد» کے لیے بیاض ہے۔

۸ الف، عز، نہیں کف بر لبِ نازک و فور نشہ
ے سے۔

۹ الف، ح، رخم (سمو کاتب)۔

۱۰ الف، عز، «اسد» کے لیے بیاض ہے۔
۱۱ ح میں لکھا ہے کہ ق میں اس غزل

کے مطلع میں صرف مصرعِ ثانی کی ردیف
«ہوا» ہے۔

۱۲ ب، عز، برگِ اشک۔

۱۳ عز میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔
۱۶ الف، عز، اسد نہ پوچھ شب و روزِ ہجر

کا احوال۔

ص ۱:۳۳ الف، عز، سحر گر باغ (اور
یہی درست ہے)۔

۲ ب، عز، بر پشت۔

۴ الف، عز، کوہِ اپنی تپش رنگی۔

۶ الف، عز، پہلے، «اسد مایوس مت ہو»

تھا، اور «اسد» کے لیے بیاض چھوڑی تھی۔ پھر

»مایوس« سے پہلے »ہو« بڑھا کر »مت« کو
»غالب« بنایا۔ مگر »غالب« کے بعد »ہو« قلزد
ہونے سے رہ گیا ہے۔

۶ ب، عز، توقع ہے کہ بعد۔ یہ شعر بھی
ظاہر کرتا ہے کہ غالب اصلاح سے رجوع
کر لیا کرتے تھے۔ نیز یہ بھی کہا جا سکتا
ہے کہ ق کا ماخذ کوئی اور نسخہ تھا، ورنہ
مصرع ثانی میں »توقع« قلزد ہوتا۔

۷ یہ غزل ق کے متن اور حاشیے دونوں
میں ہے۔ یہاں حاشیے کا اندراج سمجھنے
کی وجہ سے ترتیب میں آ کے بڑھ آئی ہے۔
۷ الف، اس غزل کا مقطع نواسے سروش
ص ۱:۷۹ پر ملاحظہ ہو۔

۹ الف، عز، پہلے »گرفتارانِ الفت بے
زبان ہیں کاش صیاد بے تھا۔ پھر اسے قلزد
کر کے حاشیے پر اصلاحی مصرع:
»اسیر بے زبانی ہوں مگر صیاد بے پروا«
درج کیا۔ یہ مصرع بھی اس کا ثبوت ہے کہ
ق کا ماخذ کوئی اور نسخہ تھا۔

۹ ب، ح، ہو جائے (سہو کاتب)۔

۱۰ الف، عز، شوقِ خود آرائی۔

۱۰ ب، عز، قا، آئینہ (سہو کاتب)۔

۱۲ الف، عز، قا، رنجِ کوششیا۔

ص ۱:۳۴ الف، عز، ق، ح، طبعِ موزوں۔

۳ ب، عز، اخیرِ شعر۔

۴ الف، عز، از سوزِ دلہا آتشِ افروختہ۔

۶ الف، عز، »نظارہ گر«۔ نیز »اسد« کے لیے

بیاض ہے۔

۸ عز میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔

۹ الف، عز، رنگِ گل از حیرتِ گلشن

فروزی ہائے دوست۔

۹ ب، عز، آہنگِ پریدن۔

۱۰ ب، عز، گردشِ رنگِ چمن ہے حسبِ

حالِ عندلیب۔ پھر »حسب« کو قلزد کیا اور

»حال« کو »سال« سے بدل دیا اور »ہے« کے

اوپر »ماہ و« اضافہ کر کے موجودہ متن کی

شکل دی۔ تبدیلی کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے

کہ »حسبِ حال« غزل کے شعر نمبر ۲ کا بھی

قافیہ تھا جس کی اصلاح کردی گئی۔

۱۱ عز ندارد۔ ق میں موجود ہے۔

۱۲ الف، عز، »اسد« کے لیے بیاض ہے۔

ص ۱:۳۵ الف، قا میں یہ غزل کا چوتھا

شعر ہے اور »خوں دل میں جو الخ« سے

پہلے درج ہوا ہے۔

۲ ب، عز، خوباب کا جو دیکھا ہے

حنا بستہ۔

۳ الف، عز، گرمیِ زباں ہے۔

۳ ب، عز، ق، ہے شمعِ شہادت کے لیے۔

ق میں ترمیم کی گئی ہے۔

۴ الف، قا کے کاتب نے پہلے »نہیں پانی«

لکھا تھا۔ بعد میں »پانی« کو »باقی« بنایا۔ لیکن

پ کے تینوں نقطے یوں ہی چھوڑ دیے۔

۷ الف، عز، چشمِ بندِ پردہ جز مثال۔

۸ الف، عز، پہلے، خرمِ ہائے گوہر ہے

نگاہِ تنز و بس۔ پھر "و بس" چھیل کر "یہاں" لکھ دیا ہے۔ نیز سہواً عز میں ان دونوں شعروں کے مصرعے بے ترتیب ہو گئے تھے، بعد میں ہند سے ڈال کر ترتیب درست کر دی گئی ہے۔

۹ الف، عز، ہے بقدر نیزہ از بالاے وافر اختہ۔
۱۰ کے بعد یہ شعر اضافہ کیجئے جو قا میں نہیں، مگر عز اور ق میں موجود ہے اور سہواً گنجینہ معنی میں درج ہونے سے رہ گیا؛ اے عدوے مصالحت چندے بضبط افسردہ رہ کردنی ہے جمع تاب شوخی دیدار دوست ۱۰ الف، عز، تماشائی (اور یہی صحیح ہے)۔ نیز "اسد" کے لیے بیاض ہے۔

۱۱ ب، ق، دل و دوست (سہو کاتب)۔
۱۲ الف، ق، کریکام، ح، گریہ کام (ہر دو سہو کاتب)۔

۱۳ ب، ح، سرخستہ دشوار وحشت (سہو کاتب)۔

ص ۲:۳۶ ب، ق، ح، ز خود رفتگیہائے (بہمزہ)۔

۹ الف، عز، چونکہ نقش مدعا معلوم جز۔
۹ ب، عز، پہلے، دشت حسرت خیز میں۔ پھر "دشت" قلزد کر کے نیچے "وادی" لکھا، اور "خیز" قلزد کر کے "میں" کے بعد "پھر" کا اضافہ کیا، یعنی "وادی حسرت میں پھر"۔

۱۰ الف، عز، "اسد" کے لیے بیاض ہے۔
۱۲ قا میں ترتیب اشعار یہ ہے: نازِ لطف؛

محملِ پیمانہ؛ یک نگاہِ گرم؛ ناخنِ دخل؛ جانِ عاشق۔

۱۴ الف، عز، طبعِ نالانِ حامل۔

۱۴ ب، عز، اے عاشق کشاں۔

ص ۱:۳۷ ب، عز، سعیِ خود آرائی۔

۲ الف، ق، سوئے دشت (بہمزہ)

۳ الف، عز، "اسد" کے لیے بیاض ہے۔

۳ ب، عز، دعوائے مرزائی۔

۴، قا میں ترتیب اشعار یہ ہے: حیرت فروش؛

معزولی تپش؛ نا صبح؛ ہوں داغ؛ کرتی ہے۔

۴ ب، عز، کشادہ۔

۷ الف، عز، بیتابی نے کیا سفر۔ نیز یہ متن ق

کا شعر ہے، حاشیے کا نہیں۔

۹ الف، عز، "اسد" کے لیے بیاض ہے۔ قا

افتادہ (سہو کاتب)۔

۱۰ الف، عز، ہے لبِ گل کو ز و اجنیدن

برگ۔

۱۱ ب، عز، ق، ح، وحشت مزاج۔

ص ۱:۳۸ الف، عز، یک جہاں ہے در

سوارِ چشمِ قربانی، مقیم۔

۱ ب، عز، فرصت نے بخشا بسکہ۔ نیز عز

میں اس شعر کے بعد وہ نو دریافت شعر ہے

جو باد آورد نمبر ۱۱ پر درج ہے۔

۲ الف، عز، اے ("اسد" کے لیے بیاض)

ہے مستعدِ شانہ گشتن بہر زلف۔

۷ الف، عز، گدازِ دشت۔

۹ قا میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔

ص ۷:۳۹ الف، عز، «اسد» کے لیے
بیاض ہے۔

۷ ب، عز، افسانہ ما باشد۔

۹ الف، عز، گلرنگ و خط آئینہ۔

۹ ب، عز، جامہ زیاں۔

۱۱ الف، عز، پہلے «یک دست» تھا۔ پھر
اس کو «یکسر» بنا دیا، مگر «ست» کو کائنا
بہول گئے۔ ق کے متن میں پہلے «نچھ سے» تھا
جسے کاٹ کر «یکسر» لکھا ہے۔

۱۲ الف، عز، «اسد» کے لیے بیاض ہے۔

۱۳ الف، عز، میں اس غزل کے آغاز میں
نظ کی علامت بنا کر اسے نظری قرار دیا تھا،
مگر پھر بھی یہ ق اور قا میں نقل کی گئی۔ یہ
بھی سابق ترمیم سے رجوع کی مثال ہے۔ نیز
یہاں اس کا اندراج غلط ہوا۔ یہ ردیفِ دال
کی آخری غزل ہونا چاہیے۔

۱۳ الف، عز، کس رنگ گمراہ۔

ص ۴:۴۰ الف، عز، فداے یدخبری۔

۵ الف، عز، نیازِ سنگدلیا ہے۔

۶ ب، عز، ز دستِ شیشگی طبع۔ پہلے، ق

میں بھی یونہی تھا۔ پھر «ز دستِ شیشہ دلیا ہے»
اصلاح ہوئی جسے سو آح میں «دلیا ہے» چھاپا
گیا ہے۔

۶ الف، عز، مستعد («اسد» کے لیے بیاض
ہے)۔

۷، قا میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔

۱۲ الف، عز، پہلے، جمع ہیں موزونیاں در۔

پھر اسے قلزد کر کے بین السطور میں موجودہ
الفاظ لکھے ہیں۔

۱۱، عز، ندارد۔

۱۳ الف، عز، غنچہ کا دل خوں ہوا لیکن۔

۱۴ الف، عز، سبہ کاری اسد۔

۱۵، عز، ندارد۔

ص ۳:۴۱ ب، عز، وا کشادہ۔

۷ الف، عز، بالیدنی۔ نیز «اسد» کے لیے
بیاض ہے۔

۱۵ الف، عز، قدرت و ایجاد۔

ص ۱:۴۲ الف، عز، قا، آئینہ پر (ہرجگہ)۔

۳ الف، عز، «ہیں» بجائے «ہے» (سم۔و

کتابت)۔

۴، قا میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔

۶ الف، عز، ہو نگاہِ گلر خراب کو

سید اسکندر، اسد۔ نیز اس شعر سے قبل جو

شعر ہے وہ باد آورد نمبر ۱۲ پر ملاحظہ ہو۔

۷ الف، عز، غافل کیا کیا۔ نیز یہ شعر

نازِ خود بینی الخ کے بعد ہے۔

۱۱ الف، عز، قا، تڑپ (قدیم املا)۔

ص ۱:۴۳ الف، عز، پہلے، ز بد مستی

مے نوشاں ہوا ویرانہ میخانہ۔ پھر اسے قلزد

کر کے احاشیے پر جو اصلاحی مصرع لکھا

گیا وہ جلد بندی کے وقت تراش میں آگیا۔

لیکن باقیات بتاتے ہیں کہ یہ وہی مصرع تھا

جو ق کے متن میں ہے۔

۲ الف، عز، «اسد» کے لیے بیاض ہے۔

۶ الف، عز، ضبط مردگان۔ نیز یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔

۷ ب، عز، ہے جادہ شمع۔

۸ الف، عز، "اسد" کے لیے بیاض ہے۔

۱۰ الف، قا کے اکائب سے "اثر" چھوٹ گیا تھا، غالب نے بین السطور میں اپنے قلم سے بڑھایا ہے۔

۱۲ ب، ق، صبا سے (ہمزہ)۔

۱۳، قا میں یہ مقطع نہیں ہے۔

ص ۱:۴۶ ب، عز، سنگ سے۔

۵ الف، عز، حسرت يك دید۔

۶ ب، عز، مشاطہ (بضم ميم، سمو کتابت)۔

۹ الف، عز، تعلیم درد۔

۱۱ الف، عز، پہلے سمو "صدائے طرب" لکھ دیا تھا۔ پھر "طرب" کو "شکست" بنایا۔

نیز "اسد" کے لیے بیاض ہے۔

ص ۱:۴۷ الف، عز، ہو پذیراے تکلف۔

۷ ب، عز، پہلے سمو "ہجوم سجدہ" لکھ دیا تھا۔ پھر "سجدہ" کو "عجز سے" بنایا۔

۸ ب، قا، ہر ایک۔

۹ الف، عز، موجہ شرمندگی۔ ق میں بقول

حم "وجود" تھا جسے کاٹ کر "مایہ" بنایا۔

نیز دونوں مصرعوں میں کچھ اور بھی اصلاح

کرتی چاہی ہے۔ مگر پھر اُن الفاظ کو قلزد

کر دیا ہے۔ عرشی زادہ عرض کرتا ہے کہ

میری رائے میں پہلے "موجہ" تھا جو عز میں

بھی نظر آتا ہے۔ حم نے اسے غلطی سے وجود

۳، قا اس غزل پر متن ہی میں جلی خط سے غلطہ لکھا گیا ہے اور لکھنے کے بعد قلزد

کر دیا ہے (حم)۔

۲ ب، عز، نگاہ۔

۴ الف، عز، قا، رحم (اور یہی درست ہے)۔

۴ ب، عز، قا، نگاہ۔

۱۰ الف، عز، پہلے، رنج حیرت، تھا۔ پھر

"رنج" کو قلزد کر کے اوپر بین السطور میں

"داغ" لکھ دیا ہے۔

۱۲ الف، عز، یقرا رانہ۔

۱۳ ب، عز، بال افشانی ہوا۔

۱۴ الف، عز، "اسد" کے لیے بیاض ہے۔

ص ۱:۴۴ ب، عز، پہلے، کہ برق از وجد،

تھا۔ پھر "از وجد" قلزد ہوا، اور "کہ برق"

کے اوپر بین السطور میں "وجد" بڑھا کر متن

کو موجودہ صورت دے دی۔

۳ الف، عز، اے دیوانہ۔

۴، ق میں اس غزل پر جلی بد خط سے

غلطہ لکھا گیا ہے (حم)۔

۶ الف، عز، دانہ ہائے سر شك لاتی ہے۔

۱۰ ب، عز، دہلی۔

ص ۱:۴۵ الف، عز، تمنا ہے۔

۱ ب، قا، زنجیر پای (سمو کتابت)۔

۳ الف، عز، "اسد" کے لیے بیاض ہے۔

۴، ق میں اس غزل کے اوپر "غلطہ" لکھا

ہے (حم)۔ مگر اس کا ایک شعر: اے شعلہ

فرصت، قا میں شامل کر لیا گیا ہے۔

پڑھ لیا ہے۔

۱۱ الف، عز، «اسد» کے لیے بیاض ہے۔

۱۴ الف، عز، صد تجلہ کدہ يك ناصیہ

غربت میں۔

ص ۲:۴۸ الف، عز، غنچہ (سہو کتابت)۔

۳ الف، عز، «اسد» کے لیے بیاض ہے۔

۴ الف، عز، ہے کوئی عمر و بس۔

۴ ب، عز، پامال عقدہ ہا ہے۔

۵ ب، عز، بر چاک۔

۸ ب، عز، جادہ حکم جوہر تیغ سس (سہو

کاتب)۔

۹ الف، عز، «اسد» کے لیے بیاض ہے۔

۱۰ ب، عز، پہلے «جادہ» تھا۔ پھر ی

کو چھیل کر الف بنا دیا، یعنی جادہ ہا۔

۱۱ الف، عز، پہلے، ہے بزمِ گلرخاں از

نیم رنگیہاے شمع، تھا۔ پھر اسے قلزد کر کے

نیچے موجودہ مصرع لکھا گیا ہے۔

۱۲ الف، عز، پہلے، سرمایۂ گلزارہا، تھا۔

پھر سرمایہ کے اوپر اور گل سے پہلے «صد»

بڑھایا اور «زارہا» قلزد کیے بغیر اُسی لفظ

کے اوپر «ستان» بنا دیا۔ یعنی سرمایۂ صد

گلستان۔

۱۳ الف، عز، ق، گدازِ شوق رہبر خواستن۔

پھر ق میں گداز کو «وفور» بنایا ہے (ح،

حم)۔

۱۳ ب، عز، پہلے، ہے جرس در راہِ صحرا ہے

حرم ناقوس و بس، تھا۔ پھر «ہے جرس در راہ»

کو قلزد کر کے «ناقوس و بس» کے نیچے

«میں ہے جرس» لکھ دیا ہے۔ یہ اصلاح

شیرازہ کتاب کے قریب واقع ہوئی ہے، جہاں

سے کتاب پورے طور پر کھل نہیں سکتی،

اور قلم روائی کے ساتھ نہیں چل سکتا، اس

لیے بخطِ غالب ہونے کے باوجود قدرے

بد خط ہے۔

۱۴ الف، عز، پہلے، «اے اسد» گل نختہ

مشقِ شگفتنِ ہا ہوئے تھا۔ پھر «شگفتنِ ہا ہوئے»

کی جگہ «شگفتنِ ہو گئے» بنا دیا، اور یہی شکل

ق میں نقلِ کرائی۔ پھر ق میں مزید اصلاح

کر کے موجودہ الفاظ لکھے۔ عز میں

شگفتنہا کا الف اب بھی موجود ہے۔ نیز

«اسد» کے لیے بیاض ہے۔

ص ۲:۴۹، قا میں یہ بیت اگلے شعر کے

بعد ہے۔

۲ الف، عز، جلوہ نظر جوش۔ ق میں بھی

پہلے «نظر جوش» تھا۔ پھر اس کے نیچے

اصلاحی لفظ «پرستار» لکھا ہے (حم)۔

۳ ب، عز، شبنم سے ہے۔

۵ الف، عز، «اسد» کے لیے بیاض ہے۔

۷ الف، عز، ز جوشِ اعتدالِ فصل و تمکین۔

۸ الف، عز، پہلے سہواً «شرر» ہے بعد، قلم

سے نکل گیا تھا۔ پھر «بعد» کو درہ کر دیا

ہے۔

۹ الف، عز، نیاوے بے گدازِ موم۔

۹ ب، عز، نکالے ہے نہالِ شمع از تخم۔

ص ۲:۵۰ ب، عز، ز بال۔

۴ الف، عز، اسد از دودر آتش ابر۔ نیز
»اسد» کے لیے بیاض ہے۔

۵ ب، عز، اگر ناگاہ ہو حیدر پرستوں سے
دو چار۔

۶ الف، عز، گرد افروز سواد۔

۷ الف، عز، خاکستر شدن دیباچہ آرا ہو۔
ق، پہلے، دیباچہ پیرا ہو (حم)۔ پھر موجودہ
اصلاحی الفاظ لکھے گئے ہیں۔

۸ ب، عز، ز وا بالیدن مضمون۔ ق میں بھی
پہلے ہی تھا۔ اصلاحی مصرع حاشیے پر
لکھا گیا ہے (حم)۔

۹ الف، عز، رنگِ شگفتن ها۔

۱۰ ب، عز، ہوئی بالیدہ تر از۔

۱۱ الف، عز، پہلے، اسد از قدرت حیدر
بڑی ہر کبر و ترسا کے۔ نیز اسد کے لیے
بیاض ہے۔ پھر مصرع کے آغاز میں اسد اضافہ
کر کے »از، قلزد کیا اور »قدرت« کے اوپر
»سے« اور حیدر کے بعد »کی« پڑھا کر »اسد
قدرت سے حیدر کی« بنا دیا۔ »ہوئی ہر کبر و ترسا
کو، قا کی ترمیم ہے۔ ق، ترسا کے (حم)۔

۱۲ ب، عز، بت سے در بناے۔ ق میں بھی
در بناے (حم)۔ موجودہ الفاظ قا کے ہیں۔

۱۳ ب، عز، آواز رنگیں۔

ص ۱:۵۱ الف، عز، غفلت کا ہے بازار
گرم۔

۱۴ ب، عز، ورنہ نقصان تصور ہے۔ موجودہ

مصرع ق کے حاشیے کا ہے (حم)۔

۱۵ الف، عز، اے اسد، میں آشنا بیگانہ سوز
و گداز۔ نیز یہ شعر حاشیہ عز پر بخطِ غالب
اضافہ ہوا ہے۔

۱۶ الف، عز، جوں چشم وا کشادہ ہے ہر
ایک ظاہرا۔

۱۷ ب، عز، رکھتا ہے اور داغ کا۔

۱۸ الف، عز، چمن و باغ میں مجھے۔ نیز
عز میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔

۱۹ الف، عز، ہو مہر خط سے۔ یہاں غالب
نے از رام سہو »خط« زائد لکھ دیا ہے۔
۲۰ ب، قا میں سہو »داغ« کی جگہ باغ لکھا
گیا ہے۔

۲۱ ب، عز، ندارد۔

۲۲ الف، عز، در حالتِ تصور روئے بتاں
اسد۔ نیز »اسد« کے لیے بیاض ہے۔ ق میں
اصلاحی مصرع حاشیے کا اندراج ہے (حم)۔
۲۳ ب، عز، چمن لالہ زار۔

۲۴ ب، عز، نہ زبان — نہ زبان۔

۲۵ الف، عز، »اسد« کے لیے بیاض ہے۔

ص ۲:۵۲ عز میں یہ بیت اگلے شعر کے
بعد ہے۔

۲۶ الف، قا، »نے« ندارد۔

۲۷ ب، عز، غیر کے نہ (سہو کتابت)۔

۲۸ ب، عز، پانی جگہ کے بھی (سہو کتابت)۔

۲۹ الف، عز، دیتا اسد میں سرمہ چشم۔

نیز »اسد« کے لیے بیاض ہے۔

۶ ب، عز، پہلے »آئے« لکھا تھا۔ پھر ی
کو چھیل کر الف بنا دیا، یعنی، آیا۔

۹ الف، قا، ہر سو ہو (سہو کاتب)۔

۹ ب، عز، شرر پز (سہو کاتب)۔

۱۰، قا میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔

۱۲ الف، عز، »اسد« کے لیے بیاض ہے۔

ص ۱:۵۳ ب، ح، اضارا (سہو کاتب)۔

۴ ب، عز، قا، اشارا۔

۵ ب، عز، ہر چند محو۔

۷ الف، عز، دلخستگان سے گل کرے ہے۔

نیز پہلے سہو آ »گر« قلم سے نکل گیا تھا جسے
»گل« بنایا ہے۔

۷ ب، عز، ق، طہیدن۔

۹ الف، عز، در حال انتظار۔ نیز »اسد«

کے لیے بیاض ہے۔

ص ۱:۵۴ حم سے معلوم ہوتا ہے کہ ق

میں اس شعر کے مقابل حاشیے پر »ص آغا علی«

لکھا ہے۔ مگر عرشی زادہ کے نزدیک یہ نام

»عبد العلی« ہونا چاہیے جو ق میں متعدد جگہ

لکھا ہوا ہے۔

۲ الف، عز، مشاطہ (بضم اول، تلفظ عوام)۔

۵ الف، عز، فریب نیاز۔

۵ ب، عز، پہلے »شمر« تھا۔ پھر اُسے چھیل

کر »سمجھ« بنایا ہے۔

۷ الف، عز، سکباری (سہو کاتب)۔

۹ الف، عز، مشکین ہتاں۔

۱۱ الف، عز، صافی رخسار سے۔

۱۲ الف، عز، نورِ خوباں سے بدِ بیضا ہے
آج۔

ص ۲:۵۵ الف، عز، »اسد« کے لیے
بیاض ہے۔

۴ ب، عز، ہمہ جا۔

۷ الف، عز، »اسد« کے لیے بیاض ہے۔

۹ الف، عز، قفس پروردہ۔

۱۱ الف، عز، ناتوانی کیا علاج۔

۱۴ الف، عز، »اسد« کے لیے بیاض ہے۔

۱۴ ب، عز، خونِ صوفی۔ مالِ سنی۔

ص ۲:۵۶ الف، عز، گر کرے پڑمردہ

انجمی کو داغِ یاد گل۔

۳ الف، عز، کھینچا چاہے نقشِ روئے یار۔

۳ ب، عز، رنگِ خامۂ۔

۵ ب، عز، یہاں شرارِ تیشہ ہے بر تبر۔

۶ الف، عز، از جان و جسم۔

۶ ب، عز، لختِ دل ہے ہر سرِ شمع۔

۷ الف، عز، ہو گیا در گلشنِ آبادِ جراحت

ہائے دل۔

۸ الف، عز، برقِ زارِ جلوہ ہے از خود

ربودنِ ہائے حسن۔

۸ ب، عز، کیجئے شمعِ بزمِ خلوت۔

۹ الف، عز، »اسد« کے لیے بیاض ہے۔

۹ ب، عز، آرزوئیں کرتی ہے از خاطر۔ ق

میں »ہے« کی جگہ »ہیں« تھا۔ بعد ازاں اُس

میں وہ اصلاح ہوئی جو اب متنِ گنجۂ معنی

میں ہے۔

۱۰ ب، عز، معلوم ہوتا ہے کہ پہلے
 «بالدن» کی جگہ «جنیدن» تھا، جس کے ابتدائی
 حرف چھیل کر ب ا ل کا اضافہ کیا گیا ہے۔

۱۱ الف، عز، یدلاں۔

۱۱ ب، عز، تھے شر طوفانِ باطل، گر نہ
 رکھنا سنگ دل۔

۱۲ ب، عز، ہے گرہ بر کیسہ درم خیال۔

۱۳ ب، عز، ہے بخواب سہزہ از جوشِ
 نثار۔

۱۴، عز ندارد۔

۱۴ ب، قا، خارج آہنگ (سہو کاتب)۔

۱۵ الف، عز، «اسد» کے لیے بیاض ہے۔

قا کے کاتب نے «خاموش» لکھا تھا۔ مگر
 غالب نے «مو» چھیل کر «ش» سے قبل مِم
 بڑھائی اور اُس پر پیش بھی لگایا، یعنی «خامُش»۔

۱۵ ب، عز، یہاں آئینہ زیرِ زنگ۔

ص ۱:۵۷ ب، ق میں ہر قافیے کی بارے
 اضافت پر ہمزہ ہے۔

۳، عز میں علامتِ نقطہ بنا کر اس غزل
 کو نظری قرار دیا گیا ہے۔ مگر یہ پھر بھی
 ق اور قا میں موجود ہے، اور اس طرح
 انتخاب میں رجوع کی ایک اور مثال ہے۔

۴ الف، عز، جلوہ سازی۔

۵ الف، عز، در گرہ۔

۸ الف، عز، «اسد» کے لیے بیاض ہے۔

۹ ب، عز، شیشہ سے اوگائے ہیں۔

۱۰ ب، عز، پنجنہ خور دیکھتے ہیں زیر۔

دست۔

۱۱ الف، عز، نقشِ بندِ چاک ہے موج از
 فروغِ ماہتاب۔

۱۱ ب، عز، پہلے سہو آ قلم سے «فرش» نکل
 گیا تھا۔ اسی کو «میل» بنایا، مگر «فر» اور
 «ش» کا دائرہ حک ہونے سے رہ گیا۔ نیز
 عز میں «در ویرانہ» ہے۔

ص ۳:۵۸ ب، عز، سنبُلِ آشفته۔

۴ ب، عز، پہلے «ماتم خانہ» تھا۔ پھر اُسی
 کو «خلوت خانہ» بنایا، مگر ق میں ایک بار پھر
 «ماتم خانہ» اور قا میں پھر عز کی اصلاح پر
 لوٹ آئے۔ یہ بھی اصلاح میں رجوع کی مثال ہے۔

۵ الف، عز، پہلے، در شبِ غم سوزِ عشق
 شمع رویاں سے اسد، تھا۔ پھر «در» کو قلزد
 کیا اور «شب» کو «شام» سے بدل دیا۔ مگر
 «شام» کے بعد لفظ «میں» اضافہ ہونے سے سہو آ
 رہ گیا اور اسد کی جگہ بیاض رہی۔ پھر حال
 اس اصلاحی شکل نے ق میں جگہ پائی۔ بعد
 ازاں ق میں مزید اصلاح ہوئی جو دو غزلوں
 کے درمیان سادہ جگہ میں درج کی گئی ہے۔
 ح میں محلِ اصلاح غلط بتایا ہے۔

۶ تا ۹، عز ندارد۔

ص ۱:۵۹ ب، عز، نگاہ۔

۲ الف، عز، «اسد» کے لیے بیاض ہے۔

۳ الف، عز، ترسایا ہوں۔

۴ ب، عز، پہلے، ہر گرد، قلم سے نکل گیا
 تھا۔ پھر «ہر» کو قلزد کر دیا۔

۸ الف، عز، «اسد» کے لیے بیاض ہے۔

۹، یہ غزل عز کے حاشیے (ص ۶۰) پر بھی اصلاحی الفاظ کے ساتھ بخطِ غیر نقل ہوئی ہے۔

۱۰ الف، عز، «عرضِ جنوں ہوا»۔ لیکن حاشیہ ص ۶۰ میں اصلاحی صورت، یعنی «وحشتِ دل کا گلا» ہے۔

۱۱ الف، عز، جوشِ خرام۔ لیکن حاشیہ ص ۶۰ میں مطبوعہ متن کی طرح ہے۔

۱۲ الف، عز، حاشیہ ص ۶۰، «بصحراے آشکار (سہو کاتب)»۔

ص ۶۰: ۷ الف، عز، نہ آیا خیال کے۔

۷ ب، عز، مرغِ فرا پریدہ۔

۹ الف، عز، پہلے «خامہ سرائی» تھا۔ پھر «خامہ» ہی کو «نکتہ» بنا دیا ہے۔

۱۰ الف، عز، پہلے «برتر» ہے رتبہ فہم۔ تصور سے بھی اسد تھا۔ پھر «برتر» کو قلزد کر کے غالب لکھا اور «بھی» کی جگہ «کچھ» بنایا اور «اسد» کے لیے جو بیاض تھی اُس کی جگہ «پرے» لکھ دیا۔

۱۰ ب، عز، جو علی۔

ص ۶۱: ۱ الف، ح، آئینہ۔

۱ ب، ق، «پریداد» اور «قابلِ تقریر» تھا۔ پھر «تقریر» کو کاٹ کر «تسخیر» بنا دیا۔

۳، اصلاً یہ قطعہ تھا جس کا دوسرا شعر نوائے سروش میں یہ تبدیلی مصرعِ اول انتخاب ہوا ہے۔

۳ الف، ق، «کے» ندارد (سہو کاتب)۔

محبوب الالباب، کیا حال کموں میں، غالب۔

۳ ب، ق، اوس کا۔ مگر مرتبِ ح نے اسے ظاہر نہیں کیا۔ یہی محبوب الالباب میں بھی ہے۔

۴ الف، عز، جانے کہ پائے سیل۔

۴ ب، عز، دیوانگانِ غم کو سرِ خانماں۔

۷ الف، عز، اے عجز۔ «اے» کی جگہ «جز» کا استعمال غالب نے اور جگہ بھی کیا ہے۔ ملاحظہ ہو نوائے سروش کی غزل نمبر ۱۷۹ کا شعر نمبر ۵۔

۸ الف، ق، کا کے کاتب نے سہو «عبرت پوچھ» لکھا تھا۔ غالب نے اپنے قلم سے عبرت کے اوپر «سے» کا اضافہ کیا ہے۔

۹ الف، ق، کا کے کاتب سے «غنجگی» کے بعد لفظِ «میں» ترک ہو گیا تھا جو بخطِ غالب اضافہ ہوا ہے۔

۱۰ الف، عز، «اسد» کے لیے بیاض ہے۔

۱۱ عز، ق، ق، میں ردیف ہر جگہ «ہاں» بہائے مخلوط التلفظ ہے۔

۱۳ ب، عز، زرِ گل در نظرہا۔ ق، زرِ گل سے (حم)۔

ص ۶۲: ۲ ب، عز، «اسد» کے لیے بیاض ہے۔

۵ الف، عز، پہلے، سخن حیران، نخبِ پرفشان، پرواز بیگانہ۔ پھر اسے قلزد کر کے اوپر موجودہ مصرع لکھا ہے۔

۵ ب. عز، پہلے۔ پر طوعی ہے قفل زنگ
بست۔ پھر ان الفاظ کو قلزد کر کے بن السطور
میں موجودہ الفاظ لکھے ہیں۔

۸ الف، عز، اسد، امے عجز ابروے۔

۱۰ الف، عز، انتظارِ دل۔

۱۰ ب، حم، سویدا (سہو طباعت)۔

ص ۶۶۳ الف، عز، بسکہ اس موسم میں۔

۱۰ ب، عز، دریا ریز۔

۱۲ الف، عز، پڑی۔

۱۲ ب، عز، ہوئی (ہر دو سہو کتابت)۔

۱۳ ب، عز، سے لہریں۔

ص ۶۶۴ الف، عز، "اسد" کے لیے
بیاض ہے۔

۳، اس کی اصلاحی شکل نواے سروش نمبر
۹۷ پر دیکھیے۔

۳ الف، عز، جلوۂ بیدل۔

۴، عز میں اس کے بعد باد آورد نمبر ۱۷
پر درج شدہ نو دریافت شعر ہے۔

۵، عز میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔
۵ الف، عز، تمیز بخشی زشتی و نیکوئی پر
حرف۔

۵ ب، عز، لوحِ سادہ۔

۶ الف، عز، پہلے "کمال بندگی" آیا ہے شیوۂ
تسلیم تھا۔ پھر اُس پر خط کھینچ کر گنجینۂ
معنی کا موجودہ مصرع تجویز کیا ہے۔

۸ الف، عز، معاف بیہدہ گوئی ناصحاں خاموش۔

۹ الف، عز، کج زباں یک دست۔

۱۱ الف، قا کے کاتب نے "تیزی رفتار" کی
جگہ سہو کچھ اور الفاظ لکھے تھے۔ غالب
نے "تیزی" کی سالم "ی" اور "رفتار" کی پہلی
"ر" اپنے قلم سے لکھی ہے۔

ص ۱:۶۵ ب، قا میں "صحرا کو" کا لفظ

"کو" غالب کے خط میں ہے۔

۱۱ عز، قا، میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔

۱۱ الف، عز، دورانِ ساغر سے (سہو کتابت)۔

۱۲ ب، عز، مانند شاتہ دست بدنہاں۔

ص ۱:۶۶ عز، ندارد۔ ق میں یہ شعر آئندہ

غزل کے حاشیے پر درج ہوا ہے، مگر مرتب
نے اسے ظاہر نہیں کیا: نیز پہلے مصرع کے
لفظ "ہوں" کا "ن" سہو ق کے ناقل سے چھوٹ
گیا ہے۔ قا کے اندر یہ شعر غزل نمبر ۱۳۲
کے مقطع سے پہلے آیا ہے۔ موجودہ مقام
گلِ رعنا کے مطابق ہے۔

۳ الف، عز، ناگوار (بضم گاف)۔

۴ ب، عز، پہلے "لیکن اسد" تھا۔ قیاس
ہے کہ تخلص تبدیل کرنے کے لیے مثلاً غالب
مگر بوقت الخ اسے قلزد کیا۔ لیکن کسی وجہ
سے پھر وہی پہلے الفاظ دوبارہ نیچے لکھ
دے۔

۷ الف، قا، لفظ "نظر" غالب نے اضافہ کیا

ہے۔

۸ الف، قا کے کاتب سے لفظ "ہ" ترك

ہو گیا تھا جو بعد میں بخطِ غالب اضافہ ہوا۔

۸ ب، قا پہلے "نالہ" لکھا گیا تھا، جسے

بعد میں غالب نے اپنے قلم سے »نغمہ« بنا دیا ہے۔

۱۰، عز ندارد۔

ص ۶۷: ۴ الف، ق، مرتبِ حم نے بتایا ہے کہ یہاں ق میں »ناہید« کی جگہ »خورشید« ہے۔

۵، حم میں اسے حاشیۂ ق کا اندراج بتایا گیا ہے۔

۸ الف، عز، يك چشم حسرت۔

۱۲ الف، عز، تعبیر آگاہی۔

۱۳ الف، عز، قا، دعویٰ۔

۱۵ الف، قا کے کاتب نے »درفتہ« لکھ دیا تھا۔ غالب نے »ز« کے نقطے کو »ر« بنا کر »درفتہ« کر دیا ہے۔

ص ۶۸: ۲ ب، قا، چلتا (سہو کاتب)۔

۳ الف، عز، پہلے »ماتندِ اسد«۔ پھر اسے قلزد کر کے اوپر »غالب کی طرح« اصلاح دی ہے۔

۹، اس شعر کے بعد ایک نو دریافت شعر ہے، جو باد آورد نمبر ۱۶ پر مندرج ہے۔

۹ الف، عز، گریۂ سرشار۔

۱۱ الف، عز، پہلے »کہ اسد« تھا۔ مگر اسد کی جگہ خالی تھی۔ پھر »کہ« ہی کو »غالب« بنا دیا۔

۱۱ ب، عز، رنگ۔ قا میں بھی یہی تھا، جسے »چہل کر غالب نے اپنے قلم سے »بسان« بنایا ہے، لیکن ق میں آغاز ہی سے »بسان« ہے۔

ص ۶۹: ۱ الف، عز، ق، قا، آئینہ پردازِ تسکین ہے۔

۱ ب، عز، بچیبِ گُل کفِ پامے دلِ رنجور۔

۳ الف، عز، مشکِ آلودہ۔

۵ ب، عز، قا، کھینچے ہے۔

۶ الف، عز، پہلے »ز بس یہ شمع ہے آئینہ حیرت طرازی ہا« تھا۔ پھر »ہے« قلزد کر کے اوپر »یہاں« لکھا اور »ہا« کو »ہے« سے بدل دیا۔ »طرازی« کی جگہ »پرستی« بدل کی اصلاح ہے۔

۸ الف، عز، درشتی۔ تامل ہے فسوں پانہ درگوشی۔

۹، عز میں یہ غزل کا تیسرا شعر ہے۔

۱۰ الف، عز، اضطرابِ بسمِ آہنگاں۔

۱۰ ب، عز، سمجھتے ہیں۔

۱۴ الف، عز، نمکِ بوقی ہے۔

ص ۷۰: ۲ ب، عز، مور کے پر ہیں۔

موجودہ الفاظ حاشیۂ ق کی اصلاح ہیں۔

۴ ب، عز، دامن کی حسرت بہ نقشِ پا۔

۶ الف، عز، قطع و نا ہنوز۔

۷ ب، عز، کم از پنہ۔

۹ الف، عز، اے اسد دھر۔ حم کے مطابق ق میں »طلسم« کی جگہ کوئی اور لفظ ہے جسے اس بری طرح کاٹ دیا گیا کہ پڑھا نہیں جا سکتا۔ عرشی زادہ عرض کرتا ہے کہ ق میں پہلے یہ شعر عز کی طرح مقطع ہوگا، انہیں الفاظ کے ساتھ جو عز کے ہیں۔ پھر

اصلاح کی خاطر یہ الفاظ قلزد کیے گئے۔
۹ ب، عز، ق، يك امروز۔

۱۰ عز ندارد۔ ق میں یہ حاشیے کا اندراج ہے (حم)۔

۱۲ الف، عز، ہوتے ہیں بے قدر در کنج۔
وطن صاحبداں۔

۱۳ ب، عز، شیشہ ریزہ غیر عرض شوخی۔
نشر نہیں۔

ص ۱:۷۱ الف، عز، وہاں سیاہی ہے
سوادِ مردمك یہاں داغ ہے۔

۲ الف، عز، پہلے سہوآ «بالا» ترك ہو گیا
تھا، جسے بعد میں «فلك» کے اوپر اضافہ کیا
ہے۔ نیز پہلے «از فیض» تھا۔ بعد میں «از»
کو قلزد کر دیا ہے۔

۴ ب، عز، جوشِ تنگی۔

۸ الف، عز، ہاتھ پر ہو ہاتھ نام جنبش
فرسودگی۔

۱۰ عز میں یہ غزل حاشیے پر بخطِ غیر
اضافہ ہوئی ہے۔

۱۱ عز ندارد۔

ص ۱:۷۲ عز ندارد۔

۲ الف، عز، صحرا یہ کیفیت۔

۲ ب، جادہ ہا۔

۳ ب، عز، عجز بك۔

۴ ب، عز، مجھے حاصل وہ۔

۵ الف، عز، تماشا رنجِ آگاہی۔

۶ الف، عز، پہلے «دلے جوں شمع» تھا۔

پھر مصرع کے آغاز میں «وہ» اضافہ کر کے
«دلے کی «ی» کو «ل» میں بدل دیا ہے۔ یعنی
«وہ دل جوں شمع بہرِ دعوتِ نظارہ لایعنی»۔
۷ ب، عز، پہلے «اس قدر بزمِ اسد» تھا۔
پھر اسے قلزد کر کے نیچے بین السطور میں
«بزمِ غالب اس قدر» بنا دیا۔ مگر یہ اصلاح
ق میں منتقل نہ ہوئی۔

۸ ب، عز، پہلے «ناخنہ» تھا۔ پھر اسی لفظ
کے آخر حرف «ہ» کو کاف بنا کر «ناخنک»
کیا۔ بعد ازاں اُسے قلزد کر کے نیچے یہی
اصلاح صاف خط میں درج کی۔
۱۰ عز ندارد۔

۱۱ الف، عز، لفظِ «حال» سہوآ ترك ہو گیا
تھا، جسے اصلاح کے وقت لفظِ «تحریر» کے
اوپر بڑھا دیا ہے۔

۱۱ ب، عز، کہ سطحِ آب پہ۔

۱۳ الف، عز، اسد پہ گوشۂ حشمِ عنایت،
اے آقا۔

۱۳ ب، عز، «کہ یہ سرشک ز چشم اوقنادہ
گوہر ہو»۔ نیز سہوآ «اوقنادہ» پہلے حرف ز
قلم سے نکل گیا تھا جسے قلزد کر دیا گیا۔
ص ۱:۷۳ ب، قا، ذاعین (سہوکتب)۔

۲ الف، عز، دل در کفِ تعافلِ ابرو سے یار
سونپ۔

۳ ب، عز، یارب کہ شوق شانہ کش۔

۴ الف، عز، جلوہ گرِ نقشِ اعتبار۔

۸ ب، عز، پہلے «خوشا عالم کہ در طوفان

مے تھا۔ پھر یہ الفاظ قلزد کر کے ان کے
اوپر موجودہ لفظ لکھ دیے۔

۱۰ ب، عز، پہلے "ہوج" گریہ "صد" تھا۔
پھر مصرع کے آغاز میں "کہ" اس طرح اضافہ
کیا کہ "ہوج" کی ب کا نقطہ "کہ" کی کشش میں
آگیا، اور "گریہ" کے بعد "میں" بڑھایا، مگر
"گریہ" کا ہمزہ نہ چھایا جو اب بھی نظر آتا
ہے۔

۱۱ الف، عز، میں یہ مصرع تھا۔ "دماغ" سنگ
بر سر کوفتن کو عجز تسلیم ہے۔ اسے قلزد
کر کے موجودہ مصرع حاشیے میں لکھا ہے۔
۱۱ ب، عز، جہیں میں در لباس سجده۔

۱۳ الف، عز، پہلے، صفا سے موجہ گوہر بلا
گردان نمکینے تھا۔ پھر "موجہ" کو "موج" بنایا۔
ابھی یہ اصلاح مکمل نہیں ہوئی تھی کہ اسے قلزد
کر کے نیچے موجودہ مصرع تجویز کر دیا، یعنی،
بلا گردان نمکین بتاں الخ۔

۱۳ ب، قا، چنکے (سہو کاتب)۔

۱۵ الف، قا، کے کاتب سے "اسد" چھوٹ گیا
تھا جسے بعد میں بڑھایا گیا ہے۔

ص ۱:۷۴ ب، عز، درپوزگی ہے جام بر

دستِ سبو۔

۲ الف، عز، بالِ چاک۔

۲ ب، عز، لینی ہے (اور یہی درست ہے)۔

ص ۸:۷۵ ب، عز، در کسوتِ ہوا۔

ص ۱:۷۶، عز، میں یہ شعر مقطع سے

پہلے ہے۔ نیز قا میں یہ غزل کا چوتھا شعر

ہے۔

۱ ب، عز، نازِ بہارِ رفتہ وصلِ بان۔

۲ ق، عز، میں یہ شعر مطلع کے بعد ہے (حم)۔

۲ الف، عز، تب غم۔

۳ الف، عز، عرضِ ناز۔

۴ الف، عز، عدل ہیں۔ ق میں بھی ہیں تھا

جسے کاٹ کر "ہوں" بنایا ہے (حم)۔

۶ الف، عز، وہ نامہ رساں سے بسوزِ دل۔

۱۰ ب، عز، تا آئینہ۔

۱۴ الف، عز، میکدے میں زِ دل افسردگی بادہ

کشاں۔ پہلے یہی ق میں بھی تھا۔ بعد ازاں

اصلاحی مصرع حاشیے پر اضافہ ہوا، مگر آخری

لفظ سہو آ افسردہ کیا، لکھا گیا ہے (حم)۔

ص ۱:۷۷ ب، عز، زِ دامنِ ہوس۔

۳ الف، عز، اے اسد، وائے بہ بیحاصلی

بوالہوساں۔

۴ الف، عز، بسکہ سے پٹنے لگے بادہ کشاں۔

۵ ب، عز، پہلے، در گردنِ قمری ہے رگ،

تھا۔ پھر "در" کو "ہے" اور "ہے" کو "میں"

بنایا، مگر "ہے" کا نچلا شوشہ هنوز باقی ہے۔

۶ عز میں اس کے بعد وہ نو دریافت شعر

ہے جو باد آورد نمبر ۲۴ پر درج ہوا ہے۔

۷ عز ندارد۔

۸ الف، عز، اے اسد، ہر دمِ آموختی

ہائے نیش۔ ق کا مصرع کسی اور مخطوطے

میں تجویز ہوا ہے۔

۹ الف، عز، ہے، نشہ ہائے فطرتِ بدل۔

۹ ب، عز، قطره۔

۱۲ الف، عز، نہ شعلہ حرر عافیت۔

۱۳ ب، قا کے کاتب نے سہواً ردیف کی جگہ
”نہر“ لکھ دیا تھا۔ غالب نے اپنے قلم سے
اسے ”نیوچھ“ بنایا ہے۔

ص ۱۲:۷۸ ب، ق، قدیم الفاظ کے نیچے
یہ اصلاحی الفاظ لکھے گئے ہیں: ”ہے یہ
سیاق“ (حم)۔

ص ۱۲:۷۹ الف، ق، غصہ۔ ”وعدہ“ ح
کا سہو ہے (حم)۔

ص ۹:۸۰ الف، عز، دہلی۔ نیز یہ غزل
حاشیہ عز پر بخطِ غیر نقل ہوئی ہے۔

۹ ب، عز، کا یہ مہمان۔

۱۰ ب، عز، دہلی۔

ص ۵:۸۱ الف، عز، خوشا خیال کسانے
کہ محوِ بیخبری ہیں۔

۵ ب، عز، حصولِ پاس۔

۶ ب، عز، کہ برگِ لالہ و گل۔

۷ الف، عز، اسد کو کیوں نہ ہو امیدِ لطفِ
بندہ نوازی۔

۸ ب، عز، سرشکِ کباب۔ نیز یہ شعر غالب
نے اپنی مشہور غزل: رفتارِ عمرِ قطعِ رہِ اضطراب
ہے، میں شامل کر لیا تھا۔ بعد ازاں جب قا
میں ترمیم کی، تو اسے خارج کر دیا۔ عز کے
بقیہ شعر باد آورد نمبر ۲۸ پر ملاحظہ ہوں۔

ص ۲:۸۲ الف، عز، نہفتہ تدبیر۔

۴ الف، عز، قا، گذشتگی۔ نیز اس شعر کے

دونوں مصرعوں کے درمیان ”کھلتا کسو پہ
کیوں“ الح کا اضافہ ہوا ہے، جو نوائے سروش
میں شامل ہے۔

۵، عز میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔

۵ الف، عز، پست حوصلگی ہاے طبعِ خام۔

۵ ب، عز، اے آرزو بلندی۔

۷ الف، عز، ہے مستِ امتحانِ ہوسِ طینتی
اسد۔

۸، عز ندارد۔

۹ الف، عز، وقتِ بے آتش عذاراں۔

۱۰ الف، عز، ”بھی“ ندارد (سہو کتابت)۔

نیز قا میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔

۱۱، عز میں اس سے قبل جو نو دریافت

شعر ہے وہ باد آورد نمبر ۲۶ پر ملاحظہ ہو۔

۱۲، عز ندارد۔

۱۳ ب، قا کے کاتب نے ”آئینہ“ لکھا تھا۔

غالب نے اپنے قلم سے ”ہے“ کی جگہ ”ے“ لکھ
کر ”آئینے“ بنایا ہے۔

۱۴ و ۱۵، عز ندارد۔

۱۵ ب، قا، آبِ دیکھ (سہو کتابت)۔

۱۶ ب، عز، پہلے، سوزش اے اسد، تھا۔

پھر اسے قلند کر کے نیچے لکھ دیا ”غالب
سوزشیں“۔

ص ۱:۸۳ الف، عز، نہ کھینچے سہی۔

نقشِ نارسا۔

۲ الف، ق، کہاں ہم (سہو کتابت)۔

۳ الف، عز، فرہاد و اظہارِ سبکدستی۔

۴ الف، عز، پہلے "ہستی میں" لکھ گیا تھا۔
پھر "میں" قلزد کر کے اوپر "نے" لکھ دیا ہے۔
۶، عز ندارد۔

۷، عز میں اس بیت سے پہلے جو شعر ہے
وہ باد آورد نمبر ۲۷ پر ملاحظہ ہو۔
۹ ب، عز، تمیز۔

۱۰ الف، عز، مزگانہا۔

۱۱ ب، عز، ز بس دل میں خیال گرمی انداز
قاتل ہے۔

ص ۱۰۸۴ ب، عز، چشمک اندازِ روانی۔
۹، عز میں اس غزل کے کچھ شعر آئندہ
غزل میں اور آئندہ غزل کے کچھ شعر اس
غزل میں ہیں۔ قہ میں ان دونوں کو یکجا
کردیا گیا ہے۔ ق میں اس کے بعد پانی مانگے،
روانی مانگے ردیف و قوافی کی غزل ہے، اور
ان دونوں غزلوں کے حاشیے پر: باعثِ واماندگی
ہے عمرِ فرصت جو مجھے، نقل کی گئی ہے
(حم)۔

۱۰، عز میں یہ بیت آئندہ غزل کے مطلع کے
بعد ہے۔

۱۱ الف، عز، صحراے خیال۔

۱۲ ب، عز، خوبرویاں نے، اسد، آخر کیا
بدخو مجھے۔ ق میں پہلے، خوبرویوں نے بنایا
ہے اسد، تھا۔ پھر "ہے اسد، کاٹ کر" غالب
لکھ دیا ہے (حم)۔

۱۳، عز میں یہ بیت آئندہ غزل کا تیسرا شعر
ہے۔

۱۳ ب، عز، ربطِ سرو زانو (اور بھی صحیح
ہے)۔

۱۴، عز میں یہ غزل کا تیسرا شعر ہے۔

۱۴ الف، عز، ق، تیغِ یار سے۔

ص ۱۰۸۵، قہ میں یہ غزل کا مطلع ثانی
ہے۔ نیز ق میں یہ غزل متن کے اندر موجود
نہی۔ پھر کسی غلط فہمی کی بنا پر حاشیے
میں بھی نقل کی گئی، اور بعد ازاں متن کے
اندراج پر "غلط مکرر نوشتہ شد" لکھ دیا گیا۔
۱ ب، عز، پہلے، پائے وحشت میں ہے
زنجیر، تھا۔ پھر اسے جھیل کر بنایا، کر دیا ہے
پا بزنجیر۔ لیکن "کر" کو ایسا لکھا ہے کہ سر
پڑھا جاتا ہے۔ اسی لیے قہ کے کاتب نے
"سر دیا" نقل کیا ہے۔

۲، ق ندارد۔

۳ الف، عز، محورِ ایمانے قہا ہے فرصت
پیری، اسد۔

۷ ب، عز، سوادِ خال۔

ص ۳۸۶ الف، عز، داغِ ہدیگر ہیں۔
۳ ب، عز، پہلے، سہوا "چشمِ آلودہ" فلم سے
نکل گیا تھا۔ پھر "آلودہ" ہی کو "حسرت" بنا
دیا ہے۔

۵ الف، عز، در ہر رنگ حسرت۔

۶ الف، عز، دماغِ خوئے نازک نیم بست۔

۷ الف، عز، داغِ آرزو سے شوخ۔

۸ الف، عز، سے ہو حیرانِ کدورت ما۔

۸ ب، عز، یہاں جوشِ غبارِ دل سامان

صفائی ہے۔

۹ ب، عز، ہے با جام۔

۱۰ الف، عز، پہلے، ہوتا ہے اسد مغرور۔

پھر ہوتا ہے اسد کو قلیزد کر کے "مغرور"۔

کے بعد "ہوا غالب" اضافہ کر دیا ہے۔

۱۱ الف، عز، پھرا گرد۔

۱۱ ب، عز، جس طرح پانی پیوے کوئی

وار وار کے۔

ص ۲۸۷، قا میں اس زمین کی تین

غزلوں کو ملا کر دو بنا دیا ہے۔ شعر ۳ تا

۶ اور ۹، ۱۰، ۱۲ کے علاوہ آئندہ صفحے کا

پہلا شعر قا کی پہلی غزل کا اور بقیہ اشعار

دوسری غزل کے ہیں۔

۲ ب، عز، قابل نہیں۔

۳ ق میں اس غزل کے حاشیے پر متن کی

اسی زمین کی تین مختلف غزلوں کے پانچ شعر

یہ ترتیب ذیل دوبارہ لکھے گئے ہیں:

غبار دشت؛ ز بس دوش؛ ہوے یہ کثرت؛

رہا بے قدر؛ اسد بندہ قبا (حم)۔ ان میں سے

نمبر ۳ نواے سروش ص ۲۶۹ کا تیسرا شعر ہے۔

۵ الف، عز، آئینہ پرتو ہیں۔

۵ ب، عز، پر طاؤس، برق ابر چشم اشک۔

ناداں ہے۔

۶ الف، عز، ہوے زلف مشک افشان ہیں

رم افروز آشفتن۔

۷ الف، عز، جہاں زندان موجستان دلہاے

پریشان ہے۔ ق میں اس غزل پر لکھا ہے:

مکرر نوشتہ شد۔ وجہ شاید یہ رہی ہو کہ

شعر نمبر ۹ و ۱۰ و ۱۲ ق میں اس غزل کے

اندراج سے ایک صفحہ پہلے حاشیے پر اضافہ

کیے گئے ہیں (حم)۔

۷ ب، عز، در نقطہ۔

۱۰ الف، عز، طراز خانہ محل ہے بردوش۔

رم آہو۔

۱۰ ب، عز، ز وحشتناے بجنوں۔

۱۱ الف، عز، غفلت نگاہی ہاے بیندہ۔

۱۲ الف، عز، قبا ہے غنچہ گزار سامانے۔

۱۲ ب، عز، اگر ہووے شگفتن جوش یک۔

ص ۱۸۸، قا میں یہ شعر اس زمین کی

پہلی غزل کا ہے۔

۱ ب، عز، آئینہ در۔

۲ الف، عز، پہلے "رسوائی" کی جگہ سہوا

قلم سے "رعنائی" نکل رہا تھا جو مصرع کا

آخری لفظ ہے۔ مگر ابھی عین کا سر ہی بنایا

تھا کہ غلطی کا احساس ہو گیا اور عین کو سین

بنا کر صحیح لفظ لکھا گیا۔

۶ ب، عز، پہلے، شمع از۔ پھر "از" کی جگہ

"کو" بنا دیا، یعنی "شمع کو"۔

۷ عز ندارد۔

۸ عز میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔

۸ ب، عز، گنج بہ ویرانہ۔

۱۰ الف، عز، جادو ہے طرز گفتگوے یار

اے اسد۔

۱۲ الف، قا میں "نجوس" یعنی ایک ہی حرف

پر خ اور ج دونوں کے نقطے لگا دیے اور لفظ »جو« سہواً ترك ہو گیا۔ نیز »اسد« بعد میں بڑھایا گیا ہے۔

۱۳، عز میں اس بیت سے پہلے وہ نو دریافت شعر ہے جو باد آورد نمبر ۳۰ پر درج ہوا ہے۔

ص ۱:۸۹ ب، عز، نالِ خامہ خار در پیراں آغاز ہے۔

۲ الف، عز، نالۂ دل نغمہ ریزاں ہے بمضرب خیال۔

۲، قا میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔

۳ الف، عز، شرم ہے وضعِ تامل۔

۴ الف، عز، اظہار کو جز وحشتِ بجنوں اسد۔

۴ ب، عز، بسکہ لیلای سخن۔

۵، عز میں اس شعر سے قبل وہ مطلع تھا جو نوائے سروش کی غزل نمبر ۱۵۸ کا ہے۔ اُسے یہاں قلزد کر دیا مگر آئندہ ق میں ایک بار پھر انتخاب کر لیا۔

۶ ب، عز، چشم ہوا، نیز اس شعر کے بعد نوائے سروش ص ۲۷۹ کا پہلا شعر ہے۔

۷، عز میں یہ بیت مقطع سے پہلے ہے۔ نیز اس شعر پر بصر نشان بنا کر حاشیے پر اسی نشان کے تحت اگلا شعر اضافہ کیا ہے، یعنی: آتش افروزی الخ۔

۷ الف، عز، فریب افشاں۔

۱۸ عز میں یہ بیت گزشتہ شعر: اے تسلی ہوسِ وعدہ الخ سے پہلے واقع ہوا ہے۔

۱۲ الف، عز، نہیں قدرت دریغ۔

۱۲ ب، عز، صافی رخسار۔

۱۳ ب، عز، جادۂ صحراے نشتر زار ہے۔

ص ۱:۹۰ ب، عز، در کوچہ۔

۲ الف، عز، سامان عشق۔

۲ ب، عز، یک طرف سودا و یک سو منت۔

۳ ب، عز، بہر تاراجِ تمناقتہ درکار ہے۔

حاشیہ ق میں اس غزل کے ہم پہلو یہ سات

شعر اضافہ کیے گئے ہیں: اثر سوزِ محبت،

(متن ق کی ہم طرح آئندہ غزل میں پہلے ہی موجود

ہے)۔ یہ سعیِ غیر، تصرف و حشیوں، (متن

ق کی ہم طرح آئندہ غزل میں پہلے ہی موجود

ہے اور حاشیے پر اتفاق سے متن میں درج

اسی شعر کے مقابل نقل ہوا ہے)۔ خزاں کہا،

(دیکھیے نوائے سروش ص ۲۸۵ کا پہلا شعر)

تصور بہر تسکین، بجھے شب، ترے نوکر اسد،

(یہ تینوں بھی متن ق کی دوسری غزل کے ہیں

اور مکرر نقل ہوئے ہیں) حم۔

۵، قا میں اس زمین کی تینوں غزلوں کو ملا

کر دو غزلہ بنا دیا ہے۔ وہاں پہلی غزل کا

مطلع یہی ہے۔

۵ ب، عز، نگاہِ مست در چشمِ بیاں۔

۶، قا میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد چھپے

نمبر پر ہے۔ نیز اس کے بعد نوائے سروش

ص ۲۸۵ کا پہلا شعر: خزاں کیا الخ ہے۔

۷، قا میں یہ پہلی غزل کا پانچواں شعر ہے۔

۸، قا میں یہ شعر پہلی غزل کے حسنِ مطلع

کے بعد ہے۔

۹ الف، عز۔ نہیں ہوتا پریدن جلوہ رنگ از
فرطِ خونریزی۔

۹، قا میں یہ پہلی غزل کا آٹھواں شعر ہے۔
۱۰، قا ندارد۔

۱۰ الف، عز، گردانہ دُرِ نجف۔ ق، پہلے،
»بازو ہے» پھر »ہے» کو بدل کر »ہو» بنا دیا
گیا بعد میں اس مقطع پر »لا لا لا» لکھ کر
اس کی جگہ »ترے نوکر اسد الخ» منتقل کرنا
چاہا ہے (حم)۔

۱۰ ب، عز، بحر جوں، اور یہی درست ہے۔
۱۱، ق میں اس غزل کے حاشیے پر آئندہ
غزل کے سات اشعار لکھے گئے ہیں۔ جن
میں سے پانچ ق کے متن میں موجود اور دو
تھے ہیں۔ شے اشعار ترتیب میں ۲ و ۶ ہیں اور
نوائے سروش ۱:۲۸۴ و ۲:۲۸۵ پر درج ہیں
یعنی: مری ہستی الخ اور وفائے دایراں الخ۔
بقیہ پانچ شعر یہ ہیں: بہ بزمِ مے؛ نہ لائی شوخی؛
نشاطِ دیدہ؛ نسووی آبلوں؛ اسدِ باسِ نمنّا (حم)۔
۱۱، قا میں یہ اس زمین کی پہلی غزل کا
حسنِ مطلع ہے۔

۱۲، قا میں یہ دوسری غزل کا چوتھا شعر
ہے۔

۱۳، قا میں یہ دوسری غزل کا دسواں شعر
ہے۔

۱۳ الف، عز، عزیزاں گرچہ بہلاتے ہیں ذکرِ
وصل سے لیکن۔

۱۳ ب، عز، مجھے افسونِ خواب۔

ص ۱:۹۱، قا میں یہ پہلی غزل کا نواں
شعر ہے۔

۲ الف، عز، خانہ برباداں۔

۲، قا میں یہ پہلی غزل کا چوتھا شعر ہے۔

۳ الف، عز، اسدِ شہاے۔

۳، قا میں یہ پہلی غزل کے مقطع سے قبل
درج ہوا ہے۔

۴، عز، ندارد۔ نیز قا میں یہ پہلی غزل کا
مقطع ہے۔

۵، قا میں یہ اس زمین کی دوسری غزل کا
مطلع ہے۔ نیز اس کے بعد وہ مطلع ہے جو
نوائے سروش ص ۲۸۴ پر درج ہوا۔

۵ ب، عز، کہ یہاں کف بر لبِ پیمانہ از
جوشِ تقاضا ہے۔

۶، عز میں اس شعر کے بعد نوائے سروش
ص ۲۸۵ کا شعر نمبر ۳ ہے۔ نیز قا میں یہ
دوسری غزل کا پانچواں شعر ہے۔

۶ الف، حاشیہ ق، »ہے» ندارد (حم)۔

۶ ب، عز، بوسۂ جبِ تماشا۔ حاشیہ ق،
دوے بروے تماشا (حم)۔

۷، قا میں یہ دوسری غزل کا آٹھواں شعر
ہے۔

۸، قا میں یہ دوسری غزل کا چھٹا شعر
ہے۔

۸ ب، حاشیہ ق، وا ہے (حم)۔

۸ الف، عز، ہو گر جوشِ اشکِ آئینہ در آبلہ

۸ ب، عز، بچولان گاوِ مطلبہا۔

۹، قا میں یہ دوسری غزل کا نواں شعر ہے۔

۹ ب، عز، شرر در بندِ دام۔

۱۰، عز میں یہ شعر اولاً لکھنے سے

چھوٹ گیا تھا اور آئندہ غزل شروع کردی گئی

تھی کہ غلطی کا احساس ہوا اور اسے بڑھا دیا

گیا۔ نیز قا میں یہ دوسری غزل کا مقطع ہے۔

۱۰ الف، عز، عبث امید۔

۱۰ ب، عز، گدازِ آرزوہا آیارِ آرزوہا ہے۔

ق، گدازِ ہر تمنا (حم)۔

۱۱ ب، عز، یادِ رنگہاے۔

۱۲ الف، قا، سر ببحر (سہو کاتب)۔ عز، چشم

بستنِ ہا۔

ص ۳:۹۲ ب، عز، سپیدی۔

۴ الف، عز، وہ مژہ بر آہ رویانیدن از دل

نیز ہے۔

۵ الف، عز، تیشۂ فولاد و دست و بازوے

فرہاد کیا؟۔

۶ الف، عز، رنگیں چشماں کے۔

۶ ب، عز، حسرت پیز۔

۱۱ ب، ح، جوشِ پریشانی (سہو کاتب)۔

ص ۱:۹۳ الف، عز، حسرتے اے ضبطِ

سوزش

۲ الف، عز، از پوست۔

۳ الف، عز، نہ ظالم۔

۱۲ ب، عز، ریشہ دار۔

۱۳ الف، عز، وہے کے بعد سہواً گل، قلم

سے نکل گیا تھا جسے قلزد کر دیا ہے۔

۱۳ ب، عز، بلبل خارِ نغمہ (سہو کاتب)۔

ص ۱:۹۴ ب، عز، تا شکستِ قیمتِ دلہا۔

ص ۳:۹۵، عز میں اس غزل کا مطلع

ثانی وہ ہے جو عمدۂِ مذنبہ کے حوالے سے

یادگارِ نالہ ص ۴۲۷ نمبر ۴۵ پر درج ہوا۔

۴، عز میں یہ غزل کا چھٹا اور قا میں

پانچواں شعر ہے اس کے بعد اشعار کی ترتیب

یکساں ہے۔

۵ الف، عز، عبرت۔

۸ الف، عز، نازِ ہاے رفتۂ دل بردنی۔

۹، عز میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔

نیز اس کے بعد وہ نو دریافت شعر ہے جو

باد آورد نمبر ۳۱ پر گزر چکا ہے۔

۱۲ ب، عز، پہلے، در نقابِ رنگِ گل، پھر

اسے قلزد کر کے موجودہ متن کے الفاظ لکھ

دیے ہیں۔

۱:۹۶، عز میں اس کے بعد نواے سروش

ص ۳۷۹ کا یہ شعر ہے، غنچہ تا شگفتنِ ہا الخ۔

۲ الف، عز، گل بکوه از لالہ بزمِ سازِ بیتابی۔

۲ ب، عز، بجرہا۔

۳ الف، عز، ورنہ عشقِ ہے بیدل۔

۳ ب، عز، ار گہرِ صدفِ خالی۔ قا کے کاتب

نے گوہرہ لکھ دیا تھا جیسے چھیل کر غالب

نے گوہرہ بنایا ہے۔ عز میں اس کے بعد وہ

نو دریافت مقطع ہے جو باد آورد نمبر ۳۴ پر

نقل ہوا -

۴ ب، عز، گم کردگانِ عشق -

۵، عز، ق، قامیں وہ شعر ہے جو نوا میں سرور
نمبر ۱۷۴ کے تحت درج ہوا ہے۔

ه ب، قا، چور (سہو کاتب) -

۸ الف، عز۔ اسد جز۔ ناگورا (واو کے بعد ترك الف سہو کتابت)۔

۹، عز میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔
۱۱ الف، عز، طلب تازی۔

۱۱ ب، عز، قا، پسینا - نیز عز میں یہ شعر،
پیامِ تغزیت پیدا الخ کے بعد ہے۔

ص ۲:۹۷ الف. عز، پہلے، بزمِ ہستی وہ
 فاشا گاہ ہے جس کو اسد۔ پھر اسے قلزد
 کر کے حاشیے پر یہ جدید مصرع لکھ دیا ہے،
 بزمِ ہستی وہ فاشا ہے کہ غالب ہم جیسے۔ مگر
 مذکورہ اصلاح ق میں نظر نہیں آتی۔ یہ بھی
 اس بات کا ثبوت ہے کہ عز اور ق کے درمیان
 ایک مخطوطہ اور ہے۔

۳ الف، عز، پہلے «دامانہ از»۔ پھر «دامانہ» کو «دامان» اور «از» کو «صد» بنا کر «دامانِ صد» کر دیا ہے۔

۵ الف، عز، وفا سے ۔

۵ ب. ب. عز، اے بے حیا۔

۱۱ ب، عز، پہلے سہو آ "دھان یار" قلم سے
نکل گیا تھا۔ بعد ازاں "می" کے نقطے قلمزد
کر کے "میم" کا سر بنایا ہے۔

۱۲، عز میں اس بیت کے بعد وہ نودریافت

شعر ہے جو باد آورد نمبر ۲۹ پر مندرج ہے۔
ص ۱۰۹۸، عز میں اس بیت سے پہلے
وہ نو دریافت شعر ہے جو باد آورد نمبر ۳۶
پر درج ہوا۔

۲. قافیا میں یہ غزل کا چوتھا شعر ہے۔

۲ الف. عز، گل کو امے خدا۔

۳. عز ندارد۔ نیز قاف میں یہ غزل کا ساتواں شعر ہے۔

ص ۹۹: ۴ و ۵، عز میں یہ دونوں بیت
اگلے شعر کے بعد ہیں۔

۴ الف، عز، گاه -

۱۰ الف، عز، اے جلوہ تکلیفے۔

۱۲. عز میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔

۱۳، عز میں یہ شعر، جنوں افسردہ الخ کے
بعد ہے۔

۱۵ ب. عز، ریشه =

ص ۱۰۰: الف، عز، چشمہ ہاے باغ
میں از عکس گل ہاے چمن۔

۲، عر میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔

٣ الف، عز، باهم صد -

۳ ب، عز، پہلے، بر قدر شمشاد گل - پھر اسے

قلزرد کر کے نیچے لکھا "سرو کے قامتیں"۔

بعد ازاں "متمیں" کے اوپر "مت" لکھ کر آگے

۱۰۴ لکھا یعنی «قامت» ۱۰۵

۴. عز میں اس کے بجائے وہ مقطع ہے جو

یاد آورد نمبر ۴۶ پر درج ہوا۔

۵. ق میں اس مطلع کے دونوں مصرعوں پر

”لا لا، لکھ دیا ہے (حم)۔ عرشی زادہ عرض کرتا ہے کہ اسی لیے یہ قاسم سے غیر حاضر ہے۔ ۶، عز ندارد۔ ق میں یہ حاشیے کا اندراج ہے (حم)۔

۷ ب، عز، آغوشِ صافی۔

۹ الف، عز، درد ہے غم آفریں در حسرت آبادِ جہاں۔

۹ ب، عز، ہمارے ماتم، خانہ زادِ نالہ رنجور ہے۔

۱۰، ق میں اس کے بعد نواسے سروش کی غزل ۱۵۹ کا تیسرا شعر ہے، جسے قافیہ بدل کر محوٰۃ غزل میں داخل کر لیا گیا ہے۔

۱۱، یہ شعر مبنیٰ عز میں ہونے ہوئے ق کے حاشیے پر اضافہ ہوا ہے، اور اس طرح انتخاب میں رجوع کی ایک مثال ہے۔ نیز عز میں، ہوں تصور ہمارے ہمدوشی الخ کے بعد واقع ہوا ہے، جب کہ ق میں اس کے بعد نواسے سروش ص ۲۷۱ کا پہلا شعر ہے۔

۱۱ ب، عز، در نظر تبخالہ۔

۱۲ الف، عز، ق، ہو جہاں اورنگ آرا جانشینِ مصطفیٰ۔ پھر حاشیہ ق میں ”جس جگہ ہو مسند آراء بنا دیا ہے۔“

۱۲ ب، عز، ق، وہاں اسد تخت۔ پھر حاشیہ ق میں ”اُس جگہ تخت بنا دیا گیا ہے۔“

۱۳، عز ندارد۔ نیز ق میں یہ حاشیے پر اضافہ ہوا ہے۔

۱۴، عز میں یہ غزل قلزد کر دی گئی ہے۔

مگر پھر بھی ق میں موجود اور اس طرح انتخاب میں رجوع کی ایک مثال ہے۔

ص ۱۱۰۱، میر ناصر علی نے غالب سے اپنی ملاقات کے ذیل میں لکھا ہے:

”میرے والد مجھے حضرت کی خدمت میں اس غرض سے لے گئے کہ اسے گلستاں پڑھا دیا کیجیے۔ آپ نے فرمایا کہ: ”پڑھانا تو مشکل ہے۔ کہو تو دوسری لکھ دی جائے۔“ حضرت کو اُن دنوں ضعف بہت تھا۔ چار پائی پر لیٹے رہتے تھے، بہت کم اُٹھ کر بیٹھتے تھے۔ والد نے کہا کہ: ”آپ کے دیوان میں جو چھپا ہے، آپ کے اکثر شعر چھپنے سے رہ گئے۔“ چنانچہ ایک شعر والد نے سنایا، وہ شعر تو مجھے یاد نہیں۔ مگر حضرت نے اُس کی شرح جو بیان کی وہ کچھ کچھ یاد ہے۔ فرمایا کہ:

”بھئی یہ شعر ایک کالی عورت کی تعریف میں ہے کہ سانولی رنگت جو اُس کی ہے یہ سر کے بالوں کا عکس ہے کہ بدن کی صفائی آئینے کی طرح اس درجے کی ہے کہ سر کے بالوں کے عکس سے سیاہی دکھائی دیتی ہے۔“

صلائے عام، دہلی، ص ۸، جون ۱۹۲۴ع۔

۱ الف، عز، چھپا گیا فرطِ صفا سے۔ نیز اس بیت کے بعد عز میں وہ نو دریافت شعر ہے جو باد آورد نمبر ۳۲ پر نقل ہوا ہے۔

۱۳ الف، ق، کنج (سہوکانب)۔

۱۴ الف، ق، ہندا (سہوکانب)۔

ص ۱۰۲: ۹ الف، عز، اسپند جوہ
مردم۔

۹ ب، عز، پہلے "مجر افسردہ بزماں"۔ پھر
اسے قلزد کر کے حاشیے پر لکھ دیا ہے
"مجر زم افسردن"۔ ق کے اندر اس غزل کے
آغاز میں حاشیے پر فوجدار محمد خان بہادر کی
۱۲۴۸ھ والی مہر ثبت ہے (حم)۔

۱۲ الف، عز، پہلے، بونے گل۔ پھر "بوے"
کو قلزد کر کے اُس کے اوپر "جائے" لکھ
دیا ہے۔

۱۲ ب، عز، از نہال شمع پیدا۔

۱۴ الف، عز، خون ہے سراسر۔ ق میں بھی
پہلے ہی تھا۔ بعد ازاں "سراسر" پر "لا" لکھ
کر "خون" کے بعد "وفا" اضافہ کیا ہے (حم)۔
ص ۱۰۳: ۴، نیز ملاحظہ ہو:

یارب، بچانیاں دلِ خرم دہ
در دعویٰ جنت آشتی باہم دہ
شدادِ پرنداشت، باغش از تست
آن مسکنِ آدم بہ بنی آدم دہ

کلیاتِ فارسی: ۵۴۳

۷ ب، عز، ہے ہر خطرِ چینِ پیشانی۔ ق میں
اس غزل پر "غاطہ" لکھا ہے (حم)۔

۸ ب، عز، پہلے، رکھے ہے۔ پھر "رکھے"
کو قلزد کر کے اوپر "کرے" لکھ دیا ہے،
مگر ق میں پھر عز کی پہلی قراءت پر واپس
آگئے ہیں۔ یہ بھی اصلاح سے رجوع کی ایک
اور مثال ہے۔

۱۱ الف، عز، لکھوں۔

۱۱ ب، عز، جس کا۔

۱۲ الف، عز، اسد میں۔

۱۳ ب، عز، مژگانِ وا کشادہ۔

۱۴ الف، عز، تبسم از لب۔

۱۴ ب، عز، آئینہ دار تیغ۔

ص ۱۰۴: ۱۱ الف، عز، رخسارِ صاف

نے جو دیے جلوہ ہائے نور۔

۱ ب، عز، زلفِ پری و شاں۔

۲ الف، عز، یک لمحہ انتظار کی۔

۳ الف، عز، پہلے، از بسکہ اشک سوکھ

گئے چشم میں اسد۔ پھر اسے قلزد کر کے اوپر
گنجینہ معنی کی اصلاحی شکل درج ہوئی ہے۔
یعنی، غالب ز بسکہ سوکھ گئے اشک چشم میں۔
مگر اس کا آخری لفظ "میں" کبھی جلد بند
سے تراش میں ضائع ہو گیا۔

۱۱ الف، عز، یدل رض۔

۱۱ ب، عز، پہلے، یک نیستاں۔ پھر "یک"

کو "ہر" بنا دیا، لیکن ق میں پھر پہلی قراءت
پر لوٹ آئے۔

۱۲ الف، عز، نگاہِ سرمہ سائے عرض۔

۱۲ ب، عز، بہ ابروے خمِ تیغِ صفاہانی

اشارت کی۔

۱۴، عز میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔

۱۵ الف، عز، ہوئی ریش عرق کی جوشش

اسہالِ ذوبانی۔

۱۵ ب، عز، کی یہ نبض۔ ق میں کاتب نے

”کیا نبض“ لکھا تھا۔ پھر ”کیا، بدل کر ”بہ“ بنا دیا گیا (حم)۔

۱۶ الف، عز، بوقتِ اشک خاموشی۔

ص ۲:۱۰۵، عز میں اس شعر کے بعد وہ نودریافت شعر ہے جو باد آورد نمبر ۴۴ پر درج ہوا ہے۔

۳ الف، عز، فغاب بر حالِ رنجورے کہ فرطِ ناتوانی سے۔

۴، عز ندارد۔ ق میں یہ حاشیے کا اندراج ہے (حم)۔

۵ ب، قا، سے اکو (سمو کاتب)۔

۵ الف، عز، اسد کو جرأتِ بوسیدنِ پاے چمن رویاں۔

۷ الف، عز، حاصل جز تلف گشتن۔ نیز عز میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔

۸ الف، عز، از خود واگذشتن۔ نیز قا کے کاتب سے ”بالیدن“ کا ”ن“ سہواً ترک ہو گیا تھا۔ غالب نے اپنے قلم سے اضافہ کیا ہے۔ ۱۳ الف، عز، ہوس تابِ پریدنہا۔

ص ۵:۱۰۶ الف، عز، تپش ہے شرم بقدرِ چکیدنِ عرق۔ ق میں بھی پہلے یہی مصرع تھا۔ مرتبِ حم نے اس میں ”تپش سے“ پڑھ لیا ہے۔ نیز یہ بتایا ہے کہ اصلاحی مصرع متن میں نشان بنا کر حاشیے پر درج کیا گیا ہے۔

۷، عز ندارد۔ ق میں یہ حاشیے کا اندراج ہے (حم)۔

۹ دیوانِ سالک ص ۲۹۹ پر ایک قطعہ تاریخِ وفات

حکیم ببر علی خان درج ہے، جس کے مادۂ تاریخ سے ۱۲۹۵ھ نکلتے ہیں۔ اس ایسے بہ کوئی اور صاحب ہوں گے۔

۱۲ ب، عز، پہلے ”ملبسِ سیاہ“ تھا۔ پھر ”ملبسِ قلندرد کر کے اس لفظ کے نیچے بن السطور میں ”کسوت“ لکھا، یعنی، کسوتِ سیاہ۔ ص ۴:۱۰۷، عز ندارد۔

۵ الف، عز، ہم یک دگر۔ ۶ الف، عز، حسرتِ اے آغاز و انجامِ سبہ شامِ شباب۔

۶ ب، ماہ کے مانند۔

۸ الف، عز، دلا، غلط ہے۔ ق میں غزل کے اوپر ”غلط“ لکھ دیا گیا ہے (حم)۔

۸ ب، عز، لبِ میگوں میں ہے۔ ۹ الف، عز، فکرِ خود بینی۔

۹ ب، عز، جلوہ افروزی۔ ۱۲ الف، عز، مشقِ یک پر افشاندن۔ ۱۴، ق میں غزل کے اوپر ”غلط“ لکھ دیا گیا ہے (حم)۔

ص ۲:۱۰۸ ب، عز، ناخنِ مشکل کشا لاؤں کہ مضربی۔

۳، عز میں یہ مقطع ہے جس کا مصرعِ اول یہ ہے:

گر سحر وہ جلوہ ریزِ بے نقابی ہو، اسد ۴ الف، عز، کہنہ بر جا ماندۂ خوں مردگی۔ ۴ ب، عز، تیغِ بار۔ ۵، عز، ندارد۔

۷ الف، عز، بسکہ صیاداب برامِ عشق میر
صرف کہیں۔

۱۴ الف، عز، رنگِ رفتہ آہ۔

۱۵ الف، عز، دزدیدہ۔ (اور بھی صحیح ہے،
لہذا حاشیہ حذف کیا جائے)۔

ص ۱۰۹:۱۱ الف، عز، ہو تورستان طلسم
حلقہ گرداب ہا۔

۲ الف، عز، شفقت بستہ۔

۲ ب، عز، حسرتستان ہے خیال خانہ۔

۳، عز ندارد۔

۴ ب، عز، جملہ ن ہوں یک۔

۷ الف، عز، آفریں رنگِ نیاز۔ مگر پہلے
رنگِ نیاز کی جگہ اور لفظ تھے جنہیں ایسا
چھیل دیا گیا ہے کہ اب پڑھے نہ جاسکے۔

۱۱ الف، عز، زبانِ بکامِ خموشاں زِ فرطِ
تلخی ضبط۔

۱۱ ب، عز، برنگِ بستہ۔

۱۲ الف، عز، جلوہ نسب۔ لیکن پہلے جلوہ
فزا ہی لکھنا چاہتے تھے، لکھتے لکھتے
اصلاح ہوئی ہے۔

۱۲ ب، عز، نسانِ جوہرِ شمشیر زخمِ دندان ہے۔

۱۴ الف، عز، غنچہ دلہا۔

ص ۱۱۰:۲ تا ۴، عز ندارد۔

۴، عز میں یہ مقطع ہے:

اسد، جہاں کہ علی بر سرِ نوازش ہو
کشادِ عقدہ دشوارِ کارِ آسائے
۶ الف، عز، حانی سے پرتو خورشید۔

۹ ب، عز، قطرۃ اشکِ تراویدہ نگاہ۔

۱۰ الف، عز، در طلسمِ عاجزی، اے اضطراب،
آرام کرو؟

۱۰ ب، عز، پرفشانی ہا۔

۱۱ الف، عز، مشتاقانِ نپوچم۔

۱۱ ب، عز، چندیں داغ۔

۱۲ ب، عز، تیرگیِ داغ سے۔

۱۴ الف، عز، پریشاں مونیِ ماتم زدہ۔

ص ۱۱۱:۱، عز ندارد۔

۶ ب، عز، جوں سرود۔

۷، عز ندارد۔

۱۰ الف، عز، دامنِ گردوں میں رو جاتا۔
وداغ (سہو کتابت)۔

۱۱ الف، عز، پہلے، مشرباں ہے بس بلند۔ پھر
م ہے بس بلندہ کو قلزد کر کے «فردوس زیب»
بنا دیا۔

۱۲ الف، عز، بغیر از سوز و ساز۔

۱۲ ب، عز، کہ شمعِ خلوتِ تجرید۔

۱۳ ب، عز، علی پر علیہ السلام کی علامت
«ع» بنائی ہے۔ یہ بھی غالب کے شیعی ہونے
کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔

ص ۱۱۲:۴ ب، عز، وصلِ ہر رنگِ تپش۔

۵، عز میں یہ شعر مطلع کے بعد ہے۔

۵ ب، عز، گلِ مہتابِ بکف۔

۶ الف، عز، دل ہے۔ قا میں اس کی جگہ
نوائے سروش نمبر ۲۰۴ پر درج مشہور مقطع:
اگ رہا ہے در و دیوار الخ ہے۔

۷، عز میں اس کے بعد وہ نو دریافت شعر
 ہے جو باد آورد نمبر ۳۷ پر درج ہوا۔
 ۹ الف، عز، طراوت جوشی طوفان آب گل
 سے ممکن ہے۔

۱۳ الف، عز، مسجد و مینخانہ۔

۱۴ ب، عز، کھچ (بدون نون)۔

ص ۲:۱۱۳، عز میں یہ بیت اگلے شعر کے

بعد ہے۔

۴، عز ندارد۔

۷ الف، عز، گل چشمک اشارہ۔

۸ الف، عز، وحشت غبارِ راہ۔

۱۰، عز ندارد۔

۱۱، عز میں یہ شعر، حیرت حجابِ جلوہ الخ

سے پہلے ہے۔

۱۴ ب، عز، واو ندارد۔

۱۵ الف، عز، ہم مشقِ وفا۔

ص ۲:۱۱۴ الف، عز، شوقِ طرب۔

۶ الف، عز، ہے دو عالم تازی یک صیدِ شہ۔

۱۰ الف، عز، گل آشفہ قراکی۔

۱۵ الف، عز، در خزاں پیچیدہ ہے لیکن۔

۱۶ ب، عز، پہلے، اسد، محفل میں میری۔

پھر اسے قلزد کر کے متن میں گنجینہ معنی

کے الفاظ اوپر لکھ دیے ہیں۔

ص ۱:۱۱۵ الف، عز، پہلے، ہونیں وہ دام۔

پھر "نیں" کو قلزد کر کے اُس کے اوپر "ن،

لکھا اور "دام، کو "گدام" بنا دیا، یعنی: ہوں

وہ گدام۔

۲ ب، عز، بصد چشم۔

۶ ب، عز، ڈھونڈھ خاکستر صد آئینہ۔

۹، عز میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔

۹ الف، عز، عجزِ دو عالم۔

۱۰ الف، عز، پہلے، دلِ ہر ذرہ۔ پھر "دل،

کو "جام" بنا دیا ہے۔

۱۴، عز ندارد۔

ص ۳:۱۱۶، عز میں یہ غزل کا تیسرا

شعر ہے۔

۳ ب، عز، تعمیر۔

۴ الف، عز، پہلے، سجدہ شکرے۔ پھر "ے،

کو "کا" بنا کر اوپر علامتِ تقدیم "م، لکھ دی

اور "سجدہ" پر علامتِ تاخیر "خ" تحریر کر کے

یہ صورت دے دی: "شکر کا سجدہ" مگر مزہ

حذف کیے جانے سے رہ گیا۔

۹ ب، عز، سعی پریشانی۔

۱۲ الف، عز، تما کو — تماشا کو۔

۱۳ الف، عز، نہو جرأت کشِ شوق۔ نیز

اس کے بعد عز میں وہ نو دریافت شعر ہے

جو باد آورد نمبر ۳۵ پر درج ہوا۔

ص ۱:۱۱۷ الف، عز، عرضِ نگہ۔

۳ ب، عز، پہلے، شام در سایہ بہ تاراج

سحر، تھا۔ پھر "در" قلزد کر کے "سایہ" کے

بعد "میں" اضافہ کر دیا جس سے موجودہ

شکل پیدا ہو گئی۔

۴ الف، عز، اظہارِ نیاز۔

۶ ب، عز، بیضہ ز موگاں۔ نیز قا کے کاتب

سے »مڑہ« ترک ہو گیا تھا، جسے غالب نے

اپنے قلم سے اضافہ کیا ہے۔

۷ الف، عز، قا، ہوس (اور یہی درست ہے)۔

عز، ہرزہ سرا۔

۸ ب، عز، پہلے، در دل ہر سنگ شرر، تھا۔

پھر اسے قلزد کر کے اوپر اصلاح دی »ورنہ

ہر سنگ کے سینے میں«۔

۹ الف، عز، دردِ وحشت، آس، آئینہ اظہار

نشاط۔

۱۰ ب، عز، زنگار بستہ۔

۱۲ ب، عز، تمنا تپاک۔

ص ۱۱۸:۱، عز میں اس کے بعد وہ

نو دریافت شعر ہے جو باد آورد نمبر ۳۳ پر

درج ہوا۔

۱ الف، عز، شوخی رگِ خواب۔

۳ الف، عز، آنسوے دل افتادن۔

۵ ب، عز، غرورِ مرزانی۔

۷، عز میں یہ بیت چوتھے نمبر پر ہے۔

۸ ب، عز، نا آبلہ پرداز۔

۹، عز میں یہ بیت تیسرے نمبر پر ہے۔

۹ الف، عز، نالہ اسپند۔

۱۱، عز میں یہ بیت مطلع کے بعد ہے۔

۱۳ ب، عز، چارہ گرِ ساختی۔

۱۴ الف، عز، حوصلہ افکار۔

ص ۱۱۹:۲، ب، عز، پہلے، ہر چند آس،

تھا۔ پھر اسی کو بدل کر »جائیکہ آس« بنا

دیا۔

۳ الف، عز، گلستان یک تماشا۔

۳ ب، عز، اگر باندھے۔

۵ الف، عز، رجوعِ گریہ۔

۶ الف، عز، آئیں بندِ ویرانی۔

۸ الف، عز، کلفت اظہارے۔

۱۰ الف، عز، پہلے، سہواً »نجم سے« لکھا

گیا تھا۔ پھر میم کو »ت« سے بدل دیا ہے،

یعنی: »نجم سے«۔

۱۰ ب، عز، پہلے سہواً »بتان« قلم سے نکلا

تھا۔ پھر »ت« کے نقطے قلزد کر کے »ی« کے

نقطے لگائے ہیں۔ ردیف کی سابقہ غلطی اس

مصرع میں بھی ہوئی تھی جسے بعد میں درست

یا کیا ہے۔

ص ۱۲۰:۳، الف، عز، آس، ہوسم گل در

طلسم کنجِ قفس۔

۵ الف، عز، طوفان بہا۔ مگر میری رائے میں

یہ »طوفان ہاء« ہے جسے ملا کر لکھ دیا گیا

ہے۔

۶ ب، عز، دزدیدن (سہو کتابت)۔

۱۰ الف، عز، نادان ہے لیکن، اے آس۔

ص ۱۲۱:۱۰ الف، عز، کہ جوں فوارہ۔

۴ ب، قا، گلدشتہ (سہو کتابت)۔

۷، عز میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔

۸، قا میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔

۱۰، عز میں یہ شعر چوتھے نمبر پر ہے۔

۱۲ الف، عز، دوکانی۔

۱۴ الف، عز، نقدِ انجم (اور یہی درست ہے)۔

نیز یہ شعر قا میں نہیں ہے۔

۱۵ الف، عز، پہلے، »درون بزم« لکھا چاہئے تھے۔ مگر ابھی »بزم« کی میم نہیں بنی تھی کہ اصلاح ہو گئی اور »بز« کو »خا« سے بدل کر »درون خانہ« صورت دے دی۔
ص ۱۲۲:۲، نذر۔

۵ الف، عز، پہلے سہواً »کلفت کش« لکھا تھا۔ پھر »ی« کا اضافہ کر کے »کشی« بنا دیا۔
۵ ب، عز، نیرگی ابام۔

۷ الف، عز، وہم تپس۔
۱۰ الف، عز، ہو وقت سخن گوئی ہر صورت، اسد، معذور۔

۱۳ الف، عز، یدماغی ہا۔
۱۴ ب، عز، مژہ در پیچک مہ۔
۱۵ الف، عز، خوشا شو قے۔

ص ۱۲۳:۴ ب، عز، آئینہ بساطِ ناز۔
۶ الف، عز، شوخی عرضِ سوخن۔ قا کے کاتب نے »طبع« کی جگہ سہواً شعرِ ما قبل کے الفاظ »مے کو« یہاں بھی لکھ دیے تھے۔ غالب نے انہیں چھل کر »طبع« بنا دیا۔ مگر میم کا سر اور کاف کا مرکز اب بھی نظر آتے ہیں اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ »ی« کے دو نقطوں کو ملا کر »ب« کا ایک نقطہ بنایا گیا ہے۔

۷ ب، عز، گردِ کدورتِ بناں مثلِ غبارِ باغ

ہے۔

۸ ب، عز، عذر کہ یہ۔ نیز اس شعر کے بعد لکھا ہے »تمام شد غزلیات بعونہ تعالا فقط«۔
۱۰، یہ اور اس کے بعد کے دو شعر ح میں درج ہونے سے رہ گئے ہیں۔ نیز اس غزل کو مرتب ح نے اُن غزلوں کے زمرے میں رکھا ہے جن کا کوئی شعر ق میں نہیں، حالانکہ یہ غزل ق کے آخر میں بخطِ بد موجود ہے۔

۱۱ ب، ق، ندیا نا دیا (سہو کاتب)۔
۱۲ ب، قا، آسمائے (سہو کاتب)۔
ص ۱۲۴:۱ الف، ق، دل کو (سہو کاتب)۔
۴ الف، عز، حاشیہ بخطِ غیر، زندہ گی۔ یہ قدیم املا ہے اور دوسرے شعرا کے مخطوطوں میں بھی نظر آتا ہے۔

۴ ب، عز، اتنا تو ہے (سہو کاتب)۔
۸ الف، عز، حاشیہ بخطِ غیر، پوچھوے۔
تفتگانِ خاک (ہر دو سہو کاتب)۔
ص ۱۲۵:۱ ب، عز، پہلے سہواً رباعی کا چوتھا مصرع لکھتے ہوئے »ہے مفت لگتا« تک پہنچے تھے کہ غلطی کا احساس ہو گیا۔ چنانچہ چھلے بغیر پہلے دونوں لفظوں پر »مکن« اور تیسرے نامکمل لفظ پر »نہیں« لکھ دیا ہے۔

ص ۱۲۶:۴ الف، عز، نقش و نگین۔

نوائے سروش

ذیل دو قطعے بھی قابل ملاحظہ ہیں:

صفر کا آخری ہے چار شنبہ، گھر سے شاہوں کے
بٹا کرتے ہیں چھلے، یہ بھی اک رسم شہانہ ہے
شہ خوبیاں ہو تم بھی، ایک چھلا ہاتھ کا اپنے
نشانی کر ہمیں بھیجو، تو یہ اچھا بہانہ ہے

آخری چار شنبہ کو سب لوگ
روند کر سبزہ عید کرتے ہیں
ہم جو عاشق مزاج ہیں، تو آج
سبزہ رنگوں کی دید کرتے ہیں

ریاض صابر، ص ۲۶۹۔

رام پور رضا لائبریری میں مولوی ملامت اللہ
رام پوری کا ایک مطبوعہ رسالہ بعنوان
«القول الفصل» محفوظ ہے۔ جس میں انہوں نے
جمع البحار اور مدارج النبوۃ کے حوالے سے
چند روایات نقل کر کے لکھا ہے کہ:
«ان روایات سے اواخر ماہ صفر میں
آن حضرت کا مامور ہونا دعا و استغفار
کے ساتھ واسطے اہل بقیع اور اہل الحد
کے اور حضور اکرم ص کا حسب الامر
حضرت حق سبحانہ اُن مقابر و مشاہد میں تشریف
لے جانا اور دعا و طلب مغفرت کرنا اور اُن
کو اپنی زیارت سے مشرف فرما کر اُن کو
رخصت کرنا ثابت اور متحقق ہے۔ پس آخری

ص ۲۱۳۲ الف، مورخ غازی، جسے مجددہ گاہ
بھی کہا جاتا ہے شیعہ حضرات استعمال کرتے
ہیں۔ غالب نے اس شعر کے علاوہ گنجینہ معنی
ص ۲۴ کے شعر، دل از اضطراب الخ میں بھی
اسے نظم کیا ہے۔ یہ اصطلاح بھی غالب کے
مسلک کی غماز ہے۔

ص ۱۱:۱۳۷: لالہ سرتی رام نے عبدالرحمن
خجیر احسان کے بارے میں لکھا ہے کہ:
«ایک مرتبہ تنخواہ رک جانے کی شکایت
میں ایک طویل قطعہ موزوں فرما کر حضور
شامی میں گزارا تھا، جس کی زمین وہی ہے
جو مرزا غالب کے ایک مشہور قطعے کی ہے:

رسم ہے مردے کی چھماہی ایک
خلق کا ہے اسی چلن پہ مدار

اس قطعے میں حضرت احسان نے کہا رو،
بنیے اور بنی کی گفتگو بڑی لطیف معنی خیز
بیان کی ہے۔ عجب ہیں جو مرزا غالب
کو اس زمین کا خیال احسان ہی کے قطعے سے
پیدا ہوا ہو۔» مخزن جاوید ۱۵۰۰۔

میں نے یہ قطعہ، رسالہ اردو کراچی،
غالب نمبر، حصہ دوم ۱۹۶۹ع میں شائع کرا دیا ہے۔

ص ۳:۱۴۲ الف، اس رسم کے بارے
میں مرزا محمد قیصر بخش صابر، کے مندرجہ

چار شنبہ کو ماہِ صفر میں فاتحہ و استغفار کے لیے مقابر میں جانے کی سند اور اصل کے واسطے اسی قدر کافی ہے۔ پھر وہ مقابر و زیارات جیسا کہ علماء و اہلِ بیانیخ بلکہ شہرہ سے جہاں یہ واقع ہیں مثلاً: نوبہ ریت، پورہ و فاتحہ اس جنگل میں آجائے گا۔ جہاں اس سے میرمن اور واضح ہے ص ۵۔

آگے چل کر نافع المصلین ترجمہ انیس الواعظین کی بندرہوں مجلس سے مندرجہ ذیل عبارت نقل کی ہے:

سوال: کیا حکمت ہے کہ آخری چار شنبہ کو ہر شخص خوشی کرتا ہے اور کھانے میں فراخی کرتا ہے؟

جواب: پیغمبر خدا بہت ایسا کرتے تھے۔ کاغشی و غفلت طاری ہو گئی تھی۔ جب چار شنبہ کا لین آیا، اہلِ روڈ صفر کی کھائیں یا انہائیں تاریخ تھی جو طبع کو دھوا کر آتے آنکھ کھولی اور فرمایا: میرے پاس انگوں رکھا ہے؟ حضرت عائشہ رض نے کہا: فقیر تھے، ہمارا باپ آپ پر خدا رہوں! میں عیائشہ لہو، ما آپ نے فرمایا: ایسے رحیم! تجھ کو خوشخبری سہو کہ بدن ہلکا ہو گیا اور دین پر ہوا بھی جانا رہا۔ اب میں اچھا ہوں۔ حضرت عائشہ بہت خوش ہوئیں۔ پھر آپ سنے پانی طلب فرمایا اور دین دھویا اور سارے جسم پر پانی ڈالا، یعنی غسل کیا اور کھانا طلب کیا۔ پھر صبح کو آپ مسجد میں تشریف لائے اور امامت کی۔ بحسابہ سب

خوش ہوئے اور ہر کوئی صدقہ لایا۔ غرض کداح شخص نے اپنی قدرت کے بموجب صدقہ دیا اور دعوت کی اور بہت خوشی کی۔ آپ اس روز گویا سلطان نیک زیارت کو بھی گئے اور اپنے قریب و دور سے ملے گئے اور بیوہ اور یتیموں سے ملے چار شنبہ کی شادی کا سبب یہ ہے جو بیان کیا گیا ہے۔

اس شخص صاحب رسالہ نے لکھا ہے کہ: وہ روایت اور وجہ آخری چار شنبہ اور اس کی خوشی بتانے کی بجوئے صاحب انیس نے جان کر چڑی نظر سے کسی اور معنی کیاب میں نہیں گزری اگر یہ صحیح ہے جیسا کہ اس نے تصریح کی ہو اس سے بھی جنگل کو تقریباً جانا پھر کھانا کھلانے اور زیارتوں پر فائزہ کے لیے جانا اور صدقہ و سخاوت کرنا اور خوشی منانا باقدا ہے صحابہ کرام اس دن بخوبی ثابت ہے ص ۹ و ۱۰۔ نیز ملاحظہ ہو دیباچہ زیارات شاہی ص ۶۱ و اشارہ ص ۲۲۲۔

ص ۱۷۱/۱۷۱۸، ان اشعار سے متعلق درج ذیل نوٹ مولانا عرش نے تحریر فرمایا ہے: دہلی سوسائٹی کے جلسہ عام ۱۹۰۵ء جون ۱۸۶۶ء میں مسٹر کولڈ اسٹرم سکریٹری سوسائٹی کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا گیا تھا۔ اس سپاسنامے پر میرزا صاحب کے بھی دستخط تھے۔ سپاسنامے کا انداز میرزا صاحب کا سا معلوم ہوتا ہے۔ اور اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اس مشن کے ان دو

حضرات اسے غالب ہی کا سمجھتے ہیں۔

مگر رسالہ معیار، لکھنؤ، مئی ۱۹۰۸ء ص ۱۲ میں ایک طرحی مشاعرے کی روداد شایع ہوئی ہے جس میں اسے کسی نا معلوم شاعر کا قرار دیا گیا ہے۔ بگمان غالب، شوکت بلگرامی نے وہیں سے دیکھ کر اسے غالب سے منسوب کر ڈالا۔ فی الحقیقت اسے غالب سے علاقہ نہیں۔
ص ۱۶۴: الف، ق، گذرگاہ۔

۴ الف، ق، کرنے میں راضی۔ ”بھی“ ترک ہو گیا ہے (سہو کاتب)۔

۱۱ الف، عز، گرمی برق تپش ہے زہرہ ابر آب تھا۔

ص ۱۶۵: ب، ح، تارِ نظر (سہو مرتب)۔

۷ قا، ندارد۔

۹ قا، میں یہ بیت غزل کا چوتھا شعر ہے۔

۱۰ قا، میں یہ بیت غزل کا دوسرا شعر ہے۔

ص ۱۶۶: ب، عز، غلطیدہ۔ پہلے، ہم

رنگ، تھا۔ پھر ”ہم“ ہی کو ”صدہ“ بنا دیا ہے۔

۴ الف، عز میں یہ شعر گنجینہ معنی کی غزل نمبر ۱۷ کا مطلع ہے۔

۵ الف، عز، زکوات (سہو کتابت)۔

۷ الف، عز، پہلے، بیزبانی ہا۔ پھر ”ہا“ کو ”ہے“ بنا دیا ہے۔

۷ ب، عز، گیا جس سے۔ نیز عز میں یہ بیت گنجینہ معنی کی غزل کے مقطع سے پہلے ہے۔

ص ۱۶۷: الف، عز میں یہ شعر گنجینہ

معنی کی غزل ۱۶ کے مقطع سے قبل رہے۔

۱ ب، عز، ق، غوغا ہے۔

۲ الف، عز میں اس مقطع کی شکل گنجینہ

معنی کی غزل نمبر ۱۶ کے مقطع کے مطابق ہے۔

۲ مقطع کی اصلاحی شکل ق کے حاشیہ پر ہے (حم)۔

ص ۱۶۸: ق و قا میں یہ شعر مقطع

سے پہلے ہے۔

ص ۱۶۹: الف، قا، ترا (سہو کاتب)۔

۶ و ۸ و ۱۰ ق کے حاشیہ پر ان کی ترتیب

یہ ہے: ایک ایک، کم جانتے، گلیوں میں (حم)۔

ص ۱۷۰: الف، عز، تشنہ کافی ہا۔

۳ ب، عز، پہلے سہو آدھے ہوں، ”اکھ“ گیا

تھا پھر ”ہوں“ کو ”ہے“ بنا دیا، عز، تو میں ہوں خمیازہ۔

۷ عز میں یہ شعر پانچویں نمبر پر ہے۔

۸ عز میں یہ شعر تیسرے نمبر پر ہے۔

۸ ب، ح، ہے تو (سہو کاتب)۔

ص ۱۷۱: الف، عز، قا، نگہ گرم۔ عز

میں ”اسد“ کے لیے ”یاض“ ہے۔

ص ۱۷۲: ب، عز، تریا کٹے (بہترہ)۔

۶ الف، عز، چشم جنوں میں نگہ غبار۔

۷ الف، عز، ”ہواے دل“۔

ص ۱۷۳: قا میں اس غزل کا وجود اس

سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پہلے الفاظ ”گرزہ“ بطور رکاب موجود ہیں۔

الف، عز، احوال شب۔

ص ۱:۱۷۴ عزہ ندارد۔

۲ و ۵ و ۶ ق کے حاشیے میں اسی ترتیب سے اضافہ ہوئے ہیں۔ نیز کاتب نے سہولت کی وجہ سے شعر ۵ و ۶ کے مصرعہ ہاں سے نانی قافیہ نکال کر چھوڑ دیے ہیں۔ ردیف نہیں لکھی (حم)۔

۴ ب، عز، مثل خون در رگ۔ (س)۔
۷ الف، عز، دانا ہے، اور یہی قہم میں ہے۔

۸ ب، عز، جام بادہ یکسر۔
ص ۱:۱۷۵ الف، عز، قا، اف نہ کی گو سوز غم سے۔ ظاہر یہی ق میں ہونا چاہیے۔
۶ الف، عز، ہے اسد یگانہ کو افسردگی کو یکسی۔ ح، لط، حم، یگانہ افسردگی ہے یکسی (سہو مرتب)۔

۶ ب، عز، دل ز گری تپاک۔

ص ۵:۱۷۶ الف، حاشیہ ق، عزہ ندارد (سہو کاتب) حم۔

ص ۳:۱۷۷ ق میں اس مقطع کے ساتھ حاشیے پر فوجدار محمد خان کی ۱۲۴۸ھ والی مہر لگی ہے (حم)۔

۴ الف، عمدہ، خوبان کے اچانے کے میں۔
۶ ب، نسخہ ہاشمی میں یہ نوٹ ہے: "اور نسخوں میں "بازو" کا لفظ ہے "خیزر" نواب احمد سعید خان کے قلمی نسخے سے نقل کیا گیا۔"

ص ۲:۱۷۸ ب، قا، آب (سہو کاتب)۔
۵ الف، عز، پہلے انداز ربط یاد ہیں شب جگو اے اسد۔ پھر "ربط" کاٹ کر "ناله"۔

اور "اے" قلزد کر کے "پر" بنایا ہے۔
۱ ق کے کاتب نے "ڈرتا" ہو کر "لکھ" دیا۔ تہا غالب نے اپنے قلم سے نوٹ کا اضافہ کیا اور ڈرتا

ہوں پر "تلا" دیا ہے۔
۵ ب، عز، دردا کہ اختلاط کے قابل نہیں رہا۔
۶: عز میں یہ شعر بخط غالب بعد کا اضافہ ہے۔

۸ ب، عز، شمع سے یک خار در پیراں۔

ص ۳:۱۷۹ عز ندارد۔

۸ الف، ق، دل تھا (سہو کاتب)۔
ص ۵:۱۸۰ الف، جب، نگہ ہاے تیز۔
ص ۱:۱۸۱ ب، ق کے کاتب سے سہو کرے رک ہو گیا ہے۔

۵ الف، ق، بھا کے نگے (سہو کاتب) یعنی بھاگنے کے۔

۶ ب، ح، دہلی۔

۷، یہ غزل حاشیہ ق پر نقل ہوئی ہے مگر بخط غالب نہیں۔

۷ الف و ب، حاشیہ ق، دونوں مصرعوں میں ردیف "ہو جا" (سہو کاتب)۔

۷ ب، قا، گذرنا۔

۸ الف، جب، اُس سے۔

۹ الف، حاشیہ ق، کشمش (سہو کاتب)۔

حاشیہ ق، قا، رحمت (سہو کاتب)۔

ص ۲:۱۸۲ ب، قا، ہوا جانا (سہو کاتب)۔

۶ ب، قا، آئینہ۔

۷، حاشیہ قا، غزل کے آغاز میں لکھا ہے

دار باندہ فرستادند۔

ص ۱۸۳: الف، قا، فابدا۔

ص ۱۸۸: ۲، ب، بخطِ غالب، پہلے، "گوا،
لکھا تھا۔ پھر اسی کو "بتخانے کا" بنا دیا۔

۳، ب، بخطِ غالب، ہات۔

۵، ب، بخطِ غالب، الٹ (بدون نقاط یا)۔

۱۲، اسی مضمون کو غالب نے فارسی میں

یوں کہا ہے:

ہنت آسمان بگردش و ما درمیاتہ ام

غالب، دگر میرس کہ بر ما چہ می رود؟

کلیاتِ فارس: ۴: ۶

ص ۱۹۱: حاشیہ نمبر ۱۔ اولاً شوکت بانگرا می

کی تحریر اردو سے معلیٰ میں شائع ہوئی تھی۔

مگر یہاں بزمِ خیال موافقہ صفدر مرزا پوری

سے منقول ہے۔

ص ۱۹۳: ۱۱، ب، نسخہ ہاشمی میں یہ

نوٹ ہے: "نواب احمد سعید خاں کے نسخے میں

"رو برو" کے بجائے "سامنے" کا لفظ لکھا ہے۔

ص ۱۹۵: ۶، انتخابِ غالب (رام پور)

کے کاتب نے بھی "دیدان" نقل کیا تھا، مگر

غالب نے اسے سو قرار دے کر اپنے قلم

سے "دیدان" بنا دیا ہے۔

۶، ب، ق، گوہر (سہو کاتب)۔

۸، الف، عز، "اسد" کے لیے بیاض ہے۔

۹، الف، عز، نیم رنگی جلوہ ہے بزمِ نجلی

زار دوست۔

ص ۱۹۶: ۵۔ الف، خب، پر مدنی مہدی۔

۱۰۔ الف، خب، پسند آتی ہے۔

ص ۱۹۷: ۲، الف، ق، خوبایا (سہو کاتب)۔

۴، الف، ق، سودائے معنی (سہو کاتب)۔

۴، ب، ق، "نماشاں" پیرنگیہ (سہو کاتب)۔

ص ۱۹۸: ۱، الف، ح، ثیابِ آوار (سہو کاتب)۔

مرتب)۔

نص ۱۹۹: ۵، ب، قا میں لفظ "سے" بخطِ

غالب اضافہ ہوا ہے۔

ص ۲۰۱: ۴، ق و قا میں یہ بیت آگے شعر

کے بعد ہے۔

۵، ق و قا میں یہ شعر مطلعِ اول تھا۔

ص ۲۰۲: ۳، الف، عز، مایل ہیں (سہو کاتب)۔

۶، الف، ق، تقضا (سہو کاتب)۔

۶، ب، ح، فرضِ رهن (سہو کاتب)۔

۷، الف، عز، میں اور وہ۔ باندہ ہے۔

۷، ب، عز، پہلے، "جرمِ نظارہ" تھا جسے

قلزد کر کے نیچے "بین السطور میں دہمت نگہ

کی" لکھ دیا ہے۔

۹، ب، عز، خونِ تمنا۔ ق میں بھی یہی تھا۔

پھر ان الفاظ کے نیچے "دو عالم، اصلاح

درج کی ہے۔

ص ۲۰۶: ۱۰، اس شعر میں جس رنجش

کی طرف اشارہ ہے اس سے متعلق درجِ ذیل

معذرتی قطعہ کلیاتِ عارف میں موجود ہے۔

اس کے شعر ۹ سے غالب اور عارف دونوں

۷ ب، عز، نکالے ہے زاپا ہے اشع بر جام
ماندہ خار۔

ص ۴۲۱ ب، عز، پہلے، یتک سمجھے
ہے طرزِ فسانہ خوانی شمع۔ پھر اسے قلزد
کر کے حاشیے پر لکھا ملا وہ ہم کو شعور
فسانہ خوانی شمع۔ بعد ازاں اس اصلاحی مصرع
کا پہلا لفظ ملا، بھی قلزد کر دیا ہے۔ شاید
مزید اصلاح چاہتے تھے جو صورت پر
نہ ہو سکی۔

۶ و ۷، عز ندارد۔
۸ ب، عز، اسد ہے دل پہ مرے۔ نیز اسد
کے لیے پاض ہے۔
ص ۵۲۱۲ ب، قا، اس شعر کے دوسرے
مصرع میں کاتب نے غلطی سے ”مجھے دیکھے
ہے وہ جس جاء لکھ دیا تھل غالب نے
”مجھے دیکھے“ کاٹ کر اس کے اوپر ”بہ
زخمِ موجہ“ لکھا ہے اور ”وہ جس جاء کو
چھل کر درہام بنا دیا ہے۔“

۶، قا میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔
نیز اولاً یہ شعر کتابت ہوئے سے رو گیا تھا
غالب نے اضافے کی خاطر صفحہ کار منظم بڑھا
کر اپنے قلم سے مکمل شعر لکھا ہے۔
ص ۱۱۲۱۳، قا میں یہ بیت چوتھے نمبر
پر ہے۔

۳، مولانا حالی نے محمد حسین آزاد کے نام
ایک خط میں لکھا ہے:
”سر ہونے کے معنی جہاں تلک میں نے

سمجھتے ہیں، کھلنے کے ہیں۔“
شاید شاعر کی مراد یہ ہے کہ وصل کی تیاری
کے وقت جوان معشوقہ کی زلفیں سر گوندھنے
کے لیے کھلتی ہیں، دیکھتے وہ وقت کب آنا
ہے۔ ظاہر اس وقت تلک عمر ختم ہو جانے
کی ہے۔
۶ ب، خب، ہو جاویں گے۔

ص ۲۲۱۴ ب، عز، حساب ہے گہنی۔
نیز عز میں یہ شعر قریب بہ یقین کتابت نسخہ
کے بعد اضافہ ہوا ہے۔ اور اسی لیے اس
نے مقطع کے بعد جگہ پائی ہے۔ مزید برآں
اس کا قلم بھی قدرے خفی ہے۔
۳ الف رقی اور ح دونوں میں ہر جگہ
قافیے کی پائے اضافت پر مہرہ رہے۔

ص ۱۱۲۱۵، عز ندارد۔
ص ۱۱۲۱۶، و ۲ و ۳، عز ندارد۔
۶ الف، عز، خوش اسد۔
۶ ب، عز، لیکن یہ بھی ہے۔ جن غالب بہ
ہم ہے (سہو مرتب)۔ نیز وہ غزل جس کا یہ
مقطع ہے، حاشیہ عز پر بخطِ غیر مکرر نقل
ہوئی ہے۔

ص ۱۱۲۱۷، عز میں اس غزل سے پہلے
”ولہ“ لکھا ہے۔ اور یہ حاشیہ برخطِ غیر
اضافہ ہوئی ہے۔ نیز قی میں حاشیے کے
شعروں کی ترتیب یہ ہے: گرا تر سے دل، غیر
سے رات، عجم سے کہا، اک مجھے (احم)۔
۱ ب، عز، پونچھنا۔ پہلے، د کے یوں۔ پھر

۱۔ کو قلزد کر کے دکھ لکھ دیا ہے۔
 ۲۔ یہاں لط بظاہر غلط معلوم ہوتا ہے۔
 چونکہ شعر نمبر ۳ عز میں موجود ہے اس لیے
 جیسا کہ ح کی اطلاع ہے اسے ق میں بھی
 مونا چاہیے۔

۳ الف، خب، لیے رقیب کو۔
 ۴ عز ندارد۔

۴ الف، ق میں رات سے غیر سہوا لکھا
 گیا ہے (حم)۔

۵ عز، پہلے، ہزم کے۔ پھر کے، قلزد
 کر کے نیچے میں اضافہ کیا ہے۔
 ۷ و ۸ و ۹ عز ندارد۔

ص ۱:۲۱۸ ب، عز، حاشیہ بخط غیر
 شعر آمد کے ایک دو پھر کے (سہو کاتب)۔
 ۲ و ۴ و ۵ ق کے حاشیے میں ان اشعار
 کی ترتیب یوں ہے: عہد سے، ظالم مرے،
 میں اور صد (حم)۔

۵ قا میں یہ شعر چھٹے نمبر پر اور حلقے
 میں چشم ہائے الخ کے بعد ہے۔

ص ۵:۲۱۹ الف، عز، سرو رعنا۔

۶ الف، ح، حم، لط، تماشا کر (سہو مرتب)۔
 البتہ حاشیہ لط میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ق
 میں تماشا کہ ہے۔ عز، آئینہ بازی۔

۸ عز میں اس کی جگہ وہ دو شعری قطعہ
 ہے جو باد آورد نمبر ۱۵ پر گور چکا۔

ص ۸:۲۲۰ و ۹ عز ندارد۔

ص ۱:۲۲۱ عز ندارد۔

۲ الف، عز، ہوتی تقریب منع ذوق دیدن
 خانہ ویرانی۔ نیز قا میں یہ بیت شعر نمبر ۵
 کے بعد ہے۔

۳ عز ندارد۔

۴ عز ندارد۔

۵ الف، عز، نکوشت مانع دیوانگی ہائے
 جنوں آتی۔

۵ ب، عز، لگایا خندہ ناصح نے بخیہ۔

۶ عز ندارد۔

ص ۱:۲۲۲ و ۲ عز ندارد۔

ص ۱:۲۲۳ عز ندارد۔

۱ الف، ح، لط، دیدہ عاشق (سہو مرتب)۔

۴ ب، ق میں تمام جگہ ردیف "یہاں" ہائے
 مخلوط التلفظ ہے۔

۵ الف، ق، عدوئے (بہمزہ)۔

۵ ب، ق، رہگذار۔

۶ عز میں یہ غزل حاشیے پر بخط غیر
 نقل ہوتی ہے۔

۶ ب، عز، روز اور وہ سال (سہو کاتب)۔

ص ۱:۲۲۴ الف، عز، خوبیاں ہی کے

تصور سے۔

۲ عز ندارد۔

۵ الف، عز، قوا۔

ص ۴:۲۲۵ الف، قا، کہتے ہے (سہو

کاتب)۔

۵ الف، ح، شیریں زبانی (سہو مرتب)۔

۶ الف، خب، دیوانگی میں (سہو کاتب)۔

۶ ب، قا، «میں» بخطِ غالب اضافہ ہوا ہے۔
ص ۲۲۶: الف، ح، ملنا اگر ترا (سہو مرتب)۔

۳ الف، خب، سر ہے (سہو کاتب)۔
۵ الف، قا، «خدا» بخطِ غالب اضافہ ہوا ہے۔
ص ۲۲۷: الف، حاشیہ قا، اس غزل کے آغاز میں لکھا ہے «از باندہ رسید»۔

۸ ب قا، جوں خوں (سہو کاتب)۔
ص ۲۲۸: الف، قا، «ناز» بخطِ غالب اضافہ ہوا ہے۔

ص ۲۳۱: ب، قا، گل، تم کو دلنگی زندان۔

ص ۲۳۲: الف، ح، وہ آئیں (سہو مرتب)۔
ص ۲۳۴: الف، ح، اپنے سخن کی میں (سہو مرتب)۔

ص ۲۴۱: ب، ح، غیر کوئی (سہو مرتب)۔

ص ۲۴۲: ب، ح، جان و دل (سہو مرتب)۔

۴ الف، عز، حسد پیانہ ہے دل عالمِ آبِ تماشا ہو۔

ص ۲۴۳: الف، عز، جنونِ عیش ہے، یارب، سر و سامانِ آزادی۔ ق، پہلے، «عیش»

تھا جیسے کاٹ کر «ذوق» لکھا گیا (حم)۔
۱ ب، عز، کروں یک گوشہ دامنِ تر گر آبِ ہفت دریا ہو۔

۲ الف، عز، اگر وہ سرورِ جان بخشِ خرام۔

اندازِ آوے۔

۳۔ یہ غزل حاشیہ عز میں بخطِ غیر نقل ہوئی ہے۔

۵ الف، عز، گلا۔
۶ ب، ق، جارہ (سہو کاتب)۔

۷ الف، عز، کو سے۔
۷ ب، ق، «سے» ندارد۔ ح جالت (ہر دو سہو کاتب)۔

۸ الف، ق، بھائی (سہو کاتب)۔
۸ ب، ق، ہے انجمن (سہو کاتب)۔

ص ۲۴۴: عز میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔

۲ الف، ق، بہا نئے (سہو کاتب)۔ عز، سنگیں دلی نہیں۔ ق، سبکی دلی نہیں۔ مگر مرتب ح نے اس کا اظہار نہیں کیا۔ نیز یہی قا میں ہے۔

۵، اس غزل کے دو متروک شعر گنجینہ معنی ص ۷۵ پر گزر چکے۔

ص ۲۴۶: الف، ح، نیمار دار (سہو مرتب)۔

ص ۲۴۷: ب، سراپا سخن، شیریں دهن کے پانو۔

۸ ب، ح، تری جلوہ گاہ (سہو مرتب)۔
ص ۲۴۹: الف، ح، ہو بجم (سہو مرتب)۔

ص ۲۵۴: ب، ح، ہمزبان (سہو مرتب)۔
ص ۲۵۵: الف، ح، حم، پنہاں ہے (سہو مرتب)۔

۱۱، ق و قا میں یہ غزل کا تیسرا شعر ہے۔

ص ۵:۲۵۶ ب، ق، يك موج (حم)۔

ص ۲:۲۵۷ الف، قا، بچھاوے۔

۵. عز ندارد۔

ص ۱:۲۵۸، عز میں یہ بیت اگلے شعر کے

بعد ہے۔

۳، عز ندارد۔

۴ ب، عز، ہم بھی اسی میں خوش ہیں۔ نیز
قا میں یہ شعر، کیا خوب تم نے الخ کے بعد
ہے۔

۵. حاشیہ عز میں یہ غزل بخطِ غیر اضافہ
ہوئی ہے۔ نیز یہ متن ق میں موجود ہے اس
لیے عنوانِ غزل میں اسے حاشیہ ق کا
اندراج قرار دینا سہو ہے۔

۱۰ عز و قا میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔

۱۲، عز، میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔

۱۲ ب، عز میں اس مصرع کا کچھ حصہ
کبھی جلد بندی میں کٹ گیا ہے۔ لیکن یہ طے
ہے کہ الفاظ میں کوئی فرق نہیں۔

۱۳ عز، اس شعر کے دونوں مصرعوں کے
آخری الفاظ ہم سے جاتا رہا، اور وری ہا ہے
ہا ہے، جلد بندی کی تراش میں ضایع ہو گئے
ہیں۔

ص ۳:۲۵۹ الف، عز، گر مصیبت تھی تو
غربت میں اُٹھا لیتا، اسد۔

۳ ب، عز، میری دہلی ہی میں ہوئی تھی۔

۵ ب، خب، یہ جانتا۔

۱۰ ب، ح، حم، سمجھنا (سہو مرتب)۔

ص ۲:۲۶۰ ب، ح، حم، ذوق (سہو
مرتب)۔

۴، ق میں یہ شعر، کس پردے الخ کے بعد
ہے۔

ص ۱:۲۶۱ و ۲، عز ندارد۔

۳، ملاحظہ ہو ص ۸۱ شعر ۸ سے متعلق
استدراک کا اندراج۔

۵ الف، قا، ہوا ی (سہو کاتب)۔

ص ۱:۲۶۲ الف، ق، جاندا د۔ زنداں

(ہر دو سہو کاتب) حم۔

۶ و ۷، عز ندارد۔

۹، عز میں یہ شعر بعد کا اضافہ ہے۔

۹ الف، عز، کسو پہ۔

ص ۱:۲۶۳ الف، عز، گو۔

۳، عز و قا میں یہ شعر مقطع سے پہلے ہے۔

۵ الف، عز، ایلا۔

۵ ب، عز، بووے۔

۶ ب، عز، گرمی مجلس سے۔

۷ و ۸، عز ندارد۔

ص ۱:۲۶۴ ب، ق کے کاتب سے لفظ
»نہاں، ترک ہو گیا تھا، جسے غالب نے اپنے
قلم سے اضافہ کیا ہے۔ غالب کا یہ خط اُن کے
بعد کے خط سے مکمل مشابہت رکھتا ہے۔

۱۰ الف، قا کے کاتب نے سہواً »غالب« کی
جگہ »اسد« لکھ دیا تھا جسے غالب نے اپنے
قلم سے درست کیا ہے۔

ص ۲:۲۶۵ عز ندارد۔

۳ الف، عز، پہلے، اسد وہ گل کرے جس
گلستان میں جلوہ فرمائی۔ پھر اسے قلزد کر کے
حاشیے پر متن نوائے سروش کے مطابق
اندراج کیا۔

۳ ب، ح، غنچہ دل (سہو کاتب)۔

۴ عز و ق و قا میں یہ بیت گنجینہ معنی ص ۸۴
کے شعر وحشتِ سوزِ تماشا الخ کے بعد ہے۔
۵ الف، عز، تو وہ افسوں۔

۵ ب، عز، دل وہ افسانہ۔ نیز عز، ق و قا
میں یہ شعر گنجینہ معنی ص ۸۴ کے شعر، چشم
پرواز و نفس الخ کے بعد ہے۔

۶ الف، عز، کہ جوں رشتہ شمع۔

ص ۱:۲۶۶ و ۲، عز ندارد۔

ص ۱:۲۶۷ الف، عز، پہلے بدگماں رح۔

پھر اسے قلزد کر کے بین السطور میں 'رحم کر
ظالم' اصلاح ہوئی ہے۔

۲، عز ندارد۔

۳ ب، عز، غنچوں کے شگفتن میں۔

۴، عز ندارد۔

۵، عز میں یہ بیت مطلع کے بعد ہے۔

۵ ب، عز، داغوں کا نظر آنا خود۔

۷ الف، عز، طرزِ گلِ شگفتہ کنسارِ وداع
ہے۔

۷ ب، عز، اے بلبلو، چلو۔

ص ۱:۲۶۸ عز، ق و قا میں یہ گنجینہ معنی
کی غزل ۱۸۲ کا مطلع ہے۔ ق میں اس غزل
کے اوپر لکھا ہے: 'مکرر نوشتہ شد'۔ نیز اس

غزل کا ایک شعر 'رہا بقدیر' الخ (دیکھیے
گنجینہ معنی ص ۸۸ کا پہلا شعر) ق میں اسی
زمین کی ایک ور غزل (دیکھیے گنجینہ معنی
غزل نمبر ۱۸۴) کے حاشیہ پر نقل ہوا ہے (حم)۔
۳ عز، ق و قا میں یہ پہلی غزل کا مقطع ہے

جو گنجینہ معنی نمبر ۱۸۴ پر درج ہوئی۔

۳ الف، عز، اسد، یہ فرطِ غم نے کی تلف۔
۴ و ۵، عز ندارد۔

۷، عز ندارد۔

۷ ب قا کے کاتب سے لفظ 'فضول' سہو
ترك ہو گیا تھا۔ غالب نے اپنے قلم سے اضافہ
کیا ہے۔

ص ۱:۲۶۹ و ۲، عز ندارد۔

۳، عز میں یہ بیت مطلع کے بعد ہے۔

۳ الف، عز، بار۔

۵ الف، عز، چشمِ خوباں سے فروش نشہ زار
ناز ہے۔ ق میں بھی پہلے یہی مصرع تھا۔
پھر اُس کے اوپر اصلاحی مصرع تجویز ہوا۔
بعد ازاں اُسے بھی قلزد کر دیا گیا (حم)۔

۵ ب، عز، پہلے، 'سرمہ دودِ نیم جوشان'
تھا۔ پھر اسے قلزد کر کے بین السطور میں
'سرمہ گویا دودِ موج' اصلاح ہوئی۔

۶ و ۷، عز ندارد۔

۶ الف، ح، سارا طالع (سہو کاتب)۔

۸، عز میں اس مطلع کو قلزد کر دیا گیا تھا۔
مگر آئندہ ق میں ایک جدید غزل کا مطلع قرار
دیدیا۔ نیز عز میں مطلع اور 'غمِ عشاق نہو الخ'

کے علاوہ کوئی شعر موجود نہیں۔ بقیہ سب اشعار عز کی ترتیب کے بعد کہے گئے ہیں۔
۱۰ ب، ح، درد (سہو مرتب)۔

ص ۱:۲۷۰ ب، عز، آرزو خانہ آئینہ۔

۸، یہ اور اس کے بعد اس غزل کا کوئی شعر عز میں نہیں ہے۔

ص ۵:۲۷۱، عز ندارد۔

۶ الف، عز، دامانِ ما۔

۷ الف، عز، عیادت بسکہ نیم سے گرمی بازارِ بستر ہے۔ نیز عز میں یہ مطلع ہے۔

۷ ب، ح، آنے نو (سہو مرتب)۔

ص ۱:۲۷۲ الف، عز، اضطرابِ وحشتِ شبہا۔

۲ الف، عز، آسِ جوشِ بہارِ دیدہ بیدار کے صدقے۔

۳، عز ندارد۔

۵ الف، عز، پہلے، آسِ اس فصل۔ پھر «آس» کو «سمجھ» بنا دیا ہے۔ پہلے «نشو و نما سمجھو»۔

پھر «سمجھو» قلبزد کر کے «غالب» لکھ دیا ہے۔

۵ ب، عز، پہلے، «برقِ شمشاد» تھا۔ پھر اسے قلبزد کر کے نیچے «سرو کے قامت» لکھ دیا ہے۔

مگر اس کے بعد لفظ «پہ» چھوٹ گیا جو «بر» کا ترجمہ تھا۔

۷، عز ندارد۔

۹، عز ندارد۔ عز میں اس کی جگہ وہ نو دریافت مقطع ہے جو باد آورد نمبر ۴۰ پر درج ہوا۔

ص ۱:۲۷۳ و ۲، عز ندارد۔

۴ الف، عز، عقبرِ نالۂ یارب۔

۶، عز ندارد۔

۷ الف، عز، حسرت، اے آس۔

۸، عز، ندارد۔

ص ۲:۲۷۴، عز میں یہ بیت مقطع سے

پہلے اور قا میں اگلے شعر کے بعد ہے۔

۳، عز میں یہ شعر مطلع کے بعد ہے۔

۳ الف، عز، پیچتاب۔

۳ ب، عز، نگاہِ خفتہ۔

ص ۳:۲۷۵، عز، ندارد۔

۴ الف، عز، شوخیِ اظہارِ دندانِ ما۔

۵ الف، عز، ہیں عدم میں غنچہ ما عبرت

کشِ انجامِ گل۔

۶ الف، عز، عیشِ یتابی حرامِ کلفتِ افسردگی۔

۶ ب، عز، عیشِ دندان۔

۷، عز ندارد۔

ص ۲:۲۷۶ الف، عز، پہلے، «ریختن»۔ پھر

اسے قلبزد کر کے اوپر «باختن» لکھ دیا ہے۔

نیز وہاں یہ غزل کا چوتھا شعر اور گنجینہ معنی

کے مقطع سے پہلے ہے۔

۱۰ ب، قا، نقصان (سہو کاتب)۔

ص ۵:۲۷۷، عز ندارد۔

۶، عز میں یہ غزل کا چوتھا اور قا میں

تیسرا شعر ہے۔

۷، عز میں یہ غزل کا پانچواں اور قا میں

چوتھا شعر ہے۔

۸، عز میں یہ غزل کا تیسرا شعر ہے۔

۹، عز و قا ندارد۔

ص ۱:۲۷۸ الف، عز، پہا ندارد۔

۳، عز ندارد۔

ص ۲:۲۷۹ عز، میں یہ غزل کے مطلع کا مصرعِ اول ہے جس کا مصرعِ ثانی یہ ہے:
 "اے ہوس رعونت ما کارِ عشق آساں ہے۔"
 موجودہ مطلع "کارِ گاہِ ہستی بھی الخ" عز میں موجود اور مطلع ثانی ہے۔

۳ ب، عز، کی خواب۔

۴ الف، عز، پا ترابِ سبیلِ طوفان۔

۴ ب، عز، کہینچے ہے انگلی۔

ص ۲:۲۸۰ عز ندارد۔ نیز ق کے لحاظ

سے یہ مقطع دوسری غزل کا ہے۔

۳، عز میں یہ غزل کا پانچواں شعر ہے۔

۳ الف، قا، کاتب نے سہرا "اے اسد" لکھ دیا تھا۔ پھر "اسد" کو "خدا" بنا دیا گیا، مگر "اسد" کا "الف" قلزد ہونے سے رہ گیا ہے۔

۴، عز میں یہ غزل کا تیسرا شعر ہے۔

۵، عز ندارد۔

۵ الف، قا، بنا مدعا علیہ۔

۶، عز میں یہ غزل کا چھٹا شعر ہے۔

۷ تا ۱۰، عز ندارد۔

۹، قا میں یہ شعر مقطع سے قبل ہے۔

۱۰، قا میں یہ شعر مطلع کے بعد ہے۔

ص ۱:۲۸۱ عز ندارد۔

ص ۲:۲۸۲ عز میں یہ بیت اگلے شعر

کے بعد ہے۔

۲ الف، عز، فشارِ تنگیِ صحبت سے آتی ہے۔

۲ ب، عز، کی خلوت میں۔

۵ الف، عز، کرتا ہے گل جنون تماشا کہیں جسے۔ اور وہاں یہ مطلع ہے۔ ملاحظہ ہو باد آورد نمبر ۳۶۔

۶ الف، عز، ہے تار و پودِ فرشِ تبسم بزمِ عیش۔ نیز وہاں یہ غزل کا چوتھا شعر ہے۔
 ۸ الف، عز، دیدار سے اسد۔

۱۰، عز ندارد۔

ص ۲:۲۸۳ الف، عز، کثرتِ اظہار۔

۳، عز ندارد۔

۵، اس شعر کے بارے میں "ولانا حالی نے لکھا ہے:

"بعض اسلوبِ بیان خاص مرزا کے اختراعات میں سے تھے جو نہ اُن سے پہلے اردو میں دیکھے گئے نہ فارسی میں۔ مثلاً اُن کے موجودہ اردو دیوان میں ایک شعر ہے:
 قری کفِ خاکستر الخ میں نے خود اس کے معنی مرزا سے پوچھے تھے۔ فرمایا کہ "اے کی جگہ جُز پڑھو، معنی خود سمجھ میں آجائیں گے۔" شعر کا مطلب یہ ہے کہ قری جو ابک کفِ خاکستر سے زیادہ اور بلبل جو ابک قفسِ عنصری سے زیادہ نہیں اُن کے جگر سوختہ یعنی عاشق ہونے کا ثبوت صرف اُن کے چہکنے اور بولنے سے ہوتا ہے۔"

یہاں جس معنی میں مرزا نے "اے" کا لفظ استعمال کیا ہے ظاہراً یہ اُنہیں کا اختراع ہے۔ ایک شخص نے یہ معنی سن کر کہا کہ

اگر وہ اے کی جگہ مر کا اظہار کر دیتے یا دوسرا مصرع اس طح کہتے »اے نسالہ نشان تیرے سوا عشق کا کیا ہے، تو مطلب صاف ہو جاتا۔ اُس شخص کا یہ کہنا بالکل صحیح ہے۔ مگر مرزا چونکہ معمولی اسلوبوں سے تا بمقدور بچتے تھے اور شارع عام پر چلنا نہیں چاہتے تھے، اس لیے وہ بہ نسبت اس کے کہ شعر عام فہم ہو جائے اس بات کو زیادہ پسند کرتے تھے کہ طرز خیال اور طرز بیان میں جدت اور نرالا پن پایا جائے۔ یاد گار، طبع اول ص ۱۱۳ تا ۱۱۴۔ نیز ملاحظہ ہو گنجینہ معنی صفحہ ۶۲ کا شہ نمبر ۷۔

۶. عز ندارد۔

۷ الف، ح، حم، مجبوری دعوائے (سہو مرتب)۔

۷ ب. عز، دامن تیرے گ۔

۸ الف، عز، ظاہر ہے اسد حال۔

۸ ب. عز، تیغ صنم۔

۹. عز میں یہ شعر حاشیے پر غالب نے اضافہ کیا ہے۔ مگر اس کا مصرع ثانی کبھی جلد بندی میں کٹ گیا۔ مصرع ثانی کا جتنا حصہ کٹ جانے سے بچ گیا ہے وہ یقین دلاتا ہے کہ ضایع شدہ الفاظ یہی تھے۔

ص ۱۰:۲۸۴، عز ندارد۔ ق میں بہ حاشیے کا اندراج ہے (حم) یہی مولانا عرشی نے بتایا ہے۔

ص ۱:۲۸۵ و ۲، عز ندارد۔

۱. ح اور مولانا عرشی کی یاد داشتوں سے

صریحاً معلوم ہوتا ہے کہ یہ حاشیہ ق کا اضافہ ہے۔ مولانا عرشی نے یہ بھی بتایا ہے کہ ق میں مصرع ثانی سہواً »وہ ہم ہیں« سے شروع کیا گیا ہے۔ مگر حم میں اس شعر سے متعلق کوئی تفصیل نہیں جو بظاہر حم کا سہو ہے۔ ۲، ق میں یہ متن کا شعر ہے مگر مصرع ثانی کی اصلاحی شکل حاشیے پر درج ہوئی ہے۔ یعنی متن میں »کفرِ افسوس سودن« تھا جسے حاشیے میں »کفرِ افسوس ملنا« بنایا گیا ہے (حم)۔ نیز قا میں یہ اس زمین کی دوسری غزل کا ساتواں شعر ہے۔

۳ الف، عز، تابِ درد۔

۳ ب. عز، کفرِ افسوس سودن۔ نیز قا میں

یہ اس زمین کی دوسری غزل کا تیسرا شعر ہے۔

۴، عز میں یہ غزل بخطِ غیر حاشیے پر

اضافہ ہوئی ہے۔ نیز عز، ق اور قا میں ترتیب

اشعار یکساں ہے۔

۷، اس شعر کے بعد عز و قا میں یہ بیت

ہے: ہم بھی تسلیم کی خو الخ۔

۸ الف، عز، پہلے کاتب نے سہواً یوں لکھا

تھا، اپنی ہستی میں ہے کیا رسوائی۔ پھر غلط

الفاظ قلبزد کر کے ان کے اوپر »ہی سے ہو

جو کچھ ہو، لکھ دیا ہے۔

۸ ب، ق، غفلت (سہو کاتب)۔

ص ۱:۲۸۶، قا میں یہ شعر اپنی ہستی الخ

کے بعد اور ساتویں نمبر پر ہے۔

۲، عز، قا میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد اور

مقطع سے پہلے ہے۔

۳ ب، عز، فرصت (سہو کتابت)۔

۴ ق، قا میں یہ غزل کا پانچواں شعر ہے۔

۵ الف، عز، چھڑ خوباں سے چلی جائے،

اسد۔

ص ۲۸۷:۲ الف، ق، کیونکر وہ یارب

(حم)۔

۲ ب، خب، اس کو آئے ہے۔

ص ۲۸۸:۲ ب، خب، ناز ہے۔

۸، حاشیہ عز میں یہ غزل بخطِ غیر نقل ہوئی

ہے۔

۸ الف، عز، خوباں کو۔

۹، عز میں اس بیت کے بعد وہ شعر ہے جو

گنجینہ معنی نمبر ۲۷۳ پر گزر چکا۔

۱۰ ب، عز، اسے (بہاں سین مشدد ہے)۔

ص ۲۸۹:۱ ب، ق، ایشارا (سہو کتابت)۔

۲ و ۳، عز ندارد۔

ص ۲۹۰:۱، عز میں اس سے پہلے

»قطعه« لکھا ہے۔

۲ الف، عز، یعنی ان مہ طلعتوں۔

ص ۲۹۱:۱ الف، ق، »ہے« ندارد (حم)۔

ص ۲۹۲:۱ الف، ق، دیکھا۔ نیز سہواً

»کے« ندارد (حم)۔

۴، یہ غزل عز کے حاشیے پر بخطِ غیر

اضافہ ہوئی ہے۔ مگر کسی وقت تمام اشعار کا

کچھ حصہ جلد بند کی تراش میں ضایع ہو

گیا، صرف مقطع اور اُس کے قبل کا ایک شعر

محفوظ رہا ہے۔

۵ الف، عز، کھولنے (سہو کتابت)۔

۷، عز میں اس سے قبل بطورِ عنوان »قطعه«

لکھا ہے۔

۸ الف و ب، عز، ق، وہ ہی۔

۹ ب، عز، محرساں (سہو کتابت)۔

ص ۲۹۳:۳، عز، قا میں اس سے قبل

بطورِ عنوان »قطعه« درج کیا ہے۔

۶ الف، عز، ہو رہے ہیں گواہ۔

۶ ب، عز، یقرباری کا حکم۔ گل رعنا، اشکاری۔

ص ۲۹۴:۱ الف، ق، پہلے۔ جذبۃ الفت۔

پھر »الفت« کاٹ کر »دل« لکھا ہے (حم)۔

۲ الف، ق، میں سہواً »داستانی« لکھا ہے (حم)۔

۳ الف، ق، اودھر — ایدھر (ہر دو قدیم

رسم خط)۔ ناتاوانی (سہو کتابت) حم۔

۴ الف، ق، نا امید (سہو کتابت) حم۔

۴ ب، ق، نہ پونچھا جائے ہے مجھ سے

(سہو کتابت)۔

ص ۲۹۵:۱، یہ غزل عز کے حاشیے پر

خطِ غیر اضافہ ہوئی ہے۔ وہاں مطلع اور

اس کے بعد کے دو شعر نہیں۔ مگر اصلاً

تینوں موجود تھے کسی وقت جلد بند کی

تراش میں وہ حصہ ضایع ہو گیا۔

۴، عز میں ورق کا جتنا حصہ کٹا ہوا ہے

اُس میں چار شعر نہیں لکھے جا سکے۔ اس

لیے بگمانِ غالب یہ شعر عز میں موجود ہے

نہا۔ اس قیاس کو تقویت اس سے بھی ہوتی

ہے کہ آخر ق کے اندراج میں بھی یہ شعر موجود نہیں ہے اور پہلی بار ق میں نظر آنا ہے۔
۷ ب، عز، نظارۃ وصال (سہو کاتب)۔

۹، عز میں اس شعر کے بعد ترتیب اشعار مختلف ہے، اس طرح: ۱۳، ۱۰، ۱۴، ۱۲، ۱۶، ۱۱۔

۱۰ الف، ق، پھر مرہ ندارد (سہو کاتب)۔

۱۱ الف، ق، چاء ندارد (سہو کاتب) حم۔
نیز پہلے، "نامۃ اعمال" تھا۔ پھر "اعمال" قلزد
کر دیا ہے (حم)۔

۱۲ الف، عز، ڈھونڈے۔ کسو کو۔ نیز ق
کے کاتب نے "ڈ" پر دونوں جگہ "ط" نہیں
بنائی۔

۱۳ الف، عز، مانگے ہے۔ کسو کو۔ ق، "میں"
ندارد (سہو کاتب) حم۔

ص ۱:۲۹۶ الف، عز، چاہے ہے۔

۲ الف، عز، خب، پھر دل میں۔ عز، کسو۔

۳ الف، خب، دل ڈھونڈتا۔

۴ ق میں اس شعر کے بعد کاتب نے لکھا
ہے:

دیکھ تو عکسِ قدِ یار لبِ جو پر سے

تمام شد، کارِ من نظام شد

ربِ یسر و تم با الخیر (کذا)۔

یہاں یہ امر لائقِ توجہ ہے کہ عربی

عبارت کے آخری لفظ کی املائی غلطی غالب

کی ہر تحریر میں ملتی ہے۔ مثلاً: بالکل، بالفعل

وغیرہ۔ اس مماثلت کی وجہ سے میرا خیال ہے
کہ عجب نہیں جو آخر ق کی غزلوں اور
منقولہ عبارتِ خاتمہ کا کاتب، غالب کے بھائی
مرزا یوسف، اُن کے برادرِ نسبتی علی بخش خاں،
یا پھر بیگم غالب میں سے کوئی ہو۔ اس خیال
کی بنیاد یہ ہے کہ مولانا عرشی کی یادداشت
کے مطابق کاتبِ متن کے علاوہ ق کے اضافوں
اور اصلاحوں میں تین خط پائے جاتے ہیں۔
جن میں بالیقین ایک خط غالب کا بھی ہے۔
ق میں جس انداز کا اصلاح و اضافہ ہے اس
کا تقاضا بھی یہی ہے کہ یہ کام غالب نے
خود کیا ہو یا ایسے اشخاص سے لیا ہو جو
اُن کے بہت قریب تھے۔

"تمام شد، سے قبل اردو مصرع بھی میری
راے میں غالب ہی کا ہونا چاہیے جو بطور
یادداشت لکھ لیا گیا ہے۔

۴ ب، عز، تحیہ (سہو کاتب)۔

۵ یہ غزل حاشیہ عز میں بخطِ غیر اضافہ
ہوتی ہے۔

۶ الف، عز، آسیانہ (سہو کاتب)۔

۷ الف، عز، فنا کی (سہو کاتب)۔

۷ ب، ح، آپ ہی (سہو مرتب)۔

ص ۳:۲۹۷ الف، عز، وہم سے (سہو کاتب)۔

۳ ب، عز، تیرے (سہو کاتب)۔

۴ ب، عز، پاؤں (سہو کاتب)۔

۵، عز ندارد۔

ص ۳۰۱ و ۴، حاشیہ ق میں یہ شعر گنجینہ معنی غزل نمبر ۲۹۸ کے ہم پہلو اضافہ ہوئے ہیں (حم)۔

ص ۳۰۲، اس غزل کا ایک منسوخ شعر گنجینہ معنی نمبر ۲۷۸ پر درج ہوا ہے، یادگار نالہ میں نہیں۔

ص ۳۰۳ ب، ق، تسلیم و ہوش (سہو کاتب)۔

ص ۳۰۵ خب، تقریر کی خوبی۔
ص ۳۰۷ الف، ح، دیوار پہ (سہو مرتب)۔

۳ الف، ح، لذتِ فراق (سہو مرتب)۔
ص ۳۱۲ ب، ح، پتہ (سہو مرتب)۔
ص ۳۲۲ الف، ح، لہو سے بدن پہ (سہو مرتب)۔

۴ ب، ح، آنکھ ہی سے (سہو مرتب)۔
ص ۳۲۳ الف، ح، اولیم (سہو مرتب)۔
۱۱ ب، ح، بوسے (سہو مرتب)۔
ص ۳۲۴ الف، ح، اور وہ کچھ (سہو مرتب)۔

ص ۳۲۵ ب، بخطِ غالب، پہلے، ابھی۔
پھر اسے کاٹ کر »ہنوز اس« بنا دیا ہے۔
ص ۳۲۶ ب، بخطِ غالب، ہمیں شست۔
ص ۳۲۵ ۴، مولانا عرشی نے صاحبزادہ سید نجابت علی خاں مرحوم کی زبانی روایت کیا ہے کہ: جب مرزا غالب، نواب کلب علی خاں سے رخصت ہو کر قیام گاہ پر تشریف لائے تو یہاں

ص ۲۹۸، حاشیہ عز پر یہ غزل بخطِ غیر نقل ہوئی ہے۔

۶ ب، عز، کاتب نے پہلے از راہِ سہو لکھا تھا »یارب اُسے لکھ دیجو، پھر علامات »م« اور »خ« بنا کر صحیح ترتیبِ الفاظ بتائی ہے۔
۸ ب، عز، صاحب کوئی ستا۔

ص ۲۹۹ الف، عز، کہ ناکام وہ ایک عمر (سہو کاتب)۔

ص ۳۰۰ ۴، حاشیہ عز میں اس غزل کا مطلع ایک خط میں اور بقیہ اشعار اُس دوسرے خط میں ہیں جس میں نو دریافت غزل »سمجھاؤ اُسے یہ وضع چھوڑے« نقل ہوئی ہے۔ عز میں ترتیبِ اشعار مختلف ہے۔

۴ ب، خب، ہم ایسے۔
۵ الف، عز، اسبابِ میکشی۔
۵ ب، عز، یہی (سہو کاتب)۔
۷ عز میں یہ شعر مقطع سے قبل ہے۔
۷ ب، خب، لاکھ گل کے (سہو کاتب)۔
۸ عز ندارد، اس کی جگہ گنجینہ معنی کا وہ شعر ہے جو نمبر ۲۷۷ پر درج ہوا۔

۹ عز میں یہ غزل کا چوتھا شعر اور »رسوائے دھر الخ« کے بعد ہے۔
۹ الف، خب، بس گلہ (سہو کاتب)۔
۱۰ الف، عز، لاش۔
۱۰ ب، عز، پہلے، »نمناک« تھا۔ پھر »غنناک« بنا دیا ہے۔
۱۱ عز ندارد۔

پہلے سے رام پور کے بعض احباب الوداع کہنے
 کے لیے موجود تھے۔ اُن میں صاحبزادے
 صاحب بھی اپنے والد سید ہدایت علی خاں
 کے ہمراہ تھے۔ غالب نے حاضرین سے
 مخاطب ہو کر فرمایا: بھئی ہم نے ابھی یہ شعر
 کہا ہے 'اب ہے دلی الخ' دیباچہ مکاتیب غالب،
 ص ۱۲۳، طبع چہارم۔

ص ۶:۳۳۵ ب، ح، ہٹکنڈے۔
 ص ۶:۳۳۷ ح، بادہ پیانی (سہو مرتب)۔
 ص ۴:۳۳۹ الف، عز، پہونچے۔
 ۶ الف، عز، سے تا بسحر۔
 ۶ ب، عز، اشکِ چشم، چشمِ نم۔
 ص ۲:۳۴۰ الف، عز، جوں کاغذِ باد کو
 ہوا و چہ ہوس۔

یادگارِ نالہ

ص ۱:۳۵۰ ب، نسخہ ہاشمی، انگلستان -
۲ الف، نسخہ ہاشمی، بازار کو -
۷ الف، نسخہ ہاشمی، کبھی کیا شکوہ (سہو کاتب) -

۸ الف، نسخہ ہاشمی، کبھی کہا باہم -
۱۰، نسخہ ہاشمی میں اس قطعے سے متعلق لکھا ہے: "از دیوانِ قلمی نواب احمد سعید خان صاحب" -

ص ۱:۲۵۱، اس قطعے کے بارے میں جناب قاضی عبدالودود نے اپنے مضمون: کتب خانہ خدا بخش اور غالب، مشمولہ اردو سے معلیٰ دہلی، غالب نمبر، حصہ دوم، ص ۷۸ میں تحریر فرمایا ہے کہ:

"دیوانِ غالب اردو کے ان نسخوں میں سے جو غالب کے دورانِ حیات میں طبع ہو چکے تھے یہاں موجود ہیں: نسخہ مطبع احمدی، مطبع نظامی - مقدم الذکر کے یہاں دو نسخے تھے، جن میں سے ایک کا باوجودِ تلاش اس وقت پتا نہ ملا - اس کے آخر میں جناب قاسم حسن خان و برادر زادہ خدا بخش خان منتظم کتب خانہ کے قول کے مطابق غالب کا ایک قطعہ ہے جو محمد بخش خان پدرِ خدا بخش خان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے - یہ قطعہ وہی ہے جو عماد الملک بلگرامی کی روایت پر غالب

سے منسوب کیا گیا ہے" -

نیز مخزن میں اس قطعے کو شایع کرائے والے صاحب کا نام شیدا لکھا گیا ہے -
یہ عبد الحمید خواجہ ہیں، جو ان دنوں کیمبرج میں مقیم تھے -

ص ۷:۳۵۲ ب، نسخہ تاباں، اب کیوں (سہو کاتب) -

ص ۸:۳۵۶، یہ قطعہ نسخہ تاباں ص ۱۵۰ کے حاشیے پر ہے -

ص ۱:۳۷۸، یہ قصیدہ نسخہ تاباں ص ۱۵۷ کے حاشیے پر ہے - نیز نسخہ ہاشمی میں اس قصیدے سے متعلق نوٹ ہے کہ: "قصیدہ کسی راجہ کی تہنیتِ سالگرہ میں، از دیوانِ قلمی نواب احمد سعید خان صاحب" -

۲ ب، نسخہ ہاشمی، باقی ہے -
ص ۲:۳۷۹ الف، نسخہ ہاشمی، ہے ناگا -

۳ الف، نسخہ ہاشمی، پڑے -

۳ ب، نسخہ ہاشمی، ہے تین -

۵ ب، نسخہ ہاشمی، پائیں گے -

۷ الف، نسخہ ہاشمی، مہاراجہ راؤ -

۹ ب، نسخہ ہاشمی، بوندہ -

ص ۲:۳۸۰ الف، نسخہ ہاشمی، دانہ -

۳ الف، نسخہ ہاشمی، یہ جاذبہ -

۴ الف، نسخہ ہاشمی، جب اس زمانے -

۶ ب، نسخۂ ہاشمی، کروڑ۔

۱۳، نسخۂ تاباں میں یہ حاشیہ صفحات ۶، ۷ و ۸ پر ہے۔ نیز نسخۂ ہاشمی میں عنوان یہ ہے "قصیدہ در تہنیت غسلِ صحت نواب یوسف علی خان والی رام پور"۔

ص ۳۸۱: الف، نسخۂ ہاشمی، ہولی کے۔

۶ الف، نسخۂ ہاشمی، تہوار۔

ص ۳۸۲: الف، نسخۂ ہاشمی، مرکب

(سہو کاتب)۔

ص ۳۸۳: نسخۂ ہاشمی، نیاز گزیں (اور

بھی صحیح ہے)۔

۴ نسخۂ ہاشمی، میں اس قصیدے کے آخر میں لکھا ہے "عقبۂ میرن صاحب مرحوم"۔

۵، یہ قصیدہ نسخۂ تاباں کے حاشیہ ص ۱۰ و ۹ پر درج تھا۔ نیز نسخۂ ہاشمی میں اس کے عنوان میں لکھا ہے، "قصیدۂ لفظ گورزر پنجاب، کہ بطور ایک خط منظوم کے لکھا ہے۔"

یہ قصیدہ نسخۂ حسین میرزا میں موجود تھا۔ جس کے عینی شاہد نادم سینا پوری صاحب ہیں۔ ملاحظہ ہو: غالب کے کلام میں الحاقی عناصر ص ۲۷۵۔ عرشی زادہ عرض کرتا ہے کہ محولہ مخطوطے میں یہ حاشیہ کا اندراج ہوگا۔ اس لیے کہ تاریخی اعتبار سے یہ اس نسخے کی کثابت کے بعد تصنیف ہوا ہے۔

ص ۳۸۴: الف، نسخۂ تاباں، منگلوڈ۔
نسخۂ ہاشمی، منگلوڈ۔

ص ۳۸۵: ب، نسخۂ ہاشمی میں ناقل

نے "نیغ کا نیام" لکھا تھا جسے ہاشمی صاحب نے "نیغ بے نیام" کر دیا۔ مگر ہے یہ ہاشمی صاحب کا سہو۔

۲ ب، نسخۂ ہاشمی، کلیجہ (سہو کاتب)۔

۳ ب، نسخۂ ہاشمی، نمبر (سہو کاتب)۔

۵ ب، نسخۂ ہاشمی، جو خیام (سہو کاتب)۔

۶ ب، نسخۂ ہاشمی، نمبر (سہو کاتب)۔

۱۰ ب، نسخۂ ہاشمی، اژدحام (سہو کاتب)۔

۱۱ الف، نسخۂ ہاشمی، مداح نامور (سہو

کاتب)۔

۱۲ الف، نسخۂ ہاشمی، کر سکا (سہو کاتب)۔

۱۳ الف، نسخۂ ہاشمی، وکثوریہ۔

ص ۳۸۶: ب، نسخۂ ہاشمی: احتشام

(سہو کاتب)۔

ص ۳۸۸، یہ مرثیہ طاہر ایڈیشن کی اصل

مخطوطہ حسین میرزا میں بھی موجود تھا۔ مولوی مہیش پرشاد نے اپنے مضمون: دیوانِ غالب کے

قلمی نسخے (زمانہ، کانپور۔ فروری ۱۹۴۰ع) میں

محولہ مخطوطے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا۔

"یہ نسخہ اب جناب سید احمد میرزا

صاحب کے پاس ہے جو کاتبِ موصوف

(حسین میرزا) کے پوتے ہیں، جن کا اصلی

مکان، چھتہ چوہیا، محلہ فراش خانہ، دہلی میں ہے۔

لیکن میں نے جناب سید صاحب اور اُن کے

اعزا کی مہربانی سے اس نسخے کو مارچ ۱۹۳۴ع

میں ٹیلی گراف اسکوائر نئی دہلی میں دیکھا تھا۔

جہاں کہ سید صاحب اس وقت مقیم تھے۔۔۔

اس نسخے کے زائد اوراق میں مرزا کے کہے ہوئے مرثیے کے وہ تمام بند درج ہیں جس کا محض پہلا بند مولانا حالی نے یادگار غالب میں درج کیا ہے۔

ص ۱:۳۹۲، مولانا عرشی نے اپنے ایک مضمون میں دہلی اردو اخبار جلد ۱۴ شمارہ ۱۵ مورخہ ۱۱ اپریل ۱۸۵۲ع کے حوالے سے مرزا جوان بخت کی شادی کی تاریخیں یکم و دوم ماہ اپریل ۱۸۵۲ع بتائی ہیں۔

ص ۱:۳۹۴، یہ نسخہ تاباں کے حاشیہ ص ۱۵۷ پر نقل ہوا ہے۔

ص ۱:۴۰۰ الف، عز، عمدہ، ٹوٹی ہوئی ہوگئی (اور یہی درست ہے)۔

ص ۴۰۴ لطایف غیبی کا ستہ تصنیف و طباعت ۱۸۶۴ع ہے۔

ص ۱:۴۰۵، تاریخی ترتیب میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔

ص ۱:۴۱۶ الف، مکاتیب غالب کے خط نمبر ۳۶، ۴۱ و ۶۱ میں "قیامت تک" کی جگہ "ہزار برس" لکھا ہے۔

ص ۴:۴۱۷، روحِ کلام غالب از مرزا عزیز بیگ المتخلص بہ مرزا سہارنپوری میں لکھا ہے کہ: یہ غزل مروجہ دیوان میں نہیں ہے۔ مصنف کو غالب کے قلم خاص کی لکھی ہوئی اپنے استاد سوزان سے ملی تھی۔

ص ۲:۴۱۸ الف، روح، لب پر آتی تب بھی۔
۴ الف، روح، پر نہیں مجھ کو کسی سے

لاگ۔ نیز اس بیت کے بعد گنجینہ معنی غزل نمبر ۱۳۱ کے دو شعر: *مظاہر ہیں میری الخ* اور *ہوں گرمی نشاط الخ* نقل ہوئے ہیں۔

۵، روح میں یہ بیت اگلے شعر کے بعد ہے۔

۵ ب، سوالیہ نشان حذف کر دیجئے۔

ص ۱:۴۱۹ الف، روح، آٹھ۔

۷ الف، روح، زمرے۔

۷ ب، روح، فرقے۔

ص ۱:۴۲۰، تمکین کاظمی مرحوم نے

مجھے لکھا تھا کہ ناظر عالم نام کی کسی ہستی کا خارج میں وجود نہیں۔ اور اس پردے میں خود عبد الرزاق حیدر آبادی جلوہ فرما ہیں۔ اس اطلاع نے غزل اور اس سے متعلق روایت کو نا قابل اعتبار بنا دیا۔

ص ۱:۴۲۴، اس غزل کے بارے میں

نسخہ ہاشمی کا اندراج یہ ہے: "یہ پوری غزل جو دواوین متداولہ میں موجود نہیں، نواب احمد سعید خان صاحب کے قلبی نسخے سے حاصل ہوئی۔ اور نواب صاحب موصوف بہ بھی فرماتے تھے کہ غالباً یہ مرزا صاحب کا آخری کلام ہے جس کے بعد انہیں موت نے کچھ فرمانے کی مہلت نہ دی۔ اذیثہ۔"

۳ الف، ہمدرد، الہلال، یاسمن۔

۴ ب، ہمدرد، ہے پروین ہے پرں۔

ص ۳:۴۲۵ ب، نسخہ ہاشمی، نعل۔

۴، نسخہ ہاشمی، ندارد۔

ص ۱:۴۳۱، یہ غزل نسخہ ہاشمی میں

میں بھی ملتے ہیں۔ مگر پوری غزل کہیں نہیں ملتی۔ اب نواب احمد سعید خاں کے نسخہ دیوان سے نقل کی جاتی ہے ۱۲۔

۴ ب، نسخہ ہاشمی، شیوہ انداز (سہوکاتب)۔
۷ الف، نسخہ ہاشمی، کیوں نہ فردوس کو دوزخ میں ملا لیں یارب۔

۹ الف، شرح حسرت، ہم سے۔

۱۰، ان شعروں پر نسخہ ہاشمی میں یہ نوٹ ہے: "یہ اور اگلے تینوں شعر نواب احمد سعید خاں صاحب کے قلبی نسخے سے منقول ہیں ۱۲۔" نیز یہ چاروں شعر بھی ہاشمی صاحب نے اپنے قلم سے نقل کیے ہیں۔ روح کلام غالب کے لیے بھی یہ اشعار نواب احمد سعید خاں صاحب ہی سے ہاتھ آئے تھے۔

۱۰ الف، خطوط، کہلائے۔ روح، کٹے تو رات جو کاٹے تو۔ نیز روح میں یہ بیت "وہ داد و دید الخ" کے بعد ہے۔

۱۰ ب، روح، کوئی بتائے۔

۱۱ الف، نسخہ ہاشمی، مسعود (سہوکاتب)۔

۱۱ از نسخہ نواب احمد سعید خاں صاحب، نقل ہوئی ہے۔ روح کلام غالب (ص ۲۵۲) کے لیے بھی یہ غزل نواب سعید احمد خاں صاحب طالب رئیس دہلی ہی کا عطیہ ہے جو "فرمانے تھے کہ میں ہر وقت پھوپا جان (غالب) کی خدمت میں حاضر باش تھا۔ نیا کلام اپنی یاد داشت میں لکھتا تھا اور بجنسہ یہ غزل ہے۔" نادم سیتا پوری صاحب نے اسے نسخہ حسین مرزا میں بھی دیکھا ہے جہاں میری رائے میں یہ حاشیے کا اضافہ ہونا چاہیے۔ ملاحظہ ہو: غالب کے کلام میں الحاقی عناصر، ص ۲۷۵۔
۲ الف، نسخہ ہاشمی، بیٹھوں کیوں کر (سہو مرتب)۔

۴ الف، روح، دوست ہی کوئی۔

۴ ب، روح، ایک تمنا (سہوکاتب)۔

۵ الف، روح، سے میں۔

۷ الف، روح، کبھی چل جائے گی۔

ص ۱:۴۳۲، نسخہ ہاشمی میں لکھا ہے:

"اس غزل کے چار شعر اردو میں معنی (غالب)

باد آورد

گئی ہے۔

ص ۴:۴۵۲ الف، عز، چھاڑنا۔ قدیم انداز کتابت کے مطابق کبھی کبھی ہاے مخلوط کے ساتھ آنے کی صورت میں ج کی جگہ چ لکھ دیتے ہیں۔ یہ اسی کا اثر ہے اور قدیم دواوین میں یہ انداز پایا جاتا ہے۔

ص ۱:۴۵۳ ب، "یاں" پڑھیے۔

۵ یہ شعر نو دریافت نہیں ہے۔ اسے خارج کر دیا جائے۔

ص ۲:۴۵۴ عز میں یہ غزل قلزد کردی

گئی ہے۔

۸، عز میں یہ غزل قلزد کردی گئی ہے۔

۱۳، عز میں یہ غزل قلزد کردی گئی ہے۔

ص ۱:۴۵۵ ب، عز، زنگ (اور یہی درست

ہے)۔

۵، عز میں یہ غزل قلزد کر دی گئی ہے۔

۶ ب، "سبحہ" پڑھیے۔

۱۳، عز میں یہ غزل قلزد کر دی گئی ہے۔

ص ۴:۴۵۷ عز میں اس کے بعد لکھا

ہے:

"تمت تمام شد۔"

ص ۶:۴۴۴ ب، عز، پہلے، بر رکھا ہے۔

پھر "بر" قلزد کر دیا۔ پہلے، "زگاں"۔ پھر اسے قلزد کر کے "مڑہ" بنا دیا۔

ص ۲:۴۴۵ عز میں یہ غزل قلزد کردی

گئی ہے۔

۱۳ الف، عز، "اسد" کے لیے بیاض

ہے۔

ص ۲:۴۴۷ الف، عز، پہلے، آرائی۔ پھر

اسے چھیل کر "افروزی" بنا دیا ہے۔ مگر

حرف "ی" پر ہمزہ اب بھی باقی ہے۔

۵ ب، عز، آوارہ و سرگشتہ (اور یہی درست

ہے)۔

۶ الف، عز، پرداز (اور یہی درست ہے)۔

ص ۲:۴۴۸ الف، عز، "نید" بجائے "نید"

(سمو کتابت)۔

ص ۳:۴۴۹ عز میں یہ غزل قلزد کردی

گئی ہے۔

۸، عز میں یہ غزل قلزد کر دی گئی ہے۔

ص ۱:۴۵۰ عز میں یہ غزل قلزد کردی

گئی ہے۔

ص ۱۰:۴۵۱ عز میں یہ غزل قلزد کردی

فہرست اشعار

| | | | |
|--------------------|-----------------|--------------|------------------|
| ۷:۱۶۸، ۸:۱۷ | جا، کا | ۶۱۴۷ | صبا |
| ۲:۴۴۴ | گستر، کا | ۶۳۱ | حوصلہ، پا |
| ۱:۱۵۹، ۱:۱۱ | تحریر، کا | ۱۰:۱۸۷ | خدا، ہوتا |
| ۳:۱۸۰ | راز، کا | ۱۱:۱۸۶ | بار، ہوتا |
| ۱:۱۷۲، ۷:۲۰ | باغ، کا | ۱۲:۱۸۴ | ویران، ہوتا |
| ۱:۱۷۰، ۵:۱۸ | حاصل، کا | ۲:۴۴۵ | برتر، نہیں ہوتا |
| ۱:۳۵۰ | انگلستان، کا | ۱:۴۰۲ | کیا لکھتا |
| ۳:۱۷۰، ۱۰:۱۸ | مردگان، کا | ۴۴۰۳ | باجا |
| ۷:۱۸۲ | رضوان، کا | ۲۴۰۰ | پارسل، پہنچا |
| ۱:۲۹ | نشستن، کا | ۱:۴۰۱ | چینٹا |
| ۱:۳۰ | طلبکاروں، کا | ۹۳۶۶ | خدا |
| ۹:۳۰ | غمگین، کا | ۸:۴۴۶، ۱:۴۰۰ | سنان، پیدا |
| ۱:۱۷۱، ۱۱:۱۹ | گیہ، کا | ۱:۳۳ | گلزار، ہو پیدا |
| ۷:۱۷۰، ۷:۱۹ | بہاری، کا | ۵۳۲ | تقدیر، ہے پیدا |
| ۳:۱۶۶، ۱:۱۷، ۱۰:۱۶ | نارسائی، کا | ۵:۲۸ | بہار، صحرا |
| ۱۲:۲۷ | کوئی، کا | ۷:۳۹۳ | آیا، سہرا |
| ۱:۴۴۷ | حجاب، اُسکا | ۱:۳۹۲ | سر، سہرا |
| ۷:۲۵ | اختتام، اُسکا | ۱:۳۹۴ | کامکشان، ہے سہرا |
| ۶:۱۷۳، ۸:۲۰ | بیان، ہو جا بگا | ۶:۱۷۸، ۵:۲۲ | احسان، میرا |
| ۷:۱۶۲، ۴:۱۴، ۱۳:۱۲ | سامان، نکلا | ۱:۱۶۶، ۵:۱۶ | کم، میرا |

| | | | |
|------------------|----------------|--------------------|-------------------|
| ۵:۱۷۰ ۱:۱۱۹ | غرور، تھا | ۱:۱۸۸ | دفتر، کھلا |
| ۸:۱۷۸ ۱:۴۲۲ | ناموس، تھا | ۱۰:۱۵۵ | خاور، کھلا |
| ۵:۳۳۹ | غم، تھا | ۷:۱۸۱ | فنا، ہو جانا |
| ۳:۲۳ | بدخو، تھا | ۴:۱۷۹ ۷:۳۳ | پشتخار، اپنا |
| ۳:۱۶۷ ۵:۱۷ | اندازہ، تھا | ۳:۱۸۶ | بیان، اپنا |
| ۳:۲۷ ۱:۰۲۶ | حانانہ، تھا | ۶:۱۷۱ ۳:۲۰ | کس کا، آشنا |
| ۹:۱۷۶ | ستگر، نہوا تھا | ۱:۱۲۵ | کامل، ہونا |
| ۳:۱۸۵ | تاخیر، بھی تھا | ۸:۱۷۲ | آسان، ہونا |
| ۸:۱۶۷ ۷:۱۷ | پنہاں، سمجھا | ۷:۳۴۱ | تار، ہوں بلکہ سوا |
| ۷:۱۶۴ ۷:۱۵ ۱۰:۱۴ | بھل، باندھا | ۸:۱۷۴ ۱:۲۱ | پرور، ہوا |
| ۳:۴۴۶ | دم، چند رہا | ۱:۴۴۵ ۱:۳۱ | حاصل، ہوا |
| ۱۱:۳۲ | پیام، رہا | ۹:۱۹۳ | مہم سا، نہوا |
| ۴:۱۷۷ ۱:۲۲ | قابل، نہیں رہا | ۱:۱۹۲ | دوا، نہوا |
| ۱:۴۰۳ | کفن، دیکھا | ۶:۱۶۳ ۸:۱۴ | تلی، نہوا |
| ۵ ۴۰۳ ۷:۱۷۵ | یاد، آیا | ۱:۲۵ | شب، ہا |
| ۹:۲۹ | تیر، آیا | ۹:۲۴ | دل، ہا |
| ۴:۱۶۰ ۵:۱۱ | درد مند، آیا | ۵:۲۴ | شکستن، ہا |
| ۵:۱۶۰ ۳:۱۲ | مشکل، پسند آیا | ۹:۱۸۴ | ہوا، تھا |
| ۹:۱۶۱ ۷:۳۱۳ | پڑا، پایا | ۱۱:۱۶۴ ۱۳:۱۰ ۱۰:۱۵ | آب، تھا |
| ۱۰:۲۳ | زمین، پایا | ۱:۴۴۴ ۱:۲۶ | یارب، تھا |
| ۷:۱۸۳ | کیا، کیا | ۵:۱۷۹ | نبرد، تھا |
| ۱۱:۲۸ | رام، کیا | ۳:۱۶۱ ۷:۱۲ ۱۰:۱۰ | حدود، تھا |
| ۲:۴۰۲ | غم، کیا | ۶:۱۶۹ ۱۰:۱۷ | یار، تھا |

| | | |
|--------------------|----------------------|------------------|
| ث | آئیں، کیا | ۱۱:۱۸۸ |
| ۴:۳۶ سامانی، عبث | فرما، ویر کے کیا | ۱۰:۱۸۰ |
| ۱۱:۳۶ توانائی، عبث | من، کیا | ۲:۴۰۱ |
| ج | رہ، کیا | ۲:۴۰۳ |
| در، ہے آج | بے محابا، جل کیا | ۱:۱۷۵، ۷:۲۱ |
| منظر، ہے آج | کیوتر، ہو گیا | ۱۱:۳۱ |
| اختلاج | ہالہ، مہ ہو گیا | ۱۴:۴۴۵ |
| مسیحا، کا کیا علاج | توند، ہو گیا ہے گویا | ۵:۳۴۰ |
| احتیاج | ب | |
| ح | خراب | ۱۳:۳۳ |
| فنا، ہیج | کشا، موجِ شراب | ۷:۱۹۴ |
| باہر، کھینچ | دو، صاحب | ۲:۴۰۴ |
| دریدہ، کھینچ | طالب | ۱:۴۰۴ |
| ح | طالب، غالب | ۳:۴۰۴ |
| گلستان، گل و صبح | پسند، ہو گیا ہے غالب | ۷:۳۴۰ |
| د | خیال، عندلیب | ۷:۳۴ |
| یاد | صدائے، عندلیب | ۷:۳۵۲ |
| گمِ جاں، فریاد | ت | |
| چھٹا، میرے بعد | بشارت | ۳:۱۴۰ |
| ناند | بازار، دوست | ۴۷۵، ۷:۳۵، ۹:۱۹۵ |
| تحمّل، ناپسند | گہر، انگشت | ۶:۱۹۵، ۱۳:۳۴ |
| پسا، بلند | کس وقت | ۵:۱۹۷ |
| ناہید | سلامت | ۱:۱۹۷، ۱۱:۳۵ |

| | | | |
|----------------|----------------------|-------------------|---------------|
| نیاز | ۴:۲۰۷ . ۹:۴۵ | ر | |
| جولان، عجز | ۵:۴۷ | کبار | ۵:۴۳۹ |
| گہر بار، هنوز | ۱۰:۲۰۸ . ۱:۴۶ | آثار | ۱:۱۳۷ |
| مور، هنوز | ۱۲:۴۷ | بے کار | ۱:۱۴۸ . ۱:۲ |
| تغافل، هنوز | ۱۲ و ۶:۴۶ | نظر، در و دیوار | ۱:۲۰۰ |
| کفن، هنوز | ۱:۲۰۷ . ۴:۴۵ . ۱۱:۴۴ | درخشان، پر | ۴:۲۰۱ . ۸:۴۲ |
| جان، عزیز | ۱۲:۲۰۸ | گردن، پر | ۴:۲۰۲ . ۱:۴۴ |
| س | | ماہتاب، آئینے پر | ۱۲:۴۴۷ . ۱:۴۲ |
| پاس | ۳:۲۰۹ . ۶:۴۹ | نوبہار، تر | ۳:۴۲ |
| بس | ۴:۴۸ | ہوس، بہتر | ۲:۴۰۵ |
| محبوس، و بس | ۱۰:۴۸ | رقیب، آخر | ۳:۲۰۲ . ۱۱:۴۳ |
| ستارہ بار، برس | ۱:۴۰۶ . ۱:۳۵۸ | زنگ، آخر | ۱:۲۰۲ . ۹:۴۲ |
| مایوس | ۱:۴۹ | چشم تر، کر | ۱:۴۴۸ |
| ش | | یار، دیکھ کر | ۱:۲۰۳ |
| سواد، آتش | ۵:۵۰ | نشان، اور | ۱۲:۲۰۴ |
| نگار، آتش | ۶:۲۱۰ . ۱۷:۴۹ | رستا، کوئی دن اور | ۳:۲۰۶ |
| ط | | وفور | ۱:۳۵۹ |
| واہ، غلط | ۲:۴۰۶ | نور | ۴:۴۴ |
| ظ | | مہر | ۱:۴۰۵ |
| جی، محظوظ | ۱:۱۴۵ | پر، کہے بغیر | ۳:۲۰۴ |
| ع | | ز | |
| شعاع | ۱:۲۱۱ . ۱:۵۰ | ساز | ۹:۲۰۷ |
| جاودانی، شمع | ۲:۲۱۱ | زمزمہ ساز | ۱:۱۴۶ |

| | | | |
|-----------------|--------------------|--------------|----------------|
| آسا، شکستہ دل | ۳:۵۵ | غ | |
| جستجو، یعنی دل | ۳:۱۲۵ | ۹:۵۱ | بار، باغ |
| ایجاد، گل | ۱:۵۶ | ۳:۵۱ | ہزار، داغ |
| وفا ہے، گل | ۳:۲۱۴، ۱:۵۷ | ف | |
| عذیل | ۳:۱۳۴ | ۵:۱۲۵ | شکاف |
| م | | ۷:۵۲ | شفاوریز، یکطرف |
| آم | ۸:۴۴۱ | ۹:۲۱۱، ۱:۵۲ | اختیار، حیف |
| احترام | ۵:۳۸۳ | ک | |
| کلام | ۱۰:۳۵۵ | ۳:۲۱۳، ۲:۵۳ | اثر، ہونے تک |
| امام | ۲:۴۰۹ | ۷:۴۰۸ | مبارک |
| نفس، تمام | ۳:۵۹ | ۳:۵۳ | درمیان، اشک |
| نام | ۴:۱۵۲ | ۳:۲۱۲، ۱:۵۳ | بے پروا، نمک |
| ارم | ۱:۳۶۰ | ۱:۴۰۷ | یار، ایک |
| ماتم خانہ، ہم | ۱۰:۲۱۵، ۶:۵۸، ۹:۵۷ | گ | |
| یار، ہیں ہم | ۱۰:۵۸ | ۱:۲۱۴، ۱:۵۴ | دعا، نماز |
| ذوالجلالی، باہم | ۳:۳۴۱ | ل | |
| بے کسی، کی شرم | ۱، ۴:۲۱۶ | ۱:۴۰۹ | حال |
| جدا، گرم | ۷:۴۴۸ | ۱:۳۴۱ | دال |
| صداء معلوم | ۹:۲۱۵، ۳:۵۷ | ۳:۳۴۰، ۳:۳۳۹ | اطفال |
| کریم | ۱۰:۳۷۴ | ۸:۵۴ | لال |
| ن | | ۸:۵۵ | خیال |
| میری جان | ۲:۴۱۹ | ۱:۳۳۹ | دل |
| شہاب الدین خاں | ۳:۴۴۱ | ۱۰:۵۶ | تنگ، دل |

| | | | |
|----------------------|---------------------|--------------------|--------------------|
| ۴:۶۹ | تدبیریں | ۳:۴۴۹ | مے نوشاں |
| ۱:۱۵۰، ۸:۷ | زمیں | ۵:۷۱ | افسردگان |
| ۸:۲۳۵، ۵:۲۳۴ | التهاب، میں | ۲:۴۱۶ | پاس، کہاں |
| ۱:۴۴۰ | لڑائی، کس میں | ۶:۲۲۳، ۱۰:۷۱ | وصال، کہاں |
| ۳:۱۲۶ | ہم، میں | ۴:۲۲۳، ۱۱:۶۱ | داد، یاں |
| ۱:۲۲۱، ۹:۶۲ | تن، میں | ۹:۳۶۳ | رام، سخن |
| ۸:۲۲۰، ۳:۶۲ | زمانے، میں | ۸:۴۴۹ | افسردن |
| ۷:۶۷ | کوہکن، کی فکر میں | ۶:۲۱۸ | پرستی، ایک دن |
| ۱۴:۶۷ | سربکف، جلتا ہوں میں | ۱:۴۵۰ | جنگیدن |
| ۲:۴۱۷، ۱۰:۲۳۷ | پر، نہیں ہوں میں | ۱:۲۲۳، ۵:۶۳ | دیوار، چمن |
| ۴:۲۳۶ | جگر، کو میں | ۶:۲۱۶، ۹:۵۹ | ادا، کروں |
| ۶:۲۲۴، ۱۱:۶۳ | نگاہیں | ۱:۴۱۶ | افزوں |
| ۱:۴۱۵ | پیا، ہیں | ۱:۴۱۱، ۴:۲۳۱ | آ، بھی نہ سکوں |
| ۱۳:۶۶ | گریباں، ہیں | ۳:۶۵، ۱۰:۶۴ | رنگ، نکالوں |
| ۱۲:۶۸ | مخمور، ملتے ہیں | ۱:۴۱۷ | امام، ہوں |
| ۴:۲۲۲، ۱۲:۶۲ | صبا، باندھتے ہیں | ۴:۴۱۷، ۵:۶۶، ۱۰:۶۵ | کشیدہ، ہوں |
| ۳:۴۱۹ | دوتا، باندھتے ہیں | ۱:۴۱۰ | آ، جاتا ہوں |
| ۱:۴۴۸، ۴:۶۸ | استوار، رکھتے ہیں | ۲:۲۱۸، ۵:۶۰ | قضا، کموں |
| ۲:۴۴۸، ۳:۲۲۳، ۴:۶۴ | زیادہ، رکھتے ہیں | ۴:۴۱۰ | زار، کہوں یا نکموں |
| ۱۳:۴۴۸، ۳:۲۱۹، ۱۱:۶۰ | قدم، دیکھتے ہیں | ۲:۳۴۲ | خواب، کہاں سے لاؤں |
| ۱:۲۳۲ | در، کو دیکھتے ہیں | ۸:۲۴۰ | آے، کیوں |
| ۳:۴۳۹ | ناسزا، کہتے ہیں | ۱:۲۱۷ | دکھا، کہ یوں |
| ۳:۱۸۷ | جفا، کہتے ہیں | ۹:۲۳۷ | تکرار، کیا کریں |

| | | | |
|-------------|----------------------|-------------|-------------------|
| ۶:۴۵۰ | قفص، کو | ۴:۷۰ | گیرا، نہیں |
| ۱۰:۲۴۹ | شیون، کو | ۱:۴۳۰ | عتاب، نہیں |
| ۱:۳۹۰ | بادشا، کہیں اُس کو | ۳:۲۳۰ | ایجاد، نہیں |
| ۵:۲۴۴ ۳:۷۵ | ہم، ہے ہم کو | ۱:۲۴۰ | اعتقاد، نہیں |
| ۱:۴۲۲ | تما، مجھ کو | ۷:۲۲۴ ۱۲:۷۱ | نومید، نہیں |
| ۱:۴۲۳ | سلام، لو | ۴:۳۴۲ | آزار، نہیں |
| ۳:۴۲۲ ۴:۲۴۶ | سیم تن، کے پانو | ۵:۲۲۵ ۱۱:۷۰ | پر، نہیں |
| ۴:۲۴۲ ۲:۷۲ | تماشا، ہو | ۷:۲۲۸ ۱:۷۲ | منظور، نہیں |
| ۸:۷۲ | گستر، ہو | ۱:۲۲۰ ۱:۶۱ | تدبیر، نہیں |
| ۳:۲۴۷ | راہ، ہو | ۱:۱۵۰ ۸:۷ | معشوق، نہیں |
| ۳:۴۲۲ | دادہ، ہو | ۵:۲۳۳ ۴:۶۱ | گمان، نہیں |
| ۸:۷۳ | نوا، کم ہو | ۱۱:۶۹ | تہائی، نہیں |
| ۱:۳۸۷ | شعلہ فشاں، ہو | ۵:۱۴۵ | ہم، آشنا نہیں |
| ۲:۴۲۳ | یگم، تنہا یا ہو | ۹:۲۳۶ | نظر، میں خاک نہیں |
| ۵:۴۲۲ ۶:۲۵۱ | فغان، کیوں ہو | ۷:۲۲۷ | گلشن، میں نہیں |
| ۵:۲۴۸ | گفتگو، تو کیوں کر ہو | ۶:۲۲۵ | زَنار، بھی نہیں |
| ۵:۴۴۱ | ساز، نہو | ۱۳:۳۸۰ | فترخی آئیں |
| ۱:۷۳ | فرو، نہو | ۸:۳۵۶ | کھائیں |
| ۳:۲۴۳ | محبت، ہی کیوں نہو | ۳:۲۳۸ | نمایاں، ہوکنیں |
| ۱:۲۴۶ | جہاں، کوئی نہو | و | |
| ۱۰:۲۴۵ | تاثیر، سے نہو | ۱:۷۴ | آبرو |
| ۵ | | ۸:۷۴ | وفا، کرو |
| ۱:۳۷۶ | شہر و سپاہ | ۴:۴۲۲ ۱:۲۴۸ | کنشت، کو |

| | | | |
|--------------------|----------------|---------------|-----------------|
| ۱۲:۱۰۴ | شرارت، کی | ۳:۴۴۰ | تو لا، یا اللہ |
| ۱:۴۳۷ | پرست، کی | ۹ و ۱:۷۸ | کا، سمجھ |
| ۱:۳۳۸ | شہر یار، کی | ۹:۷۷ | بیدل، نیوچم |
| ۲:۴۵۲، ۴:۲۶۳، ۵:۸۳ | دلبر، کی | ۲:۲۵۴، ۱۲:۷۵ | خفتگان، نیوچم |
| ۵:۳۲۴ | نور، کی | ۷:۷۶ | باندہ |
| ۵:۹۸ | اسرافیل، کی | ۱۳:۷۶ | ناخواندہ |
| ۸:۳۵۸ | نام، کی | ۱۱:۴۵۰ | پریدہ |
| ۱:۴۵۲، ۶:۲۸۶، ۹:۸۲ | ہجراں، کی | ۹:۴۵۱، ۴:۷۷ | پوشیدہ |
| ۶:۴۳۰ | دھن، کی | ۲:۳۷۸ | بار، گرہ |
| ۶:۲۹۸، ۳:۱۲۴ | رفو، کی | ۷:۱۲۵ | بے شمار، اندیشہ |
| ۱:۲۶۳، ۱:۸۳ | شادمانی، کی | ۳:۴۵۱ | آشیانہ |
| ۲۶:۵۵ | اٹھانے، کی | ۱:۲۵۴، ۶:۷۵ | دل، ہے آٹھ |
| ۸:۴۵۴ | آرمیدگی | ۱:۴۲۴ | بن، تکیہ |
| ۵:۴۵۵ | مے کشاں، خالی | ی | |
| ۱:۲۵۷، ۳:۸۰ | خرامی | ۹:۳۵۲ | دیہی |
| ۱:۲۶۴ | پاسبانی | ۱:۳۱۴ | بر، نہیں آتی |
| ۷:۱۰۳ | اشک، افشانی | ۱:۱۳۴ | روغنی، روٹی |
| ۵:۱۱۶ | سامانی | ۱۰:۴۵۱ | جیلادی |
| ۱۲:۹ | اصفہانی | ۱:۳۶۱ | کاغذی |
| ۱:۲۵۶، ۱:۸۰ | خون، وہ بھی | ۱:۴۵۳، ۱۴:۱۰۰ | آشامی، آتری |
| ۷:۳۳۹ | تمہید، سہی | ۱:۴۳۹ | گہری |
| ۱:۴۳۲ | جفا، اور سہی | ۴:۳۰۴ | کہانی، میری |
| ۱:۴۳۱ | کہا، ہے تو سہی | ۸:۱۰۷ | خاطر افروزی |

| | | | |
|--------|-------------------------|--------|--------------------|
| ۱:۴۲۹ | گناہ کیجیے تو خوب کیجیے | ۴:۲۸۵ | وحشت، ہی سہی |
| ۳:۲۹۰ | اضطراب، تو دے | ۳:۲۶۶ | نسلی، نہ سہی |
| ۱۲:۱۰۸ | وا، کرے | ۱:۳۳۷ | آتی |
| ۱:۱۴۴ | رکھا، کرے | ۲:۳۵۳ | پانی |
| ۵:۳۴۱ | شاد، کرے | ۲:۴۵۳ | خود رانی |
| ۱۲:۱۰۷ | بیتابی، کرے | ۴:۹۹ | قاتلانہی |
| ۸:۲۶۸ | عربانی، کرے | ۲:۳۰۷ | اُتر، گئی |
| ۳:۴۵۶ | چھوڑے | ۱۳:۱۰۳ | بیشاب، ہو گئی |
| ۱:۳۵۱ | بیابان، سے | ۱:۳۹۵ | زنجیر، آدمی رہ گئی |
| ۲:۲۵۵ | لبوں، سے | ۳:۲۷۶ | پیدا، کرے کوئی |
| ۴:۲۷۹ | جادو، سے | ۹:۲۲۲ | موا، کرے کوئی |
| ۱۱:۹۸ | کاہلی، سے | ← | |
| ۱۰:۱۱۹ | زبان، نجمہ سے | ۹:۳۱۶ | مو، آئے |
| ۸:۲۶۹ | نمایاں، مجھ سے | ۴:۴۲۷ | آشیاں، پھر جائے |
| ۹:۲۹۳ | آ، جاے مے مجھ سے | ۵:۲۵۸ | بیقراری، ہانپاے |
| ۴:۲۸۲ | تماشا، کہیں سے | ۱:۱۳۳ | مارا، کہ ہانپاے |
| ۶:۲۶۷ | بیقرار، کے | ۱:۳۲۴ | بیسے، ہوتے |
| ۵:۳۳۵ | جام، کے | ۱:۳۰۹ | صارا، نہیں کرتے |
| ۷:۲۹۷ | ہم، آ کے | ۳:۳۰۹ | گورا، نہیں کرتے |
| ۸:۳۳۲ | دنیا، مرے آ کے | ۴:۳۰۶ | بدلتے، نہیں دیتے |
| ۴:۲۶۵ | مافی، مانگے | ۵:۱۳۳ | رہنے، تھے |
| ۲:۴۳۶ | آو کے | ۵:۴۲۷ | خدا، رکھتے تھے |
| ۶:۳۴۲ | سلام، کرنے والے | ۱۲:۴۵۵ | تعب، کاٹے |

| | | | |
|---------------------|------------|--------------------|----------------|
| ۲:۴۲۶ | بیتاب، ہے | ۴:۴۲۶ | گھر، جلے |
| ۳:۲۶۱، ۸:۸۱ | اضطراب، ہے | ۲:۴۵۴ | گل، کے تلے |
| ۳:۱۴۴ | طالب، ہے | ۵:۴۳۰، ۳:۳۳۴ | دم، نکلے |
| ۱:۲۷۴، ۸:۹۳ | علامت، ہے | ۳:۳۱۲ | نظر، ملے |
| ۲:۴۲۷ | قیامت، ہے | ۲:۳۴۳ | کیا جا، نے |
| ۹:۱۱۱ | دید، ہے | ۳:۱۰۶ | عدو، جانے |
| ۸:۲۷۰، ۱۱:۸۹ | بردار، ہے | ۱۱:۱۲۲ | جوشیدنی، جانے |
| ۲:۲۸۰، ۳:۹۷ | یار، ہے | ۷:۳۲۷ | سنائے، نہ بنے |
| ۱۳:۴۵۵ | نظر، ہے | ۱:۴۴۰ | بھیجا، تم نے |
| ۵:۱۰۰ | نور، ہے | ۱۱:۳۰۰، ۳:۱۲۱ | بر، آوے |
| ۹:۱۰۲ | گیر، ہے | ۱۱:۱۲۰ | ندیر، آوے |
| ۹:۴۵۲، ۵:۲۶۹، ۱۳:۸۸ | پرداز، ہے | ۱:۳۰۸ | گفتار، میں آوے |
| ۱۰:۲۷۳، ۴:۹۲ | پرہیز، ہے | ۶:۴۵۳، ۷:۱۱۲ | بیتاب، ہو جاوے |
| ۴:۲۵۹، ۱:۸۱ | یاس، ہے | ۴:۲۷۲، ۱:۹۲ | گردن، نہو جاوے |
| ۱:۳۰۲، ۷:۱۲۴ | جوش، ہے | ۵:۲۹۶ | ہم، ہوے |
| ۴:۱۲۳ | داغ، ہے | ۱:۱۴۳ | بن، ہوے |
| ۲:۲۷۸، ۱۰:۱۱۷ | ملاک، ہے | ۱:۲۹۵ | مہماں، کیے ہوے |
| ۴:۱۱۴ | وختناک، ہے | ۱:۲۸۳، ۴:۹۸ | ادا، ہے |
| ۱۰:۲۵۹، ۲:۸۱ | حال، ہے | ۶:۱۰۱ | صدا، ہے |
| ۱:۲۶۵، ۱۰:۸۳ | حاصل، ہے | ۱۰:۲۸۴، ۵:۹۱، ۵:۹۰ | تمنا، ہے |
| ۱۰:۱۰۶ | رام، ہے | ۱:۴۲۸ | کیا، ہے |
| ۶:۱۰۸ | شام، ہے | ۱:۴۳۶ | لیا، ہے |
| ۲:۳۰۰، ۵:۱۰۹ | اعظم، ہے | ۳:۴۵۲ | پر شباب، ہے |

| | | | |
|---------------|--------------------|---------------------|--------------|
| ۱۴:۱۱۱ | خود آرائی، ہے | ۱:۲۶۸، ۳:۸۷ | افغان، ہے |
| ۳:۴۲۸ | آنا، ہے | ۳:۴۵۳، ۵:۲۷۸، ۱۲:۹۵ | سامان، ہے |
| ۲:۴۲۹ | ادبار، آنا ہے | ۳:۲۵۷، ۹:۸۰ | جہان، ہے |
| ۶:۱۰۵ | سادہ، آنا ہے | ۱۰:۱۰۹ | گربان، ہے |
| ۱۰:۳۱۸ | خفا، ہوتا ہے | ۳:۱۱۹ | مضمون، ہے |
| ۲:۴۲۸ | نیا، ہوتا ہے | ۷:۴۵۴، ۶:۲۷۲، ۵:۱۱۰ | گل چیں، ہے |
| ۹:۳۱۷ | کال، اچھا ہے | ۳:۲۷۹، ۴:۹۶ | سنگیں، ہے |
| ۵:۳۱۵ | ہوا، کیا ہے | ۱۱:۱۰۵ | زاتو، ہے |
| ۱۰:۴۳۲، ۴:۳۳۸ | کم، کیا ہے | ۲:۴۵۶، ۱۵:۹۹ | راہ، ہے |
| ۱:۴۳۰، ۳:۳۲۱ | تو، کیا ہے | ۲:۴۳۷ | راہ، ہے |
| ۱۲:۱۲۱ | دکان، مفت ہے | ۹:۱۱۰ | آسودہ، ہے |
| ۷:۳۲۶ | کام، بہت ہے | ۴:۱۱۱ | سایہ، ہے |
| ۵:۲۷۱، ۱۱:۹۱ | تار، بستر ہے | ۱:۲۶۱، ۳:۸۱ | دبی، ہے |
| ۱۲:۱۱۵ | زنجیر، بہتر ہے | ۴:۲۹۲ | بیقراری، ہے |
| ۴:۳۱۳ | زندگانی، اور ہے | ۷:۴۵۳ | جلوہ گری، ہے |
| ۴:۳۲۵ | سخن، کی آزمائش ہے | ۱۰:۲۶۶، ۴:۸۵ | عالی، ہے |
| ۴:۱۲۰ | آرمیدن، منع ہے | ۴:۱۲۲ | تسل، ہے |
| ۳:۱۱۷ | نظر، پنہاں ہے | ۱۴:۱۱۳ | بدقلبی، ہے |
| ۴:۳۰۵ | دل، میں ہے | ۲:۴۳۰ | بنی، ہے |
| ۳:۳۰۶ | تعمیر، سو ہے | ۱۳:۱۱۸ | لنداختی، ہے |
| ۱:۲۶۷، ۲:۸۶ | بود، چراغِ کشتہ ہے | ۶:۱۱۸ | شکنی، ہے |
| ۴:۴۵۳، ۱۲:۱۱۶ | یابان، زدہ ہے | ۱۳:۴۵۴ | شامی، ہے |
| ۴:۲۷۵، ۱:۹۴ | براے، خندہ ہے | ۳:۲۶۷، ۸:۸۶ | آتی، ہے |

| | | | |
|----------------------|------------------|---------------------|--------------------------|
| ۴:۱۰۴ | ساز، ہے مجھے | ۲:۲۷۵، ۹:۹۳ | جو تبار، نغمہ ہے |
| ۲:۱۰۷ | افسوں، ہے مجھے | ۱:۲۷۶، ۴:۹۴ | متاع، جلوہ ہے |
| ۱:۴۵۷ | ترجینی، ہے مجھے | ۱:۳۰۷ | بہار، آتی ہے |
| ۱۳:۱۳۵ | طبیعت، نہیں مجھے | ۱:۴۵۲، ۱:۲۸۲، ۱۱:۹۷ | ادا، نکلتی ہے |
| ۳:۴۳۳ | بسم، آئے | ۱۱:۱۱۴ | ادراک، باقی ہے |
| ۴:۳۰۰ | بیاد، ہو گئے | ۱۰:۳۰۵ | طلبگار، ہوتی آتی ہے |
| ۶:۱۱۳، ۱۳:۱۱۲ | بتخانہ، کھینچے | ۷:۲۸۶ | آ، جاے ہے |
| ۵:۳۲۳ | حیا، کیے | ۱۱:۱۴۱ | کس بات، سے ہے |
| ۳:۴۳۰ | ہاں، نکالے | ۳:۴۲۷ | دکھایا، ہے کہ جی جانے ہے |
| ۷:۳۱۰ | جان، کے لیے | ۴:۲۶۴ | قرار، نہیں ہے |
| ۱:۳۴۰ | قاش، لڑنے کے لیے | ۳:۲۹۹، ۵:۱۲۴ | لے، نہیں ہے |
| ۸:۲۸۸، ۱:۱۲۴ | جتناء، چاہیے | ۵:۲۶۲، ۱:۸۲ | بجا، مجھے |
| ۱:۲۸۴، ۹:۱۲۳ | خرابات، چاہیے | ۴:۲۷۳، ۵:۹۳ | رب، مجھے |
| ۶:۲۶۸، ۶:۸۸ | دیوانہ، چاہیے | ۱:۴۲۶ | ناتوان، مجھے |
| ۱:۱۳۱ | اجھا، کیے | ۷:۲۶۵، ۱:۸۵، ۹:۸۴ | زانو، مجھے |
| ۴:۳۳۱ | مدعا، کیے | ۱:۳۰۱، ۹:۹۲ | افشائی، مجھے |
| ۳:۳۲۹ | بشر، ہے کیا کیے | ۲:۳۱۰ | جا، دے مجھے |
| ۱۰:۴۵۲، ۱۰:۲۷۷، ۸:۹۵ | صدا، ہو جائیے | ۴:۲۸۸، ۱۰:۱۲۳ | نہالی، نے مجھے |
| ۴:۲۵۴، ۴:۷۹ | مزگان، اُتھائیے | ۱:۴۲۷، ۵:۲۷۷، ۳:۹۵ | ڈراتا، ہے مجھے |
| | | ۱:۱۱۵ | بنایا، ہے مجھے |

اشارہ

توسیع کے درمیان مندرج اعداد مقدمے کے صفحات کو ظاہر کرتے ہیں

الف: اشخاص و السنہ وغیرہ

آصف (وزیرِ ملیان) ۱۴۱

آصف الدولہ ۲

آصف فیضی (۹۲)

آغا طاہر ۳۷۸، ۴۳۱

آغا علی (۸۹) ۴۸۰

آفاق دہلوی — مرتبہ نادرالتِ غالب

آقا — علی

آلہ نبی ۱۵۰، ۱۴۹

آن حضرت — محمد صلعم

ا

ابر، محسن علی، سید، حکیم ۴۳۳

ابراہیم (عادل شاہ) ۳۶۵

ابراہیم علی خاں، میر ۵۴

ابن حسن خاں، سید ۲۴۴

ابن مریم — عیسیٰ

ابو ظفر، شاہ — ظفر

اثر دہلوی، میر محمد ۳۱۴

احتشام الدین دہلوی ۳۹۵، ۴۲۳، ۴۲۹

آ

آباد (ممدی حسین خاں) ۴۲۱

آتش، حیدر علی، خواجہ (۳۵، ۴۶) ۴۲۱

آتش پرست ۱۲۹، ۲۰۳

آدم ۱۰۳، ۱۳۴، ۳۳۴، ۳۶۰، ۴۹۵

آرام، شیو نراین، مفتی (۱۴، ۳۱، ۳۲، ۴۰)

۴۲، ۵۴، ۶۹، ۷۸، ۱۲۰، ۱۳۳، ۱۳۶ —

۱۴۳، ۱۴۴) ۳۲۱، ۳۶۳، ۳۷۶، ۳۷۷، ۴۱۱

آرزو، خان (۹، ۱۰)

آزاد، ابوالکلام ۳۸۳، ۴۶۶

آزاد دہلوی (محمد حسین) (۲۲) ۱۳۶،

۱۷۳، ۲۱۸، ۳۱۰، ۳۹۲، ۴۱۶، ۴۳۸، ۵۰۸

آذر ۱۵۶

آزردہ، صدر الدین خاں، مفتی (۴۹، ۵۱)

۵۸، ۵۹، ۷۱) ۲۱۸، ۳۱۲

آسی (عبد الباری) (۷۶) ۲۳۱

آشوب، پیارے لال، ماسٹر، رائے بہادر

(۱۶۰) ۳۵۸، ۳۵۹، ۴۳۶، ۴۳۷

۹۳ — ۱۲۳، ۱۳۰، ۱۳۶، ۱۴۹، ۱۵۱، ۱۶۰
 ۱۶۱، ۱۶۷ — ۱۶۹، ۱۷۱، ۱۷۴ — ۱۸۱
 ۱۹۰، ۱۹۵، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۸، ۲۱۱، ۲۱۳
 ۲۱۶، ۲۱۸، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۹
 ۲۳۸، ۲۴۱، ۲۴۴، ۲۵۶، ۲۵۹، ۲۶۰ —
 ۲۶۲، ۲۶۸ — ۲۷۰، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۷
 ۲۷۸، ۲۸۱، ۲۸۶، ۲۸۸، ۲۹۰ — ۲۹۲
 ۲۹۷، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۷، ۳۱۷، ۳۲۳، ۳۲۶
 ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۹، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۸۸، ۳۹۰
 ۴۱۰، ۴۱۵ — ۴۱۷، ۴۱۹، ۴۲۴، ۴۲۶
 ۴۲۷، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۴ — ۴۵۶، ۴۶۸
 ۴۷۸ — ۴۸۸، ۴۹۱ — ۴۹۳، ۴۹۹ — ۵۰۰
 ۵۰۹، ۵۱۱، ۵۱۶ — ۵۲۴

اسد، میرامانی ۴۴۶، ۴۶۱

اسد الله الغالب — علی

اسدی (طوسی) (۴۵)

اسرار الحق، شاه ۳۱۹

اسرافیل ۹۸

اسفرنگی، سیف الدین ۱۶۰

اسکندر — سکندر

اسلام ۱۵۴، ۸

اسیر (میرزا جلال) (۹، ۱۷، ۲۴) ۴۲۷

اسیر لکهنوی ۳۹۰

احسان، عبد الرحمن خان ۵۰۱

احسن الله خان، عمدة الحکما (۲۵، ۶۱)

(۱۴۳) ۱۴۳، ۳۶۶

احمد جام ژنده پیل، شیخ الاسلام ۱۵۴

احمد حسن، سید، حکیم ۳۳۶

احمد حسن خان، سید (۵۵)

احمد حسن قنوجی (۷۰) ۳۳۶

احمد سعید خان، نواب — طالب

احمد مرزا، سید ۵۲۱

اختر، محمد صادق خان، قاضی (۲، ۱۰، ۴۴)

(۴۵)

اخگر، فرزند علی ۴۳۷، ۴۳۸

اردو (۸، ۱۴، ۱۵، ۱۷، ۱۹ — ۲۸، ۳۱)

— ۳۰، ۳۵، ۳۶، ۴۱، ۴۴، ۴۵، ۴۸، ۶۰

۶۷، ۷۱ — ۷۴، ۸۰، ۹۶، ۹۹، ۱۰۴، ۱۳۲

(۱۵۶) ۳، ۱۳۱، ۱۴۵، ۱۶۴، ۲۷۴، ۲۸۶

۳۴۲، ۳۴۵، ۳۵۴، ۳۷۴، ۳۷۵، ۴۰۵، ۴۲۶

۴۶۱

ارژنگ ۳۴۴

اسد، اسد الله خان بهادر عرف میرزا نوشه

(۱۴، ۲۴، ۳۳، ۸۵، ۸۷، ۸۸، ۱۰۲، ۱۴۰)

۱۱ — ۱۷، ۱۵ — ۲۲، ۲۵ — ۲۷

۳۵، ۳۷ — ۴۳، ۵۹، ۶۱ — ۶۷، ۶۹ — ۹۱

انوری (۴۴، ۶۵)
 اوج، عابد حسین، سید ۴۳۳، ۴۳۴
 اہلِ احد ۵۰۱
 اہلِ بقیع ۵۰۱
 اہلِ تہن — سنی
 اہلِ فرنگ (۳)
 اہلِ ہند (۴۵)
 ائمہ ۳۵۵
 ایرج ۱۵۴
 ایسٹ انڈیا ریلوے ۳۸۳
 ایسٹ انڈیا کمپنی ۳۶۲
 ایوب (پیغمبر) ۴۳۱
 ب
 بابر ۱۳۷
 بابریہ (۵۲)
 بادشاہ بیگم (۶۴)
 بادشاہِ دہلی — ظفر
 باربد ۳۲۰
 بارہ امام — ائمہ
 باقر علی خان (کامل) ۳۶۷
 بیر علی خان، حکیم ۱۰۶، ۴۹۶
 بدر الدین، سید (۱۶، ۵۳، ۱۴۲، ۱۴۳)
 برکات حسن مارہروی ۳۳۷

اصحاب — یارانِ رسول
 اصغر علی خان، نواب ۳۱۰
 افراسیاب (۲)
 افصح، حیدر علی (۳۵)
 اقتدا حسن ۴۰۱
 اکبر شاہ بادشاہ، محمد (۱۰۶)
 اکبر علی خان — عرشی زادہ
 اکھن، نواب ۴۱۸
 اللہ بخش ۳۵۶
 الہی بخش خان، نواب — معروف
 امجد علی شاہ (۴۳)
 امو جان، مرزا (۱۳۷ — ۱۴۰)
 امید علی، میر ۴۲۳
 امیر مینائی، امیر احمد، مفتی (۱۰۴، ۵۵)
 ۴۰۲، ۳۸۱، ۳۶۷
 امین الدین احمد خان، نواب ۴۳۲، ۲۴۷
 اندر، راجہ ۳۸۲
 انشاء، انشاء اللہ خان (۳۴) ۲۷۴
 انگریز، انگریزی (۱۳۲، ۸۷، ۶۱، ۵۶، ۳۹)
 ۴۲۳، ۳۷۶، ۳۵۹
 انکلیہ (۳)
 انوار الحق، مفتی (۷۳، ۹۰، ۹۱، ۱۴۵) —
 ۱۴۷، ۱۴۹، ۱۵۲، ۱۵۳ (۱۵۳) ۴۶۳

برو، ایان ۳۷۶

برون، ایان ۳۷۶

برہمن ۲۵۱، ۳۲۶، ۴۲۲

بزرگمہر (۶)

بشیر الدین میسوری، شاہزادہ (۱۶)

بلقیس (۶۴)

بلوان سنگھ، راجہ ۳۶۳

بلیغ، اکبر علی، سید ۳۶۲

بنی حمید ۴۱۴

بوتراب — علی

بورڈ آف کنٹرول ۳۷۶

بو علی سینا (۶۹)

بہادر شاہ — ظفر

بہار، ٹیک چند (۱۰)

بہرام ۱۵۴، ۳۸۲

بہزاد ۱۵۶، ۱۱۲، ۳۴۴

بہمن ۲۵۱

بیخبر، غلام غوث خان، خواجہ (۳۴، ۹)

۴۰۱، ۱۷۷

بیدل، عبدالقادر، میرزا، ابوالمعالی (۱۰، ۱۷،

۱۸، ۲۴، ۳۷، ۴۴، ۶۸، ۷۰، ۷۹، ۸۲، ۸۵،

۸۶، ۱۰۰) ۱۲، ۱۵، ۱۸، ۳۹، ۷۵، ۷۷،

۸۴، ۱۰۴، ۱۱۵، ۱۲۱، ۴۲۷، ۴۹۵، ۵۰۳

بیژن ۱۵۴

بیگم غالب ۵۱۷

بیگم مرزا شجاع الدین احمد خان تابان دہلوی

۳۹۴، ۴۳۰، ۴۶۶

بینی سنگھ، راجہ ۳۳۸

پ

پارسی ۳۴۵

پتھورا، راجہ ۳۵۳

پیر کنعان — یعقوب

پیغمبر — محمد صلعم

پیغمبر خدا — محمد صلعم

پیغمبر — محمد صلعم

ت

تابان، شجاع الدین احمد خان، میرزا ۳۹۴

تابان، صادق علی ۴۱۱

تاجمل حسین خاں والی فرخ آباد، نواب،

معین الملک، نصیرالدولہ (۱۲۴، ۱۳۲) ۳۱۰

۳۱۱

تحدین، محمد حسین خاں (۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۹

۱۴۰)

ترسا ۲۹، ۵۰، ۴۷۹

ترك (۲)

ترکی (۶۹)

جبریل (۱۲) ۵، ۹۸، ۱۳۴، ۱۵۱، ۲۳۴

۳۴۵

جری، ابرہ - اے - ایچ (۱۴۶)

جعفر، میرزا ۱۴۵

جم، جمشید (۱۴) ۲، ۱۴۵، ۱۵۴، ۲۲۴

۲۳۰، ۲۵۱، ۳۱۸، ۳۳۵، ۳۸۴، ۴۳۳

جنون بریلوی، عبدالحلیم، قاضی (۳۱، ۳۶)

۳۷، ۳۹، ۴۰، ۵۳، ۶۹، ۷۱ (۷۱، ۱۷۴، ۲۰۵)

۲۲۶، ۲۴۱، ۳۱۲، ۳۱۳

جوان بخت بہادر، میرزا، مرشد زادہ آفاق

۱۳۶، ۳۳۲، ۳۹۲، ۵۲۲

جواہر ۲۰۹

جوگ، مایا ۳۵۲، ۳۵۳

جوہر، جواہر سنگھ (۴۹)

جوہر، محمد علی ۴۶۶

جے، زاین، لالہ (۱۳۹)

ح

چار بار ۴۰۸

ح

حافظ شیرازی (۳۷، ۶۹) ۳۶۵

حالی، خواجہ (۱۳، ۱۷، ۲۵، ۷۳) ۱۴۴

۱۸۷، ۱۹۹، ۳۶۱، ۳۸۷، ۴۰۲، ۴۰۴، ۴۱۲

۴۲۲، ۴۳۶، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۶۶، ۵۰۸، ۵۱۴

تسین ۳۶۰

تشیع ۱۴۰، ۱۵۶، ۴۳۹

تصوف ۴۳۹

تفتہ، میرزا (۵، ۷، ۹، ۳۵، ۳۸، ۳۹، ۴۲)

۴۳، ۵۶، ۶۵، ۶۹ - ۷۲ (۷۲، ۱۳۸، ۲۰۹)

۲۳۴، ۲۸۱، ۳۰۹، ۳۲۱، ۳۳۰، ۳۳۶، ۳۷۶

تمرخانہ (۵۱)

تمکین کاظمی، سید (۷۳) ۵۲۲

تور ۱۵۴

تیموریہ، سلاطین ۲۳۷، ۴۱۷

تیموریہ، شاہزادگان (۵۳) ۲۳۹، ۳۳۲، ۳۹۶

ٹ

ٹامسن، جیمس (۶۷)

ٹ

ٹاقب، احسن اللہ خان ۴۰۲

ٹاقب، شہاب الدین احمد خان ۳۹۴، ۴۴۱

ج

جاکوب، جان (۴۱، ۵۶، ۱۲۷)

جالب دہلوی، سید ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۵

جاماسب (۶)

جامی (۴۵)

جانشین مصطفیٰ - علی

جانشین نبی - علی

۵۲۲

حامد علی خاں والی رام پور، نواب (۱۱۸)

حبیب حسین، حکیم ۴۲۳

حزین، علی، شیخ (۸، ۹، ۱۱، ۱۲)

حسام الدین حیدر خاں، نواب ۴، ۳۷۸

۴۰۰

حسرت موہانی (۲۱) ۱۱۵، ۴۱۴

حسرتی — شیفہ

حسن (ابن علی) (۷۹) ۳۹۱، ۵۰۳

حسین (۸۶)

حسین (ابن علی) ۱۵۱، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۹۱

۵۰۳

حسین علی خاں (شادان) ۳۶۷، ۴۱۶

حسین مرزا (۱۹، ۱۰۶، ۱۰۹، ۱۳۳) ۱۹۲

۳۷۸، ۳۷۹، ۵۲۱

حضرت ظال الہی — ظفر

حضور، حضور اقدس، حضور والا — ظفر

حقیر، نبی بخش، منشی (۴۲، ۴۷، ۵۱، ۵۲)

۵۸، ۶۸، ۱۱۹ (۱۲۷، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۷۷)

۱۸۸، ۱۹۰، ۱۹۳، ۲۳۹، ۲۵۱، ۲۸۹، ۳۱۶

۳۲۲، ۳۲۷ — ۳۲۹، ۳۳۳، ۳۴۲

حزہ ۱۹۴

حمید احمد خاں (۷۷، ۸۹، ۹۰، ۱۵۱، ۱۵۴)

۴۶۴

حمید اللہ خاں، محمد (والی بہوپال) (۹۲)

(۱۴۶)

حیا دہلوی، رحیم الدین بہادر، میرزا، شاعرزادہ

(۵۶) ۱۸۶، ۱۹۲

حیدر — علی

حیدر پرست ۵۰

حیدر شکوہ، میرزا (۵۲)

حیدر نواز جگ — نظم طباطبائی

حیرت شملوی (عبدالمجید) ۴۱۱

خ

خارجی ۴۴۰

خاقانی (۱۱، ۴۴، ۴۵، ۵۹) ۱۵۹

خامس آلِ عبا — حسین

ختمِ رسل — محمد صلعم

خدا بخش خاں ۴۶۶

خسرو دہلوی (۹، ۱۰) ۴۰۴

خسرو، خسرو پرویز ۵۲، ۸۳، ۹۲، ۱۴۷

۱۵۰، ۱۵۴، ۲۳۰

خسرو شیریں سخن — ظفر

خضر ۱۵، ۱۸، ۲۴، ۳۰، ۳۲، ۴۰، ۷۸، ۸۳

۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۷، ۲۰۷، ۳۱۱، ۳۱۳، ۳۲۳

۳۶۰، ۴۵۱، ۴۵۴

خضر سلطان بہادر، میرزا (۵۲) ۳۳۲۳۰۳۱۸

خلیل (ابراہیم) ۱۳۴

خوارج ۵۰۷

خویشگی (عبد العظیم نصر اللہ خان) ۴۴۶

خیر بہروری ۴۶۷

د

دارا ۱۵۶

داراب ۲۵۱

داغ، نواب مرزا خان ۲۷۴

دبیر، مرزا ۳۸۸

درد، خواجہ میر ۴۰۷

درویش حسن (۳۱)

دری (۶)

دلیل ۱۵، ۹، ۱۱۴، ۱۵۲

دمن ۴۲۴

دوالی ۶۸، ۳۴۱

دھری، دھریٹ (۴۳۹، ۴۴۰)

دبی (کالی) ۳۵۲، ۳۵۳

دبی پرشاد ۳۷۴، ۳۸۳

ذ

ذکا (حبیب اللہ) (۱۳۹)

ذکا، خوب چند ۴۲۷

ذوالفقار ۵، ۴۰۷

ذوالفقار الدولہ، نواب ۲۳۶

ذوالفقار الدین محمد — حسین مرزا

ذوق، محمد ابراہیم، شیخ، خاقانی، سند، سلطان

الشعرا (۵۲، ۵۸، ۶۳، ۶۴، ۱۳۹، ۷۱) ۱۳۶،

۲۹۱، ۱۳۷

ر

راشد حیدر آبادی، عبد الرزاق ۱۷۴، ۲۹۲

۳۷۵، ۴۱۳، ۴۲۰، ۴۲۱، ۵۲۲

راس (سول سرجن) ۴۱۶

رافضی، رفض ۴۳۹، ۴۴۰

راقو راجہ — شیودان سنگھ

راے بہادر، راے صاحب — آشوب

رحمن علی خان ۳۷۸

رحیم بیگ، مرزا ۱۸۹

رخشان — نیر

رسل، احمد علی، سید ۴۳۴

رستم ۱۵۴

رسول اللہ — محمد صلعم

رسول پاک — محمد صلعم

رشکی، عنایت حسین، قاضی ۴۱۴

رشید الدین خان دہلوی ۲۳۳

رشید و طواط (۱۱، ۴۶)

رضوان ۱۷۶، ۱۸۲، ۱۸۵، ۲۳۱، ۳۵۲

رفت بھوپالی، محمد عباس (۷۰) ۳۶۷

رمز دھلوی ۱۹۲

روح القدس — جبریل

رودکی (۱۱، ۴۴، ۴۵)

روث، پیارے لال ۳۸۱

رہام ۱۵۴

ریاض الدین امجد سندیلوی ۳۸۸، ۳۳۷

ریختہ (۸، ۱۱، ۱۵، ۱۶، ۲۲، ۲۴، ۳۶)

۴۳، ۴۶، ۴۷، ۵۰، ۵۳، ۵۴، ۶۹ (۱۳۶)

۱۸۶، ۲۱۸، ۲۲۰، ۳۱۶، ۳۲۹، ۳۳۰، ۴۰۷

۴۲۷

ریزیڈنٹ دھلی ۳۲۵

ز

زادشم (۳)

زاهد سہارنپوری، سید ۳۶۲

زنگی ۲۸

زلیخا، زلیخائی ۴۹، ۶۳، ۷۲، ۹۰، ۲۰۱

۲۳۸، ۲۷۲، ۳۳۹، ۴۲۲

زہرہ ۳۴۵

زینت محل بیگم ۱۴۳

س

ساسان پنجم (۶)

ساسانیاب (۵)

ساقی کوثر — علی

سام ۱۵۴

سحابی (۴۹، ۵۰)

سحر، ابو محمد (۸۹)

سّدو، شیخ ۳۵۷، ۳۵۶

سراج الدین محمد بہادر شاہ — ظفر

سراج الدین احمد (۲، ۱۴، ۲۱، ۴۸، ۶۶)

(۹۹)

سرسید — سید احمد خان

سرفراز حسین، میر ۳۱۵

سرور، امیر اللہ (۳۵)

سرور، رجب علی بیگ، میرزا (۳۵) ۱۳۹

سرور، عبد الغفور، چودھری (۹، ۱۱، ۶۵)

(۷۰، ۲، ۱۴۰، ۱۹۰، ۲۲۹، ۲۹۰، ۴۰۲)

سرور، میر محمد خان، اعظم الدولہ ۴۰۰

سری رام، لالہ (۱۶۰) ۴۳۶، ۵۰۱

سجن، فخرالدین ۴۱۸

سعادت علی، منشی ۴۴۱

سعدی (۹، ۱۰، ۴۵، ۴۶، ۶۹، ۷۰) ۴۳۸

سعید احمد خان — طالب

سعید الدین احمد خان — طالب

سکندر ۳۳، ۴۲، ۸۳، ۱۰۳، ۱۴۱، ۱۴۲

۱۵۷، ۲۲۳

سید محمد خان (۱۲۷، ۱۲۸)
 سید محمد لکھنوی، مجتہد العصر ۳۸۷، ۳۹۰
 سبیل چند، منشی ۳۸۱
 ش
 شاکر، عبدالرزاق (۱۳، ۱۵، ۲۲، ۲۴، ۷۲)
 ۱۶۲، ۱۶۳، ۲۲۴، ۲۷۸، ۳۰۲، ۳۰۴، ۴۲۷
 شاہ — ظفر
 شاہ اودھ ۳۹۰
 شاہ بیکسان — علی
 شاہ عالم مارہروی ۲۲۹
 شاہ محمد، خلیفہ (۱۰)
 شاہ نجف — علی
 شاہی، نورالدین (۵۱، ۵۲) ۱۴۰، ۲۳۸
 ۲۴۰، ۲۴۱
 شب قدر ۳۴۱
 شبیر — حسین
 شہداد ۴۹۵
 شرر بدایونی، علی بخش ۱۳۲
 شفا، حکیم (۴۵)
 شفق، انور الدولہ، نواب (۱۰، ۳۴، ۶۴)
 ۶۸، ۳۱۳، ۳۱۹، ۴۰۹
 شہر کی بیگم ۴۲۳
 شمس الامراء، نواب (۱۵، ۱۸، ۲۲ — ۲۴)

سکندر شاہ (۱۳۵)
 سلامت اللہ رام پوری ۵۰۱
 ساجو قیاس (۲)
 سلطان — غلام غفر الدین
 سلطان محمد بہادر (۱۳)
 سلمیٰ ۱۳۲
 سلیمان، سلیمانی ۷، ۸۸، ۹۲، ۹۹، ۱۰۰، ۱۳۱
 ۱۴۱، ۳۳۲، ۴۳۳، ۴۵۴
 سلیمان جاہ — ظفر
 سلیمان شکوہ بہادر، میرزا ۱۴۰، ۲۳۸
 سلیمان ندوی، سید (۸۶)
 سلیم (۳۷، ۴۵)
 سلیم خان ۳۵۵
 سنائی (۴۴)
 سلجور ۱۵۷
 سنی ۵۵، ۳۶۰، ۴۴۰، ۴۸۰، ۵۰۷
 سوزان (منشی حبیب الدین) ۵۲۲
 صبا، میان داد خان (۴۱، ۱۳۵، ۱۳۶)
 ۲۸۲، ۳۲۲، ۳۲۴، ۳۵۴، ۴۰۴، ۴۲۱
 سید احمد خان (۱۲۷، ۱۳۰)
 سید احمد دہلوی ۳۹۳
 سید حسن بلگرامی ۳۵۱
 سید الشہدا — حسین

۰۶۳، ۰۶۷، ۰۱۰۵، ۰۱۳۴، ۰۱۳۵ (۰۲۳۳، ۰۴۰۲)

۴۲۸

شیودان سنگھ، راجہ ۰۳۷۸، ۰۳۷۹

ص

صابر، محمد (قادر بخش، مرزا ۰۵۰۱

صاحبِ عالم مارہروی (۰۴۴، ۰۷۰) ۰۲۲۹،

۰۲۹۰، ۰۲۹۱، ۰۳۰۸، ۰۴۰۱

صائب (۰۹، ۰۱۱، ۰۳۷، ۰۴۵، ۰۶۰) ۰۴۱۹، ۰۴۲۶

صحابۃ کرام — بارانِ رسول

صدیق حسن خان، نواب ۰۴۳۱

صدیقی، عبد الستار ۰۳۵۹، ۰۳۷۵

صفافانی ۰۴۹۵

صفدر میرزا پوری ۰۳۶۲، ۰۵۰۶

صغیر بلگرامی ۰۳۳۷، ۰۳۸۸، ۰۴۰۶، ۰۴۱۶، ۰۴۱۷

۰۴۴۱، ۰۴۴۲

صنعت (۰۱۰۴)

صوفی ۰۵۵، ۰۴۳۹، ۰۴۴۰، ۰۴۸۰

صوفی، قادر علی خان، محمد (۰۱۴۵)

صوفی منیری ۰۱۹۰

صہبائی، امام بخش (۰۴۹، ۰۵۰، ۰۵۲، ۰۶۰)

ط

طالبِ آملی (۰۸، ۰۵۰) ۰۳۶۵، ۰۴۳۵

طالب، احمد سعید خان، سعید احمد خان

شمس الدین خان (۰۱۹)

شوق، احمد علی خان، حافظ ۰۱۵۶

شوق قدوائی، احمد علی (۰۲۶، ۰۷۳) ۰۱۳۰

شوکت بخاری، محمد اسحق (۰۱۷، ۰۲۳، ۰۳۸)

۰۴۲۷

شوکت بلگرامی ۰۱۹۱، ۰۵۰۳، ۰۵۰۴، ۰۵۰۶

شوکت بھوپالی ۰۳۶۷

شہاب الدین خان — ثاقب

شہ — محمد صلعم

شہِ دکن — عادل شاہ

شہِ دلدل سوار — علی

شہِ دین، شہِ مظلوم، شہِ معصوم — حسین

شہرت، حاجی میرزا (۰۵۲)

شہر بار — ظفر

شہنشاہ — ظفر

شہنشاہِ امم — محمد صلعم

شہیدی، کرامت علی ۰۲۳۴

شیدا (۰۱۰)

شیدا (عبد المجید خواجہ) ۰۳۵۱، ۰۵۲۰

شیریں ۰۲، ۰۶۷، ۰۹۹، ۰۱۵۰، ۰۱۶۰، ۰۱۷۱

۰۳۱۸

شیعہ، شیعی ۰۴، ۰۴۳۹، ۰۴۴۰، ۰۴۹۷، ۰۵۰۱

شیفتہ (۰۲۳، ۰۲۴، ۰۴۹ — ۰۵۱، ۰۵۶، ۰۵۹ —

عاصی، چنی لال ۴۲۹

عاصی، گہنشیام لال ۴۱۵

عالی، عالی بخت، میرزا (۵۲)

عبد اللہ خان بہادر رام پوری، نواب (۶۷)

عبد الحق، (ابا سے اردو) ۳۶۷

عبد الرحمن بجنوری (۸۶، ۱۴۶، ۱۴۷)

عبد الرحمن خان بن حاجی محمد روشن خان،

(۱۴۰، ۱۴۲)

عبدالسلام ندوی (۸۶)

عبد الصمد (۵-۷)

عبد العلی (۸۹، ۱۵۴) ۴۸۰

عبد الغفور، سید (۱۲۸)

عبد القادر بدایونی (۱۰)

عبد القادر، شیخ (۱۵۹)

عبد الکرم، محمد ۴۲۴

عبد اللطیف، سید (۷۳، ۸۹، ۹۰، ۱۵۰)

۴۶۴، ۱۳۰

عبد اللطیف خان آدھلوی، حکم ۳۵۵

عبد الماجد دریابادی ۴۱۲، ۴۱۳

عبد الودود، قاضی ۳۶۳، ۵۲۰

عربی (زبان) (۵-۷، ۳۶، ۱۸۱، ۱۳۱)

۴۲۶، ۲۰۵، ۱۶۱، ۱۳۳

عرشی، احمد حسن، سید ۴۳۱

سعد الدین احمد خان ۳۸۰، ۴۱۸، ۴۲۵

۴۶۶، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۲۰، ۵۲۲، ۵۲۳

طالب، طالب حسین (۱۴)

طپان، احمد بیگ خور، میرزا ۴۰۷

طپش (مرزا جان) ۴۰۷

طغرل ۱۵۷

ظ

ظفر (۲۶، ۶۴، ۶۷، ۱۵۷، ۱۵۸) ۱۳۴

۱۳۶، ۱۳۷، ۱۴۰، ۱۴۲، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۵۲

۱۵۴، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۸۷، ۲۰۴، ۲۳۷، ۲۳۹

۲۴۱، ۲۴۷، ۲۴۹، ۲۵۱، ۳۱۶، ۳۱۸، ۳۲۰

۳۲۲، ۳۲۵، ۳۲۹، ۳۳۲، ۳۳۶-۳۳۸، ۳۴۱

۳۴۳-۳۶۲، ۳۶۴، ۳۹۲، ۳۹۵-۳۹۷

۳۹۹، ۴۰۴، ۴۰۷، ۴۱۷، ۴۳۰، ۴۳۹، ۴۴۰

۵۰۱

ظفریاب خان ۴۲۱

ظہوری، نور الدین (۸، ۱۷، ۲۴، ۳۴، ۴۵)

(۶۱) ۲۲۰، ۲۳۰، ۳۶۵

ع

عائشہ (ام المؤمنین) ۵۰۲

عادل شاہ (ابراہیم) (۶۱) ۳۶۵

عارف، زین العابدین خان، میرزا (۴۹) ۲۰۶

۵۰۶

عشی (امتیاز علی خان) (۱۵۳، ۹۰) ۱۸،
۳۵ ۵۰، ۳۳۸، ۳۴۳، ۳۹۶، ۴۱۱، ۴۱۳،
۴۱۴، ۴۳۴، ۴۶۳، ۴۶۷، ۵۰۲، ۵۱۵، ۵۱۷،
۵۱۸ ۵۲۲

عشی زادہ، اکبر علی خان (۷۷، ۹۰، ۹۳،
۱۰۶، ۱۰۴) ۲۷۵، ۴۱۵، ۴۲۹، ۴۴۶، ۴۷۷،
۴۸۰، ۴۸۴، ۴۹۴

عفی شیرازی (۸، ۱۱، ۱۷، ۲۳، ۲۴، ۴۵،
۵۰، ۵۱، ۵۹، ۷۰) ۳۶۵

عزیز اللہ خان رام پوری ۴۱۱
عزیز بیگ سہارنپوری، مرزا ۵۲۲
عزیز لکھنوی، یوسف علی خان، مرزا، نواب
(۱۳۶، ۱۳۷) ۴۲۶

عسکری، مرزا محمد ۴۰۱
عظیم الدین احمد (۱۳۴، ۱۳۵، ۱۴۳)
علاق، علاؤ الدین خان بہادر، نواب (۳، ۴۱،
— ۴۴، ۵۷، ۷۱، ۷۲، ۱۳۶) ۲۰۵، ۲۰۹،
۲۴۶، ۲۴۷، ۲۸۱، ۲۹۰، ۳۳۴، ۳۳۸، ۳۵۰،
۳۵۶، ۳۵۷، ۳۰۳، ۴۰۸، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۳۲،
۴۳۸

تلوی (۶۰)
علی مرتضیٰ (۷۹، ۸۶، ۱۰۲، ۱۰۷، ۱۲۹،
۱۲۰، ۱۲۲) ۴، ۷، ۹، ۲۱، ۴۲، ۵۰، ۵۴

۶۰، ۶۸، ۷۱، ۷۹، ۸۱، ۹۰، ۹۹، ۱۰۰،
۱۱۰، ۱۱۱، ۱۲۰، ۱۴۸، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۹،
۲۰۸، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۴۰، ۲۶۰، ۲۹۶، ۳۲۷،
۳۹۱، ۴۰۹، ۴۱۷، ۴۴۷، ۴۵۶، ۴۷۹، ۴۸۲،
۶۳۰، ۶۸۳، ۷۳۰

۴۸۵، ۴۹۴، ۴۹۷، ۵۰۳
علی اکبر خان، نواب (۱۰۶)
علی بخش خان (۱۹) ۵۱۷
علی بہادر والی باندہ، نواب (۸، ۱۱، ۱۶،
۲۳۶) ۲۶

علی نقی الدین ۴۱۴
عماد الملک، نواب (سید تلی بلگرامی) ۳۵۱
۵۲۰
عمر ۱۳۵

عنایت حسین (۱۳۲)
عنایت حسین، سید ۴۳۱
عنصری (۱۱)
عید ۳۸۰، ۳۸۱
عیسیٰ (۱۳۲) ۳، ۶، ۸، ۵۴، ۱۰۶، ۱۲۰،
۱۲۲، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶،
۳۳۲، ۳۳۳، ۳۸۷، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۹۱، ۴۴۴

غ

غالب (۱۴، ۸۸، ۱۲۲، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۳۱،
۱۵۴، ۱۵۶، ۱۶۰) ۲، ۳، ۴، ۷، ۱۰، ۱۱

— ۴۹۴، ۴۹۷، ۴۹۹ — ۵۰۱، ۵۰۳، ۵۰۸ — ۵۰۵

۵۱۰ — ۵۱۳، ۵۱۵، ۵۱۷ — ۵۱۹، ۵۲۲

۵۲۳

غزالی ۸۵

غلام بابا خان، سید، نواب ۳۵۳، ۳۵۴

غلام حسن خان ۵۰۷

غلام عباس، سید (۱۱۴)

غلام علی خان، میر — وحشت

غلام فخرالدین عرف میرزا نفرو، شاهزاده

(۱۲۴) ۱۴۳، ۱۴۷، ۲۲۲

غلام نجف خان ۳۶۴، ۳۶۶

غلام نصیرالدین، میان ۳۹۳

غلام نظام الدین، میان ۳۹۳

غنیمت (۱۰)

ف

فارسی (۵ — ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۶ — ۲۲، ۲۹

۳۰، ۳۶، ۴۱، ۴۴، ۴۵، ۴۸، ۵۳، ۵۴، ۵۶

— ۵۸، ۶۰، ۶۳، ۶۴، ۶۶، ۶۹، ۷۱ — ۷۳، ۸۰

۸۱، ۸۶، ۹۶، ۹۹، ۱۰۲، ۱۰۴، ۱۰۶، ۱۰۷

۱۰۹، ۱۱۵، ۱۳۷، ۱۴۴، ۱۵۶ (۱۶۱، ۱۶۱، ۱۶۱، ۱۶۱، ۱۶۱)

۲۰۵، ۲۰۷، ۲۱۰، ۲۱۴، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۲۴

۲۳۰، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۴۰، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۶، ۲۴۶

۲۷۴، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۸۷، ۲۸۹، ۲۹۳

۱۳، ۱۵، ۱۶، ۱۸، ۲۰، ۲۵ — ۲۷، ۲۹، ۳۲، ۳۳

۳۶، ۴۰، ۴۲، ۴۳، ۴۵، ۴۸، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۸، ۶۱، ۶۸، ۷۱

۷۷، ۷۹، ۸۲، ۸۴، ۸۶، ۹۶، ۱۰۰، ۱۰۳

۱۰۴، ۱۰۶، ۱۰۸، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹

۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۲، ۱۳۴، ۱۳۶، ۱۳۸، ۱۴۱

— ۱۴۵، ۱۴۷، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۷، ۱۶۰

۱۶۱، ۱۶۳ — ۱۶۵، ۱۶۷، ۱۷۰، ۱۷۲ —

۱۷۵، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۱، ۱۸۲ — ۱۸۸، ۱۹۱، ۱۹۳

۱۹۴، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۹، ۲۰۱، ۲۰۴ — ۲۱۰

۲۱۲ — ۲۱۶، ۲۱۸ — ۲۲۰، ۲۲۲، ۲۲۴

۲۲۷ — ۲۳۲، ۲۳۴ — ۲۳۵، ۲۵۰ — ۲۶۰

۲۶۲، ۲۶۴ — ۲۶۶، ۲۶۹، ۲۷۱ — ۲۷۵

۲۷۸، ۲۸۰ — ۲۸۴، ۲۸۶، ۲۸۸، ۲۹۰ —

۲۹۵، ۲۹۷ — ۳۰۱، ۳۰۳ — ۳۰۵، ۳۱۳ —

۳۲۷، ۳۲۹، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴ — ۳۳۸، ۳۴۰

۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۵۱، ۳۵۴ —

۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳ — ۳۸۸، ۳۹۰ — ۳۹۴

۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹ — ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷

— ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸ — ۴۲۳، ۴۲۴ — ۴۲۸، ۴۲۹

۴۳۱ — ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲

۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲

۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲

۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲

فلر ۴۳۷
 فوجدار محمد خان (۸۷، ۸۸، ۹۱، ۹۲)
 ۴۹۵، ۵۰۵
 فیض، جگن ناتھ ۴۲۹
 فیض الحسن خان (کوئوال) ۴۱۶
 فیضی (۹، ۱۰)
 ق
 قادری، حامد حسن ۴۱۱، ۴۱۳
 قارون ۴۴۶
 قاسم، ابوالقاسم خان، سید، مصلح الدولہ ۴۰۷
 قاسم حسن خان ۵۲۰
 قاسم علی (۱۳۹)
 قائم چاند پوری (۴۶) ۴۰۱
 قتیل (۹، ۱۰، ۱۲، ۴۴، ۴۸، ۵۶، ۶۱)
 قدر بلگرامی (۱۲، ۱۳، ۳۷، ۳۹) ۱۹۰
 ۲۸۶، ۴۰۴
 قدسی (۴۴، ۴۵)
 قریشی، وحید (۹۳) ۴۲۴
 قلی ۲۷۴
 قرالدین، سید (۱۱۲)
 قرالدین، میر (۱۳۷، ۱۳۸، ۱۴۰)
 قیس — مجنوں
 قیصر ۴۴، ۱۵۴، ۱۵۶

۲۹۸، ۳۰۱، ۳۰۴، ۳۰۹، ۳۱۱، ۳۲۲، ۳۲۶
 ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۴۷، ۳۵۶، ۳۶۱، ۳۶۴، ۳۶۸
 ۳۶۹ — ۳۷۳، ۳۷۵، ۴۲۶، ۵۰۶، ۵۰۷
 فاروقی، ثار احمد ۲۱۷
 فاضل زیدی ۴۲۲
 فخر دین، فخرالدین — غلام فخرالدین
 فخرالدین محمد خان، نواب (۱۱۵، ۱۱۸)
 فدا، فدا حسین ۴۲۲
 فراق، ناصر نذیر، سید ۳۹۳
 فرحت اللہ خان مرادآبادی، میر ۲۳۳
 فردوسی (۴۴، ۴۵)
 فرهاد ۴۴، ۵۲، ۵۶، ۶۲، ۶۷، ۸۳، ۹۲
 ۹۸، ۹۹، ۱۴۶، ۱۵۰، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۷۱
 ۱۸۵، ۲۳۰، ۳۱۸، ۳۲۵، ۴۲۴، ۴۸۷
 فرعون ۱۷
 فرنگی زادہ ۹۸
 فریدون ۲۵۱
 فضل حق خیرآبادی (۶، ۷، ۲۲، ۲۳، ۵۸)
 ۳۱۵ (۸۷)
 فغانی شیرازی، بابا (۴۵) ۱۶۰
 فغفور ۴۴
 فقیر (۱۰)
 فلاطون ۳۵۶، ۳۴۵

ک

کالکا دیبی ۳۵۳

کالے صاحب — غلام نصیر الدین

کرشن اوتار ۳۵۳

کرم حسین ۱۳۱

کریم الدین (۱۱۳، ۱۱۴)

کلاک صاحب ۲۷۴

کلب علی خاں والی رام پور، نواب (۶)

۰۲۹، ۰۳۰، ۰۵۵، ۱۰۱ (۱۳۸، ۱۴۰، ۲۳۷،

۰۳۵۸، ۰۳۶۰، ۰۳۸۰، ۰۳۸۱، ۰۴۱۷، ۰۴۳۳، ۰۴۳۵،

۵۱۸

کلو، حاجی ۴۴۱

کلیم (۰۹، ۰۳۷، ۰۴۵)

کلیم — موئی

کمال اسماعیل اصفہانی ۱۵۹

کپنی ۳۶۲

کنہیا لال ۳۶۶

کنہیا لال، لالہ ۳۶۱

کوان (جے ایل) ۳۵۸، ۳۵۹

کولڈ اسٹریم ۵۰۲

کوہکن — فرہاد

کے ۱۲۴

کینسرو ۲۵۱

کیتنگ، لارڈ ۲۸۳

گ

گبر (۲) ۰۵۰، ۴۷۹

گل گور ۹۹

گودرز ۱۵۴

گورے ۴۲۸

گیو ۱۵۴

ل

لال یگ ۳۵۷

لطیف احمد بلگرامی ۳۱۵

لعل خاں (۸۵)

لقا ۱۳۵

لقمان ۳۵۶

لکھی چند سیٹھ ۳۶۳

لہراسپ ۱۲۹

لیک، لارڈ، جرنیل، حتمام الدولہ (۳)

لیلی ۰۲۳، ۰۲۷، ۰۸۷، ۰۸۹، ۰۹۰، ۰۹۷، ۰۱۲۲،

۰۱۳۱، ۰۱۳۲، ۰۱۶۷، ۰۱۷۱، ۰۲۲۰، ۰۲۶۳، ۰۲۶۶،

۰۲۷۶، ۰۳۳۳، ۰۵۱۱

م

مادھو رام (۱۰)

مالک رام (۰۲۱، ۰۹۹) ۰۱۱۵، ۰۳۷۶، ۰۳۹۴،

۰۴۰۳، ۰۴۲۷

محمد حسین (۸۹)
 محمد حذیف، پیرزادہ (۷۴)
 محمد سعید خان والی رام پور، نواب (۶۶)
 محمد سلیم خان، حکیم ۳۵۵
 محمد شفیع دہلوی، خواجہ (۱۲۱، ۱۲۰)
 محمد عباس لکھنوی، مفتی (۶)
 محمد عظیم — عظیم الدین احمد
 محمد عظیم خان، حکیم ۳۵۵
 محمد معظم، شیخ، خلیفہ (۱۸، ۱۷، ۵)
 محمد مقصود (۱۳۷)
 محمود خان، حکیم ۴۲۶، ۴۲۶
 محمود خان شیرانی (۱۵۳، ۹۲، ۲۱)
 محو، غلام حسن خان (۵۱، ۴۹) ۵۰۷
 محوی (۵۲)
 مرتبہ نادراتِ غالب ۳۲۷، ۳۱۷
 مرزا، میرزا (رفیع السودا) (۸، ۱۱، ۴۵)
 — (۴۷) ۴۴۶، ۲۳۹
 مرزا نفرو — غلام نغرا الدین، شاہزادہ
 مرزا مغل ۳۳۲
 مرشد زادۃ آفاق — جوان بخت بہادر، میرزا
 مرشد زادے ۱۴۲، ۱۴۳
 مریم ۳۴۵
 مسلمان ۱۴۲، ۳۵۰، ۳۵۲

مانی ۶، ۸۳، ۸۴، ۱۴۸، ۲۶۵، ۳۴۴
 مشکاف، طامس ۱۴۲
 مجروح، میر مہدی (۳۶، ۵۲، ۷۱، ۱۳۸)
 ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۹۶، ۳۰۵، ۳۱۲، ۳۱۵، ۳۳۳
 ۳۴۴، ۴۰۹، ۴۱۹، ۴۱۹، ۴۲۳، ۴۲۸
 مجلس آراے نجف — علی
 مجنوں (۲۷) ۲، ۱۴، ۲۲، ۲۳، ۲۷، ۳۱
 ۳۷، ۴۳، ۴۵، ۶۷، ۸۷، ۸۹، ۹۰، ۹۳، ۹۷
 ۱۰۳، ۱۱۵، ۱۱۹، ۱۲۲، ۱۳۱، ۱۶۲، ۱۶۷
 ۱۷۱، ۱۷۶، ۲۰۱، ۲۲۰، ۲۲۶، ۲۵۹، ۲۶۳
 ۲۶۹، ۲۷۶، ۲۸۰، ۳۱۳، ۳۲۳، ۳۲۵، ۳۶۵
 ۴۹۰
 محسن لکھنوی، محسن علی، میر ۳۵۴
 محمد (صلعم) ۴، ۸۱، ۱۴۲، ۱۴۹، ۱۵۰
 ۱۵۱، ۱۸۸، ۳۴۶، ۳۶۰، ۳۶۶، ۳۹۱، ۴۰۹
 ۴۱۰، ۴۱۷، ۴۳۹، ۵۰۲
 محمد ابراہیم، شیخ — ذوق
 محمد اکرام، شیخ (۷۳) ۱۳۰، ۳۱۰، ۳۲۵
 ۴۳۰
 محمد باقر ۴۶۳
 محمد باقر دہلوی ۱۳۵
 محمد بخش خان ۵۲۰
 محمد حسن، خواجہ (۲۲)

مسیح، مسیحا — عیسی

مشتاق، بهاری لال ۳۶۱

مشکل آسان کن — علی

مصطفیٰ — محمد صلعم

مصطفیٰ خان — شیفته

مظہر، عبد الصمد، محمد (۸۹) ۴۶۹

معتمد الدولہ (آغا میر) ۲۴۵، ۷۵

معراج دہول پوری، قاضی ۲۹۱، ۴۰۳

۴۰۴، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۴۰

معروف دہلوی، الہی بخش خارب، نواب

(۳۱) ۱۸۲، ۲۰۹، ۲۱۳، ۲۸۱، ۲۹۰، ۴۱۰

۴۱۱

معظم علی خان، صاحبزادہ ۴۳۴

معین الدین، حافظ (۸۸، ۲۰) ۴۶۴

معین الملک (۲)

مغل (۱۲)

مکلوڈ — میکلوڈ

مکین، مرزا فاخر (۱۰)

ممتاز علی، منشی (۱۳۴)

ممتاز، احسان اللہ (۱۰، ۴۴، ۴۵)

مخون، نظام الدین، میر (۷۱، ۵۰)

مست (۱۰)

منظر امروہوی (۱۴۵)

منگمری ۲۷۴، ۲۸۳

منشی — سعادت علی

منصور ۲۲۹

منیر ۲۳۶

موسوی ۱۵، ۱۳۴

مومن، مومن خان (۴۶، ۵۸، ۶۰، ۷۱، ۱۰۴)

۱۰۸، ۱۳۹ (۲۳۳)

مہاراق راجہ — شیودان سنگھ

مہر، حاتم علی، میرزا (۳۴، ۳۵) ۱۳۱، ۱۸۹

۱۹۲، ۲۰۵، ۲۵۲، ۲۵۸، ۳۰۶، ۳۲۱، ۳۳۱

۳۳۸، ۴۰۰، ۴۰۴، ۴۰۵

مہر، غلام رسول (۱۵۶) ۳۵۰، ۳۵۷

۳۹۴، ۴۰۱، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۶، ۴۶۶

مہر علی اکبر آبادی، میرزا ۴۰۴

مہیش پرشاد، مولوی (۱۵۶) ۴۴۱، ۵۲۱

میر (تقی) (۸، ۱۱، ۳۷، ۴۵ — ۴۷، ۵۱)

۶۱، ۱۸۶، ۲۳۹، ۴۳۳

میرزا جعفر ۱۴۵

میرزا خانی (۲۲)

میرزا صاحب — غالب

میرزا نوشہ — غالب

میر مہدی — مجروح

میرن ۳۶۷، ۵۲۱

میکش، احمد حسین، سید ۴۲۳

میکلوڈ ۳۷۴، ۳۸۳، ۳۸۴، ۵۲۱

میکائیل ۳۴۴

ن

نادم سیتاپوری ۵۲۱، ۵۲۳

نابخ لکھنوی، امام بخش، شیخ (۳۵، ۳۶)

(۴۶، ۵۸) ۴۲۱، ۴۲۰

ناصی ۴۴۰

ناصر علی سرھندی (۱۰، ۴۴)

ناصر علی، میر ۴۹۴

ناطقی، ابو العلا ۴۳۳

ناظر جی ۲۹۰

ناظر عالم — راشد حیدر آبادی

ناظم، یوسف علی خان والی رام پور، نواب

(۱۰۴، ۱۱۸، ۱۳۳، ۱۳۴) ۱۴۰، ۲۷۴

۳۳۶، ۳۸۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۱۶، ۴۳۳، ۵۲۱

نبی — محمد صلعم

نجات علی خان، سید، صاحبزادہ ۵۱۸

نحیف خان، میرزا، ذوالفقار الدولہ (۲)

نجم الدولہ بہادر — غالب

نجم الغنی خان ۲۷۳

نسّاخ (۱۴، ۱۶، ۳۶، ۳۷)

نسیمی — علائی

نصارا ۵۳

نصر اللہ بیگ تھان (۳)

نصرۃ الملک بہادر ۱۴۱

نصیر، شاہ ۲۱۷

نصیر الدین (۱۴۷)

نصیر الدین حیدر (۴۳)

نظام الدین، سلطان ۴۰۴

نظامی بدایونی (۲۶، ۷۳، ۱۵۶) ۱۳۰

۳۵۱، ۳۸۰، ۴۰۱

نظامی، خواجہ حسن ۱۴۳، ۴۰۷، ۵۰۷

نظامی گنجوی (۹، ۱۰) ۳۰۲

نظم طباطبائی، علی حیدر، سید (نواب حیدر

نواز جنگ) ۴۱۴، ۴۲۱

نظیری (۸، ۱۱، ۱۷، ۴۳، ۴۴، ۶۹) ۱۶۰

نقی بلگرامی، سید (۲۱، ۹۹)

نکیرین ۳۱۷، ۴۱۸

نل ۴۲۴

نمرود ۱۹۳

ننھی خاتم ۳۹۳

نواب — کلبر علی خان والی رام پور

نواب — ناظم، یوسف علی خان والی رام پور

نواب باندہ — علی بہادر

نواب لوہارو ۳۵۷

ماروت ۳۴۵

هاشمی فریدآبادی، سید ۵۲۱، ۴۶۷

هاشمی، نورالحسن ۴۳۰

هدایت علی خان، نواب (۱۰۴) ۵۱۹

هڈسن، میجر ۳۱۸

هرمزد، شت — عبدالصمد

هشت و چار — آقه

حلالی (۴۵)

هندو ۳۵۳، ۳۵۲

هندی (۱۰۴) ۳۴۵

هندی (زبان) (۱۶، ۴۸، ۵۳، ۶۹، ۱۳۳)

۲۸۱، ۳۰۹، ۳۶۸، ۳۶۹ — ۳۷۱، ۳۷۳

هوشنگ ۱۲۹

هولی ۳۸۱

هیرا سنگھ ۴۳۴

ی

یارانِ رسول ۵۰۲، ۴۴۰، ۴۳۹

یارانِ نبی — یارانِ رسول

یزید ۳۹۱

یعقوب ۴، ۷۴، ۹۸، ۲۰۱، ۲۳۸، ۳۲۵

یوسف (۵۲) ۴، ۲۲، ۶۳، ۱۸۳، ۱۸۵

۲۰۱، ۲۳۸، ۳۰۱، ۳۲۵، ۳۴۴، ۴۱۶، ۴۱۸

نواب مرزا خان — داغ

نورالحسن خان (۸)

نورالدین احمد لکهنوی (۱۳۲)

نوروز ۳۸۱، ۱۴۰

نوعی (۴۵)

نوالکشور، منشی (۷۳) ۳۵۵

نیاز علی، میر (۱۴۳)

نیر و رخشان، ضیاء الدین احمد خان، نواب

(۱۹، ۲۵، ۲۹، ۴۳، ۴۹ — ۵۱، ۵۸ —

۶۰، ۱۰۸، ۱۱۰، ۱۳۰ — ۱۳۴، ۱۳۶، ۱۳۷،

(۱۴۴) ۱۹۲، ۲۰۶، ۳۴۴، ۳۴۶، ۴۴۲، ۵۰۷

و

واجد علی شاه (۴۳)

وارسته سیالکوٹی (۱۰)

واصل خان ۳۵۵

واقف، نورالعین (۹ — ۱۱، ۴۴، ۴۸، ۶۱)

وجیه الدین خان ۴۲۹

وحشت، غلام علی خان، میر ۲۳۳

وصی احمد بلگرامی، سید ۴۰۶

وصی ختمِ رسل — علی

وکتوریا ۳۸۵، ۳۷۶

ولی عهد بهادر — جوان بخت، مرزا

ولی عهد بهادر — غلام نغراالدین

یوسف مرزا (۱۳۵) ۲۸۹

۴۲۹

یوسف خان، میرزا ۳۰۱، ۳۳۳، ۵۱۷

ب: مقامات وغیرہ

ایران (۱۲، ۳۴، ۴۸، ۶۳، ۱۳۱) ۲-۴

۱۵۴، ۱۵۹، ۱۶۱، ۱۶۳، ۴۳۵

ب

بابل ۳۴۵

باندہ (۲۱) ۱۸۲، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۳۶، ۵۰۶

۵۱۰

بانکی پور (۱۹)

بدایوں (۱۰۶، ۱۵۶) ۴۱۴

بدخشاں ۴۲

بدرِ صغیر - ہند

برما ۳۹۲

بغداد (۶۳)

بقیع ۵۰۱

بلادِ شرقیہ (۴)

بلی ماراں ۳۸۸، ۴۳۶

بندیل کھنڈ (۲۱)

بمبئی ۳۶۵

بہار ۴۰۶

آ

آگرہ (۷، ۵۴، ۱۲۶، ۱۳۶، ۱۴۲، ۱۴۳)

۱۲۲، ۱۲۶، ۳۶۱، ۳۸۳، ۳۸۴

ا

اُحد ۵۰۱

ادارۃ یادگارِ غالب رام پور (۱۵۴)

ارم ۷۶، ۱۳۳، ۳۶۰

اصلاح لائبریری دیسہ (۱۱۲)

اصفہان، صفہان، اصفہانی، صفہانی (۸)

(۱۷) ۹، ۹۳، ۳۴۵، ۴۵۳

اکبر آباد، اکبر آبادی (۳، ۵، ۶) ۱۳۰

۳۶۲ نیز دیکھیے آگرہ

الور ۳۷۸، ۴۲۳

الہ آباد ۳۷۵

انڈیا آفس لائبریری (لندن) ۴۰۰، ۴۲۷

انجمن ترقی اردو (پاکستان) (۱۹) ۴۰۰

انجمن ترقی اردو (ہند) (۸۶) ۴۶۷

انگلستان ۳۵۰، ۳۷۶

بیت اللہ — کعبہ

بیت الحرام — کعبہ

یلستون ۱۵۰۰۹۲۰۲

یکم کا باغ — ملکہ کا باغ

بھ

بھاپور (موضع) ۳۵۳

ہوبال (۱۹، ۶۸، ۷۹، ۹۲، ۱۴۵، ۱۵۲)

۴۴۴، ۴۳۱، ۴۲۰

پ

پاٹودی ۴۲۳

پارس، پارسی (۸، ۱۶) ۱۲۸، ۳۴۵

پارسی (زبان) — فارسی

پانی پت (۱۱۴) ۴۰۲

پٹنہ ۴۰۰

پرنگال، پرنگالی ۸۵

پل — جنا کا پل

پنجاب ۱۳۸، ۳۷۴، ۳۸۳، ۵۲۱

پنجاب یونیورسٹی ۴۲۴

پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور (۹۲)

(۱۲۰) ۴۲۴

پیرس کا قومی کتاب خانہ ۴۰۰

ت

تار ۲۸۰

ترکستان ۴۴۰

تکیہ صائب ۴۲۶

توران (۲)

تہران ۳۶۵

ٹ

ٹونڈلا جنکشن ۲۸۴

ٹونک ۴۱۴

ٹیلی گراف اسکوائر (نئی دہلی) ۵۲۱

ج

جام ۱۵۴

جام باغ (محلہ) ۴۱۴

جنا ۳۸۴، ۴۰۹

جنا کا پل ۳۸۴، ۳۷۲

حوے شیر ۱۵۹، ۱۶۰، ۲۳۰

جہانگیر آباد ۲۳۲

جے پور (۱۹)

جیل خانہ (دہلی) ۴۱۶

ح

چاپ خانہ مجلس تہران ۳۶۵

چاندنی چوک ۳۵۰، ۳۸۸

جولا ۳۸۴

چین ۹، ۳۰، ۱۵۱، ۳۴۴، ۳۷۷، ۳۸۱

۴۲۴

کتاب خانہ رام پور

رودر موصی ۴۱۴

روس ۳۷۷

روم (۶۲) ۲ ۱۵۴ ۳۸۶

ز

زمزم ۳۲۷ ۳۳۵

زنگ، زنگی ۲۸

س

سدرہ ۱۴۷

سٹر سکندر ۳۲ ۴۲ ۴۷۵

سرولی ۳۵۶

سری نگر ۴۱۵ ۴۲۹

سعادت خان کی نھر ۴۱۹

سلسیل ۳۹۱

سلطان جی کی باؤلی ۴۳۵

سلیم شاہ کا تکیہ ۳۶۳

سمرقند (۲)

سندھ ۳۸۶

سورت ۳۵۴

سونات ۳۴۴

سیّد المطابع دہلی (۱۲۷)

ش

شام ۳۸۶

شاہ پور ۴۲۳

شاہ جہان آباد (۳) نیز دیکھیے دلی

شاهدرہ (۱۳۹)

شیر فکن خان کی بارہ دری ۳۸۸

ص

صافان — اصفہان

صوت پیک لائبریری رام پور (۱۲۸) ۱۳۰

(۱۳۱)

ط

طوب (۱۴) ۱۴۷

طور ۴ ۶ ۱۹ ۴۷ ۶۹ ۱۰۰ ۱۰۴ ۲۲۵

ع

عالم بیگ خان کا کترا ۴۱۹

عجم (۶۰) ۲۷۳

عرب، عربیہ (۱۰) ۳ ۲۴۶

علی گڑھ (۱۵۳) ۲۸۴

ف

فارس، فارسی ۴۵

فراش خانہ ۵۲۱

فرخ آباد ۲۴۶

فرنگ، فرنگی ۲ ۹۸ ۴۲۸

ق

قاسم جان کی گلی ۴۱۹ ۴۳۶

قطب صاحب کی لائبر ۳۵۲

قلزم ۱۳۴، ۳۳۳

قلعہ مبارک، قلعہ معلیٰ (۱۶، ۴۸، ۵۱، ۵۳)

۶۱، ۶۲، ۶۷ (۲۴۸، ۳۲۹، ۳۳۲، ۳۹۳، ۳۹۵)

ک

کالا محل ۳۶۳

کانپور (۱۴۲، ۱۴۳) ۳۶۵، ۳۶۸، ۳۶۹

۳۷۲، ۳۷۳

کتاب خانہ رام پور (۷۴، ۱۱۸) ۱۱۳۰

۱۵۶

کتب خانہ حمیدہ ہوپال (۸۶)

کتب خانہ خدا بخش (پٹنہ) ۵۲۰

کراچی ۱۳۴، ۳۶۶، ۳۹۳، ۳۹۵، ۴۰۶، ۴۲۴

کریلا ۳۹۱

کشمیر ۶۱

کشمیر والا کٹرا ۳۶۳

کشیہ (۶۳) ۶، ۹، ۳۰، ۶۳، ۶۴، ۹۰

۱۰۱، ۱۰۶، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۵۰، ۱۵۳، ۱۹۳

۲۴۵، ۲۴۸، ۲۶۰، ۳۱۵، ۳۱۷، ۳۲۴، ۳۲۷

۳۳۳، ۳۴۴، ۳۶۰، ۳۶۶، ۴۲۲، ۴۳۰، ۴۳۲

۴۳۴

کلکتہ (۴، ۱۸، ۲۰ — ۲۲، ۲۵، ۲۶، ۲۹)

۴۷، ۴۸، ۶۱، ۶۶، ۱۰۲، ۱۱۲، ۱۳۰، ۱۳۱ (۱۳۱)

۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۳، ۲۲۷، ۳۰۳، ۴۰۷، ۴۱۸

۴۳۰

کلکتہ یونیورسٹی ۴۳۷

کنعان ۳۲۵

کونز ۴، ۲۱، ۷۱، ۸۳، ۹۹، ۱۲۰، ۲۳۵

۲۴۰، ۴۴۴

کونز گارڈن — ملکہ کا باغ

کیمبرج ۳۵۱، ۵۲۰

کین (ندی) ۴۰۹

کھ

کھٹیا والی حویلی ۳۶۳

گ

گڈریوں والا کٹرا ۳۶۳

گڑگانواں ۳۵۸، ۳۵۹

گڑھ مکٹیسر ۴۱۱

گلی قاسم جان — قاسم جان کی گلی

گنگا ۴۰۹

گورنمنٹ پریس ہوپال (۱۴۷)

ل

لال ڈکی ۳۷۲

لال قلعہ — قلعہ مبارک

لاہور (۲، ۲۲، ۱۵۲) ۳۷۵، ۴۱۵، ۴۱۹، ۴۱۳

۴۲۴، ۴۲۹، ۴۶۳

لاہوری دروازہ (دہلی) ۴۲۸

لکھنؤ (۳۵، ۵۵، ۷۳، ۱۳۹) ۲۳۸، ۲۳۹

۲۴۴، ۲۴۵، ۲۸۳، ۴۱۸، ۴۲۶، ۴۳۳

لودھیانہ ۳۸۴

لوہارو (۶۲) ۳۵۳، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۷۹

۳۸۰، ۴۳۲، ۴۳۸

لیاقت نیشنل میوزیم، کراچی (۱۱۴)

لیتھو گرافک پریس — سید المطابع

م

ماہرہ ۲۲۹

ماوراء النہر، ماوراء النہری ۴۳۹، ۴۴۰

مجلس ترقی ادب، لاہور (۱۵۱)

محبت پریس، دہلی ۳۶۶

مدرسہ سرکار کینی (کلکتہ) (۴۸)

مراد آباد (۴)

مرزا پور ۴۳۷

مزدلفہ ۳۴۴

مصر (۶۲) ۲۳۸، ۳۲۵، ۴۱۶

مصوّروں کی حویلی (۱۳۹)

مطبع احمدی (دہلی) (۱۳۷ — ۱۴۰)

مطبع اسعد الاخبار، آگرہ ۱۳۲

مطبع اکبری، دہلی ۴۲۴

مطبع بادشاہ دہلی — مطبع سلطانی

مطبع حیدری، آگرہ ۳۳۷، ۴۰۵

مطبع دارالسلام، دہلی (۱۵، ۱۳۱)

مطبع سراجی، دہلی ۳۷۵

مطبع سلطانی، دہلی ۳۶۴، ۳۶۶

مطبع سید الاخبار، دہلی — سید المطابع

مطبع صادق الاخبار — مطبع دارالسلام

مطبع العلوم سینٹ اسٹیفنز کالج، دہلی (۱۳۹)

مطبع مفید خلائق، آگرہ (۱۴۴) ۴۱۱

مطبع نامی (کانپور) ۳۶۵

مطبع نامی (لکھنؤ) ۳۶۵

مطبع نظامی، بدایوں ۳۵۲

مطبع نظامی، کانپور (۷۳، ۱۲۶، ۱۴۰) —

(۱۴۲)

مطبع نولکشور، لکھنؤ ۳۵۵، ۳۷۸، ۳۸۳

۴۲۰، ۴۲۹

مفید عام اسٹیم پریس، آگرہ (۱۴۵)

مکہ معظمہ ۳۲۵، ۳۶۶

ملکہ کا باغ ۳۹۵

موسمی ندی — رود موسمی

مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ ۲۹۱

مول مین ۳۹۲

میرٹھ (۴، ۶۷، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۴۳) ۴۱۱

۴۲۸

ن

ناگپور (۸۶)

نامی پریس، کانپور — مطبع نامی، کانپور

نامی پریس، لکھنؤ — مطبع نامی، لکھنؤ

نجف، نجفی (۸۳) ۵، ۶۸، ۱۳۰، ۱۴۹

۴۹۱، ۴۵۶، ۲۴۵

نخش ۱۷۶

نظامی پریس، بدایوں — مطبع نظامی

نواب شاہ (سندھ) ۴۲۲

نولکشور پریس — مطبع نولکشور

نئی دہلی ۵۲۱

نیل ۱۳۴

۵

ہارڈنگ لائبریری (دہلی) ۳۹۶

ہرات (۴۸)

ہند، ہندوستان، ہندوستانی (۲، ۵، ۸، ۹،

۱۱، ۵۳، ۵۶، ۶۰، ۶۲، ۱۲۰، ۱۳۱) ۷۶

۱۲۸، ۲۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۷۳، ۳۸۶، ۴۱۴

۴۴۸، ۴۶۱، ۵۵۳

ہندی، ہندوستانی (۸، ۹، ۱۰، ۴۴، ۴۵،

۵۶) ۱۲۰، ۳۰۹، ۳۴۵، ۳۵۹

ہندوستانی دواخانہ ۴۳۶

ہوگلی بندر (۱۰۶)

ی

یوسف سراے ۳۵۲

ج: کتب و علوم وغیرہ

آ

آبِ حیات ۱۷۳، ۲۱۸، ۳۹۲، ۴۱۵، ۴۱۷

۴۳۸

آثار الصنادید (۱۳۰، ۱۵۶) ۲۴۷، ۲۸۸

۳۱۰، ۳۴۴ — ۳۴۷، ۳۵۳

آثارِ غالب ۲۴۷، ۳۱۰، ۳۲۵

آج کل (رسالہ) دہلی ۴۳۱

آفتابِ عالم تاب (تذکرہ) (۲)

آمد نامہ ۳۷۴

۱

احوالِ غالب ۳۵۹

اخبارِ لودھیانہ ۳۸۴

۴۳۲ — ۴۳۰، ۴۱۹ — ۴۱۷، ۴۱۵، ۳۹۳

استا (اوستا) ۳۴۴

اسعد الاخبار، آکرہ ۳۶۴

اشرف الاخبار، دہلی ۳۱۴

افسانہ عجائب (فسانہ عجائب) (۳۵)

اکمل الاخبار (۵۴، ۵۵)

البلاغ، کلکتہ ۳۸۰ — ۳۸۴

الناظر، لکھنؤ ۴۲۰

الہلال، کلکتہ ۳۸۳، ۳۸۵، ۳۸۶، ۴۱۸، ۴۲۵، ۴۳۰

۴۶۶، ۵۲۲

انجیل ۹۸

انتخابِ غالب (اول) (۱۰۳) ۵۰۳

انتخابِ غالب (دوم) (۷۴، ۷۷، ۱۵۶)

۱۵۷، ۱۷۴، ۲۲۱، ۲۴۴، ۲۵۷، ۲۶۲، ۲۹۲

۳۷۵، ۵۰۶

انتخابِ غالب (عبدالرزاق) ۱۷۴، ۲۹۲

انتخابِ لاجواب (رسالہ) لاہور ۴۰۱

انتخابِ یادگار (۱۰۴) ۳۶۷، ۳۸۱

انشائے نور چشم ۳۶۷

انیس الواعظین ۵۰۲

اودہ اخبار، لکھنؤ (۳۴)

ب

باد آورد (۷۶، ۸۱) ۴۷۳، ۴۷۵، ۴۸۴

ادبی خطوطِ غالب ۴۰۱

ادیب (رسالہ) حیدرآباد ۴۲۱

ادیبِ اردو، لکھنؤ ۴۱۸

ارتنگ ۳۴۴

اردو (رسالہ) دہلی ۳۶۲، ۳۶۷، ۳۷۸ —

۴۲۵، ۴۱۸، ۳۸۰

اردو (رسالہ) کراچی ۵۰۱

اردو ادب (رسالہ) علی گڑھ ۲۴۴

اردو کا دیوان — دیوانِ غالب اردو

اردو کلیات — دیوانِ غالب اردو

اردو کے معنی ۱۲۲، ۱۳۹، ۱۵۶، ۱۶۸

۱۷۷، ۱۸۸ — ۱۹۰، ۱۹۲، ۱۹۳، ۲۰۵، ۲۰۹

۲۲۴، ۲۲۹، ۲۴۰، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۵۱ — ۲۵۳

۲۸۱، ۲۸۲، ۲۹۰، ۲۹۱، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۹

۳۱۳ — ۳۱۹، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۱ — ۳۳۴

۳۳۶، ۳۳۸، ۳۵۰، ۳۷۶، ۳۷۷، ۴۰۳، ۴۰۹

۴۱۹، ۴۲۳، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۵، ۴۴۱، ۵۲۳

اردو کے معنی (لاہور ایڈیشن) ۳۱۵، ۳۲۴

۳۵۴

اردو کے معنی (رسالہ) دہلی ۴۳۰، ۵۲۰

اردو کے معنی (رسالہ) علی گڑھ ۱۹۱

۵۰۳، ۵۰۶

ارمغانِ غالب ۳۸۳، ۳۸۶ — ۳۹۰، ۳۹۲

تلاذہ غالب ۲۳۳، ۳۱۸، ۵۰۷

ج

جامعہ (رسالہ) دہلی ۳۶۴

جلوۂ خضر ۳۱۷، ۳۳۷، ۳۸۷—۳۸۹، ۴۴۱

۴۴۲

ج

چمن بے نظیر ۳۹۲، ۳۹۳، ۴۱۰، ۴۱۱

ح

حبیبہ (۵۹)

حسن خیال ۳۶۲

خ

خالق باری ۳۶۶

خطِ شکستہ ۵۵

خطِ غبار ۵۲، ۸۶

خطوطِ غالب (۱۵۶) ۷، ۱۳۲، ۱۳۹

۱۷۵، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۲، ۲۰۵، ۲۰۹، ۲۲۶

۲۳۴، ۲۴۰، ۲۴۲، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۵۱، ۲۵۲

۲۵۹، ۲۸۱، ۲۸۶، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۶، ۳۰۵

۳۰۶، ۳۰۹، ۳۱۲ — ۳۱۵، ۳۱۹، ۳۲۱

۳۳۱، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۶، ۳۳۸، ۳۶۳، ۳۶۴

۳۷۶، ۳۷۷، ۴۰۰، ۴۰۳ — ۴۰۵، ۴۰۸، ۴۱۰

۴۱۹، ۴۲۳، ۴۲۶، ۴۲۸، ۴۳۳، ۴۴۱، ۵۲۳

خطوطِ منشی امیر احمد ۳۶۷، ۴۰۴

۴۸۶ — ۴۸۸، ۴۹۰، ۴۹۲ — ۴۹۴، ۴۹۶

۴۹۸، ۴۹۹، ۵۱۳

باغِ مر ۲۹۱، ۴۰۳، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۴۶

بحر الفصاحت ۲۷۳

برہانِ قاطع (۹) ۴۲۸

بزمِ خیال ۵۰۶

بوستان (۷۰) ۴۳۵

بہادر شاہ کا روز نامہ ۴۰۷

بہارِ عجم ۱۶۰

بیاضِ رشکی ۴۱۱، ۴۱۴، ۴۱۵

بیاضِ علائی ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۸۷، ۳۸۹، ۳۹۴

۴۰۳، ۴۱۸

بیاضِ گرم ۲۳۸، ۲۳۹

بیاضِ وجیبہ الدین خاں ۴۲۹

بید (وید) ۳۴۴

پ

پنج آہنگ (۱۵، ۱۹، ۱۵۶) ۳۶۳، ۳۶۴

ت

تاریخِ پنجاب ۳۷۴، ۳۸۳

تاریخِ لطیف ۲۰۶

تحفہ (رسالہ) حیدر آباد ۴۱۳، ۴۱۵، ۴۲۰

تذکرہ بے جگر ۲۱۷

تکشیفِ حکمت ۳۵۵، ۳۵۶

خجائنہ جاوید (۱۶۰) ۵۰۱-۴۳۷-۴۳۶-۳۵۸

د

دیدہ سکندری (اخبار) رام پور (۵۵) ۳۸۰

دستانِ مذاہب ۳۵۳

درفشِ کاویانی ۳۶۸-۱۲۹

دستور العملِ اودہ ۳۹۱، ۳۹۰، ۱۵۶

دفترِ بے مثال (۳۷)

دہلی اردو اخبار (۱۱۶، ۵۴) ۱۳۶، ۱۳۵

۱۴۰، ۲۳۸ — ۲۴۰، ۲۴۸ — ۲۵۱، ۳۱۷

۳۳۰ — ۳۳۲، ۳۳۴، ۳۳۶، ۳۹۲، ۳۹۵ —

۵۲۲، ۳۹۹

دیوانِ اثر ۳۱۴

دیوانِ اردو متداول — دیوانِ غالب

دیوانِ اسد اللہ خان غالب — دیوانِ غالب

دیوانِ حافظ (۵۶) ۳۶۵

دیوانِ حیا (۵۶) ۳۳۲، ۱۹۲، ۱۸۷، ۱۸۶

دیوانِ ذوق ۴۲۱، ۳۹۳، ۳۹۲، ۳۱۰، ۱۳۶

دیوانِ ریختہ — دیوانِ غالب

دیوانِ سالک ۴۹۶، ۳۰۳، ۲۴۷

دیوانِ شرر ۱۳۲

دیوانِ شہیدی ۲۳۴

دیوانِ شیفہ ۲۳۳، ۲۰۳

دیوانِ صائب ۴۱۹

دیوانِ ظفر ۳۹۶ — ۳۹۹، ۴۳۰

دیوانِ عاصی — کلامِ گہنشیام لال

دیوانِ عنایت ۲۳۲

دیوانِ غالب اردو (۱۸، ۱۹، ۲۳ — ۲۹،

۱۲۷، ۱۲۱، ۱۲۰، ۱۱۲، ۱۰۷، ۹۳، ۷۲، ۶۳

— ۱۴۲، ۱۳۹، ۱۳۶ — ۱۳۳، ۱۳۰، ۱۲۸

، ۱۴۴، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۹) ۲، ۱۲۹، ۱۳۲

۳۴۵، ۳۵۱، ۴۱۵، ۴۲۱، ۴۲۹، ۴۳۴، ۴۶۲

۵۰۳، ۵۱۴، ۵۲۰، ۵۲۲

آگرہ ایڈیشن (نسخہ شیو نرائن) ۴۱۱

احدی ایڈیشن (۱۱۹ — ۱۲۳، ۱۳۶)

۵۲۰ (۱۴۴، ۱۴۱)

پاکٹ ایڈیشن (عبدالقادر) (۱۵۹)

چغتائی ایڈیشن (۷۴)

دارالسلام ایڈیشن ۱۳۴

دیوانِ دومی (۲۰)

دیوانِ ریختہ ۲۹۶، ۱۲۹

دیوانِ متداول ۲۰، ۱۳۰، ۱۶۸، ۱۷۴

۳۷۸

طاہر ایڈیشن ۳۷۸ — ۳۸۶، ۳۹۲

۳۹۳، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۳۱

۴۳۲، ۵۲۱

مرتبہ مالک رام ۴۰۳

۱۰۸، ۱۱۱، ۱۵۳، ۱۵۵، ۱۶۰ (۱۶۳)
 نسخہ طالب ۴۶۶، ۴۶۷، ۵۰۰، ۵۰۵، ۵۲۰
 ۵۲۲، ۵۲۳
 نسخہ عرشی (۷۶، ۷۷، ۱۰۱، ۱۲۰)
 ۱۵۳، ۱۵۶ (۱۲۲، ۳۵۳، ۴۴۴، ۴۶۱)
 — ۴۶۴، ۴۶۶، ۴۶۷
 نسخہ عرشی زادہ (۱۸، ۱۹، ۲۳، ۷۶)
 ۷۷، ۷۹، ۹۰، ۱۰۰، ۱۵۴، ۱۶۰ (۷۶)
 ۴۴۴، ۴۶۱ — ۴۶۳
 نسخہ کراچی (کریم الدین) (۱۱۳)
 ۱۳۴، ۳۱۰
 نسخہ کلکتہ — دیوانِ دومی
 نسخہ لاہور (۱۱۸)
 نسخہ لطیف ۴۶۳
 نسخہ نول کشور ۴۲۰
 نسخہ ہاشمی ۴۶۷، ۵۰۰، ۵۰۶، ۵۲۰
 — ۵۲۳
 نظامی ایڈیشن (۱۲۰، ۱۲۳، ۱۲۶)
 ۱۲۷ (۵۲۰)
 نظامی ہدایونی ایڈیشن (۱۵۶) ۱۳۰
 ۳۸۰، ۳۸۲، ۳۹۱، ۳۹۲، ۴۳۳
 دیوانِ غزالی ۸۵
 دیوانِ قائم ۴۰۱

مطبوعہ ۱۸۴۱ ع ۲۳۳
 نسخہ احمدی — احمدی ایڈیشن
 نسخہ ہدایوں (۱۰۳، ۱۰۵، ۱۰۶)
 نسخہ بھوپال (۲۰، ۲۱، ۲۳، ۲۶، ۷۴)
 ۷۶، ۷۷، ۸۱، ۸۵، ۹۰، ۹۲، ۹۴، ۹۷
 ۹۸، ۱۰۳، ۱۰۸، ۱۱۱، ۱۴۶، ۱۴۹
 — ۱۵۴، ۱۶۰ (۴۲۰، ۴۶۱، ۴۶۳، ۴۶۶)
 نسخہ بیگم تاباں ۳۹۴، ۴۳۰، ۴۳۱
 ۴۶۶، ۵۰۷، ۵۲۰ — ۵۲۲
 نسخہ حسین میرزا ۵۲۱، ۵۲۳
 نسخہ حمیدہ (انوار الحق) (۷۳، ۷۷)
 ۱۴۵، ۱۵۱، ۱۵۳ (۳۵، ۴۹، ۵۰، ۴۶۴)
 ۴۶۵
 نسخہ حمیدہ (حمید احمد خاں) (۷۷)
 ۱۵۳ (۴۶۴)
 نسخہ رام پور جدید (۷۶، ۷۸، ۱۲۰)
 — ۱۲۵، ۱۳۶ — ۱۳۸، ۱۴۱، ۱۴۴
 (۱۶۰)
 نسخہ رام پور قدیم (۲۳، ۲۶، ۱۰۵)
 — (۱۱۱) ۱۳۰
 نسخہ شوق قدوائی (۱۰۳) ۱۳۰
 نسخہ شیرانی (۲۲، ۲۳، ۲۵، ۲۶، ۲۹)
 ۷۴، ۸۸، ۹۱ — ۹۳، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۳

دیوانِ معروف ۱۸۲، ۲۰۹، ۲۱۳، ۲۱۷

۲۲۶، ۴۱۰، ۴۱۱

دیوانِ منیر ۲۳۶

دیوانِ مومن (۱۰۳، ۱۰۴)

دیوانِ میر ۶۱

دیوانِ ناظم ۴۰۲، ۴۰۳

دیوانِ ہندی — دیوانِ غالب

دیونِ ہمدردی ۳۲۱، ۳۲۲

ذ

ذکرِ غالب ۲۰۶، ۲۴۴، ۳۶۷

ر

ردِّ واقعاتِ انیس ۳۸۷ — ۳۸۹

رسالہ دہلی سوسائٹی ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۵۹

۵۰۳

رسومِ دہلی ۲۹۳

رقعاتِ غالب ۳۷۵

روحِ کلامِ غالب ۵۲۲، ۵۲۳

روزنامہ صاحبِ عالم مارہروی ۲۹۱

۳۰۸

ریاضِ الامرا ۳۷۸

ریاضِ صابر ۵۰۱

ریختہ (زبان) ۱۳۶، ۱۸۶، ۲۱۸، ۳۲۹

۴۲۷، ۴۰۷، ۴۳۰

ز

زمانہ (رسالہ) کانپور ۳۸۳، ۵۲۱

س

ساطعِ برہان ۱۸۹

سب رس (رسالہ) حیدرآباد ۴۱۲

سچی کہانیاں ۴۱۲، ۴۱۵

سخنِ شعرا ۲۳۳، ۳۵۴، ۴۲۲

سراپا سخن ۲۴۶، ۲۲۲، ۳۵۴، ۳۵۵، ۴۲۲

۵۱۰

سراج الاخبار ۴۴۰

سرورِ ریاض ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۵۴، ۳۸۷ — ۳۸۹

سروشِ سخن ۴۱۸

سنبلستان (۷۰)

سیرِ دہلی — سرورِ ریاض

ش

شرحِ دیوانِ غالب (آسی) ۲۳۱

شرحِ دیوانِ غالب (حسرت) ۶۵، ۱۲۹

۳۹۲، ۳۹۳، ۴۱۲، ۴۱۴، ۴۳۲ — ۴۳۴

شرحِ دیوانِ غالب (طباطبائی) ۳۴۰، ۴۱۴

شرحِ دیوانِ غالب (ملسیانی) ۳۸۵

شرحِ دیوانِ غالب (نظامی) ۳۵۱

شرحِ مآءِ عامل (۵)

شعاعِ مهر ۴۰۴، ۴۰۵

۰۳۰۶، ۰۳۰۴ — ۰۳۰۲، ۰۲۹۳، ۰۲۸۱، ۰۲۷۹، ۰۲۷۸

۰۳۳۱، ۰۳۲۱، ۰۳۱۹، ۰۳۱۴ — ۰۳۱۲، ۰۳۰۹، ۰۳۰۸

۰۴۰۱، ۰۴۰۶، ۰۴۰۹، ۰۴۲۷

عبار الشعر ۴۲۷

غ

غالب (عبداللطیف) ۱۳۰

غالب (مہر) (۱۵۶) ۰۳۶۲، ۰۳۵۷، ۰۳۵۰

۰۳۶۳، ۰۴۰۱، ۰۴۱۷ — ۰۴۱۹، ۰۴۳۰، ۰۴۳۱

۴۳۶

غالب کے کلام میں الحاقی عناصر ۵۲۳، ۵۲۱

غالب نامہ (۷۳) ۱۳۰

غدر کا نتیجہ ۵۰۷

ف

فرہنگِ عمید ۳

فرہنگِ غالب ۷۵

فریادِ دہلی ۳۵۲

فسانۂ عجائب — افسانۂ عجائب

فقہ ۴۰۹

فلفہ ۴۰۹

ق

قادر نامہ ۳۷۴، ۳۶۷، ۳۶۶

قاطعِ برہان، (۶، ۹) ۰۴۲۸، ۰۳۶۸، ۰۱۲۹

قاموس (۴۱، ۵)

شیرازہ (رسالہ) سری نگر ۰۴۱۵، ۰۴۱۹

شیونرائن کا اخبار (معیار الشعر) ۳۲۱

ص

صبح (رسالہ) دہلی ۳۹۲

صراح (۴۱، ۵)

صلاح عام (دہلی) ۴۹۴

ض

ضمیمہ نسخۂ عرشی ۰۴۱۵، ۰۴۲۹، ۰۴۴۶، ۰۴۶۱

ط

طامس مشکاف کی ڈائری ۱۴۳

طب ۴۰۹

طبقاتِ سخن (تذکرہ) ۲۱۷

طوفان (رسالہ) نواب شاہ ۴۲۲

ع

عباس نامہ ۳۶۷

علی گڑھ میگزین (غالب نمبر) ۰۱۱۳، ۰۱۹۰

۰۴۰۰، ۰۴۰۷، ۰۴۱۰

عمدۂ منتخبہ (۲۰، ۱۵۶) ۰۵۳، ۰۵۵، ۰۷۶

۰۳۰۴، ۰۳۳۹، ۰۴۰۰، ۰۴۰۵، ۰۴۰۶، ۰۴۱۰، ۰۴۲۲

۰۴۲۶، ۰۴۴۴، ۰۴۶۶، ۰۴۹۲، ۰۵۰۵، ۰۵۲۲

عودِ ہندی ۰۲، ۰۴، ۰۷، ۰۱۳۲، ۰۱۳۹، ۰۱۴۰

۰۱۵۹، ۰۱۶۲، ۰۱۶۳، ۰۱۸۸ — ۰۱۹۰، ۰۱۹۲، ۰۱۹۳

۰۲۰۵، ۰۲۰۶، ۰۲۲۴، ۰۲۲۹، ۰۲۵۲، ۰۲۵۳، ۰۲۵۹

قرآن ۴۴۱

قرآن السعیدین (اخبار) دہلی ۳۹۲، ۳۱۲

قصیدہ حیدری ۲

القول الفصل ۵۰۱

قومی زبان (رسالہ) کراچی ۴۰۶

قومی کتب خانہ پیرس ۴۰۰

۱

کلام گہشیام لال عاصی ۴۱۵

کلیات اردو — دیوان غالب

کلیات اقبال ۴۱۳، ۴۲۰

کلیات عارف ۵۰۶

کلیات غالب فارسی (۱۹، ۲۳، ۳۲، ۳۶

۴۱، ۵۰، ۵۶، ۵۸، ۶۶، ۷۲، ۸۱، ۱۰۶، ۱۲۰

۱۴۶) ۲۵، ۴۰، ۱۲۹، ۱۶۹، ۱۷۸، ۱۷۹

۱۸۶، ۲۰۱، ۲۰۷، ۲۱۰، ۲۱۴، ۲۱۷، ۲۳۰

۲۳۴، ۲۴۵، ۲۵۰، ۲۶۰، ۲۶۲، ۲۶۶، ۲۷۶

۲۸۴، ۲۸۷، ۲۸۹، ۲۹۳، ۲۹۸، ۳۰۱، ۳۰۴

۳۱۱، ۳۲۲، ۳۲۶، ۳۵۴، ۳۷۹، ۵۰۶

کلیات غالب فارسی (نسخہ بانکی پور) (۱۰۶،

۱۵۶)

کلیات غالب فارسی (نسخہ رام پور) (۱۰۷)

کلیات غالب فارسی (نسخہ رام پور، لوہارو

کلکشن) ۱۰۶، ۲۸۶

کلیات نثر فارسی (نسخہ رام پور، لوہارو

کلکشن) (۱۵۶)

کمال (رسالہ) دہلی ۳۸۰ — ۳۸۳

گ

گلدستہ انجمن (رسالہ) لاہور ۴۲۴

گلدستہ نازنینان (گن) (۱۱۳، ۱۵۶) ۲۱۸

۲۲۲، ۲۲۳، ۲۴۶، ۲۶۲، ۲۸۸، ۲۹۲

۳۰۷، ۳۲۰، ۴۱۰

گل رعنا (۱۴، ۱۸، ۲۱، ۲۳، ۲۵ —

۲۹، ۹۱، ۹۲، ۹۷، ۹۹، ۱۰۱، ۱۰۳، ۱۰۵

۱۵۵، ۱۵۶) ۲۲، ۲۵، ۱۳۰، ۱۶۸، ۱۷۴

۳۰۹، ۴۳۳، ۴۸۳

گل رعنا (ملوکہ مالک رام) (۲۱) ۲۴

۷۶، ۱۱۵

گل رعنا (نسخہ حسرت) (۲۱) ۶۵، ۱۱۵

گل رعنا بخط غالب (نسخہ خواجہ) (۲۲)

گلزار سخن ۴۲۹

گلزار سرور ۱۳۹

گلستان ۴۳۵، ۴۹۴

گلستان سخن ۱۹۲، ۵۰۷

گلشن بینخار (گپ) (۲۳، ۵۶، ۵۹، ۱۰۳

۱۰۵، ۱۵۶) ۱۳۰، ۱۹۵، ۲۰۲، ۲۱۳، ۲۱۶

۲۱۸، ۲۲۶، ۲۳۳، ۲۴۳، ۳۰۸

گلشنِ ہمیشہ بہار (۸۱) ۴۴۶، ۴۶۱

گنجینہ معنی (نسخہ عرشی) (۷۴) — ۷۶

(۱۵۱) ۱۶۰، ۱۶۴، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۶۴، ۲۷۱

۳۰۰، ۴۵۲، ۴۷۰، ۴۸۰، ۴۸۳، ۴۹۵، ۴۹۸

۵۰۱، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۱۰، ۵۱۲، ۵۱۵، ۵۲۲

ل

لالِ قلم کی ایک جھلک ۳۹۳

لطائفِ غیبی ۴۰۴، ۴۴۱، ۵۲۲

م

مآثرِ غالب ۳۶۳، ۳۶۴، ۴۰۷

ماہِ نو (رسالہ) کراچی ۳۹۵، ۴۲۰، ۴۲۴

متفرقاتِ غالب ۳۹۱، ۴۰۷

بجمع البحار ۵۰۱

بمجموعہ سخن ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۸ — ۱۴۱

محاسنِ کلامِ غالب (۱۴۶)

محبوب الالباب فی تعریف الکتب و الکتاب

۴۶۶، ۴۸۲

مخزن (رسالہ) لاہور ۳۵۱، ۳۵۲، ۵۲۰

مدارج النبوة ۵۰۱

مرآة الغیب ۳۸۱

مرقعِ ادب ۴۳۸

مصطفیٰ خاں کا تذکرہ — گلشنِ بینخار

معارف (رسالہ) اعظم گڑھ (۸۶) ۱۵۶

معیار (رسالہ) پٹنہ ۴۰۰، ۴۱۰

معیار (رسالہ) لکھنؤ ۴۳۳، ۴۳۴، ۵۰۴

معیار الشعرا (شیو ترانہ کا اخبار) آگرہ

(۵۴) ۳۲۱

مکاتیبِ غالب (۱۴۶) ۵۹، ۱۲۸، ۱۴۰

۳۵۸، ۳۶۰، ۳۸۱، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۳۱، ۵۱۹

۵۲۲

مکاتیبِ الغالب ۴۰۱

منتخبِ دیوانِ اردو — دیوانِ غالب

منتخبِ دیوانِ ریختہ — دیوانِ غالب

منطق ۴۰۹

میخانۂ آرزو سرانجام (۱۹)

ن

نادرآتِ شامی ۵۰۲

نادرآتِ غالب ۱۳۷، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۷۷

۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۳، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۵۲، ۲۸۹

۳۱۶، ۳۱۷، ۳۲۳، ۳۲۷ — ۳۳۲، ۳۴۲

نافع المسلمین ۵۰۲

نامۂ غالب ۱۸۹

نجوم ۴۰۹

ندیم (رسالہ) گیا ۴۰۶

نصرت نامۂ گورمنٹ ۵۰۷

نقوش (رسالہ) لاہور ۳۲۸، ۳۷۵، ۴۱۵

۴۰۴، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۴۶

همدرد (اخبار) دهلی ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۶۶، ۵۲۲

مردم (اخبار) لکهنو ۴۱۲

هندی دیوان — دیوانِ غالب

هشت ۴۰۹

ی

یادگارِ غالب ۱۳۴، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۴، ۱۴۵

۱۸۷، ۱۹۹، ۲۰۶، ۲۲۳، ۳۴۱، ۳۴۳، ۳۶۱

۳۸۷، ۴۰۴، ۴۲۲، ۴۳۶، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۶۶

۴۷۰—۴۷۳، ۵۱۵، ۵۲۲

یادگارِ ناله (نسخهٔ عرشی) (۱۹، ۷۴) ۱۳۷

۲۳۱، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۴۶، ۲۴۸، ۳۰۰، ۳۰۲

۳۰۳، ۳۰۹، ۳۳۸، ۴۰۰، ۴۴۴، ۴۴۶، ۴۶۲

۴۹۲

۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۱، ۴۲۹

نکاتِ غالب ۴۰۱

نکاتِ غالب و رقعاتِ غالب ۳۷۵

نگار (رساله) لکهنو ۲۱۷

نگارستانِ سخن (۱۳۹) ۳۹۲، ۳۹۳

نوائے سروش (نسخهٔ عرشی) (۷۴) ۲

۴۵۰، ۴۵۸، ۴۱۷، ۴۲۲، ۴۲۷، ۴۳۳، ۴۸۲

۴۸۳، ۴۸۷، ۴۹۰ — ۴۹۴، ۴۹۷، ۵۱۲

نیرنگ (رساله) دهلی ۴۱۱

و

واقعاتِ دارالحکومتِ دهلی ۳۸۴

۵

هشت گلزار (۱۰۲)

هماری زبان (اخبار) علی گڑھ ۲۹۱، ۳۶۶



معذرت

نسخہ عرشی کے نقشِ ثانی میں جہاں مطالب کا اضافہ ہوا وہیں پریس کی نا تجربہ کاری کے باعث متعدد قسم کی غلطیاں بھی در آئیں اور تمام کوششوں کے باوجود کارکنوں کی بے توجہی سے اُن کا ازالہ بھی نہ ہو سکا۔ یوں تو اردو کتابوں میں اغلاط کا ہونا اُن کا مقدر بن گیا ہے۔ لیکن جب پوری سعی اور احتیاط کے باوجود اُن پر قابو نہ پایا جاسکے تو دکھ ہوتا ہے۔ بعض غلطیاں ایسی ہیں جو پہلی ہی نظر میں پڑھنے والے حضرات از خود درست کر سکتے ہیں البتہ بعض کی طرف توجہ مبذول کرانا ضروری ہے۔ نقطوں کی طباعت اس قدر ناقص ہے کہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ ہر حال آئندہ صفحات میں ایسی غلطیوں کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو گمراہ کن ہیں۔ صحت نامے میں غلطی نہ دخل پا جائے۔ اب ڈر اس کا ہے۔

عرشی زادہ

صحیح نامہ

| صحیح | غلط | صفحہ و سطر | دیا چہ | صفحہ و سطر | صحیح | غلط |
|----------------|--------------|------------|---------------------------|------------|-----------|-----|
| ہے۔ انتخاب | | | ہوں | ہوں | ۴:۸ | |
| غالب، دیا چہ ک | | | ۱۱۱ | ۳۳۲ | ۸ حاشیہ ۴ | |
| (۵۱۰۰۴) | (۵۱۰۴) | ۴:۲۴ | ۵۵ | ۱۱۶ | ۸ حاشیہ ۵ | |
| انتخاب دیوان | انتخاب دیوان | ۱۸:۲۹ | | | | |
| کردیا | کریا | ۹:۳۲ | پیروی | پیروی | ۱۰:۱۰ | |
| میرا | میرا | ۱:۴۰ | دوران میں | دوران | ۱۳:۲۱ | |
| دانو | داو | ۱۴:۴۲ | گل رعنا نسخہ حسرت کے بارے | | ۱۹:۲۱ | |
| اُن کا | ن کا | ۶:۴۶ | میں حاشیہ بڑھائی ہے۔ | | | |
| ع ۱۸۵۲ | ع ۱۸۶۲ | ۲۰:۵۱ | مولانا حسرت | | | |
| کے حدود | اپنے حدود | ۹:۵۶ | موہانی نے شرح | | | |
| کردہ جہدے | کردہ جہدی | ۱۶:۵۷ | دیوان غالب کے | | | |
| ہوتا | ہوا | ۱:۵۸ | آخر میں لکھا | | | |
| زبان | زبان | ۱:۶۶ | ہے کہ اس کا | | | |
| رنگ | رنگ | ۱۹:۶۶ | ایک نسخہ اُن کے | | | |
| ستایش | ستایش | ۲:۷۵ | پاس محفوظ ہے۔ | | | |
| اس کے حصہ | اس حصے کے | ۲۳:۷۵ | عرشی کے زبانی | | | |
| غزلیات کے | | | استفسار پر مولا | | | |
| نسخہ رام پور | نسخہ رام پور | ۱۳:۷۶ | نے فرمایا کہ یہ | | | |
| جدید | | | اصل کتاب کا | | | |
| نسخہ رام پور | نسخہ رام پور | ۱۴:۷۶ | صرف ایک حصہ | | | |

| صفحہ و سطر | غلط | صحیح | صفحہ و سطر | غلط | صحیح |
|------------|-------------------------|------------------|------------|------------------------|-----------------|
| ۱۳:۷۷ | اخلاقات | جدید | ۸:۱۲۱ | سوشہ | شوشہ |
| ۱۲:۸۱ | ہمیشہ بہار | گلشنِ ہمیشہ بہار | ۱۷:۱۲۲ | آسام | تسلم |
| ۲۰:۸۳ | مقطع | مقطوع | ۱۷:۱۲۳ | رام جدید | رام پور جدید |
| ۱۵:۸۵ | کا نام | کے نام | ۸:۱۲۸ | دیوانِ اسد | دیوان اسد |
| ۱۶:۸۶ | ۲۲/۲۹ × ۸ | ۲۲ × ۲۹/۸ | ۱۰:۱۳۶ | باتوی | باتوں |
| ۱۹:۸۹ | کے آکے اضافہ کیجئے: | | ۲۰:۱۴۰ | جس کے دائیں | جس کے آخری |
| | ان غزلوں کی قدیم | | | صفحے پر دائیں | |
| | روایت سے اس | | ۱۹:۱۵۴ | کی تفصیلی مباحث | کے تفصیلی مباحث |
| | خیال کو مزید | | ۱۱:۱۶۰ | مہربانوں | مہربانوں |
| | توثیق حاصل ہوتی | | | ایڈیشن | ایڈیشن |
| | ہے۔ | | | گنجینہ معنی | |
| ۱۷:۹۰ | غزایں حاشیوں | غزلیں (۱۲۲ شعر) | ۲:۲ | سبزے | سبزے |
| | (۱۲۲ شعر) | حاشیوں | ۱۰:۳ | موج | موج |
| ۶:۹۳ | ۱، ب | ورق ۱، ب | ۱۰:۵ | رفار | رفتار |
| ۲۱:۱۰۰ | ۸۱۶ ع | ۱۸۱۶ ع | ۱۲:۵ | یرافشانی | پرافشانی |
| ۲۰:۱۰۱ | اور قطعے | قطعے اور | ۳:۶ | بہار | بہار |
| ۳:۱۰۴ | الف | غزلیات: الف | ۴:۷ | کرس | کرس |
| ۲۰:۱۱۷ | کے آخر میں اضافہ کیجئے: | | ۲:۹ | جیں | جیں |
| | یہ نسخہ پنجاب | | ۱۰:۹ | باتبات | باتبات |
| | یونیورسٹی لائبریری | | ۷:۱۰ | تاب | تاب |
| | لاہور میں محفوظ | | ۳:۱۱ | وداع | وداع (تمام جگہ) |
| | ہے۔ | | ۳:۱۵ | آئہ | آئینہ |
| | | | ۱۳:۱۵ | کا حاشیہ یوں بناليجئے: | |

| صفحہ و سطر | غلط | صحیح | صفحہ و سطر | غلط | صحیح |
|---------------|---------------------------|-----------|----------------|-----------|---------|
| | | | ق میں یہ شعر | | ۵۰ غزل |
| | | | غزل نمبر ۱۳ کا | | نمبر ۹۲ |
| | | | ہے | | ۹۶ |
| ۱۱:۱۶ | تسلیم شوخی | ۳:۵۳ | اعل | ۹۲ | اعل |
| ۱۲:۱۶ | اس شعر کی اصلاحی شکل صفحہ | ۱۲:۵۵ | معذور | معذور | ۱۲:۵۵ |
| ۱۶۷ | پر موجود ہے، اس لیے یہاں | ۱۴:۵۵ | اس | اس | ۱۴:۵۵ |
| | اسے قلبزد کر دیا جائے۔ | ۱۴:۵۵ | مال | مال | ۱۴:۵۵ |
| | | ۸:۵۷ | طرز | طرز | ۸:۵۷ |
| ۴:۱۸ | دُم | ۵۹: حاشیہ | | | |
| ۱:۲۰ | سختی | ۱، ب | نگاہ | نگاہ | ۱:۲۰ |
| ۹:۲۱ | دوکان | ۷:۶۷ | مرگ | مرگ | ۷:۶۷ |
| ۵:۲۳ | رفقہ | ۲:۶۸ | ناز | ناز | ۲:۶۸ |
| ۸:۲۴ | زنجیر | ۴:۶۸ | فتادگی | فتادگی | ۴:۶۸ |
| ۲۹: حاشیہ | | ۷۱: حاشیہ | | | |
| ۵ ب رنگ | رنگ | ۱۱ الف | مصاعفہ | مصاعفہ | ۱۱ الف |
| ۲۹: حاشیہ | | ۵:۷۳ | بمغز | بمغز | ۵:۷۳ |
| ۸ الف، ق رہتا | ح رہتا | ۲:۷۴ | خاک | خاک | ۲:۷۴ |
| ۷:۲۹ | رفتن | ۱۲:۷۵ | آئینہ | آئینہ | ۱۲:۷۵ |
| ۴:۳۰ | خواہ | ۱۰:۷۶ | اقلیم | اقلیم | ۱۰:۷۶ |
| ۱:۳۰ | ہو | ۷:۸۱ | امام | امام | ۷:۸۱ |
| ۱۱:۳۸ | طاؤس | ۵:۸۲ | طبع | طبع | ۵:۸۲ |
| ۹:۴۳ | نا امید تر | ۲:۸۴ | رنگ سے گل | رنگ سے گل | ۲:۸۴ |
| ۴۶: حاشیہ | | | | | |
| ۵ ب مز | مزہ | | | | |
| | | | | | |

| صفحہ و سطر | غلط | صحیح | صفحہ و سطر | غلط | صحیح |
|------------|-------------------------------|------|------------|-------------------------------|-----------------------------|
| ۸۴: حاشیہ | مگر مرتب ح نے | | ۱۳:۹۹ | ناز | ناز |
| ۱۲ ب | اسے ظاہر نہیں کیا | | ۲:۱۰۰ | یہاں اسے قلزد کر دیجے۔ | یہ شعر |
| | اس عبارت کو قلزد کر کے لکھیے۔ | | | قافیے کی تبدیلی کے ساتھ بصورت | مقطع اگلی غزل میں آ رہا ہے۔ |
| | لیکن قا میں «غالب» | | ۴:۱۰۰ | پیچ و تاب | پیچتاب |
| | کی جگہ «عاقبت» ہے | | ۴:۱۰۶ | اس | اُس |
| | جیسے شاید مرتب | | ۷:۱۰۶ | کیونکہ | کیونکہ |
| | ح نے اپنے نسخے | | ۵:۱۱۳ | ذوق | ذوق |
| | میں سہواً غالب نقل | | ۱۰:۱۱۴ | فراق | فراق |
| | کر دیا ہے۔ | | ۲:۱۱۹ | رنگ | رنگ |
| ۱:۸۵ | رنجیر | | ۳:۱۱۹ | گلستان | گلستان |
| ۳:۸۵ | ساز | | ۷:۱۲۰ | کوکب | چشم کوکب |
| ۶:۸۵ | نشہ | | ۸:۱۲۰ | زیر | زیر |
| ۱:۸۷ | رنگ | | ۱۴:۱۲۱ | رحیم | انجم |
| ۲:۸۷ | مشق | | ۹:۱۲۲ | سرگینی | سرگینی |
| ۶:۸۷ | زلف | | ۱۰:۱۲۲ | طوفانی | طوفانی |
| ۹:۸۹ | حاشیے میں اضافہ کیجئے: | | ۲:۱۲۶ | صناع | صباغ |
| | ۹ الف ح. ایمان | | ۱۰:۱۳۰ | ربیع الاول ۱۲۴۵ھ | ربیع الاول ۱۲۴۴ھ |
| | (سہو کاتب)۔ | | | (ستمبر ۱۸۲۹ع) | (ستمبر ۱۸۲۸ع) |
| | | | | سے پہلے اتمام کو | کو تمام ہوا۔ |
| | | | | پہنچا۔ | |
| ۱:۹۳ | ضبط سوز | | ۲۰:۱۳۲ | مخلف | مختلف |
| ۳:۹۴ | کوشی | | ۱۴:۱۳۵ | ۵۶:۲ | ۵۹:۲ |
| ۴:۹۵ | شور | | | | |
| ۱:۹۶ | رنداں | | | | |
| ۳:۹۶ | چشم | | | | |

| صفحہ و سطر | غلط | صحیح | صفحہ و سطر | غلط | صحیح |
|------------|------------|-------------------|--------------|--------------------------------|---------|
| ۱:۱۳۷ | جہاں دار | جہاں دار | ۱:۱۷۶ | نیرنگ | نیرنگ |
| ۲:۱۳۷ | در مند | در مند | ۶:۱۷۷ | ندیر | ندیر |
| ۶:۱۳۷ | جائنا | جائنا | ۵:۱۷۸ | ڈرنا | ڈرنا |
| ۶:۱۴۱ | ترے | ترے | ۱۰:۱۷۸ | یاد ہے | یاد ہیں |
| ۱۴:۱۴۱ | سر | سر | ۱۴:۱۷۸ | خلا | خلاف |
| ۵:۱۴۵ | م | م | ۴:۱۷۹ | سے متعلق حاشیہ قلزد کر دیجے یہ | |
| ۱۲:۱۴۷ | حمایت | حمایت | | غزل متن ق میں بھی موجود ہے۔ | |
| ۶:۱۴۸ | نیم | نیم | ۱:۱۸۰ | بیاباں | بیاباں |
| ۱۷:۱۴۸ | ریشہ | ریشہ (ح، نشہ) | ۴:۱۸۰ | صبح | صبح |
| ۲۲:۱۴۸ | ۱۳، ۱۴، ۱۵ | ۱۳/۱۴۸ م ندارد | ۲:۱۸۱ | ناصح | ناصح |
| | م ندارد | ۱/۱۴۹ و ۲ م ندارد | ۳:۱۸۳ | حجرہ | حجرہ |
| ۱:۱۵۰ | ق | ق، قا | ۶:۱۸۵ | وحشی | وحشی |
| ۹:۱۵۰ | خنز | خنز | ۶:۱۸۵ | رج | رج |
| ۷:۱۵۱ | ختم | ختم | ۳:۱۹۰ | نادرآت | نادرآت |
| ۲۲:۱۵۱ | ہو سکی ہے | ہو سکتی ہے | ۷:۱۹۰ | کافی | کافی |
| ۱۱:۱۵۲ | آغار | آغاز | ۱۲:۱۹۴ | قدر | قدر |
| ۱۹:۱۵۷ | سنجر | سنجر | ۱۵:۱۹۴ | عنوان | عنوان |
| ۳:۱۶۳ | ماروں | یاروں | ۱۹۸ (ردیف) ج | چ | چ |
| ۶:۱۷۲ | ے | ے | ۷:۲۰۰ | مسایہ | مسایہ |
| ۱۵:۱۷۲ | شاط | نشاط | ۱:۲۰۲ | یرت | حیرت |
| ۱۶:۱۷۲ | لکھا | لکھا | ۵:۲۰۲ | رنگ | رنگ |
| ۱۸:۱۷۴ | ۱۳۴۵ | ۱۳۴۵ | ۹:۲۰۲ | یری | میری |
| ۹:۱۷۵ | الف نہ کی | اُف نہ کی | ۱۰:۲۱۰ | ب، ق | الف، ق |

| صفحہ و سطر | غلط | صحیح | صفحہ و سطر | غلط | صحیح |
|------------|---|----------|------------|-----------------------------|-----------------|
| ۱۳:۲۱۵ | ب، گل | گل، | ۱۳:۲۷۰ | ساٹے | ساٹے |
| ۱:۲۱۸ | کیونکہ | کیونکے | ۳:۲۷۲ | آئی | آئی |
| ۱:۲۲۱ | حاشیہ ق میں اس غزل کا کوئی شعر نہیں۔ | | ۱:۲۷۳ | عنوان غزل میں حاشیہ ق، قلزد | |
| ۸:۲۳۱ | دلتکی | دلتکی | | کر دیجئے۔ | |
| ۱۲:۲۳۳ | آذر فشان | آذر فشان | ۱۳:۲۷۶ | ظاہر | ظاہر |
| ۵:۲۳۵ | کی | کے | ۵:۲۷۷ | عنوان غزل میں حاشیہ ق، قلزد | |
| ۹:۲۳۸ | انتقام | انتقام | | کر دیجئے۔ | |
| ۷:۲۳۹ | انی | اتنی | ۲:۲۸۰ | عنوان غزل میں حاشیہ ق، قلزد | |
| ۱۴:۲۳۹ | نادارت | نادرات | | کر دیجئے۔ | |
| ۱۵:۲۳۹ | نادارت | نادرات | ۲:۲۸۲ | فشار | فشار |
| ۱۴:۲۴۰ | پہنچا | پہنچا | ۱۳:۲۸۲ | فرس | فرس |
| ۱۰:۲۴۱ | کہوائی | کہلوائی | ۹:۲۸۳ | ساٹے | ساٹے |
| ۱۶:۲۴۳ | ۸ ب | ۸ الف | ۴:۲۸۶ | ری | ری |
| ۱۵:۲۴۹ | اس | میں | ۱۲:۲۹۲ | وسی | وسی |
| ۲:۲۵۷ | اس غزل کے عنوان میں حاشیہ ق، قلزد کر دیجئے۔ | | ۱:۲۹۹ | دونوں مصرعوں کے درمیان ق، | |
| ۵:۲۵۸ | اس غزل کے عنوان میں حاشیہ ق، قلزد کر دیجئے۔ | | | لکھ دیجئے۔ | |
| ۹:۲۵۸ | لگئی | لگتی | ۱۰:۳۰۳ | یادگار نالہ میں | گنجینہ معنی ص |
| ۱:۲۶۳ | عنوان غزل میں ق، کا اضافہ کر لیجئے | | | آ رہا ہے | ۱۲۴ میں گزر چکا |
| ۲:۲۶۴ | زمانہ | زمانہ | ۸:۳۱۵ | کہ | کہ |
| ۵:۲۶۹ | عنوان غزل میں حاشیہ ق، کا حوالہ | | ۱:۳۵۲ | نظر | نظر |
| | | | ۷:۳۵۶ | لکھا ہے | لکھا ہے نسخہ |
| | | | | نسخہ، | نسخہ، |

| صفحہ و سطر | غلط | صحیح | صفحہ و سطر | غلط | صحیح |
|------------|----------------------------|----------------------------|---------------|----------|--------------|
| ۱۵:۳۶۶ | محفوظ ہے | محفوظ ہے۔ نیز ایک | ۱۵:۴۴۶ | داغ مہر | باغ مہر |
| | | ایڈیشن کانپور کا چھپا | ۸:۴۴۷ | آئینہ | آئینہ |
| | | ہوا بھی موجود ہے۔ | ۱:۴۵۳ | اں | یاں |
| | | مقابلے میں اس سے | ۱:۴۵۵ | تاریک | تاریک |
| | | بھی کام لیا گیا ہے۔ | ۱۱:۴۵۵ | پھولو | پھولو |
| ۱۰:۳۶۳ | برخیز | (برخیز) | استدراک | | |
| ۱۵:۳۷۵ | نکات و رقعات، نکاتِ غالب و | نکاتِ غالب و | ۱۹:۴۶۱ | تذکرہ | تذکرہ گلشن |
| | رقعاتِ غالب | رقعاتِ غالب | ۲۲:۴۶۱ | تیس | بائیس |
| ۶:۳۹۲ | پسینہ | پسینا | ۲۴:۴۶۲ | نہیں | بالعموم نہیں |
| ۸:۳۹۶ | جھنکار | جھنکار | ۱۰:۴۶۳ | اور | وہ |
| ۲۰:۳۹۶ | صاف | صرف | ۱۰:۴۶۳ | دوانے | دیوانے |
| ۲۱:۳۹۷ | منانے | سنانے | ۱۵:۴۶۳ | دال | ذال |
| ۸:۴۰۳ | نام | کے نام | ۱۴:۴۶۴ | حمیدہ | بھوپال |
| ۳:۴۰۴ | ک | کوئی | ۱۳:۴۶۵ | میں | کے لیے |
| ۳:۴۰۶ | ۲ | ۱ | ۲:۴۶۶ | (مرتبش) | (مر) تبش |
| ۴:۴۰۶ | ع ۱۹۳۶ | ع ۱۹۳۵ | ۲:۴۶۷ | بھوروی | بھوروی |
| ۴:۴۱۵ | شبہ | شبہ | ۱۲:۴۶۷ | کی ہدایت | کے مشورے |
| ۶:۴۱۵ | شبہ | شبہ | ۱۳:۴۶۷ | ہدایت | ہدایات |
| ۱:۴۲۰ | اس غزل کو خارج کر دیا جائے | اس غزل کو خارج کر دیا جائے | صفحہ کالم سطر | | |
| | یہ جعلی ہے۔ | یہ جعلی ہے۔ | ۲:۱۰۴۶۸ | لفظ | لفظ |
| ۲:۴۲۵ | کیونکہ | کیونکہ | ۵:۲۰۴۶۸ | رکاب | رکاب |
| ۷:۴۳۵ | برد | بود | ۱۲:۲۰۴۶۸ | کاتب | کتابت |
| ۵:۴۴۰ | وجود | کو موجود | ۱۶:۲۰۴۶۸ | کاتب | کتابت |

| صفحہ کالم سطر | غلط | صحیح |
|---------------|--------------------------------|---|
| ۱۸:۲۰۴۷۹ | کے بعد نئی سطر پر اضافہ کیجیے: | ۱۲ ب. عز. قا. دم |
| | | (اور یہی درست ہے)۔ |
| ۲۴:۱۰۴۸۰ | کے بعد نئی سطر پر اضافہ کیجیے: | ۶ ب. عز. برگ۔ حنا |
| | | (اور یہی درست ہے) |
| ۵:۲۰۴۸۰ | کے بعد نئی سطر پر اضافہ کیجیے: | ۶ الف عز. ح. حم |
| | | نصیب و درشتی (اور یہی درست ہے)۔ |
| ۱۴:۲۰۴۸۰ | رنگ | زنگ |
| ۲۳:۲۰۴۸۱ | عز. نگاہ | عز. پہلے "نگاہ" تھا، پھر "نگہ" بنایا گیا ہے مگر چونکہ چھپلا نہیں گیا تھا اس لیے اب بھی "نگاہ" پڑھا جاسکتا ہے۔ بعینہ یہی صورت قا میں بھی ہے۔ |
| ۵:۱۰۴۸۲ | جنوں | جنوں |
| ۹:۱۰۴۸۲ | متن | متن گنجینہ معنی |
| ۲۱:۲۰۴۸۲ | کے بعد نئی سطر پر اضافہ کیجیے: | ۱۱ ب قا کے کاتب |

| صفحہ کالم سطر | غلط | صحیح |
|---------------|---------------------------------|--|
| ۱:۲۰۴۶۹ | فرصت | فرصتے |
| ۵:۲۰۴۶۹ | سد | اسد |
| ۲۷:۱۰۴۷۰ | بندی | بندی |
| ۲۵:۲۰۴۷۱ | ص ۱:۲۸ | ص ۱:۲۷ |
| ۱۳:۲۰۴۷۲ | اندازہ | اندازہ |
| ۲۷:۲۰۴۷۲ | افروذن | افروذن |
| ۱۳:۱۰۴۷۴ | ص ۱:۷۹ | ص ۴:۱۷۹ |
| ۱۱:۱۰۴۷۵ | کے بعد اضافہ کیجیے: | |
| | | قا میں بدل کر اس قافیے کو جس طرح کہا ہے اُس کے لیے دیکھیے ۱:۱۹۶ |
| ۲:۲۰۴۷۵ | کے بعد نئی سطر پر اضافہ کیجیے: | |
| | | ۱۲ ب. قا. باسپانی (سہو کاتب) |
| ۱۲:۲۰۴۷۷ | سہو کتابت تلفظ عوام | |
| ۱۰:۱۰۴۷۸ | س (سہو کاتب اسے قلمزد کر دیجیے۔ | |
| ۱۹:۱۰۴۷۸ | نئی سطر پر اضافہ کیجیے: | |
| | | ۳ الف عز "حیرت سے رخ دوست کی از بس ہیں بیکارہ" مصرع سہو کاتب سے غیر موزوں ہو گیا ہے۔ |

| صفحہ کالم سطر | غلط | صحیح | صفحہ کالم سطر | غلط | صحیح |
|-----------------------------------|----------|----------|---------------|--------------------------------|----------|
| ب، ح، حم، رنگ رسا (۱۳۰ مرتبین) | ص ۱:۹۶ | ۱۹:۲۰۴۹۲ | ۱:۹۶ | نے پروانہ لکھا تھا۔ | |
| نگاہ | ۱۱:۲۰۴۹۳ | نگاہ | | غالب نے اپنے قلم | |
| پیدا | ۱۱:۱۰۴۹۵ | پیدا | | سے ہر دانہ بنایا | |
| اس کو | ۲۲:۱۰۴۹۶ | اس میں | | ہے۔ | |
| بین | ۶:۲۰۴۹۶ | بین | | تمیز | ۲۰:۱۰۴۸۳ |
| عز، ندارد۔ | ۶:۱۰۵۰۰ | ندارد | | الفاظ | ۲:۲۰۴۸۳ |
| کے بعد نئی سطر پر اضافہ کیجئے: | ۶:۲۰۵۰۳ | | | مرتب ح | ۱۱:۲۰۴۸۳ |
| ص ۳:۱۶۰ الف، | | | | نیز | ۱۲:۲۰۴۸۳ |
| عز، آتشیں پا ہوں، | | | | تسکین | ۲:۲۰۴۸۴ |
| گدازِ وحشتِ زنداں | | | | دھر | ۲۲:۲۰۴۸۴ |
| نیوچھ | | | | اندراج | ۳:۱۰۴۸۵ |
| ہر حلقہ یہاں زنجیر کا | ۷:۲۰۵۰۳ | ہر حلقہ | | یہاں | ۱۰:۱۰۴۸۵ |
| مطابق | ۴:۲۰۵۰۴ | مطابق | | بزم | ۶:۲۰۴۸۵ |
| کے بعد نئی سطر پر اضافہ کیجئے: | ۲۰:۲۰۵۰۴ | | | لفظ | ۸:۲۰۴۸۵ |
| ص ۲:۱۲۷ الف، قا | | | | آخری | ۹:۲۰۴۸۵ |
| کے کاتب نے سہواً | | | | جشم | ۱۷:۲۰۴۸۵ |
| میکشی لکھ دیا تھا۔ | | | | سے پہلے | ۲۰:۲۰۴۸۵ |
| غالب نے جھیل کر | | | | تغافل | ۲۳:۲۰۴۸۵ |
| مے کسے بنا دیا | | | | تمکینے | ۱۴:۱۰۴۸۶ |
| ہے۔ | | | | دریوزگی | ۲۱:۱۰۴۸۶ |
| ص ۶:۱۷۳ | ۲۴:۲۰۵۰۴ | ص ۱۷۳ | | کے بعد نئی سطر پر اضافہ کیجئے: | ۸:۲۰۴۸۶ |
| | | | | ۹ ب، ح، جو | |
| | | | | کے بعد نئی سطر پر اضافہ کیجئے: | ۱۲:۲۰۴۹۲ |

صحیح

غلط

صفحہ کالم سطر

شایع کردہ عبدالرزاق
میں 'پیالہ' کی جگہ
'گلاس' ہے۔ غالب
نے یہ تبدیلی مقام کی
مناسبت سے کی تھی۔
دراصل مذکورہ کتاب
انگریزوں کو پڑھانے
کے لیے مرتب کی
گئی تھی۔ اسی رعایت
سے یہاں یہ لفظ
رکھ دیا ہے۔

قبل

۷:۲۰۵۱۶ قول

۴:۴۲۵ ص ۲۴:۲۰۵۱۸ ص ۴:۳۲۵

۴:۲۰۵۲۰ عبدالحمید خواجہ عبد المجید خواجہ
۲۱:۲۰۵۲۰ کے بعد نئی سطر پر اضافہ کیجئے۔
۱۱ الف، نسخہ ہاشمی
کے کاتب نے بھی
'توقیر' لکھا تھا مگر
مرتب نے 'توفیر'
اپنے قلم سے بنایا ہے۔

۳:۲۰۵۲۲ ہوں گرمی 'ہوں گرمی

۳:۱۰۵۲۳ سعید احمد خاں احمد سعید خاں

۱۶:۱۰۵۲۴ غزل غزل

صحیح

غلط

صفحہ کالم سطر

۶ الف

۲۷:۲۰۵۰۴ الف

۱۰:۲۰۵۰۵ کے بعد نئی سطر پر اضافہ کیجئے:

ب، قا، رہگذر

گذرنا

۲۱:۲۰۵۰۵ گذرنا

۲۵:۱۰۵۰۹ کے بعد نئی سطر پر اضافہ کیجئے۔

۱:۲۲۰ یہ غزل حاشیہ

ق کی ہے۔ حم

بخط

۱۷:۲۰۵۰۹ بخط

حاشیہ

۱۲:۱۰۵۱۱ حاشیہ

۳:۲۰۵۱۱ ق میں یہ شعر حاشیہ

کس پردے پر بصورتِ مقطع اور

الخ کے بعد قا میں کس پردے

الخ کے بعد ہے۔

اور

۳:۲۰۵۱۲ ور

۹:۲۰۵۱۲ کے بعد نئی سطر پر اضافہ کیجئے۔

ہ قا میں اس کی

رکاب موجود ہے۔

بزم

۵:۲۰۵۱۴ بزم

کاتب

۲:۱۰۵۱۶ کتابت

۲۳:۱۰۵۱۶ کے بعد نئی سطر پر اضافہ کیجئے:

۲:۲۹۲ ب، جیسا کہ

حاشیہ سے معلوم

ہوگا، انتخابِ غالب

| صفحہ کالم سطر | غلط | صحیح | صفحہ کالم سطر | غلط | صحیح |
|---------------|-----|------|---------------|-----|--------------------------------|
| | | | | | فہرست اشعار |
| | | | | | صفحہ ۵۲۴ کے بعد ۴۷۳ تا ۴۸۰ لکھ |
| | | | | | گیا ہے اسے ۵۲۵ تا ۵۳۲ بناليجے۔ |
| | | | | | ۱۴:۲۰۵۲۵ ہا ی، کا بہاری، کا |
| | | | | | ۱۵:۲۰۵۳۲ خرمی خرامی |
| صفحہ کالم سطر | غلط | صحیح | صفحہ کالم سطر | غلط | صحیح |
| | | | | | اشاریہ |
| | | | | | ۱۷:۲۰۵۴۲ ح |
| | | | | | ۱۰:۱۰۵۵۳ معرف معرف |
| | | | | | ۴:۲۰۵۵۹ شیرفکن شیرافکن |
| | | | | | ۶:۱۰۵۶۹ اسے قلند کر دیجیے۔ |



ASHMIR UNIVERSITY
Iqbal Library
Acc. No. 225258
Dated 26-1-82

سلسلہ مطبوعات انجمن ترقی اردو (ہند) - 495

اشاعت اول : ۱۹۵۸ع

اشاعت دوم : ۱۹۸۲ع

طباعت : پبلک پرنٹنگ پریس، رام پور (دیوبہ)

قیمت : اٹھانوے روپے

